

تک ملت اسلامیہ کی تیرہ سو سالہ مکمل تاریخ، ڈھائی ہزار سے زائد صفحات پر

# تاریخِ ملت

تالیف

جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی جناب مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی

جلد دوم

خلافتِ عباسیہ: اول  
خلافتِ عباسیہ: دوم  
تاریخِ مصر و مغربِ اقصیٰ

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

ادارۃ السّلام

لاہور — کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

### ☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

[kitabosunnat@gmail.com](mailto:kitabosunnat@gmail.com)

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



# تاریخِ ملت

تاریخِ عالم قبل از اسلام سے لے کر مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر تک ملتِ اسلامیہ کی تیرہ سو سالہ مکمل تاریخ، ڈھائی ہزار سے زائد صفحات پر افراد اور اقوام کے نشیب و فراز اور عروج و زوال کی داستانوں پر مشتمل مفید عالمِ کتاب تاریخِ اسلام کی بے شمار کتب سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ سلیس زبانِ عام فہم اور آسان طرزِ بیان۔ مدارس، سکولوں، کالجوں اور جامعات کے اساتذہ و طلباء کے لیے یکساں فائدہ مند۔ ایک ایسی منفرد تاریخ جس کا ہر اچھی لائبریری اور پڑھ لکھے گھرانے میں ہونا ضروری ہے۔

تالیف

جناب مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی ○ جناب مفتی انتظام اللہ شاہی اکر آبادی

جلد دوم

- ① نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم
- ② خلافت راشدہ
- ③ خلافت بنی امیہ
- ④ خلافت بنی عباسیہ
- ⑤ خلافت عباسیہ: اول
- ⑥ خلافت عباسیہ: دوم
- ⑦ تاریخ مصر و مغرب قسطنطنیہ
- ⑧ خلافت عثمانیہ
- ⑨ تاریخ صقلیت
- ⑩ سلطانین ہند: اول
- ⑪ سلطانین ہند: دوم

⑤ خلافت عباسیہ: اول

⑥ خلافت عباسیہ: دوم

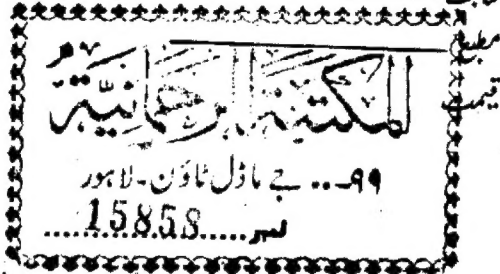
⑦ تاریخ مصر و مغرب قسطنطنیہ

www.KitaboSunnat.com

اِخْرَاجُ اِسْلَامِيَّاتٍ اِنَّا لَآ كُنَّا لَآ اِھْوَا



نام کتاب \_\_\_\_\_ تاریخ ملت (جلد دوم)  
 طباعت اول \_\_\_\_\_ مئی ۱۹۹۱ء  
 باہتمام \_\_\_\_\_ اشرف برادران سلمہ الرحمن  
 ناشر \_\_\_\_\_ ادارہ اسلامیات لاہور  
 کتابت \_\_\_\_\_ مشتاق احمد جلالپوری



ادارہ اشرف برادران، پبلشرز، ایکسپورٹرز

<p>☆ دیکھیں: ۲۶۲۳۴۱ فون کراچی ۲۶۲۳۴۱</p>	<p>☆ فون: ۴۵۲۴۵۵ - ۴۵۲۴۹۱ لاہور، پاکستان</p>	<p>☆ دیکھیں: ۴۵۲۴۵۵ - ۴۵۲۴۹۱ فون لاہور</p>
--	--	--

\_\_\_\_\_ ملنے کے پتے \_\_\_\_\_

ادارہ اسلامیات: ۱۹ انارکلی لاہور فون ۲۳۲۵۳  
 دارالاشاعت اردو بازار کراچی  
 ادارہ المعارف دارالعلوم کونجی کراچی  
 مکتبہ دارالعلوم کونجی کراچی

# فہرست مضامین

(جلد دوم)

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۸	تحت پر بلوس	۶۶	خراسان کی سیاسی حالت	۲۴	⑤ خلافت عباسیہ
۵۹	خطبہ	۶۷	ابن کرمانی و نصر بن سیار	۲۵	
۶۵	بیعت خلافت	۶۷	نضر بن خلیفہ مروان	۲۸	دعوت نبی عباس
۶۵	انتظام کوفہ	۶۸	نصر کی موت اور ابو مسلم	۳۰	امامت
۶۵	مدینہ ہاشمیہ میں قیام	۶۸	کاخراسان پر قبضہ	۳۱	امام ابو ابراہیم محمد عباسی
۶۵	خلیفہ اموی سے مقابلہ	۶۸	خراسان کا انتظام	۳۱	نام و نسب
۶۶	دشمن کی فتح	۵۰	جریر بن	۳۱	خاندانی حالات
۶۶	آل مروان سے سلوک	۵۱	افشائے راز	۳۲	ابو ابراہیم محمد کی سوانح حیات
۶۷	ابو مسلم کی فتوحات	۵۲	گر فزادی امام	۳۲	جانشینی
۶۸	وزارت	۵۲	جانشینی	۳۲	ولادت ابو العباس
۶۸	واقعہ قتل ابو مسلم	۵۳	شہادت	۳۵	نقیب مسیرو کا انتقال
۶۸	عمال سفاح	۵۳	فتنہ ابو مسلم	۳۸	فتنہ عمار
۶۹	بنی اُمیہ کا قتل عام	۵۳	امام ابراہیم کی سیرت	۴۰	امام ابراہیم عباسی
۷۱	نقباء آل محمد کا قتل	۵۴	خلیفہ ابی العباس السفاح	۴۱	وفات بکیر بن مایان
۷۱	تحریکِ رایات ابیض	۵۵	نسب نامہ والدہ صباح	۴۲	ابو مسلم
۷۲	سندھ	۵۵	تعلیم	۴۲	قل و صحاب
۷۲	مجمان اہلبیت کی شورش	۵۶	سفاح کا ورود کوفہ میں	۴۵	سیاہ لباس
۷۲	نخارج	۵۶	سازش	۴۵	آغاز جنگ



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۱۷	بغداد کی بنا و تاسیس	۸۷	قتل ابوسلم	۷۳	قیصر روم
۱۱۹	خوارج کی شوریہ سری	۹۰	حقیقت حال	۷۳	فتوحات
۱۱۹	قیصر روم کی شورش	۹۱	فتنہ سنباد	۷۳	ابوسلم اور المنصور
۱۲۰	مدعی نبوت کی فتنہ انگیزی	۹۱	عبداللہ کی موت	۷۴	دار الخلافہ
۱۲۰	ولی عمر	۹۲	عیسیٰ پر عتاب	۷۴	امن و امان
۱۲۰	منصور کی وفات	۹۲	راج ابو جعفر منصور عباسی	۷۵	انتظام سلطنت
۱۲۰	منصور کا نظام مملکت	۹۳	فتنہ راوندلیہ	۷۵	آثار و خیر
۱۲۲	دار الخلافہ	۹۳	بناوت و ترسان	۷۵	ولی عہدی
۱۲۳	ملکی نظام	۹۴	واقعات سندھ	۷۵	سیرت سفاح
۱۲۳	انتخاب قاضی	۹۵	امیر ہند کا طبیعتیوں پر ظلم	۷۶	ایک واقعہ
۱۲۴	فوجی تنظیم	۹۵	دعوت آل ہاشم	۷۶	انعام و اکرام
۱۲۵	دفاتر	۹۹	ظہور	۷۷	وفات
۱۲۶	محکمہ جاسوسی	۱۰۰	منصور کا ظفر نفس و کیکے نام	۷۸	حلیہ
۱۲۶	محکمہ برید	۱۰۱	نفس و کیکہ کا جواب	۷۸	علمی مذاق
۱۲۷	بیدار مغزی	۱۰۴	جواب الجواب بجانب منصور عباسی	۷۹	خلیفہ ابو جعفر عبداللہ منصور
۱۲۷	نرخوں کی نگرانی	۱۱۰	قیام حکمرانی	۷۹	ولادت
۱۲۸	خبروں کا انتظام	۱۱۰	حاکم منصور کی روانگی	۷۹	والدہ
۱۲۸	نظام جاگیر داری	۱۱۱	رزم و پیکار	۷۹	تعلیم و تربیت
۱۲۸	نظام مالیات	۱۱۲	امام مالک بن انس پر ظلم و جور	۸۰	خلافت
۱۲۸	ترقی زراعت	۱۱۳	ابراہیم بن عبداللہ حسنی کا ظہور	۸۰	بیعت خلافت
۱۲۸	اصول حکمرانی	۱۱۴	امام اعظم ابو حنیفہ کی اعانت	۸۰	دور و انبار
۱۲۹	معمولات	۱۱۶	برادران نفس و کیکہ کا قتل و قید ہونا	۸۱	خروج عبداللہ بن علی عباسی
		۱۱۶	امام ابو حنیفہ	۸۱	ابوسلم کی باغیانہ روش

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۶۴	تقصیف و تالیف کا سلسلہ	۱۵۳	سوانح	۱۳۰	منصور کا علم و فضل اور اسکے عہد
۱۶۴	علم الکلام	۱۵۳	شادی		کی علمی ترقی
۱۶۴	مہدی کی علمی حیثیت	۱۵۴	بیعت خلافت	۱۳۱	کتب احادیث و فقہ کی تدوین
۱۶۴	ولی عہد	۱۵۴	نظم مملکت	۱۳۲	فارسی کتب کے تراجم
۱۶۵	وفات	۱۵۴	رفاء عام کے کام	۱۳۳	تراجم
۱۶۵	اولاد	۱۵۴	جذامیوں کی اعانت	۱۳۵	قدر دانی
۱۶۵	ملکہ دوران خیز راں	۱۵۴	محکمہ برید	۱۳۶	علم انشاء کی ایجاد
۱۶۶	اتہام	۱۵۵	بیدار مغزی	۱۳۶	سیرت
۱۶۶	علماء و عہد	۱۵۵	محکمہ حساب	۱۳۶	زہد و ورع
۱۶۶	خلیفہ الہادی ابو محمد موسیٰ	۱۵۵	وقف	۱۳۶	انصاف پسندی
۱۶۶	تعلیم و تربیت	۱۵۵	غلیفہ کے خلاف دعویٰ	۱۳۸	ایک قابل ذکر واقعہ
۱۶۶	ولی عہدی	۱۵۶	قدحیوں کے خیال کی خبر گیری	۱۳۹	معدلت گسٹری
۱۶۶	بیعت خلافت	۱۵۶	مسجد حرام کی توسیع	۱۴۰	عفو و ضبط و تحمل
۱۶۸	زندہ قیدیوں کا استیصال	۱۵۶	اہل مکہ کے ساتھ سلوک	۱۴۱	ضبط و تحمل
۱۶۸	حسین بن علی کا ظہور	۱۵۶	فتنہ زندادہ	۱۴۲	سمت گیری
۱۶۹	حمز بن ملک خارجی کی بغاوت	۱۵۸	بغاوت یوسف البرم	۱۴۵	جزری
۱۶۹	رومیوں سے معرکہ	۱۵۸	جنگیں	۱۴۶	زہد و قناعت
۱۶۹	سیرت	۱۵۹	ہند پر حملہ	۱۴۶	عطاد و بخشش
۱۶۰	نظام مملکت	۱۵۹	حکمرانوں سے معاہدے	۱۴۹	لہو و لہجہ نفرت
۱۶۰	رعایا نوازی	۱۵۹	وزارت	۱۴۹	سلامت طبع
۱۶۰	اقتدار ملکہ خیز راں	۱۶۰	سیرت مہدی	۱۵۰	سادگی
۱۶۰	شعر و شاعری	۱۶۱	رج	۱۵۰	عہد منصور کے طویل القدر علماء
۱۶۱	صلہ گستری	۱۶۱	فتنہ وضع حدیث	۱۵۲	خلیفہ ابوبکر اللہ محمد مہدی
				۱۵۲	تعلیم و تربیت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۹۷	لغت قلبی	۱۷۹	ملکی بغاوتیں	۱۷۱	اوصاف
۱۹۷	ایک قابل ذکر واقعہ	۱۸۰	فتنہ نوارج	۱۷۱	قیامی
۱۹۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق	۱۸۰	فتوحات	۱۷۱	ملحدوں کا دشمن
۱۹۸	خلق قرآن	۱۸۳	وقائع	۱۷۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
۱۹۹	علماء کی قدردانی	۱۸۳	وسعت سلطنت	۱۷۲	خلیفہ ہادی کی حریصانہ مساعی
۱۹۹	شجاعت و تہور	۱۸۴	خراج	۱۷۳	ہادی کی موت
۱۹۹	اخلاقی حالت	۱۸۴	عسکری قوت	۱۷۴	شہنشاہ اعظم ابو جعفر
۲۰۰	ایک قابل ذکر واقعہ	۱۸۴	فوجیوں سے سلوک	۱۷۴	ہارون الرشید
۲۰۰	امین و مامون	۱۸۵	جزیرہ	۱۷۴	نام و نسب
۲۰۱	تاؤب	۱۸۵	تحفظ حقوق ذمی	۱۷۴	ولادت
۲۰۱	بیت الحکمت	۱۸۵	بغداد	۱۷۴	تعلیم و تربیت
۲۰۲	کتب خانہ	۱۸۶	وزارت عظمیٰ	۱۷۵	شاعری
۲۰۳	علم لغت	۱۸۸	محفل عیش و طرب	۱۷۵	ولی عہدی
۲۰۳	علم متن لغت	۱۹۲	وفات	۱۷۵	ہارون الرشید کی خلافت
۲۰۳	علم عروض	۱۹۲	اثاثہ	۱۷۶	والیان صوبہ جات
۲۰۳	صلہ گسٹری	۱۹۳	مرثیہ	۱۷۶	مکہ معظمہ
۲۰۵	شعر و شاعری	۱۹۳	سیرت	۱۷۸	مدینہ منورہ
۲۰۵	موسیقی	۱۹۴	مذہبیت	۱۷۸	کوفہ
۲۰۵	عہد ہارون الرشید میں نظم و انضام	۱۹۴	خیرات و مہبرات	۱۷۸	بصرہ
۲۰۵	مملکت	۱۹۵	بزرگان دین سے عقیدت	۱۷۸	خراسان
۲۰۶	محکمہ جات	۱۹۵	ہارون اور سفیان ثوری	۱۷۸	افریقہ
۲۰۶	دفاتر	۱۹۵	جواب	۱۷۸	سندھ
۲۰۶	صوبہ ثغور	۱۹۶	غایقہ ہارون الرشید اور ابن سناک	۱۷۸	امین و مامون کی ولی عہدی



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۴۰	مالک	۲۲۳	خلافت	۲۰۷	ترقی زراعت
۲۴۰	فوجی نظام	۲۲۴	ابن طباطبائی کا ظہور	۲۰۷	لگان
۲۴۱	فوج متطوعہ	۲۲۶	واقفہ قتل ہرثمہ	۲۰۷	رعایا کی خبر گیری
۲۴۱	محکمہ خبر رسانی	۲۲۷	امام علی رضائی ولی عہدی	۲۰۷	عہد ہارون الرشید کے علماء
۲۴۱	در بارہ	۲۲۸	خلافت ابراہیم عباسی	۲۰۸	چند شاہیر کے مختصر حالات
۲۴۲	وزارت عظمیٰ	۲۲۹	عام حالات اور سوانح	۲۰۹	حکمائے ہنود
۲۴۲	فضل بن سہل	۲۳۰	مامون کا داخلہ بغداد	۲۱۱	خلیفہ محمد بن ابوعبد اللہ
۲۴۳	حسن بن سہل	۲۳۱	جنرل طاہر بن حسین	۲۱۱	نام
۲۴۳	احمد بن ابی خالد	۲۳۲	بغاوت زہط	۲۱۱	تعلیم و تربیت
۲۴۳	احمد بن یوسف	۲۳۲	نصر بن سیارہ	۲۱۱	وقائع
۲۴۴	ثابت بن یحییٰ	۲۳۳	بغاوت افریقیہ	۲۱۲	موسیٰ کی ولی عہدی
۲۴۴	ابو عبد اللہ محمد بن یزید	۲۳۳	عبد الرحمن بن احمد علوی	۲۱۲	خانہ جنگی
۲۴۴	ابن سوید	۲۳۴	ابن عائشہ اور ابراہیم	۲۱۵	جہاد میں مامون کی بیعت
۲۴۴	کاتب	۲۳۴	بن ہمدی پر فتح یابی	۲۱۶	قتل امین
۲۴۴	تقاضی	۲۳۴	بغاوت مصر و اسکندریہ	۲۱۸	سیرت امین
۲۴۴	قاضی القضاۃ	۲۳۵	موصل	۲	حسب ذیل علمائے اسکے
۲۴۵	معدل	۲۳۵	بابک خرمی	۲۱۹	زمرے میں وقت پائی
۲۴۶	محکمہ احتساب	۲۳۶	فتوحات ملکی	۲۱۹	محمد بن وقفہ
۲۴۶	رعایا کی خبر گیری	۲۳۷	ردم پر حملے	۲۲۲	خلیفہ عبد اللہ المامون عباسی
۲۴۷	قیام عدل	۲۳۸	فتوحات	۲۲۲	نام و نسب
۲۴۹	سیرت و اخلاق	۲۳۹	نظم مملکت	۲۲۲	ولادت
۲۵۰	علم و عفو	۲۳۹	وسعت سلطنت	۲۲۲	تعلیم و تربیت
۲۵۲	تواضع و خاکساری	۲۳۹	خراج	۲۲۳	ولی عہدی

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۰۱	معقّم کے معاصر علماء	۲۸۳	مسئلہ خلق قرآن اور مامون	۲۵۲	سخاوت
۳۰۲	شعر گوئی	۲۸۴	خلیفہ المعقّم باللہ عبدی	۲۵۳	بورن کے ساتھ شادی
۳۰۳	سخاوت	۲۸۲	تعلیم و تربیت	۲۵۴	عیش و عشرت
۳۰۴	باورچی خانہ کے اخراجات	۲۸۲	خلافت	۲۵۴	فن موسیقی کی ترقی
۳۰۲	وزیر اسٹے عظام	۲۸۳	اندام طوانہ	۲۵۵	راسخ الاعتقادی
۳۰۲	فضل بن مروان	۲۸۳	علویوں کا دعویٰ	۲۵۶	اعتزال
۳۰۳	احمد بن عمار	۲۸۴	بابک خرمی کا انجام	۲۵۶	مامون کا علمی ذوق و شوق
۳۰۴	محمد بن عبد الملک الزیات	۲۸۸	سکجود باغی کا انجام	۲۵۹	فقہ و حدیث پر نظر
۳۰۵	قاضی الفضاۃ احمد بن داؤد	۲۸۸	جعفر بن تہر بن جن کی بغاوت	۳۶۰	مامون کا حافظہ
۳۰۵	امراء عکبر سپہ سالار قشیں	۲۸۹	بغاوت مہرقع	۲۶۱	ادبیت
۳۰۶	ایتاخ	۲۹۰	فتوحات	۲۶۱	نشر
۳۰۶	اشناس	۲۹۰	فتح عموریہ	۲۶۱	خوش بیانی
۳۰۶	ولی عہدی	۲۹۵	عباس بن مامون کی بغاوت	۲۶۱	علوم عقلیہ سے شغف
۳۰۶	وفات		اور اس کی موت	۲۶۲	ہیت الحکمت
۳۰۸	اقوال	۲۹۶	اولاد مامون سے سلوک	۲۶۲	ترجمین ہیت الحکمت
۳۰۸	سیرت و اخلاق	۲۹۶	سراج اتراک	۲۶۵	ریاضی و ہیت داں
۳۰۸	اوصاف	۲۹۶	تعمیر سامرا	۲۶۶	جغرافیہ
۳۰۸	قوت و شجاعت	۲۹۸	نظام مملکت	۲۶۶	رصد خانہ
۳۰۹	فصاحت و بلاغت	۲۹۹	فوج کا نظم	۲۶۸	علمی دربارہ
۳۰۹	سادگی اور سبے تکلفی	۳۰۰	ایک واقعہ	۲۷۰	ہمعصر علماء شعراء ادباء و قہماء محدثین
۳۰۹	حسن و خلق	۳۰۰	محاصل	۲۷۱	شعراء
۳۰۹	نا اہلوں کی تربیت	۳۰۱	زراعت کی ترقی	۲۷۱	ادباء
۳۰۹	معقّم اور کٹر بارہا	۳۰۱	علمی ترقی	۲۷۱	بعض دیگر مشاہیر

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۳۷	خلافت (۶) بنی عباس	۳۲۵	وزارت	۳۱۰	حلیہ
۳۳۸	خلیفہ موقوف علی اللہ جعفر	۳۲۶	رفاہ عام	۳۱۰	فتنہ خلق قرآن
۳۳۸	نام و نسب	۳۲۶	غیرات و مبرات	۳۱۴	دعوتِ مشاہیر
۳۳۸	تعلیم و تربیت	۳۲۶	علویوں سے سلوک	۳۱۶	خلیفہ ہارون الواثق باللہ
۳۳۸	خلافت	۳۲۶	خلق و تواضع	۳۱۶	نام و نسب
۳۳۹	نظم عمال	۳۲۶	قدر دانی و صلہ گسری	۳۱۶	تعلیم و تربیت
۳۳۹	احیاء صفت	۳۲۶	علمی مجلس	۳۱۶	خلافت
۳۳۹	مدح موقوف از ابو بکر بن الخبازہ	۳۲۸	فرق موسیقی سے لگاؤ	۳۱۶	تخت و تاج
۳۴۰	ہلاکت ابن زیات	۳۲۸	شرعی احکام کا احترام	۳۱۶	تروکوں پر نظر عنایت
۳۴۰	ابن بعثت کی بغاوت	۳۲۸	آزاد خیالی	۳۱۶	نائبِ مملکت کا عہدہ
۳۴۱	فتنہ محمود بن فرخ نیشاپوری	۳۲۸	مشہد خلق قرآن	۳۱۶	قبیلوں کی بغاوت
۳۴۱	بطاوقہ ازمینہ کی شورش	۳۲۸	قاضی ابی داؤد کا ذوال	۳۱۸	اشناس کا دور دورہ
۳۴۲	دولت یعفریہ	۳۲۹	وفات	۳۱۸	ایک قابل ذکر واقعہ
۳۴۲	یعقوب بن لیث صفاری	۳۲۹	حلیہ	۳۱۸	گوندروں کا تفرقہ
۳۴۳	رومیوں کا حملہ مصر پر	۳۳۰	آثار واثق	۳۱۹	اعراب حجاز کی شورش
۳۴۳	اہل حمص کی بغاوت	۳۳۰	بیمارستان	۳۲۰	بغاوت بنو نمیر
۳۴۴	مسلمان قیدیوں کا تبادلہ	۳۳۰	علمی ترقی	۳۲۱	محدث احمد بن نصر کا خروج
۳۴۴	مصر پر بجاۃ کی شورش	۳۳۱	احادیث کے مجموعے	۳۲۳	مختلف واقعات
۳۴۵	فتوحات	۳۳۲	فتنہ وضع حدیث	۳۲۴	جہاد
۳۴۵	عباس بن فضل کھجاندہ کا نام	۳۳۲	اسماء الرجال کی پہلی تصنیف	۳۲۴	الزمینیہ میں خلفشار
۳۴۶	فتح قمریانہ	۳۳۲	علوم عقلیہ	۳۲۵	خواب کافتنہ
۳۴۸	سندھ	۳۳۲	الملک والہامک	۳۲۵	اصغمان کے کرد
		۳۳۲	حکیم سلیموہ ابن ہند	۳۲۵	فتوحات
		۳۳۲	مؤرخین		
		۳۳۵	بعض علماء		



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۶۸	بیعت خلافت	۳۵۶	تنزل کا آغاز	۳۴۸	ولی عہدی کا مسئلہ
۳۶۸	وقائع	۳۵۶	فوج	۳۴۹	علویین
۳۶۸	العمود شاری کا خروج	۳۵۷	سامرہ	۳۵۰	متوکل کا واقعہ قتل
۳۶۹	فتوحات	۳۵۸	جعفری کی تعمیر	۳۵۰	سیرت
۳۶۹	وزارت	۳۵۸	تعمیر محل کی داستان	۳۵۱	مذہب
۳۶۹	منصب قضاۃ	۳۵۸	خلق قرآن	۳۵۱	صلحاء سے عقیدت
۳۶۹	اتراک کا اقتدار	۳۵۹	علمی ترقی	۳۵۱	عیش و عشرت
۳۷۰	صفات منتصر	۳۶۰	اشاعت علوم دینی	۳۵۲	سخاوت
۳۷۰	حلیہ	۳۶۲	علوم عقلیہ کی ترقی	۳۵۲	فیاضی میں اعتدال
۳۷۰	واقعہ عبرت	۳۶۲	سلیم	۳۵۲	مسلمان قیدیوں کا تبادلہ
۳۷۱	باپ کے قتل کا غم	۳۶۲	علم تاریخ	۳۵۳	نظم مملکت
۳۷۱	وفات	۳۶۲	جغرافیہ	۳۵۳	عمالی کی تفصیل
۳۷۲	خلیفہ مستعین باللہ	۳۶۳	حیاتیات	۳۵۳	پولیس
	ابوالعباس احمد عباسی	۳۶۳	کتب خانہ	۳۵۳	وزارت
۳۷۲	نام و نسب	۳۶۳	بیت الحکمت	۳۵۳	قاضی القضاۃ
۳۷۲	بیعت خلافت	۳۶۴	علماء و معاصرین	۳۵۴	نظام مالیات
۳۷۲	علویین	۳۶۴	محدث و فقہاء	۳۵۴	رعایا سے سلوک
۳۷۳	طرستان میں دولت علویہ	۳۶۵	ملوک طاہریہ	۳۵۵	عدل
۳۷۳	روحی سرحد	۳۶۶	دولت صفاریہ	۳۵۵	رواداری
۳۷۴	نظم مملکت	۳۶۷	دولت ہمدانیہ	۳۵۵	ملک کی آسودہ حالی
۳۷۴	وزراء	۳۶۸	خلیفہ محمد بن جعفر الملقب	۳۵۶	ثروت ستانی
۳۷۴	قضاۃ		منتصر باللہ	۳۵۶	رفاہ عام
۳۷۴	وقائع	۳۶۸	نام و نسب	۳۵۶	خزانہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۹۷	حلیہ	۳۸۵	دولت زیدریہ	۳۷۵	مستعین کی معزولی
۳۹۸	خلیفہ معتمد علی اللہ	۳۸۶	دولت طولونیہ	۳۷۶	قتل مستعین
۳۹۸	نام و لقب	۳۸۷	مصر میں دولت طولونیہ کا قیام	۳۷۶	حلیہ
۳۹۸	تعلیم و تربیت	۳۸۹	خلیفہ مستدی باللہ	۳۷۶	اوصاف
۳۹۸	بیعت خلافت	۳۸۹	نام و نسب	۳۷۷	علماء معاصر
۳۹۸	وزارت	۳۸۹	بیعت خلافت	۳۷۸	خلیفہ معتمد ابو عبد اللہ
۳۹۸	عامل مشرق	۳۸۹	وقائع	۳۷۸	نام و نسب
۳۹۹	قضاۃ		وزارت	۳۷۸	تعلیم و تربیت
۳۹۹	حجابت		قاضی	۳۷۸	وزارت
۳۹۹	طوائف الملوکی		حجابت	۳۷۸	علومین
۳۹۹	والی شام کی بغاوت		قتلہ مساور خاندی	۳۷۹	وصیت و بغا کی معزولی
۴۰۰	شورش صاحب الزنج		قتلہ صاحب الزنج	۳۷۹	نائب سلطنت
۴۰۱	واقعات احمد بن طولون	۳۹۲	موسیٰ بن بغا	۳۷۹	مغایبہ اور اتراک
۴۰۲	شورش سرحد	۳۹۳	صالح کا قتل	۳۷۹	حالات مساورت خارجی
۴۰۳	واقعات صقلیہ	۳۹۳	وفات	۳۸۰	اوصاف
۴۰۳	احوال علویین	۳۹۴	زوال سلطنت عباسیہ	۳۸۱	حلیہ
۴۰۴	اسمعیلیہ	۳۹۴	صفات مستدی	۳۸۱	خلع خلافت
۴۰۴	باطنیہ	۳۹۵	زہد و ورع	۳۸۱	آخری زمانہ
۴۰۵	قرامطہ	۳۹۵	لباس صوف	۳۸۱	وفات
۴۰۵	دعوت قرامطہ	۳۹۶	عدل و انصاف	۳۸۲	ناکام حکمرانی
۴۰۶	وقائع قرمطی	۳۹۶	علماء کی قدر دانی	۳۸۲	علمائے عصر
۴۰۶	دولت سامانیہ	۳۹۶	اتباع سنت	۳۸۳	دولت علویین اور دعوت آل محمدؐ
۴۰۶	ولی عہدی	۳۹۷	محبت اہل بیت	۳۸۴	اگر و شعلوی

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۳۲	محدثین و فقہاء	۴۲۲	طوطوس بحری پیرے کی تباہی	۴۰۷	حالات موفق عباسی
۴۳۲	خلیفہ مکتفی باللہ عباسی	۴۲۳	خلیفہ معتضد اور طولونیہ کے تعلق	۴۰۸	خلیفہ کی حالت
۴۳۳	نام و نسب	۴۲۴	رومیوں سے جنگیں	۴۰۸	خماردیہ
۴۳۳	خلافت	۴۲۴	ولی عہد	۴۰۸	دعوائے مہدیت
۴۳۳	وزارت	۴۲۴	وفات	۴۰۸	ابوالعباس کا اقتدار
۴۳۳	قضاة	۴۲۴	اوصاف	۴۰۹	وفاتِ معتضد
۴۳۴	خروج قرامطہ	۴۲۵	سیاست	۴۰۹	علمی ترقی
۴۳۹	اسماعیل بن احمد سامانی	۴۲۶	انتظامِ مملکت	۴۰۹	نائبِ سلطنت موفق
۴۳۹	دولت طولونیہ	۴۲۶	یومیر خرچ	۴۰۹	حالاتِ وزراء
۴۳۹	دولت اغالیہ	۴۲۶	تعمیرِ قلعہ	۴۱۰	معتز کے عہد کے علماء
۴۳۹	یوم	۴۲۶	مشرکازہ یوم کی بندش	۴۱۰	محدثین و فقہاء
۴۳۹	وفات مکتفی	۴۲۶	مذہبیت	۴۱۲	ملوک سامانی
۴۳۹	حکیم	۴۲۶	اصلاح	۴۱۲	علمی ترقی
۴۳۹	اوصاف	۴۲۶	وسعتِ سلطنت	۴۱۲	خلیفہ المعتضد باللہ
۴۴۰	خشیت النبی	۴۲۶	زراعت کی ترقی	۴۱۲	نام و نسب
۴۴۰	ہمعصر علماء	۴۲۸	ترقی تجارت	۴۱۲	بیعت خلافت
۴۴۰	فلسفی	۴۲۸	علمی ترقی	۴۱۲	وزادت
۴۴۰	فقیہ	۴۲۸	دارالعلوم	۴۱۲	حجابت
۴۴۱	خلیفہ مقتدر باللہ	۴۲۹	فرین بيطاری	۴۱۲	قضاة
۴۴۱	نام و لقب	۴۲۹	علوم عقلیہ	۴۱۲	شہنہ بغداد
۴۴۱	خلافت	۴۳۰	علماء کی قدر دانی	۴۱۸	خوارج کی شورش کا خاتمہ
۴۴۱	قضیہ	۴۳۰	حق گو علماء	۴۱۸	احوال قرامطہ
۴۴۱	ابن المعتز	۴۳۰	حکماء	۴۲۱	عمر بن یث صفاری اور اسماعیل سامانی



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۶۶	خلافت	۴۵۸	مقتدر کا عہد	۴۴۲	وزارت
۴۶۸	وزارت	۴۵۸	باغات	۴۴۳	قضاۃ
۴۶۸	حجابت	۴۵۹	رواداری	۴۴۳	حجابت
۴۶۸	قضاۃ	۴۵۹	یہود و نوازی	۴۴۴	فقہ قرامطہ
۴۶۸	سخت گیری	۴۵۹	دیوان الجہند	۴۴۹	خانہ کعبہ کی بے حرمتی
۴۶۹	خلیفہ اور امراء کی باہمی کشمکش	۴۶۰	رفاہ عام	۴۵۰	منصور علاج
۴۶۹	انتقال	۴۶۰	شفا خانہ	۴۵۰	شحنہ
۴۶۹	وزیر ابن مقلہ	۴۶۱	سیاسی حالت	۴۵۰	حامیان معتز کا قتل
۴۶۰	قاہر کا علیہ	۴۶۱	اشاعت اسلام	۴۵۱	وقائع ۳۵۵
۴۶۰	اوصاف قاہر	۴۶۲	زوال سلطنت	۴۵۱	دولت ادرسیہ و آغالبیہ
۴۶۱	چند اصلاحات	۴۶۲	عہد مقتدر باللہ کے علماء	۴۵۱	بغاوت مروان
۴۶۱	شبستان عیش	۴۶۳	فقیہ و محدث	۴۵۲	آل حمدان
۴۶۱	باغ و محل	۴۶۳	فلسفی	۴۵۲	رومی حملہ
۴۶۱	علماء	۴۶۴	مفسرین	۴۵۲	نہاری حکومت کا قیام
۴۶۱	سلاطین و امراء یابیہ	۴۶۵	عبد اللہ بن معتز	۴۵۳	امیر الاندلس
۴۶۲	عماد الدولہ	۴۶۵	نام و نسب	۴۵۴	دوبارہ بیعت خلافت
۴۶۳	لکھن الدولہ	۴۶۵	تعلیم و تربیت	۴۵۵	مالی حالت
۴۶۳	معز الدولہ	۴۶۵	بیعت خلافت اور عزولی	۴۵۶	مقتدر کا قتل
۴۶۵	عصر الدولہ	۴۶۶	موسیقی	۴۵۶	صلیہ
۴۶۵	مؤید الدولہ	۴۶۶	علم بدیع	۴۵۶	تجمل و طمراق
۴۶۶	نضر الدولہ و صغیر الدولہ	۴۶۶	تصانیف	۴۵۸	دار الشجرۃ
۴۶۶	ہواد الدولہ	۴۶۶	خلیفہ قاہر باللہ	۴۵۸	اصراف نیجا
۴۶۶	محمد الدولہ - سلطان الدولہ	۴۶۶	ناؤ و لقب	۴۵۸	ملکہ قہرمانہ
۴۶۶	شرف الدولہ - ابو کاغجار	۴۶۶			
۴۶۸	شروین فیروز بن کاغجار	۴۶۶			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۰۰	خليفة مستكنى بالله	۴۸۹	و تائع قرمط	۴۸۹	علی ترقی
۵۰۰	نام و لقب	۴۹۱	ابوسعید کا قتل	۴۸۹	علمائے دربار سلطین و عالمہ
۵۰۰	خلافت	۴۹۱	راستی کی وفات	۴۸۰	ذریعہ انعام شعیب بن عباد
۵۰۰	وزیر	۴۹۱	اوصاف	۴۸۱	خليفة راضی بالله
۵۰۰	امیر الامراء	۴۹۲	خطبہ	۴۸۱	نام و نسب
۵۰۰	سیف الدولہ کا اقتدار	۴۹۲	راضی کے عہد کے علماء	۴۸۱	تعلیم و تربیت
۵۰۰	رومی	۴۹۲	محدث و فقہاء	۴۸۱	خلافت
۵۰۱	ابوالحسن بریدی کا قتل	۴۹۳	فلسفی	۴۸۱	حاجب
۵۰۱	وفات امیر توزون	۴۹۴	خليفة متقی بالله	۴۸۱	وزارت
۵۰۱	معز الدولہ احمد بن بویہ	۴۹۴	نام و لقب	۴۸۲	حنا بلہ
۵۰۲	خليفة کا وظیفہ	۴۹۴	خلافت	۴۸۲	ابن مقفہ
۵۰۲	سیاسی حالت	۴۹۴	تعلیم و تربیت	۴۸۲	بغاوت ہارون بن غریب
۵۰۲	مستکنی کی معزولی	۴۹۴	بحکم کا قتل	۴۸۳	عماد الدولہ کا اقتدار
۵۰۲	علماء	۴۹۵	گنبد خضرا	۴۸۳	واقعات ناصر الدولہ حمدانی
۵۰۴	خليفة مطیع اللہ	۴۹۵	بریدی کا خروج	۴۸۴	بنو فاطمی
۵۰۴	نام و لقب	۴۹۶	رومی حملہ	۴۸۵	معز بن دولت الشیدہ کا آغاز
۵۰۴	خلافت	۴۹۶	آذر بائیجان پر رومی حملہ	۴۸۵	امیر الامرائی
۵۰۴	وفات اخشید	۴۹۶	توزون کا اقتدار	۴۸۶	خلافت اور سیاست میں فرق
۵۰۴	حجر اسود	۴۹۸	وفات	۴۸۶	واسطہ پر برید کا اقتدار
۵۰۵	خليفة کے اقتدار کا خاتمہ	۴۹۸	اوصاف	۴۸۸	شام پر رائق کا قبضہ
۵۰۵	ترویج تشیعیت	۴۹۹	متقی کے عہد کے علماء فقراء	۴۸۸	دولت عباسیہ کی تقسیم
۵۰۶	ابن شایین	۴۹۹	محدث و فقہاء	۴۸۸	حوادث قرمطہ
۵۰۶	معز بن فاطمی خلافت	۴۹۹	مفسر	۴۸۹	کوئی قرمطہ بغیہ کے حالات

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۲۹	بنی حمران	۵۱۹	خلیفہ کی زبانوں حالی	۵۰۷	رومیوں کے حملے
۵۲۹	دولت مرواسید	۵۱۹	ہواء الدولہ	۵۰۷	مستحق کے مقابل
۵۳۰	علوئین	۵۲۰	امراء دولت مردانیہ	۵۰۸	سیف الدولہ
۵۳۱	کتب خانہ	۵۲۰	بغداد کی مرمت	۵۰۸	حدہ قیصر
۵۳۱	قاضی القضاة	۵۲۱	شفا خانہ	۵۱۰	قراطمہ
۵۳۱	وفات	۵۲۱	عبداللہ کی نظر خلافت پر	۵۱۰	بخاریہ اور خلیفہ
۵۳۱	اوصاف	۵۲۱	ذکر آل حمران	۵۱۰	تقرر قاضی
۵۳۲	اخلاق	۵۲۱	دولت غزنویہ	۵۱۰	خلع خلافت
۵۳۲	سختی و ست	۵۲۲	امیر سبکتگین	۵۱۱	سیاسی حالات
۵۳۲	علمی ترقی	۵۲۳	دولت زیاریہ	۵۱۱	وفات
۵۳۳	تذکرہ علماء	۵۲۴	امراء دولت زیاریہ	۵۱۱	فن جغرافیہ
۵۳۳	دولت غزنویہ	۵۲۴	طائع کی گرفتاری	۵۱۲	علمی ترقی
۵۳۴	ہندوستان	۵۲۵	انتقال	۵۱۲	مؤرخ
۵۳۵	علمی ترقی	۵۲۵	اوصاف	۵۱۲	فقہاء و محدثین
۵۳۶	خلیفہ قائم بامر اللہ	۵۲۵	خطبہ	۵۱۳	معلم ثانی
۵۳۶	نام و لقب	۵۲۶	خلیفہ قادر باللہ	۵۱۳	دولت حمدانیہ
۵۳۶	خلافت	۵۲۶	نام و لقب	۵۱۴	تذکرہ سیف الدولہ
۵۳۶	وقائع	۵۲۶	تعلیم و تربیت	۵۱۵	ابو طاہر محمد بن یحییٰ و ذریعہ
۵۳۶	شہنشاہ جلال الدولہ	۵۲۶	خلافت	۵۱۶	خلیفہ طائع باللہ
۵۳۶	شاہ عبدالرحیم	۵۲۶	وقائع	۵۱۶	نام و لقب
۵۳۶	اسلام باری	۵۲۸	نائب سلطنت	۵۱۶	خلافت
۵۳۸	والہ کا تہ سلاجقہ کا عروج	۵۲۸	رومیوں سے صلح	۵۱۶	سبکتگین اور غزنویہ
۵۳۸	طغرل کی بغداد میں آمد	۵۲۸	نئی حکومتوں کا قیام	۵۱۶	بغداد پر حملہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۵۶	معاصر علماء	۵۳۸	ملک شاہ بن محمود بن محمد	۵۳۸	حادثہ بسا سیری
۵۵۷	محدث و فقہاء	۵۳۹	بن سلطان ملک شاہ	۵۳۹	واقعات طغرل یک و الپ ارسلان
۵۵۸	باطنیہ اور ان کی حکمرانی	۵۳۹	محمد بن محمود	۵۳۹	قائم کی وفات
۵۵۸	تحریک آل محمد اور اسماعیلی	۵۴۰	سلیمان بن ملک شاہ	۵۴۰	اوصاف
۵۶۰	حسن بن صباح	۵۴۰	ارسلان بن طغرل	۵۴۰	قائم کے عہد کے علماء
۵۶۱	قلعہ الموت	۵۴۱	طغرل بن ارسلان	۵۴۱	خلافت عباسیہ کی سیاسی حالت
۵۶۲	امراء حکومت باطنیہ	۵۴۱	طغرل یک بانی خاندان سلجوقیہ	۵۴۱	وزراء خلیفہ
۵۶۲	کیا بزرگ بن حسن	۵۴۱	مذہب	۵۴۱	مکہ میں خطبہ
۵۶۲	محمد بن کیا	۵۴۲	نظام الملک طوسی	۵۴۲	سلجوقی فرمانروا اور خلافت کی آب
۵۶۳	حسن بن کیا	۵۴۲	جامعہ نظامیہ	۵۴۲	سلاطین سلاجقہ
۵۶۳	محمد بن حسن بن محمد بن کیا	۵۴۲	خلیفہ مقتدی بامر اللہ	۵۴۲	طغرل یک
۵۶۳	جلال الدین حسن بن محمد بن حسن	۵۴۳	نام و لقب	۵۴۳	چغریک، طغرل یک
۵۶۳	علاء الدین محمد بن جلال الدین	۵۴۳	خلافت	۵۴۳	الپ ارسلان بن چغریک
	بن حسن	۵۴۳	وزارت	۵۴۳	قیصر روم
۵۶۴	رکن الدین خورشاہ بن علاء الدین	۵۴۳	وقائع	۵۴۳	جلال الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان
۵۶۵	خلیفہ مستظهر باللہ	۵۴۴	خطاب امیر المؤمنین	۵۴۴	ملک شاہ کی گرفتاری
۵۶۵	نام و لقب	۵۴۴	دارالعلم	۵۴۴	قیصر روم کی گرفتاری
۵۶۵	خلافت	۵۴۴	کوائف حقیقیہ	۵۴۴	مدبر نظامیہ
۵۶۵	مجلس عز	۵۴۴	جامع مسجد	۵۴۴	بر کیا راق بن ملک شاہ
۵۶۵	سلج الملک بر کیا راق	۵۴۴	ملک شاہ کے آثار خیر	۵۴۴	محمد بن ملک شاہ
۵۶۶	وزارت	۵۴۸	قبضہ بغداد	۵۴۸	محمود خاں جوہر زادہ
۵۶۷	زبیدہ خاتون	۵۴۸	مقتدی کی وفات	۵۴۸	محمد بن محمد بن ملک شاہ
۵۶۷	وفات بر کیا راق	۵۴۸	اوصاف	۵۴۸	طغرل بن محمد بن ملک شاہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۵۹۰	وقائع	۵۸۰	شہرِ غناہ کی درستی	۵۶۷	حروب صلیبیہ
۵۹۰	فتوحات	۵۸۰	علی ذوق	۵۷۲	فتح بیت المقدس
۵۹۰	محاصرہ مکریم	۵۸۱	ابوعلی حسن بن علی	۵۷۳	وقائع بغداد
۵۹۰	علاقہ مصر پر حملہ	۵۸۲	سیاسی حالت	۵۷۳	مستظہر کی وفات
۵۹۱	صلیبیوں کا حملہ	۵۸۲	علماء عصر	۵۷۴	حادثات
۵۹۱	سلطان ملک شاہ ثانی و سلطان محمد	۵۸۳	خلیفہ الراشد باللہ	۵۷۷	اوصاف
۵۹۲	وفات مقتفی	۵۸۳	پیدائش	۵۷۷	علی ذوق
۵۹۲	اوصاف	۵۸۳	وقائع	۵۷۷	ہمعصر علماء
۵۹۳	سیاسی حالت	۵۸۳	راشد اور سلطان محمود	۵۷۷	وزیر مدید الملک
۵۹۴	علمی ترقی	۵۸۴	وزارت	۵۷۷	خلیفہ مسترشد باللہ
۵۹۴	محدث	۵۸۴	قاضی القضاة	۵۷۷	نام و لقب
۵۹۵	دولت ارتقیہ	۵۸۴	راشد کی مغزولی	۵۷۷	تعلیم و تربیت
۵۹۵	اتابک بدشت	۵۸۵	راشد کا قتل	۵۷۷	خلافت
۵۹۶	اتابک بدشت	۵۸۵	اوصاف	۵۷۷	وزارت
۵۹۶	اتابک بدشت	۵۸۵	سلطان عماد الدین	۵۷۷	وقائع
۵۹۷	اتابک بدشت	۵۸۸	خلیفہ المقتفی لامر اللہ	۵۷۷	باطنیہ
۵۹۷	شاہان امن	۵۸۸	پیدائش	۵۷۸	وفات سلطان محمود
۵۹۷	دولت غوریہ	۵۸۸	تعلیم و تربیت	۵۷۸	سلطان محمود اور طغرل
۵۹۹	خلیفہ مستعجد باللہ	۵۸۸	خلافت	۵۷۸	خلیفہ کی نظربندی
۵۹۹	نام و نسب	۵۸۸	وزارت	۵۷۹	واقعہ قتل مسترشد
۵۹۹	تعلیم و تربیت	۵۸۹	نائب سلطنت	۵۷۹	اوصاف
۵۹۹	خلافت	۵۸۹	وقائع	۵۷۹	نظم سلطنت
۵۹۹	وزارت	۵۸۹	حملہ اہل فرنگ	۵۸۰	معروف اوقات



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۲۱	وزیر کی معزولی	۶۰۷	سند حکومت	۵۹۹	معافی ٹیکس
۶۲۲	سنجر		دولتِ فاطمیہ کا خاتمہ اور	۵۹۹	قاضی القضاۃ
۶۲۲	ولی عہد کا انتقال	۶۰۸	دولتِ ایوبیہ کا ظہور	۶۰۰	زمام حکومت
۶۲۲	خوارزم شاہ	۶۰۸	وقائع	۶۰۰	وقائع
۶۲۳	تامار لوں کا خروج	۶۰۸	اوصاف	۶۰۰	عربوں کی سرکشی
۶۲۸	علاء الدین خوارزم شاہ	۶۰۹	مستغنی کی وفات	۶۰۱	واسط میں بغاوت
۶۲۹	وفات ناصر الدین اللہ	۶۰۹	ہمعصر علماء	۶۰۱	وزارت پر نیا تقررہ
۶۲۹	اوصاف	۶۰۹	محمد ثین و فقہاء	۶۰۱	واقعات سلطان نور الدین
۶۲۹	نظام مملکت	۶۰۹	سلطان نور الدین زندگی	۶۰۳	وفات مستنجد
۶۳۰	حکیمہ مغیرہ پر چہ نگار	۶۱۱	خلیفہ ناصر الدین الشہید	۶۰۳	اوصاف
۶۳۰	سخاوت	۶۱۱	نام و لقب	۶۰۴	علمی ترقی
۶۳۱	ہدایت و جلال	۶۱۱	تعلیم و تربیت	۶۰۴	ہمعصر علماء
۶۳۱	خطبہ	۶۱۱	خلافت	۶۰۵	خلیفہ مستغنی بامر اللہ
۶۳۲	درستی مزاج و حرص دولت	۶۱۱	وقائع	۶۰۵	نام و لقب
۶۳۲	علمی ترقی	۶۱۲	ظفر کی فتوحات	۶۰۵	خلافت
۶۳۳	رفاہ عام	۶۱۲	واقعات سلطان صلاح الدین	۶۰۵	وزارت
۶۳۳	علماء عہد ناصر	۶۱۴	موسل پر قبضہ	۶۰۵	امیر العسکر
۶۳۴	فقہاء و محدثین	۶۱۵	فرنگیوں سے فیصلہ کن جنگ	۶۰۵	وزیر خزانہ
۶۳۶	خلیفہ ظاہر بامر اللہ	۶۱۶	بیت المقدس کی فتح	۶۰۵	عتاب شاہی
۶۳۶	نام و لقب	۶۱۸	سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات	۶۰۶	سخاوت
۶۳۶	تعلیم و تربیت	۶۱۸	وزیر لٹے ناصر	۶۰۶	قاضی
۶۳۶	خلافت	۶۲۰	نیا وزیر	۶۰۶	وقائع مصر
۶۳۶	عدل و انصاف	۶۲۱	رفاہ عام	۶۰۶	چراغ افغان

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۶۲۵	شاہ صفی	۶۴۹	علیقی کی تمنا	۶۳۸	سخاوت
۶۲۵	شاہ عباس ثانی	۶۵۰	شیعی سنی جھگڑا	۶۳۸	وفات
۶۲۶	نادر شاہ کا عروج	۶۵۰	بغداد پر ہلاکو کا حملہ	۶۳۹	تویض عام
۶۲۹	نہایت عباسی اور تاریخی نظر	۶۵۲	خلیفہ کا قتل	۶۴۱	خلیفہ مستنصر باللہ
۶۴۰	خلافت عباسیہ	۶۵۴	ابن علیمی کا حشر	۶۴۱	خلافت
۶۴۱	بنی عباس کے سیاسی افکار	۶۵۶	ارکان سلطنت ہلاکو	۶۴۲	جلال الدین شاہ خوارزمی
۶۴۲	دعوت بنی عباس	۶۵۶	اوصاف مستعصم	۶۴۲	علی ذوق
۶۴۴	خلافت عباسیہ کے ابتدائی خصوصیات	۶۵۷	شکار	۶۴۳	مدرسہ مستنصر باللہ
۶۸۱	عربوں کی ریاست و قیادت کا خاتمہ	۶۵۸	مستعصم کا واقعہ	۶۴۳	سکھ
۶۸۲	زوال کا اصلی سبب	۶۵۸	علماء و عہد مستعصم	۶۴۳	قضاۃ
۶۸۳	خلفاء عباسیہ کا مذہبی اقتدار	۶۵۹	محدثین و فقہاء	۶۴۴	آثار خیر
۶۸۵	خطبہ و سکھ	۶۶۰	خلفاء عباسیہ	۶۴۴	وفات
۶۸۵	خطاب و القاب	۶۶۱	شجرۂ خلفاء	۶۴۴	ہمعصر علماء
۶۸۵	علمائے عرب اور بنی عباس	۶۶۳	بغداد کا حشر	۶۴۴	یاقوت حموی
۶۸۶	خلفاء کا غلط اقدام	۶۶۳	سیاسی حالت	۶۴۴	ایوبی خاندان
۶۸۶	بغداد کی تباہی تا تارکین	۶۶۴	سلطنت ایران	۶۴۵	دولت فرغانہ
۶۸۶	اور مسلمان امراء کے ہاتھوں	۶۶۵	اسمعیل ثانی	۶۴۶	خلیفہ مستعصم باللہ
۶۸۶	سقوط بغداد کے وقت اسلامی حکمران	۶۶۵	شاہ طہاسب ابن اسمعیل	۶۴۶	نام و نسب
۶۸۶	خلفاء عباسیہ کے عہد کی علمی ترقی	۶۶۵	شاہ اسمعیل ثانی بن طہاسب	۶۴۶	تعلیم و تربیت
۶۹۴	کتب بقراط	۶۶۵	محمد خدا بندہ بن طہاسب	۶۴۶	خلافت
۶۹۴	کتب جالینوس	۶۶۵	حمزہ بن محمد خدا بندہ	۶۴۸	وزارت
۶۹۴	کتب الاسطو	۶۶۵	شاہ اسمعیل ثالث	۶۴۸	تاریخی حکمران
۶۹۴	کتب المغالطات	۶۶۵	شاہ عباس	۶۴۹	ہلاکو خان

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۹۴	مصر کی حالت	۴۹۴	زراعت و فلاح	۶۹۴	کتب افلاطون
۴۹۶	مصر کی فتح	۴۹۵	آب باش	۶۹۵	ہیئت
۴۹۸	نظم و نسق	۴۹۵	رنگ	۶۹۶	موجد آلات رصد
۴۹۹	فسطاط	۴۹۵	شیشہ	۶۹۹	ریاضی
۵۰۰	نہر امیر المؤمنین	۴۹۵	کانیں	۶۹۹	کیمیا
۵۰۰	نام حضرت عمرو بن عاص	۴۹۶	کارخانہ آہن	۷۰۰	دو اسازی
۵۰۱	بندوبست اراضی	۴۹۶	تاریخ مصر	۷۰۱	معدنیات، حیوانیات و نباتیات
۵۰۳	عہد خلافت حضرت عثمان	۴۹۶	تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ	۷۰۱	طبعیات
۵۰۴	والیان مصر دولت بنی امیہ	۷۰۲	مصر قدیم	۷۰۲	طیارہ کا اولین تصور
۵۰۵	والیان مصر عہد دولت عباسیہ	۷۰۳	اہل مصر	۷۰۳	قانون
۵۰۶	ملوک اقلیہ	۷۰۳	وجہ تسمیہ مصر	۷۰۳	طب
۵۰۹	امراء حکومت اقلیہ	۷۰۳	رقبہ	۷۰۳	علم جراحی
۵۰۹	بنی اغلب غزوات بحری	۷۰۴	حدود الادب	۷۰۴	جڑی بوٹی
۷۱۱	انتظام سلطنت	۷۰۴	قدیم شاہان مصر	۷۰۴	جغرافیہ
۷۱۱	ترقی علوم و فنون اور صنعت	۷۰۶	حکومت کے کام	۷۰۶	تاریخ
۷۱۵	حرف تہ بنی اغلب کا حصہ	۷۰۸	مذہب تخلیق کائنات	۷۰۸	خلفائے عباسیہ کی شان و شوکت
۷۱۶	فتح صقلیہ قاضی اسد بن فرات	۷۱۰	مصری عقائد کی خصوصیات	۷۱۰	پارچہ بانی
۷۱۸	مداخلت میں حکومت	۷۱۲	اخلاقی حالت	۷۱۲	مصوری
۷۱۸	مکناسیہ صافیہ	۷۱۲	ادوار تاریخی	۷۱۲	کاغذ سازی
۷۱۸	دولت طولونیہ	۷۱۳	مصریوں کی علمی ترقی	۷۱۳	جلد سازی
۷۱۹	۲۹۲ھ تک	۷۱۳	علم ہیئت	۷۱۳	کتب فروش
۷۲۰	ابن طولون کا عروج	۷۱۴	فن عمارت	۷۱۴	کتابت
۷۲۱	نیا شہر قسطنطنیہ	۷۱۴	حکمت و حکومت	۷۱۴	عطر سازی

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۸۰۰	صقلیہ	۷۸۱	دولت اخشیدیہ	۷۷۱	جامع مسجد
۸۰۰	فاس	۷۸۳	فوج	۷۷۱	محل
۸۰۱	مہدیہ		وفاداری	۷۷۲	بیمارستان
		۷۸۳	وفات	۷۷۲	رفاہ عام
۸۰۱	ابوالقاسم محمد قائم بامر اللہ	۷۸۴	ابوالقاسم انور بن اخشید	۷۷۲	مدارس
۸۰۲	وفات	۷۸۴	علی بن اخشید	۷۷۲	درس حدیث
۸۰۲	ابوزید خارجی کا خروج	۷۸۵	کافور	۷۷۲	فوجی نظام
۸۰۳	صقلیہ	۷۸۵	احمد بن علی اخشید	۷۷۳	بحری نظام
		۷۸۶	اخشیدیوں کا نظام مملکت	۷۷۳	ملکی اصلاحات
۸۰۴	ابوالغنائم حسن بن علی	۷۸۵	احمد بن علی اخشید	۷۷۳	وزارت
	بن ابی الحسن بکلی بانی	۷۸۶	اخشیدیوں کا نظام مملکت	۷۷۴	موفق اور ابن طولون
	دولت صقلیہ	۷۸۶	وزارت	۷۷۴	ولایت شام
۸۰۶	ابوطاہر اسماعیل بن ابی القاسم	۷۸۶	خراج	۷۷۵	قاسمی بکا بن قتیبہ
	المنصور من اللہ فاطمی	۷۸۶	فوجی نظام	۷۷۵	وفات
۸۰۶	مہر پر فوج کشی	۷۸۶	ترقی زراعت	۷۷۵	ابو الجیش خمارویہ
۸۰۸	ابو یوسف محمد بن الدین اللہ فاطمی	۷۸۶	ادارہ ملوک مغرب اقصیٰ	۷۷۶	خلیفہ سے تعلقات
۸۰۸	فتوحات	۷۸۶	دعوت اسماعیلیہ	۷۷۶	نظام حکومت
۸۰۸	وقائع	۷۹۱	محمد الحبیب	۷۷۶	باغات
۸۰۹	تقریری عمال	۷۹۲	عبد اللہ المہدی	۷۷۶	چڑیا خانہ
۸۰۹	فاس کی فتح	۷۹۲	خلافت عبد اللہ المہدی	۷۷۶	قصر خمارویہ
۸۰۹	کریٹ پر عیسائیوں کا حملہ	۷۹۲	بانی دولت فاطمی حسن	۷۷۸	بعیش بن خمارویہ
۸۱۰	معزہ	۷۹۴	ابو عبد اللہ شعیب کا انجام	۷۷۹	بادون بن خمارویہ
۸۱۰	مصر کی فتح	۷۹۴	توسیع سلطنت	۷۸۰	امراء مصر
۸۱۱	قاہرہ	۷۹۹			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۸۳۸	پیدائش	۸۱۸	مزد و عہدہ لقمہ مصر	۸۱۲	قرامطہ کا حملہ
۸۳۸	الرجون	۸۱۸	جدید انتظام ٹیکس	۸۱۳	دشمن پر قبضہ
۸۴۵	وزارت	۸۱۹	افواج فاطمیہ	۸۱۳	وزارت
۸۴۰	قاضی القضاۃ	۸۱۸	وفات معزز	۸۱۳	دیوان خراج
۸۴۱	احکام	۸۱۸	القائد ابوالحسن جوہر متقلی	۸۱۳	افسر پولیس
۸۴۱	عیسائیوں کا عروج و زوال	۸۱۹	نماز جمعہ	۸۱۳	عمدہ کتابت
۸۴۱	تبرہ	۸۲۱	وزیر اعظم یعقوب بن کلس	۸۱۴	صاحب قلم الدقیق
۸۴۱	جدید شریعت	۸۲۲	شفا خانہ	۸۱۴	صاحب قلم الجلیل
۸۴۲	ابوزکوة	۸۲۳	جامعہ ازہر	۸۱۴	جوہر
۸۴۲	قتل حاکم	۸۲۳	عزیز بدین اللہ	۸۱۴	شیعہ مذہب کی اشاعت
۸۴۲	علمی ترقی	۸۲۳	وزیر	۸۱۵	نظام سلطنت
۸۴۲	دار المناظرہ	۸۲۴	عدالتی و مالی انتظام	۸۱۵	خطیب
۸۴۲	تراویح کی بندش	۸۲۴	قضاۃ	۸۱۵	مالیات
۸۴۲	سفراء کی بادیائی	۸۲۴	گورنر	۸۱۵	فوجی دفتر
۸۴۳	افواج	۸۲۴	ملکہ معظمہ پر یورش	۸۱۶	دفتر فوجی بس
۸۴۳	جامع حاکی	۸۲۴	افنگین کے کارنامے	۸۱۶	قاضی القضاۃ
۸۴۳	اوصاف	۸۳۵	وفات	۸۱۶	قضاۃ کے حالات
۸۴۳	ترویج شیعیت	۸۳۵	اوصاف	۸۱۶	داعی الرعاۃ
۸۴۳	معاصر علماء	۸۳۶	کتب خانہ	۸۱۶	محتسب
۸۴۴	ظاہر الاعزاز دین اللہ	۸۳۶	قاعۃ الذہب	۸۱۶	نائب صاحب الباب
۸۴۴	وزارت	۸۳۶	در باد	۸۱۶	قراء المحضرۃ
۸۴۴	شہزادی ست الملوک	۸۳۸	حاکم بامر اللہ	۸۱۶	افسر خراج
۸۴۶	وقائع	۸۳۸	نام و لقب	۸۱۶	خراج



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۸۶۱	نام و لقب	۸۵۳	خلافت	۸۴۶	وفات
۸۶۱	خلافت	۸۵۳	وزارت	۸۴۶	مستنصر باللہ
۸۶۱	وزارت	۸۵۳	محاذیات صلیبیہ	۸۴۶	نام و لقب
۸۶۳	اولاد ظافر کا قتل	۸۵۵	وفات	۸۴۶	خلافت
۸۶۳	الفائز بن نصر اللہ	۸۵۵	افضل بن بدر جمالی و ذریہ	۸۴۶	وزارت
۸۶۳	نام و لقب	۸۵۶	الآمر باحکام اللہ	۸۴۶	ابوسعید تستری
۸۶۳	وزارت ابن زریک	۸۵۶	نام و لقب	۸۴۶	زریک کے کارنامے
۸۶۴	عباس کا قتل	۸۵۶	خلافت	۸۴۷	مغز بن بارس
۸۶۵	خلافت فاطمیہ کا زوال	۸۵۶	حروب صلیبیہ	۸۴۸	ملکہ ظاہر کا اقتدار
۸۶۵	صلیبیوں کے مقابلہ اولیٰ السلطنت	۸۵۶	وقائع	۸۴۸	وزراء
۸۶۸	عاضد الدین اللہ	۸۵۸	قتل امیر الجیش افضل	۸۴۸	جیشیوں اور ترکوں میں جنگ
۸۶۸	نام و لقب	۸۵۸	بن بدر جمالی	۸۴۹	بدر جمالی
۸۶۸	خلافت	۸۵۸	قتل امر	۸۵۰	شام پر سلجوق کا قبضہ
۸۶۸	وزارت	۸۵۸	اوصاف	۸۵۱	مقلیہ پر فرانسیسی قبضہ
۸۶۹	وزارت شاور اور فرغانہ	۸۵۸	شعروئی	۸۵۱	والی سور کی بغاوت
۸۷۰	شیرکوه کی آمد مغرب	۸۵۹	حافظ الدین اللہ	۸۵۱	وفات
۸۷۱	شیرکوه اور شاور	۸۵۹	نام و لقب	۸۵۱	اوصاف
۸۷۲	وقائع شیرکوه	۸۵۹	خلافت	۸۵۱	آثار
۸۷۵	قتل شاور	۸۵۹	وزارت	۸۵۲	خراج
۸۷۶	وزارت پسر فرزدی	۸۵۹	کوائف وزارت	۸۵۲	کاشتکاروں سے سلوک
۸۷۷	شیرکوه کی وفات	۸۶۱	اہل مقلیہ کا حملہ	۸۵۲	امیر الجیش بدر جمالی
۸۷۷	صلاح الدین کی وزارت	۸۶۱	وفات	۸۵۲	مستعلی باللہ
۸۷۸	نیابت سلطنت	۸۶۱	ظافر باہر اللہ	۸۵۲	نام و لقب

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۸۹۹	سلطان سیف الدین ابوبکر عادل	۸۹۳	سناوت	۸۴۸	عیسائیوں کا محاصرہ و میاٹ
۹۰۰	سلطان ملک معظم	۸۹۴	سہان نوازی	۸۴۹	امراء دولت علویہ کی بغاوت
۹۰۱	ملکہ شجرۃ الدر	۸۹۴	علمی ترقی	۸۴۹	انکشاف سازش
۹۰۱	عزیز الدین ابیک معز شاہگیر	۸۹۵	سکاتب	۸۵۰	دولت علویہ کا خاتمہ
۹۰۲	وقائع	۸۹۵	وظائف	۸۵۱	وفات عاصد
۹۰۳	اوصاف	۸۹۵	خانقاہ	۸۵۱	خلفائے فاطمیہ کا مال و زر
۹۰۳	ملک منصور نور الدین	۸۹۵	شفا خانہ	۸۵۳	شوقی جماد
۹۰۴	ملک مظفر حسین الدین خواجہ زری	۸۹۵	مسافر خانے	۸۵۴	سوڈان و یمن کی فتح
۹۰۴	سلطان الملک الظاہر	۸۹۵	وقف عربین	۸۵۴	دولت علویہ کا حشر
۹۰۵	دکن الدین بیرس بند	۸۹۶	نظم مملکت	۸۵۵	شامی امراء کی رقابت
۹۰۵	قادر الصالحی	۸۹۶	وزارت	۸۵۶	خلافت فاطمیہ کا جائزہ
۹۰۶	نام و لقب	۸۹۶	منتظم فوج	۸۵۶	سلطان صلاح الدین ایوبی
۹۰۶	جلوس	۸۹۶	قلعہ جنگی	۸۵۸	پردانہ حکومت مصر و شام
۹۰۶	وزارت	۸۹۶	بحری بیڑہ	۸۵۸	باطنیوں کا قاتلانہ حملہ
۹۰۶	حاکم خزانہ	۸۹۶	زراعت	۸۵۸	عسقلان پر حملہ
۹۰۷	خلافت عباسیہ کا احیاء	۸۹۷	قضاۃ	۸۵۸	حملہ اسکندریہ
۹۰۷	ابوالعباس احمد بن	۸۹۷	معاصر علماء	۸۹۰	حروب صلیبیہ
۹۰۹	ابوعلی حسن الملقب ب	۸۹۸	ملک والدین عثمان معروف	۸۹۱	رواداری
۹۱۰	حاکم بامر اللہ	۸۹۸	ملک عزیز ایوبی	۸۹۲	وفات
۹۱۰	فتوحات	۸۹۸	ملک منصور ایوبی	۸۹۲	اوصاف
۹۱۰	تاریخوں سے مقابلہ	۸۹۹	ملک عادل ایوبی	۸۹۳	علمی ذوق
۹۱۰	وفات	۸۹۹	صلیبیوں کا حملہ	۸۹۳	علمی مجلس
۹۱۰	اوصاف	۸۹۹	سلطان کامل بن عادل	۸۹۳	غزوہ کی پابندی

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۹۲۳	اوصاف	۹۱۷	ملک منصور قلاوون	۹۱۱	فتوحات
۹۲۴	اولاد				
۹۲۴	منصور ابوبکر	۹۱۷	تاتاریوں سے شہر کے عظیم	۹۱۱	مذہبیت
		۹۱۸	تاتاریوں کا اسلام میں داخل ہونا	۹۱۱	قضاۃ
	ابوالعباس احمد بن				
۹۲۴	مشکفی الملقب بہ	۹۱۸	اوصاف	۹۱۱	حلیہ
	حاکم بامراشد ثانی	۹۱۸	یادگار	۹۱۱	ظاہر کے چند واقعات زندگی
	ابوبکر بن مشکفی الملقب بہ	۹۱۹	ملک اشرف خلیل	۹۱۲	نظم مملکت
۹۲۵	معتمد باللہ اول	۹۱۹	ملک اشرف کا قتل	۹۱۲	نظام عدالت
۹۲۵	ابن فضل اللہ	۹۲۰	سلطان ملک ناصر محمد	۹۱۲	نظام مالیات
	ابو عبد اللہ محمد بن		بن قلاوون	۹۱۲	نظام حکومت
۹۲۶	معتمد الملقب بہ	۹۲۰	سلطان لاجین	۹۱۳	نائب سلطان
	متوکل علی اللہ اول	۹۲۱	وفات خلیفہ	۹۱۳	گورنران
۹۲۷	سلطان ملک ظہر برق			۹۱۳	صاحب عس
	سارشین	۹۲۱	ابوالبریع سلمان بن		
۹۲۸	ابو حفص عمر بن معتمد		حاکم الملقب بہ	۹۱۴	نظام فوج
۹۲۹	الملقب بالذوق باللہ		مشکفی باللہ اول	۹۱۴	یونیفارم
	تیمور کی یلغار	۹۲۲	جزیرہ ارداد پر قبضہ	۹۱۴	اسلحہ
۹۲۹	سلطان بایزید	۹۲۲	وقائع	۹۱۴	جاگیریں
۹۳۰	ملک ناصر بن الدین فرج	۹۲۳	ہندوستانی سفارت	۹۱۴	منظم فوج
۹۳۱	تیمور اور بایزید	۹۲۳	نظم مملکت	۹۱۴	بحری نظام
۹۳۱	وفات متوکل علی اللہ	۹۲۳	آثار	۹۱۵	ڈاک کا انتظام
		۹۲۳	علمی ذوق	۹۱۵	کتابت
	ابوالفضل عباس بن	۹۲۳	خلیفہ کا انتقال	۹۱۵	ابن ابیطار
۹۳۱	متوکل الملقب بہ	۹۲۳	شہزادہ ابوالفدا مؤرخ	۹۱۶	سلطان ملک سعید برقع خاں
	مستعین باللہ	۹۲۳	وفات ناصر	۹۱۶	ملک عادل سلاطین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۹۴۵	خان خلیل	۹۳۶	وفات مستحک	۹۳۲	ابوالفتح داود بن متوکل {
۹۴۵	سوق الخائین	۹۳۶	محمد الملقب بمتوکل {	۹۳۲	الملقب بمعتمد باللہ {
۹۴۵	قناطرہ نمر القناطرہ	۹۳۶	علی اللہ ثالث {	۹۳۳	شیخ محمودی
۹۴۶	جامع سیدنا حسین	۹۳۸	شجرۃ انساب خلفاء عباسیہ مصر	۹۳۴	وفات معتمد
۹۴۶	مسجد سلطان حسن	۹۳۹	خلافت عباسیہ مصر	۹۳۳	ابوالربیع سلیمان بن {
۹۴۶	جامع سیدہ زینب	۹۴۰	خلافت فاطمیہ مصر	۹۳۳	معتمد الملقب بہ {
۹۴۶	جامع سیدہ نفیسہ	۹۴۱	حکومت معدر عبدالسلام	۹۳۳	مستعین باللہ {
۹۴۶	جامع قلاؤن	۹۴۳	قاہرہ	۹۳۳	ابوالبقاء حمزہ بن معتمد {
۹۴۶	جامع شیخون	۹۴۴	یادگارین	۹۳۳	الملقب قائم بامر اللہ {
۹۴۶	چاہ یوسف	۹۴۴	آثار قدیمہ	۹۳۳	ملک منصور عثمان
۹۴۶	قسم الشقاقہ	۹۴۴	مساجد	۹۳۳	ابوالحسن یوسف بن {
۹۴۶	العمود	۹۴۴	جامع ناصرہ	۹۳۳	معتمد الملقب بہ {
۹۴۶	جامعہ وکیل سواری سلیمان	۹۴۴	عون	۹۳۳	مستنجد باللہ ثانی {
۹۴۶	ابوصیر بلبلین - دمیاط	۹۴۴	ام دین	۹۳۴	وفات اشرف
۹۴۸	منصورہ - دمیاط	۹۴۴	بابلون	۹۳۴	عبدالعزیز بن یعقوب {
۹۴۸	اسکندریہ	۹۴۴	قلعہ قصر الشمع	۹۳۵	الملقب بہ متوکل {
۹۴۹	منارۃ النور	۹۴۴	الحسک	۹۳۵	علی اللہ ثانی {
	خانہ جلد دوم	۹۴۴	القطیع	۹۳۵	یعقوب بن عبدالعزیز الملقب {
		۹۴۵	مشکی بازار	۹۳۵	بہ مستحک باللہ {



۵

# خلافتِ عباسیہ

(حصہ اول)

بنو عباسی خلفاء سفاح، منصور، ہمدی، ہارون، امین، مامون،  
معتمد اور واثق کے سوانح حیات اور دورِ حکومت جامع و مستند  
حالات اور ان کے علمی، مذہبی اور تمدنی و اصلاحی کارناموں  
پر تبصرہ۔



ناشر

ادارۃ اسلامیات - ۱۹۰ - انارکلی لاہور

فون : ۶۳۲۵۳



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## دعوتِ بنی عباس رض

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے قبیلوں میں جاہ و جلال کے اعتبار سے قبیلہ قریش سب سے زیادہ ممتاز تھا اور قریش کے خاندانوں میں بنی ہاشم اور بنی امیہ دو برابر کے حریف تھے۔ تاہم ملکی اقتدار میں بنو امیہ کو بنو ہاشم پر فوقیت حاصل تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ مسعود نے نقشہ ہی پلٹ دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر کا یہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بنی امیہ کا ستارہ چمکا۔ امیر معاویہ اموی اور مروان بن حکم اموی کی مسماعی و سیاست سے خلافت بنی امیہ عہدِ خلیفہ ہشام تک عظیم الشان درجہ تک پہنچ گئی۔

بنی ہاشم میں بنو فاطمہ علم و تقویٰ، جود و سخا اور احسان و شجاعت میں تمام اقران و امثال پر برتری رکھتے تھے۔ انہوں نے خلافتِ راشدہ کے قدم بہ قدم چلنے والی حکومت قائم کرنا، ہی اپنی زندگی کا مقصدِ وحید اور نصب العین قرار دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدانِ عمل میں آئے مگر اہلِ کوفہ کی بد عہدی و غداری سے ان کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ پھر ان کے پوتے امام زید العابدینؑ کے فرزندِ گرامی حضرت زید مدعی خلافت ہوئے اور کونہ میں ایک جماعت نے ان کی حمایت و نصرت کا علم بلند کیا۔ مگر یہ وہی لوگ تھے جن کے اجداد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ غداری کی تھی۔ حضرت زید کے دستِ مبارک پر پندہ ہزار کوفیوں نے بیعت کی

مگر جب وقت آیا تو دوسوا اٹھا دہ افراد اُن کے ساتھ رہ گئے۔ حضرت زیدؓ نے اہل کوفہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل کی دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں تمہیں میری مدد کرنی چاہیئے“

یوسف بن عمر جمعیت کثیر لے کر مقابل آیا۔ حضرت زیدؓ کی مختصر سی جماعت نے انتہائی پامردی اور جان نثاری سے مقابلہ کیا۔ لڑائی کے دوران میں حضرت زیدؓ کی پیشانی پر ایک پتھر لگا اور اس کا اثر اتنا مہلک ثابت ہوا کہ آپ جانبر نہ ہو سکے۔ شہادت کے بعد دفن کئے گئے۔ مگر یوسف نے آپ کی لاش قبر سے نکلوا کر سولی پر آویزاں کر دی ہے

لیکن یہ ظلم و ستم بنو فاطمہ کے ہمت و استقلال کو کمزور کرنے کی بجائے اور بڑھاتا رہا۔ ادھر علمائے حق بھی ان کی اعانت کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ بھی بنی امیہ کو منصب خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے تھے اور آپ حضرت زیدؓ شہیدؓ کی نصرت کا فتوے دے چکے تھے۔

یزید بن عمر و بن ہبیرہ جو مروان الحمار کی طرف سے حاکم کوفہ تھا حضرت ابوحنیفہؒ کی رائے بابت خلافت اور ان کی جلالت و عظمت سے آگاہ تھا۔ اُس نے حضرت امام اعظم سے انتقام لینے کا بہانہ تلاش کیا اور ایک موقع پا کر حضرت امام سے کہا۔

”میں آپ کو میرنشی اور افسر خزانہ بنانا چاہتا ہوں“

مگر حضرت امام نے انکار کر دیا۔ یزیدؓ نے حکم جاری کر دیا کہ ہر دو دن کے دس دسے لگائے جائیں۔ اس ظالمانہ حکم کی تعمیل ہوئی لیکن آپ اپنی رائے پر

اٹل رہے۔ بالآخر مجبور ہو کر یزید نے اپنا حکم واپس لے لیا۔  
بنو فاطمہ کے دعویٰ خلافت کے ساتھ ساتھ آل عباسؑ کو بھی خلافت سے دلچسپی  
پیدا ہونے لگی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؑ اور اُن کے صاحبزادے علی کو بھی اس کا  
خیال نہ آیا۔ لیکن ان کے فرزند محمد کو ابو ہاشم کی تحریک کے باعث مسئلہ خلافت  
سے لگاؤ پیدا ہو گیا۔

**امامت** | شیعیان علیؑ نے امامت کا شاخسانہ کھڑا کر دیا تھا۔ انہوں نے حضرت  
علیؑ کی اولاد میں پہلے حضرت امام زین العابدینؑ کو امام بنایا۔ پھر کچھ  
لوگوں نے حضرت زیدؑ کو اور بعض نے حضرت محمد باقرؑ کو منصبِ امامت پر فائز  
کیا۔ شیعوں نے حضرت امام زین العابدینؑ کو بھی اپنا آلہ کالہ بنانا چاہا۔ مگر وہ  
زہد و تقویٰ کے پیکر مجسم تھے اور ان کی غدار یوں کا نقشہ کوفہ میں دیکھ چکے تھے اس  
لئے اُن کے جال میں نہ پھنسے۔ پھر ان لوگوں نے محمد بن حنفیہ بن علی کرم اللہ وجہہ  
کو امام مقرر کیا۔ مختار ثقفی نے ان کی امامت سے اپنا اقتدار قائم کرنے میں  
بہت مدد لی۔ حضرت محمد بن حنفیہؑ نے عبد الملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لیکن  
لطف یہ ہے کہ شیعوں ہی کو اپنا امام تسلیم کرتے رہے۔  
ان کے وصال کے بعد اُن کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ جانشین ہوئے۔  
مگر سلیمان بن عبد الملک کے عمال ان کے درپے آزار ہوئے اور انہیں دمشق  
چھوڑنا پڑا۔ آخر دشمنوں نے انہیں زہر دے دیا۔ وفات کے وقت علی بن عبداللہ  
ابن عباسؑ کے پاس حیمہ میں مقیم تھے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ بنی ہاشم میں

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؑ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا فیکم الذبوت والاسلمۃ  
یعنی تم میں نبوت اور بادشاہت دونوں ہیں (رواہ ابو نعیم عن ابی ہریرۃ خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۱۸)  
بزرگ کے یہاں بھی یہی روایت منقول ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ اس حدیث  
کے راویوں میں عامری ضعیف ہے۔ تاریخ الخلفاء ص ۳۔

خلافت کے لئے کوئی موزوں شخص نظر آیا۔ اس لئے انہوں نے اپنا جانشین محمد بن علی کو مقرر کیا۔

محمد بن عقیقہ کے متبعین عراق و خراسان میں بہ کثرت تھے۔ چنانچہ ان سب نے بربنائے وصیت محمد بن علی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس طرح منصبِ امامت علویین سے عباسیوں کے خاندان میں منتقل ہو گیا۔

## امام ابو ابراہیم محمد عباسی

نام و نسب | نام محمد کنیت ابو ابراہیم بن علی سجاد بن عبداللہ بن عباس ابن عبدالمطلب بن ہاشم۔ محافظ کعبہ۔

خاندانی حالات | حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صاحبزادے ”علی سجاد“ اجلۃ تابعین میں سے تھے۔ منہجہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت خاندان رسالت میں ہوئی۔ علم حدیث اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔

طبقات ابن سعد میں ہے :-

سکانت ثقة قليل الحديث - کم مروی ہیں۔

ماحب دقيات الاعيان کہتے ہیں :-

علی بن عبداللہ کان سیداً شریفاً

بليغاً هو اصغر اولاد ابيه وكان

اجمل القرش علی وجه الارض

واسمعه واکثره صلواته وكان

يدعى السجاد۔

”امام علی بن عبداللہ سید شریف اور بلیغ تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے چھوٹا بھائی تھے۔ روئے زمین پر قریش میں سب سے زیادہ حسین اور ان سے زیادہ خوب صورت اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والے تھے اور لوگ ان کو سجاد کے لقب سے پکارتے تھے۔“

۱۔ ابن خلکان جلد ۴ ص ۲۲۳ :-

حضرت علی سجاد کا کام پہلے حرم میں تھا۔ آپ کی ملکیت میں پانچ سو درخت نہ تھے۔ ہر درخت کے نیچے آپ نے دو رکعت نفل پڑھی۔ نہ ہر وقت کے پیچھے مجسم تھے۔ پھر اموی حکومت کی سخت گیری سے مجبور ہو کر حمیمہ میں آکر قیام کیا۔ علویین کے ساتھ اُن پر بھی ظلم ہوئے، کوٹے لگائے گئے۔ مگر صبر سے کام لیا۔ آخر تک حمیمہ میں ہی گوشہ گیر رہے۔ ۱۹ ہجری میں وصال ہوا۔

**ابو ابراہیم محمد کی سوانح حیات** ابو ابراہیم ۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ”عالیہ خاتون“ حضرت عباس کی پوتی تھیں۔ تعلیم و تربیت ماں باپ کے آغوش میں پائی۔ علم حدیث اپنے باپ سے حاصل کیا۔ عالم متبحر تھے۔ علم تفسیر دادا سے ورثہ میں پایا۔ آپ شیعہ، عباسیہ، مہلبیہ اور راندیہ کے پانچویں امام تھے۔ اجلہ تبع تابعین میں آپ کا شمار ہے۔

شمر نے عرب میں بہت حین و حیل، عالی دماغ، سیاست مکی سے باخبر تھے اور علویوں اور بنی حنظلہ سے سیاست میں بڑھے ہوئے تھے۔

**جانشینی** امام عبد اللہ ابو ہاشم علوی نے ابو ابراہیم کو اپنا جانشین کیا۔ آپ نے امامت پر فائز ہوتے ہی دعوت بنی عباس کا آغاز فرمایا اور مختلف مقامات پر اپنے دُعا رواۃ کئے۔

عراق کی طرف میسرہ کو بھیجا، محمد بن خنیس، ابو عکرمہ السراج جن کو ابو محمد صادق بھی کہتے ہیں۔ جان الطائفہ جو ابراہیم بن سلمہ کے ماموں تھے، ان سب کو فراسان بھیجا۔

یہ زمانہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا تھا۔ ان کی طرف سے فراسان کا حکم ان دنوں براج بن عبد اللہ حکمی تھا۔ امام نے دُعا کو رواۃ کرتے وقت اُن کو یہ



ہدایت کی تھی ۔

”میری اور میرے اہل بیت کی طرف لوگوں کو ترغیب دو اور عام طور پر اس امر کی طرف متوجہ کرو کہ امام میں ہی ہوں اور جو تمہاری دعوت قبول کر لیں ان کے دستخط بھی لینا“ ۔

چنانچہ دعا نے خراسان پہنچتے ہی خفیہ طور سے ہزار ہا نفوس کو اپنا ہم خیال بنالیا اور امام کی بیعت کے ساتھ دستخط بھی لیتے گئے۔ یہ دستخطی تحریر خفیہ طور سے عراق، امام کے غلام ”میسرہ“ کے پاس روانہ کی گئی۔ اس نے یہ امام محمد بن علی کی خدمت میں بھیج دی۔

ابو محمد صادق صاحب امام نے خراسانیوں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور عام رجوع دیکھ کر امام محمد کو شہرہ دیا کہ جس قدر نقیب اب تک خراسان گئے ہیں وہ ناکافی ہیں بارہ نقیب اس علاقہ کے مختلف مقامات میں اور جانے چاہئیں۔ چنانچہ امام محمد نے یہ رائے پسند کی اور بارہ نقیبوں کا تقرر عمل میں آیا۔

سیمان بن کثیر خزاعی، لہب بن قریظ تمیمی، قطیبہ بن شبیب طائی موسیٰ ابن کعب تمیمی، خالد بن ابراہیم الہود اود (دکن قبیلہ بنی عمر بن شیبان ثم قاسم بن مجاشع تمیمی، عمران بن اسمعیل ابو النجم مولیٰ آل معیط، مالک ابن ہشتم خزاعی، طلحہ بن ذریق خزاعی، عمر بن اعین، ابو حمزہ مولا خزاعہ، شبیل بن طہان ابو علی المروی، مولیٰ بن خلیفہ، عیسیٰ بن اعین مولیٰ خزاعہ۔ ان نقباء کے علاوہ ستر آدمی ان کی معاونت کے لئے مقرر کئے گئے ان کا کام یہ بھی تھا کہ امام کی طرف سے لوگوں سے بیعت امامت بھی لیں۔

۲۔ ”میسرہ“ نے عراق سے خراسان کو چند اور آدمی بھیجے اور ان کو دعوت آل محمد کی ہدایت کی۔ اس زمانے میں خراسان کا حاکم سعید نامی تھا۔ ایک تمیمی عمر بن مجیر بن ورقاسعد نامی سعید کے پاس آیا اور اس نے یہ اطلاع دی کہ

یہاں کچھ لوگ باہر سے آئے ہوئے ہیں اور خفیہ خفیہ حکومت کے خلاف لوگوں کو براہِ گنہگار رہے ہیں۔ سید نے پتہ لگا کر نقباء کو بلوا بھیجا۔ دریافتِ حال کرنے پر ان لوگوں نے کہا۔ ہم تاجر ہیں اور بغرض کاروبار یہاں آئے ہوئے ہوں اور آپ ہمارے اس امر کی تصدیق سردارانِ تبیلہ ربیعہ سے کر لیں۔ ان کی بھی طلبی ہوئی۔ چنانچہ ان سرداروں نے حاکم سے کہہ کر ان حضرات کو چھڑوا دیا۔

مگر یہ حضرات کا بے کو خاموش بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے ہنگامی دورہ کرنا شروع کیا۔ قصبات و دیہات کو اپنے قدموں سے روند ڈالا۔ ہزار ہا خراسانی تھوڑے عرصہ میں ان کے ہنوا بن گئے۔ غرض کہ دعوتِ نبی عباس کی تحریک دن بدن کامیاب ہو رہی تھی۔

**ولادتِ ابوالعباس** | یزید بن عبد الملک کا زمانہ تھا۔ ۱۰۲ھ میں امام محمد کے مشکوئے معلیٰ میں ابوالعباس عبد اللہ پیدا ہوئے۔ چند دن کے بعد ابو محمد صادق مع چند دعاۃ خراسان سے کامیابی و کامرانی کے بعد امام کی زیارت کے لئے حمیمہ آیا اور امام کی قدم بوسی کو در دولت پر حاضر ہوا۔ امام محمد نومو لو د ابوالعباس کو کپڑے میں لپیٹ کر محلِ سرا سے باہر آئے اور ان دعاۃ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”و اللہ بھی وہ شخص ہے جس پر تمہارا دعوتِ آلِ محمد کا کام پورا ہو گا اور

یہی تمہارے دشمنوں سے انتقام لے گا“

حاضرین نے امام کے کلمات سن کر عبد اللہ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور قسمیں کھا کر کہا۔ بے شک ہم کو یقین ہے کہ یہ امام زادہ دشمنانِ اہلِ بیت سے ضرور بدلہ لے گا۔

۱ طبری جلد ۸ ص ۱۸ ۲ طبری جلد ۸ ص ۱۸ ۳ واقعہ سنہ

۴ طبری جلد ۸ ص ۱۸ ۵

**نقیبِ میسرہ کا انتقال** | ۵۰ھ میں نقیبِ میسرہ کا انتقال ہو گیا اور بکیر بن ماہان کو جو امرائے عہد سے تھا ان کی جگہ دو "نقیب آلِ محمد" مقرر کیا گیا۔ یہ شخص عرصہ تک دولتِ بنی اُمیہ کی طرف سے سندھ کا گورنر رہ چکا تھا۔ معزولی کے بعد کوفہ چلا آیا۔ یہاں ابو عکرمہ، مغیرہ، محمد بن خنیس سالم، ابو یحییٰ سے ملتا رہا۔

ان حضرات سے تعلقات قائم ہونے کے بعد دعوتِ بنی ہاشم کا بھی تذکرہ آگیا۔ یہ بنی امیہ سے پہلے سے ہی ناخوش تھے۔ بطیب خاطر دعوتِ بنی ہاشم میں شریک ہو گیا اور امام محمد کی خدمت میں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوا۔ امام نے اس کو "نقیب آلِ محمد" کا خطاب عطا فرمایا۔

بکیر بن ماہان نے ۵۰ھ (عہدِ هشام بن عبدالملک) میں ابو عکرمہ، ابو محمد صادق، محمد بن خنیس عماری العبادی، ابن زیاد کو کوفہ سے خراسان بھیجا۔ امام اور بکیر خراسانیوں کے طبائع سے واقف تھے کہ وہ مصائبِ اہل بیت اور مظالمِ بنی اُمیہ کی داستانیں دل سے سنتے اور سردھنتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان نقباء کی تقریروں سے اثر پذیر ہو کر دعوتِ بنی عباس میں دل و جان سے شریک ہو گئے۔ ابو عکرمہ، محمد بن خنیس نے اپنی کثیر جماعت دیکھ کر کھلے بندوں دعوتِ بنی ہاشم کی تبلیغ شروع کی۔ علانیہ دعوت سے خراسان میں جگہ جگہ اس کے چرچے ہونے لگے۔ اس زمانہ میں اسد بن عبداللہ خزاعی حاکم تھا۔ اس کو بھی اطلاع ہوئی۔ وہ گھبرا گیا اور اُس نے اپنے پیادوں کو بھیج کر ان حضرات کو کپڑا کر بلایا اور ان سے سخت گفتگو کی۔ یہ لوگ محبتِ اہل بیت میں سرشار، بے باکی سے حق گوئی کو کام میں لائے۔

اسد نے ہلکسی کے مشورہ کے ان بزرگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور لاشوں کو سولی پر چڑھا دیا۔ حسن انفاق سے عمادِ عبادی بچ نکلے۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر

”بکیر کو ان واقعات کی اطلاع دی۔ بکیر نے تمام تفصیلی حالات امام محمد کی خدمت میں لکھ بھیجے۔ امام نے فرمایا :-

الحمد لله الذی صدق دعوتکم  
وہقا لکم وقد بقیت منکم  
قتلی ستقتل ۱۰

”تمام تعریف خدا کے لئے ہے جس نے تمہاری  
دعوت اور تمہارے قولوں کو سچا کر دیا ابھی تم  
میں اور لوگ باقی ہیں جو قتل کئے جائیں گے۔“

ساتھ ”بکیر بن ماہان“ نے عمار بن عبادی کی سرکردگی میں ایک جماعت پھر خراسان روانہ کی۔ حاکم خراسان کو خبر لگ گئی۔ اُس نے عمار کو بلایا اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ دعوتِ نبی ہاشم کو اور ترقی ہونے لگی اور خراسانیوں میں بنی امیہ سے نفرت اور بنی عباس سے حسن عقیدت بڑھنے لگی۔ بکیر بن ماہان نے اس واقعہ کی بھی اطلاع امام محمد کو بھیج دی۔ امام نے یہ سن کر ارشاد فرمایا :-

الحمد الذی صدق دعوتکم  
وہی شیعۃ کد ۱۱

”تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے  
تمہاری دعوت اور تمہارے قولوں کو سچا کر  
دیا اور تمہارے شیعہ کو نجات دی۔“

ساتھ میں امام محمد نے دعوتِ بنی عباس کی کامیابی دیکھتے ہوئے اپنے معتبر داعی زیاد کو خراسان بھیجا اور ہدایت کی کہ قبیلہ مین میں ٹھہرنا اور قبیلہ مُضَرَ کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آنا۔ قبیلہ ابر میں غالب نامی ایک شخص ہے اس سے تعلقات نہ رکھنا۔ کیونکہ وہ آلِ ابی طالب کا طرفدار ہے۔ حرب بن عثمان مولیٰ بن قیس بنی ثعلبہ یعنی بھی پہنچا۔ زیاد نے ”مرو“ میں قیام کیا۔ یحییٰ بن عقیل خزاعی ، ابراہیم بن الخطاب عدوی زیاد سے آکر ملے۔ زیاد نے ان میں سرگردی عمل کی روح پھونک دی۔ نقباء نے مغافاتِ خراسان میں جا کر آلِ عباس کی فضیلت

اور بنو مروان کے ظلم و تشدد کی حالت بیان کرنی شروع کی۔ لوگ جوق در جوق دعوتِ بنی عباس کے ہمنوا ہو گئے۔ ان کی مساعی کو دیکھ کر غالب بھی اُن سے آکر ملا اور آلِ ابی طالب کے فضائل بیان کرنے لگا۔ مگر ان لوگوں نے توجہ سے نہ سنا تو وہ کبیرہ خاطر ہو کر ان نقباء سے الگ ہو گیا۔ دولت بنی امیہ کی طرف سے حسن بن شیخ مالگذاری وصول کرنے ”مرو“ آیا۔ اس کو اس جماعت کے حالات معلوم ہوئے اس نے اسد حاکم خراسان کو اطلاع کر دی کہ یہ دیکھ رہا ہوں کہ ”مرو“ میں ایک جماعت حکومت کے خلاف سرگرم سعی ہے۔

اسد نے زیاد کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اپنے ہم خیالوں کو لے کر خراسان کے علاقہ سے نکل جاؤ۔ ورنہ تم کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ کچھ دن کے لئے وہاں سے چلے گئے اور شوقِ دعوت میں پھر لوٹ آئے اور وعظ و تلقین میں لگ گئے جس بن شیخ بنی امیہ کا وفادار تھا۔ اُس نے اسد کو اطلاع کر دی۔ اسد نے ان کو پھر بلایا اور کہا کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم خراسان سے چلے جاؤ اور یہاں نہ ٹھہرو، تم پھر چلے آئے۔ زیاد نے جواب دیا مجھ سے آپ کو کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیئے میں حق کی تبلیغ و اشاعت کر رہا ہوں۔

اسد نے یہ سنکر فوراً اُس کے قتل کا حکم دے دیا۔ زیاد کے ساتھی ابو موسیٰ نے اس موقع پر کہا :-

”فاقض ما انت قاضی - جو تمہارا جی چاہے حکم کرو“

اسد یہ سن کر کہنے لگا تو نے مجھے فرعون ٹھہرایا۔ ابو موسیٰ نے کہا میں نے کیا ٹھہرایا خدا نے ٹھہرایا۔ اسد نے غضب ناک ہو کر سب داعیوں کو قتل کر دیا۔ ان کے ساتھیوں میں دو غلام تھے ان کو ذلیل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ ان میں سے ایک نے اسد سے کہا۔ مجھ کو قتل کیوں نہیں کرتا؟ اسد نے اس کو سرِ راہ اونچی جگہ کھڑا کیا اور تلوار لے کر قتل کو آمادہ ہوا۔ غلام نے بلند آواز سے پڑھا :-

رضیت باللہ ما یاد بالاسلام دیناً و بحمد نبیاً -

یہ فقرہ ختم ہوا تھا کہ سردھڑ سے جدا کر دیا گیا۔

دوسرا غلام کثیر خراسان آیا اور دعوتِ بنی عباس میں سرفروشانہ منہمک ہو گیا۔  
دن بدن محبانِ آلِ عباس کی جماعت بڑھ رہی تھی۔ موت سے وہ لوگ گھبراتے  
نہ تھے۔ سالار میں اسد بن عبد اللہ نے اُن میں سے بہت سے حضرات کو قتل  
کیا۔ اکثر کی ناک کاٹی، بقیہ کو قید میں ڈالا۔ مگر نقباء کی ہمتیں پست نہ ہوئیں۔ بلکہ  
تمام مصیبتیں بخنداں پیشانی چھیلتے اور دعوتِ بنی عباس میں سمرست ہوتے۔

سلیمان بن کثیر و مالک بن ہشیم، موسیٰ بن کعب الاشہر بن قرظہ، خالد بن  
ابراہیم، طلحہ بن زریق یہ نقباء آلِ محمد بھی گرفتار ہو گئے اور اسد کے سامنے  
پیش ہوئے تو اُس نے کہا۔ فاسقو! کیا اللہ نے نہیں فرمایا۔  
”عفا اللہ عما سلف ومن عاد فینتقم اللہ منہ واللہ

عزیز ذو انتقام“

یہ سن کر سلیمان بن کثیر نے کہا کچھ میں کہوں اُس نے کہا ضرور۔ سلیمان  
نے یہ شعر پڑھا۔

لو بغیر الماء حلقی لہ شرف کنت کالغصان بالماء اعتماری  
”اگر بغیر پانی کے میرے حلق میں اچھو لگے تو میری حالت ایسی ہوگی جیسے درخت کی  
ٹہنی کو پانی میں جھگو کر پھوڑوں“

اسد نے سلیمان کے شعر کا بہت اثر لیا اور مالک بن ہشیم سے مشورہ کیا۔ اس  
نے کہا یہ لوگ رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ عبدالرحمن بن نعیم بولا۔ امیر یہ حضرات  
تمہارے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کو آنا دکر کے احسان کیجئے۔ اسد نے  
سب کو بری کر دیا۔

اس زمانہ میں بکیر بن ماہان ”وزیر آلِ محمد“ نے عمار بن یزید  
فتنہ عمار کو خراسان بھیجا اور شیعانِ بنی عباس کی قیادت اس کو عطا کی  
خراسانی وزیر آلِ محمد کے حکم پر عمار کے معین و مددگار ہو گئے۔ اُس نے ان



خراسانیوں کی خوش اعتقادی سے فائدہ اٹھایا اور دعوتِ بنی عباس کے بجائے نیا مذہب جاری کیا۔ عورت وقتِ عام کی گئی۔ اس نے کہا روزہ، نماز، حج کچھ نہیں۔ روزہ کے معنی یہ ہیں کہ امام کا ذکر بجا ظلت تمام کیا جائے اور اس کا اظہار نہ ہو نماز سے مراد یہ ہے کہ امام کی جانب قصد کرو۔

شیعان بنی عباس سے کہا کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں امام نے ہی مجھے اس کی تعلیم دی ہے۔ مگر اسد بن عبداللہ حاکم خراسان کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے پکڑوا کر بلوایا۔ مالک بن ہشیم، حریش بن مسلم اس کے تابع تھے وہ بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اسد نے عمار کی زبان کاٹ ڈالی اور آنکھوں میں نیل کی سلائی پھوادی اور پھر ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔

امام محمد کو بھی عمار (خداش) کے حالات کا علم ہوا تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کی اور خراسانیوں سے ان کی تلون مزاجی کی بنا پر خفا ہو گئے۔ اس پر خراسانیوں نے پشیمان ہو کر سلیمان بن کثیر کو اپنا نمائندہ کر کے امام کے پاس بھیجا۔ اس نے امام سے بے حد معذرت چاہی اور امام کا خوشنودی کا خط لے کر پھر خراسان کو لوٹ آیا۔ اس میں لکھا تھا۔

”خداش مخالفتِ اسلام تھا“

اس پر تمام لوگوں نے توبہ کی۔ ۱۲۴ھ میں بکیر بن ماہان کو فے آئے ہوئے تھے ان کو حکومت نے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ بعد چھوٹ گئے۔ یونس ابو عاصم، عیسیٰ بن معقل علی ان کے ساتھ تھے۔ ایک غلام (ابوشم) بھی ہمراہ تھا۔ بکیر بن ماہان نے عیسیٰ سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ اس نے کہا ہمارا غلام ہے۔ چار سو درہم میں بکیر نے اس غلام کو خرید لیا اور امام ابراہیم کے پاس روانہ کر دیا امام نے اُس کے بُشرہ سے اندازہ کر لیا کہ یہ غلام کام کے لائق ہے۔ چنانچہ اس کو

لے ابو سلم کے لئے مؤرخین لکھتے ہیں یہ بزرگمرد زین العابدین کی اولاد سے تھا۔

تعلیم و تربیت کے لئے موسیٰ سراج کے پاس بھیج دیا اور اس کا نام ابو مسلم رکھا۔ سلیمان بن کثیر، مالک بن ہشیم، لاهز بن قریظہ، قوطب بن شیبہ مکہ آئے اور امام محمد بن علی سے گفتگو کی۔ اثنائے گفتگو میں ابو مسلم کا بھی ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا وہ آزاد ہے یا غلام؟ انہوں نے کہا عیسیٰ کہتا ہے کہ غلام ہے اور ابو مسلم کہتا ہے میں آزاد ہوں۔ امام نے فرمایا کہ اس کو خرید کر آزاد کر دو۔ سلیمان بن کثیر نے امام کی خدمت میں خمس کے دو لاکھ درہم اور تیس ہزار کے کپڑے پیش کئے۔ اس کے بعد امام نے فرمایا۔ اگلے سال میں تم سے نہ مل سکوں گا۔ اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو تمہارے امام ابراہیم ہیں جو میرے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مجھے اُن پر اعتماد کلی ہے تم کو اُن کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں اور میں نے اُن کو بھی تمہارے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کی ہے۔

اس کے بعد امام اپنے مستقر پر تشریف لے آئے۔ ۱۱۰ ماہ بعد ذی قعدہ ۳۵ھ کو وفات پائی۔ اُن کی اولاد میں امام ابراہیم، ابوالعباس عبداللہ، ابو جعفر منصور عیسیٰ عبدالصمد، صالح داؤد، اسمعیل تھے۔

امام محمد علم و فضل اور تقویٰ و زہد کے ساتھ سیاسی آدمی بھی تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جو اپنے حسن لیاقت سے دعوتِ بنی عباس کو بڑے پیمانے پر بروئے کار لائے۔

## امام ابراہیم عباسی

امام محمد کی طرح آپ بھی فضل و کمال میں یگانہ تھے۔

کان ابراہیم الامام خیراً فاضلاً « ابراہیم امام بہت نیک اور بڑے عالم اور  
کرمیٹا تھے سخی تھے۔

۱۔ ابن اثیر جلد ۷ ص ۸۶ ۲۔ کامل ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۵۸

وقد كان ابراهيم هذا كريما جوادا له فضائل وفواضل و  
 مروى الحدیث عن ابیہ عن جدہ و ابی ہاشم  
 عبد اللہ - لہ

۳۶ میں آپ نے ابو ہاشم بکیر بن ماہان کو مع نشان ہائے خاصہ اور وصیت  
 امام محمد بن علی عباسی خراسان روانہ کیا۔ یہ لوگ ”مرو“ پہنچے۔ یہاں شیعان عباس نے  
 اُن کا پُر تپاک خیر مقدم کیا اور ایک مجلس منعقد کی جس میں امام محمد بن علی کی رجم تعزیت  
 ادا کی گئی۔ اس کے بعد امام ابراہیم کا خط پڑھا گیا اور نشان خاصہ دکھائے گئے بہر  
 ایک نے اُس کو بوسہ دیا اور جوش و خروش کے ساتھ امام کی بیعت کی اور جو احکام  
 امام نے لکھ کر کے دیئے تھے ان کی تعمیل کے لئے جان و مال سے تیار ہو گئے۔ خمس  
 اور ہدایا امام کے لئے جمع کر رکھے تھے وہ بکیر بن ماہان کے سامنے پیش کئے۔ بکیر  
 نے یہ سامان امام ابراہیم کے پاس بھیج دیا۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ حضرت زید کے صاحبزادے  
 نے ظہور کیا تھا۔ بنو امیہ نے خراسان میں اُن کو شہید کر دیا اور ولید بن یزید کے  
 حکم سے اُن کی لاش کو ٹولی پر لٹکایا گیا۔

**وفات بکیر بن ماہان** | امام ابراہیم کے باپ کے معین اور مددگار متبع بکیر  
 بن ماہان ۱۲۷ھ میں سخت بیمار پڑ گئے۔ ان کو  
 اپنی جانبری کی امید نہ رہی تو ایک عرضداشت امام کی خدمت میں ارسال کی۔  
 اور اُس میں لکھا کہ آپ پر تصدیق ہو رہا ہوں اور اپنا جانشین ابوسلمہ حفص بن  
 سلیمان کو کرتا ہوں۔ یہ حضور کی جملہ خدمات میری طرح انجام دیں گے۔  
 امام نے اس عرضی پر لکھ دیا :-

”ابوسلمہ تمہاری جگہ مقرر کیا گیا اور اہل خراسان کو بھی اطلاع کر دی گئی۔“

لہ البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۴۰ -

لہ طبری جلد ۹ صفحہ ۱۹۸ :-

ابو سلمہ خراسان پہنچا وہاں لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کی اور خمس و ہدایا امام کے لئے ابو سلمہ کو دیئے۔ اس نے امام کے پاس بھیج دیئے۔

۲۸۸ھ بزمائے مروان بن محمد اموی سلیمان ابن کثیر نے ابو سلمہ کو لکھا کہ تم امام ابراہیم کی خدمت میں ایک عرضی بھیجو اور استدعا کرو کہ حضور اپنے اہل بیت میں سے کسی صاحب کو خراسان بھیج دیں۔ چنانچہ اس نے امام کی خدمت میں عرضی بھیجی۔ امام نے اہل خاندان پر نظر ڈالی۔ پھر متبعین میں سے ہر ایک کو جاسنا۔ ابو مسلم کے بشرو سے اندازہ کر لیا کہ یہ پارسی نژاد لڑکا دعوت بنی عباس کے لئے مفید ہوگا۔ چنانچہ اس کو اپنا اہل بیت قرار دے کر خراسان بھیج دیا۔

ابن الفدا ابن کثیر البدایت والنہایت میں ابو مسلم کے متعلق لکھتے ہیں :-

قال ابو نعیم الاصبہانی فی تاریخ اصبہان کان اسمہ عبدالرحمن بن مسلم بن عثمان بن یاسر بن سندوس ابن حوزون من ولد بزم جمہر وکان یکنی ابا اسحاق وانشأ بالکوفہ وکان ابوہ اوصی بہ الی عیسیٰ ابن موسی السراج لحملہ الی الکوفہ۔ الخ

ابو مسلم نے خراسان میں آکر پہلے یہ کام کیا کہ جس قدر نقیب تھے ان کی کونسل بنائی جس کا رکن اعلیٰ سلیمان بن کثیر کو کیا اور زیادہ سے زیادہ دعاۃ بنی عباس کو خراسان کی اطراف میں بھیجنا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر جہاد طرف لوگ آل عباس کے مطیع ہو گئے۔ اس کا گزاری کی خبر امام کو بھی ملی۔ انہوں نے ابو مسلم کو حکم بھیجا کہ ۱۲۹ھ میں حج کے موقع پر آؤ اور مجھ سے ملو۔

ابو مسلم مع ستر نقیبوں کے روانہ ہوا۔ پہلے خراسان سے کچھ فاصلہ پر ”ایورو“

لے البدایت والنہایت الجزء العاشر صفحہ ۶۷۔

لے طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۹۲۔

میں قیام کیا۔ یہاں کے حاکم سے ملاقات کی۔ وہ بھی دعوتِ ہاشم کا رکن بن گیا۔ یہاں سے ”قابلس“، ہینچا اور فضل بن سلیمان سے ملا۔ اُس نے کہا کہ اُسید بن عبداللہ خزاعی، اجہم بن عبداللہ، غیلان بن فضا، لجر غالب بن سعید، مہاجر بن عثمان قید کر دیئے گئے ہیں۔ ابوسلم نے عامل کو طرخان بھیجا کہ ان سب کو قید سے نکال لاؤ۔ وہ چھڑا لائے۔ اُس نے اُسید سے حالات دریافت کئے۔ اس نے کہا کہ انہر بن شعیب اور عبدالملک بن سعد امام کے پاس سے خط لائے تھے وہ میرے پاس لکھ گئے تھے۔ باہر سیر کو نکلے کہ گرفتار ہو گئے۔

ابوسلم نے کہا وہ خط کہاں ہے لاؤ۔ چنانچہ اُس نے پیش کیا۔ اس میں تحریر تھا کہ تم جہاں یہ خط پاؤ وہیں سے لوٹ جاؤ اور اب وقت آ گیا ہے کہ دعوتِ بنی عباس کا اظہارِ علانیہ ہو اور سیاہ لباس اختیار کرنا۔ امام نے علم بھی بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ قحطیہ کو مع خمس کے ہمارے پاس روانہ کر دو۔ ابوسلم امام کا حکم دیکھتے ہی خراسان لوٹ گیا۔ قحطیہ کے پاس تین لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھے اُس نے یہ انتظام کیا کہ کچھ کا کپڑا خریدا، باقی چاندی اور سونا خرید کر ڈتوں میں بھرا اور خچر خریدے ان پر لاد کر مثل تاجروں کے ۱۵ رجادی اتانی ۱۲۰ کوا امام کے پاس روانہ کیا۔ اکتالیس نفوس ساتھ تھے۔ ابوسلم ”مرو“ آیا اور وہ خط سلیمان بن کثیر کو دکھایا۔

سلیمان نے تمام شیعانِ بنی عباس کو جمع کیا۔ دور دور سے لوگ اس مجلس میں مجتمع ہوئے۔ ابوسلم کو سلیمان بن کثیر نے اپنے پہلو میں کھڑا کیا اور اہل مجلس سے مخاطب ہو کر کہا: ابوسلم اہل بیت میں سے ہے اس کی اطاعت کرو۔ اس کی اطاعت عین آلِ عباس کی اطاعت ہے۔“

یہ سن کر سب نے اطاعت کا اقرار کیا اور شیعانِ بنی عباس ابوسلم کے مطیع ہو گئے۔ ابوسلم و شعبان ۱۲۰ھ کو مرو آیا۔ یہاں کا نقیب ابوداؤد تھا۔ اس کو اپنے ساتھ لیا۔ ابوالحکم علی بن اعین کو یہاں کا نقیب مقرر کیا۔ آگے چلتے ہوئے

ابوداؤد کے ساتھ عمر بن العین کو طہارستان اور اضلاع بلخ کی طرف اظہارِ دعوت کے لئے روانہ کیا اور کہا رمضان المبارک میں دعوتِ خفیہ کے بجائے علانیہ اس کا اظہار کیا جائے گا تیار رہنا۔ نصر بن تمیمی اور شریک بن غفنی تمیمی کو ”سرو“ میں مقرر کیا۔ ابو عاصم عبدالرحمن بن سلیم کو طالقان بھیجا۔ ابوالجہیم بن العطیہ کو خوارزم بھیجا کہ علاء بن حریت کو جو وہاں نقیب مقرر تھے ان کو آگاہ کر دیں کہ ۲۵ رمضان کو اظہارِ دعوت ہو گا۔ اگر دشمن اہل بیت کی طرف سے کوئی حملہ یا مخالفت ہو تو قوت کے ساتھ اس کا جواب دیا جائے۔

ابو مسلم ان امور کے انتظام کے بعد سلیمان بن کثیر خزاعی کے پاس ”قریہ سفید سنج“ پہنچا اور وہیں اقامت پذیر ہو گیا۔ تمام شیعیان بنی عباس ”اظہارِ دعوت“ کا مجلے جینی سے انتظار کر رہے تھے۔ یومِ اظہارِ دعوت رمضان کی ۲۵ تاریخ ۱۲۹ھ بھی آگئی۔ ایک وسیع میدان میں ان داعیوں اور تبعین آل ہاشم کا عظیم الشان اجتماع کیا گیا۔ ابو مسلم نے مجمع کے سامنے ”الوئہ محمدی“ جن کو امام ابراہیم نے اس کے پاس آج کے دن کے لئے بھیجے تھے۔ ایک کا نام ”ظل“ تھا جو چودہ ہاتھ کا تھا اور دوسرا علم جس کو ”سحاب“ کہتے تھے، وہ تیسو ہاتھ کا تھا۔ یہ دونوں علم ابو مسلم اٹھائے ہوئے تھا۔

**ظل و سحاب** عقد ابو مسلم اللواء الذی بعثہ الیہ الامام ویدعی ظل علی  
 ریح طولہ اربعۃ عشر ذراعا و عقد الراية التي بعث بها  
 الامام ایضا ویدعی السحاب علی ریح طولہ ثلاثۃ عشر ذراعا و هما سوداوان  
 و هویتا قولہ تعالیٰ -

”جو لوگ مظلوم ہیں ان کو اجازت ہے کہ وہ  
 لڑیں ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے  
 اور بیشک خدا ان کی مدد پر قادر ہے“

اُذِّنْ لِلَّذِينَ يِقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ  
 ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ  
 نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝

لہ البایہ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۳۰



یہ آیت ابومسلم کی زبان پرورد تھی ۔

**سیاہ لباس** | بموجب حکم امام سب متبعین نے سیاہ لباس پہنا۔ شب میں چراغاں کیا اور جگہ جگہ آگ روشن کر دی گئی تاکہ دور دور روشنی دیکھ کر خرقان وغیرہ کے شیعہ اگر شریک جلسہ ہوں۔

ابومسلم نے صحاب اور ظل کی طرف اشارہ کہہ کے کہا جس طرح ”سحاب“ یعنی بادل تمام زمین کو گھیر لیتا ہے اس طرح دعوت بنی عباس سب جگہ پہنچ جائے گی اور ”ظل“ سایہ کو کہتے ہیں تو زمین پر عباسی خلیفہ کا سایہ ہمیشہ رہے گا۔  
اب قرب و جوار سے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اول اہل سقادم آئے جن کے سردار ابو الوضاح ہرمزی، عیسیٰ بن شبیل تھے۔ ان کے ساتھ نو سو پیدل اور چار سو سوار تھے اور اہل ہرمز سے سلیمان بن حسان اور ان کے بھائی یزدان بن حسان ہشیم بن یزید بن کیسان نصر بن معاویہ ابو خالد، حسن جروی محمد بن علوان آئے۔  
اہل سقادم سے ابو القاسم محمّد بن ابراہیم جو یافعی آیا جس کی ماتحتی میں ایک ہزار تین سو پیدل اور سولہ سوار تھے۔

داعیان دعوت آل عباس سے جو گروہ آتا وہ بلند آواز سے تکبیر کرتا آتا۔ جو سنتا وہ تکبیر سے جواب دیتا۔ جب کافی اجتماع جلسہ میں ہو گیا تو ابومسلم نے جماعت کو حکم دیا ”قریہ سفید سنج“ کے قلعہ کو مخالفین کے مقابلہ کے لئے مضبوط کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ یہ لوگ اس انتظام میں لگ گئے۔ اتنے میں عید الفطر آگئی تو سلیمان بن کثیر سے نماز عید پڑھوائی۔ مگر کچھ طریقے تبدیل تھے۔ اس کے بعد ابومسلم کی طرف سے عام دعوت طعام ہوئی جس میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ شریک تھا۔ اس جشن کا اثر بہت اچھا پڑا۔ روزانہ بعد نماز عصر قاسم بن مجاشع تمیمی فضاہ بنی ہاشم اور محاسب بنی امیہ بیان کیا کرتے۔

**آغاز جنگ** | ابومسلم نے محمّد بن ابراہیم کی سرکردگی میں ایک فوج مرتب کی اور مقام ”جبر سنج“ پر اس کو لگا دیا اور حکم دیا کہ خندق کھود کر

اس میں افراد لشکر کو روپوش رکھا جائے۔ اس طرف سے حاکم خراسان نصر بن سیارؓ کی رسد آئے تو اُسے روک لیا جائے اور تصرف میں لایا جائے۔ اس کے ساتھ ہی نصر سے خط و کتابت شروع کر دی۔ وہ ابو مسلم کے خط لے کر پڑھ کر برا فردختہ ہو گیا اور اپنے غلام ”یزید“ کی سرکردگی میں ایک لشکرِ عظیم اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ابو مسلم کو خبر لگی تو اُس نے مالک بن ہشیم خزاعی کو معہ فوج کثیر کے بھیجا جس نے جاتے ہی نصر کی فوج کو شکست دی اور یزید کو معہ ساتھیوں کے گرفتار کر لیا۔ ابو مسلم کے سامنے سب قیدی پیش ہوئے۔ ان میں یزید کو آزاد کر دیا اور دیگر قیدیوں کے سترن سے اُتر کر نیرہ پر پڑھا کر ان کا گشت کرایا گیا۔ یزید نصر کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا کہ اے امیر! جن سے تو مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

» یہ لوگ وقت پر باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں اور خدا کا ذکر بکثرت کرتے ہیں اور لوگوں کو اطاعتِ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتے ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے۔ میں اگر آپ کا غلام نہ ہوتا تو ان کو چھوڑ کر نہ آتا۔

**خراسان کی سیاسی حالت** | ایران پر گویوں کا تسلط تھا مگر ان میں بغاوت کے جراثیم موجود تھے جو بنی امیہ کے جبروت سے دبے رہے۔ ان میں جب کمزوری آئی تو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ علویین کے مقابلہ میں بنی عباس ہوش مند اور دُور بین تھے۔ انہوں نے دعوتِ بنی عباس کو عربی قبائل کے بجائے اہلِ خراسان میں پھیلایا جس اتفاق سے خراسان میں عینی اور مُفسری قبائل میں مسلسل جنگ ہو رہی تھی۔ ایک کا

ایک دشمن اور خون کا پیاسا بنا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں امام ابراہیم نے ایک خراسانی کو اہل خراسان پر سردار بنا کر بھیجا اور اس کو اپنا اہل بیت قرار دیا۔ ابو مسلم اپنے قبیلہ کے حالات سے واقف تھا۔ اس نے دعوتِ بنی عباس کو ٹھوڑے ہی دنوں میں تمام خراسان میں پھیلادیا۔

مسٹر اے ایچ پامر لکھتا ہے :-

”ابو مسلم بڑا عقلمند اور اولوالعزم بہادر سپاہی تھا“

جب یہ تحریک عام ہو گئی تو اُس نے حکومت سے ٹکر لینے کی ٹھانی چنانچہ نصر بن سيار کی فوج سے مقابلہ کیا اور فتح مند ہوا۔ اُس نے مرو فتح کرنے کے لئے حازم بن خزیمہ کو بھیجا۔ حازم نے حاکم مرو پر حملہ کر کے اس کی فوج کو بھگا دیا۔ اور اس کو قتل کیا اور مرو پر قابض ہو گیا۔ نصر بن جنبل کو تسخیرِ ہرات کے لئے بھیج دیا۔ وہاں عیسیٰ بن عقیل حاکم تھا۔ نصر نے اس کو بھی نکال باہر کیا اور ہرات پر قبضہ جمایا۔

ابن کرمانی و نصر بن سيار | ادھر ابن کرمانی جو سردار قبیلہ مُضر تھا اس کی نصر سے جنگ چھڑ گئی تو ابن کرمانی کو ابولم نے کانٹھ لیا اور فوجی مدد دی۔ چنانچہ نصر کو شکست اٹھانا پڑی۔

نصر اور خلیفہ مروان | یہاں جو واقعات پیش آئے تھے نصر نے خلیفہ مروان کو ان کی اطلاع دی اور عریفہ میں چند شعر لکھے

اس میں یہ شعر بھی تھا :-

فقلت من التعجب لیت شعری | أیقظان أُمّیة ام نیام  
”میں نے تعجب سے کہا کہ کاش مجھے اس کا علم ہو جاتا کہ بنی اُمیہ جاگتے ہیں یا سوتے“  
مروان نے خط کا جواب صرف یہ دیا۔

۱۔ ہادون الرشید از مسٹر اے ایچ پامر ایم اے پروفیسر عربی یونیورسٹی آف کبیرج انگلستان ۲۔ ابیاد و النہایہ الجہاگر ۳۔

ان الشاہدیری مالا یری الغائب ”حاضر جو دیکھتا ہے وہ غائب نہیں دیکھتا“ مطلب یہ ہے کہ مجھ کو ملک شام کے واقعات سے ہی فرصت نہیں خراسان کی کیا فکر کروں۔ نصر بن سیار یہ جواب سن کر سخت مایوس ہوا تو یزید بن عمر بن ہبیرہ جو دولت مروانیہ کی طرف سے فادس کا حاکم تھا۔ اس کو معاونت کے لئے خط لکھا اس نے بھی مدد دینے سے انکار کر دیا۔

نصر کی موت اور ابو مسلم کا خراسان پر قبضہ | نصر نے موقع پا کر خراسان سے اپنی پھر رے اور جرجان گیا۔ صعوبت سفر سے بیمار پڑا اور مر گیا۔ میدان خالی پا کر ابو مسلم نے خراسان پر قبضہ کر لیا۔

سال ۱۱۱ھ میں امام ابراہیم نے قطیبہ بن شیب کو ابو مسلم کے پاس خراسان بھیجا۔ قطیبہ خراسان پہنچا تو اس کو ابو مسلم نے مقدمہ لشکر پر مقرر کیا اور دوسرے لشکر اس کی ماتحتی میں دیدیئے اور خالد بن عثمان کو فوج کا سپہ سالار بنایا۔

خراسان کا انتظام | قضا کا عہدہ قاسم بن مجاشع کو دیا گیا۔ دیوان کامل بن مظفر بنایا گیا۔ بادہ نقیب جو امام کے مقرر کردہ تھے ان کی مجلس شورٰی بنائی گئی۔ ان میں سلیمان بن کثیر ابو منصور کا مرتبہ فائق تھا۔ یہ لوگ بڑے پایہ کے عالم تھے۔ ابو مسلم تمام کام اُن کے مشورہ سے کرتا تھا اور ان کے چار چار ہزار درہم مقرر کر دیئے تھے۔ شہر کے انتظام کے بعد ابو مسلم نے قطیبہ کو جرجان طوس، عراق، عجم کی فتوحات کے لئے روانہ کیا۔

قطیبہ کے ساتھ اسید بن عبداللہ خزاعی، خالد بن برمک ابو عون عبدالملک بن یزید موسٰی بن کعب مرائی، حبیب بن زہیر، عبدالجبار بن عبدالرحمن اندوی تھے۔ جب لشکر روانہ ہوا تو قطیبہ کے ہمراہیوں کے سامنے یہ تقریر کی۔  
”اے اہل خراسان یہ شہر جن کو تم فتح کرتے جاتے ہو تمہارے باپ دادا

کے تھے اور وہ چونکہ عدل و انصاف کرتے تھے اس وجہ سے اپنے  
 دشمنوں پر غالب رہتے تھے۔ مگر جب انہوں نے اپنی حالت بدلی  
 اور ظلم کرنے لگے تو خدا اُن سے ناراض ہوا اور اُن سے بادشاہت  
 چھین لی اور اس قوم کو جو بادیہ نشین اور سب میں کمزور تھے تم پر غالب  
 کر دیا۔ اُس نے تمہاری عورتوں سے نکاح کئے۔ تمہاری اولاد کو  
 غلام بنایا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر یہ قوم عدل و انصاف کرتی تھی مظلوم  
 کی فریاد سنی کرتی تھی، اپنے عہد کو پورا کرتی تھی اس کے بعد اسی  
 قوم نے یہ کیا کہ ظلم کرنے لگی اور احکامِ خداوندی کو بدل دیا اور  
 جو نیک اور متقی لوگ تھے ان پر ظلم کیا خصوصاً عترتِ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم پر، ان کی جب یہ حالت ہوئی تو تم کو ان پر مستط کر دیا تاکہ  
 تمہارے ذریعہ سے ان کا بدلہ لیا جائے اور تمہارے ذریعے وہ لوگ  
 عذاب میں مبتلا ہو جائیں کیونکہ تم تو ان ظلموں کا بدلہ لینے کے لئے  
 تیار ہوئے ہو“

اور امام ابراہیم نے تم سے نہایت وثوق سے فرمایا ہے اور وعدہ  
 کیا ہے کہ اگر تم جمعیت کے ساتھ ان لوگوں سے مقابلہ کرو گے تو  
 ضرور خدا تمہاری مدد کرے گا اور تم ان ظالموں کو بھگا دو گے  
 اور قتل کرو گے“ لے

اس کے بعد ہی ابو مسلم کا خط قحطیہ کے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ  
 ”تم اپنے دشمن کا پورے طور سے مقابلہ کرو خدا تمہارا مددگار  
 ہے اور جب تم غالب ہو جاؤ تو ان لوگوں کو قتل کرنے میں  
 دگرزد نہ کرنا“ لے

لے طبری جلد ۹ ص ۱۱۰ :۔ لے ایضاً۔

جہرجان | قحطیہ نے ذی الحجہ ۱۲ھ میں جرجان کے قریب ایک قریہ پر حملہ کر دیا۔ مینہ چرسن بن قحطیہ اور میسرہ پر خالد بن برمک اور مقابل بن حکیم تھے۔ مقابلہ پر حاکم بنانہ تھا جس کی دس ہزار فوج کام آئی۔ بنانہ قتل ہوا۔ اس کا سر ابو مسلم کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس کامیابی کے بعد قحطیہ جرجان پر حملہ آور ہوا۔ وہاں کے تیس ہزار آدمی مارے گئے اور جرجان کی فتح اور اس پر قبضہ ہوئی خبر یزید بن عمرو بن ہبیرہ کو پہنچی تو اس نے عامر بن یسار اور اپنے بیٹے داؤد کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ قحطیہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اصفہان کے قریب ”جنی“ کے مقام پر مقابلہ ہوا۔ قحطیہ کے پاس بیس ہزار فوج تھی۔ عامر کے پاس ڈیڑھ لاکھ قحطیہ نے اول قرآن شریعت نیزوں پر قائم کئے اور آواز دی ۲۷ اہل شام ہم تم کو کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے گالیاں بکلیں۔ قحطیہ نے مقابل بن مالک العلی ابو حفص مہلبی کو ہتھ بول دینے کا حکم دیا۔ معمولی جھڑپ پر اہل شام بھاگ نکلے۔ ”داؤد“ کے پیر اکھڑ گئے۔ عامر لڑتے لڑتے مارا گیا۔ سردار کے مرتے ہی لشکریوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ بہت کچھ سامان قحطیہ کے ہاتھ آیا۔ اس کامیابی کی خبر قحطیہ نے حسن کو بھیجی اور خود بھی آموجد ہوا۔

اس کے بعد نہاوند پر حملہ کر دیا گیا اور فتح پائی اور نصر بن سیار کے ساتھ جو خراسانی یہاں آگئے تھے وہ سب قتل کر دیئے گئے۔ داؤد، یزید بن عمرو کے پاس شکست خوردہ پہنچا۔ اس نے عظیم الشان لشکر عراق سے جمع کیا۔ خلیفہ مروان کو ان حالات کی خبر ہوئی۔ اس نے فوج کو بڑھانا شروع کر دیا جس نے ”دے“ ہمدان شہر نہر تک فتح کر لئے۔ اب باپ بیٹوں نے عراق کی طرف پیش قدمی کی۔

مروان کی طرف سے یزید بن عمرو بن ہبیرہ وہاں کا امیر تھا۔ اس نے کوفہ

۱۔ تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۹۷



سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر دریائے فرات کے مغربی ساحل پر مقابلہ کیا۔ کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ اسی اثناء میں قحطیہ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا حسن امیر الجیش مقرر ہوا۔

قحطیہ مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ جب کوفہ میں پہنچو تو تمام معاملات کو وہاں کے قائم الامرا ابوسلمہ خلال کے سپرد کر دینا اور اس کی اطاعت کرنا کیونکہ وہ وزیر آل محمد ہے۔

یزید بن عمر ولین ہبیر نے متعدد لڑائیوں کے بعد شکست کھاٹی اور واسطہ کی طرف چلا گیا۔ حسن فوج کے ساتھ محرم ۳۲ھ میں کوفہ میں جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوا اور اپنے باپ قحطیہ کی وصیت کے مطابق امارت ابوسلمہ کے حوالے کر دی۔ ابوسلمہ نے حسن کو معدیگر رو سائے عسکر کے واسطے کیطن یزید بن عمر ولین ہبیرہ کے تعاقب میں بھیجا۔ مدائن کی جانب حمید ابن قحطیہ کو اور دیریتی کی طرف مسیب بن نہیر اور خالد بن برمک کو عین التمر اور بسام کو ”اہواز“ کی طرف فوجیں دے کر روانہ کیا۔

عراق اور خراسان کی یہ واقعات پیش آرہے تھے اور بنی امیہ شام میں خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ اس کے علاوہ دعوت بنی عباس سے بھی بے خبری تھی۔ ابوسلمہ تمام واقعات کی اطلاع امام ابراہیم کی خدمت میں بھیجتا رہتا تھا۔ وہاں سے احکام بھی آتے رہتے تھے۔ نصر بن سیار نے ابوسلمہ کی فتوحات اور ترقی کی خلیفہ مردان کو اطلاع کر دی تھی جس کا ذکر آچکا ہے۔

مروان کو اس وقت توسیع دعوت بنی عباس کا علم ہوا جبکہ ابوسلمہ کا خط امام کے نام قاعدے جا رہا تھا۔ راہ میں قاصد پکڑا گیا۔ مردان نے قاعدے سے کہا کہ اس کا جواب مجھ کو دکھانا یہ رقم دی جاتی ہے۔

افشاے راز امام ابراہیم کا خط ابوسلمہ کے عرضیہ کے جواب میں تھا جو قاصد نے مروان الحمار کو دے دیا۔

”امام ابراہیم نے تحریر فرمایا تھا کہ ابوسلم تم کو مافی اور نصر سے ابھی تک فارغ نہیں ہوئے۔ تم ہماری دولت کے حصول کے لئے جان توڑ کوشش کرو اور نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے کام لو۔ اور موقع ہاتھ آئے تو خراسان میں کوئی عربی بولنے والا زندہ نہ چھوڑنا۔“

خط پڑھ کر مروان کی آنکھ کھلی کی کھلی رہ گئی اور نصر بن سہبار کی تحریر کی توثیق اب پرے طور سے ہو گئی۔ اس نے ولید بن معاویہ بن عبد الملک کو جو دمشق کا گورنر تھا ایک فرمان بھیجا کہ تم عامل بلقاء کو ہدایت کرو کہ مومن حمیمہ میں ابراہیم عباسی کو فوراً گرفتار کرے اور ان کو بہت ہوشیاری سے ہمارے پاس بھیج دے۔

**امام کی گرفتاری** | طبری میں ہے کہ ولید بن مروان کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ چنانچہ امام ابراہیم مسجد میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ عامل بلقاء نے آکر گھیر لیا اور نمازیوں سے پوچھا۔ تم میں ابراہیم کون ہے؟ لوگوں نے امام کی طرف اشارہ کیا۔ فوراً آپ کو زبردستی لے لیا گیا۔

**جانشینی** | امام شام کی طرف لے جاٹے گئے۔ ان کے ساتھ آل عباس میں سے جس قدر حمیمہ میں اقامت پذیر تھے ان کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا۔ اب تم لوگ کوفے چلے جاؤ اور میں نے اپنے بھائی ابوالعباس عبداللہ بن امام محمد کو اپنا خلیفہ اور جانشین اقامت کیا۔ تم سب کو ان کی اطاعت میری طرح کرنا واجب ہے۔ ابوالعباس کو گلے سے لگایا اور کچھ ہدایتیں کیں اور عامل بلقاء سے فرمایا۔ اب جہاں چاہو لے چلو۔

چنانچہ ابوالعباس امام سے رخصت ہو کر عبداللہ بن محمد، المنصور داؤد بن علی عیسیٰ بن علی، صالح بن علی، اسماعیل بن علی، عبداللہ بن علی، عبدالصمد بن علی، یحییٰ بن محمد، عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی، عبدالوہاب بن ابراہیم، محمد بن ابراہیم،

موسیٰ بن داؤد بن علی یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس ابن عبد المطلب ہاشمی و دیگر اہل خاندان کو ہمراہ لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔

امام ابراہیم کو مروان الحمار کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس نے آپ کو حراں کے قید خانہ میں بھجوا دیا۔ قید خانہ میں شراحیل بن مسلم بن عبد الملک بھی قید تھے۔ امام سے ان کے تعلقات بہت بڑھ گئے۔

**شہادت** ایک روز شراحیل کے آنے میں دیر ہوئی تو ایک شخص آیا اور اس نے امام سے کہا شراحیل نے یہ دودھ آپ کے لئے بھیجا ہے۔ امام نے دودھ اس سے لے کر پی لیا۔ اتنے میں شراحیل آ گئے۔ امام نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ میں نے دودھ نہیں بھیجا تھا۔ یہ آپ کے ساتھ دھوکہ کیا گیا۔ چنانچہ دستوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اسی شب میں امام نے رحلت فرمائی۔ یہ واقعہ ۳۲ھ کا ہے۔

**فتنہ ابوسلم** ابوسلم کو کوفہ میں امام کے شہید ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو اُس نے اس واقعہ پر پردہ ڈالنے لکھا۔ ابوسلم دل میں آل ابوطالب کا طرفدار تھا۔ آل عباس سے تقیہ کئے ہوئے رہتا تھا۔

**امام کی سیرت** امام ابراہیمؑ نے پچاس سال کی عمر میں شہادت پائی۔ اُن کی والدہ کا نام سلمیٰ تھا۔ ۳۵ھ

امام عابد، زابد، خلیق، ملنسار اور سخاوت میں شہرہ آفاق تھے۔ حکومت بنی عباس کی بنیاد ان ہی کے ہاتھوں پڑی۔ ان کی بساط سیاست کے مہرے ابوسلم ابوسلم خراسانی، خالد بن برمک، سلیمان بن کثیر سے لوگ تھے۔ ان سب نے امام کی ہدایت پر عمل کر کے حکومت بنی امیہ کا تختہ الٹ دیا۔ نقیبوں میں زیادہ ہوشیار و بکیر بن مایان تھا اور بنی عباس کا وفادار۔ ابوسلم خراسانی اور

۱۵۸ ۳۵ھ ایضاً ۵۳

ابو سلمہ موقع شناس تھا۔

**مشریب** | ابراہیم بن علی بن سلمہ قرشی نے امام کا مشربہ لکھا۔ امام کا منراہ حران میں ہے۔

”میں خیال کرتا تھا کہ میں بہت چُست و چالاک ہوں مگر مجھ کو اس قبر نے جو مقام حران میں ہے کُست کر دیا جس میں دین کی حفاظت کرنے والا ٹخن ہے۔ اس قبر میں امام ہیں جو تمام انسانوں سے بہتر ہیں جو تختوں اور پتھروں اور مٹی کے نیچے ہیں۔ اس قبر میں وہ امام ہیں کہ ان کی مصیبت عام ہو گئی ہے اور آپ کی موت نے ہر مالدار اور مسکین کو یتیم کر دیا ہے۔ پس خدا معاف نہ کرے مروان کے اہل ظلم کو لیکن خدا اس کو معاف کرے جس نے میری اس دُعا پر آمین کہی“

قد كنت اذ سبني جلد، افضعضني  
قبر بحران فيه عصمة الدين  
فيه الامام ونحو الناس كلهم  
بين المصفايح والاحجار والطين  
فيه الامام الذي عمت مصيبته  
وعملت كل ذي مال ومسكين  
فلا عفا الله من مروان مظلمته  
لكن عفا الله عن قال اميين

## تعلیفہ ابی العباس السفاح

ابو العباس عبداللہ السفاح بن امام محمد بن امام علی بن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، والدہ ماجدہ قبیلہ بنی حارث سے تھیں جن کا اسم گرامی ”دبیطہ“ تھا۔ شہ میں حمیمہ میں ولادت ہوئی۔ تفصیل پہلے آچکی ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۱۵۰

نسب نامہ والدہ سفاح | اربط بنت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عبد الممدان بن  
ربان بن قطن بن زیاد بن حارث بن مالک

بن ربیعہ حارثی۔

عبد الممدان کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

هو من اشراف العالم والکبر عبد الممدان شرفاء زمانہ اور بزرگ آدمیوں  
الدنیا۔ میں سے تھا۔

سفاح۔ نے حدیث اپنے بھائی امام ابراہیم سے پڑھی اور اُن سے ان کے  
تعلیم | عم علی بن علی نے علم حدیث پڑھا۔

ابو العباس عالم، محدث، فقیہ، قاری، سخی، دلیر، حسین و جمیل شخص تھا۔  
کان السفاح اسخی الناس سفاح بہت سخی آدمی تھا۔

مصنف الفخری ابو العباس کی طرح میں لکھتا ہے۔

کان کسباً حلیماً وفوراً عاقلًا کثیر الحیاء حسن الاخلاق۔

سفاح امام ابراہیم کے دعوت بنی عباس میں مشیر تھا۔ امام نے ان کو ہی اپنا  
جانشین بنایا تھا۔ حمیمہ سے ابو العباس مع اہل خاندان کوفہ سے روانہ ہوئے۔  
امام ابراہیم گرفتار کر کے شام لے جائے گئے۔ دومۃ الجندل پر داؤد بن علی اور  
موسیٰ بن داؤد عراق سے شراۃ جاتے ہوئے ابو العباس سے ملاتی ہوئے تو  
داؤد نے پوچھا حضرت کہاں کا قصد ہے؟

ابو العباس نے کہا کوفہ کا اور تمام واقعہ جو گزرا تھا بیان کیا اور کہا۔

انشاء اللہ میں کوفہ پر قبضہ کروں گا۔ داؤد بن علی نے عرض کیا کوفہ نہ جائیے۔  
کیونکہ مروان بن محمد اموی حران میں مقیم ہے اور یزید بن عمر بن ہبسیہ عراق میں فرکشی  
ہے جو کوفہ سے قریب ہے۔ اگر ان لوگوں کو حال معلوم ہو گیا تو وہ آپ کے

المعارف لابن قتیبة الیرودی ص ۱۶۳ لے تاریخ الخلفاء ص ۱۰۰

اہلِ خاندان کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیں گے۔  
ابوالعباس نے کہا۔

من احب الحیوۃ ذل۔ بقول الاعشى  
فما میتة ان مٹھا غیور عاجز  
بعمار اذا ما غالت النفس غولھا  
”جس نے زندگی کو دوست کہا ذلیل ہوا۔“  
”میں اس موت کو موت نہیں سمجھتا جو  
بہادری کے ساتھ ہو اور نہ عارضِ وقت  
جانِ خطرہ اور ہلاکت میں پڑے۔“

مطلب یہ ہے کہ شجاعت کے ساتھ مرنا مرنا نہیں ہے بلکہ اصل میں جس موت سے  
پناہ مانگی جاتی ہے وہ ذلت کی موت ہے۔

یہ سن کر داؤد نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ واللہ! تمہارے  
ابن عم نے سچ کہا لہذا تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ اگر زندہ رہیں تو عزت کے ساتھ  
زندہ رہیں اور اگر مریں تو عزت کے ساتھ مریں گے۔

سفاح کا ورود کوفہ میں | غرض کہ یہ جملہ حضرات آلِ عباس کو فہ پہنچے تو  
ابو مسلم و زہیر آلِ محمد نے ان کو ولید بن سعد

مولیٰ بنی ہاشم کے مکان پر بٹھرایا جو کوفہ سے کچھ دور تھا۔ ابو مسلم نے اہل کوفہ  
کو چالیس دن تک ابو العباس کے آنے کی اطلاع نہیں کی اور نہ امام ابراہیم  
کی شہادت کی خبر کی۔ ابوالجہم ابوسلمہ سے کبھی ابو العباس کے لئے پوچھتا کہ امام  
کا حال کیا ہے؟ تو وہ کہہ دیتا کہ ابھی امام کے ظہور کا وقت نہیں آیا ہے۔

سائرش | ابوسلمہ کو آلِ عباس سے زیادہ آلِ ابی طالب سے لگاؤ تھا  
اس نے خفیہ طور سے خط لکھے اور حضراتِ ذیل کے نام روانہ

کئے اور قاصد سے کہا پہلے امام جعفر صادق کے پاس جانا جب وہ انکار کر دیں  
تو عبداللہ محض کے پاس پھر عمر بن علی سے جا کر ملنا۔ خط میں یہ لکھا تھا۔

لہ طبری جلد ۹ ص ۳۳ (طبع حینیہ مصر)



”آپ تشریف لائیں یہاں کوفہ میں سب لوگ آپ کی بیعت کے لئے تیار ہیں“

قاصد امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس خط کو ملاحظہ کر کے چراغ کی لو پر دکھ دیا اور قاصد سے فرمایا ابوسلمہ سے کہنا یہی جواب ہے۔ قاصد یہاں کا نقشہ دیکھ کر عبد اللہ محض کے پاس گیا۔ عبد اللہ اس خط کو لے کر امام جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے اور خط دکھا کر عرض کیا کہ بیعت خلافت کے لئے ابوسلمہ مجھ کو بلاتا ہے اور ہمارے شیعان خراسان اس کے زہر اثر میں ہیں۔ امام نے فرمایا اے عبد اللہ! آپ کے شیعہ کون لوگ ہیں؟ کیا آپ نے ہی ابوسلمہ مروزی کو خراسان میں اپنا نقیب مقرر کیا ہے؟ کیا آپ ہی نے اپنے شیعوں کو سیاہ لباس تجویز کیا ہے یا آپ ان میں سے کسی کو جانتے ہیں؟

عبد اللہ نے جواب دیا کہ میں تو کسی کو نہیں جانتا، مگر اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ خلافت آل علی میں ہو۔ امام نے فرمایا جبکہ آپ کسی کو جانتے نہیں تو وہ آپ کے شیعہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ عبد اللہ بولے آپ کے دل میں خلافت کی خواہش ہے۔ اس وجہ سے آپ پسند نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ مجھے حاصل ہو۔

امام نے جواب دیا۔ مجھ سے خود خواہش کی گئی۔ پہلے میرے پاس ابوسلمہ کا خط آیا جس کو میں نے نذیر آتش کیا۔ اس کے بعد قاصد ہمارے پاس پہنچا۔ تم سے تعلق خاطر ہے اس لئے صحیح مشورہ دے رہا ہوں۔ یہ دولت تو آل عباس کے لئے ہے آل ابوطالب کے لئے نہیں ہے۔

ابو جہیم کو فی امام ابوالعباس کی فکر میں تھا۔ اثنائے راہ میں ابو حمید سے ملا اس کو بھی امام کی آمد کا علم نہ تھا۔ عباسی خاندان کے غلام سے اتفاقیہ ابو حمید کی

ملاقات ہوگئی تو اس سے ابو العباس کے درود کو فہ اور امام ابراہیم کے شہید ہونے کا واقعہ معلوم ہوا۔ اسی وقت غلام کے ساتھ ساتھ ابو حمید ابو العباس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بطریق آداب خلافت ابو حمید نے سلام کیا اور امام کے ہاتھ پیر چومے یہاں سے واپس ہو کر ابو حمید اور ابراہیم بن سلمہ نے موسیٰ بن کعب سے اس کے گھر جا کر ملاقات کی اور امام ابو العباس کی آمد کی اطلاع کی۔ موسیٰ بن کعب نے دو سو دینار اپنے آدمی کے ہاتھ اسی وقت امام کے پاس بھیج دیئے اور دوسرے دن ابراہیم بن سلمہ اور متذکرہ بالا حضرات پھر موسیٰ بن کعب کے پاس پہنچے۔ یہاں ابو حمید ربیع، سلمہ بن محمد، عبداللہ طائی، اسحاق بن ابراہیم شراحیل، عبداللہ بن بسام جو جان نثار بن آل عباس سے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر باہمی مشورہ کے بعد امام ابو العباس کے پاس حاضر ہوئے۔ یہاں سے لوٹ کر لشکر میں آئے۔ ابو سلمہ کو یہ خبر لگ گئی۔ وہ گھبرا گیا اور امام کے پاس جانے لگا۔ ابو الجہیم نے ابو حمید کو اطلاع کر دی کہ اس کو تنہا جانے نہ دیا جائے اپنا کوئی آدمی ساتھ لے ہنا چاہیئے۔ اگر وہ بیعت کرے تو اچھا ورنہ اس کو قتل کر دینا چاہیئے۔

ابو سلمہ ابو العباس کے پاس پہنچا اور بطریق خلافت سلام کیا۔ چاہوسی کرتا رہا۔ امام نے ابو سلمہ کو حکم دیا کہ تم اپنے لشکر میں جاؤ اور میری آمد کی ان لوگوں کو خبر کر دو۔ ابو سلمہ غلال لشکر میں لوٹا۔ صبح ہی سے تمام فوج نے ہتھیار لگانے شروع کر دیئے اور امام ابو العباس کی آمد اور استقبال کے لئے تیار ہی کی۔ ابو العباس پر وزن پر سواہ ہوئے اور دیگر حضرات اہل بیت ہمراہ رکاب تھے۔ یہ جلوس نہایت حرمت و شان سے دارالامارت کو فروانہ ہوا۔

تخت پر جلوس ۱۲ ریح الثانی ۱۳۲ھ کو دارالامارت میں امام نے قدم رکھا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ ابو العباس نے تخت پر جلوس فرمایا۔ تمام فوج کی سلامی قبول کی۔ تھوڑے عرصہ بعد جامع مسجد میں خدم و حشم کے ساتھ نماز کے لئے گئے۔ نماز جمعہ خود پڑھائی۔ پہلے نہایت خضوع و خشوع سے

خطبہ پڑھا۔ پھر نماز کے بعد ممبر پر جا کر یہ خطبہ دیا۔

## خطبہ

ہر طرح کی ستائش اس کے لئے ہے جس نے اپنے لئے اسلام کو برگزیدہ کیا اور اس کو مکرم و مشرف اور معظم کیا اور ہمارے لئے اس کو منتخب فرمایا۔ پس اس کو ہماری ہی ذات سے حیات دائمی دی اور ہم کو اس کا اہل اور معدن اور قلعہ بنایا۔ اور یہ ساری قوتیں ہماری اسی سے ہیں اور ہم کو اس کا محافظ و ناصر بنایا۔ پس ہم نے اپنی ذات پر تقویٰ کو واجب کر لیا اور اصل یہ ہے کہ اس نے ہم کو اس کا مستحق اور اہل بنایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت و عزیز داری سے مخصوص کیا ہے اور ہم کو ہمارے آبائے پیدا کیا اور ہم کو آپ ہی کے شجرۃ النسب اور آپ ہی کے عودِ نسل سے متفرع و منشعب کیا۔ اور ان کو اللہ جل شانہ نے ہماری ہی ذاتوں سے ان امور پر غالب کیا جو ہم کو فساد میں ڈالے ہوئے تھے۔ وہ ہمارے نفع رسانی پر حریص اور مومنین پر مدد و رحیم تھے اور ہم کو اسلام اور اہل اسلام میں رفیع الشان کیا اور آپ ہی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اہل اسلام پر ایک کتاب نازل فرمائی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ منجملہ اس کے کہ اس نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا ہے۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ اہل بیت سے پلیدی و دور کیا چاہتا ہے اور ان کو ظاہر و اطرینائے گا۔“

پھر ارشاد فرماتا ہے ”جو مال غنیمت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دے اُس میں سے اللہ اور رسول اور ان کے اعزہ و اقارب کے لئے ہے۔“

پھر ارشاد فرماتا ہے اور تم لوگ جان لکھو کہ تم کو جو مال غنیمت حاصل ہو تو بلا شک اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور رسول اور اُس کے قرابت والوں اور یتیموں کے لئے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہماری فضیلت سے مسلمانوں کو آگاہ فرمادیا اور اُن پر ہمارے حقوق اور محبت واجب کر دی اور محض ہماری بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے مال غنیمت میں ہمارا حصہ مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بزرگی و عظمت والا ہے۔ شامی گمراہوں نے یہ سمجھ لکھا تھا کہ ہمارے سوا اور کوئی ریاست و سیاست و خلافت کا مستحق نہیں ہے۔ پس ان کے چہرے خاک آلود ہو گئے اور اے حاضرین اللہ تعالیٰ نے ہماری ذات سے گمراہی کے بعد آدمیوں کو ہدایت دی اور نابینائی کے بعد بینا کیا اور ہلاکت کے بعد بچایا اور ہماری ہی وجہ سے حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرمایا اور جو فساد ان میں پیدا ہو گیا تھا اس کی ہماری ذات سے اصلاح کر دی اور ان کی عاداتِ ذلیلہ کو دور اور نقصانات کو پورا فرمادیا اور تفرقہ و اختلافات کو ایسا دفع کیا کہ دشمن کے بعد دنیا میں اہل جود و سلف و احسان رہیں گے اور آخرت میں بھائیوں کی طرح سختوں پر ایک دوسرے کے دو برو بیٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت و شفقت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امر کو منکشف کر دیا تھا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی اور ان لوگوں کا کام شوریٰ سے ہوتا تھا تو وہ لوگ موادیثِ رحم پر حاوی ہو گئے اور اس میں انہوں نے انصاف سے کام لیا۔ ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ اور اس کو اس پر قائم رکھا جس کا جو حق تھا اس کو وہ دیا اور اس سے وہ خود ذاتاً منتفع نہ ہوئے۔ بعد ازاں بنو حرب (امیر معاویہ کی طرف اشارہ ہے) اور

نومردان کو دھڑے اور ان لوگوں نے اس پر مطلق توجہ نہ کی اور اس کو اپنا موروثی مال سمجھ کے خوب تصرف کیا اور اس کے حاصل کرنے میں غلامد جود اور نا انصافی سے بھی کام لیا اور لوگوں کو اس تدرست یا کہ ان کا جی اکٹا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں سے اس کا انتقام ان سے لیا اور ہمارے حقوق ہم پر لوٹا دیئے۔ اور ہماری وجہ سے ہمارے گروہ کی تلافی مانات کر دی اور ہماری امداد اور استحکام حکومت کا آپ خود متولی ہو گیا تاکہ ہماری ذات سے ان لوگوں پر اپنا احسان کرے جو دنیا میں ضعیف و ناتواں ہو رہے ہیں اور ہماری ہی ذات پر اس کو ختم کیا جیسا کہ ہم سے اس کی ابتدا کی تھی۔ ہمیں امید کرتا ہوں کہ آئندہ تم پر کسی قسم کا ظلم نہ ہو گا۔ کیونکہ تمہاری بہتری کا زمانہ آگیا ہے اور نہ تم فتنہ و فساد میں پڑو گے۔ کیونکہ تمہارا مصلح و مدبر تم میں آگیا ہے اور اصل یہ ہے کہ ہم اہل بیت کو اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ اے اہل کوفہ! تم لوگ ہماری محبت کے مقام اور ہماری مؤذنت کے مکان ہو تم ہی ایک ایسے ہو کہ اس سے اس وقت تک نہ پھرے اور نہ ظالموں کا ظلم تم کو اس سے پھیر سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ پایا اور ہمارے ظلِ عاطفت اور سایہ دولت میں آگئے۔ پس تم لوگ ہماری بدولت کل آدمیوں سے خوش نصیب اور ہمارے نزدیک سبھوں سے اکرم و افضل ہو۔ میں اس سلسلہ میں تمہارے وظائف میں شوشور ہم کا اضافہ کرتا ہوں۔

”آگاہ ہو جاؤ کہ میں ”سفاح“ خونریز اور بڑے زور شور سے بدلا لینے والا ہوں۔“

سفاح اس قدر خطبہ دینے کے بعد چونکہ پہلے ہی سے بتلائے تپ درو تھا، شدت تکلیف سے بیٹھ گیا اور اس کا چچا داؤد بجائے اس کے ممبر پر چڑھ

کے خطبہ دینے لگا جس کا ترجمہ یہ ہے :-

”جمیع ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے دشمن کو ہلاک کیا اور ہم کو ہماری میراث جو ہمارے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی تھی مرحمت فرمائی۔ اے لوگو! اب دنیا کی تارکیاں دفع ہو گئیں اور اُس کے پردے کھل گئے۔ زمین و آسمان روشن ہو گئے۔ آفتاب و ماہتاب اپنے اپنے مواقع سے نکل آئے اور قوس کو اس کے بنانے والے نے لے لیا اور تیر جہاں سے نکلتا تھا پھر وہیں لوٹ آیا اور حق اپنے منبع میں تمہارے نبی کے اہل بیت میں واپس آیا جو تم پر مہربان و رحیم ہے۔“

اے لوگو! واللہ ہم لوگ اس حکومت کے حاصل کرنے کو نہیں نکلے کہ ہماری ثروت و دولت بڑھے اور بڑی بڑی نہریں کھودیں اور محل بنائیں بلکہ اس وجہ سے ہم نے خرچ کیا ہے کہ انہوں نے ہمارے حقوق چھین لئے ہیں اور ہمارے چچا کے لڑکوں کو ستایا ہے۔ ساتھ ہی تم پر بھی انہوں نے ظلم کیا اور نا عاقبت اندیشی سے تم پر حکومت کر رہے تھے اور ہم خاموشی کی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہے تھے، حالانکہ بنو امیہ کا یہ برتاؤ کہ تم لوگوں سے وہ کچھ اخلاقی سے پیش آتے اور تم کو ذلیل سمجھتے اور تمہارے مال غنیمت اور صدقات کو دبا لیتے تھے، ہم کو سخت ناگوار اور شاق گزرا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ ہم تم میں وہی احکام جاری کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں اور تمہارے تقاضا یا درخواست میں کتاب اللہ پر عملدرآمد کریں گے اور کیا عام کیا خاص سبھوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا برتاؤ کریں گے۔ سرے تباہ ہوئے بنی حرب بن امیہ اور بنی مروان انہوں نے اپنی اس قلیل مدت خلافت میں مقاصد دنیاوی کو مطالب اغروی پر مقدم کر دیا اور اس دایرہ فانی کو دایرہ باقی پر۔ پس وہ اُن امور کے مرتکب ہوئے

جن کا کرنا اُن کو مباح نہ تھا۔ انہوں نے خلقِ اللہ پر ظلم کیا۔ محرماتِ شرعی کو جائز رکھا، جرائم کو پھیلادیا۔ اللہ کے بندوں اور ملک میں اپنی عادت اور طریقہ کے مطابق ظلم سے کام لیا۔ معاصی کی طلب میں نکلے اور گمراہی کے میدان میں اللہ کے استدرج اور اس کے انتقام سے بے خوف ہو کے جہت سے دور پڑے۔ پس اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر شب و شب آگیا اور وہ سو ہی رہے تھے۔ صبح ہوئی تو اسی غم میں مبتلا تھے اور ان کی قوت منتشر ہو گئی تھی۔ دوری ہو رحمتِ الہی سے قومِ ظالمین کو۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو مروان کے بیچہ غضب سے نکالا اس کو اس کا غرور دھوکے میں ڈالے ہوئے تھا۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کی سرکوبی کی طرف توجہ کی تا آنکہ خود منہ کے بل گر پڑا۔ چونکہ اس دشمنِ خدا نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اس پر کوئی قادر نہ ہوگا اس وجہ سے اُس نے اپنے گروہ کو پکارا۔ اپنے شیطانی لشکر کو جمع کیا اور سواروں کو ادھر ادھر پھیلا یا۔ لیکن اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں اللہ کے عذاب اور انتقام کو مجتمع پایا جس نے اس سے اس کے افعال ناشائستہ و حرکات ناپسندیدہ کا انتقام لیا اور برائی کا بار اسی کی گردن پر ڈال دیا۔ ہماری عزت اور ہمارے شرف کو زندہ کر کے ہمارے حق اور وراثت کو ہماری طرف واپس کر دیا۔ اے لوگو! امیر المؤمنین، اللہ تعالیٰ ان کی بہت بڑی مدد کرے، بعد ازاں نماز پھر ممبر پر اس وجہ سے چڑھ گئے تھے کہ کلامِ جمعہ غیر جمعہ کے کلام سے مل جل نہ جائے اور انہوں نے اس کلام کو شدتِ تپ و اعضا شکنی کی وجہ سے ناتمام چھوڑا۔ دُعا کرتے جاؤ کہ امیر المؤمنین کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بھلے مروان دشمنِ رحمن خلیفہ شیطان کے جس کے فعل قبیح اور کینے تھے جس نے بعد اصلاح کے ملک میں دین بدل کر اور محرماتِ اسلام کو مباح



کر کے فساد برپا کیا تھا اب اس کو مقرر کیا جو جوان اور سرمر لگائے ہوئے  
ہے اور ان اسلاف ابرار و اخیار کا پیرو ہے جنہوں نے فساد کے بعد ملک میں  
بذریعہ معاملہ ہدیٰ و مناسبت تقویٰ اصلاح پھیلائی (اس فقرہ کے تمام) ہوتے  
ہی کل حاضرین دعا کرنے لگے۔

پھر داؤد نے کہا۔ اے اہل کوفہ! واللہ ہم لوگ ایک زمانہ مدید سے  
مظلوم و مظلور اور اپنے حق سے محروم تھے تا آنکہ ہمارے خراسان کے  
شیعوں نے اس کو ہمارے لئے مباح کیا۔ پس ان کی وجہ سے ہمارے  
معقوق زندہ ہو گئے، ہمارے دلائل واضح ہو گئے اور ہماری دولت پاک  
ہو گئی اور انہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ظاہر کیا جس کے  
تم منتظر بھی نہ تھے وہ کیا ہے کہ تم میں نبوہاشم میں سے ایک یہ مقرر کیا  
جس کی وجہ سے تمہارے چہرے روشع ہو گئے اور اہل شام پر تم کو غالب  
یکسا اور تمہاری طرف حکومت کو منتقل کر دیا اور اسلام کو غالب بنایا  
اور تم پر ایسے امام کے مقرر کرنے سے احسان کیا جو عدالت کا بانی ہے  
اور اس کو خلعت حکومت عنایت فرمایا۔

پس تم لوگ جو وہ تمہیں دے شکریہ کے ساتھ قبول کرو اور ہماری اطاعت  
اپنے اوپر فرض سمجھو اور دیکھو تم ہی خود فریب نہ کرنا کیونکہ اصل کام تمہارا  
ہی ہے۔ ہر ایک خاندان والے کو ایک منزل و مقام ہوتا ہے اور تم ہمارے  
ماواٹے و مسکن ہو۔ آگاہ ہو جاؤ تمہارے اس ممبر پر بعد رسول اللہ  
کے کوئی خلیفہ سوائے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب اور امیر المؤمنین عبداللہ بن  
محمد کے نہیں چڑھا اس فقرہ کو کہنے کے وقت ہاتھ سے ابو العباس نے  
سفاح کی طرف اشارہ کیا اور جان لکھو کہ یہ حکومت ہمارے ہی خاندان میں ہیگی  
تا آنکہ ہم اس کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سپرد کر دیں گے یہ

۱۔ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۰۱

خطبہ دینے کے بعد ابوالعباس ممبر سے اتر آئے۔ آگے آگے داؤد بن علی عباسی، پیچھے ابوالعباس اس صورت سے دارالامارت کوفہ میں آئے۔

**بیعت خلافت** | مسجد میں ابو جعفر عبد اللہ منصور لوگوں سے سفاح کی بیعت خلافت لیتے رہے۔ عصر کا وقت ہو گیا نماز پڑھنے کے بعد پھر بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ جب رات ہو گئی منصور اٹھ گئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس قدر لوگوں نے بیعت کی کہ عبد اللہ منصور بیعت لیتے لیتے تھک گئے تھے۔

خلیفہ ابوالعباس مقام اعیان میں جہاں ابولہٰی کی ماتحتی میں لشکر بڑا تھا ملاحظہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ابوسلمہ کے پاس ٹھہرے۔ درمیان میں پردہ حائل کر دیا تھا دربان عبد اللہ بن بسام تھا یہ

**انتظام کوفہ** | دارالامارہ کوفہ پر داؤد بن علی کو امیر مقرر کیا۔ عبد اللہ بن علی کو شنہ وز بھیجا جہاں ابو عون بن یزید بنو امیہ کا سپہ سالار تھا اور اپنے برادر زادہ عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطیبہ کی مدد کے لئے روانہ کیا جو مدائن میں تھا اور ابو الیقظبان عثمان بن عروہ بن محمد بن عمار بن یاسر کو بسام بن ابراہیم بن بسام کے پاس اتھوانہ بھیجا اور سلمہ بن عمر عثمان کو مالک بن عوف کے پاس بھیجا۔

**مدینہ ہاشمیہ میں قیام** | خلیفہ ابوالعباس لشکر میں ایک مہینہ مقیم رہے اس کے بعد ایک دیہہ (ہاشمیہ) میں اقامت پذیر ہوئے۔

**خلیفہ اموی سے مقابلہ** | خلیفہ اول بنی عباس ابوالعباس سفاح نے ایک لشکر مردان بن محمد اموی کے مقابلہ میں زبیر بن عبد اللہ بن علی عباس بھیجا۔ مروان الحمار کے پاس ایک لاکھ سپاہ کا

لشکر تھا اور نبواسیبہ کا تمام خاندان شہابی اس موقع پر مروان کا شریک تھا۔ ابو عوف مقابل تھا۔ حمد بن علی اس کی مدد کو پہنچے تھے۔ قابلہ ہوا۔ نتیجہ میں مروان کو شکست ہوئی اور وہ تنہا ”مصر“ بھاگ گیا۔ چند روز بجائے پھر آخر ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو بوعصیر (مصر) کے ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا۔ اس کے تفصیلی حالات تاریخ ملت کے حصہ سوم میں تحریر ہو چکے ہیں۔ غرض کہ مروان کے قتل کے بعد ہی حکومت بنی امیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

**دمشق کی فتح** | مروان الحمار بھاگتا پھر رہا تھا کہ دمشق کا امیر العسکر عبداللہ بن علی عباس اور صالح بن علی، ابو عوف، عبدالصمد یحییٰ بن صفوان عباس بن یزید، حمید بن قحطیبہ، نے فوج گراں کے ساتھ محاصرہ کر لیا۔ ۵ رمضان ۱۳۲ھ کو دمشق پر قبضہ ہو گیا۔ ولید بن معاویہ لڑائی میں کام آیا۔

**آل مروان سے سلوک** | مروان کے اہل و عیال کنیسہ میں مقیم تھے۔ عمر بن اسمعیل نے ان سب کو صالح بن علی بن عباس کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ لوگ صالح کے سامنے پیش ہوئے تو شاہ مروان کی بڑی ہنردی آگے بڑھی اور کہا۔

”اے امیر المؤمنین کے عم مکرم ہم آپ کی بیٹیاں ہیں آپ کے بھائی کی بیٹیاں ہیں ہمارے اوپر رحم کرو۔ اگرچہ ہم نے تم پر ظلم کئے تھے مگر تم معاف کر دو۔“

صالح عباس نے کہا میں تم سب کو قتل کروں گا۔

”کیا تمہارے باپ نے امام ابراہیم کو قتل نہیں کیا کیا ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی بن حسین کو قتل نہیں کیا اور ان کی لاش کو کوفہ میں سولی نہیں دی؟ کیا ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو خراسان میں سولی نہیں دی

لے ابو عوف کا نام خالد بن برمک تھا (تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ مطبوعہ مصر)۔

کیا ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو قتل نہیں کرایا؟ کیا یزید بن معاویہ نے امام حسین اور اہل بیت کو شہید نہیں کرایا اور کیا اس نے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیدی نہیں بنایا۔ کیا امام حسین کے سر کو تن سے جدا کر کے شام نہ لے گئے؟ اب وہ کون سی بات ہے جس کے بعد میں تم کو زندہ رکھوں۔“

شہزادی نے جواب دیا۔

”اب ہم آپ سے معافی کے خواستگار ہیں آپ تو رحمتہ اللعالمین کے قرابت دار ہیں۔“

صالح نے کہا۔

”اگر یہ ہے تو ہم نے معاف کیا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نکاح اپنے بیٹے فضل سے کر دوں۔“

شہزادی نے کہا۔

”اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کیا عزت ہو سکتی ہے۔ مگر ہم سب یہ

چاہتے ہیں کہ ابھی ہم کو حران بھیج دیا جائے۔“

چنانچہ صالح نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے عزیز ہیں بعزت تمام حران پہنچا دیا جائے۔

چنانچہ یہ قافلہ بہ حرمت تمام حران پہنچا دیا گیا۔ بے رحمی کے ساتھ یہ رحم و کرم بھی بنی عباس کی صف میں داخل تھا۔

ابو مسلم کی فتوحات | ابو مسلم خراسانی کی سعی سے سمرقند، طوس، رے، جرجان، ہمدان، نہادند وغیرہ فتح ہو چکے تھے۔ اب تمام علاقہ پر جو دولت بنی امیہ کے قبضہ میں تھا ابو العباس سفاح کی حکمرانی تھی۔

**وزارت** | اولاً سفاح نے حفص بن سلیمان ابوسلمہ الخلال وزیر آل محمد کو اپنا وزیر بنایا تھا۔ ابوسلمہ صاحب فضل و کمال تھا اُس کی مساعی دعوت بنی عباس میں پیش پیش ہیں۔ ابوسلمہ نے خالد بن برمک ابو عبون کو سفارش کر کے فوجی حلقے سے ملکی عہدہ پر منتقل کرایا۔ کچھ عرصہ بعد سفاح نے پہلی سازش کی بنا پر اور بعض واقعات بھی ایسے پیش آئے کہ ابوسلمہ کو قتل کرادیا اور خالد کو وزیر مقرر کیا۔ خالد خاندانِ برمک سے تھا۔ خلافتِ عباسیہ کا دوسرا وزیر تھا۔

**واقعہ قتل ابوسلمہ** | یہ بھی روایت ہے کہ سفاح ہاشمیہ کے قصر میں اقامت پذیر تھا مگر اُس کو ابوسلمہ سے دلی نفرت ہو چکی تھی۔ اس نے ابوسلمہ خراسانی کو اس کی سرکشی کے حالات لکھ بھیجے اور مشورہ طلب کیا۔ ابوسلمہ نے ابوسلمہ کے قتل کی رائے دے دی۔ داؤد بن علی نے کہا تم یہ فعل نہ کرو۔ یہ امر تمہارے لئے زیبا نہیں ہے۔ ابوسلمہ کو لکھ بھیجو وہ خود انتظام کر دے گا۔

چنانچہ ابوسلمہ نے مراد بن انس جتنی کو بھیج دیا۔ ابوسلمہ قصرِ امارت سے رات کو مکانِ جاہ ہاتھا کہ اُس نے اس کو قتل کر دیا اور یہ شہرت دے دی کہ کسی خارجی نے قتل کر دیا ہے یہ

**عمالِ سفاح** | سفاح نے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اپنے چچا داؤد کو کوفہ و سود پر مامور کیا۔ پھر ان کو حجاز، یمن اور یمامہ کا گورنر کر

۱۔ ابوسلمہ دولتِ عباسیہ کا پہلا وزیر تھا محمد بن داؤد نے کوفہ کا رہنے والا اُس نے ادعات بنی عباس پر اپنی دولت صرف کی۔ اس کا خسر بکیر بن مایان تھا الفخری ۱۳۷ (مطبوعہ مصر)

۲۔ کامل ابن اثیر ص ۴۹ جلد ۲ ابن خلکان جلد ۲ ص ۲۴۱

۳۔ داؤد نے ۱۳۳ھ میں انتقال کیا تو یزید بن عبید اللہ بن عبد المذہب حارثی کا ماموں اس کی جگہ پر گورنر ہوا۔

دیا۔ ان کے بجائے اپنے عم زاد برادر عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد کو کوفہ پر مامور کیا۔ محمد بن یزید بن عبداللہ بن عبدالملک کو یمن کا عامل کیا گیا۔ سفیان بن عیینہ مہلبی بصرہ کا عامل تھا۔ مگر ایک سال بعد اپنے چچا سلیمان بن علی کو اس کے ہمراہ مقرر کر دیا اور بحرین اور عمان کے صوبہ بصرہ سے ملحق کر دیئے گئے۔ سفاح نے اپنے دوسرے چچا اسمعیل بن علی کو اہواز اور تیسرے چچا عبداللہ بن علی کو شام کا گورنر کیا۔ ابو عون عبدالملک بن یزید کو مصر اور ابوسلمہ کو خراسان کا گورنر کیا۔ عراق جزیرہ پر ابو جعفر کو مقرر کر دیا۔ فارس کے گورنر عیسیٰ بن علی عباس اور محمد بن صولی کو موصل پر متعین کیا۔ اہل موصل نے اُن سے انحراف کیا تو سفاح نے اپنے بھائی یحییٰ بن محمد بن علی کو ۱۲ ہزار فوج کے ساتھ موصل بھیجا وہاں جا کر گیارہ ہزار مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ ان کے ورثہ آہ و بکا کرنے لگے تو یحییٰ نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ تین دن تک قتل کا بازار گرم رہا۔ اس کے لشکر میں چار ہزار زنگی بھی تھے۔ چوتھے روز گورنر کا جلوںس نکلا۔ ایک عورت نے یحییٰ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہا :-

”کیا تم بنو ہاشم نہیں ہو؟ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے نہیں ہو؟ کیا تم کو اس کی خبر نہیں پہنچی کہ مومنات و مسلمات سے زندگیوں نے جبراً نکاح کر لیا ہے؟“

یحییٰ سن کر خاموش ہو گیا۔ دوسرے دن زندگیوں کو بلا کر قتل کر دیا۔ اس خون ریزی کی خبر سفاح کو ہوئی۔ اُس نے اس کو معزول کر کے اسمعیل بن علی کو عامل موصل کیا۔

بنی امیہ کا قتل عام | بنو عباس نے حکومت حاصل کر کے بنو امیہ کے قتل پر کمر باندھی۔ بچے، بوڑھے ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل

۱۔ ابن اثیر جلد ۱۶ ص ۲۷۲ ایضاً

کئے جانے لگے۔ سفاح کے پاس سلیمان بن ہشام بن عبد الملک اموی بیٹھا تھا۔  
 سدید بن میمون آیا اور اُس نے سفاح سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ہے  
 قد اتتک الوفود من عبد شمس ”تمہارے پاس بنو عبد شمس (امیہ) کے مہمان  
 مستعدین یرجعون المطیہ اپنی سواریوں پر آئے ہیں۔“  
 عنوت ایہا الخلیفۃ لا عن ”اے خلیفہ وہ دھوکے سے آئے ہیں طاقت  
 طاعتہ بل تخوفوا المشرفیا کے خیال سے نہیں آئے بلکہ تلوار کے  
 خوف سے“

سفاح نے اس شعر کا اثر لیا اور اسی وقت حکم دیا کہ سلیمان قتل کر دیا جائے۔  
 چنانچہ سلیمان تیغ سفاح کا شکا رہوا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد عبد اللہ بن علی مع  
 آستی نوے نفوس بنی امیہ کے ”نہرائی فطرس“ کے کنارے ایک دسترخوان پر بیٹھا  
 ہوا کھانا کھا رہا تھا کہ شہنشاہ بن عبد اللہ (غلام بنو ہاشم) آگیدہ بنو امیہ کو اس عزت و  
 احترام سے دیکھ کر کہنے لگا ہے

لا تقبلن عبد شمس عثاسا ”تم ہرگز بنو عبد شمس (امیہ) کا انتقام لینے  
 واقطعن کل رفلة وغیر اس سے مدد گزرد کرنا، ان کے ہر درخت اور پودے کو  
 کاٹ دو“

یہ سن کر عبد اللہ بن علی کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔ خدام کو حکم دیا ان مہمانوں  
 کی خبر لو۔ یہ اس قدر پیٹے گئے کہ لیٹ گئے۔ ان پر ”نطامح پچھا“ کے دوبارہ دسترخوان  
 پر کھانا چٹا گیا۔ عبد اللہ مع ہمراہیوں کے کھانا کھانے لگا۔ غرضیکہ کچل کچلا کہ  
 سب کا خاتمہ ہو گیا۔ بصری میں سلیمان بن علی عباس نے گروہ بنی امیہ کو قتل کر کے  
 لاشوں کو گزرگا ہوں پر ڈلوادیا جن کو مدتوں کتے کھاتے رہے۔

عبد اللہ بن علی عباس نے خلفاء بنو امیہ کی قبروں کو کھدوا ڈالا۔ امیر معاویہ کی  
 قبر میں ایک موبوم خط سامتا۔ عبد الملک بن مروان کی کھوپڑی نکلی۔ ہشام بن عبد الملک  
 کا لاشہ جو کاتروں نکلا۔ صرف ناک کی اُونچائی جاتی رہی تھی۔ اس کی نعش پر کڑے



گولٹے گئے۔ اس کو صلیب پر پڑھایا گیا۔ پھر جلا کر راکھ ہوا میں اُٹا دی گئی۔  
 داؤد بن علی عباس نے مکہ اور مدینہ میں جس قدر بنی امیہ تھے سب کو خاک و خون  
 میں ملایا۔ غرضیکہ اس عام خون ریزی سے بنو امیہ کا کوئی متنفس جانبر نہ ہوا سوائے  
 شیر خوار بچوں کے یا جو اندلس چلے گئے تھے۔

**نقیباء آل محمد کا قتل** | ابوسلمہ کے قتل کے بعد ابوسلمہ نے سلیمان بن کثیر  
 جس کے حالات اور کاہ گزاردی لکھی جا چکی ہے۔  
 اس کی بیخ کنی کی فکر شروع کر دی اور اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اسی طرح اور  
 حضرات کی خبر لی گئی۔

**تحریکِ ریاتِ ابیض** | دولتِ امویہ کے منقرض ہونے کے بعد بنی عباس  
 کے مظالم سے ہوا خواہان بنی امیہ میں ان کی مخالفت  
 کی لہر پیدا ہو گئی۔ "حبیب بن مرہ مری" جو مروان الحمار کا سپہ سالار تھا بلقاء  
 میں مامور تھا اُس نے قلع خلافت بنی عباس کیا اور سفید کپڑے پہنے سفید ہی  
 ریات پھر پیرے اپنے قلعہ پر نصب کئے جو شعائرِ عباسیہ کے خلاف تھے ایک  
 جماعت بھی اُس کے ساتھ ہو گئی۔ سفاح کے خلاف علمِ مخالفت بلند کر دیا سفاح  
 ان دنوں "حیرہ میں تھا اس کو اہل" بلقاء، پھر اہلِ قنسرین کی خبر لگی۔ عبداللہ بن  
 علی نے ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو توڑ کے دکھ دیا۔ اہلِ قنسرین، نے "دولتِ  
 عباسیہ" کی اطاعت قبول کر لی۔ کچھ عرصہ بعد اہلِ جزیرہ باغی ہو گئے اور انہوں  
 نے بھی سفید ریات اپنے مکانات پر نصب کئے۔ مگر یہ بغاوت زیادہ نہیں بڑھی  
 جلد ہی ختم ہو گئی تھی

الغرض سفاح کا عہد بنی امیہ کی ہستی کو مٹانے اور ہر طرف سے جوڑنے نظر

۱۵ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم ص ۹ و کمال ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۶۱۔

۱۶ ابن خلدون جلد ۶ ص ۲۲۳ تا ۲۲۵

آئے اُن کو بند کرنے میں گزرا۔ خون ریزی اور سفاکی، بدعہدی اور پیمان شکنی کا مظاہرہ سفاہ کے یہاں عام تھا۔ اکثر نقیب ختم کر دیئے گئے تھے۔ سفاہ کا بھائی ابو جعفر منصور ابو مسلم کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا تھا اور بار بار سفاہ سے اصرار کرتا تھا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ مگر وہ راضی نہ تھا ڈرتا تھا کہ کہیں خراسانی جن کی بدولت یہ اعزاز ملا ہے اور حکومت بنی عباس قائم ہوئی ہے ابو مسلم کے قتل سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔

**سندھ** | سندھ پر منصور بن جہور نے بنی امیہ کے آخری دور میں غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ عبدالرحمن بن مسلم نے مفلس عہدی کو سرحد کا حاکم مقرر کیا اس نے سندھ پر فوج کشی کی منصور نے اسے قتل کر دیا۔ پھر موسیٰ بن کعب بھیجا گیا۔ اس کے مقابلہ میں منصور شکست کھا کر رگستانِ علاقہ کی طرف بھاگ گیا اور وہیں سر گیا۔ سندھ پر قبضہ کے بعد موسیٰ نے منصورہ کو پورے طور سے آباد کیا اور ارد گرد نئی فتوحات حاصل کیں۔

**مجتبان اہل بیت کی شورش** | بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد بنی عباس جنہوں نے اہل بیت کے نام پر عباسی دعوت کی بنیاد رکھی تھی اور کامیاب ہو کر خود تختِ خلافت پر متمکن ہو گئے۔ مجتبان اہل بیت کی توقع کے خلاف یہ عمل ظہور پذیر ہوا تو ان میں سے شریک نے بخاری میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ تیس ہزار آدمی اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے لیکن ابو مسلم نے اس کا خاتمہ کر دیا اور شورش دب گئی۔

**خوارزم** | اس کے بعد ایک خراسانی امیر بسام بن اہلہ ہیم نے حکومت سے بغاوت کی۔ سفاہ نے خازم بن خزیمہ کو بھیج کر اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ پھر خازم کو خازمیوں کے مقابلہ کے لئے عمان اور جزیرہ کاوان بھیجا۔ وہاں خازمیوں نے شورش پکڑا رکھی تھی۔ عمان اور بحرین ان کے مرکز تھے۔ غرضیکہ صحرائے عمان میں ہر دو مقابل

ہوئے۔ خوزریمعمر کے بعد خاندان جیوں کا سردار جلندی مارا گیا اور خوارج کی بڑی تعداد اس معرکہ میں قتل ہو گئی اور وہ لوگ پسپا ہو گئے یہ

**قبیصر روم** | انقلاب حکومت سے قیصر روم بھی فائدہ اٹھانے کے ذریعے ہوا۔ اس نے ۱۲۲ھ میں ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر کنج پر حملہ کیا۔

یہاں کے باشندوں نے ملطیہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا مگر شکست پانگے۔ رومی آگے بڑھے اور ملطیہ کو محصور کر لیا۔ کچھ عرصہ مقابلہ کر کے مسلمان جزیرہ چلے گئے۔ رومیوں نے شہر خالی پا کر ملطیہ کو برباد کر دیا جو مسلمان وہاں رہ گئے ان کو قتل اور عورتوں کو قید کر لیا یہ سفاح نے عبداللہ بن علی کو بھیج کر سرحد کا انتقام کرایا یہ

**فتوحات** | سفاح نے تسلط کے بعد سرحدی علاقہ پر توجہ کی۔ شورشوں کے خاتمہ کے بعد ۱۲۳ھ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر فوج کشی

کی۔ یہاں کافر مانروا حبیش بن شیل تاب مقابلہ نہ لاسکا اور چلیں کی طرف چلتا ہوا۔ فرغانہ اور چاچ کے حکمرانوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ابو مسلم خراسانی نے نہاد بن صالح کو بھیج دیا۔ یہاں خاقان چین کی امداد سے فرغانہ اور چاچ پر کامیاب ہو گئے تھے۔ دریائے طراز پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ نہاد نے شکست دی ۱۲۴ھ میں خالد بن ابراہیم نے کش پر فوج کشی کی۔ یہاں کا حکمران آفرید قتل ہوا۔ مالی غنیمت ہاتھ لگا۔ خالد نے آفرید کے بھائی طاران کو کش کا حاکم بنادیا اور کامرانی کے بعد متفرق ہو گیا۔

**ابو مسلم اور المنصور** | ۱۲۶ھ میں ابو مسلم نے ابو العباس سے خواہش ظاہر کی کہ میں دربار خلافت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں اور

مجھ کی اجازت چاہی۔ سفاح نے ابو جعفر منصور کو خط لکھا کہ تم بھی حج کے لئے مجھ سے

۱ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۸ ۲ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۸

۳ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۳۵

اجازت طلب کرو۔ چنانچہ ابو جعفر نے درخواست بھیج دی ان کو اجازت مل گئی اور حکومت کی طرف سے امیر الحج مقرر کئے گئے۔ ابو مسلم کو جواب دیا کہ تم حج کے لئے آؤ لیکن امیر الحج منصور کو مقررہ کر دیا ہے اس کے ساتھ حج کر سکتے ہو۔ ابو مسلم نے اس کو منظور کر لیا۔ اور اپنے ندیموں سے کہا کہ منصور کو اس سال حج کرنا ضروری تھا ہے

ابو مسلم ایک ہزار فوج کے ساتھ کربلا اور شان و شکوہ کے ساتھ سفاح کی خدمت میں آیا۔ اس کو بڑے ترک و احتشام سے دربار میں لایا گیا۔ پھر ہر دو کے قافلے حج کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ابو مسلم نے اپنی شان و شوکت اور فیاضی کا اس قدر مظاہرہ کیا کہ منصور کو اس سے رشک و حسد ہو گیا۔

**دَارُ الْخِلَافَةِ** سفاح نے کوفہ کے بجائے انبارہ اپنا دار الخلافہ بنایا تھا مگر وہ ایک شہر اور آباد کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ دار الخلافہ ہو چنانچہ کوفہ کے نواح میں ایک مختصر آبادی کی بنیاد ڈالی اس کا نام ہاشمیہ رکھا گیا۔

**امِن وَاَمَان** اپنی امیہ کے کچھ افراد بچے رہے تھے وہ جان کے خوف سے چھپتے پھرتے تھے۔ عمر بن معاویہ بن سفیان اموی اپنی جان سے تنگ آکر سیدمان بن علی عباسی کے پاس بصرہ آیا اور کہا مجھ کو قتل کر دو تا کہ روزِ رز کے خارشہ سے نجات پا جاؤں گا۔ سیدمان اس کی مغلوبیت پر روئے اور سفاح کو کھا۔

کہ ہم نے بنی امیہ کو ان کی قطع رحمی کی وجہ سے قتل کیا تھا اب صلہ رحمی کا وقت آ گیا ہے کیونکہ ہم اور وہ عبدمناف کی اولاد ہیں اور یکجہدی ہیں امیر المؤمنین اگر پسند کریں تو عام حکم دے دیں کہ کوئی شخص اب اس

۱۔ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۷ ۲۔ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۳۵

۳۔ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۲۹

خاندان کے ساتھ ظلم نہ کرے۔ ہم کو خدا کا شکر کرنا لازم ہے کہ اُس نے ہم کو اپنے فضل و کرم سے نوازا۔“

سفاح نے اس خط کا بڑا اثر لیا اور فوراً حکم دے دیا اور تمام سلطنت میں عام اطلاع کر دی گئی کہ بنو امیہ کو اب امان دی گئی۔ یہ پہلی امان تھی جو آل عباس نے آل امیہ کو دی۔

**انتظامِ سلطنت** | سفاح نے تختِ خلافت پر بیٹھے ہی اس عہدگی سے سلطنت کا انتظام کیا کہ مشہور خلفائے بنی امیہ کے مانند تھا۔

**آثارِ خیر** | سفاح نے کوفہ سے مکہ تک میل بنائے اور ہریل پر منارہ اور مہمان سرا میں بنائیں تاکہ مسافروں کو آرام پہنچے۔

**ولی عہدی** | ۳۶ھ میں سفاح نے اپنے بھائی منصور اور اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی کی تقرری کا فرمان لکھا۔ اس عہد نامہ کو حریر کے پارچہ پر لکھوا کر پہلے اس پر اپنی مہر لگائی۔ پھر اپنے اہل خاندان کی مہر لگوا کر عیسیٰ بن موسیٰ بن علی کے حوالہ کیا۔

ابو مسلم کو یہ ولی عہدی کھٹکی اور اس کو خیال ہوا کہ بلا میرے مشورہ کے سفاح نے کیوں ایسا کیا۔

**سیرتِ سفاح** | سفاح باوقار، عاقل، مدبر، اور حسن اخلاق سے آراستہ تھا۔ اس میں خوبیاں زیادہ تھیں برائیاں کم۔ یہ جہاں ظلم و ستم میں شہرہ آفاق ہے سخاوت اور داد دہش میں بھی بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ مولیٰ کہتے ہیں کہ سفاح نہایت سخی آدمی تھا۔ عبداللہ بن حسن نے ایک مرتبہ سفاح سے کہا کہ میں نے لاکھ درہم کا نام سنا ہے مگر کبھی دیکھے نہیں۔ سفاح نے اسی وقت ایک لاکھ درہم منگا کر ان کے سامنے دکھوا دیئے اور کہا

دیکھ لیجئے جب وہ مکان گئے تو اُن کے پاس بھجوا دیئے۔ ایسے ہی علویں کو رقوم دے کر سفاح نے اپنا لیا تھا۔

**ایک واقعہ** | تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی ایک واقعہ لکھتے ہیں :-

تھی سفاح کے ہاتھ میں قرآن شریف تھا اور بڑے بڑے آدمی اُس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن حسن ہاشمی تشریف لائے اور کہا امیر المؤمنین جو کچھ قرآن شریف میں خدا نے ہمارا حق مقرر کیا ہے۔ وہ ہمیں عنایت کیجئے۔ سفاح نے کہا کہ آپ کے پردادا حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے لاکھ درجہ بہتر تھے اور اُن جیسا کوئی عادل بادشاہ نہیں ہوا۔ اُنہوں نے آپ کے دادا حسن و حسینؑ جو آپ سے بدرجہا بہتر تھے بہت تھوڑا عطا فرمایا اس لئے مجھے بھی یہی واجب ہے کہ میں آپ کو بھی اتنا ہی دوں جتنا حسن و حسینؑ کو ملتا تھا۔ اگر اس سے زیادہ دوں تو آپ اس کے حق دار نہیں ہیں۔ عبداللہ بن حسن یہ سن کر چپ ہو گئے۔

**انعام و اکرام** | خلیفہ ابوالعباس کی یہ عادت تھی کہ جس وقت کھانا کھانے بیٹھتے تھے اس وقت حاجب یا خواص لوگوں کی حاجتیں پیش کرتے تھے چونکہ یہ وقت تفریح کا ہوتا تھا فوراً اس کی حاجتیں پوری ہو جایا کرتی تھیں اور جس قدر لوگ اس وقت ادنیٰ یا اعلیٰ ہونے ان کو انعام و اکرام بھی اُسی وقت دیا جاتا۔

سفاح کا قول تھا کہ جب ہم سلطنت کے مالک ہیں تو پھر ہمارے متوسلین ہمارے مال سے کیوں محروم رہیں۔

ایک روز ابوالعباس آئینہ دیکھ رہے تھے جب اپنے حسن و جمال کو دیکھا تو یہ دُعا مانگی :-

لے تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی ص ۱۸۰ :-

”اے اللہ! میں وہ بات تو کہتا نہیں جو سلیمان بن عبد الملک نے کہی تھی کہ میں جوان بادشاہ ہوں۔ لیکن یہ عرض کرتا ہوں کہ خدایا میری عمر میں برکت عنایت فرما اور دراز کر اپنی تابعداری میں جو آفات سے محفوظ ہو۔“

اس دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ دو غلاموں کی بات چیت کی آواز کان میں آئی۔ ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ میرے اور تیرے درمیان میں دو مہینے اور پانچ دن اور ہیں۔

یہ سن کر سفاح کو فال بد معلوم ہوئی۔ زبان سے بے ساختہ نکلا۔  
 حسبہ اللہ ولا قوت الا باللہ وعلیہ توکلت وبہ نستعین  
 اتفاق کی بات کہ اس واقعہ کے دو ماہ بعد سفاح مرضِ چیچک میں مبتلا ہوا۔  
 انتقال کے وقت عمر صرف ۳۶ سال کی تھی۔  
**وفات** | ابی الفدا لکھتے ہیں کہ مرتے وقت آخری کلمات سفاح کی زبان پر یہ تھے :-

الملاک لله المحی القیوم ملک الملوک وجبار  
 الجبار برحق۔

ماہ ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں انتقال کیا اور نمازِ جنازہ عیسیٰ بن علی عباسی نے پڑھائی۔

و دفن فی قصر الامامۃ من الانبار  
 ترجمہ :- انبار کے قصر الامارت میں دفن کئے گئے۔  
 سفاح کی مدتِ خلافت چار برس نو ماہ ۱۰ ہی اور دائرۂ حکومت اقصاء مغرب تک تھا۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر ص ۱۵۲ طبری جلد ۹ ص ۱۵۲ :-



علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ سفاح کے وقت میں حکومت میں تفرقہ پڑ گیا اور بڑا ملک اس حکومت سے اندلس وغیرہ کا نکل گیا۔

**حلیہ** | دراز قد، سُرخ و سفید رنگ، اونچی ناک، چہرہ بہت خوب صورت اور ڈاڑھ ہی بہت خوب صورت تھی۔ بال گھونگر والے تھے۔ لے

**علمی مذاق** | سفاح علمی ذوق کا حامل تھا۔ گو حکومت کا زمانہ اس کو بہت تنہو ڈرا ملا۔ مگر فرصت کے وقت اُس کی صحبت میں اکابر علماء و شرفاء شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کے عہد کے اعیان و اکابر علماء میں سے اشعث بن سواد۔ جعفر بن ابی ربیعہ و حصین ابن عبد الرحمن و ربیعۃ البراءے زید بن اسلم۔ عبد الملک بن عمیر۔ عبد اللہ بن ابی جعفر اور عطاء بن السائب وغیرہ تھے۔

تاریخ میں اس کا ایک شعر بھی نقل ہے جو اُس کے ورد زبان رہتا تھا۔

والقیق ذلّٰل من مقامق ہاشم

والبستھا عنرا و اعلیتھا قدسا

ترجمہ :- میں نے سادات بنی ہاشم کے بہروں سے ذلت کو دور ڈال  
اور ان کو عزت کا لباس پہنایا اور ان کے مراتب کو بلند کیا۔



## خلیفہ ابو جعفر عبداللہ منصور

خلیفہ منصور خلفائے عباسیہ میں علم و فضل کے ساتھ سیاست مملکی میں بھی بلند درجہ رکھتا تھا۔ مؤرخین متفق الرائے ہیں کہ حکومت عباسیہ کے بانی مبنائی منصور اور سفاح تھے۔

**ولادت** منصور ۹۵ھ میں بزمانہ خلافت ولید بن عبدالملک اموی پیدا ہوا۔ دامہ ام ولا اسمہا سلامہ۔ ۱۵

**والدہ** منصور کی والدہ جناب سلامہ قوم ہریریہ سے تھیں جو بڑی عابدہ زاہرہ تھیں۔ امام محمد بن علی سجاد بن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے یہ تیسرے صاحبزادے تھے۔

وکان اکبر من اخیه ابی العباس السفاح۔ ۱۶

**تعلیم و تربیت** منصور نے آنکھ کھولی تو خاندان میں علوم دینی کے لئے بڑے بڑے اکابر موجود تھے۔ باپ تابعین میں شمار کئے جاتے تھے جن کو علم حدیث و تفسیر و شہ میں پہنچا تھا۔ منصور نے ان سے استفادہ علمی کیا۔ ابن خلکان کا بیان ہے :-

رد خلیفہ منصور نے بغرض تحصیل علم بڑے بڑے لمبے سفر کئے۔ جہاں کسی محدث کا پتہ لگا وہاں جاتا اور ان سے علم حدیث حاصل کرتا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

۱۷ البدایۃ والنہایۃ الجزء العاشر ص ۱۲۱ ۱۸ ایضاً

منصور نے اپنے باپ اور عطاء بن یسار سے حدیث روایت کی اور اس کے بیٹے مہدی نے اس سے روایت کی ۱۷

منصور بنو عباس میں اندرون ہدایت و شجاعت و ہزم و دوائے وجہ و سب سے بہتر تھا۔ کامل العقل، ادب و فہم کا عالم اور نہایت فصیح و بلیغ پرگو شخص تھا ۱۸

منصور مکہ معظمہ سے روانہ ہونے والا تھا کہ سفاح نے انبار میں انتقال کیا۔ سفاح نے انتقال سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور ابو جعفر کے بعد علی بن موسیٰ کی ولی عہد نامہ لکھ دیا تھا۔

بیعت خلافت | اس وقت ابو ہشیم بن عطیہ وزیر سلطنت تھا۔ علی بن موسیٰ نے ارکان سلطنت سے منصور کی بیعت لی اور اس حادثہ

سے منصور کو مطلع کیا۔ ابو جعفر کو بھائی کے مرنے کا بہت صدمہ ہوا۔ ابومسلم خراسانی بھی مکہ میں مقیم تھا اس کو بلا کر علی بن عطیہ کا خط دیا۔ ابومسلم خط کو دیکھتے ہی دوپڑا جب منصور کو اور ابومسلم کو قدرے سکون ہوا تو منصور نے ابومسلم سے کہا۔ مجھے خاندان میں کسی اور کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ عبداللہ بن علی عباسی کے شر سے خطرہ ہے۔ ابومسلم نے عرض کیا میں اُن کے لئے کافی ہوں۔ ان کے لشکر میں خراسانی زیادہ ہیں اور وہ میرے مطیع ہیں۔ اس فقرے کے سننے سے منصور کی باچھیں کھل گئیں۔ ابومسلم اور حاضرین مکہ نے منصور کی بیعت کی اور دونوں مراجعت کر کے ۱۹ھ میں کوفہ پہنچے۔ راہ میں اسحاق نے منصور سے کہا مجھ کو ابومسلم کی طرف سے خدشہ ہے۔ منصور نے کہا آپ کا خیال غلط ہے ۲۰

ورود انبار | منصور کوفہ سے پھر انبار آیا۔ علی بن موسیٰ نے شاہی خزانہ کی کنجیاں ان کی خدمات میں پیش کیں اور دیوان کا دفتر سپرد کیا۔ اب مستقل طور سے منصور تخت خلافت پر متمکن ہو گیا۔

۱۷ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۰ ۱۸ ایضاً ص ۱۸۰ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم ص ۲۲۹

**خروج عبداللہ بن علی عباسی** | سفاح نے اس کو لشکرِ شام اور خراسان کے ساتھ صائف بھیجا تھا۔ یہاں سے وہ ”دلوک“ پہنچا تھا کہ اس کو سفاح کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ ابو حاتم طائی خفاف مروزی اس کے مؤید تھے۔ حمید بن حکیم بن قحطبة، خراسان، شام اور جزیرہ کے نامور سرداروں نے اس کی بیعت کر لی تو بیشکر کو لے کر حران پہنچا۔ مقاتل ابن حکم کا محاصرہ کیا اور کچھ دن کے بعد قبضہ کر کے نصیبین آیا۔ منصور نے ابوسلم کو عبداللہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ یہ فوج لے کر عبداللہ کے مقابل پہنچ گیا۔ دوسری طرف سے حسن بن قحطبة بھی آگیا۔ دونوں نے اس کو گھیر لیا۔ عبداللہ کا لشکر شام کی جانب بھاگ کھڑا ہوا۔ عبداللہ بھی چلتے بنے اور بصرہ اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس جا چکے۔ ابوسلم نے نامہٴ بشارت فتح منصور کی خدمت میں بھیجا۔

**ابوسلم کی باغیانہ روش** | اب منصور کے لئے دو خدشے باقی تھے۔ ایک آل ابی طالب کی خفیہ سرگرمیاں، دوسرے ابوسلم کا غرور اور اس کی مشیخت۔ عبداللہ بن علی کو شکست دے کر اس کو خراسان پر حکمرانی کی لو لگی ہوئی تھی اور وہ کہا کرتا تھا کہ ”میں ہی آل عباس کے عروج کا سبب ہوں“ اور اپنے اعیان کے سامنے منصور کو بُرا بھلا بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ یہ خبریں منصور کو خفیہ طور سے پہنچ جاتیں۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس نے امینہ بنت عبداللہ بن علی عباسی کو اپنے عقد کا پیام دیا اور اس سے بڑھ کر یہ شہرت دی کہ میں سلیط بن عبداللہ بن عباس کی اولاد سے ہوں۔ یہ اپنی غلامی کو بھول گیا۔ منصور کا کوئی فرمان آتا تو مالک بن ہشیم اور ابوسلم اس کا مذاق اڑاتے یہ

رفتہ رفتہ منصور کا پیامتہ صبر لبریز ہو گیا کہ اس کے باپ دادا نے ابوسلم کو

خاک سے پاک کیا۔ غلامی سے آزاد کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو ”امیر آل محمد“ کا خطاب دیا۔ بالآخر منصور نے تدبیر سیاست سے ابوسلم کو حکم بھیجا کہ ہم نے معرہ شام کی حکومت تم کو دی، یہ خراسان سے بہتر ہے تم شام میں رہو اور مصر میں اپنی طرف سے جس کو مناسب سمجھو بھیج دو۔ اس صورت سے تم میرے نزدیک بھی رہو گے اور وقتاً فوقتاً دربار خلافت میں حاضر بھی ہوتے رہو گے۔

ابوسلم کے پاس یہ حکم پہنچا تو اسے بہت غصہ آیا اور مصاحیوں سے کہنے لگا کہ شام و مصر کی حکومت تو مجھے اپنی مصلحت سے اب دی ہے اور خراسان تو میرا ہی نفع کیا ہوا ہے۔

اس کی گفتگو کی خبر منصور کو پہنچی تو اس نے انہار سے ملائین جانے کا ارادہ کیا اور ابوسلم کو حکم بھیجا کہ ملائین آکر مجھ سے فوراً ملو۔ اس وقت ابوسلم ذاب میں مقیم تھا۔ منصور کا حکم پہنچا تو اس نے یہ جواب دیا۔

”امیر المؤمنین کا اب کوئی دشمن باقی نہیں رہا اور ہم کو آل سامان سے روایت پہنچی ہے کہ جب بادشاہ کو دشمنوں سے اطمینان ہو جاتا ہے تو وزیروں کے لئے خوف کا زیادہ موقع ہوتا ہے اس لئے ہم لوگ آپ سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔ باقی ہم ہر طرح آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے موجود ہیں۔ مگر آپ سے دور رہنے ہی میں اپنی سلامتی سمجھتے ہیں۔ اگر آپ اس کو پسند فرمائیں تو آپ کے وفادار غلاموں میں سے ہوں اور اگر آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا اور اسی پر زور دیا کہ خود ہی حاضر ہوں تو میں اپنے عہدوں کو ٹوٹا ہوں اور آپ کی اطاعت سے باہر ہوتا ہوں کیونکہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔“

لے ابن الاثیر جلد ۱ ص ۱۰۱ لے ایضاً

اس خط کے بعد منصور نے لکھا ۔

”تم ایسے نہیں ہو۔ ایسے تو وہ ہوتے ہیں جو بہت سی خطائیں کرتے

ہیں تم تو ہمیشہ ہمارے مطیع رہے ہو۔“

مگر ابو مسلم نے خطرہ محسوس کر کے احکام منصور کا خیال نہیں کیا اور حلوان چل دیا جو خراسان کے راستہ میں تھا۔ خلیفہ منصور مدائن پہنچ گئے تھے۔ اس وقت انہوں نے اپنے چچا عیسیٰ بن علی سے اور تمام عمائد بنی ہاشم سے کہا کہ آپ لوگ ابوسلم کو خطوط لکھیں۔ چنانچہ ان لوگوں کے بہت سے خطوط متواتر اس کے پاس پہنچے۔ جن کا مضمون یہ تھا :-

”ہم لوگ تمہارے شکر گزار ہیں اور تمہاری عظمت ہمارے قلوب میں

ہے مگر تمہارا فریق ہے کہ اطاعت کرو اور ہم تم کو بغاوت سے منع

کرتے ہیں اور تم کو فوج اور باغی خلافت میں حاضر ہونا چاہیے۔“

مگر ابو مسلم اپنی دھن میں لگا ہوا تھا اور خراسان پر نظر رکھ رہا تھا۔ اس کی جملہ حرکات کا علم منصور کو ہوتا رہتا تھا۔

خلیفہ نے ابو حمید مروزی کو ایک خط لکھ کر دیا کہ تم ابوسلم کے پاس لے کر جاؤ۔ اول بہت نرمی سے گفتگو کرنا اور یہ ظاہر کرنا کہ اگر تم نے امیر المومنین کی اطاعت کی تو تمہارا مرتبہ بہت بلند کیا جائے گا اور پھر کہنا کہ تم کو امیر المومنین کی خدمت میں جانا چاہیے۔ اگر وہ انکار ہی کئے جائے تو کہنا کہ امیر المومنین نے یہ فرمایا ہے ۔

”تیس حضرت عباس کی اولاد سے نہیں ہوں گا اور حضور میری کائنات میں آئے

علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جاؤں گا اگر تجھ کو گرفتار نہ کر لوں چاہے تو دربار ہی

میں گھس جائے یا آگ میں چلا جائے یہاں تک کہ میں تجھ کو قتل نہ کر دوں

یا خود قتل نہ ہو جاؤں۔“

۱۔ ابن اثیر جلد ۱۵ ص ۱۷۰

مگر یہ بات اس وقت کہنا جب ابوسلم کے یہاں کہنے سے مایوس ہو جاؤ۔  
 غرضیکہ ابو حمید ابوسلم کے پاس حلوان پہنچا اور اس کو منصوصہ کا خط دیا اور کہا۔  
 لوگوں نے اندازہ حسد تمہاری طرف سے امیر المؤمنین سے بعض باتیں ایسی جا لگائی  
 ہیں جس کا اُن کو بہت خیال ہے۔ اگر تم خلیفہ کے پاس پہنچ جاؤ تو آپس کی شکر رنجی  
 ماتی رہے۔ ابو حمید نے پھر کہا۔

”اے ابوسلم آپ امیر آل محمد“ ہیں اسی لقب سے آپ سے لوگ  
 واقف ہیں اور خدا کے یہاں آپ کو اس کا اجر اس سے زیادہ ملے  
 گا جتنا دنیا میں ہے۔ آپ اپنے اجر و ثواب کو خراب نہ کریں اور  
 شیطان کے دھوکہ میں نہ آئیں“ لے  
 ابوسلم نے کہا۔ حمید تیری یہ جُرات ہوئی کہ مجھ سے ایسی باتیں کرتا ہے۔  
 ابو حمید بولا :-

”امیر! آپ ہم کو انہی باتوں کی تو ہدایت کرتے تھے اور اطاعت  
 اہل بیت نبی کی طرف ہم کو بلاتے تھے خصوصاً آل عباس کے لئے اور  
 آپ ہی نے ہم کو حکم دیا تھا کہ جو شخص آل عباس کے خلاف ہو اس کو  
 قتل کر دو۔ آپ نے ہم کو مختلف زمینوں سے بلا کر جمع کیا اور ہم کو  
 اہل بیت رسول کا مطیع بنایا اور آل رسول کی اطاعت کے باعث  
 معزز کیا۔ پس جبکہ ہم اپنی مساعی میں کامیاب ہو گئے اور ہمساری  
 آدہ وٹیں پوری ہو گئیں۔ اب آپ فساد کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے  
 ہیں کہ ہمارے ہواؤ اگھر جائے اور پہلے آپ ہی نے ہمیں ہدایت کی تھی  
 کہ جو شخص ہمارا مخالف ہو اس کو فوداً قتل کر دو“ لے  
 ابو حمید کی تقریر ابوسلم غور سے سُن رہا تھا۔ جب ابو حمید خاموش ہوا تو

لے کامل ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۶۷ :-



ابو مسلم نے مالک بن ہشیم کی طرف دیکھا اور کہا کہ آپ نے سنا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟  
یہ اُس کا کلام نہیں ہو سکتا۔

مالک بن ہشیم نے کہا آپ اس کی بات نہ سُنیں اور اُس کے کہنے سے  
امیر المؤمنین کی طرف سے خوف زدہ نہ ہوں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ اس کا  
کلام نہیں اور یاد رکھئے اس کے بعد آپ کو اور سختیاں جھیلنی ہوں گی۔ آپ اپنا  
کام کریں اور وہاں جانے کا قصد نہ کریں ورنہ امیر المؤمنین آپ کو قتل کر دیں گے  
ان کے دل میں آپ کی طرف سے کھڑکا پیدا ہو گیا ہے۔

یہ سن کر ابو مسلم نے حکم دیا کہ جلسہ برخواست کیا جائے۔ مصاحب یہ سن کر  
چلے گئے اس کے بعد اُس نے نیزک کے پاس خط اور امیر المؤمنین کا فرمان بھیجا۔  
اور جانے کی بابت رائے طلب کی۔ اُس نے کہا آپ ہرگز نہ جاؤ اور خراسان  
اور ”رے“ کے درمیان مقیم رہیں۔ رے میں آپ کا لشکر رہے گا اور کوئی  
مخالفت نہ کر سکے گا۔ اگر امیر المؤمنین کے خیالات صاف ہو گئے تو یہاں  
رہیئے اور صاف نہ ہوئے تو اپنے لشکر میں جا کر رہیئے اور خراسان آپ کے  
پیچھے ہے، آئندہ آپ کی رائے ہے۔

یہ سن کر ابو مسلم نے ابو حمید کو بلایا اور کہا کہ اب تم اپنے صاحب کے  
پاس جاؤ اور میری رائے نہیں ہے کہ میں وہاں جاؤں۔ ابو حمید نے کہا کیا آپ  
نے امیر المؤمنین کے حکم کے خلاف قصد کر لیا ہے۔ ابو مسلم بولا۔ ہاں۔ ابو حمید  
نے کہا۔ امیر آپ کو ایسا کرنا نہ چاہیئے۔ ابو مسلم نے کہا میں کبھی اُن کے پاس  
نہ جاؤں گا۔

ابو حمید جب مایوس ہو گیا تو اُس نے امیر المؤمنین کا آخری پیغام جس کا  
ذکر پہلے آچکا ہے ابو مسلم کو پہنچا دیا۔ پھر تو ابو مسلم کی سٹی گم ہو گئی سوچ میں پڑ گیا

۱۔ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۷۶

اور کہا۔ حمید تم جاؤ مگر یہ ضرور ہے میں منصور کی سیاست سے بہت ڈرتا ہوں۔ اسی وقت ابوداؤد نائب ابومسلم کا خراسان سے خط آیا۔ اس نے لکھا تھا :-  
 ”امیر آل محمد! ہم نے خدا کے خلفاء کی معصیت کے لئے خروج نہیں کیا اور نہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے لئے پس آپ اپنے امام کی مخالفت نہ کریں اور بغیر ان کے حکم کے خراسان نہ آئیں“  
 صورت یہ کی گئی تھی کہ منصور نے ایک خط ابوداؤد کو خراسان لکھا تھا کہ تم کو خراسان کی حکومت دی گئی۔ جب تک زندہ ہو وہاں کے حاکم نہ ہو۔ اس حکم کے بعد مذکورہ بالا خط ابومسلم کو داؤد نے لکھا۔ خط کے پڑھتے ہی ابومسلم کے ہوش جلتے رہے۔ خراسان پر ناز تھا وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر بغاوت کرتا ہے تو داؤد کی فوج پیچھے سے اور آگے خلیفہ کی فوج گھیر کر ختم کر دے گی۔ اب اس کے لئے یہی راہ تھی کہ خلیفہ کی اطاعت قبول کرے۔ چنانچہ فوراً ابوحمید کو بلا بھیجا اور کہا کہ میں اس وقت خراسان کا قصد رکھتا تھا مگر اب اسحق کو امیر المومنین کی خدمت میں اپنی طرف سے بھیجتا ہوں تاکہ معلوم کروں کہ میری بابت کیا حکم ہے؟ کیونکہ مجھ کو ابواسحاق پر اعتماد ہے۔

ابواسحاق جب مدائن پہنچا تو تمام سادات بنی ہاشم نے اس کو ہاتھوں ہاتھ دیا۔ توقیر و منزلت سے پیش آئے۔ پھر یہ دربار منصور میں حاضر ہوا تو امیر المومنین نے حکم دیا کہ ہم نے تم کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ جاؤ اور اپنے فرائض انجام دو۔

یہ سن کر ابواسحاق ابومسلم کے پاس آیا اور اس سے کہا امیر آل ہاشم! میں نے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جو تمہارے خلاف ہو وہ تمہاری عزت ایسے ہی کرتے ہیں جیسی اپنی اور آپ بخوش دلی امیر المومنین کی خدمت میں پہنچے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جو کچھ شکر رنجیاں امیر المومنین اور آپ میں ہو گئی ہیں دور ہو جائیں گی۔

نیز کہ نے جو یہ سنا تو ابو مسلم سے آکر کہا کیا آپ کا ارادہ دربارہ کی حاضری کا ہو ہی گیا اور یہ رائے قائم کر لی کہ امیر المومنین کی خدمت میں جائیں۔ ابو مسلم نے کہا۔ ہاں

اس نے یہ شعر پڑھا۔

«للمرجال مع القضاء فجالة» یعنی قضا سے چارہ میں انسان تہیری  
ذهب القضاء بحيلة الاقوام بجاؤ کی کوشش کرتا ہے۔

» امیر اگر تم جاتے ہی ہو تو میں ایک بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت دربار خلافت میں پہنچو موقعہ پا کر فوج امیر المومنین کو قتل کر دینا۔ اس کے بعد جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لینا۔ کیونکہ اگر کان دولت تم سے خلافت نہ ہوں گے یہ

ابو مسلم نے اپنے حاضر ہونے کی اطلاع دربار خلافت کو کر دی اور ابو نصر کو اپنے لشکر کا سردار مقرر کیا اور کہا کہ اگر میرا خط تمہارے پاس نصف مہر کا آئے تو سمجھ لینا کہ میرا خط ہے اور اگر سالم مہر میری ہو تو سمجھ لینا کہ وہ میرا نہیں ہے۔

**قتل ابو مسلم** | منصور کے پاس ابو مسلم کا خط پہنچا کہ میں پہنچ رہا ہوں۔  
ثم قال الخليفة: والله لئن مازت عيني  
منه لأقتلنه يله

ابو مسلم اپنے لشکر کو ”حلوان“ میں بسر افسری مالک بن ہشیم ٹھہرا کر تین ہزار فوج کے ساتھ مدائن پہنچا۔

وزیر سلطنت ابوالیوب کو ابو مسلم کے اس کہہ و فر کے داخلہ سے اندیشہ ہوا کہ کوئی گل نہ کھل جائے اور میرا منہ کالا ہو۔ اس نے ابو مسلم کے مخصوص آدمی کو بلا کر کہا کہ تم ابو مسلم سے اپنے لئے سفارش کر لاؤ۔ امیر المومنین ولایت کسکر کا انتظام

لے خلیفہ نے کہا کہ جس وقت ابو مسلم میرے سامنے آئے گا اس کو فوراً قتل کر دوں گا۔ (البلدین والنہایم)

کرنے کو ہیں۔ وہ ابومسلم کے پاس پہنچا اور منصور سے سفارش کرنے کی درخواست کی۔ ابومسلم نہال ہو گیا اور اس کا رنج و غم جاتا رہا۔  
دار الخلافہ کے قریب ابومسلم کے پہنچنے کی خبر مشہور ہوئی۔ سردار بن ہاشم و اداکین سلطنت حسب الحکم منصور استقبال کو آئے۔ ابومسلم دربار خلافت میں حاضر ہوا اور امیر المومنین کی دست بوسی کی اور اُدام کرنے کی غرض سے اجازت چاہی۔ منصور نے مسکرا کر اجازت دی۔ وہ قیام گاہ پر چلا گیا۔ صبح ہوئی تو منصور نے اپنے صاحب عثمان بن نبیک کو معہ چارہ سرداروں کے جن میں شبیب بن رواج اور ابو حنیفہ، عرب بن قیس بھی تھے بلوایا اور ان کو پس پردہ بلا کے یہ ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے ہاتھ پر ہاتھ ماروں تو پردہ سے نکل کر ابومسلم کو فوراً قتل کر دینا۔

ابومسلم دربار میں حاضر ہوا اُس کے پاس عبداللہ بن علی کی تلوار تھی منصور نے وہ دیکھنے کے بہانے سے لے لی اور ابومسلم پر عتاب کی نظر ڈالی اور جو جو نافرمانیاں اس سے ہوئی تھیں ان کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہا۔

”تُو نے امینہ بنت عبداللہ بن علی کو نکاح کا پیام دیا تھا اور تُو نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ تُو سلیمان بن عبداللہ بن عباس کی اولاد سے ہے اللہ اکبر تو بڑے مرتبہ پر پہنچنا چاہتا تھا۔ نیز تیری یہ حالت تھی کہ تُو نے امیر المومنین ابوالعباس کو ایک مسئلہ پر تنبیہ کی تھی۔ ابومسلم نے پہلی بات کا تو جواب نہ دیا۔ اس بات کا یہ جواب دیا کہ امیر المومنین کا جواب میرے پاس آگیا تو میں یہ سمجھا کہ امیر المومنین اور اُن کے گھرانے والے معدن علم ہیں۔ غرض آخر میں اُس نے کہا کہ اب آپ یہ کہتے ہیں مگر جب میں نے آپ کے لئے سلطنت کے تمام راستے صاف کر دیئے

۱۔ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم ص ۲۳۱ ۲۔ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۳۰

اور کیسے کیسے کام کئے۔ اس پر خلیفہ منصور نے کہا کہ جو کچھ تُو نے کیا ہماری ہی بدولت اور ہمارے ہی نام سے کیا۔ اگر ہم کسی عورت کو اس کام پر مقرر کرتے وہ بھی یہی کام کرتی اور اگر تُو خود بغیر ہمارے ذریعے کے کرتا تو کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ تیری یہ حالت تھی کہ اول اپنا نام لکھتا تھا اس کے بعد ہمارا نام لکھتا تھا۔ یہاں تک غرور بڑھ گیا تھا اور پھر بغیر ہمارے حکم کے تُو نے خراسان جانے کا قصد کیا۔ اس نے جواب دیا کہ خراسان جا کر آپ سے معذرت کر کے معافی مانگ لیتا۔ یہ سن کر منصور کو غصہ آ گیا اور دستک دی عثمان بن نہیک نے نکل کر تلوار کا وار ابو مسلم پر کیا۔ اس کے جسم پر کچھ خفیف اثر ہوا تو شیب بن رواج نے حملہ کیا۔ ابو مسلم نے امیر المومنین سے کہا مجھ کو آپ اپنے دشمن کے لئے باقی رکھئے۔

منصور نے جواب دیا تجھ سے بڑھ کر اور میرا کون دشمن ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ وہ قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۵ شعبان ۱۳۷ھ کا ہے۔ اس کے بعد اس کے ساتھیوں کو انعام و کرام سے نوازا۔ ابواسحاق کو ایک لاکھ درہم دیئے گئے۔ ابونصر کو گورنر موصول کر دیا منصور کو قتل ابو مسلم سے پورا اطمینان ہو گیا۔ اُس نے تمام اعیان سلطنت کو مسجد میں جمع کر کے منبر پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

وہ لوگو! تم لوگ اُس طاعت سے وحشتِ معصیت کی طرف نہ جاؤ اور راہِ حق پر چلنے کے بعد باطل کی تاریکی میں نہ چلو!

بے شک ابو مسلم کا آغاز خوبی کے ساتھ ہوا اور انجامِ برائی پر اس کو بہت کچھ عطا کیا گیا جس سے اُس نے سب پر تفوق حاصل کیا اور اس کی بد باطنی اس کے حسن ظاہر پر غالب آ گئی اور ہم اُس کی خبرِ باطنی اور فسادِ نیت سے ایسے آگاہ

۱۔ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی ص ۲۴

ہو گئے ہیں کہ اگر اس کو اس بات کی کوئی نصیحت کرنے والا جان جاتا تو وہ قتل نہ کرتے اور اتنے دنوں چھوڑ رکھنے پر ہم کو ملامت کرتا۔ یاد رہے وہ برابر ہماری بیعت کو توڑتا اور ہمارے حق کی حفاظت کرتا۔ تا آنکہ اس کی عقوبت حلال ہو گئی اور اس کا خون ہم کو مباح ہو گیا اور اس کے حقوق ہم کو جاری کرنے سے مانع ہوئے اور کیا خوب نابالغہ ذبیانی نے کہا ہے :-

فمن اطاعنا فانفعه بطاعته	”جو شخص تمہاری اطاعت کرے اس کو اس کی اطاعت
کما اطاعنا وادله علی الرشید	کی وجہ سے جیسے اس نے اطاعت کی ہونے پہنچا دو
ومن عصانا فعاقبة معاقبة	اور اس کو رشک کی رہنمائی کرو اور جو شخص تمہاری نافرمانی
تنہی الظلوم ولا تقصدا علی محمد	کرتا اس کو عیبی عقوبت کرو کہ جس سے ظلم بھڑا اٹھے
	اور تم اس کی معیشت کی فکر نہ کرو“

اس کے بعد منصور منبر سے اتر ا اور مصافحہ کر کے اعیان سلطنت کو رخصت کیا۔  
**حقیقت حال** | ابو مسلم جیسے جری اور جنگ آزمودہ سپہ سالار کو جو سفاح و منصور کا دست راست اور قوت بازو تھا قتل کر دینا بادی النظر میں منصور کے دامن شرف و عدالت پر یہ ایک نہایت بدنما داغ ہے مگر ابو مسلم کے جو واقعات خود سری اور اس کی غلط روش و اقدام کے معتبر تاہم بخوں سے اخذ کر کے پیش کئے گئے ہیں ان پر غور کرنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ منصور اس کے اقدام قتل میں غالباً برسر حق تھا۔ اگر ابو مسلم قتل نہ ہوتا تو اس کے ہاتھ سے منصور قتل ہوتا۔ اس کے علاوہ منصور کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا کہ اپنی حکومت جو بدقت تمام حاصل ہوئی تھی اس کو ابو مسلم کے غار وجود سے پاک کر دیتا۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کی فرماں روائی اور جہاں بانی کو کبھی استحکام نصیب نہ ہوتا۔



اگر ابوسلم اپنے خوف ناک منصوبوں میں کامیاب ہو جاتا تو دولت عباسیہ کا استیصال کلی بھی غیر اغلب نہ تھا بلکہ خراسان میں ایک عجمی حکومت کی تشکیل نظر آتی۔

**فتنہ سبباد** | اہل خراسان کو ابوسلم کے قتل کی خبر ہوئی تو زیادہ لوگوں پر اس سے بڑھ گئی۔ مگر ابوسلم کا ساتھی سبباد معروف بہ فیروز اسپہبد (رجوسی) نے ابوسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے نام سے منصور کے خلاف فتنہ کھڑا کر دیا۔ اہل جبال اس کے ساتھ ہو گئے ”رے“ اور ”نیشاپور“ پر اس نے قبضہ جما یا۔ ابوسلم کے خزانہ پر متصرف ہوا اور اہل شہر کا مال لوٹا۔ عورتوں کو پکڑ لے گیا اور ان کو اونڈیاں بنالیا۔ ظاہر یہ کہ تاتھاکہ میں کعبہ کو منہدم کر سنے جا رہا ہوں منصور کو خبر لگی تو اس نے اس کی سرکوبی پر جمہور بن مراہ علی کو مامور کیا۔ اس نے ہمدان کے نزدیک سبباد کو آیا۔ اس کے ساتھ ہزار ہا آدمی مارے گئے۔ سبباد شکست کھا گیا اور طبرستان میں جا کر پناہ لی۔

عامل طبرستان کے ملازم نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو عامل طبرستان ہضم کر گیا۔ منصور نے اس کی سرکوبی کو ایک فوج اور روانہ کر دی۔ سبباد کا خزانہ جمہور نے بھی دار الخلافہ نہ بھیجا اور باغی ہو کر ”رے“ پر قابض ہو گیا۔ منصور نے اس کی خود سری ختم کرنے کے لئے ایک عظیم لشکر محمد بن اشعث کے ساتھ بھیجا۔ جمہور یہ خبر پا کر ”رے“ سے اصفہان چلا گیا۔ بیان محمد اور جمہور میں معرکہ رہا۔ جمہور کو شکست ہوئی اس نے آذر بایجان کا راستہ لیا۔ خود اسی کے ہمراہی نے قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ ۱۳۸ھ کا ہے۔

**عبداللہ کی موت** | عبداللہ بن علی عباسی سلیمان کے پاس ہزیمت کھا کے گئے تھے منصور نے ۱۳۹ھ میں ان کو معزول کر کے



طلب کیا اور لکھا کہ عیسیٰ بن موسیٰ کو بھی ساتھ لائیں اور عبداللہ کو امان دی گئی ان کو بھی لیتے آنا۔ یہ حضرات دربار میں پہنچے سلیمان اور عیسیٰ کو باتوں میں لگایا۔ عبداللہ کو قید کر دیا بقیہ ہمراہیوں کو مروادیا۔ عبداللہ ۴۹ سال تک قید رہے قید خانہ کی دیواروں میں نمک ڈلویا جو کچھ عرصہ بعد گر گئیں اور عبداللہ آہنی دیواروں میں دب کے رہ گئے۔

**عیسیٰ پر عتاب** منصور ۳۸ھ میں حج کو جانے لگا تو عیسیٰ سے کہا عبداللہ بن علی کو قتل کر دینا۔ مگر منصور کے سرکاری یونس بن فروہ نے منع کر دیا۔ منصور حج سے واپس آیا اُس نے عیسیٰ سے عبداللہ کو طلب کیا۔ اُس نے کہا وہ تو قتل کر دیا گیا منصور بولا۔ میں نے یہ حکم تم کو نہیں دیا تھا عیسیٰ کچھ جواب دینا چاہتا تھا کہ منصور نے اپنے اعمام سے مخاطب ہو کر کہا۔ اپنے بھائی کے عوض اس کو گرفتار کر لو۔ وہ گرفتار ہو گیا جب قتل گاہ پر لایا گیا تو اُس نے کہا وہ زندہ ہیں منصور کے اعمام نے عیسیٰ کے قتل سے اعراض کیا مگر منصور نے عیسیٰ کو قید کر دیا یہ

یہ وہی عیسیٰ بن موسیٰ ہے جس نے منصور کے لئے بیعت خلافت لی تھی اور منصور کے بعد ازروٹے عہد نامہ صفاح خلیفہ ہونے کو تھا۔ منصور اپنے بیٹے کو اپنا جانشین کرنا چاہتا تھا۔ یہ تمام واقعہ اسی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔

**ابو جعفر منصور عباسی کا حج** منصور بحیثیت خلیفہ ۴۰ھ میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے حیرہ سے احرام باندھا۔

ترین شریفین میں بے شمار خیرات کی۔ سادات و اشراف کو اگر نقد عطیات عطا کئے۔ ہر شریف کو ایک ایک ہزار فلوری دینا دیدیئے۔ قریش کی عورتوں کو سونے چاندی کے ظروف اور قیمتی پوشاکیں مرحمت کیں۔ مدینہ میں تو کوئی

متنفس ایسا نہ بچا تھا جسے کچھ نہ کچھ نہ ملا ہو۔ اہل مدینہ کو اس قدر انعامات اب تک کسی خلیفہ نے نہیں دیئے تھے۔ حج سے فارغ ہو کر منصور بیت المقدس گیا وہاں سے اپنے دارالسلطنت پہنچ گیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

**قلنہ راوندلیہ** | خراسانی عموماً کمزور عقیدہ کے تھے۔ ”عمار“ کا فتنہ اٹھا تو وہ دعوتِ آلِ ہاشم کے متبع بنے۔ دعوتِ بنی عباس میں سرگرمی دکھائی۔ ابونصر مالک بن ہشیم کے ہمنوا ہو کر ایک نیا مذہب بنا کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ عموماً ابومسلم کے متبعین کہلائے جاتے اور تناسخ و تحول کے قائل تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ آدم کی روح نے عثمان بن نبیک میں اور اللہ جل شانہ نے منصور میں اور جبرئیل نے ہشیم بن معاویہ میں حلول کیا ہے۔ ان کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا تھا کہ منصور کو ان کے کفریات کی خیر ہوئی اس نے ان کے دوسوا آدمی گرفتار کرائے اور تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے گئے معن بن زائدہ شیبانی کے ہاتھوں اس گروہ کے سرداروں کا خاتمہ ہوا۔

**بغاوتِ خراسان** | اسحاق نے خراسان پر بعد بغاوت و ہلاکت بسام بن ابراہیم، ابوداؤد، خالد بن ابراہیم ذہلی کو مقرر کیا تھا۔ سمرقند میں بعض فوجیوں نے پھر بغاوت کر دی۔ داؤد کشاہن گیا ہوا تھا مکان کی چھت سے گر کر انتقال کر گیا۔ اس کا بیٹا عصام والی ہوا۔ منصور نے عبدالجبار بن عبدالرحمن کو امیرِ خراسان مقرر کیا۔ اس نے حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مجاشع ابن حریش انصاری، ابوالمغیرہ، خالد بن کثیر مولیٰ بنو تمیم گورنر کوہستان اور حریش میں محمد ذہلی عم داؤد کو قتل کرادیا اور ابوداؤد کے مقرر کردہ عمال پر سختی کرنے لگا۔ یہ شکایت خلیفہ کو پہنچی۔ اس نے ابویوب دزیر کے مشورے سے ولی عہد مہدی کو فوج گراں کے ساتھ خود سروں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ شہزادہ ”رے“ میں مقیم ہوا۔ اُس نے حازم بن خزیمہ کو عبدالجبار کی

مہر کو بی کے لئے روانہ کیا۔ ہر دو میں مقابلہ ہوا۔ عبدالجبار میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگا۔ ”مقطنہ“ پہنچا۔ محشر بن مزاحم اس کے پیچھے لگ گیا اور عبدالجبار کو گرفتار کر کے بالوں کا جتہ پہنا کر اونٹ پر دم کی طرف منہ کر کے سوار کرایا اور تمام شہر میں اس کا گشت کرایا گیا اور پھر منصور کی خدمت میں اسی حالت تباہ میں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے گئے۔ یہ واقعہ ۱۷۹ھ کا ہے۔

**واقعات سندھ** | عیینہ بن موسیٰ نے ۱۷۲ھ میں سندھ میں بغاوت کر دی۔ منصور خود لہرہ آیا اور عمر بن حفص بن ابی سفوۃ عجمی کو سندھ کا گورنر کر کے بھیجا۔ اُس نے پہنچتے ہی عیینہ کو شکست دی اور سندھ پر قابض ہو گیا۔ حضرت نفس ذکیہ نے اپنے لڑکے عبداللہ بن الاشتر کو ابن حفص کے پاس اپنی دعوت کے لئے بھیجا اور ممالک میں بھی دعوات بھیجے۔ یہاں خفیہ طور سے دعوت آلِ ہاشم کا ابن حفص نے آغاز کر دیا۔ جب نفس ذکیہ قتل ہو گئے تو عبداللہ خوف زدہ ہوئے۔ ابن حفص نے ان کو ہندوستان کے راجہ کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے ان کو بڑی عزت سے ٹھہرایا۔ منصور کو اس کی خبر لگ گئی اس نے ابن حفص سے باز پرس کی۔ اُس نے اپنے ایک وفادار کو بھیج دیا۔ اُس نے سارا الزام اپنے سر لے لیا۔ منصور نے اس کو قتل کر دیا مگر اہتمام سے ابن حفص پھر بھی نہ بچ سکا۔ منصور نے اس کا تبادلہ افریقہ کو کر دیا۔ سندھ پر گورنر ہشام بن عمر ثعلبی کو کیا۔ ہشام سندھ پر پہنچا۔ اس کا بھائی سفیج ایک مہم پر جا رہا تھا کہ اتفاقی طور سے عبداللہ بن الاشتر کا سامنا ہو گیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ عبداللہ مارے گئے۔ اُن کے قتل کے بعد منصور نے ہشام کو مذکورہ لڑکر راجہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہشام نے فوج کشی کر کے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ لے

لے ابن اثیر جلد ۲۲۰ ص ۲۲۰

ہشام نے سندھ کے مختلف جھٹوں میں فوجیں روانہ کیں اور خود ملتان کی طرف بڑھا۔ حاکم ملتان سے مقابلہ ہوا، وہ شکست کھا گیا۔ شہر پر ہشام کا قبضہ ہو گیا۔ عیینہ بن موسیٰ کے زمانہ میں قنذابل پر عرب قابض ہو گئے تھے۔ ہشام نے آگے بڑھ کر گندہار کو بھی فتح کر لیا اور وہاں مسجد تعمیر کی۔ ہشام کا زمانہ سندھ کی فارغ البالی کا زمانہ ہے۔

اصبہند کا طبرستان یوں پر ظلم | طبرستان میں ۴۲ھ میں اصبہند نے لوٹ کھسوٹ جاری رکھی منصور نے ابوالخضیب کو لشکر دے کر بھیجا اس نے طبرستان کو گھیر لیا۔ اصبہند نے عاجز ہو کر زہر کھا کر خودکشی کر لی جس سے یہ فتنہ ختم ہوا۔

## دعوتِ آلِ ہاشم

دعوتِ آلِ ہاشم کے طفیل سے بنو عباس کو کامیابی ہوئی۔ پہلے آلِ عباس علویین کے ہم خاندان ہونے کی وجہ سے ان کے ہمنوا تھے۔ مروان بن محمد موی کی حکومت میں اضطراب پیدا ہوا۔ بنو ہاشم نے تمام ساداتِ بنی ہاشم کو جمع کیا اور خلیفہ مقرر کرنے کی بابت مشورہ کیا۔ اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن علی کو خلیفہ بنانا چاہیے۔ زہد و اتقا میں ان کا مرتبہ بہت اونچا تھا۔ چنانچہ سب نے ایک شب میں بیعت کی منصور نے بھی کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد سفاح خلیفہ ہو گئے تو محمد نے اس کی بیعت نہیں کی۔ ۳۶ھ میں منصور حج کرنے گئے تو محمد اور ان کے بھائی ابراہیم روپوش ہو گئے۔ جب منصور تخت

۱۰ یعقوبی جلد ۲ ص ۴۲ ۱۱ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۹

۱۲ ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۸ ۱۳ ابن خلدون جلد ۳ ص ۱۸۷

پڑتکین ہوا تو اس کو ان بھائیوں کی طرف سے فکر تھی۔ یہ ہر دو حضرات خاموشی سے اپنی خلافت کی دعوت دے رہے تھے۔ عبداللہ عباسی اور ابومسلم خراسانی خاتمہ کے بعد منصور ان دو بھائیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ آل ابی طالب میں سے حسن بن زید بن حسن بن علیؑ ابن ابی طالب پر منصور نے ہاتھ رکھ دیا۔ انہوں نے ہر دو بھائیوں کا کچا چٹھا کھہ سنا یا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن حسن کہا کرتے تھے۔

اللہم اطلب حسن بن زید ۱۰ اسے اللہ! حسن بن زید سے ہمارے

بد ماٹنا۔

یہ سن کر منصور نے حج کے موقعہ پر عبداللہ بن حسن پر زور ڈالا کہ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ انہوں نے سلیمان بن علی عباسی سے مشورہ کیا اور کہا ہم میں آپ میں مصاہرت اور رم دور رشتے ہیں۔ آپ اسی مسئلہ میں کیا کہتے ہیں کہ اپنے بیٹوں کو منصور کے پاس حاضر کر دوں یا نہیں؟ سلیمان عباسی نے کہا یہی حال میرے ذریعے عبداللہ بن علی کا ہوا۔ انجام تم دیکھ چکے ہو۔ جب منصور نے چچا کے ساتھ رعایت نہیں برقی تو دوسرے کے ساتھ کیا برتے گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن حسن نے سلیمان کی رائے پسند کی اور منصور کی باتوں پر نہ گئے۔ عبداللہ بن حسن کو یقین لگتی تھا کہ میرے بیٹے محمد المہدی اور ابراہیم ضرور ایک دن خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

محمد المہدی جو نفیس ذکیہ بھی کہلاتے تھے بصرہ گئے۔ منصور کو اس کا پتہ لگا وہ بھی پہنچا تو یہ عدن چلے گئے۔ وہاں سے سندھ گئے۔ پھر کوفہ آئے۔ کوفہ سے مدینہ منورہ پہنچے۔ یہ زمانہ حج کا تھا۔ منصور بھی حج کرنے آیا مگر یہ لوگ کسی عنوان منصور سے نہ ملے۔ منصور نے زیاد عامل مدینہ سے کہا عبداللہ بن حسن اور محمد

۱۰ ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۹۱

و ابراہیم کو کسی نہ کسی طرح حاضر کرو۔ اُس نے منصور سے کہا فکر نہ فرمائیے میں اس کا غنا من ہوں اور ان کو موقعہ سے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ آخر شمس منصور انبار چلا گیا۔ محمد نفیس ذکیہ جب مدینہ آئے تو زیاد نہایت الطاف و مرحمت سے اُن کے ساتھ پیش آیا اور اُن کے تقدس سے متاثر ہو کر کہا آپ کا جہاں جی چاہے جائیے۔ اس کی خبر منصور کو ہو گئی اُس نے لڑیا بن عبد اللہ حارثی کو معزول کر کے محمد بن خالد بن عبد اللہ قشری کو مدینہ کا عامل کیا اور کہا جس قدر مال چاہو خرچ کرو مگر محمد المہدی کا پتہ ہر حالت میں لگانا۔ لیکن وہ بھی کوشش بسیار کے بعد پتہ نہ لگا سکا تو منصور نے اس کو بھی معزول کر دیا اور رباح بن عثمان مزی کو بھیجا وہ سکھ میں مدینہ آیا اور محمد بن خالد عامل مدینہ کو قید کر دیا۔ پھر مہدی کی جستجو کرنے لگا مگر وہ منافات مدینہ میں قبائل میں رونق افروز تھے ان کی عبادت گزاری اور نیکی کی وجہ سے ہر شخص اُن کا متوالا تھا۔ ان کی اطلاع کسی دشمن کو نہ ہونے پاتی تھی۔

تقدس کے اعتبار سے محمد نفیس ذکیہ کا مرتبہ امام جعفر صادق کے بعد اہل بیت نبوی میں بہت اُوں تھا۔ ان تک رباح کی دسترس کسی عنوان نہ ہو سکی تو جھلا کر عبد اللہ بن حسن کو دھکی دی اور عتاب شاہی سے ڈرایا۔ عبد اللہ نے فرمایا۔

» واللہ! تو آج ایسا قسی القلب ہو رہا ہے جیسا کہ قعباب کبری کے ذبح کرنے کے وقت ہو جاتا ہے « لے

رباح نے عبد اللہ بن حسن بن علی بن حسن۔ ابراہیم جعفر پسران حسن بن حسن سلیمان، عبد اللہ پسران داؤد بن حسن بن حسن، محمد اسماعیل۔ اسحاق پسران ابراہیم بن حسن بن حسن۔ عباس بن حسن بن حسن بن حسن بن عبد اللہ بن حسن بن حسن۔



علی بن حسن بن حسن بن علی العابد اور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔ معروف بہ دیباج، یہ سب مقدس حضرات قید خانہ میں بند کر دیئے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ۱۲۸ھ میں منصور حج کو گیا۔ مکہ معظمہ میں یہ سب قید تھے۔ عبداللہ بن حسن نے ملنا چاہا۔ منصور نے ان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ ادائے حج کے بعد منصور نے اولاد حسن کو مدائن کے ساتھیوں کے عراق بھیج دینے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ دیباج نے اہل بیت رسالت کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کے بغیر کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے عراق کی جانب روانہ کیا۔ امام جعفر صادق پردہ کی آڑ میں یہ سب حالات دیکھ رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے یہ

دوران سفر میں محمد نفیس ذکیہ اور امام ابراہیم بدرؤں کے لباس میں اپنے والد عبداللہ بن حسن سے آکے ملتے رہتے اور ظہور کی اجازت چاہتے تھے۔ جواب میں عبداللہ کہا کرتے تھے۔

”میرے نورِ نظر ابھی غلبت نہ کر جب تک مناسب موقع ہاتھ نہ آئے۔ اگر ابو جعفر منصور تمہاری کریمانہ زندگی کا مخالفت ہو تو تم لوگ بھی مخالفت میں اس سے باز نہ آنا“

غرضیکہ یہ قافلہ اہل بیت کرام زندہ پہنچا اور منصور کی خدمت میں محمد بن عبداللہ عثمانی جو عبداللہ بن حسن کے اخیانی بھائی تھے (ان دونوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین تھیں) منصور نے ان سے سخت کلامی کی اور ان کو پچاس درے لگوائے۔ کچھ دن بعد ابو عون عامل خراسان کی عرضداشت منصور کے پاس آئی اس میں لکھا تھا کہ اہل خراسان میں سازشیں ہو رہی ہیں اور محمد بن عبداللہ عثمانی کی آمد کا انتظار ہے۔ منصور نے محمد بن عبداللہ کو قتل کر دیا اور ان کا سر خراسان

لے تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم جلد ثانی ص ۲۵۹



میں بھیج دیا اور کچھ آدمی ساتھ کئے کہ وہ اہل خراسان میں قسم کھا کر کہیں :-  
 ”یہ مر محمد بن عبد اللہ کا ہے اور ان کی دادی کا نام فاطمہ بنت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا“ ۱۷

منصور زندہ سے کوئٹہ پہنچا اور بنو حسن (آل رسول) کو قہر ابن ہبیرہ میں  
 قید کر دیا۔ ان میں سے پہلے محمد بن ابراہیم بن حسن شہید کئے گئے۔ عبد اللہ بن حسن  
 علی بن حسن نے قید ہستی میں ہستی سے آزادی حاصل کی۔ غرضیکہ یہ سب سادات  
 کرام منصور کے ظلم و جور کے شکار ہوئے۔

**ظہور** | ان مظالم کو سن کر محمد نفیس ذکیہ کو تاب ضبط نہ رہی۔ یکم رجب ۲۵۷ھ  
 کو وہ ۲۵ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے۔ وہاں کے لوگوں  
 نے اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ امیر مدینہ رباح نے مقابلہ کرنا چاہا مگر اس کو گرفتار کر  
 لیا گیا۔ امام محمد نفیس ذکیہ کا مدینہ پر بالکل قبضہ ہو گیا۔ مجمع عام میں امام نے  
 اشاد فرمایا :-

”حاضرین! ہمارا اور اس ظالم منصور کا جو معاملہ ہے وہ آپ سے  
 مخفی نہیں (یعنی وہ مجھ سے مکہ میں بیعت کر چکا ہے) اس نے اپنے  
 قہر کا سبز گنبد کعبہ کی تحقیر کے لئے بنایا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے۔  
 فرعون نے بھی اسی قسم کی سرکشی کی تھی جس کی وجہ سے اُس پر عذاب  
 الہی آیا تھا۔ اے اللہ! تو اس کو بھی برباد کر دے۔ دین اسلام  
 کی حفاظت کے اصلی حقدار مہاجرین اولین کے بیٹے اور فرزندانِ انصار  
 ہیں۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے مدینہ کو اس خیال  
 سے اپنا مرکز نہیں بنایا ہے کہ یہاں کے لوگ زیادہ قوت رکھتے ہیں  
 بلکہ صرف اس وجہ سے کہ میں یہاں کے باشندوں سے محبت رکھتا ہوں

میں تو یہاں اس وقت آیا ہوں جبکہ دنیا نے اسلام کے ہر مقام کے لوگوں نے میری امامت کی بیعت کر لی ہے۔“

اہل مدینہ حضرت نفیس ذکیہ کے ساتھ جان نثاری کے لئے تیار ہو گئے منصور نے اہل بیت کے اوپر جو مظالم کئے تھے ان کی وجہ سے ہر ایک منصور سے بیزار تھا اہل مدینہ نے امام مالک سے نفیس ذکیہ کی امامت کے بارے میں استفتاء کیا۔  
 ”ہماری گردنوں میں منصور کی بیعت کا طوق پڑا ہوا ہے ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔“ امام مالک نے جواب دیا۔

”تم لوگوں نے باکراہ و جبر بیعت کی تھی اور کمرہ و مجبور پر یہی نہیں ہے۔“

اس سے لوگوں کے خیال بدل گئے اور بطیب خاطر محمد نفیس ذکیہ کے اعوان و انصار میں شامل ہو گئے۔ مدینہ منورہ کے انتظام کے بعد نفیس ذکیہ مکہ گئے وہاں کے رؤساء نے بھی ان کی تائید کی منصور کو ظہور امام کی خبر لگی اس کو خون و امنگیر ہو گیا۔ عبداللہ بن علی سے جو قید میں تھے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ کوفہ کی ناکہ بندی کر دو اور سالم بن قتیبہ کو ”رے“ سے بلا کر شامی فوج کے ساتھ مدینہ روانہ کرو منصور نے قطعِ حجت کے لئے یہ خط محمد نفیس ذکیہ کو بھیجا۔

### منصور کا خط نفیس ذکیہ کے نام

اللہ کے بندے عبداللہ امیر المؤمنین کی طرف سے محمد بن عبداللہ کے پاس یہ تحریر بھیجی جاتی ہے۔ بے شک جو لوگ خدا و رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا ان کو مٹولی دی جائے یا ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں یا ان کو ملک سے نکال دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کی سزا ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ مگر وہ لوگ جو اس سے پہلے

توبہ کر لیں کہ تم ان پر غالب آؤ۔ پس جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان میں خدا کا مضبوط عہد اور ذمہ داری ہے کہ میں تم کو اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائیوں کو اور تمہارے گھر والوں کو امان دیتا ہوں۔ اگر تم نے توبہ کی جن لوگوں نے تمہارا ساتھ دیا ہے، ان کی جان و مال کو امان ہے اور میں تم سے جو خونریزی ہوئی ہو یا تم نے کسی کا مال لیا ہو اس سے درگزر کروں گا اور تمہارے لئے ایک لاکھ دہم مقرر کرتا ہوں اور جو ضرورت ہوگی اس کو پورا کروں گا اور جس شہر میں تم رہنا پسند کرو اس میں رہو اور نیز جس قدر تمہارے عزیز زیر حراست ہیں ان کو میں رہا کر دوں گا اور میں نے اس کو بھی امان دی جس نے تمہارا ساتھ دیا ہو اور تمہارے پاس آیا ہو اور بیعت کی ہو یا کسی کام میں مشورہ دیا ہو۔ اس سے بھی کسی قسم کا مواخذہ نہ کیا جائے گا اگر تم اپنا اطمینان چاہتے ہو تو جس کو چاہو میرے پاس بھیج کر مجھ سے امان اور عہد و اقرار پر وثوق کر لو۔ والسلام

## نفسِ ذکیہ کا جواب

خدا کے بندے مہدی محمد بن عبد اللہ امیر المومنین کی طرف سے یہ خط عبد اللہ ابن محمد کے نام ہے طس۔ یہ نشانیاں کھلی ہوئی کتاب کی ہیں۔ مومنین کے لئے موسیٰ و فرعون کا سچا قصہ ہم بیان کرتے ہیں بے شک فرعون ایک ملک کا بادشاہ تھا جس نے وہاں کے کئی جتھے کر دیئے تھے۔ ایک گروہ کو ذلیل و خوار کر رکھا تھا۔ ان کے بیٹوں

۱۔ ابن اثیر جلد ۱۹۹ و نسخ التواریخ جلد ۳۲۳ و طبری جلد ۹ ص ۲۱۰

کو ذبح کرتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ لکھتا تھا، وہ بڑا مفسد تھا اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ کمزور ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو سردار اور ملک کا وارث بنائیں اور ان کو حکومت مرحمت فرمائیں اور ہم فرعون اور ہامان اور اس کے تمام لشکر کو انہی کے ہاتھوں سے وہ بات جس سے وہ ڈرتے تھے دکھلا دیں گے۔ (آیات قرآن مجید) میں بھی تمہارے لئے امان پیش کرتا ہوں جس طرح تم نے ہمارے لئے پیش کی ہے کیونکہ یہ واقعی ہمارا حق ہے اور ہمارے ہی وسیلہ سے تم اس کے مدعی بنے ہو اور ہمارے شیعوں کو ساتھ لے کر تم حکومت لینے کے لئے نکلے ہو اور ہمارے ہی فضیلت کے باعث تم کو بھی کچھ فضیلت مل گئی ہے (دیکھو) ہمارے باپ حضرت علی دمی رسول اللہ اور امام اُمت تھے۔ پھر تم ان کے بیٹے کے ہوتے ہوئے کس طرح ان کے وارث ہو سکتے ہو۔ تم خوب واقف ہو مجھ جیسے شخص نے جو نسباً و حساباً شریف ہے اب تک اس حکومت کی طرف توجہ نہیں کی۔ ہم لوگ لعنت کی ہوئی اور مردود کی ہوئی اور طلاق دی ہوئی عورتوں کی اولاد سے نہیں ہیں۔ تمام سادات بنی ہاشم میں سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ قرابت اور سابقیت اسلام جیسی مجھ کو حاصل ہے کسی کو نہیں ہے۔ کیونکہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں فاطمہ بنت عمرو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدہ تھیں ان کی اولاد میں ہیں اور زمانہ اسلام میں آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ کی نسل سے ہیں نہ کہ تم، بیشک خدا نے تم سے ہم کو برگزیدہ کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باپ منتخب فرمایا اور پھر حضرت علی جو سب سے پہلے ایمان لائے اور بیٹیوں میں سے حضرت خدیجہ طاہرہ کی نسل سے ہم کو پیدا کیا جو سب سے پہلی بی بی ہیں جنہوں نے نماز پڑھی تھی اولاً

ان کی صاحب زادیوں میں سے حضرت فاطمہ جو تمام عورتوں کی جنت میں سردارہ ہوں گی اور ان کے صاحبزادے جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور وہ تمام جوانانِ جنت کے سردارہ ہیں۔ ان کی اولاد میں ہم ہیں اور ہم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہاشم نے دو، بارہ ہم کو جانا اور عبدالمطلب نے بھی دو بارہ ہم کو جانا اور بذریعہ اسنبطین مکہ میں دو بارہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جانا۔ میں تمام سادات بنی ہاشم میں نسبتاً بہتر ہوں میرے باپ مشاہیر بنی ہاشم میں سے ہیں۔ مجھ میں کسی عجمی کاہل نہیں ہے اور نہ مجھ میں امہاتِ اولاد کا نزاع ہے۔ ہمیشہ میرے ماں باپ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ممتاز رہے ہیں یہاں تک کہ اہلِ ناز میں سے بہترین کو میرے باپ ہونے کے لئے منتخب کیا۔ بس میں اہلِ اسلام میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کا مرتبہ تمام جنتیوں میں ارفع و اعلیٰ ہے اور میں اس شخص کا فرزند ہوں جس پر عذاب کم ہو گا یعنی ابو طالب و علی ابن طالب۔

غرض تمام بہترین کا جو بہتر ہے میں اس کا فرزند ہوں اور تمام بڑوں میں جو بہتر ہے میں اُس کا پوتا ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان میں خدا کا واسطہ ہے۔ اگر تم نے میری اطاعت قبول کر لی اور میرا کتنا مان لیا تو میں تم کو اور تمہارے جان و مال کو امان دے دوں گا اور تمہاری لغزشوں سے درگزر کروں گا۔ ہاں البتہ اگر تم خدا کے حدود میں سے کسی حدود کے ترکب ہوئے ہو گے یا کسی مسلمان کا حق تم پر ہو گا یا کسی معاہدے میں خلافت عمل تم نے کیا ہو گا تو تم خود واقف ہو۔ ویسے ہی تم پر حد قائم کی جائے گی۔ میں ان باتوں میں سے کسی کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ احکامِ شرع سے مجبوری ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ میں تم سے ہر طرح سے زیادہ خلافت کا

مستحق ہوں اور عہد کا پورا کرنے والا۔ کیونکہ تم نے مجھ سے پہلے چند آدمیوں کو امان دی اور قول دیئے مگر تم پورا نہ کر سکے۔ یہ بتاؤ کہ تم مجھ کو کون سی امان دیتے ہو۔ ابن ہبیرہ کی امان یا اپنے عم بزرگوار عبداللہ بن علی کی امان یا ابوسلم خراسانی کی امان؟ والسلام

ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب یہ جواب امیر المؤمنین ابو جعفر کے پاس پہنچا ہے تو آپ نے ابو ایوب کو دکھلایا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں اس کا جواب لکھوں۔ ابو جعفر نے کہا نہیں ہم خود جواب دیں گے۔ کیونکہ ہم تمام سادات پر انہوں نے فخر کیا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ ہم خود ہی جواب دیں۔ چنانچہ فوراً ہی قلم برداشتہ یہ جواب دیا۔

## جواب الجواب

منجانب منصور عباسی

یہ خط امیر المؤمنین سید عبداللہ بن امام محمد عباسی ہاشمی کی طرف سے سید محمد ابن عبداللہ حسنی ہاشمی کے نام ہے مجھ کو تمہاری باتیں معلوم ہوئیں اور میں نے تمہاری تحریر پڑھی۔ تمہارے فخر کا بہت بڑا درد مار عورتوں کی قربت پر ہے جس سے جاہل اور بانڈای لوگ دھوکہ کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ جو لوگ کلام پاک سے واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے پاک نے عورتوں کو مثل اعمام اور آباء یا عصبہ و ولیوں کے حقوق نہیں دیئے اور اپنی کتاب میں چچا کو باپ قرار دیا ہے اور قریب ترین ماں پر مقدم فرمایا ہے اور اگر خداوندی دربارہ میں عورتوں کے قربت کی وجہ سے قدر و منزلت، ہوتی تو حضرت آمنہ کو سب سے زیادہ مرتبہ ملتا اور سب سے زیادہ بزرگی حاصل ہوتی اور سب سے پہلے قیامت کے دن وہی جنت میں داخل کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ کی پسند پر ہے وہ اپنی مخلوق کے گذشتہ حالات سے واقف ہے، جس کو چاہتا ہے پسند کرتا ہے

اور تم جو غاظمہ جناب ابوطالب کی والدہ پر فخر کرتے ہو تم نے یہ خیال نہیں کیا کہ ان کی اولاد میں سے کوئی مرد اور عورت ایک بھی اسلام سے مشرک نہیں ہوا۔ اگر اس قربت کی بنا پر کچھ فضیلت ہوتی تو جناب عبداللہ والد ماجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا اور آخرت کے فضائل حاصل ہو جاتے۔ یہ سب خدا کے ہاتھ میں ہے اپنے دین کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے :-

”بے شک تم ہدایت نہیں دے سکتے اس شخص کو جس سے تم محبت کرتے ہو۔ لیکن خدا جس شخص کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہی ہدایت والوں کا جاننے والا ہے“

دیکھو اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اُس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ ”تم اپنے قریب ترین عزیزوں کو انذار کرو“ اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضورؐ نے اپنے اعمام کو انذار کیا اور اُن کے سامنے اسلام پیش کیا۔ یہ سن کر دو صاحبوں نے اسلام قبول کیا جن میں ایک ہمارے باپ تھے اور دو صاحبوں نے انکار کیا جن میں ایک تمہارے باپ تھے۔ اس انکار کے ساتھ ہی خدا نے تمام رشتے منقطع کر دیئے اور ان دونوں سے خویش کے تعلق اور معاہدے اور میراث سب منقطع کر دیئے (چنانچہ) ابوطالب کے انتقال کے بعد ان کا ورثہ حضرت علیؑ اور حضرت جعفرؑ کو نہیں لینے دیا بلکہ عقیل و طالب کو دیا گیا کیونکہ اس وقت یہ مسلمان نہیں تھے اور یہ جو تم خیال کرتے ہو کہ تم ان کی اولاد ہو جن کو دوزخ کا عذاب کم ہو گا اور تمام بدترین میں جو نیک تھے تم اُن کی اولاد ہونے میں فخر سمجھتے ہو تو خوب خیال کرو کہ خدا کی نافرمانی میں چھوٹا ہونا یا اُس کے عذاب میں نصرت ہونا یا آسانی ہونا نہیں ہے اور نہ اثر الہ کو اختیار میں سے کہہ سکتے ہیں۔ اور کسی مسلمان کو جب وہ خدا پر ایمان لایا ہے یہ نہ چاہیئے کہ وہ اہل نادر پر فخر کرے۔ قریب ہے کہ تم جاؤ گے اور جانو گے اور



قریب ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کئے وہ جانیں گے کہ کس کروٹ پر اٹھے پلٹے جائیں گے اور دوسرا فخر جو تم نے کیا ہے کہ تم فاطمہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کی اولاد میں ہو اور ہاشم نے تم کو دوبارہ پیدا کیا ہے اور حضور سرور عالم نے تم کو دوبارہ پیدا کیا ہے یعنی ان سے تمہارے دو ہرے رشتے ہیں ان پر تم فخر کرتے ہو حالانکہ حضور سرور عالم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ان کو جناب ہاشم سے اکراہ شتہ ہے اور علی ہذا جناب عبدالمطلب سے اگر یہ کوئی فضیلت ہوئی تو حضور کو حاصل ہوئی۔

کیا تم اس وجہ سے حضور پر فخر حاصل کرنا چاہتے ہو اور تمام نے یہ خیال کیا ہے کہ تم تمام سادات بنی ہاشم میں نسباً افضل ہو اور بنیہ الطہین ہو اور تم میں کسی عجمی کا میل نہیں ہے اور نہ کسی جاہلیہ کا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم حد سے گزر گئے کہ تمام ہاشمیوں کو اپنے آپ کو افضل کہتے ہو۔ دیکھو نہایت شرم کی بات ہے کل خدا کو کیا جواب دو گے۔ تم بالکل آپ سے باہر ہو گئے اور اسی ذات پر فخر کرنے لگے کہ جو بحیثیت ذاتی فضیلت اور بحیثیت پدری فضیلت اور بحیثیت فضیلت دنیا و آخرت میں تم سے بہتر ہے وہ کون ہے وہ حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضور سرور عالم۔ کیا تم اپنے آپ کو ان سے افضل خیال کرتے ہو۔ دیکھو جناب علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں جس قدر اہل فضل اور امام ہوئے وہ سب اہمات کی اولاد ہیں۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تم میں حضرت امام زین العابدین سے بڑھ کر کوئی نہیں پیدا ہوا وہ جاہلیہ کی اولاد میں سے ہیں اور وہ تمہارے دادا حسن مثنیٰ سے بہتر ہیں اور آپ کے بعد جناب امام محمد باقر ہوئے ان کی دادی ام ولد ہیں وہ تمہارے باپ سے ہر طرح افضل تھے۔ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق ان کی دادی بھی امام وارشین وہ تم سے ہر طرح افضل ہیں تمہاری فضیلت کا اُن کے مقابلہ میں کسی نے اقرار نہیں کیا۔ پھر تم اپنے منہ آپ ہی اپنی فضیلت پر بے جا فخر کرتے ہو اور

تم اس خیال میں ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔“

تمہارے اس خیال کو اللہ نے ہی مردود کر دیا۔ باقی تم حضورؐ کی بیٹی کے بیٹے ہو، یہ بے شک قرابت قریبہ ہے۔ لیکن بیٹی کی اولاد وارث نہیں ہوتی اور نہ اس کو ولایت و امامت حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر تم اس رشتہ سے کس طرح حضورؐ کے وارث ہو سکتے ہو اور کس طرح امام ہو سکتے ہو۔ اور تم تو کیا تمہارے جدا مجد جناب علی علیہ السلام نے ہر پہلو سے اس کی کوشش کی اور حضرت سیدہ کو اس دعوت کے لئے باہر لائے اور ان کی بیماری کی اطلاع نہیں کی اور خفیہ طریقے سے ان کو دفن کیا۔ باوجود ان باتوں کے لوگوں نے ان کو منتخب نہیں کیا اور شیخین کو امام بنایا اور انہی کی فضیلت کو تسلیم کیا۔

اور یہ مسئلہ تم جانتے ہو اور یہ ایسی سنت ہے کہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے اور یہ سب مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ نانا اور ماموں اور خالہ کو وراثت نہیں پہنچتی۔ پھر تم کو فضیلت کی وراثت کیسے پہنچ سکتی ہے اور یہ جو تم فخر کرتے ہو کہ تم حضرت علیؑ کی اولاد میں ہو جو سابقین اور اولین میں تھے۔ اچھا بتاؤ کہ ان کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت کیوں دوسرے شخص کو امامت پر مقرر کیا اور ان کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر لوگ یکے بعد دیگرے امام بناتے رہے ان کو کسی نے امام نہ بنایا اور جب یہ امر خلافت چھ آدمیوں میں منحصر ہوا تو سب نے اُن کو چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کو امام بنا دیا اور اس کے متعلق کوئی حق ان کا نہیں سمجھا گیا اور عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ پر ان کو فوقیت نہ دی۔ آخر جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو لوگوں نے اس خون کی تہمت اُن پر لگائی اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے ان سے جنگ کی اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے اُن سے بیعت نہیں کی اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے

اور بعد میں امیر معاویہ سے بیعت کر لی۔ پھر انہوں نے ہر طرح خلافت کی کوشش کی اور تہیری لڑائیاں لڑیں یہاں تک کہ خود اُن کے اصحاب میں تفرقہ پڑ گیا اور جب حکم مقرر کئے تو خود اُن کے شیعوں نے اُن کی امامت میں شک کیا۔ کیونکہ امام ہر حق پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا۔ پھر کیوں انہوں نے اس پر معاہدہ کر لیا اور کیوں اقرار کر لیا۔ آخر جو حکم مقرر ہوئے تھے ان دونوں نے ان کو خلافت سے علیحدہ کر دیا۔ پھر آپ کے بعد امام حسن علیف ہوئے انہوں نے امیر معاویہ سے بیعت کر لی اور کچھ دلاہم اور کپڑوں پر اکتفا کر کے خلافت کو چھوڑ کر ملک حجاز تشریف لے گئے اور سب شیعوں کو امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔ اور خلافت کو جو اُن کے اہل نہیں تھے سپرد کر دی اور بلا استحقاق مال لے لیا۔

پس اگر تمہارا اس میں کچھ حق تھا تو تم اس کو فروخت کر چکے۔ بعد ازاں تمہارے عظیم بزرگوار حضرت امام حسینؑ نے ظہور فرمایا اور ابن مرجانہ کا مقابلہ کیا اور تمام لوگ ابن مرجانہ کی طرف سے ان کے مقابلہ کے لئے آگئے اور ان کو شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک یزید کے پاس لے گئے۔ بعد ازاں تم لوگ ہمیشہ بنی امیہ پر خروج کرتے رہے اور وہ لوگ تم کو شہید کرتے رہے اور تم کو کھجوروں کے تنوں پر سولیاں دیتے رہے اور آگ میں جلاتے رہے اور تم کو شہر بدر کرتے رہے یہاں تک کہ بیٹی بن زید بن حسین خراسان میں شہید کئے گئے اور خاندان کے بہت لوگ کام آئے۔ تمہاری لڑکیوں اور بیٹیوں کو برہنہ اونٹوں پر مثل قیدیوں کے بٹھا کر ملک شام لے گئے۔ ان معائب میں تم لوگ مبتلا تھے، یہاں تک کہ ہم بنی عباس ظاہر ہوئے اور ہم نے تمہارے خونوں کا بدلہ لیا اور ہم نے ان کی زمین کا تم کو مالک کر دیا۔ اور ہم نے تمہارے بزرگوں کے خصوصاً حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے۔

پس اس کو تم جنت پکڑتے ہو اور تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے جو اُن کی فضیلت بیان کی ہے تو کیا ہم نے اُن کو حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت

جعفرؑ پر فضیلت دے دی ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ لوگ خود اُن کے بزرگ تھے اور یہ لوگ دنیا سے صحیح سلامت گزر گئے اور حضرت علیؑ ان جنگوں میں پڑے جن میں مسلمانوں کی خون ریزی ہوئی۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ زمانہ جاہلیت میں ”سقایہ“ اور ”زمزم“ کے متولی حضرت عباسؑ تھے نہ کہ ابوطالب، حضرت عمرؓ کی عدالت میں تمہارے باپ نے اس کا مقدمہ بھی پیش کیا لیکن فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات پائی اُس وقت اُن کے اعمام میں سے سوائے عباسؑ کے اور کوئی زندہ نہ تھا اس لئے کل اولاد عبدالمطلب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث وہی ہیں۔

پھر بنی ہاشم میں سے بہت سے لوگ خلافت حاصل کرنے کے لئے اُٹھے لیکن بنی عباسؑ ہی نے اس کو حاصل کیا لہذا قدیم استحقاق اور جدید کامیابی حضرت عباسؑ اور ان کی اولاد ہی کے حصہ میں آئی۔

بدر کی لڑائی میں تمہارے چچا ابوطالب اور عقیلؓ کی وجہ سے مجبوراً حضرت عباسؑ کو ہی آنا پڑا اور وہ دونوں مجھ کے مرجاتے یا عقبہ اور شیبہ کے پیالے چاٹتے۔ ہمارے ہی باپ کی بدولت اس ننگ و عار سے بچے، نیز آغاز اسلام میں قحط کے زمانے میں حضرت عباسؑ ہی نے ابوطالب کی مدد کی۔ تمہارے چچا عقیلؓ کا فدیہ بھی بدر میں انہوں نے ہی ادا کیا۔

الغرض جاہلیت اور اسلام دونوں میں ہمارے احسانات تمہارے اوپر ہیں۔ ہمارے باپ نے تمہارے باپ پر احسان کئے اور ہم نے تمہارے اوپر اور جن لڑکوں پر تم خود اپنے آپ کو نہیں پہنچا سکتے تھے ان پر ہم نے تم کو پہنچایا اور جو انتقام تم خود نہیں لے سکتے تھے وہ ہم نے لے لئے۔ والسلام

لے ابن اثیر جلد ۲۔ وناخ التواریخ جلد ۵ ص ۳۲۵

**قیام حکمرانی** | اہرود کی اس خط و کتابت کے بعد جس میں سوائے فخر و مباہات اور اعلیٰ عیوب کے اور کچھ نہ تھا۔ ایک اقتدار جہاد ہاتھ دوسرے نے اُس کی قوت کے توڑنے کے اسباب پیدا کئے۔ حضرت نفیس ذکیہ نے مدینہ منورہ میں اپنی جانب سے عثمان بن محمد کو عہدہ قضاء پر، عبدالعزیز مخزومی کو اسلحہ خانہ پر، حضرت عبداللہ بن عمر کے پوتے عثمان بن عبید اللہ کو محکمہ پولیس کی افسری پر مامور فرمایا۔

مدینہ منورہ کے انتظام سے فادغ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں کے دوسرائے شہر میں عبداللہ بن عمرؓ کے پوتے ابوسلم بن عبید اللہ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پوتے حبیب بن ثابت اور چند دیگر ایمان کے سوا کسی نے اُن کی رفاقت سے تخلف نہ کیا۔ محمد نے انھیں بن عبداللہ بن جعفر کو بھی بیعت لینے کے لئے طلب کیا۔ وہ عمر بزرگ تھے انھوں نے کہلا بھیجا۔

”اے برادر زادہ! میں تمہاری بیعت نہیں کر سکتا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بے نیل و مرام ننہا اجل کا شکار ہو جاؤ گے“

بنو معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے محمد مہدی نفیس ذکیہ کی بیعت کر لی۔ آپ نے ان کو مکہ معظمہ کا حاکم مقرر کر دیا۔

قاسم بن اسحاق کومین کی حکومت عطا کی اور موسیٰ بن عبداللہ کو شام کی گورنری پر متعین کیا۔ غرضیکہ تھوڑے عرصہ میں حضرت نفیس ذکیہ نے اپنی غلات کا ڈول ڈال لیا۔ منصور کو یہ خبریں لگ رہی تھیں۔ وہ فکر مند ہو گیا۔

**عساکر منصور کی روانگی** | منصور نے اپنے برادر زادہ عیسیٰ بن موسیٰ کو محمد جس میں چار ہزار سوار اور دو ہزار پیدل تھے۔ عیسیٰ کے عقب میں محمد بن قحطیہ

کو ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مدد کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ روانگی کے وقت منصور نے ہدایت کی کہ اگر تم محمد المہدی کو مغلوب و منہزم کر لو تو اپنی تلوار کو نیام میں کر کے اُسے پناہ دینا اور اگر روپوش ہو جائے تو مدینہ منورہ کے دربابِ حل و عقد کو گرفتار کر لینا۔ کیونکہ وہ محمد کی نقل و حرکت اور اُس کے دوسرے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور آلِ ابوطالب میں سے جو کوئی اگر تم سے ملاقات کرے اس کا نام میرے پاس لکھ بھیجنا اور کوئی ملاقات سے احتراز کرے تو اس کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔

عیسوی ۱۲۵ھ رمضان ۱۵ھ کو جوف میں اُترا اور اطرافِ مدینہ میں فوج پھیلادی اس کی خبر میں اہلِ مدینہ کو پہنچیں۔

**لزم و پیکار** چنانچہ محمد مہدی ساتھیوں کو لے کر مدینہ سے نکلے۔ بہت سے لوگ اہلِ مدینہ نہنگ دیکھ کر جنگلوں میں چلے گئے۔ غرضیکہ ہردو کی جنگی صفوں میدان میں جم گئیں۔ ابو غلمش نفیس ذکیہ کی طرف سے نکلے۔ عیسیٰ کی طرف سے اسد کا بھائی نکلا جو مقابلہ میں کام آیا۔ پھر دوسرا شخص نکلا۔ اس کا بھی ابو غلمش نے کام تمام کر دیا اور جوشِ مردانگی میں آکر کہنے لگا۔ "انا ابن الفاروق" حضرت نفیس ذکیہ نے بھی اس معرکہ میں خوب خوب دادِ مردانگی دی۔ آخرش ہردو فوجیں برسرِ پیکار ہو گئیں۔ گھسان کا دن پڑا۔ ایک شخص نے نفیس ذکیہ کو پیچھے سے نیزہ مارا۔ آپ صدمہ زخم سے نیچے کی طرف جھکے۔ حمید بن قحطیہ "ملقب آلِ رسول" نے سینہ پر ایک بھالا مارا جس سے اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کا سر کاٹ لیا گیا اور خلیفہ منصور کے پاس بھیج دیا۔ بشارتِ نامہ فتح لے کر جانے والا ایک فاطمی قاسم بن زید ابن زید بن امام حسن مثنی بن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ تھا۔ حضرت نفیس ذکیہ محمد مہدی کے ساتھ مشاہیر بنو ہاشم

لے ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳ ۵۷۱ھ ابن اثیر جلد ۵ ص ۲۰۲



میں سے محمد کا بھائی موسیٰ بن عبداللہ، امام محمد باقر کے پوتے حمزہ بن عبداللہ امام زید  
 شہید بن امام زین العابدین کے دو بیٹے حسین اور علی شامل تھے۔  
 اس واقعہ سے عالم اسلام میں کھرام مچ گیا اور کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو نفی کی  
 کی مرگ پر سو گوار نہ ہوا۔

امام مالک بن انس پر ظلم و جور | منصور نے اپنے عم زاد بھائی جعفر بن سلیمان  
 عباسی کو تجدید بیعت کے لئے مدینہ منورہ  
 بھیجا۔ جعفر نے اہل مدینہ پر ظلم و ستم سے دل کی بھڑاس نکالی۔ ایک شخص نے اس  
 سے امام مالک کے فتویٰ کا ذکر کر دیا۔ اُس نے حکم دیا کہ مالک کو سخت ذلت کے  
 ساتھ دارالامارہ میں حاضر کیا جائے۔

سرکاری پیادوں نے امام کی رفعتِ شان کو بالائے طاق رکھ کر دارالامارہ  
 میں لا حاضر کیا۔ جعفر نے آپ کو ستر کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ کوڑوں کی ضرب سے  
 جسمِ اطہر مجروح ہو گیا۔ آپ افتان و خیزاں اپنے کا شانہ نہد میں پہنچے اور اَلْم  
 ضرب سے سینوں کے لئے صاحبِ فراش ہو گئے۔ منصور کو اس ظالمانہ واقعہ کی  
 خبر لگی اس کو قلاق ہوا اور اُس نے جعفر کو معزول کر دیا۔ امام کو لکھا کہ آپ اندر لاؤ گے  
 دار الخلافہ تک قدم نہ بچھو فرمائیں۔ آپ نے عذرات لکھ بھیجی۔ خلیفہ نے امام کو اطلاع  
 دی کہ چند ماہ بعد میں خود حج کے لئے آہا ہوں اور آپ سے ملوں گا۔

امام مالک موسمِ حج میں مکہ مکرمہ پہنچے اور خلیفہ سے منیٰ میں ملاقات ہوئی۔ وہ  
 نہایت اکرام سے پیش آیا اور مزاجِ پُرسی کے بعد سب سے پہلے الفاظ جو منصور  
 کے مُنہ سے نکلے یہ تھے :-

وہیں اس خدا نے واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی سچا  
 معبود نہیں۔ جعفر نے جو حرکت کی وہ نہ میرے حکم سے کی اور نہ مجھے



اس کا علم تھا بلکہ اس حادثہ نے میرے دل کو بہت بری طرح سے  
ٹھیس لگائی۔  
امام نے فرمایا۔

”امیر المؤمنین میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت رکھنے  
کی خاطر اور نیز آپ کا عزیز و یگانہ ہونے کی وجہ سے معاف کیا۔“  
منصور نے حضرت امام کے استرغاثے خاطر کا کوئی پہلو اٹھانہ رکھا اور کہا  
کہ میں مہدی ولی عہد کو آپ کی خدمت میں تحصیل حدیث کے لئے بھیج دوں گا  
اس نے امام کی خدمت میں زیدہ تقدیس کیا اور کمال احترام کے ساتھ رخصت کیا۔  
ابراہیم بن عبد اللہ حسنی کا ظہور | ابراہیم آغاز ۳۵۷ھ میں اپنے بھائی  
محمد نفیس ذکیہ کے ظہور سے کچھ پہلے

بغداد وغیرہ سے ہوتے ہوئے وارد بصرہ ہوئے۔ یحییٰ بن زیاد نے انہیں اپنے مکان  
پر ٹھہرایا۔ ان کی جانب رجوعات کثرت سے ہونے لگی۔ ابراہیم نے لوگوں سے اپنے  
بھائی نفیس ذکیہ کی بیعت یعنی شروع کی۔ مبائعین کی تعداد چار ہزار ہو گئی نفیس ذکیہ  
نے اپنے ظہور کے متعلق ابراہیم سے کہہ دیا تھا کہ جب اظہار دعوت خلافت کا  
کروں تو تم بھی بصرہ سے خروج کرنا۔

چنانچہ یکم رمضان ۳۵۷ھ کو ابراہیم نے ظہور نفیس ذکیہ کا اعلان عام کیا۔ جامع  
مسجد میں نماز صبح ادا کی۔ پھر دارالامارہ پہنچے۔ عامل منصور سفیان بن معاویہ نای  
کو قید کر کے مجلس میں بھیج دیا اور جعفر و محمد لیسر بن سلیمان بن علی عباسی چھ سو کی  
جمعیت سے سفیان کی معاونت کے لئے آئے ان کو ہوا خواہان ابراہیم نے  
پسپا کر دیا۔ اس کے بعد بصرہ پر ابراہیم کی حکمرانی شروع ہو گئی۔ انہوں نے بصرہ  
کے فزانوں سے بیس لاکھ درہم قبضہ میں لکے اور اپنے تابع مغیرہ کو مع فوج کے

اہواز بھیجا جہاں منصور کی طرف سے محمد بن حصین نے چاند ہزار جمعیت سے مقابلہ کر کے شکست کھائی۔ مغیرہ اہواز پر قابض ہو گیا۔ اہل بصرہ میں مرہ عیسیٰ، عبدالواحد ابن زیاد عمرو بن سلمہ عائد بصرہ ابراہیم کے معین و مدد گاہ تھے۔ ابراہیم نے عمرو بن شداد کو فاس کی ترک تازہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اسماعیل و عبداللہ عاملان فاس یلفاد دیکھ کر دارالبحرہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ عمرو نے فاس اور اطراف فاس پر اپنی فتح اور کامرانی کا پھر بیرہ اٹھایا۔ ہادون بن شمس عجلی کو سترہ ہزار فوج کے ساتھ واسط کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

امام ابراہیم نے ایک مہینہ کی مدت میں خلافت بنی عباس کا بہت بڑا علاقہ قبضہ میں کر لیا کہ یکا یک نفیس ذکیہ کے قتل کی خبر آئی۔ ابراہیم نے عید الفطر کے دن نماز کے بعد لوگوں کو اس جگر شکاف واقع سے مطلع کیا۔ فوج اور عامۃ المسلمین کے جذبات منصور کے خلاف اور زیادہ برانگیختہ ہو گئے۔ عید کے دوسرے روزہ ابراہیم نے فوج کو مرتب و منظم کیا۔

امام ابراہیم شجاعت و اولوالعزمی کے ساتھ بڑے عالم متبحر اور مقتدائے انام تھے۔ ان کے دعوائے خلافت کے ساتھ ہر طرف سے لبتیک کی صدا اٹھیں بلند ہونے لگیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اعانت | امام اعظم ہفاح اور منصور کی سفایاں خود دیکھ رہے تھے اور ان کو اطلاعات پہنچ رہی تھیں اس لئے آپ نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ عباسی فرمانروا منصب

خلافت کے لئے شایاں نہیں۔ نہ یشمید کی عون و نصرت کا میرا فتویٰ بھی دے چکے تھے۔ ابراہیم کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کی تائید کی یہ جس کا اثر یہ ہوا کہ ابراہیم کے جھنڈے تلے کم و بیش ایک لاکھ آدمی جان سپاری و جان نثاری کے لئے تیار ہو گئے۔

خلیفہ منصور کو ابراہیم کی غیر معمولی کامیابی کا علم ہوا تو اُس کے حواس جاتے رہے۔ اُس نے مدینہ سے عیسیٰ کو، مسلم بن قتیبہ کو اور سالم کو ابراہیم کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ اپنے بیٹے مہدی کو بھی بھیجا۔ خود بچاس دن تک معنیٰ پر بیٹھ کر تسبیح و دعا میں مصروف رہا۔ اس مدت میں لباس تک نہ بدلا۔ غرضیکہ چاروں طرف سے ابراہیم کے مقابلہ میں لشکر پہنچ گئے اور ابراہیم گھر گئے۔ انہوں نے دادِ شجاعت دی اور بہادری کا مظاہرہ دکھایا۔ مگر وقت پر مجاہد اہل بیتؑ ساکنانِ کوفہ نے ان کا بھی ساتھ چھوڑا۔ آخر شش ابراہیم لڑتے ہوئے تیر سے زخمی ہوئے، گھوڑے سے گرے۔ ان کا سر اتار کر عیسیٰ عباسی کے روہر لایا گیا۔ پھر وہ سر منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۷۵ھ کا ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ یہ منصور نے ابراہیم کا سر دیکھا تو اشک بار ہو گیا اور کہنے لگا۔ واللہ! میں اس قضیہ کو ہرگز پسند نہ کرتا تھا لیکن بد نصیبی سے ہم اور تم مبتلا ہو گئے۔ ۱۷۵ھ

اس کے بعد عام دربار منعقد کیا گیا۔ کار گزاروں کو انعام و اکرام دیئے گئے۔ نفیس ذکیہ اور ابراہیم نے اپنے چند روزہ عروج میں کمال شجاعت و اولوالعزری کا ثبوت دیا۔ دونوں بھائی نہایت شجاع قوی باز و اور فنِ حرب کے ماہر تھے۔ گو ان کا ظہور شہابِ ثاقب کا حکم رکھتا تھا جو چمکا اور چمک کر غائب ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر دو بزرگ جملہ محاسنِ اخلاق کے پیکر مجسم تھے۔ ان کے مقابلہ میں منصور کے اندر کچھ خامیاں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ امامِ اعظمؒ اور امامِ مالکؒ جیسی جلیل القدر ائمہ اسلام ان ہر دو بھائیوں کے معاون تھے اور انہوں نے ان کی تائید و نصرت کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ یہ ہر دو ائمہ ایسی خلافت کے مستحق

۱۷۵ھ ابوالفداء جلد ۲ صفحہ ۳۷۰۔ ۱۷۶ھ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۹۴۔

۱۷۶ھ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۹۶۔

تھے جو منہاج نبوت قائم ہوتی جس کا نمونہ خلافت راشدہ تھی۔ امام مالکؒ کے ساتھ جو کچھ عمل ہوا وہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ امام اعظمؒ کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

**برادرانِ نفسِ ذکیہ کا قتل و قید ہونا** | نفیسِ ذکیہ اور ابراہیم کے دوسرے بھائی دعوتِ خلافتِ نفسِ ذکیہ کے سلسلہ سے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ علی بن محمد مصر میں، عبداللہ بن محمد خراسان میں اور سندھ میں، حسن بن محمد یمن میں، موسیٰ بن عبداللہ جزیرہ میں، یحییٰ بن عبداللہ رے اور طبرستان میں، ادیس بن عبداللہ مغرب میں منصور نے ان میں سے بعضوں کو گرفتار کر کے قید اور بعضوں کو قتل کر دیا۔  
ادیس نے مغرب میں حکومتِ ادرسیہ کی بنیاد ڈالی جس کا ذکر ہم خلافتِ ہسپانیہ میں کر چکے ہیں۔

**امام ابو حنیفہؒ** | امام اعظمؒ کے علومِ مرتبہ سے منصور خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ آپ قصرِ شریعت کے زبردست ستون ہیں۔ کیونکہ خود منصور بلند پایہ عالم تھا۔ مگر امام سے اس کو غلش ضرور تھی۔ ۱۶۶ھ میں منصور نے امام اعظم کو جن کے علم و اجتہاد اور تقویٰ و ورع کی شہرت اطرافِ عالم میں تھی، قاضی القضاۃ بنانا تجویز کیا۔ چنانچہ طلبی پر آپ دار الخلافہ آئے۔ آپ نے منصبِ قضا قبول کرنے کے لئے کہا گیا لیکن آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ منصور نے قسم کھا کر کہا۔

”وآپ کو یہ منصب قبول کرنا پڑے گا۔“

امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔“

امام صاحب کی اس جرأت پر سارا دربارِ محو حیرت رہ گیا۔ ربیع بن یونس

عاجب دربار نے آپ سے کہا نہایت افسوس ہے کہ آپ امیر المؤمنین کے مقابلہ میں  
قسم کھاتے ہیں۔ امام عاجب نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کے لئے قسم کا کفارہ ادا کرنا میری  
نسبت زیادہ آسان ہے۔

خلیفہ نے آپ کے قید کئے جانے کا حکم دیا یہ

ابن خلدون کا بیان ہے :-

مد امام کے لئے منصور نے یہ سزا تجویز کی کہ وہ (بغداد) کی تعمیر کے سلسلہ میں اینٹوں  
اور چوڑے وغیرہ کا اہتمام کریں۔<sup>۱۹۶</sup>

قیام مجلس ہی میں تھا کہ کچھ دن بعد قید خانہ سے طلبہ کے قبول منصب کے  
لئے دوبارہ بلا کر سختی کی۔ آپ نے حسب سابق انکار کیا۔ آپ کو مکرر قید خانہ بھیج دیا  
گیا۔ پھر طلبہ کئے گئے اور تیس ہزار روپے دینا چاہے۔ آپ نے رقم لینے سے انکار  
کیا۔ آپ کو پھر زندان بلا میں محبوس کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ علم و عرفان کا یہ نیرِ اعظم  
سجن ہی میں رحمتِ الہی کے شفق میں غروب ہو گیا۔<sup>۱۹۷</sup>

## بغداد کی بنا و تاسیس

بغداد کی جگہ کا انتخاب منصور کی فطری ذہانت کا نتیجہ تھا۔ دجلہ و فرات اس  
کے قریب تھے جس کی وجہ سے بعصر، واسط، شام، مصر، آذربائیجان، دیارِ بکر اور  
ہندوستان سے آسانی تجارت ہو سکتی تھی۔

اس جگہ کی آب و ہوا نہایت معتدل تھی۔ ملکی مصلحتوں کی بنا پر بھی یہ جگہ تمام  
ممالکِ اسلامیہ میں ماحجوب تھی۔

منصور نے یہاں کی کل اراضی خرید لی۔ اس کے بعد تعمیرِ بغداد کے لئے شام،

۱۹۶ تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۳۶۵      ۱۹۷ ابن خلدون جلد ۳ ص ۱۹۶

۱۹۸ تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۳۶۴      ۱۹۹ دلیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۶۳

موصل، کوفہ، واسطہ، بسره وغیرہ سے مشہور صنایع اور کارِ گِیرِ بلائے گئے۔

علاء میں امام ابو حنیفہ، حمد بن ارطاة اور دیگر فقہاء، مہندس و غیرہ مدعو کئے گئے۔ خالد بن ولید، ابراہیم خزاز و علی بن عیسیٰ مجہم نے زائچہ دیکھا۔

۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ کہتے ہوئے سنگ بنیاد رکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْوَسْطُ لِلّٰهِ يُؤَيِّدُ شَمًا مِّنْ يَّشَاءُ  
مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ -

شہر بنیاد کی بنیاد مدور ڈالی گئی۔ شہر پناہ کے عین وسط میں ایک اور دائروہ دیوار کا قائم کیا تھا۔ اس کے وسط میں ایوان شاہی تعمیر کئے گئے۔ شہر پناہ کے چار دروازے رکھے گئے۔ ہر دروازے کے درمیان میں ایک میل کا فاصلہ تھا۔ اسی طرح اندر کے علقہ کے چار دروازے تھے۔ ہر دروازے پر لوہے کے بڑے بڑے پہاڑی نصب کئے گئے۔ جامع مسجد محل کے قریب بنائی گئی۔ منصور نے شہر کو چوبیس ہزار محلوں پر تقسیم کیا۔ ہر محلہ میں ایک مسجد اور اس کے پاس حمام تھا۔ دجلہ سے کاٹ کر بہت سی نہریں مسجدوں تک پہنچائی تھیں اور نہروں پر ایک سو پچیس ٹل تھے۔ نہروں کے کنارے خاص شہر میں چار ہزار سیلیں رکھی جاتیں۔ کل عمارت پر چار کروڑ آٹھ لاکھ تین درہم صرف ہوئے تھے۔

ابن اثیر میں ہے کہ ستر کیں چالیس چالیس ہاتھ چوڑی تھیں۔ پچاس ہزار کارگیر اور مزدور کام میں لگے ہوئے تھے۔ یہ

بغداد، دجلہ کے مغربی جانب تھا۔ ولی عہد کے لئے اس میں دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر ایک اور شہر ”صافہ“ کے نام سے آباد کیا گیا۔

ایوان شاہی کے علاوہ قصر الحلا، قصر الذهب، قبة الخضر، جامع مسجد اور بے نظیر

۱۔ معجم البلدان یا قوت حموی ص ۲۳۳ لے موج الذهب سعودی و معجم البلدان جلد ۲ ص ۲۳۳

۲۔ ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۳۳



عمار میں تعمیر ہوئیں۔ ۱۳۱ھ میں تعمیر کا کام ختم ہوا اور بجائے بغداد کے مدینۃ الاسلام نام رکھا گیا۔

**خوارج کی شوریدہ سری** | بگڑی کہ نازمان ظہورِ دولت عباسیہ کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۳۲ھ میں مہدی شیبانی خارجی نے علیم بغاوت بلند کیا۔ حمید بن قحطبہ عامل جزیرہ سرکوب کو پہنچا۔ وہ شکست یاب ہوا تو حازم بن خزیمہ نے مقابل ہو کر اس کی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۳۳ھ میں حسام ہمدانی نے موصل میں سر اٹھایا۔ عاکر عباسی نے اس کی بھی ایسی سرکوبی کی کہ بقیۃ السیف نے خلیفہ کی بارگاہ میں آ کر عفو و بخشش چاہی۔

**قیصرِ روم کی یورش** | آخری خلفائے نبوی و ان کے دورِ حکومت سے لے کر عباسیوں کے ابتدائی سنینِ خلافت تک قلمرو اسلامی خانہ جنگیوں کا آماجگاہ تھا۔ اغیار نے موقعہ دیکھ کر ہاتھ پیر نکالے۔ ۱۳۴ھ میں صفاح کی تخت نشینی کے دوسرے سال قیصرِ قسطنطین (شاہِ روم) نے قلعہ کنخ اور ملطیہ پر چڑھائی کر دی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس کو مسمار کر دیا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

اس کے بعد قیصرِ روم نے ۱۳۵ھ میں آگے قدم بڑھائے۔ خلیفہ عباس بن محمد کو گود نر جزیرہ انطاکیہ کو رومیوں کے مقابلہ پر بھیجا۔ صالح اور عیسیٰ بھی گئے۔ عباس نہایت بہادری سے لڑا اور قیصرِ روم کو مار بھگا یا۔ ۱۳۶ھ میں عباس نے ملطیہ کو دوبارہ تعمیر و آباد کیا اور ایک چھاؤنی قائم کر دی۔ قیصر کی حربی قوت توڑنے کے لئے عباس نے رومیوں پر حملے کئے اور اکثر بلادِ رومیہ کو تہ و بالا کر کے واپس آیا۔ اس سال جعفر بن حنظلہ مہرانی نے بھی رومیوں کی سرکوبی کی۔ ۱۳۹ھ میں زفر بن عامر نے بلادِ روم پر فوج کشی کی۔ آخر ۱۴۵ھ میں قیصر نے خلیفہ منصور سے معاملت کی درخواست کی۔ بالآخر ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے قیصر نے خلیفہ کو



ہر سال ایک رقم خطیر ادا کرنے کا اقرار کر کے نجات پائی۔ لے

۱۵۸ھ میں اطرافِ خراسان سے استاذِ سبیس مدعی نبوت کی فتنہ انگیزی نمودار ہوا۔ اس نے دعوائے نبوت کر کے باغیخیز اور سبستانیوں کو اپنا قبیح کر لیا۔ تین ہزار جنگ آدراس کے اس پاس آکر جمع ہو گئے۔ گورنر ”مروروز“ نے سرکوبی کرنی چاہی مگر وہ استاذ کی قوت کی تابِ مقابلہ نہ لاسکا۔ منصور نے حاتم بن خزیمہ کو استاذ کی گوشمالی کو بھیجا۔ اس نے آتے ہی اپنی عسکری طاقت سے ان کی فوجی سرگرمی کا خاتمہ ہی کر دیا۔ وہ ”سبیس“ کی جانب فرار ہو گیا۔ اس کے پس ماندہ گرفتار ہوئے اور اس کے ہزاروں ساتھی مارے گئے۔ اس طرح یہ فتنہ اسطور سے بالکل ختم ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سے خلیفہ نے تمام خرنشوں سے نجات پا کر پورے اطمینانِ خاطر کے ساتھ اپنی عنانِ توجہ دینی خدمات اور علمی مہمات کی طرف لگا دی۔

ولی عہد | شاہزادہ مہدی کو ولی عہد قرار دیا اور عیسیٰ کو مہدی کا ولیعہد مقرر کیا۔ لے

منصور کی وفات | منصور نے بائیس سال پر شکوہ سلطنت و فرمانروائی کی۔ ۱۵۸ھ میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ ولی عہد کو چلتے ہوئے کچھ وصیتیں کیں۔ کوفہ پہنچے۔ حج عمرہ کا احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں پر نشان لگا کر ان کو آگے روانہ کیا۔ کوفہ سے دو منزل پر دردا اٹھا۔ بیرمخوہ پہنچے۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

## منصور کا نظامِ مملکت

مروانیوں میں عبدالملک حسا پایہ کافر ماروا تھا اس کے ہی مانند منصور عباسی

لے ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۸۲ وابن خلدون جلد ۲ ص ۲۰۳

بھی تھا۔ عبدالملک نے جس طرح دولتِ امویہ کی بنیادیں مضبوط کیں اسی طرح حکومتِ بنی عباس کو مستحکم کرنے والا منصور تھا۔

منصور کا عہد فتوحاتِ ملکی میں کوئی اہم درجہ نہیں رکھتا بلکہ اس کی عمر کا بڑا حصہ خانہ جنگی میں گزرا۔ اس کے سوا کچھ حصہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ چنانچہ سفاح اور منصور کے عہد میں اندلس اور افریقہ کا کچھ حصہ دولتِ عباسیہ سے جدا ہو گیا۔

دولتِ مروانیہ کے بانی مہابی امیر معاویہؓ نے خلافتِ راشدہ کا وہ نظام سیاسی ختم کر دیا تھا جس کی بنیاد شوریٰ اور مذہبی اصول پر قائم تھی۔ اس کی جگہ موروثی نظام کی داغ بیل ڈالی گئی جس میں سیاسی مصلحتوں کے سامنے مذہبی اصول ثانوی درجہ رکھتے تھے منصور کے چچا داؤد بن علی نے سفاح کی پہلی تقریر کے بعد جو تقریر کی تھی اُس میں کہا تھا۔

”ہم ذمہ خدا و رسول اور حضرت عباسؓ کا دیتے ہیں کہ سنتِ رسول اللہ پر عمل کریں گے“ لے

مگر نہ تو سفاح نے اس پر عمل کیا اور نہ منصور نے بلکہ منصور نے نظامِ حکومت آلِ ساسان کے دستورِ حکومت کے مطابق قائم کیا۔ ابوسلم خراسانی کی کافرمانی کو اس میں بڑا دخل ہے۔ اس کے بعد خالد برمکی کی۔ کیونکہ سفاح اور منصور نے اپنی حکومت کے استحکام کے لئے ایرانیوں کا اثر و اقتدار بڑھا دیا تھا۔ اس سے قدرتی طور پر حکومت کے نظم و نسق پر ایرانی نظریے کا فرما تھے۔

عباسی خلیفہ منصور کا یہ خیال تھا کہ ان کو فرمانروائی کا حق خدا کی جانب سے عطا ہوا ہے قوم کا عطا کردہ نہیں ہے۔ منصور نے ایک موقع پر کہا تھا۔

”میں دنیا میں خدا کی طرف سے فرمانروا ہوں“

یہ نظریہ حکومتِ خلافتِ راشدہ کے نظریہ سے مختلف تھا۔ خلفائے راشدین کا

نظریہ یہ تھا کہ قوم نے انہیں فرمانروائی کا حق دیا ہے۔

منصور نے ساسانی فرمانرواؤں کے جاہ و جبروت کے لوازمات کی بنیاد اپنے عہد میں ڈال دی تھی جس کی تکمیل ان کے پوتے پر پوتوں نے کی۔

منصور خود مختار حکمران تھا مگر بنی امیہ کی تعلید میں حاجب کے تقرر کے علاوہ ایک نئے عہدہ کا اضافہ کیا جو ساسانی دستور حکومت کے مطابق تھا۔ عباسیوں کا پہلا وزیر ابو سلمہ خلیل "تھا جو" وزیر آل محمد کے نام سے معروف و مشہور تھا اس کے بعد ابو جہم مقرر ہوا۔ یہ دولت عباسیہ کا دوسرا وزیر تھا۔ ابو جہم کے بعد سفاح نے خالد بن برمک کو اس منصب جلیل پر فائز کیا

منصور نے خالد کے بعد ابو الیوب ماریانی کو وزارت عظمیٰ کے عہدے پر مامور کیا۔ پھر ریح بن یونس کا انتخاب عمل میں آیا۔

ربیع، شجۃ کالد، بیدار مغز، صاحب فہم و فراست سیاستدان حکومت کا اہل، پاکیزہ سیرت، نیک کردار، شریف فطرت، دیار ضی کا ماہر اور سلاطین کی نفسیات سے خوب واقف تھا۔

منصور کی خود اعتمادی نے اگرچہ وزارت کی اہمیت کا خاتمہ کر دیا تھا اس کے باوجود منصور ہمیشہ مہمات مملکت میں وزراء سے مشورہ ضرور لیا کرتا۔ گو اس کی شاہانہ ہیبت اور استبداد کے سامنے وزراء کی کوئی حقیقت نہ تھی اور وہ ہمیشہ اس سے تھر تھراتے رہتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ منصور کے وزراء کے چہروں پر اطمینان اور خوشی کے احساسات کبھی کسی نے نہیں دیکھے۔

منصور نے حکومت کا محور و مرکز بغداد کو قرار دیا تھا

## دار الخلافہ

وہ ہیں سے تمام مملکت پر فرماں روائی کرتا تھا۔ عہد اموی کے گورنر حجاج بن یوسف اور زیاد بن ربیعہ کی طرح منصور کے گورنر

لے مسلمانوں کا نظام مملکت مزہ

نظریہ یہ تھا کہ قوم نے انہیں فرمانروائی کا حق دیا ہے لہ  
 مجروحہ سب اُس کی مرضی کے تابع تھے جہاں چاہتا ان کو بھیج دیتا اور جہاں سے چاہتا  
 ہٹا دیتا۔ ہرگز نہ پر اس کی ہیبت طاری تھی۔ گوند نروں کے اختیارات و فرائض  
 فوج کی قیادت، عدالت اور نماز میں امامت تک محدود تھے۔ اگرچہ گوند نری کا  
 عہدہ سب سے بڑا تھا۔ اس کا تقرر خود خلیفہ کرتا تھا۔ وہ اپنے صوبہ میں عدالت،  
 مالیات، فوج، پولیس کا سب سے بڑا افسر ہوتا تھا اور امامت نماز اس کا اہم  
 فریضہ تھا۔ دیگر منصب افسر مالیات، افسر برید اور قاضی تھے۔ پہلے پہل قاضی  
 القضاۃ کا عہدہ منصور نے قائم کیا جس پر امام ابو حنیفہ کو مقرر کرنا چاہا۔

**ملکی نظام** | منصور نے جس وقت عنانِ خلافت ہاتھ میں لی اس وقت تک  
 صوبوں کے حکام کی وہی قدیم عادت جاری تھی کہ اپنے صوبوں  
 پر اُن کا پورا پورا حاکمانہ تصرف تھا۔ قوتِ عسکریہ اور خزانہ مملکت کو جس طرح  
 چاہتے اپنی مرضی کے مطابق کام میں لاتے تھے۔ قدیم سے قاعدہ بھی تھا کہ جو  
 خراج وصول ہو کہ خزانوں میں آتا اُسے گوند نرا اپنی لائے سے صوبوں کی ضروریات  
 میں اور مصالحِ ملکی کے دیگر کاموں میں لاتے تھے۔ اگر اس میں کچھ بچتا اور  
 صوبوں کے اخراجات سے زائد رہتا تو خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیتے تھے۔  
 منصور نے اس طریقہ کو بالکل موقوف کر دیا۔ اس نے اپنا اصولِ حکومت یہ  
 ٹھہرایا کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد حکام کا تبادلہ کیا کرنا اور جو لوگ  
 وسیع اور با اثر خاندان والے تھے انہیں امورِ سلطنت سے ہی خارج کر دیتا تھا۔  
 اس انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بیت المال میں اڑتالیس کروڑ روپیہ  
 محاصل کا آنے لگا۔

**انتخاب قاضی** | قاضی کا تقرر خلیفہ کی مرضی پر تھا اور ایسا قاضی مقرر کیا جاتا  
 تھا جو اُن کے اعمال و افعال کو مذہبی رنگ میں پیش

۱۔ تاریخ عرب مسیو ص ۱۸۳ ۲۔ ایضاً -

کہتا رہے۔ امام اعظمؒ نے اسی بنا پر قاضی بننے سے انکار کر دیا تھا۔ منصور نے محمد بن عبدالرحمن کو قاضی مقرر کیا۔ امام صاحب نے اس کے فیصلوں پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ انہوں نے منصور سے شکایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت ماب کی طرف سے امام صاحب کو حکم نہ بان بندی کا آگیا اور فتویٰ لکھنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ جو محتاط علماء تھے وہ قضاء کے منصب سے بچتے تھے مگر انہیں منصور کی پالیسی بدل گئی تھی۔ اب وہ ایسے قاضی کا انتخاب کرتا تھا جو مدلل و انصاف میں کسی کی دروغ عایت نہ کرے۔ چنانچہ قاضی محمد بن عمران طلحی کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اُس نے منصور کے خلاف فیصلہ کیا جس پر منصور نے قاضی کو دس ہزار اشرفیاں عطا کیں اور کہا :-

جزاك الله عن دينك احسن الجزاء

**فوجی تنظیم** منصور کو جنگی مسائل سے خاص دل چسپی لیتا تھا "عرض عیش" فوج کی ٹریننگ کا ایک جزو خیال کیا جاتا تھا۔ منصور کو فوج سے بڑی دلچسپی تھی۔ خود جنگی لباس میں سخت پر بیٹھتا۔ فوجوں کا معائنہ کرتا۔ اس کے زمانے میں فوج کے تین حصے تھے۔ شمالی عربوں کی فوج (مغرب جنوبی عربوں کی فوج (یعنی) اور خراسانیوں کی فوج۔ یہ اس قدر فوج جمع ہو گئی تھی کہ ایک مرتبہ اُن کے اجتماع کو دیکھ کر منصور گھبرا گیا۔ حضرت ابن عباس کا پوتا قثم بن عباس منصور سے ملنے آیا۔ قثم سارے عباسیوں میں بڑا دانا اور زیرک مشہور تھا اور ہر شخص اُس کا احترام کرتا تھا۔ منصور اس کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔ تم نے فوجیوں کا رعبہ دیکھا۔ اگر یہ لوگ کبھی باہم متفق ہو گئے تو ان کے سامنے میرا کوئی زور نہ چلے گا اور خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ قثم نے کہا اس کا

۱۔ التمدن الاسلامی جلد ۲ ص ۱۵۵ ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰

۳۔ مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۲۳۴

انتظام ہو جائے گا اور اپنے گھر واپس جا کہ اپنے غلام سے کچھ کہا سنا۔ تھوڑے عرصہ بعد قسّم خنجر پر قصر شاہی میں واپس پہنچا۔ غلام درباریوں میں کھڑا تھا اس نے پک کر قسّم کے خنجر کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگا کہ جناب سرورِ عالم اور حضرت عباس اور امیر المومنین ابو جعفر کے حقوق کی قسّم! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اہلِ یمن افضل ہیں یا بنی مضر (قریش اور دوسرے بنو اُمّیّیل) قسّم بہت غصہ ہوا اور بلند آواز سے کہا لگام چھوڑ۔ مگر اُس نے شنوائی نہ کی اور اسی طرح قسّمیں دلا تا رہا۔ اور اپنے سوال کا اعادہ کرتا رہا۔ قسّم نے غلام پر دو چار جاکیں بھی برسید کیں۔ مگر غلام نے خنجر کا دھانہ نہ چھوڑا۔ آخر قسّم نے بددُخہ مجبوری جواب دیا کہ بنو مضر زیادہ اشراف ہیں ان میں خیر البشر پیدا ہوئے ہیں۔ کتاب النبی انہی کی زبان میں نازل ہوئی، بیت اللہ ان کی تحرائی میں ہے اور خلیفہ اللہ بھی اسی قوم کا چشم و چراغ ہے۔ یہ جواب سُن کر غلام چلا گیا۔ مگر یعنی الدکان سلطنت میں اس گفتگو سے ناگواری سی پھیل گئی۔ ایک نے اُن میں سے اپنے غلام سے کہا۔ تم قسّم کے خنجر کو جا کر پکڑ لو اور یمنیوں کے متعلق دریافت کرو۔ وہ قسّم کی طرف لپکا تو مضر ی بگڑ کھڑے ہوئے کہ ایک غلام اور ہمارے معزز ترین شخص کے ساتھ گستاخی کرتا ہے اب یمنی اور مضر دو دونوں جماعتوں میں ہن گامہ مچ گیا۔ قسّم اپنا خنجر بڑھا کے منصور سے جا ملا اور کہا لیجئے مبارک ہو میں نے آپ کے لشکر میں چھوٹ ڈال دی۔ اس وقت سے عکبرِ خلافت میں تین جماعتیں بن گئیں اور ایک کا ایک دشمن بن گیا۔

**دفاتر** سرکاری دفاتر کا پہلا انتظام منصور نے قائم رکھا اور حسبِ ضرورت اس میں کچھ اضافہ کر دیا۔ دیوانِ خراج، دیوانِ دیت، دیوانِ زمام، دیوانِ فوج، دیوانِ مالی و غلام، محکمہ برید، محکمہ زمامِ نفقات، دیوانِ رسائل، محکمہ تحقیقات، مظالم، محکمہ جاسوسی، محکمہ پولیس، محکمہ عطا و خلعت، ان کے علاوہ ایک مستقل محکمہ



غیر مسلم قوموں کے حقوق کی حفاظت کا تھا۔ اس کا افسر "کاتب جہاز" کہلاتا تھا۔<sup>۱</sup>

**محکمہ جاسوسی** | عدوت ہر دو انجام دیتے تھے۔ جاسوس تاجروں، طبیبوں وغیرہ کے ہمیں میں ہمسایہ ملکوں میں جاتے رہتے اور اپنی حکومت کو وہاں کے سیاسی حالات و دیگر واقعات کی اطلاع بھیجتے۔ اس سے بڑھ کر منصور کا ایک ایک جاسوس ہر گورنر کے پاس رہتا جو اس کی نقل و حرکت کی اطلاع دیتا رہتا جیسا کہ ابولمخراسانی کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ اس کی گفتگو جو اپنے ہم مجلس یا مشیروں سے ہوتی وہ خلیفہ تک بہت جلد پہنچ جاتی تھی۔

**محکمہ بریل** | اس محکمہ پر منصور کی زیادہ توجہ تھی۔ ڈاک کے انتظام میں پہلے کے مقابلے میں بہت کچھ اصلاح و ترقی دی۔ منصور کا قول تھا :-

”حکومت کے عناصر ترکیبی میں چار عناصر نہایت اہم ہیں ان کا انتخاب بہت غور سے کرنا چاہیئے۔“

۱۔ قاضی :- جو نہایت بے باک اور نڈر ہو جو دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب نہ ہو سکے۔

۲۔ پولیس کا افسر :- جس میں کمزور کی حمایت اور طاقت ور کے بل نکال دینے کی قوت ہو۔

۳۔ خراج کا افسر :- جو نہایت دیانت دار ہو، ظلم و جور سے اس کو طبعی نفرت ہو۔

۴۔ ڈاک کا افسر :- یہ لفظ منصور نے تین بار سبب انگشت کو دانستوں کے نیچے دبا کر کہا تھا) جو صحیح حالات سے بے کم و کاست اطلاع دے اور اپنی طرف سے کوئی کتر بیونت نہ کرے“<sup>۲</sup>



**بیدار مغز** | منصور نہایت بیدار مغز فرمانروا تھا وہ اپنے گور و نروں اور وزراء کے حالات سے ہمیشہ باخبر رہتا تھا۔

محکمہ ڈاک کے افسر نے ایک دفعہ اسے اطلاع دی کہ حضرت موت کا گور نر شکار کو کثرت سے جاتا ہے اور اس کا یہی مشغلہ شب و روز کا ہے۔ منصور نے گور نر حضرت موت کو لکھا :-

”دیکھت یہ ساز و سامان وحشی جانوروں پر صرف کرنے کے لئے نہیں ہے تیرا مکان کے مہارن مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں صرف کرنے کے لئے ہیں اور تو ان کو جنگلی جانوروں پر صرف کر رہا ہے“

ماہذا العدة التي اعددتها للذكاة في الوحش  
یعنی یہ تو نے کیا عادت اختیار کی ہے کہ جانوروں کو تکلیف دیتا ہے ہم نے تجھ کو مسلمانوں کی خدمت کے لئے مقرر کیا تھا نہ کہ جانوروں کو تکلیف دینے کے لئے“

تو فلاں ابن فلاں کو اپنی گور نری کا چارج دے دے خدا بخیرے اور تیرے خاندان کو برباد کرے“

منصور ڈاک کے افسروں سے جاسوسی کا کام بھی لیتا تھا۔ یہ افسر حکومت کے نظم و نسق کے لئے اس کے دست و بازو ثابت ہوئے تھے۔ اسی طرح وہ پوری سلطنت کے گور و نروں، قاضیوں، خراج کے افسروں اور دوسرے محکموں کے افسروں کے حالات سے باخبر رہتا تھا۔

**نرخوں کی نگرانی** | ڈاک کا افسروں کا یہ بھی فرض تھا کہ گندم، غلہ، چمڑے اور خود و نوش کی اشیاء کے بھاؤ کے بارے میں اطلاع دیتے رہیں اور اس کی نگرانی بھی رکھیں کہ حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ قیمت پر خرید و فروخت تو نہیں ہو رہی ہے۔

**خبروں کا انتظام** | دن میں دو مرتبہ تمام سلطنت کی خبریں منصور کو پہنچائی جاتیں۔ مغرب کی نماز کے بعد دن بھر کے واقعات کی اطلاع اور صبح کی نماز کے بعد رات بھر کی تمام اہم خبروں سے مطلع ہوتا۔ تمام مخبر افسر ڈاک کے ذریعہ خبریں بھیجا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ منصور تمام سلطنت کے حالات سے واقف رہتا تھا اور قاضیوں کے ظلم و جور، حکومت کے حدود میں نرغوں کے اتار چڑھاؤ کسی بات سے بے خبر نہ رہتا تھا۔

**نظام جاگیر داری** | منصور نے اپنے چند خاص اداکان حکومت کو جاگیر دار بنایا تھا۔ یہ اُن کی خدمات جلیلہ کا اعتراف اور صلہ تھا۔ یہ جاگیریں نہایت سرعت کے ساتھ آبادی سے معمور ہو گئیں تھیں اور ریاست کی فلاح و بہبود پر اس کا نہایت اچھا اثر پڑا تھا۔

**نظام مالیات** | بنی امیہ نے جو نظام مالیات قائم کیا تھا وہ برقرار رکھا گیا۔ اور اس میں کچھ اضافہ بھی کیا۔

**ترقی زراعت** | منصور کو زراعت کی ترقی پر نہایت زیادہ توجہ تھی۔ ۱۳۶ھ تک لگان پیمائشی طریقہ سے وصول کیا جاتا رہا۔ منصور نے اس میں اتنی ترمیم کی کہ گندم اور جو کی پیداوار کے لئے بٹوارہ کا طریقہ نافذ کر دیا اور میوہ کے باغات کے لئے پیمائش کا قدیم دستور جاری رہا۔

**اصول حکمرانی** | منصور نے اپنے ولی عہد مہدی کو جو مرنے سے پہلے وصیت کی تھی اس میں یہ چند فقرے اصول حکمرانی کے لُب لباب سے ہیں :-

”ابو عبد اللہ (کنیت مہدی) بادشاہ کی اصلاح نہیں ہوتی مگر تقویٰ سے رعایا اچھی نہیں ہوتی مگر تابعداری سے، شر آباد نہیں ہوتا مگر انصاف سے، بادشاہ کے اقتدار اور اس کی تابعداری کو دوام جب ہی ہوتا ہے کہ

خزانہ بھر لو پر ہو، احتیاط جب ہی ہوتی ہے کہ ہر قسم کی خبریں بادشاہ کو پہنچتی رہیں، وہی شخص معاف کرنے پر قدرت رکھے گا جو عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہو۔ سب آدمیوں میں عاجز ترین وہ شخص ہے جو اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں پر ظلم کرے۔ اپنے دوستوں کے کاموں سے عبرت حاصل کرتے نہ ہو۔

کسی کام کی استواری کا خیال مت کرو جب تک کہ غور نہ کر لو کیونکہ سمجھدار کا فکر کرنا اس کا آئینہ ہوتا ہے ایسا کرنے سے تمہیں اس کے اچھے بُرے کا علم ہو جائے گا۔“

## معمولات

ابو جعفر منصور کا معمول تھا کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھتا۔ بعد ازاں دربارِ خلعت میں رونق افروز ہوتا اور امورِ سلطنت کو انجام دیتا۔ مالگذاری کا دفتر دیکھتا، حکام کی تبدیلی، راستوں کی حفاظت، رعایا کی آسائش اور تعلیم کا انتظام کرتا۔ اس کے بعد قیلو کہتا۔ بعد ازاں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتا۔ جب عصر کا وقت آتا تو نماز کے بعد غاضِ اجلاس کرتا جس میں ساداتِ بنی ہاشم کے معاملات طے کرتا۔ اس کے بعد نمازِ مغرب باجماعت پڑھ کر کھانا کھاتا۔ جب عشاء کا وقت آتا تو نماز باجماعت پڑھ کر ڈاک دیکھتا اور اطراف و جوانب سے خطوط اور عرضیاں جو آتیں ان کا جواب دیتا۔ اس کے بعد سمارہ سے گفتگو کرتا اور مشورے لیتا۔ جب ایک تہائی رات گزر جاتی تو آرام کرتا، پھر تہجد کے لئے اٹھتا۔ نمازِ فجر تک عبادت میں مشغول رہتا۔ نمازِ فجر مسجد میں آکر خود پڑھاتا۔ پھر بدستور دربار میں آتا۔

# منصور کا علم و فضل اور اُس کے عہد کی علمی ترقی

منصور عباسی گراں پایہ فاضل تھا۔ امام مالکؒ نے حاکم وقوعہ پر فرمایا :-  
 ”منصور نے میرے ساتھ علمائے اولین اور سلف صالحین کے متعلق  
 گفتگو شروع کی تو میں نے اُسے سب سے زیادہ ذی علم پایا۔ فقہ اور  
 دوسرے علوم پر باہم مذاکرہ ہوا تو یہ تمام متفق علیہ اور مختلف فیہ  
 مسائل کا بہت بڑا عالم ثابت ہوا۔ تمام روایتیں اُسے از بر تھیں  
 مرویات پوری طرح یاد تھیں۔“

خلیفہ منصور کو حدیث نبویؐ کے ساتھ جس درجے شغف و شیفگی تھی اس کا  
 اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ شہزادہ مہدی ولی عہد سلطنت کو علم  
 حدیث کی تحصیل کے لئے بغداد سے امام مالکؒ کے پاس مدینہ منورہ روانہ کیا۔  
 مہدی نے حضرت امام موصوف سے کتاب مؤطا پڑھی اور جب اس کی تحصیل سے فراغت  
 پائی تو چار ہزار دینار استادِ علام کی خدمت میں نذر کئے۔ مہدی نے اس  
 رقم کے علاوہ امام مالکؒ کے فرزندِ گرامی کو بھی ایک ہزار دینار دے کر حقی  
 خدمت گزاردی ادا کیا۔

حدیث نبویؐ کی مزا ولت و انہماک منصور کی زندگی کا اہم اور محبوب مشغلہ تھا۔  
 لیکن مہماتِ خلافت اس شوق کو پورا نہ ہونے دیتے تھے۔ محمد بن سلام کا بیان  
 ہے کہ ایک شخص نے منصور سے دریافت کیا، واہب العطایا نے دین و دنیا کی  
 ساری نعمتیں امیر المومنین کو عطا فرمائی ہیں۔ کیا آپ کی کوئی ایسی آرزو بھی ہے  
 جو اب تک پوری نہ ہوئی ہو؟ منصور نے کہا ہاں صرف ایک تمنا باقی ہے جو

آج تک پوری نہیں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ میں ایک چوتھرے پر بیٹھا ہوں اور اصحابِ حدیث میرے ارد گرد بیٹھے ہوں، دوسرے دن جب منصور کے ندیم اور وزراء قلمدان اور دستاویزیں دیکھنے سے ان کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت یہ تفسیر بھی موجود تھا۔ کہنے لگا اے المؤمنین لیجئے آپ کی یہ تمنا بھی برآئی۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ وہ لوگ نہیں جن نفوسِ قدسیہ کے شرفِ قدوم کی مجھ دلی تمنا ہے اُن کے کپڑے سیلے، پیر بچھے ہوئے بال بڑھے رہتے ہیں۔ وہ ناؤں روز گار اور شہرہ آفاق ہوتے ہیں۔ روایتِ حدیث اُن کا مشغلہ ہے۔“ لے

**کُتبِ احادیث و فقہ کی تدوین** | ابو جعفر منصور کا عہدِ خلافت اسلامی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ۱۴۲ھ میں علمائے اسلام نے حدیث، فقہ اور تفسیر کی تدوین و تالیف کا مبارک کام شروع کیا۔ چنانچہ ابن جریرؒ عبد الملک بن عبد العزیز بن جریرؒ متوفی ۱۵۱ھ نے مکہ معظمہ میں امام مالک بن انسؒ نے مدینہ منورہ میں امام اوزاعیؒ عبد الرحمن بن عمر اوزاعیؒ الفقیہ متوفی ۱۵۱ھ نے شام میں، ابن ابی عروہؒ متوفی ۱۵۳ھ نے یمن میں حماد بن سلمہؒ وغیرہ نے بصرہ میں، معمرؒ نے یمن میں اور سفیان ثوریؒ متوفی ۱۶۱ھ نے کوفہ میں حدیث و تفسیر کی کتابیں لکھیں۔ محمد بن اسحاق بن یسارؒ متوفی ۱۵۱ھ نے کتب سیر و معاذی لکھیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے دلائل کے ساتھ فقہ کو ترتیب دیا اور عقائد پر تفسیریں کیں۔

لہ من الکُتب کتاب الفقہ الکبیر کتاب مسالۃ الخی  
البستی کتاب العالم والمتعلم۔ ۱۵

۱۵ الامتہ والسیاستہ جلد ۲ ص ۱۴۱ ۱۵ الفہرست ابن ندیم ص ۲۸۵

ویں۔ ان کتابوں کی نقول نے علمائے اسلام کو علوم عقلیہ کی طرف زیادہ توجہ کرایا۔ چونکہ خلیفہ نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیا تھا اس لئے اقطاع ارض کے علماء و حکماء بامید تدریسی بغداد کا سفر اختیار کرنے لگے۔ سیوطی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے منصور ہی نے سریانی اور دوسری زبانوں سے کلید و دمنہ اور اقلیدس وغیرہ علمی کتابوں کے ترجمے کرائے۔ گو خلفائے بنی امیہ کے عہد میں بھی کچھ کتابوں کے ترجمے کئے گئے تھے مگر ان کی اشاعت زیادہ نہیں ہوئی۔

**تراجم** | جن علماء نے منصور کے حکم سے یونانی، سریانی اور فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جورجیس بن جبریل جس نے بہت سی یونانی کتابوں کو عربی کا لباس پہنایا۔ بطریق جس نے مختلف زبانوں کی کئی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا۔

عبد اللہ بن مقفع نے کلید و دمنہ کا فارسی سے عربی میں منصور کی فرمائش پر ترجمہ کیا تھا۔ کلید و دمنہ اسے دابلیم ہندوستانی راہبہ کے لئے ہندی حکیم نے لکھی تھی۔ نو شیروان عادل کو اس کی خوبیوں کا علم ہوا تو اس نے حکیم ہروزر یہ کو پانچ لاکھ دینار دے کر ہندوستان بھیجا کہ وہ کلید و دمنہ کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ کر لائے۔ چنانچہ اس تقریب سے یہ کتاب ہندوستان سے ایران پہنچی۔ ابن مقفع منصور کا کاتب تھا اس نے اس کتاب کے علاوہ منطق میں بھی کتابیں ترجمہ کیں۔ فرفلوس صوری کی کتاب ایسا غوجی کا نہایت سہل عبارت میں ترجمہ کیا۔ ایک رسالہ ادب و سیاست اور اطاعت سلطان پر بھی لکھا ہے۔ ابن خلکان اس کو زندیق لکھتے ہیں۔ سیفیک حاکم بصرہ نے ۵۴ھ میں اس کو قتل کر دیا۔

۱۔ عیون الابدان فی طبقات الاطباء جلد ۱۲۳ و ۲۰۲ ۲۔ کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۷

۳۔ ایضاً ۴۔ ضاحیۃ العرب فی تقدیمات العرب ص ۵۴

ویں۔ ان کتابوں کی نقول نے علمائے اسلام کو علوم عقلیہ کی طرف زیادہ توجہ کرایا۔ چونکہ خلیفہ نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیا تھا اس لئے اقطاع ارض کے علماء و حکماء بامید تدریسی بغداد کا سفر اختیار کرنے لگے۔ یہ سیوطی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے منصور ہی نے سریانی اور دوسری زبانوں سے کلید و دمنہ اور اقلیدس وغیرہ علمی کتابوں کے ترجمے کرائے۔ گو خلفائے بنی امیہ کے عہد میں بھی کچھ کتابوں کے ترجمے کئے گئے تھے مگر ان کی اشاعت زیادہ نہیں ہوئی۔

**تراجم** | جن علماء نے منصور کے حکم سے یونانی، سریانی اور فارسی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جورجیس بن جبریل جس نے بہت سی یونانی کتابوں کو عربی کا لباس پہنایا۔ بطریق جس نے مختلف زبانوں کی کئی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا۔

عبد اللہ بن مقفع نے کلید و دمنہ کا فارسی سے عربی میں منصور کی فرمائش پر ترجمہ کیا تھا۔ کلید و دمنہ اسٹے و البلیم ہندوستانی راہبہ کے لئے ہندی حکیم نے لکھی تھی۔ نو شیر و ان عادل کو اس کی خوبیوں کا علم ہوا تو اس نے حکیم ہروزر یہ کو پانچ لاکھ دینار دے کر ہندوستان بھیجا کہ وہ کلید و دمنہ کا ہندی سے فارسی میں ترجمہ کر لائے۔ چنانچہ اس تقریب سے یہ کتاب ہندوستان سے ایران پہنچی۔ ابن مقفع منصور کا کاتب تھا اس نے اس کتاب کے علاوہ منطق میں بھی کتابیں ترجمہ کیں۔ فرفلوس صوری کی کتاب ایسا غوجی کا نہایت سہل عبارت میں ترجمہ کیا۔ ایک رسالہ ادب و سیاست اور اطاعت سلطان پر بھی لکھا ہے۔ ابن خلکان اس کو زندیق لکھتے ہیں۔ سفیق حاکم بصرہ نے ۵۴ھ میں اس کو قتل کر دیا۔

۱۔ عیون الابدان فی طبقات الاطباء جلد ۱۲۳ و ۲۰۲ ۲۔ کشف الظنون جلد ۲ ص ۲۷

۳۔ ایضاً ۴۔ ضاحیۃ العرب فی تقدیمات العرب ص ۵۴



کتب فلسفہ، طب و اخلاق کے ترجموں کے علاوہ علمِ منصور میں علمِ ریاضی کو بھی بہت کچھ ترقی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ۱۵۶ھ میں ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی دان پڈت منصور کی پایہ شناسی کا شہرہ سُن کر بغداد وارد ہوا۔ اس نے خلیفہ کی خدمت میں ایک نہایت عمدہ نسخہ پیش کی۔ یہ نسخہ اُس نے ایک عمدہ تصنیف سے جو ہندوستان کے ایک مہاراجہ موسوم بہ بیگر کی طرف منسوب ہے، خلاصہ کیا تھا محمد بن ابراہیم فراہی نے منصور کے حکم سے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس سے ایک کتاب مرتب کی۔ جو ریاضی دانوں میں ”سندھند“ کے نام سے مشہور ہے۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ تک اعمالِ کواکب میں اس نسخہ پر عمل کیا جاتا تھا۔

جن حکماء نے منصور کے لئے یونانی، سریانی اور فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ان میں سے کچھ لوگوں کا ذکر آچکا ہے باقی طبقاتِ الاطباء اور کشف الظنون سے اس جگہ صرف نام درج کئے جاتے ہیں۔

”فخرات بن شحناثا۔ عیسیٰ بن ماسر جیس۔ البطریق یہ سب عیسائی تھے۔

فضل بن نوبخت۔ اسمعیل بن ابوسہل بن نوبخت یہ مجوسی عالم تھے۔

سنکرت کی کتب کے مصنف پاکھر، راجہ، سکھ، داہر، مکر، انکل، چہبر، امدی، جادی، مانک، سالی، نوکسل، دوسا، رائے بکل، براہم کی تصانیف کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا۔

عبدالمسیح ابن عبداللہ الحمصی مشہور بابن ناعمہ و سلام الابریش و عبداللہ الموازی کے اہتمام سے یونانی اور فارسی کتب کے ترجمہ ہوئے۔

برجیس جندی ساہور کے شفاخانے کا مہتمم تھا۔ ۴۸ھ میں منصور کے علاج کے لئے بغداد آیا۔ اس نے ایک قراہ دین مرتب کی جو شفاخانوں کے لئے تھی۔ یہ غرضیکہ منصور نے صد ہا کتابوں کے ترجمے کرائے۔ ایرانیوں کی مفصل تاریخ

بیکبکیں کا ترجمہ عربی میں اس کے لئے کیا گیا۔

منصور ایک طرف محدث تھا، دوسری طرف بلند پایہ ادیب اور شاعر۔  
ولہ ذوق فی الشعر ینقد الشعر ویعرف المنحول المعسوق  
”اس کو شاعری میں کمال حاصل تھا۔ اکثر اشعار کی تنقید کرتا تھا۔ مسروق و  
غیر مسروق کو پہچانتا تھا۔“

**قدر دانی** | منصور ایک دن دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ تمام عمائد بنی ہاشم و ارکان  
سلطنت بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابودلامہ شاعر دربار آیا وہ بھی  
ایک طرف بیٹھ گیا۔ منصور کی نظر اس طرف اٹھ گئی۔ ابودلامہ کی طبیعت میں  
آیا کہ فی البدیہ قصیدہ کہہ سنائے۔ چنانچہ وہ کھڑا ہو گیا اور خلیفہ کو مخاطب کرتے  
ہوئے یہ شعر پڑھا۔

لو کان یقعد فوق الشمس من کرم قوم لقیل اتعد وایا آل عباس  
ثم ارتقوا فی شعاع الشمس کلکم الی السماء فانتم اطهر الناس  
وقد هو القائل المنصور ہر اسکم فالعین والذلف والاذن فی المراس  
د اگر کوئی قوم سورج سے اوپر بوجہ کرم و بخشش بیٹھ سکتی ہے تو یہ کہا جائے گا  
کہ اے آل عباس! تم بیٹھنے کے قابل ہو۔ پھر تم سب کے سب آفتابی شعاع میں  
آسمان تک بلند ہو جاؤ کیونکہ تم پاک لوگ ہو۔ مقدم رکھو تم امام قائم منصور کو جو  
تمہارا سر ہے اور ظاہر ہے کہ انہیں اور ناک اور کان سر میں نہیں یعنی سب اعفاء  
سر کے تابع اور ایسے ہی سب لوگوں کو امیر المؤمنین کا تابع ہونا چاہیئے۔“

منصور یہ اشعار سن کر جھوم گیا اور ابودلامہ کو دس ہزار درہم سے نوازا۔  
یہ تاریخی حقیقت ہے کہ منصور نے عربی زبان میں دیگر اسد کے علوم کے ترجمے  
کثرت سے کرائے اور جملہ علوم و فنون سے اپنی زبان کو مالا مال کیا۔

۱۔ کتاب الادب واللغة مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ

ادب اللغۃ العربیہ میں ہے -

دکان للمنصور دفاتر علم ہو  
تشدید الخرص علیہا حتی اوطد  
ابنہ المجدی عند و ناتہ -  
و منصور کے پاس علم کے دفتر تھے اور  
وہ ان کی حفاظت و ترقی کے بارے میں  
بے حد حریص تھا یہاں تک کہ اپنے بیٹے

سہی کو اپنی وفات کے وقت ان کی حفاظت کی بابت نصوحیت سے وصیت کی ؟

علم انشاء کی ایجاد | منصور کے عہد میں عبد الحمید بن یحییٰ بن سعد کا تب تھا۔ یہ  
مروان بن حکم کی مجلس کا لکھ نہ چکا تھا۔ فن انشاء پر دازی  
میں استاد مانا جاتا تھا۔

اسی نے اس فن کو گویا ایجاد کیا اور ترقی دی یہاں تک کہ ضرب المثل ہو گیا۔  
یہ قتل کر دیا گیا۔

## سیرت

منصور ہیبت، شجاعت، احاسیت رائے اور متانت عقل میں تمام بنو عباس  
پر فائق تھا۔ ذہن و وجود طبع میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ لہو و لب کے پاس  
تک نہ پھٹکتا تھا۔

منصور کو حکمرانی و جہان بینی کے ساتھ دینداری میں اس قدر انہماک  
نہ بد و ورع تھا کہ فارغ اوقات میں جب دیکھئے ذکر و تسبیح اور علم حدیث  
کی مزادلت میں مصروف نظر آتا۔ صوم و صلوة کا پابند تھا۔ کبار و منکرات سے  
متنفر، علماء معاصر سے علمی صحبتیں نہ ہتی تھیں۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد بہت  
سے نفلی حج ادا کئے۔ حصول خلافت کے دوسرے ہی سال یعنی ۲۸ھ میں مسجد  
حرام کی توسیع کی گئی۔

لہ ضاحیۃ الطرب فی تقدسات العرب ۲۸ھ ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۸۰ ایضاً ص ۲۸۰

خلافت سے بذاتِ خود کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ اُس کے واقعات سے ظاہر ہے کہ سلطنت و بادشاہی سے اُس نے جو کام لیا وہ مسلمانوں کی خدمت کا برّی اور عام نفع رسانی تھی اور باوجودیکہ منصور کا عہد حکومت شاہانہ ناز و نعمت کا اورچِ شباب تھا مگر اس کے اندر نہ ہد و قناعت کے وہی انداز موجود تھے جو اس کے اسلاف کرام کا جوہر تھے منصور کے زہد و اتقاء کا تمام تر اقبال مندیوں کے باوجود یہ عالم تھا کہ ساری عمر فقر و فاقہ سے بسر کی اور حظوظِ نفسانہ سے مجتنب رہا کسی نے امام جعفر صادق سے بیان کیا کہ خلیفہ منصور ہر سوی مجتہد پہنٹتا ہے اور اس کی قمیص میں پیوند لگے رہتے ہیں۔ امام الاکبر نے یہ سن کر فرمایا:-

”پاک ہے وہ ذات جس نے اُسے بادشاہت عطا کرنے کے باوجود فقر و فاقہ کی معیشت نصیب کی“

مؤرخ ابن خلدون ابو جعفر منصور کے ورع و تقویٰ کی تعریف میں لکھتا ہے:-

”وہ اپنے اہل و عیال کے لئے بیت المال سے نئے کپڑے بنوانے سے بھی احتراز کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے عیال کے کپڑوں میں پیوند لگوانے کے متعلق درزی سے مشورہ کرتا تھا اتنے میں شہزادہ مہدی وہاں آپہنچا۔ مہدی رقعہ دوزی میں کسرِ شان سمجھ کر کہنے لگا۔ امیر المؤمنین اس سال گھر والوں کے کپڑے میں اپنی تنخواہ سے نہوادیتا ہوں، آپ پرانے کپڑوں کو رہنے دیجئے منصور نے اس تجویز کو تو منظور کر لیا لیکن اموالِ مسلمان سے اپنے اہل و عیال کے لئے نئے کپڑے بنوانے منظور نہ کئے“

انصاف پسندی | منصور اعدائے حکومت کے حق میں نہایت قہار واقع ہوا تھا لیکن اس کے خصائلِ حمیدہ میں خاص بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص صفائی پیش کر کے آپ کو حق بجانب ثابت کر دیتا تھا تو اس کا عذر قبول کر لیتا تھا۔ ”نہ ہیر بن قرقی“ عامل ہمدان نے ابو نصر مالک بن ہشیم کو گرفتار کر کے اُسے ایک غلط فہمی کی بنا پر سزا کر دیا تھا۔ ابو نصر اپنی مخلصی کے بعد دار الخلافہ

پہنچا۔ خلیفہ اس کو اس بات پر ملامت کرنے لگا کہ اس نے ابو مسلم کو خراسان جانے کا کیوں مشورہ دیا۔ ابو نصر عرض پیرا ہوا۔ امیر المؤمنین واقعی ابو مسلم نے مجھ سے صلاح لی تھی اور میں نے اُسے نیک مشورہ دیا تھا اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب کوئی اس سے صلاح پوچھے تو اس کو نیک نیتی کے ساتھ ایسی صحیح رائے دے جو اس کے حال و مال کے لئے بہتر ہو۔ اگر امیر المؤمنین بھی کسی امر میں مجھ سے مشورہ کریں تو میں نیک اور خیر خواہانہ مشورہ سے دریغ نہ کروں گا۔ گو میرا مشورہ امیر المؤمنین کے اغراض اور مفاد کے خلاف تھا۔ لیکن اُس شخص کے لئے تو سود مند تھا جس نے میری رائے دریافت کی تھی۔

منصور نے یہ سن کر نہ صرف اُس کی جرم بخشی کر دی بلکہ اس کو بدرجہ کمال عواطف خسروی سے ممتاز فرمایا اور اس کے خلوص نیت پر اتنا خوش ہوا کہ اس کو ولایت موصل کا گورنر بنا کے بھیج دیا۔ حالانکہ یہ ابو نصر وہی شخص تھا جس کے لئے اس سے بیشتر والی ہمدان کے نام قتل کا حکم صادر ہو چکا تھا۔

**ایک قابل ذکر واقعہ** | ایک مرتبہ ایک شخص نے منصور کے دربار میں بیان کیا کہ خلیفہ ہشام اموی نے فلاں جنگ میں نہایت تدبیر و سیاست سے کام لیا تھا۔ منصور کو اس رزم کے واقعات معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا۔ آخر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رضافہ میں ایک ضعیف العمر آدمی رہتا ہے جو ہشام کا رفیق کا مددہ چکا ہے منصور نے اس کو بلا بھیجا اور اس سے پوچھا کیا تم ہشام کی مصاحبت میں رہ چکے ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ منصور نے کہا اچھا بتاؤ فلاں سال جو جمعہ کہ ہوا تھا اُس میں ہشام نے کس تدبیر اور حکمت عملی سے کام لیا تھا؟ اس شخص نے واقعات جنگ کی تشریح ایسے انداز بیان میں شروع کی جو منصور پر شاق گذرا۔ وہ کہنے لگا۔ خلیفہ ہشام اموی نے خدا اس پر ہزار ہزار رحمتیں

نازل کرے یوں کیا۔ ہشام نے خدا اس کی قبر کو منظور کرے یہ تدبیر کی۔ ہشام نے حق تعالیٰ اس سے لافنی ہو یہ کیا ؟

یہ شخص واقعات کی تفصیل بیان کرتا جاتا تھا اور ساتھ ہی ہشام کو دعائے مغفرت سے یاد کر رہا تھا۔ منصور کو اس کا یہ طرز بیان ناگوار ہوا۔ آخر ضبط نہ کر سکا اور ڈانٹ کر کہا اے دشمن خدا دور ہو، میری بساط پر، میرے سامنے، میرے دشمن کے حق میں رحمت رضوان الہی کی دعائیں کرتا ہے۔ بوڑھا وہاں سے واپس آنے لگا لیکن جاتے وقت یہ کہتا گیا ۔

”امیر المؤمنین! میں آپ کے دشمن کا اس درجہ احسان مند ہوں کہ مجھے غسال بھی بعد از مرگ اس سے سبکیا نہیں کر سکتا۔“

منصور نے یہ سن کر حکم دیا کہ اس کو واپس بلاؤ۔ جب وہ دوبارہ حاضر ہوا تو کہنے لگا۔ امیر المؤمنین آپ ہی انصاف فرمائیے کہ جس شخص کا مرہون بنت ہوں کیا اسے نیکی سے یاد کرنا میرا فرض نہیں ہے۔ خلیفہ معاً متنبہ ہوا اور کہنے لگا ”بے شک فرض ہے اور تمہارے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ایک شریف الطبع، احسان شناس اور کریم النفس انسان ہو۔“

اس کے بعد منصور دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا اور جب وہ جانے لگا تو اس کے لئے انعام کا حکم دیا۔ جب وہ چلا گیا تو خلیفہ اس کی تعریف کر کے کہنے لگا کہ کاش مجھے بھی ایسے مخلص و وفادار مصاحب مل سکتے یہ

منصور کی یہ دلی آرزو تھی کہ اس کے ممالک محروسہ میں و **معدلت گستری** | اماں کا گھوارہ بن جائیں اور حکومت کا سقر کہہ دے قاضی بیکیہ عدل اور مجسمہ انصاف ہو، کسی پر ظلم نہ ہو سکے۔ ظالم کی رعایت نہ کی جائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس نے سلامیہ میں امام ابو خلیفہ کو بغداد طلب کیا لیکن

۱۔ مروج الذهب، مسعودی، ترجمہ ابو جعفر منصور ۔

آپ نے منصب قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ گو بغداد امام ابو حنیفہ کی عدالت گتہی سے محروم رہا اور منصور کے دل میں اس کا ارمان ہی رہ گیا۔ لیکن پھر بھی خوش نصیبی سے قلم و بغداد میں ایسے ایسے عدل پرور قضاۃ موجود تھے جو عدل و انصاف میں خلیفہ تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ نمیر مدنی کا بیان ہے کہ جن دنوں منصور مدینہ منورہ آیا، محمد بن عمران طحی وہاں کے قاضی تھے اور میں ان کا محرر تھا۔ چند شتر بانوں نے کسی معاملہ میں خلیفہ پر نالش کر دی۔ قاضی محمد نے مجھے حکم دیا کہ امیر المؤمنین منصور کے نام حاضری عدالت کا حکم جاری کرو تاکہ مدعوں کی داد رسی کی جائے۔ میں نے خلیفہ کو سمجھینے سے معذرت چاہی۔ مگر قاضی صاحب نے اس پر اپنی مہر لگائی اور مجھ سے فرمایا کہ اس ملک کو امیر المؤمنین کے پاس خود لے جاؤ۔ چنانچہ میں روانہ ہوا۔

جب منصور کے پاس حاضر ہو کر یہ حکم دکھایا تو معذور باد میں کھڑا ہو گیا اور حاضرین سے کہنے لگا کہ میں عدالت میں طالب ہوا ہوں۔ تم میں سے کوئی شخص میرے ساتھ نہ آئے۔ پس خلیفہ اور میں دارالقضاۃ میں پہنچے۔ قاضی صاحب عظیم کے لئے اُسٹے باک اپنے چغہ کو اچھی طرح پھیلا دیا اور بڑے استقلال کیساتھ بیٹھے رہے۔ پھر مدعی کو بلایا اور ثبوت لے کر خلیفہ کے خلاف مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ جب قاضی صاحب حکم سن چکے تو منصور کہنے لگا۔ خدا تمہیں اس انصاف پسند کا اجر دے اور خوش ہو کر قاضی کو دس ہزار دینار انعام دیئے لیے۔

ایک مرتبہ منصور نے سرار بن عبداللہ قاضی بصرہ کو لکھا کہ آپ کی عدالت میں ایک فوجی سردار اور سوداگر کے مابین جو مقدمہ چل رہا ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ سردار کے حق میں کریں۔ قاضی نے اس کے جواب میں لکھ بھیجا کہ اس شہادت سے جو میرے سامنے پیش ہوئی ثابت ہوتا ہے کہ



اس نزاع کا بحق سوداگر فیصلہ ہونا چاہیے اور میں شہادت کے خلاف ہرگز فیصلہ نہیں کر سکتا۔ منصور نے لکھا قاضی صاحب آپ کو یہ مقدمہ فوجی افسر کے حق میں فیصلہ کرنا پڑے گا۔ قاضی نے اس کے جواب میں لکھا واللہ! میں اندروٹے انصاف اس کا فیصلہ بحق تاجر کروں گا۔ جب یہ جواب خلیفہ کے پاس پہنچا تو کہنے لگا الحمد للہ! میں نے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا اور میرے قاضی "قدمات کا فیصلہ حق و انصاف کی بنیاد پر کرتے ہیں۔"

**عفو و ضبط و تحمل** | یہ سچ ہے کہ منصور نے اخذ و بطش کی تلوار ہر وقت بے نیام کر رکھی تھی اور عفو و درگزر کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس کی یہ عادت صرف خطرناک باغیوں کے ساتھ مخصوص تھی۔ ورنہ جن مجرموں کے جرم کی نوعیت باغیانہ قسم کی نہ ہوتی ان سے برابر درگزر کرتا تھا۔ مبارک بن فضلہ کا بیان ہے کہ ہم منصور کے پاس بیٹھے تھے۔ اس اثناء میں ایک مجرم جو واجب القتل تھا حاضر کیا گیا۔ میں نے کہا امیر المؤمنین! میں نے امام حسن سے سنا ہے کہ سید کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

”قیامت کے دن ندا کی جائے گی کہ جن لوگوں کا خدا نے برتر پر کوئی اجر ہو وہ کھڑے ہو جائیں۔ کوئی شخص کھڑا نہ ہو گا۔ بجز اس کے جس نے کسی کی جرم بخشی کی ہوگی۔“  
یہ سن کر خلیفہ نے اسے رہا کر دیا۔

”ایک شخص مزایابی کے لئے منصور کے سامنے لایا گیا اور عرض پیرا، مولا امیر المؤمنین! عدل کا اقتضاء تو واقعی یہ ہے کہ آپ مجھ سے قہر و انتقام کا سلوک کریں۔ لیکن رحم کا تقاضا یہ ہے کہ آپ شیوہ رحم و کرم اختیار کریں۔“  
یہ سن کر منصور نے اسے معاف کر دیا۔

**ضبط و تحمل** | منصور ضبط و تحمل کا پہاڑ تھا۔ بیسیوں مرتبہ لوگوں نے اس کے منہ پر گالیاں دیں اور بدگوئی کا شیوہ اختیار کیا لیکن کبھی

نہیں دیکھا گیا کہ اُس نے کسی کو اس جرم کی سزا دی ہو۔ حالانکہ بہت سے بادشاہ بدگوئی اور دشنام دہی کی پاداش میں زبان گدی سے نکلوا دیا کرتے تھے یا مست ہاتھی کے پاؤں میں ڈلوا دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ابن ابی حنوب نے منصور سے کہا کہ تم بنی آدم میں سب سے زیادہ شریر اور بدترین انسان ہو۔ منصور یہ سُن کر خاموش رہ گیا اور اسے کوئی سزا نہ دی۔ ایک دفعہ منصور نے عبدالرحمن ابن زیاد افریقی سے دریافت کیا کہ تم بنو امیہ کے مقابلہ میں میری خلافت کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا ”جتنا جو رول ظلم تمہارے عہد میں ہے اتنا تو شاید بنو مروان کے عہد میں بھی نہ تھا۔ منصور نے کہا کیا کروں مجھے اچھے مصاحب نہیں ملتے جو عدل و انصاف پر کابند رہوں اُس نے کہا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا ہے کہ بادشاہ نیک ہو تو اسے نیک مصاحب ملتے ہیں اور فاجر ہو تو اس کے پاس فاجر ہی آتے ہیں“ منصور یہ سُن کر خاموش ہو گیا اور اس سے باز پُرس نہ کی۔

اسی طرح منصور کو شام میں کوئی بدوی ملا۔ منصور اس سے کہنے لگا شکوہ کرو کہ خدا نے تمہیں محض اس بنا پر طاعون سے محفوظ رکھا ہے کہ تم اہل بیت نبوت کے زیر حکومت ہو۔ اس نے جواب دیا۔ اگر ہم تمہاری بدولت طاعون سے محفوظ ہیں تو تمہاری دعا ہے کہ حق تعالیٰ ہم پر طاعون کو مسلط کر دے کیونکہ تمہاری حکومت اور طاعون ہمارے لئے یکساں ہیں۔

**سخت گیری** | غداروں اور حکومت کے باغیوں کے حق میں منصور سے بڑھ کر سخت گیر اور تیغ براں خلفائے بنی عباس میں کوئی

دوسرا نہ تھا۔ اس کے جذبات دامیال میں انتقامی جذبہ سب سے بڑھا ہوا تھا اور اُس کے خصائص زندگی میں قتل و قمع کی خصوصیت سب سے زیادہ نمایاں تھی۔ بادی النظر میں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ منصور نے مسلمان اور خصوصاً عالم دین ہو کر اپنے اخوانِ مذہب کی خون ریزی کیونکہ جائز رکھی لیکن

اصل یہ ہے کہ چونکہ نئی نئی سلطنت تھی اور خلافت منصور کی کے ابتدائی دس سال تک خلافت کا دُعب واقعداء اچھی طرح قائم نہ ہوا تھا اس لئے جابجا بناوتمیں اٹھیں اور منصور کو ان کے فرو کرنے کے لئے تشدد اختیار کرنا پڑا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اگر وہ سخت گیری سے کام نہ لیتا تو اپنا اقتدار ہرگز قائم نہ کر سکتا تھا۔

ایک مرتبہ منصور کے چچا عبداللہ بن علی کے دل میں بھی منصور کی سخت گیری پر اعتراض پیدا ہوا تھا۔ اُس نے غلیفہ سے کہا۔ آپ نے تعزیر اور گوشمالی پر ایسی کمر باندھی ہے کہ کسی کو گمان نہیں ہوتا کہ آپ معاف کرنا بھی جانتے ہیں۔“ منصور نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تک بنو مروان کا خون خشک نہیں ہوا۔ آل ابوطالب کی تلوار میں بے نیام ہیں۔ خلفائے عباسیہ کا دُعب لوگوں کے دلوں میں جاگزین نہیں ہوا اور ہیبت و دُعب کا سنگہ اس وقت تک دلوں پر نہیں بیٹھ سکتا جب تک میں لفظ عفو کے معنی نہ بھول جاؤں اور سراپا عقوبت و تعذیب نہ بن جاؤں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عناصر فساد کا قلع قمع ضرور تھا لیکن یہ بھی غلط نہیں ہے کہ منصور نے ان فتنوں کے فرو کرنے میں حد اعتدال سے اس درجہ تجاوز کیا کہ وہ سخت گیری میں ضرب المثل ہو گیا۔ جن دنوں منصور نے عبداللہ بن امام حسن مثنیٰ کو اپنے فرزند گسامی نفیس ذکیہ کے حاضر کرنے پر مجبور کیا۔ عبداللہ نے اس کے متعلق منصور کے چچا سلیمان بن علی سے شورہ کیا۔ سلیمان نے کہا کہ منصور کے مزاج میں بڑی سخت گیری ہے اور اگر وہ عفو و بخشش کے نام سے آشنا ہوتا تو اپنے حقیقی چچا عبداللہ بن علی کو ضرور معاف کر دیتا۔

یہ سن کر عبداللہ بن حسن متنبہ ہو گئے اور اس دن سے اپنے محنت جگر کے اخفاد میں سعی بلیغ کرنے لگے۔ شروع میں تو عامہ مسلمین مروانیوں کے زوال اور عباسیوں کے برسر اقتدار آنے پر بہت خوش متھے۔ لیکن جب سفاح اور

منصور کی سفایاں دکھیں تو اموی حکومت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا اور لوگ بنو امیہ کے بعد آل عباس کی طرف سے بھی افسردہ ہو کر خلافت سادات کی تمنا کرنے لگے۔ ان دنوں منصور کی روز افزوں سخت گیری آگ پر تیل کا کام کر رہی تھی۔ لوگ اس سے روز بروز افروختہ ہوتے گئے۔ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ جب کسی شخص کا کوئی فعل ناپسند ہوتا ہے تو اس کے ہنر بھی عیب دکھائی دیتے ہیں اور اس کے انتساب کی ہر چیز مکروہ و قابل نفرت ہو جاتی ہے۔ نفرت و استکراہ کا اثر ہے کہ بعض مورخوں نے منصور کے اخلاق و عادات کی تصویر کشی میں سخت رنگ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس تصویر کے خدو خال سے یہ معلوم کرنا سخت دشوار ہو جاتا ہے۔ کیا یہ وہی خلیفہ ہادون الرشید کا دادا اور عباسی خلفاء کا مورث اعلیٰ ہے جس نے قاضی محمد طلحہ کو اس بنا پر دس ہزار دینار انعام دیئے تھے کہ اُس نے ازراہ انصاف ایک مقدمہ کا فیصلہ خلیفہ کے خلاف کیا تھا جو بیت المال کا ایک حقبہ بھی اپنی تن آسانی پر خرچ نہ کرتا تھا۔ جو صوم و صلوة اور دوسرے اوامر کا سخت پابند اور بہت بڑا عالم شریعت تھا جس نے فریضہ حج کے بعد بہت سے نقلی حج کئے مسجدیں بنوائیں۔ جہاد کیا۔ نہ فدیہ ادا کر کے ہزار ہا مسلمانوں کو نصاریٰ کی قید سے چھڑایا اور مختلف جیشیتوں کے خدمت دین کا حق ادا کیا۔

جو غیہ محتاط مؤرخ ہر قسم کے رطب و یابس کہنے کے عادی ہیں انہوں نے منصور کے تذکرے میں بھی اسی روش کو اختیار کیا ہے اور رُطبت یہ ہے کہ ایک ہی واقعہ کے متعلق اس قدر متضاد بیانات جمع کر دیئے ہیں کہ روایت کے ایک پہلو کو متین کر دیا اور دوسرے کو نظر انداز کرنا سخت دشوار ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جو جو باتیں اس جلیل القدر خلیفہ کی شانِ عدالت کے خلاف بیان کی گئی ہیں وہ سب بیان کا بیشتر حصہ بہتان طرازی یا مبالغہ آرائی ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر باغیوں، مخالفوں اور ان کے معاونین کے داہ و گیر سے

قطع نظر کر لیا جائے تو ابو جعفر منصور کا دامن عدالت ظلم و جور کے داغ سے بہت کم آلودہ نظر آتا ہے۔

**جنزری** منصور بڑا فیاض اور نرم گستر شہنشاہ تھا لیکن اسراف و تبذیر سے بچتا تھا اور ایک پائی بھی بے جا خرچ نہ کرتا تھا۔ چونکہ غیر مستحقین عموماً اس کی شاہانہ داد و دہش سے محروم رہتے تھے۔ انہوں نے اسے بخل سے متهم کر کے ابوالدوانیق (دڑیوں کا باپ) کے نام سے مشہور کر رکھا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اس لئے پڑا کہ وہ اپنے محال سے دڑی دڑی کا حساب لیا کرتا تھا چنانچہ جب بغداد کی تعمیر ختم ہوئی تو تعمیرات کے افسروں سے حساب لیا گیا جو کچھ جس کے پاس باقی نکلا اس نے بیت المال میں داخل کر دیا۔ ابن صلت کے پاس پندرہ درہم قرینا پونے چار روپے تحویل میں باقی رہے تھے۔ اس نے یہ رقم ادا نہ کی اس لئے اس کو قید کر دیا۔ اور جب تک اس نے یہ درہم ادا نہ کر دیئے رہا نہ کیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور اعلیٰ درجہ کا منتظم، صاحب تدبیر اور پابند اصول حکمران تھا۔ اس کی قلمرو میں اس قسم کا اندھیرا کھاتا نہ تھا کہ کسی سرکاری عہدہ دار کو سرکاری روپیہ میں تغلب اور دست اندازی کا موقع ملتا۔ اس کا دل دماغ ملک کے کلی اور جزئی امور پر حاوی تھا۔ حدود مملکت کی کوئی چیز اس کی نظر احتساب سے اوجھل نہ تھی۔

ایک مرتبہ منصور نے عرفہ کے دن خطبہ دیا جس میں کہا مسلمانوں خدائے قدوس نے مجھے اپنی زمین پر اس لئے بادشاہ بنایا ہے تاکہ زرو مال کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کروں اور حکم شریعت کے بغیر کسی کو عطیات نہ دوں۔ رب العزت نے مجھے بمنزلہ اپنے قفل کے بنایا ہے۔ وہ جب چاہتا ہے عطیات کے لئے

کہول دیتا ہے اور جب چاہتا ہے بند رکھتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ رب العالمین کی طرف مائل ہو جاؤ۔ آج بڑا مبارک دن ہے۔ دعا کرو کہ رب ذو اللین مجھے نیکی اور احسان کی توفیق بخشے اور عدل کے ساتھ میرے ہاتھ سے تم کو عطیات دلوئے۔ وہی سمیع و مجیب ہے۔“

صولی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے اسے بخل سے متهم کیا تھا۔ چنانچہ اسی خطبہ کے آخر میں اس نے یہ بھی کہا تھا کہ :-

”لوگ کہتے ہیں کہ امیر المومنین لوگوں پر مال خرچ نہیں کرتا یہ درست ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ خدائے کر دگار نے اسراف سے منع کیا ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ منصور داد و دہش میں کسی دوسرے فیاض بادشاہ سے کم نہ تھا۔ لیکن اس لحاظ سے کہ بعض دوسرے تلمیذوں کی طرح دوپیر کو بے موقع نہیں اٹاتا تھا۔ لوگوں نے اسے بخیل مشہور کر دیا۔ مسعودی لکھتے ہیں :-

”منصور دیتے وقت مالِ حزیل اور نذرِ خیر عطا کرتا تھا لیکن اس کی بخشش و عطا ضائع اور بیکار نہیں ہوتی تھی۔“

**نہد و قناعت** | اس کے بخل سے مشہور ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نہد و قناعت کی عادت اسے زرد مال سے خود تمتع ہونے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ ایک دن اس کی لونڈی نے دیکھا کہ خلیفہ ایسی قمیص پہنے ہوئے ہے کہ اس میں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ لونڈی کہنے لگی عجائب روزگار دیکھو کہ امیر المومنین کے بدن پر قمیص تک ثابت نہیں منصور نے یسینکر لونڈی سے کہا۔ شاید تونے ابن ہرمتہ کا وہ شعر نہیں سنا۔

قد یدرک الشرف الفقی بردائہ خلق وجیب قمیصہ مرقوع  
کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک نوجوان کو شرف اور بزرگی حاصل ہو جاتی ہے



حالانکہ اس کی چادر پرانی ہوتی ہے اور اس کی قمیص کے گریبان میں پیوند ہوئے ہیں۔  
کسی شخص نے منصور کی بھٹی ہوئی قمیص دیکھ کر کہا - خدا کی قدرت ہے کہ اس نے  
خلیفہ کو بادشاہت کے باوجود افلاس میں مبتلا کر رکھا ہے۔

مسلم حادی نے ان الفاظ کو نظم کا لباس پہنایا اور ان اشعار کو گانے لگا۔  
منصور نے یہ گیت سن پائے اور بجائے سزا دینے کے اس کا ممنون ہوا اور اس  
پر مسرت و شادمانی کا اتنا غلبہ ہوا کہ قریب تھا کہ خوشی کے مادے گھوڑے سے  
رگر پڑے۔ لیکن مسخرہ بن کا کمال دیکھو کہ شاعر کو نصف درہم (دو فی) انعام دینے کا حکم  
دیا۔ مسلم عرض پیرا ہوا - ”امیر المؤمنین! آپ مجھے اس گیت پر ایک دو فی انعام دیتے  
ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ خلیفہ ہشام اموی کو گانا سنایا تھا تو اس نے مجھے دس ہزار  
درہم عطا کئے تھے۔“

منصور نے کہا سچا ہے۔ لیکن اس نے یہ رقم بیت المال سے نہ دی ہوگی۔  
منصور کے ان الفاظ کا یہ مطلب تھا کہ کسی والی ملک کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ  
بیت المال کا دروپیہ جو قوم کی امانت ہوئی ہے بے دریغ خرچ کرے اور اسراف و  
تبذیر کا شیوہ اختیار کرے۔

**عطا و بخشش** | کفایت شعاری کا خاکہ ہونے کے باوجود منصور کا صحاب کرم  
ابرنیسا بن کمر اٹھتا اور صاحبان کمال اور اہل حاجات کا

دامن درہم و دینار سے بھر دیتا تھا۔ اس نے قاضی مدینہ کو اس انصاف پر وہی  
کی قدر دانی میں دس ہزار دینار تقریباً پچاس ہزار روپیہ کی رقم خطیر انعام دی تھی۔  
اُس نے خلیفہ کے مقابلہ میں شتر بانوں کے حق میں فیصلہ صادر کر کے اسلامی معذرت  
شعاری کی روشن مثال قائم کر دی۔ جس سال مکہ معظمہ میں منصور کی امام ماکہ سے  
ملاقات ہوئی خلیفہ نے آپ کو ایک ہزار دینار اور ایک شاہانہ خدمت عطا کیا اور



اس پر اکتفا نہ کیا بکہ آپ کے فرزند کو بھی ایک ہزار دینار دے کر قدر دانی اہل کمال کا ثبوت دیا۔

ابو ذلامہ شاعر کے ہاں بڑا کا پیدا ہوا تو اس نے خلیفہ کو اس کو اطلاع دی اور ساتھ ہی چند شعر بھی لکھ بھیجے جن کا مفہوم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آفتاب سے بھی بلند مقام پر بیٹھ سکتا ہے تو اے آل عباس تم اس کے مستحق ہو اور میں تو دعا کرتا ہوں کہ تم شعاع شمس سے بھی زیادہ پھیلو اور ترقی کرو اور آسمان پر جا کر فرکش ہو کیونکہ تم سب سے زیادہ صاحبِ کرم ہو۔ اس کے بعد خود حرمِ خلافت میں حاضر ہو کر باریاب ہوا اور ایک خالی تھیلی خلیفہ کے سامنے ڈال دی۔ خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ابو ذلامہ کہنے لگے۔ امیر المؤمنین مجھے جو کچھ عطا کرنا ہے اس میں دیدیجئے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ تھیلی درہموں سے بھری جائے۔ چنانچہ اس میں دو ہزار درہم آئے جو ابو ذلامہ کو دے دیئے گئے۔

اس کی کرم گسٹری کی ایک مثال یہ ہے کہ اس نے ایک مرتبہ اپنے دس چچوں عبداللہ و عبد الصمد، اسماعیل، عیسیٰ داؤد، صالح، سلیمان، اسحاق، محمد اور یسعی (سپران علی) کو دس لاکھ درہم عطا کئے تھے۔

عیسیٰ بن نیک کے غلام زید کا بیان ہے کہ میرے آقا کی وفات کے بعد منصور نے مجھے طلب فرمایا اور پوچھا کہ تمہارا مالک و رشاء کے لئے کتنا مال چھوڑ گیا ہے؟ میں نے کہا جس قدر نہ مال چھوڑا تھا اس کی بیوی نے اداائے قرض اور دوسری ضروریات پر اٹھا دیا۔ پوچھنے لگا اس کی کتنی لڑکیاں ہیں؟ میں نے کہا چھ۔ خلیفہ تھوڑی دیر تک سر جھکا کر سوچتا رہا۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ کل صبح آکر ذرا مہدی سے مل لینا۔ میں نے دوسرے دن شہزادہ مہدی سے ملاقات کی تو اس نے مجھے ایک لاکھ اسی ہزار درہم عطا کئے اور صرف اسی بدل و عطا پر اکتفا نہ کیا بلکہ چھوٹی لڑکیوں کے لئے تیس تیس ہزار درہم الگ عطا فرمائے۔

منصور کی ایک شانِ نیا منی یہ تھی کہ وہ ان عاملینِ شریعت اور علمائے راغبین کو

جنہیں دین کی خدمت انہماک اسباب معیشت سے فارغ رکھتے تھے۔ بہت گراں بہا مالی امداد دے کر پشت پناہی کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ایک مرتبہ امام مالکؒ اور ابن سمان کے پاس پانچ پانچ ہزار دینار کی تھیلیاں بھیجی تھیں اور دونوں حضرات نے اس پیش کش کو قبول کر لیا تھا۔

**لہو لعب سے نفرت** | احمد بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امیر المؤمنین منصورؒ کے پاس حاضر ہوا اتنے میں باجہ بجنے کی آواز آئی۔ منصور نے مجھ سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ میں باہر گیا اور دیکھا ایک غلام طنبورہ بجا رہا ہے اور لڑکیاں اس کے گرد تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ میں نے آکر اطلاع دی۔ پوچھا طنبورہ کیا ہوتا ہے؟ میں نے اس کا حال بیان کیا۔ کہا تم نے کہاں دیکھا؟ میں نے کہا خراسان میں۔ خلیفہ باہر آگئے۔ لڑکیاں تو بھاگ گئیں۔ پھر حکم دیا کہ طنبورہ اس کے سر پر مارو اور نکال دو۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ نکال دیا گیا۔

**سلامتِ طبع** | منصورؒ سلم الطبع ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے کسی فعل و عمل پر کسی کی زبان سے نکتہ چینی سن کر چین بچیں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اگر بات حق ہوتی تو اسے فوراً قبول کر دیتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ افریقہ کا ایک قاضی دربار خلافت میں حاضر ہوا جو طالب علمی میں منصورؒ کا ساتھی رہ چکا تھا۔ منصور نے اس سے پوچھا۔

”تم کو میری حکومت اور بنو امیہ کی حکومت میں کیا فرق نظر آیا اور تم اس طویل سفر میں ہمارے جن جن علاقوں سے گزرتے ہوئے آئے ہو ان میں نظم و نسق کا کیا حال ہے؟“

قاضی نے جواب دیا۔ اے امیر المؤمنین! میں نے اعمالِ بد اور ظلم و جور کی کثرت دیکھی ہے۔ پہلے تو میرا گمان یہ تھا کہ اس ظلم و جور کا سبب آپ کا ان علاقوں سے

دور ہونا ہے۔ لیکن میں جتنا قریب آتا گیا معاملہ اسی قدر نازک ہوتا گیا۔ منصور نے یسینؑ کو اپنی گردن جھکائی۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا مگر میں لوگوں کا کیا کروں؟ قاضی نے جواب دیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے تھے لوگ بادشاہ وقت کے تابع ہوتے ہیں۔ بادشاہ اگر نیک ہو گا تو رعایا بھی نیک اور صالح ہوگی اور اگر بد ہو گا تو رعایا بھی نیک نہیں ہو سکتی یہ

**سادگی** منصور کے حالات پڑھنے کے بعد اس کی جلالتِ شان کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس پایہ کا انسان تھا۔ عظیم الشان شہنشاہ اور باجبروت حکمران ہوتے ہوئے بھی اپنے اسلاف کی سادہ زندگی کو جزو زندگی بنائے ہوئے تھا۔

محمد بن سلیمان عباسی ایک روز بغرض عیادت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ منصور خاص محل میں تھا دیکھا ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس کے عرض میں سال کی ٹکڑی رکھی ہوئی ہے اور پردہ لٹکا ہوا ہے جیسے مسجدوں میں ہوتا ہے۔ ابن سلیمان کہتا ہے میں کمرہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاف زمین پر نہ کوئی فرش ہے نہ کچھ پینے کے کپڑے ہیں۔ منصور رونق افروز ہے میں نے عرض کیا بس یہ سامان ہے۔ فرمایا ہاں۔ ایک لحاف و پادری کے سوا خلیفہ کے بستر میں کچھ نہ تھا یہ تھا عظیم المرتبت بادشاہ کے رہنے سہنے کا کمرہ اور وہ تھی اس کی زندگی جس کا ذکر کیا گیا ہے۔

## عہدِ منصور کے جلیل القدر علماء

امام ذفر بن ہذیل بن قیس الغنبریؒ ۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظمؒ کے

۱۔ مسلمانوں کا عروج و زوال مطبوعہ ندوۃ المصنفین مؤلفہ سعید احمد ایم اے ص ۱۱۳۔

۲۔ طبری جلد ۹ صفحہ ۳۰۵۔

شاگرد تھے فقیہ بے عدیل اور محدث تھے۔ امام اعظمؒ نے ان کے متعلق فرمایا۔

”ہذا زفر امام من ائمتہ المسلمین“

۱۵۸ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔

مسعر بن کدام کو فی طبقہ کبار اتباع میں سے ہیں۔ نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ آپ سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری کے استاد ہیں۔ آپ کی جلالت قدر و حفظ و اتقان متفق علیہ ہے۔ امام اعظم سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔ ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔

عبد اللہ مصفر بن عمر بن حفص بن عاصم بن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ابو عثمان کنیت ہے۔ مدنی ”من اجلۃ الثقاۃ“ ۱۷۷ھ میں وفات پائی۔ ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کو فی ۱۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ شعبہ وابن عیینہ و ابو مسلم وابن معین امیر المؤمنین فی الحدیث سے خطاب کیا کرتے تھے۔ فقہ و حدیث و نہدی مشہور و معروف تھے۔ ۱۹۱ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب الکمال)

الزہری محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ ابن الحارث بن زہرہ قرشی مدنی ان کے حالات اور علمی خدمات کا ذکر منصور کے حالات میں آچکا ہے۔ رمضان ۲۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ شام کے قریہ شغمداء میں دفن ہوئے۔ (تہذیب الاسماء واللغات)

ابن انبہ اسمعیل بن محمد بن سعد ابو محمد المدنی ۲۴۱ھ میں انتقال کیا۔

(تقریب التہذیب)

حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری ابو اسماعیل کو فی فقیہ، ان کو مرجعہ سے متمم کیا جاتا تھا۔ ۲۸۱ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب) اسمعیل بن عیاش عنہی محضی، علمائے اعلام سے تھے۔ ۲۸۲ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)۔

محمد بن النکدر ابن عبید اللہ بن الہدی الیمی مدنی ثقہ فاضل سلمہ میں انتقال ہوا۔ (تقریب)

ہشام بن عروہ بن زبیر بن العوام الاسدی مدنی امام مالک امام اعظم شعبہ جلیبہ حضرات نے ان سے سماعت حدیث کی۔ ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔  
(اسعات المطابر جال الموطا -)

یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری البوسعدی المدنی مدینہ کے قاضی تھے۔ ثقات میں شمار ہے۔ کنز الحدیث ج ۱۲۸۷ میں وفات ہوئی۔ (الاسعات)  
ابراہیم الصائغ بن میمون المروزی فقیہ محدث شاگرد امام اعظم پیشہ زد گوی تھا۔ ابو مسلم خراسانی کو منکرات شرعیہ سے سختی سے منع کیا کرتے۔ آخر اس نے ۱۳۱ھ میں مرو میں شہید کر دیا۔ (مقدمہ فتاویٰ ہندیہ)

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کو فی فقیہ محدث امام اعظم اور امام ابو یوسف سے فقہ حاصل کی شیخین نے ان سے تخریج کی۔ ۱۶۰ھ میں وصال ہوا۔

## خليفة ابو عبد الله محمد مدي

محمد ممدی بن ابو جعفر منصور عباسی۔ ان کی والدہ اروی خاندان حمیری سے تھیں۔ ۱۶۶ھ میں مقام ایدج میں پیدا ہوا۔ والدہ کا نام ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ تھا۔

تعلیم و تربیت | ممدی نے باپ کے سایہ میں نشوونما پائی۔ دربارہ کے اکابر علماء کی نگرانی میں علوم و وجہ حاصل کئے۔ حدیث کی سماعت اپنے باپ اور مبارک بن فضلہ جلیبہ عالم متبحر سے کی اور اس سے یحییٰ بن حمزہ،  
لہ۔ مال ابن اثیر ص ۱۳۳۔ جلد ۶۔

جعفر بن سلیمان صبیعی محمد بن عبداللہ رقاشی اور ابوسفیان سعید بن یحییٰ حمیری نے روایت کی۔

منصور نے خالد بن برمک کو مہدی کا اتالیق مقرر کیا اور ہدایت کر دی کہ رزم ہو یا بزم، خالد ہر جگہ مہدی کے ساتھ رہے۔ مہدی کو امام ماکٹ کی خدمت میں مدینہ بھیجا جہاں سے اُس نے سندِ حدیث لی۔ واپسی کے بعد منصور نے رستے اور طبرستان کی حکومت مہدی کے سپرد کر دی اور خالد کو ساتھ کر دیا۔  
دادا حکومت پہنچ کر مہدی عیش و طرب میں پڑ گیا۔ مگر خالد نے اس کی طبیعت کو حکمرانی کی طرف پھیر دیا۔

**سوانح** ۱۵ سال کی عمر (۱۴۱ھ) میں منصور نے مہدی کو خراسان کے عامل عبدالجبار بن عبدالرحمن کی بغادت کے فرو کرنے کے لئے امیر الجیش بنا کر بھیجا۔ اس نے اس مہم کو سر کیا۔ پھر طبرستان میں بہاد کیا۔ ۱۴۴ھ میں وہاں سے واپسی ہوئی۔

**شادی** ربط بنت سفاح کے ساتھ منصور نے مہدی کی شادی کر دی۔ مہدی کی طبیعت میں اوائل عمر سے سخاوت کی طرف میلان تھا اور بڑے داد دہش کیا کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک دفعہ ایک شاعر آیا اُس نے ایک قصیدہ مہدی کی شان میں پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

هو المهر عـ الاوان فیه "وہ مہدی ہیں اور خوب صورتی میں پورے

مشابوۃ صومۃ القمر العنیر چاند کے مشابہ ہیں" ۱۵

مہدی نے شاعر کو بیس ہزار درہم عطا کئے۔ منصور کو خبر لگی تو اُس نے شاعر کو بلایا اور قصیدہ سنا اور کہا صرف چار ہزار درہم لو بقیہ واپس کر دو اور مہدی کو تنبیہ کی اور یہ تحریر کیا کہ جب کوئی شاعر سال بھر تک تمہارے درِ دولت پر

۱۵ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵ و سنانک الذہب ص ۸۵ ۱۶ طبری جلد ۹ ص ۳ -

حاضر رہے تو چار ہزار درہم اس کو دیدیا کرو نہ یہ کہ ایک قصیدہ پر بیس ہزار دیدو۔  
**بیعت خلافت** منصور کی وفات مکہ کے قریب ہوئی جو عمائد سلطنت ساتھ  
 تھے ان سے ربیع کاتب نے اور اہل مکہ سے عباس بن محمد  
 اور محمد بن سلیمان نے بیعت کی۔ مہدی منصور کی وفات کے بعد بادشاہوں ذی الحجہ ۵۸ھ  
 کو تخت خلافت پر بغداد میں ٹنکن ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۲ سال کی تھی۔

**نظم مملکت** عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی مہدی نے جملہ سیاسی قیدیوں کو  
 آزاد کر دیا اور جائدادیں و اگلاشت کر دیں۔ اور ان کو انعام  
 و اکرام سے نوازا۔

منصور دولت بنی عباس کو تمام خرشوں سے پاک صاف کر گیا تھا۔ ملک فارغ  
 البالی اور خوشحالی کی طرف دن بدن بڑھ رہا تھا۔ مہدی نے اپنی توجہ زیادہ تر اصلاحات  
 کی طرف مبذول کی۔ اس کا عہد ولید اموی کے مشابہ تھا۔

**رفاہ عام کے کام** مہدی نے مکہ معظمہ کے راستے درست کرائے۔ قافلوں کے  
 لئے جابجا سرائیں بنوائیں۔ جو سرائیں شکستہ تھیں ان کو درست  
 کرایا۔ ہر ہر منزل پر کنوئیں کھدوائے۔ قافلوں کے جانوروں کے لئے کنوؤں کے حوض  
 بنوائے۔ خانہ کعبہ کی عمارت کی توسیع کرائی۔ چاروں طرف ذوق تعمیر کرائے اور  
 ان میں سنگ رخام کے ستون لگوائے۔ اسی زمانے میں مسجد نبویؐ کی عمارت  
 میں ترمیم و توسیع کی۔

**جذامیوں کی اعانت** جذامیوں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیئے۔  
 اور ان کے لئے حکم تھا کہ وہ گزرگاہوں پر نہ پھریں۔  
**محکمہ برید** بغداد مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور یمن کے درمیان ڈاک کا سلسلہ قائم کیا۔

۱۔ یعقوبی جلد ۲ ص ۴۵ ۲۔ تاریخ کمر از قی جلد اول ص ۱۵۵ ۳۔ دول اسلام ذی بی جلد ۱ ص ۸۲

۴۔ خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۳ ۵۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳ -



**بیدار مغز** مہدی کی طبیعت اگرچہ عیش و عشرت کی طرف راغب تھی مگر اس نے حکومت کے فرائض میں کبھی غفلت نہیں کی۔ اپنے والد منصور کی طرح حکومت کی تمام جزئیات پر نگاہ رکھتا تھا یہ جنگوں میں شرکت کرتا تھا اور اس کی عیش پرستی نظام حکومت میں کبھی خلل انداز نہ ہوتی تھے

**محکمہ حساب** مہدی نے ایک نیا عمدہ محاسب کا قائم کیا تھا جس کے متعلق شہر کا انتظام اور ہر قسم کی نگرانی اور قیام امن کا کام تھا۔ وہ سپاہیوں کو ہمراہ لے کر وقتاً فوقتاً بازاروں میں گشت کرتا رہتا جو اوامرو احکام دیوانہ صلیبیہ سے جاری ہوتے ان کی تعمیل کرتا۔ سوداگروں کے اوزان اور پیمائوں کو جانچا پڑتا تھا۔ اگر کہیں دھوکہ پاتا تو مجرم کو فوراً اس کی دوکان کے ہی روبرو سزا دیتا تھے

**وقف** مساجد اور مدارس کے لئے محکمہ وقف قائم کیا۔ مہدی کو نہ مانہ سکون کا ملا تھا۔ اس نے اپنی مملکت کی ترقی و رفاهیت کی جانب زیادہ توجہ دی۔ بادشاہ کی نظر التفات دیکھ کر علماء و امراء بھی امورِ نافعہ کی طرف لگ گئے۔ نتیجہ ہوا کہ قوم کی قوم تمدن میں بہت جلد اس درجہ عالمیہ تک پہنچ گئی کہ تجارت، صنعت اور علوم و فنون ادبیہ میں ہمایہ قوموں سے آگے نکل گئی۔

## خلیفہ کے خلاف دعویٰ

ایک دن مہدی عباسی عدالت میں تھا۔ ضرورت مندوں کی مختلف درخواستیں گزر رہی تھیں۔ اس پر غور کر کے آپ احکام صادر کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور سلام کر کے بولا۔ امیر المؤمنین اگر کسی کو کسی کے خلاف شکایت ہو یا ایک نے دوسرے کا حق چھینا ہو تو وہ آپ کی خدمت میں فریاد لاسکتا اور اپنے درد کی

۱۶۲ صفحہ ۱۶۲ تاریخ الخلفاء

۱۶۳ تاریخ عرب موسیو سدری، فرانسیسی ص ۱۹۔

دوا پاسکتا ہے۔ لیکن جسے خود امیر المؤمنین پر دعویٰ کرنا ہودہ کہاں جائے اور کیا کرے مجھے آپ کے خلاف استغاثہ کرنا ہے۔ بتائیے آج پیش کردہ یا کل؟ قیامت کے دن مالک یوم الدین کی عدالت میں جہاں کسی قسم کی طرفداری یا نا طرفداری کی سازش نہ ہوگی۔ مہدی نے جواب دیا۔ اگرچہ تمام دنیوی حاکموں کا سر ہمارے حکم کے سامنے خم ہے۔ مگر شریعت کے حضور میں ہم بھی سر جھکاتے ہیں لہذا شریعت کے مطابق فیصلہ ہوگا اور تم اپنا انصاف اس دنیا میں پاسکو گے۔

یہ کہہ کر امیر المؤمنین مسندِ خلافت سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس شخص کو ہر لٹے ہوئے قاضی کی عدالت میں پہنچے اور اس کے پاس بیٹھ کر بولے۔ اپنا دعویٰ پیش کرو۔ اس شخص نے قاضی کے سامنے دعویٰ پیش کیا۔ امیر المؤمنین نے جواب دہی کی۔ اس پر قاضی نے مدعی سے قانونی دستاویز طلب کی جو اس شخص نے پیش کی۔ قاضی نے معائنہ کر کے اس پر حکم لکھا جو مہدی کے خلاف اور مدعی کے حق میں تھا۔ خلیفہ نے قاضی کے سامنے سر جھکا دیا اور مدعی کا مطالبہ پورا کر دیا۔

**قیدیوں کے عیال کی خبر گیری** | مہدی کے عہدِ خلافت میں قیدیوں کے عیال کی گزیر اوقات کا انتظام حکومت کے ذمہ تھا۔

**مسجد حرام کی توسیع** | مسجد حرام کے ارد گرد مکانات خرید کر اس کو بڑھوایا اور اپنے نام کا کتبہ لگوایا۔ ولید اموی کے نام کا جو کتبہ عمارت پر لگا ہوا تھا اس کو مٹوا دیا اور پرانے غلافوں کو اتروا کر اس کی دیواروں پر مشک و عنبر خوشبو کے لٹے ملوایا اور قباطی ہنر اور دیبا کے تین غلاف چڑھائے۔

**اہل مکہ کے ساتھ سلوک** | مکہ مدینہ کے جملہ حقوق بحال کئے۔ اولاد رسولؐ کی جائیدادیں جو عہدِ منصور میں قرق کر لی گئی تھیں

وہ بحال کر دی گئیں۔ پانچ سو جوان انصاریہ مدینہ سے منتخب کر کے لشکر حضور میں رکھے۔  
 قرین کے باشندوں میں کئی کروڑ نقد اور ڈیڑھ لاکھ پانچویں تقسیم کئے۔  
 علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ قرین کے بسنے والوں کی اتنی خدمت کسی خلیفہ نے نہ کی تھی۔  
 مدرّسہ، محتاج خانے، پاگل خانہ، شفا خانہ، ہنوائے۔ نہروں کو ترقی دی۔

**فتمہ زنادقہ** | امرد کے ایک گاؤں میں ایک شخص مقنع خراسانی نمودار ہوا۔ اس  
 کا نام حکیم بن عطاء تھا۔ ایک چشم تھا اور بد ہیئت سونے کا چہرہ  
 منہ پر چڑھائے رکھتا تھا۔ اس نے چند اجزاء کو مثل پارے وغیرہ کے ملا کر شعبد  
 کے طور پر ماہ خشب بنایا تھا۔ یہ چاند دو مہینے تک ہر رات کو ایک کنوئیں سے  
 جو کوہ سیام کے نیچے واقع تھا نکلتا تھا اور بارہ میل تک اس کا لمعہ نور پہنچتا  
 تھا۔ یہ کنواں خشب شہر کے متصل علاقہ ماوراء النہر میں واقع تھا۔ مقنع خراسانی اس  
 شعبدوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے لگا۔ یہ شخص تناسخ ادواح کا قائل تھا۔ پھر  
 دعوئے الوہیت کر بیٹھا۔ کتا تھا خدا نے پہلے آدم میں حلول کیا، پھر نوح میں، اسی  
 طرح مختلف انسانوں کے قلوب میں منتقل ہوتا ہوا ابوسلم خراسانی کے بعد اس میں  
 جلوہ گر ہوا ہے۔ ۱۱۶

ماوراء النہر کے علاقہ کے لوگ کثرت سے اُس کے معتقد ہو گئے اور اس کے  
 مستقر کی سمت سجدہ کرنے لگے۔ اس فتنہ کی خبر مہدی کو ہوئی تو اُس نے معاذ بن  
 مسلم کو ایک فوج دے کر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مقنع نے کش کے قلعہ میں پناہ  
 لی۔ آخر میں جب عساکر عباسی کی یلغار سے بچنے کی صورت نہ دیکھی تو نہ ہر کھا کر مر گیا اور  
 اپنے اہل خاندان کو بھی نہ ہر دے دیا۔ اس کے بہت سے ساتھی تلوار کے گھاٹ اترے  
 اور بقیہ تائب ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۶۱ھ کا ہے۔ ۱۱۷

۱۱۷ دون الاسلام جلد اول صفحہ ۸۳ ۱۱۸ الفخری صفحہ ۱۶۱ ۱۱۹ ابوالفداء جلد ۲ صفحہ ۹

۱۲۰ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ وابن اثیر جلد ۶ ۱۲۱

**بغاوت یوسف البرم** | فراسان میں ۱۲۴ھ میں یوسف بن ابراہیم المعروف برم نے بغاوت کی۔ یزید بن مزید شیبانی نے یوسف کو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور دار الخلافہ بھیج دیا۔ یہاں باغیوں کے سر قائم کر دیئے گئے اور اس طرح بغاوت کا فتنہ ختم ہوا۔

عبد السلام بن ہاشم لشکری نے جزیرہ میں بغاوت کی۔ شیب بن قنسرین کے ہاتھوں یہ بغاوت ختم ہوئی۔ ایسے ہی مصر میں فتنہ اٹھا۔ حاکم موسیٰ بن مصیب نے باغیوں کا مقابلہ کیا اور ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مہدی نے فضل بن صالح کو بھیجا اس نے مصر میں امن و امان قائم کر دیا۔

**جنگیں** | فرانس تھا۔ اس نے اندلس پر حملہ کرنے کے لئے خلافت بغداد کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔ رومیوں سے البتہ جنگ کا سلسلہ قائم تھا۔ ۱۲۳ھ میں مہدی نے عظیم الشان فوج سے ان کا مقابلہ کیا اور بہت سے مقاموں کو فتح کیا۔ قلعہ سالار پر ۳۸ دن محاصرہ رکھا اور اس پر قبضہ کیا۔ پھر دار الخلافہ واپس آیا۔ مہدی نے اپنے عہد میں اتنی فوج کشیاں کیں کہ بنو امیہ کے بعد اس کی مثال نہیں ملتی۔ گر مائی فوجیں رومی ممالک پر ہر سال حملہ آور ہوتی تھیں۔ مہدی کے چچا نے ادھر فتح کیا۔ یکے میں خلیل رومی دس ہزار فوج سے نکلا جس کو حسن بن قطیبہ نے آیا اور اس کو ناکام جانا پڑا۔ ۱۲۵ھ میں مہدی نے اپنے بیٹے ہارون الرشید کو ایک لاکھ فوج کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف بھیجا۔ یہاں الگ امیر بنی حکمران تھی اس نے ہارون سے نوے ہزار دینار سالانہ بھریہ پر صلح کر لی۔ واپسی میں ہارون کے حکم کے مطابق ہر ہر منزل میں اس نے اسلامی فوج کے لئے بازار لگوائے اور راہنہا ساتھ کئے تاکہ وہ آرام سے گزر جائے۔

۱۔ یعقوبی ۴۸۲ ۲۔ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۸۳ ۳۔ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۱۳۔

۴۔ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۹۔

ردیوں نے ایک سال رقم ادا نہ کی تو سلیمان بن علی والی جزیرہ نے خلیفہ مہدی کے حکم سے روم پر حملہ بول دیا اور ان کو شکست دی اور تمام مال غنیمت قبضہ میں کر لیا۔

**ہند پر حملہ** | ہندوستان میں دریائے سندھ تک اسلامی قبضہ تھا۔ مہدی نے ۵۹ھ میں عبدالملک بن شہاب کو دس ہزار فوج کے ساتھ بحری راستہ سے بھیجا۔ اُس نے شہر بارہ بد کا محاصرہ کر لیا اور تین دن میں اس کو فتح کر لیا مگر وہاں کی آب و ہوا اس نہ آئی اس لئے لوٹ آئے۔

**حکمرانوں سے معاہدے** | سرحدی علاقوں کے غیر مسلم حکمران اکثر حکومت کے باغیوں سے ساز باز کر لیا کرتے تھے۔ بعض اوقات حکومت کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس وجہ سے مہدی نے ۶۳ھ میں اپنے ماتحت باجگزاروں اور سرحدی حکمرانوں کے پاس سفیر بھیجے اور اُن سے صلح و مفاہمت کر لی جس سے خطرہ کا سد باب ہو گیا۔ اس سلسلہ میں کابل، طبرستان، صفد، طخارستان، بامیان، فرغانہ، اثرو سند، سجستان، ترک، تبت، سندھ، فغور چین اور بعض باجگزار ہند نے مہدی سے اطاعت کے معاہدے کر لئے۔

**وزارت** | مہدی کا پہلا وزیر ابو عبد اللہ معاویہ بن یسار تھا۔ یہ علوم ادبیہ کا ماہر اور بے نظیر انشا پرداز تھا۔ پہلے مہدی کا میر منشی رہا۔ منصور ہمیشہ مہدی کو معاویہ کے مشورہ پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا یہ چنانچہ مہدی نے موقع پا کر اس کو وزیر عظم کر دیا۔ اس نے تمام دفاتر کی تنظیم کی اور از سر نو ان کو ترتیب دیا۔ خراج میں یہ ترمیم کی کہ نقد لگان کی جگہ پیداوار کے ایک حصہ کی تحصیل کا دستور قرار کیا۔ اس نے اصول خراج پر ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ ربیع حاجب کو ابو عبد اللہ نے منہ نہ لگایا۔ وہ اُس کے درپے تخریب ہوا۔ زندہ یقیوں سے مہدی کو عذاب قلبی تھا۔ ربیع نے مہدی سے کہا ابو عبد اللہ کا لڑکا ملحد ہے۔

۱۔ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۲۱ ۲۔ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ ۳۔ الفخری ص ۱۶۳۔

مہدی نے اس سے قرآن سنا اس نے غلط پڑھا اس پر اس کے قتل کا حکم دے دیا اور ابو عبد اللہ کو ۱۱۶ھ میں معزول کر دیا جس کے عہدہ سے وہ ۱۱۷ھ میں مر گیا۔ اور یعقوب بن داؤد جو ادب میں لکھتاے دوزگار تھا اور زید یہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اس کو وزیر بنالیا۔ اس نے زید یہ کے فتنہ سے حکومت کو بچالیا۔ بڑے بڑے عہدے اُن کو دیئے اس نے رئیس زید یہ اسحاق بن فضل کو ابھارا جس کی مہدی کو خبر ہو گئی۔ چنانچہ اس کا مال و متاع ضبط کر لیا گیا اور اس کو مع گھر والوں کے قید کر دیا۔ یعقوب کے بعد فیض بن صالح نیشاپوری وزیر ہوا جو مہدی کی وفات تک اپنے منصب پر رہا۔ یہ بھی ادب میں کامل تھا۔ مگر متکبر تھا۔ جو دو کرم میں عدیم الظہیر تھا۔ فیض مہدی کی وفات تک وزیر رہا۔ اس نے ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

**سیرت مہدی** | مہدی شرم و حیا کا پیکر مجسم تھا۔ اس کے سامنے سیاسی مجرم لایا جاتا تو کہہ سن کر چھوڑ دیتا۔ ایک دن نماز میں یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے :-

”اگر تم کو بادشاہت ملے تو کچھ عجب نہیں کہ دنیا میں تم فساد پھیلاؤ اور باہمی شتوں کو توڑ دو۔“

اس زمانے میں موسیٰ بن جعفر بن علی اس کے قید خانہ میں تھے ان کو بلوا کر یہ آیت سنائی اور کہا مجھے ڈر ہے کہ اس کا مصداق کہیں میں نہ ہوں۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ تم کو چھوڑ دوں۔ شرط یہ ہے کہ تم عہد کرو میرے خلاف بغاوت نہ کرو گے۔ انہوں نے وعدہ کیا اور رہا کر دیئے گئے۔

مہدی حلیم الطبع، فیاض، فصیح اللسان، عابد اور سنت رسول کا متبع تھا۔ خلقائے بنی امیہ کے وقت میں جو مقصورے بنائے گئے تھے اُس نے تڑوا ڈالے

۱۔ الفخری ص ۱۹۶ ۲۔ یعقوب کو ہارون نے آزاد کیا اور مکہ میں ۱۸۲ھ میں فوت ہوا

۳۔ الفخری صفحہ ۱۶۹ -

ممبروں کو جو اونچے تھے نیچے کرادیئے، جتنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے اتنے ہی رکھے۔ مہدی کا غلام ابو عروہ بیمار پڑا۔ مہدی اُسے خود دیکھنے گیا۔ اُس نے کہا جو وصیت ہو مجھ سے کہو پوری کر دوں گا۔ اس نے کہا آپ مجھ سے خفا ہیں راضی ہو جائیئے۔ مہدی نے کہا تم شیخین کو بُرا کہتے ہو اس لئے خفا ہوں تو بہ کرو میں بخاند ہوں گا۔ اُس نے کہا پہلے آپ لوگ اپنا حق کہتے تھے اور ہم آپ کی حمایت میں اُن کو غاصب کہتے تھے۔ اگر اب کوئی بات نئی ہو گئی ہے تو وہ فرمائیے ہم اس کے مطابق عمل کریں۔

مہدی نے جس شان و شوکت سے سفر حج کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔  
ج | ساٹھ لاکھ دینار خیرات میں صرف کئے۔

فتنہ وضع حدیث | مہدی کے زمانہ میں دس محدث آئے ان میں مرج بن فضلہ اور غیاث بن ابراہیم بھی تھے۔ غیاث کو معلوم تھا کہ مہدی کو کبوتروں کا شوق ہے۔ مہدی نے غیاث سے کہا۔ آپ کوئی حدیث بیان کیجئے وہ کہنے لگا۔

د ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سبقت صرف گھوڑوں میں مناسب ہے یا تیر اندازی میں یا پرندوں کے رکھنے میں۔  
مہدی کو اس جھوٹے خوشامدی محدث پر غصہ آیا مگر خاموش ہو گیا اور اس کو دس ہزار درہم دیئے اور کہا کہ تم جھوٹی حدیثیں گھڑتے ہو۔ اس کے جانے کے بعد حکم دیا کہ چونکہ اس نے ایک جھوٹی حدیث بیان کر کے مجھے لہو و لعب کی طرف اور زیادہ مائل کرنا چاہا اس لئے کبوتر خانہ کو منہدم کر دیا اور اس کا انگریز وقوف کر دیا اور تمام کبوتر ذبح کرادیئے۔  
تبع تابعین کی تعداد جس قدر کم ہوتی جا رہی تھی اسی قدر اُن کی طرف عام التفات



بڑھتا جا رہا تھا۔ سو اسو برس میں نئی نئی اقوام اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ نو مسلموں میں اسلام کا نیا جوش تھا۔ فاتح قوم میں عزت و اثر پیدا کرنے کی اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر نہ تھی کہ علوم دینی میں تبحر کا درجہ حاصل کریں۔ اس ذوق و شوق کا نتیجہ تھا کہ مکاک اسلام میں گھر گھر کثرت سے حدیث و روایت کا چرچا ہونے لگا۔ صد ہا درس گاہیں کھل گئیں، احادیث کے مجموعے کثرت سے مرتب ہو گئے۔ لیکن جس قدر حدیثوں کی اشاعت کو وسعت حاصل ہوئی اعتماد اور صحت کا معیار کم ہوتا گیا۔

ادب اب روایت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ ان میں مختلف خیالات، عادات، مختلف عقائد اور مختلف قوموں، یہود، نصاریٰ، مجوس میں سے لوگ شامل ہو گئے۔ اہل بدعت (شیعہ، خوارج، قدریہ، جبریہ) جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ یہود نے اپنے یہاں کی خرافات جو اسرائیلیات کے نام سے ہے ان کو احادیث کی صورت میں ڈھال دیا۔ مجوس نے عرب فاتحین کے عناد اور کینہ پروردی سے ثقہ مسلمان کی صورت بن کر حدیث میں بہت کچھ اپنا عقیدہ شامل کر دیا۔

مہدی کا زمانہ تمام عالم اسلامی میں سکون کا زمانہ رہا۔ اہل فساد بے فکری سے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ گو تھوٹی حدیثیں بنانے کا فتنہ منصور کے زمانے میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ چنانچہ کوفہ میں ابن العوجا ایک شخص تھا جس کا نام عبدالکریم تھا۔ ۵۵ھ کا واقعہ ہے کہ محمد بن سلیمان بن علی گورنر کوفہ کو اس کے چال چلن کی نسبت شبہ پیدا ہوا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ حدیث وضع کرنے میں خاص سہادت لکھتا ہے۔ چنانچہ اس کو فوراً گرفتار کیا اور حوالات بھیج دیا گیا۔ یہ خلیفہ منصور کا مقرب امیر عرب معن بن زہادہ شیبانی کا قریبی عزیز تھا مگر محمد بن سلیمان نے اس کی پرواہ نہ کی۔ لوگوں نے سفارش کی خلیفہ ناخوش ہوئے اور ابن سلیمان کو گورنری سے معزول کر دیا۔ اس کو ایک لاکھ کالایج دیا گیا کہ عبدالکریم قتل نہ ہو۔ مگر ابن سلیمان نے عبدالکریم کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ ادھر منصور نے حکم امتناعی ابن سلیمان کے پاس بھیجا۔ اپنی جو آیا اس کے سامنے ابن سلیمان نے

ابن ابی العوجا کا سر ڈال دیا کہ یہ حدیث گھڑنے والے کا سر ہے۔  
جس وقت ابن ابی العوجا قتل ہونے لگا تو کہنے لگا۔ تم مجھے قتل کرتے ہو تو  
کہو مگر خدا کی قسم! میں نے چار ہزار حدیثیں بنائی ہیں جس میں حلال کو حرام اور حرام  
کو حلال بنا چکا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے روزے میں تم کو افطار کرایا ہے اور افطار  
کے دن روزہ رکھوایا ہے۔

ابن عدی نے جعفر بن سلیمان سے ایک سند بیان کر کے کہا کہ میں نے  
خلیفہ مہدی عباسی سے سنا وہ کہتا تھا کہ ایک زندیق نے مجھ سے اقرار کیا ہے کہ  
میں نے چار سو حدیثیں بنائی ہیں جو عام لوگوں میں پھیل گئی ہیں۔

» ملا علی قاری نے موضوعات کبیرہ ص ۲۲۴ میں لکھا ہے کہ صرف شیعوں  
نے ایک لاکھ حدیث (جس میں زیادہ تر) حضرت علیؑ اور اہل بیت  
کی فضیلت ہے گھڑی ہیں۔

گو دعوت بنی عباس کے داعی سب سے زیادہ شیعان علی تھے اور ان کی ہی  
سچی تبلیغ جھوٹی حدیثوں کی اشاعت پر ہے مگر مہدی نے ایسے لوگوں کے ساتھ  
کوئی رعایت نہیں برتی جو زندیق ملتا اُس کو تلوار کے گھاٹ اُتارتا۔ اُس کی اس  
سخت گیری سے اس فتنہ میں بھی کمی ہونے لگی اور جھوٹی حدیث بیان کرتے  
ہوئے ڈرنے لگے۔

منصور کے زمانے میں جو سرمایہ حدیث جمع ہوا تھا اور وہ مہدی کے سپرد  
ہوا تھا، مہدی نے اس کی اشاعت کا انتظام کیا۔ حدیث سے اُس کو دلی شغف  
تھا۔ خود اس سے متعدد احادیث مروی ہیں۔  
اہل علم کی مہدی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس سے متعلق جو علماء تھے وہ بڑے

۱۔ طبری جلد ۹ صفحہ ۲۸۶ و ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۳ (ذکر حوادث ۱۵۵ھ)

۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱۔

پائے کے عالم تھے۔ علامہ قاضی شریک کو ہادی اور ہادون کی اتالیقی پر مقرر کیا تھا۔  
قاضی شریک یگانہ روزگار فاضل تھے۔

حمدان اصفہانی قاضی شریک کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں شریک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مہدی کا لڑکا آیا اور اس نے کھڑے کھڑے کوئی حدیث پوچھی لیکن شریک نے کچھ التفات نہ کیا۔ اس نے پھر پوچھا اور کچھ جواب نہ پایا۔ شہزادے نے کہا کہ آپ شہزادوں کی تحقیق کرتے ہیں۔ شریک نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک علم کی قدر شہزادوں کی بہ نسبت زیادہ ہے اور وہ اس کو ضائع نہیں کر سکتے یہ سن کر مہدی کا بیٹا دو زانو ہو کر بیٹھا۔ شریک نے کہا کہ ہاں یوں علمی باتیں پوچھی جاتی ہیں یہ

منصور نے جو محکمہ تراجم قائم کیا تھا مہدی  
تصنیف و تالیف کا سلسلہ

زمانے میں ترجمہ و تصنیف کے کاموں کے علاوہ ایک خاص کام یہ انجام پایا کہ اُس نے علماء کو حکم دیا کہ وہ محدوں کے ارد میں کتابیں لکھیں اور ان کے اعتراضات اور گمراہ کن خیالات کی تردید کریں یہ

علم الکلام | مہدی کے عہد میں علم الکلام کی بنیاد پڑی۔

علمی اعتبار سے مہدی کوئی امتیازی درجہ نہ رکھتا تھا  
مہدی کی علمی حیثیت | لیکن اہل علم خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ دینی علوم سے تو واقف تھا ہی پر شعر و شاعری سے بھی اس کو دلی لگاؤ تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا۔ علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں اس کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔

ولی عہدی | مہدی نے بھی منصور کی طرح عیسیٰ بن موسیٰ پر سختیاں کیں بعد میں اس کو خلافت سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ پھر

لہوۃ طبقات الاطباء جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ ۳۰۰ ایضاً

اپنے بیٹوں موسیٰ، ہادی اور ہادون الرشید کو ولی عہد بنایا۔

**وفات** ۱۶۹ھ میں ہرجان کی طرف شکار کھیلنے گیا وہاں زخمی ہو گیا، بیمار پڑا "ماسندان" میں پہنچ کر ۱۲ محرم کو انتقال کیا۔ مدتِ خلافت دس سال و گیارہ ماہ ہے۔

**اولاد** بطن خیزران سے موسیٰ، ہادون، دو بیٹے اور اذبانوقہ ایک دختر اور ریط بنت ابوالعباس سے علی و عید اللہ، دو بیٹے اور ایک کنیز سے عباسہ اور بختیہ بنت الاجندہ سے عالیہ، منصور، سلیمہ تین لڑکیاں اور ایک کنیز سے یعقوب اور اسحاق اور ایک سے ابراہیم تھے لیکن بانوقہ نے بچپن میں انتقال کیا۔ باقی رہی عباسہ اس کی شادی خلیفہ ہادون الرشید نے اول محمد بن سلیمان بن علی عباسی سے اور جب اس شہزادہ کا انتقال ہو گیا تو ابراہیم بن صالح بن علی سے اس کا دوسرا نکاح کر دیا۔

## ملکہ دوران خیزران !

خیزران بربر یہ خاتون تھی بچپن میں بڑے فروشوں کے ہاتھ لگ گئی۔ جب مہدی کے سامنے یہ خاتون لائی گئی اس نے اس کو ایک لاکھ درہم میں خرید لیا۔ یہ لحاظ حسن و جمال اپنا جواب نہ رکھتی تھی۔ نہایت عقیل اور ذی علم خاتون تھی۔ ابتدائے عمر میں کنیزی کا ٹیکہ قسمت میں لکھا تھا۔ مگر اللہ نے اس پر کرم کیا مہدی کی منظوریٰ نظر ہو گئی۔ اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا۔ امام اوزاعی سے اُس نے علم حاصل کیا۔ دینیات، شعر اور ادب پر درک تھا امورِ ملکی میں مہدی کو مشورہ دیتی تھی۔ ہادی اور ہادون کے ابتدائی عہدِ خلافت میں کل سلطنت پر حکمرانی کرتی تھی۔ فیامنی میں ضرب المثل تھی۔ دروازے پر ہر وقت عام ساتلوں کا

۱۔ کتاب المعانی مسلم بن قتیبة من ۱۳۔

مجمع رہتا تھا۔ ۱۱ھ میں حج کو گئی تو عربوں کو اپنی فیاضی سے مالا مال کر دیا۔  
۲۱ جمادی الثانی مطابق ۲۶ اکتوبر ۷۸۹ھ کو انتقال کیا۔ مقابر قریش میں  
دفن کی گئی۔

**اتہام** | شہزادی عباسہ پر شیعہ مؤرخین نے جعفر کے ساتھ عقد کا ایک نیا قلعہ  
کھڑا کر دیا۔ طبری نے جس سے روایت کی ہے احمد اور ذہبی یہ معتزلہ  
(نیم شیعہ) تھے۔ کذب و افتراء اُن کی گھٹی میں تھا ہنر اور حدیث میں جنہوں نے گھڑ  
لیں اُن کے لئے یہ واقعہ گھڑ لینا کیا مشکل تھا۔ متاخرین مؤرخین میں سے خاوند شاہ  
مصنف روضۃ الصفا مزے لے لے کر قلعہ کو کہتا ہے لہذا اس بحث میں پڑنا  
بے کار ہے۔ غور و انصاف کی نظر سے یہ دیکھئے کہ کہاں خلیفہ ہادیون الرشید اور  
اس کی بہن شہزادی عباسہ اور کہاں ایک عجمی غلام جعفر مجوسی النفس، دونوں کے  
مرتبہ اور شان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جعفر کا دادا خالد بن کعب بن مؤرخین  
کہتے ہیں جعفر بنی (برک اصغر) کی جو ر و فتح بلخ پر صالح بن مسلم کے ہاتھ آئی انہوں  
نے عبداللہ بن مسلم کو دے دی۔ اس کے بطن سے خالد تھا وہ عورت جعفر کے پاس  
واپس چلی گئی وہاں اس کی پرورش ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## علمائے عہد

شعبہ ابن ابی ذہب۔ حضرت سفیان ثوری۔ حضرت ابراہیم بن ادھم  
نہاد۔ داؤد طائی نہاد۔ بشاد بن برد۔ حماد بن سلمہ۔ ابراہیم بن طہمان۔  
خلیل ابن احمد صاحب العروض۔

## خلیفہ الہادی ابو محمد موسیٰ

الہادی محمد مہدی بن ابو جعفر منصور عباسی، ہادی کی والدہ کا نام خیزران تھا۔ یہ خاتون خلیفہ مہدی کی ملوکہ کنیز تھی۔ اس کے ہی شکم سے ہارون اعظم اور ہادی پیدا ہوئے۔ ہادی رے میں شکم میں پیدا ہوا تھا۔

مہدی نے خیزران کے ساتھ ۵۹ھ میں نکاح کیا تھا اور مہدی کے دل میں خیزران کی حسن و یاقوت کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آخرش یہ مہدی کی ملکہ بنی۔ یہ خاتون بڑی عقید و دانا تھی اور سیاستِ ملکی سے دل چسپی لیتی تھی۔ مہدی اکثر ملکی معاملات میں اس سے مشورہ لیا کرتا تھا۔

مہدی نے ہادی کو قاضی شریک کی نگرانی میں تعلیم دلوائی۔ استعدادِ تعلیم و تربیت | معقول تھی مگر اپنے بھائی ہارون کے مقابلے میں علمی اعتبار سے یہ کچھ نہ تھا۔

ولی عہدی | ہادی سولہ برس کی عمر میں ولی عہد بنایا گیا۔

بیعتِ خلافت | ہادی، مہدی کی زندگی میں فوج لے کر جرجان کی طرف گیا ہوا تھا وہیں مہدی کی وفات کی خبر پہنچی۔ یحییٰ ابن خالد

برمکی اور ہارون الرشید ماسبندان میں مہدی کے ساتھ تھے۔ وہیں ان دونوں نے ہادی کے لئے ارکانِ سلطنت سے بیعت لی اور سرعصا اور رداء خلافت مع تعزیت نامہ اور تہنیت کے ہادی کے پاس جرجان بھیج دیئے۔ ہادی وہاں سے بغداد واپس آکر صفر ۱۶۹ھ میں مسندِ خلافت پر بیٹھا اور عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ ربیع کو منصبِ وزارت پر سرفراز کیا۔ اس وقت اس کی عمر پچیس سال کی تھی۔

**زندہ یقیوں کا استیصال** | ہادی نے پہلا کام یہ کیا کہ جو زندیق سامنے آیا اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دے۔ یعقوب بن فضل قید میں تھا باپ کی وصیت پر اس کو گھاٹ کنارے لگایا۔ اس کے عہد میں پیروان مانی کا فتنہ اٹھا۔ یہ لوگ نور اور ظلمت دو خداؤں کی پرستش کرتے تھے ان میں سے جو شخص بھی ملاوہ ختم کر دیا گیا۔

**حسین بن علی کا ظہور** | ۶۹ھ میں حسین بن علی بن حسن المثلث نے مدینہ میں امامت کا اعلان کیا۔ کوفیوں نے سنا تو بخوشی اس کی دلی تائید کی۔ حسین نے اہل مدینہ سے اپنی بیعت لی۔ خزانہ پر قبضہ جمایا۔ عمر بن عبدالعزیز جو عبداللہ بن عمر بن خطاب کے پوتے تھے ان کی مزاحمت سے عاجز رہے۔ بیعت کے بعد گیارہ روز مدینہ میں قیام کیا۔ پھر حج کو روانہ ہو گئے۔ ہادی نے محمد بن سلیمان عباسی کو اس سال امیر الحج مقرر کیا اور حسین کے مقابلہ کا حکم دیا۔ مقام ذی طویٰ میں محمد بن سلیمان نے اپنا لشکر مرتب کیا۔ مکہ معظمہ پہنچا تو اور بھی ہوا خواہ دولت عباسیہ اس کے ساتھ آئے۔ یوم الترویہ کو صفت آرائی کی نوبت آئی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد حسین مع ہمراہیوں کے میدان مصاف سے ہٹ گئے۔ بہت سے آدمی معرکہ میں کام آئے۔

خاتمہ جنگ کے بعد محمد بن سلیمان مکہ معظمہ سے رخصت ہوا۔ ذی طویٰ پہنچا۔ تھا کہ ایک شخص نے حسین کا مرلا کر پیش کیا۔ اس جنگ میں اکثر عائد آل ابی طالب کام آئے۔ ادریس بن عبداللہ بن حسن بلا مغرب فاس چلے گئے۔ وہاں جاکر مصافات طنجہ میں ظہور کیا اور ان کے بیٹے ادریس نے حکومت ادریسیہ قائم کی۔ اس کے حالات خلافت ہسپانیہ میں لکھ چکا ہوں۔ ریحی بن عبداللہ جو نفیس ذکیہ

۱۔ البدایہ والنہایۃ الجزء العاشر صفحہ ۱۵۷۔

۲۔ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۸۸۔ خلافت ہسپانیہ (الانتظام اللہ شہابی)۔



کے بھائی تھے۔ اس معرکہ سے بچ کر نکلے اور بلادِ یمن پہنچ کر علمِ مخالفت بلند کیا۔  
 مسعودی کا بیان ہے کہ ہادی کے سامنے جب حسین کا سر پیش کیا گیا۔ وہ دونے  
 لگا اور سر لانے والے سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ترکِ یادِ یلم کا سر لائے ہو  
 یہ عترتِ رسول کا ہے۔ اس کا کترین بدلہ یہ ہے کہ اس کا کوئی صلہ لانے والے  
 کو نہ دیا جائے یہ

**حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت** | علویوں کا ہنگامہ کچھ ٹھنڈا پڑا تھا  
 کہ حمزہ خارجی نے جزیرہ میں علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ یہاں کے حاکم منصور بن زیاد نے اس کے مقابلہ کے لئے  
 فوج بھیجی۔ موصل کے علاقہ میں ہردو میں مقابلہ ہوا۔ حمزہ کامیاب رہا۔ منصور کی  
 فوج شکست کھا گئی۔ حمزہ نے تمام سامان پر قبضہ کیا۔ منصور بن زیاد کے دو آدمی  
 حمزہ کے ساتھ لگ گئے۔ موقع پا کر دھوکے سے اس کو قتل کر دیا۔ اس طرح  
 یہ بغاوت ختم ہوئی۔

**رومیوں سے معرکہ** | ہادی کے زمانے میں رومیوں نے پھر ہاتھ پیر کاٹے  
 حدیث پر حملہ کر کے قبضہ جما یا۔ تھوڑے دنوں بعد  
 ۱۶۹ھ میں معیوف بن یحییٰ نے ان کی ایسی سرکوبی کی کہ حدیث سے بھاگنے پر مجبور  
 ہوئے۔ ان کے پیچھے معیوف بڑھتا چلا گیا اور رومی علاقے آشنہ تک قبضہ کیا۔

**سیرت** | ہادی آزاد مزاج، عشرت پسند، لہو و لعب میں زیادہ مصروف  
 رہتا تھا۔ نہایت قوی اور بہادر تھا۔ خوش رو، طویل القامت،  
 دوزد میں پہنے ہوئے گھوڑے پر گود کر سواہ ہو جاتا۔ فیاض اور خوش طبع تھا۔  
 مزاج میں غیرت بہت تھی۔ بنیہ جس کو فقہائے عراق نے جابر کر کہہ رکھا تھا اس کا

۱۔ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ششم صفحہ ۲۵ مروج الذهب جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ تہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۰  
 ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۹۰ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۰ -

غل رکھتا۔ گانے سے بھی دل چسپی تھی۔

**نظامِ مملکت** | امورِ سلطنت میں وہ انہماک کے ساتھ مشغول رہتا تھا۔ بیع اس کو نہ روکا جائے۔ کیونکہ امیر کا پس پردہ بیٹھنا حکومت اور رعایا دونوں کے لئے مضر ہے۔

**رعایا نوازی** | ہادی رعایا کی بھی خبر گیری میں مہدی کے نقشِ قدم پر تھا۔ اس نے بیع کو یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ میرے سامنے کوئی معاملہ غلط پیش نہ ہو ورنہ رعایا اور حکمران دونوں کے لئے ضررِ رساں ہے۔ یہ سب سے پہلے سوار اسی کی رکاب میں برہنہ شمشیر لے کر چلتے تھے۔ آلاتِ حرب کی فراوانی تھی۔ سوا ہادی کے کسی خلیفہ نے مابین جرجان و بغداد ڈاک نہیں ہٹائی۔ ۳۰

**اقتدارِ ملکہِ خیران** | ہادی کے آغازِ حکمرانی میں حکومت کی نگران ملکہ خیران تھی۔ اس کو یہ بات بہت کھٹکی۔ ایک دن ماں کو سختی سے منع کیا کہ امراء آپ سے شورو کرنے نہ آئیں ورنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔

**شعر و شاعری** | ہادی فصیح و بلیغ اور ادیب تھا۔ کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے ذیل کے اشعار جبکہ ہارون نے اس کے لڑکے جعفر کی بیعت سے انکار کیا تھا کہ تھے جو مشہور ہیں ۳۱

نصحت لہام و دہن فرد نصیحتے      ”میں نے ہارون کو نصیحت کی مگر اس نے قبول نہ کیا  
وکل امرء لا یقبل النصیحتہ نادم      اور جو نصیحت نہیں قبول کرتا وہ نادم ہوتا ہے۔  
و ادعویٰ لا مرء المؤمنین      میں ایسی باتیں کہتا ہوں جو ارتباطِ طاکا سبب ہیں اور  
فیبعد عنہ دھونی ذالک ظالم      وہ اس سے دور بھاگتا ہے اور بس بارہ میں وہ ظالم  
ولولا انتظار ہی منہ یومئاً الی غدی      اگر مجھے امروز فرما کا انتظار نہ ہوتا تو چار ناچار میری  
لعداد الی ما قتلہ وھو غم      بات اس کو ماننا ہی پڑتی ہے“

۱۰۰۰ھ ۱۰۰۱ھ ۱۰۰۲ھ ۱۰۰۳ھ ۱۰۰۴ھ ۱۰۰۵ھ ۱۰۰۶ھ ۱۰۰۷ھ ۱۰۰۸ھ ۱۰۰۹ھ ۱۰۱۰ھ ۱۰۱۱ھ ۱۰۱۲ھ ۱۰۱۳ھ ۱۰۱۴ھ ۱۰۱۵ھ ۱۰۱۶ھ ۱۰۱۷ھ ۱۰۱۸ھ ۱۰۱۹ھ ۱۰۲۰ھ ۱۰۲۱ھ ۱۰۲۲ھ ۱۰۲۳ھ ۱۰۲۴ھ ۱۰۲۵ھ ۱۰۲۶ھ ۱۰۲۷ھ ۱۰۲۸ھ ۱۰۲۹ھ ۱۰۳۰ھ ۱۰۳۱ھ ۱۰۳۲ھ ۱۰۳۳ھ ۱۰۳۴ھ ۱۰۳۵ھ ۱۰۳۶ھ ۱۰۳۷ھ ۱۰۳۸ھ ۱۰۳۹ھ ۱۰۴۰ھ ۱۰۴۱ھ ۱۰۴۲ھ ۱۰۴۳ھ ۱۰۴۴ھ ۱۰۴۵ھ ۱۰۴۶ھ ۱۰۴۷ھ ۱۰۴۸ھ ۱۰۴۹ھ ۱۰۵۰ھ ۱۰۵۱ھ ۱۰۵۲ھ ۱۰۵۳ھ ۱۰۵۴ھ ۱۰۵۵ھ ۱۰۵۶ھ ۱۰۵۷ھ ۱۰۵۸ھ ۱۰۵۹ھ ۱۰۶۰ھ ۱۰۶۱ھ ۱۰۶۲ھ ۱۰۶۳ھ ۱۰۶۴ھ ۱۰۶۵ھ ۱۰۶۶ھ ۱۰۶۷ھ ۱۰۶۸ھ ۱۰۶۹ھ ۱۰۷۰ھ ۱۰۷۱ھ ۱۰۷۲ھ ۱۰۷۳ھ ۱۰۷۴ھ ۱۰۷۵ھ ۱۰۷۶ھ ۱۰۷۷ھ ۱۰۷۸ھ ۱۰۷۹ھ ۱۰۸۰ھ ۱۰۸۱ھ ۱۰۸۲ھ ۱۰۸۳ھ ۱۰۸۴ھ ۱۰۸۵ھ ۱۰۸۶ھ ۱۰۸۷ھ ۱۰۸۸ھ ۱۰۸۹ھ ۱۰۹۰ھ ۱۰۹۱ھ ۱۰۹۲ھ ۱۰۹۳ھ ۱۰۹۴ھ ۱۰۹۵ھ ۱۰۹۶ھ ۱۰۹۷ھ ۱۰۹۸ھ ۱۰۹۹ھ ۱۱۰۰ھ ۱۱۰۱ھ ۱۱۰۲ھ ۱۱۰۳ھ ۱۱۰۴ھ ۱۱۰۵ھ ۱۱۰۶ھ ۱۱۰۷ھ ۱۱۰۸ھ ۱۱۰۹ھ ۱۱۱۰ھ ۱۱۱۱ھ ۱۱۱۲ھ ۱۱۱۳ھ ۱۱۱۴ھ ۱۱۱۵ھ ۱۱۱۶ھ ۱۱۱۷ھ ۱۱۱۸ھ ۱۱۱۹ھ ۱۱۲۰ھ ۱۱۲۱ھ ۱۱۲۲ھ ۱۱۲۳ھ ۱۱۲۴ھ ۱۱۲۵ھ ۱۱۲۶ھ ۱۱۲۷ھ ۱۱۲۸ھ ۱۱۲۹ھ ۱۱۳۰ھ ۱۱۳۱ھ ۱۱۳۲ھ ۱۱۳۳ھ ۱۱۳۴ھ ۱۱۳۵ھ ۱۱۳۶ھ ۱۱۳۷ھ ۱۱۳۸ھ ۱۱۳۹ھ ۱۱۴۰ھ ۱۱۴۱ھ ۱۱۴۲ھ ۱۱۴۳ھ ۱۱۴۴ھ ۱۱۴۵ھ ۱۱۴۶ھ ۱۱۴۷ھ ۱۱۴۸ھ ۱۱۴۹ھ ۱۱۵۰ھ ۱۱۵۱ھ ۱۱۵۲ھ ۱۱۵۳ھ ۱۱۵۴ھ ۱۱۵۵ھ ۱۱۵۶ھ ۱۱۵۷ھ ۱۱۵۸ھ ۱۱۵۹ھ ۱۱۶۰ھ ۱۱۶۱ھ ۱۱۶۲ھ ۱۱۶۳ھ ۱۱۶۴ھ ۱۱۶۵ھ ۱۱۶۶ھ ۱۱۶۷ھ ۱۱۶۸ھ ۱۱۶۹ھ ۱۱۷۰ھ ۱۱۷۱ھ ۱۱۷۲ھ ۱۱۷۳ھ ۱۱۷۴ھ ۱۱۷۵ھ ۱۱۷۶ھ ۱۱۷۷ھ ۱۱۷۸ھ ۱۱۷۹ھ ۱۱۸۰ھ ۱۱۸۱ھ ۱۱۸۲ھ ۱۱۸۳ھ ۱۱۸۴ھ ۱۱۸۵ھ ۱۱۸۶ھ ۱۱۸۷ھ ۱۱۸۸ھ ۱۱۸۹ھ ۱۱۹۰ھ ۱۱۹۱ھ ۱۱۹۲ھ ۱۱۹۳ھ ۱۱۹۴ھ ۱۱۹۵ھ ۱۱۹۶ھ ۱۱۹۷ھ ۱۱۹۸ھ ۱۱۹۹ھ ۱۲۰۰ھ ۱۲۰۱ھ ۱۲۰۲ھ ۱۲۰۳ھ ۱۲۰۴ھ ۱۲۰۵ھ ۱۲۰۶ھ ۱۲۰۷ھ ۱۲۰۸ھ ۱۲۰۹ھ ۱۲۱۰ھ ۱۲۱۱ھ ۱۲۱۲ھ ۱۲۱۳ھ ۱۲۱۴ھ ۱۲۱۵ھ ۱۲۱۶ھ ۱۲۱۷ھ ۱۲۱۸ھ ۱۲۱۹ھ ۱۲۲۰ھ ۱۲۲۱ھ ۱۲۲۲ھ ۱۲۲۳ھ ۱۲۲۴ھ ۱۲۲۵ھ ۱۲۲۶ھ ۱۲۲۷ھ ۱۲۲۸ھ ۱۲۲۹ھ ۱۲۳۰ھ ۱۲۳۱ھ ۱۲۳۲ھ ۱۲۳۳ھ ۱۲۳۴ھ ۱۲۳۵ھ ۱۲۳۶ھ ۱۲۳۷ھ ۱۲۳۸ھ ۱۲۳۹ھ ۱۲۴۰ھ ۱۲۴۱ھ ۱۲۴۲ھ ۱۲۴۳ھ ۱۲۴۴ھ ۱۲۴۵ھ ۱۲۴۶ھ ۱۲۴۷ھ ۱۲۴۸ھ ۱۲۴۹ھ ۱۲۵۰ھ ۱۲۵۱ھ ۱۲۵۲ھ ۱۲۵۳ھ ۱۲۵۴ھ ۱۲۵۵ھ ۱۲۵۶ھ ۱۲۵۷ھ ۱۲۵۸ھ ۱۲۵۹ھ ۱۲۶۰ھ ۱۲۶۱ھ ۱۲۶۲ھ ۱۲۶۳ھ ۱۲۶۴ھ ۱۲۶۵ھ ۱۲۶۶ھ ۱۲۶۷ھ ۱۲۶۸ھ ۱۲۶۹ھ ۱۲۷۰ھ ۱۲۷۱ھ ۱۲۷۲ھ ۱۲۷۳ھ ۱۲۷۴ھ ۱۲۷۵ھ ۱۲۷۶ھ ۱۲۷۷ھ ۱۲۷۸ھ ۱۲۷۹ھ ۱۲۸۰ھ ۱۲۸۱ھ ۱۲۸۲ھ ۱۲۸۳ھ ۱۲۸۴ھ ۱۲۸۵ھ ۱۲۸۶ھ ۱۲۸۷ھ ۱۲۸۸ھ ۱۲۸۹ھ ۱۲۹۰ھ ۱۲۹۱ھ ۱۲۹۲ھ ۱۲۹۳ھ ۱۲۹۴ھ ۱۲۹۵ھ ۱۲۹۶ھ ۱۲۹۷ھ ۱۲۹۸ھ ۱۲۹۹ھ ۱۳۰۰ھ ۱۳۰۱ھ ۱۳۰۲ھ ۱۳۰۳ھ ۱۳۰۴ھ ۱۳۰۵ھ ۱۳۰۶ھ ۱۳۰۷ھ ۱۳۰۸ھ ۱۳۰۹ھ ۱۳۱۰ھ ۱۳۱۱ھ ۱۳۱۲ھ ۱۳۱۳ھ ۱۳۱۴ھ ۱۳۱۵ھ ۱۳۱۶ھ ۱۳۱۷ھ ۱۳۱۸ھ ۱۳۱۹ھ ۱۳۲۰ھ ۱۳۲۱ھ ۱۳۲۲ھ ۱۳۲۳ھ ۱۳۲۴ھ ۱۳۲۵ھ ۱۳۲۶ھ ۱۳۲۷ھ ۱۳۲۸ھ ۱۳۲۹ھ ۱۳۳۰ھ ۱۳۳۱ھ ۱۳۳۲ھ ۱۳۳۳ھ ۱۳۳۴ھ ۱۳۳۵ھ ۱۳۳۶ھ ۱۳۳۷ھ ۱۳۳۸ھ ۱۳۳۹ھ ۱۳۴۰ھ ۱۳۴۱ھ ۱۳۴۲ھ ۱۳۴۳ھ ۱۳۴۴ھ ۱۳۴۵ھ ۱۳۴۶ھ ۱۳۴۷ھ ۱۳۴۸ھ ۱۳۴۹ھ ۱۳۵۰ھ ۱۳۵۱ھ ۱۳۵۲ھ ۱۳۵۳ھ ۱۳۵۴ھ ۱۳۵۵ھ ۱۳۵۶ھ ۱۳۵۷ھ ۱۳۵۸ھ ۱۳۵۹ھ ۱۳۶۰ھ ۱۳۶۱ھ ۱۳۶۲ھ ۱۳۶۳ھ ۱۳۶۴ھ ۱۳۶۵ھ ۱۳۶۶ھ ۱۳۶۷ھ ۱۳۶۸ھ ۱۳۶۹ھ ۱۳۷۰ھ ۱۳۷۱ھ ۱۳۷۲ھ ۱۳۷۳ھ ۱۳۷۴ھ ۱۳۷۵ھ ۱۳۷۶ھ ۱۳۷۷ھ ۱۳۷۸ھ ۱۳۷۹ھ ۱۳۸۰ھ ۱۳۸۱ھ ۱۳۸۲ھ ۱۳۸۳ھ ۱۳۸۴ھ ۱۳۸۵ھ ۱۳۸۶ھ ۱۳۸۷ھ ۱۳۸۸ھ ۱۳۸۹ھ ۱۳۹۰ھ ۱۳۹۱ھ ۱۳۹۲ھ ۱۳۹۳ھ ۱۳۹۴ھ ۱۳۹۵ھ ۱۳۹۶ھ ۱۳۹۷ھ ۱۳۹۸ھ ۱۳۹۹ھ ۱۴۰۰ھ ۱۴۰۱ھ ۱۴۰۲ھ ۱۴۰۳ھ ۱۴۰۴ھ ۱۴۰۵ھ ۱۴۰۶ھ ۱۴۰۷ھ ۱۴۰۸ھ ۱۴۰۹ھ ۱۴۱۰ھ ۱۴۱۱ھ ۱۴۱۲ھ ۱۴۱۳ھ ۱۴۱۴ھ ۱۴۱۵ھ ۱۴۱۶ھ ۱۴۱۷ھ ۱۴۱۸ھ ۱۴۱۹ھ ۱۴۲۰ھ ۱۴۲۱ھ ۱۴۲۲ھ ۱۴۲۳ھ ۱۴۲۴ھ ۱۴۲۵ھ ۱۴۲۶ھ ۱۴۲۷ھ ۱۴۲۸ھ ۱۴۲۹ھ ۱۴۳۰ھ ۱۴۳۱ھ ۱۴۳۲ھ ۱۴۳۳ھ ۱۴۳۴ھ ۱۴۳۵ھ ۱۴۳۶ھ ۱۴۳۷ھ ۱۴۳۸ھ ۱۴۳۹ھ ۱۴۴۰ھ ۱۴۴۱ھ ۱۴۴۲ھ ۱۴۴۳ھ ۱۴۴۴ھ ۱۴۴۵ھ ۱۴۴۶ھ ۱۴۴۷ھ ۱۴۴۸ھ ۱۴۴۹ھ ۱۴۵۰ھ ۱۴۵۱ھ ۱۴۵۲ھ ۱۴۵۳ھ ۱۴۵۴ھ ۱۴۵۵ھ ۱۴۵۶ھ ۱۴۵۷ھ ۱۴۵۸ھ ۱۴۵۹ھ ۱۴۶۰ھ ۱۴۶۱ھ ۱۴۶۲ھ ۱۴۶۳ھ ۱۴۶۴ھ ۱۴۶۵ھ ۱۴۶۶ھ ۱۴۶۷ھ ۱۴۶۸ھ ۱۴۶۹ھ ۱۴۷۰ھ ۱۴۷۱ھ ۱۴۷۲ھ ۱۴۷۳ھ ۱۴۷۴ھ ۱۴۷۵ھ ۱۴۷۶ھ ۱۴۷۷ھ ۱۴۷۸ھ ۱۴۷۹ھ ۱۴۸۰ھ ۱۴۸۱ھ ۱۴۸۲ھ ۱۴۸۳ھ ۱۴۸۴ھ ۱۴۸۵ھ ۱۴۸۶ھ ۱۴۸۷ھ ۱۴۸۸ھ ۱۴۸۹ھ ۱۴۹۰ھ ۱۴۹۱ھ ۱۴۹۲ھ ۱۴۹۳ھ ۱۴۹۴ھ ۱۴۹۵ھ ۱۴۹۶ھ ۱۴۹۷ھ ۱۴۹۸ھ ۱۴۹۹ھ ۱۵۰۰ھ ۱۵۰۱ھ ۱۵۰۲ھ ۱۵۰۳ھ ۱۵۰۴ھ ۱۵۰۵ھ ۱۵۰۶ھ ۱۵۰۷ھ ۱۵۰۸ھ ۱۵۰۹ھ ۱۵۱۰ھ ۱۵۱۱ھ ۱۵۱۲ھ ۱۵۱۳ھ ۱۵۱۴ھ ۱۵۱۵ھ ۱۵۱۶ھ ۱۵۱۷ھ ۱۵۱۸ھ ۱۵۱۹ھ ۱۵۲۰ھ ۱۵۲۱ھ ۱۵۲۲ھ ۱۵۲۳ھ ۱۵۲۴ھ ۱۵۲۵ھ ۱۵۲۶ھ ۱۵۲۷ھ ۱۵۲۸ھ ۱۵۲۹ھ ۱۵۳۰ھ ۱۵۳۱ھ ۱۵۳۲ھ ۱۵۳۳ھ ۱۵۳۴ھ ۱۵۳۵ھ ۱۵۳۶ھ ۱۵۳۷ھ ۱۵۳۸ھ ۱۵۳۹ھ ۱۵۴۰ھ ۱۵۴۱ھ ۱۵۴۲ھ ۱۵۴۳ھ ۱۵۴۴ھ ۱۵۴۵ھ ۱۵۴۶ھ ۱۵۴۷ھ ۱۵۴۸ھ ۱۵۴۹ھ ۱۵۵۰ھ ۱۵۵۱ھ ۱۵۵۲ھ ۱۵۵۳ھ ۱۵۵۴ھ ۱۵۵۵ھ ۱۵۵۶ھ ۱۵۵۷ھ ۱۵۵۸ھ ۱۵۵۹ھ ۱۵۶۰ھ ۱۵۶۱ھ ۱۵۶۲ھ ۱۵۶۳ھ ۱۵۶۴ھ ۱۵۶۵ھ ۱۵۶۶ھ ۱۵۶۷ھ ۱۵۶۸ھ ۱۵۶۹ھ ۱۵۷۰ھ ۱۵۷۱ھ ۱۵۷۲ھ ۱۵۷۳ھ ۱۵۷۴ھ ۱۵۷۵ھ ۱۵۷۶ھ ۱۵۷۷ھ ۱۵۷۸ھ ۱۵۷۹ھ ۱۵۸۰ھ ۱۵۸۱ھ ۱۵۸۲ھ ۱۵۸۳ھ ۱۵۸۴ھ ۱۵۸۵ھ ۱۵۸۶ھ ۱۵۸۷ھ ۱۵۸۸ھ ۱۵۸۹ھ ۱۵۹۰ھ ۱۵۹۱ھ ۱۵۹۲ھ ۱۵۹۳ھ ۱۵۹۴ھ ۱۵۹۵ھ ۱۵۹۶ھ ۱۵۹۷ھ ۱۵۹۸ھ ۱۵۹۹ھ ۱۶۰۰ھ ۱۶۰۱ھ ۱۶۰۲ھ ۱۶۰۳ھ ۱۶۰۴ھ ۱۶۰۵ھ ۱۶۰۶ھ ۱۶۰۷ھ ۱۶۰۸ھ ۱۶۰۹ھ ۱۶۱۰ھ ۱۶۱۱ھ ۱۶۱۲ھ ۱۶۱۳ھ ۱۶۱۴ھ ۱۶۱۵ھ ۱۶۱۶ھ ۱۶۱۷ھ ۱۶۱۸ھ ۱۶۱۹ھ ۱۶۲۰ھ ۱۶۲۱ھ ۱۶۲۲ھ ۱۶۲۳ھ ۱۶۲۴ھ ۱۶۲۵ھ ۱۶۲۶ھ ۱۶۲۷ھ ۱۶۲۸ھ ۱۶۲۹ھ ۱۶۳۰ھ ۱۶۳۱ھ ۱۶۳۲ھ ۱۶۳۳ھ ۱۶۳۴ھ ۱۶۳۵ھ ۱۶۳۶ھ ۱۶۳۷ھ ۱۶۳۸ھ ۱۶۳۹ھ ۱۶۴۰ھ ۱۶۴۱ھ ۱۶۴۲ھ ۱۶۴۳ھ ۱۶۴۴ھ ۱۶۴۵ھ ۱۶۴۶ھ ۱۶۴۷ھ ۱۶۴۸ھ ۱۶۴۹ھ ۱۶۵۰ھ ۱۶۵۱ھ ۱۶۵۲ھ ۱۶۵۳ھ ۱۶۵۴ھ ۱۶۵۵ھ ۱۶۵۶ھ ۱۶۵۷ھ ۱۶۵۸ھ ۱۶۵۹ھ ۱۶۶۰ھ ۱۶۶۱ھ ۱۶۶۲ھ ۱۶۶۳ھ ۱۶۶۴ھ ۱۶۶۵ھ ۱۶۶۶ھ ۱۶۶۷ھ ۱۶۶۸ھ ۱۶۶۹ھ ۱۶۷۰ھ ۱۶۷۱ھ ۱۶۷۲ھ ۱۶۷۳ھ ۱۶۷۴ھ ۱۶۷۵ھ ۱۶۷۶ھ ۱۶۷۷ھ ۱۶۷۸ھ ۱۶۷۹ھ ۱۶۸۰ھ ۱۶۸۱ھ ۱۶۸۲ھ ۱۶۸۳ھ ۱۶۸۴ھ ۱۶۸۵ھ ۱۶۸۶ھ ۱۶۸۷ھ ۱۶۸۸ھ ۱۶۸۹ھ ۱۶۹۰ھ ۱۶۹۱ھ ۱۶۹۲ھ ۱۶۹۳ھ ۱۶۹۴ھ ۱۶۹۵ھ ۱۶۹۶ھ ۱۶۹۷ھ ۱۶۹۸ھ ۱۶۹۹ھ ۱۷۰۰ھ ۱۷۰۱ھ ۱۷۰۲ھ ۱۷۰۳ھ ۱۷۰۴ھ ۱۷۰۵ھ ۱۷۰۶ھ ۱۷۰۷ھ ۱۷۰۸ھ ۱۷۰۹ھ ۱۷۱۰ھ ۱۷۱۱ھ ۱۷۱۲ھ ۱۷۱۳ھ ۱۷۱۴ھ ۱۷۱۵ھ ۱۷۱۶ھ ۱۷۱۷ھ ۱۷۱۸ھ ۱۷۱۹ھ ۱۷۲۰ھ ۱۷۲۱ھ ۱۷۲۲ھ ۱۷۲۳ھ ۱۷۲۴ھ ۱۷۲۵ھ ۱۷۲۶ھ ۱۷۲۷ھ ۱۷۲۸ھ ۱۷۲۹ھ ۱۷۳۰ھ ۱۷۳۱ھ ۱۷۳۲ھ ۱۷۳۳ھ ۱۷۳۴ھ ۱۷۳۵ھ ۱۷۳۶ھ ۱۷۳۷ھ ۱۷۳۸ھ ۱۷۳۹ھ ۱۷۴۰ھ ۱۷۴۱ھ ۱۷۴۲ھ ۱۷۴۳ھ ۱۷۴۴ھ ۱۷۴۵ھ ۱۷۴۶ھ ۱۷۴۷ھ ۱۷۴۸ھ ۱۷۴۹ھ ۱۷۵۰ھ ۱۷۵۱ھ ۱۷۵۲ھ ۱۷۵۳ھ ۱۷۵۴ھ ۱۷۵۵ھ ۱۷۵۶ھ ۱۷۵۷ھ ۱۷۵۸ھ ۱۷۵۹ھ ۱۷۶۰ھ ۱۷۶۱ھ ۱۷۶۲ھ ۱۷۶۳ھ ۱۷۶۴ھ ۱۷۶۵ھ ۱۷۶۶ھ ۱۷۶۷ھ ۱۷۶۸ھ ۱۷۶۹ھ ۱۷۷۰ھ ۱۷۷۱ھ ۱۷۷۲ھ ۱۷۷۳ھ ۱۷۷۴ھ ۱۷۷۵ھ ۱۷۷۶ھ ۱۷۷۷ھ ۱۷۷۸ھ ۱۷۷۹ھ ۱۷۸۰ھ ۱۷۸۱ھ ۱۷۸۲ھ ۱۷۸۳ھ ۱۷۸۴ھ ۱۷۸۵ھ ۱۷۸۶ھ ۱۷۸۷ھ ۱۷۸۸ھ ۱۷۸۹ھ ۱۷۹۰ھ ۱۷۹۱ھ ۱۷۹۲ھ ۱۷۹۳ھ ۱۷۹۴ھ ۱۷۹۵ھ ۱۷۹۶ھ ۱۷۹۷ھ ۱۷۹۸ھ ۱۷۹۹ھ ۱۸۰۰ھ ۱۸۰۱ھ ۱۸۰۲ھ ۱۸۰۳ھ ۱۸۰۴ھ ۱۸۰۵ھ ۱۸۰۶ھ ۱۸۰۷ھ ۱۸۰۸ھ ۱۸۰۹ھ ۱۸۱۰ھ ۱۸۱۱ھ ۱۸۱۲ھ ۱۸۱۳ھ ۱۸۱۴ھ ۱۸۱۵ھ ۱۸۱۶ھ ۱۸۱۷ھ ۱۸۱۸ھ ۱۸۱۹ھ ۱۸۲۰ھ ۱۸۲۱ھ ۱۸۲۲ھ ۱۸۲۳ھ ۱۸۲۴ھ ۱۸۲۵ھ ۱۸۲۶ھ ۱۸۲۷ھ ۱۸۲۸ھ ۱۸۲۹ھ ۱۸۳۰ھ ۱۸۳۱ھ ۱۸۳۲ھ ۱۸۳۳ھ ۱۸۳۴ھ ۱۸۳۵ھ ۱۸۳۶ھ ۱۸۳۷ھ ۱۸۳۸ھ ۱۸۳۹ھ ۱۸۴۰ھ ۱۸۴۱ھ ۱۸۴۲ھ ۱۸۴۳ھ ۱۸۴۴ھ ۱۸۴۵ھ ۱۸۴۶ھ ۱۸۴۷ھ ۱۸۴۸ھ ۱۸۴۹ھ ۱۸۵۰ھ ۱۸۵۱ھ ۱۸۵۲ھ ۱۸۵۳ھ ۱۸۵۴ھ ۱۸۵۵ھ ۱۸۵۶ھ ۱۸۵۷ھ ۱۸۵۸ھ ۱۸۵۹ھ ۱۸۶۰ھ ۱۸۶۱ھ ۱۸۶۲ھ ۱۸۶۳ھ ۱۸۶۴ھ ۱۸۶۵ھ ۱۸۶۶ھ ۱۸۶۷ھ ۱۸۶۸ھ ۱۸۶۹ھ ۱۸۷۰ھ ۱۸۷۱ھ ۱۸۷۲ھ ۱۸۷۳ھ ۱۸۷۴ھ ۱۸۷۵ھ ۱۸۷۶ھ ۱۸۷۷ھ ۱۸۷۸ھ ۱۸۷۹ھ ۱۸۸۰ھ ۱۸۸۱ھ ۱۸۸۲ھ ۱۸۸۳ھ ۱۸۸۴ھ ۱۸۸۵ھ ۱۸۸۶ھ ۱۸۸۷ھ ۱۸۸۸ھ ۱۸۸۹ھ ۱۸۹۰ھ ۱۸۹۱ھ ۱۸۹۲ھ ۱۸۹۳ھ ۱۸۹۴ھ ۱۸۹۵ھ ۱۸۹۶ھ ۱۸۹۷ھ ۱۸۹۸ھ ۱۸۹۹ھ ۱۹۰۰ھ ۱۹۰۱ھ ۱۹۰۲ھ ۱۹۰۳ھ ۱۹۰۴ھ ۱۹۰۵ھ ۱۹۰۶ھ ۱۹۰۷ھ ۱۹۰۸ھ ۱۹۰۹ھ ۱۹۱۰ھ ۱۹۱۱ھ ۱۹۱۲ھ ۱۹۱۳ھ ۱۹۱۴ھ ۱۹۱۵ھ ۱۹۱۶ھ ۱۹۱۷ھ ۱۹۱۸ھ ۱۹۱۹ھ ۱۹۲۰ھ ۱۹۲۱ھ ۱۹۲۲ھ ۱۹۲۳ھ ۱۹۲۴ھ ۱۹۲۵ھ ۱۹۲۶ھ ۱۹۲۷ھ ۱۹۲۸ھ ۱۹۲۹ھ ۱۹۳۰ھ ۱۹۳۱ھ ۱۹۳۲ھ ۱۹۳۳ھ ۱۹۳۴ھ ۱۹۳۵ھ ۱۹۳۶ھ ۱۹۳۷ھ ۱۹۳۸ھ ۱۹۳۹ھ ۱۹۴۰ھ ۱۹۴۱ھ ۱۹۴۲ھ ۱۹۴۳ھ ۱۹۴۴ھ ۱۹۴۵ھ ۱۹۴۶ھ ۱۹۴۷ھ ۱۹۴۸ھ ۱۹۴۹ھ ۱۹۵۰ھ ۱۹۵۱ھ ۱۹۵۲ھ ۱۹۵۳ھ ۱۹۵۴ھ ۱۹۵۵ھ ۱۹۵۶ھ ۱۹۵۷ھ ۱۹۵۸ھ ۱۹۵۹ھ ۱۹۶۰ھ ۱۹۶۱ھ ۱۹۶۲ھ ۱۹۶۳ھ ۱۹۶۴ھ ۱۹۶۵ھ ۱۹۶۶ھ ۱۹۶۷ھ ۱۹۶۸ھ ۱۹۶۹ھ ۱۹۷۰ھ ۱۹۷۱ھ ۱۹۷۲ھ ۱۹۷۳ھ ۱۹۷۴ھ ۱۹۷۵ھ ۱۹۷۶ھ ۱۹۷۷ھ ۱۹۷۸ھ ۱۹۷۹ھ ۱۹۸۰ھ ۱۹۸۱ھ ۱۹۸۲ھ ۱۹۸۳ھ ۱۹۸۴ھ ۱۹۸۵ھ ۱۹۸۶ھ ۱۹۸۷ھ ۱۹۸۸ھ ۱۹۸۹ھ ۱۹۹۰ھ ۱۹۹۱ھ ۱۹۹۲ھ ۱۹۹۳ھ ۱۹۹۴ھ ۱۹۹۵ھ ۱۹۹۶ھ ۱۹۹۷ھ ۱۹۹۸ھ ۱۹۹۹ھ ۲۰۰۰ھ ۲۰۰۱ھ ۲۰۰۲ھ ۲۰۰۳ھ ۲۰۰۴ھ ۲۰۰۵ھ ۲۰۰۶ھ ۲۰۰۷ھ ۲۰۰۸ھ ۲۰۰۹ھ ۲۰۱۰ھ ۲۰۱۱ھ ۲۰۱۲ھ ۲۰۱۳ھ ۲۰۱۴ھ ۲۰۱۵ھ ۲۰۱۶ھ ۲۰۱۷ھ ۲۰۱۸ھ ۲۰۱۹ھ ۲۰۲۰ھ ۲۰۲۱ھ ۲۰۲۲ھ ۲۰۲۳ھ ۲۰۲۴ھ ۲۰۲۵ھ ۲۰۲۶ھ ۲۰۲۷ھ ۲۰۲۸ھ ۲۰۲۹ھ ۲۰۳۰ھ ۲۰۳۱ھ ۲۰۳۲ھ ۲۰۳۳ھ ۲۰۳۴ھ ۲۰۳۵ھ ۲۰۳۶ھ ۲۰۳۷ھ ۲۰۳۸ھ ۲۰۳۹ھ ۲۰۴۰ھ ۲۰۴۱ھ ۲۰۴۲ھ ۲۰۴۳ھ ۲۰۴۴ھ ۲۰۴۵ھ ۲۰۴۶ھ ۲۰۴۷ھ ۲۰۴۸ھ ۲۰۴۹ھ ۲۰۵۰ھ ۲۰۵۱ھ ۲۰۵۲ھ ۲۰۵۳ھ ۲۰۵۴ھ ۲۰۵۵ھ ۲۰۵۶ھ ۲۰۵۷ھ ۲۰۵۸ھ ۲۰۵۹ھ ۲۰۶۰ھ ۲۰۶۱ھ ۲۰۶۲ھ ۲۰۶۳ھ ۲۰۶۴ھ ۲۰۶۵ھ ۲۰۶۶ھ ۲۰۶۷ھ ۲۰۶۸ھ ۲۰۶۹ھ ۲۰۷۰ھ ۲۰۷۱ھ ۲۰۷۲ھ ۲۰۷۳ھ ۲۰۷۴ھ ۲۰۷۵ھ ۲۰۷۶ھ ۲۰۷۷ھ ۲۰۷۸ھ ۲۰۷۹ھ ۲۰۸۰ھ ۲۰۸۱ھ ۲۰۸۲ھ ۲۰۸۳ھ ۲۰۸۴ھ ۲۰۸۵ھ ۲۰۸۶ھ ۲۰۸۷ھ ۲۰۸۸ھ ۲۰۸۹ھ ۲۰۹۰ھ ۲۰۹۱ھ ۲۰۹۲ھ ۲۰۹۳ھ ۲۰۹۴ھ ۲۰۹۵ھ ۲۰۹۶ھ ۲۰۹۷ھ ۲۰۹۸ھ ۲۰۹۹ھ ۲۱۰۰ھ ۲۱۰۱ھ ۲۱۰۲ھ ۲۱۰۳ھ ۲۱۰۴ھ ۲۱۰۵ھ ۲۱۰۶ھ ۲۱۰۷ھ ۲۱۰۸ھ ۲۱۰۹ھ ۲۱۱۰ھ ۲۱۱۱ھ ۲۱۱۲ھ ۲۱۱۳ھ ۲۱۱۴ھ ۲۱۱۵ھ ۲۱۱۶ھ ۲۱۱۷ھ ۲۱۱۸ھ ۲۱۱۹ھ ۲۱۲۰ھ ۲۱۲۱ھ ۲۱۲۲ھ ۲۱۲۳ھ ۲۱۲۴ھ ۲۱۲۵ھ ۲۱۲۶ھ ۲۱۲۷ھ ۲۱۲۸ھ ۲۱۲۹ھ ۲۱۳۰ھ ۲۱۳۱ھ ۲۱۳۲ھ ۲۱۳۳ھ ۲۱۳۴ھ ۲۱۳۵ھ ۲۱۳۶ھ ۲۱۳۷ھ ۲۱۳۸ھ ۲۱۳۹ھ ۲۱۴۰ھ ۲۱۴۱ھ ۲۱۴۲ھ ۲۱۴۳ھ ۲۱۴۴ھ ۲

**صلہ گستری** | ہادی ایک دن دربار میں بیٹھا تھا مروان بن ابوحفصہ نے ایک قصیدہ جو ہادی کی تعریف میں تھا اس کے سامنے پیش کیا جس وقت حفصہ اس شعر پر پہنچا ۔

تشابہ یوما باسد و نوالہ  
فما احدیدہی لا یہما المفضل  
ہادی نے سن کر کہا تو انعام لینے میں کس بات کو ترجیح دیتا ہے۔ تیس ہزار فوراً وصول پالینے کو یا ایک لاکھ کے لئے خزانہ سے حکم پانے اور پھر وصول کرنے پھر کو، مروان نے کہ تیس ہزار فوری اور ایک لاکھ خزانے سے وصول کرنے کو؟ خلیفہ نے ہنس کر کہا اچھا تجھ کو دونوں قمیص فوراً مل جائیں گی چنانچہ اس کو اسی وقت ایک لاکھ تیس ہزار دیدیئے گئے۔

**اوصاف** | ہادی تمام اوصافِ جہانباتی سے متصف تھا۔ خانگی صحبتوں میں بے تکلف، گرد دربار میں آتے ہی اس میں تغیر پیدا ہو جاتا اور ایک جبری، سخت گیر اور عزم و ہمت کا حکمران نظر آنے لگتا۔ ابن طقطقی لکھتا ہے :-

» ہادی بیدار مغز، غیور، فیاض، بہادر، مجتمع الحواس فرمانروا تھا۔

**فیاضی** | فیاضی میں اپنے باپ کے مثل تھا۔ طبری اور خطیب نے اس کی فیاضی کے بہت سے واقعات اپنی تاریخوں میں درج کئے ہیں۔

**ملحدوں کا دشمن** | ملحدوں اور زندلیوں کا سخت دشمن اور بانی مذہب کے مٹانے میں اس کی سعی بلیغ تھی۔

**آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت** | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص عقیدت و محبت تھی۔ ایک مرتبہ

ابوالخطاب سعدی شاعر مدحیہ قصیدہ کہہ کر لایا جب شیہ عمرؒ سنا ۵

یا خیر من عقلمت کفاح عجز قلہ ۵  
و خیر من قلہ تھا امرہا مضی  
”اے تمام دنیا کے لوگوں میں بہترین آدمی اور تمام لوگوں میں بہتر جو مالک حکم ہوئے ہیں اور قبیلہ معز نے عیان حکومت ان کو سونپی ہے“

تو ہادی نے فوراً ٹوکا کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی استثنائہ تھا۔  
ابوالخطاب سمجھ گیا اور برجستہ شیہ عمرؒ اس طرح پڑھا ۵

الا انتبی رسول اللہ انت لہ ۵  
فضلہ وانت بذات الفضل تفتخر  
”مگر سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ تم فضلہ وانت بذات الفضل تفتخر بہتری ان پر ختم ہو گئی ہے اور تجھے آپ کی امت میں ہونے کا فخر ہے“

ہادی نے کہا کہ ہاں تو نے صحیح کہا اور بہت اچھا کہا۔ پھر اس کو بیچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

**ہادی کی حریفانہ مساعی** | مسدی اواخر عمر میں ہادون سے زیادہ محبت کرنے لگا تھا۔ اس وجہ سے ہادی کو ہادون سے عناد پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ کی وصیت کے خلاف ہادون کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنا چاہا۔ یزید بن مزید، علی بن عیسیٰ اور عبداللہ بن ملک ہادی کی رائے کے موافق تھے۔ البتہ یحییٰ بن خالد برمکی جو ہادون کا مدار المہام تھا وہ ہادی کے خیالات کی اصلاح کرتا۔ مگر یزید وغیرہ اکساتے رہتے۔

ادھر ہادی ہادون کے پیچھے پڑ گیا کہ وہ جعفر کے حق میں خلافت کی ولی عہدی سے دستبردار ہو جائے۔ یحییٰ بن خالد نے ہادون سے کہا کہ تم شکاک کی اجازت لے کر دار الخلافہ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اس بنا پر ہادی نے یحییٰ کو قید کر دیا۔

**ہادی کی موت** | اس واقعہ کے بعد ہادی بلادِ موصل کی طرف چلا گیا۔ اتفاق وقت سے بیمار پڑا اور لوٹ آیا اور اسی حالت میں ہادیوں کو ہرثمہ کے ہاتھوں ختم کرنا چاہا۔ خیزران کو پتہ چل گیا۔ وہ بددعا کرنے لگی۔ پچھلی رات کو جاگا تو شدت سے کھانسی آئی۔ گلے میں پھنڈا پڑ گیا اور دم فنا ہو گیا۔ خیزران نے ہرثمہ کو بلا کر کہا کہ ہادی چل بسا تم یحییٰ کو قید سے رہا کر دو۔ وہ فوراً ہادیوں کو مطلع کرے۔ چنانچہ یحییٰ جیل سے سیدھا ہادیوں کی خواہش میں گیا وہ سو رہا تھا اس کو جگا کر شدہ خلافت سنایا۔ ہادیوں ہادی کے بالیں پر گیا۔ اُس کو مردہ پایا۔ تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کر دیا۔

ہادی نے نو اولادیں چھوڑیں۔  
 جعفر - عباسؑ - عبداللہؑ - اسحاق - اسمعیل - سلیمان - موسیٰ -  
 اور دو لڑکیاں آمن غنی و آمن عباسؑ -  
 ہادی کی وفات کا دن ۴ ربیع الاول ۳۵ھ تھا۔ اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔ یہ واقعہ عیسیٰ آباد میں ہوا۔ اس کی خلافت ایک سال دو مہینے بائیس دن رہی۔

۶

۱۔ ابن خلدون جلد ششم کتاب ثانی صفحہ ۳۵۵ -

۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۴۴ والبدایۃ والنہایۃ جز ثامن صفحہ ۱۶۰ -

# شہنشاہِ اعظم ابو جعفر ہارون الرشید

**نام و نسب** | ہارون الرشید ابن خلیفہ مہدی محمد بن خلیفہ منصور عبداللہ بن امام محمد عباسی ہاشمی ۔

**ولادت** | آخری ذی الحجہ ۱۵۵ھ، ۶۷۲ء میں بمقام ”رے“ یہ نامور خلیفہ پیدا ہوا۔ ان دنوں مہدی یہاں کا والی تھا۔ والدہ کا نام ”خیزران“ ام ولد تھی جو اپنے وقت کی ملکہ دوران تھی ۔

**تعلیم و تربیت** | ہارون الرشید کا دادا خلیفہ منصور زندہ تھا اس وجہ سے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ہر فن کے مجتہدین جبرائیل ہارون کو پڑھاتے تھے۔ اتالیق یحییٰ بن خالد برمکی تھا۔ رشید کو علمی ذوق و شوق بچپن سے تھا۔ ہارون الرشید نے اپنے باپ دادا اور شیخ الحدیث مبارک بن فضالہ سے حدیث کی روایت کی۔ اور اس سے مامون الرشید وغیرہ نے کی ۔

علامہ سیوطیؒ نے قاضی فاضل سے ایک جگہ نقل کیا ہے کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصولِ علم کے لئے سوائے خلیفہ ہارون الرشید کے سفر اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ ہی خلیفہ ہے جو امام مالک کی خدمت میں موٹا پڑھنے کے لئے حاضر ہوا۔ ہارون کو علم الحدیث سے دلی لگاؤ تھا۔ صرف و نحو، لغت، ادب اور تمام فنون میں جو عمریت کے عناصر ہیں۔ اس میں درک حاصل کیا۔ اس کی طبیعت نہایت موزوں واقع ہوئی تھی، ”اغانی، عقد الفرید وغیرہ علم و ادب کی کتابیں اس کے

فیصح و بلیغ خطبات اور حکیمانہ اقوال اور دلکش اشعار سے مالا مال ہیں۔

**شاعری** | فن شاعری میں اس کو کامل دستگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق وہ اشعار کی غلطیاں بتا دیا کرتا تھا مگر خود شعر بہت کم کہتا تھا۔

**ولی عہدی** | مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہادی کے بعد رشید تاج و تخت کا مالک ہوگا۔

## ہارون الرشید کی خلافت

چنانچہ ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات سولہویں تاریخ ربیع الاول ۱۹۰ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۸۰۹ء میں بڑی دھوم دھام سے بمقام عینی آباد ۲۲ برس کی عمر میں) ہارون الرشید تخت خلافت پر جلوں فرما ہوا۔ اس رات کا یہ واقعہ بھی عجیب ہے کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی۔ دوسرا مسند خلافت پر بیٹھا اور تیسرا وارث تاج و تخت (مامون الرشید) پیدا ہوا۔ اور اسی شب میں عزیمہ بن خازم نے جعفر بن ہادی کو گرفتار کیا۔

جعفر جو اس باختم ہو کر خواب غفلت سے چونک پڑا۔ تب عزیمہ نے کہا کہ اگر تم علیؑ دوسرا الشہاد اپنی خلافت سے باز دعویٰ داخل کر کے ہارون الرشید کی خلافت کو تسلیم نہ کرو گے تو علیؑ الصبح قتل کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ تلوار کے زور اور جان کے خوف سے جعفر نے دعویٰ خلافت سے ہاتھ اٹھایا اور صبح کو مجمع عام میں ہارون سے بیعت کی جن لوگوں نے پیشتر ہادی کے دباؤ سے جعفر کی بیعت کی تھی انہوں نے بھی سبکدوشی حاصل کی اور بلا شرکت غیرے ہارون الرشید عباسی دنیا نے اسلام کے متعلق خلیفہ قرار پائے۔ چنانچہ خلیفہ نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لے کر کل سفید و سیاہ کا مالک

۱۔ البایہ والنہایہ الجزء الثامن ص ۱۶ ۲۔ تاریخ بغداد ص ۶ -



میکئی برہمکی کو کر دیا۔ یہ اس کی کارگزاریوں کا صلہ تھا جو اصولِ خلافت کے لئے بمقابلہ ہادی کے کی گئی تھیں۔

خلیفہ ہادون بلا مشورہ اپنی والدہ خیردان اور سچئی برہمکی کے کوئی کام امورِ سلطنت کا انجام نہ دیتے۔ اس سال کے تاریخی واقعات میں امین المرشید و مامون المرشید کی ولادت اور افریقہ مدینہ منورہ کے والیوں کی تبدیلی کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ یعنی یزید بن حاتم سہلبی کے فوت ہو جانے کے سبب افریقہ میں اس کا بیٹا داؤد مقرر کیا گیا اور مدینہ کا والی عمرو بن عبدالعزیز العمری معزول کیا گیا اور بجائے اس کے اسحاق بن سلیمان عباسی مقرر ہوا۔

۱۷۱ھ سے ۱۷۹ھ تک خراسان، موصل، سندھ کے حکام کا انتظامات بلکہ کیا گیا جس میں سوائے معمولی نظم و نسق کے اور کوئی بات نہ تھی۔ البتہ ۱۷۶ھ میں عبداللہ بن الحسن علوی کے خروج کی وجہ سے بعض بعض والیوں کے خیالات بھی بگڑ چکے تھے۔ اس لئے ہادون المرشید نے تمام صوبوں پر ایک خاص نظر ڈالا اور جس کی نسبت شبہ ہوا وہ علیحدہ کر دیا گیا۔ چنانچہ موسیٰ بن عیسیٰ والی مہر کی نسبت دار الخلافہ میں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ وہ خلیفہ کا دشمن ہے اور انقلابِ حکومت پسند کرتا ہے۔ اس لئے غصہ ہو کر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ بجائے موسیٰ کے مصر کی حکومت ایسے شخص کو دوں گا جو نہایت ہی ذلیل اور ادنیٰ درجے کا ہو گا اور وزیر برہمکی کو حکم دیا کہ اس خدمت کے لئے کوئی شخص تجویز کیا جائے۔ چنانچہ وزیر السلطنت نے عمرو بن مہران کو پیش کیا۔ یہ شخص نہایت بد شکل اور عجیب الخلق تھا اور اس کی آنکھیں بھینگی (احول) تھیں، شکل و صورت کے ساتھ لباس بھی نئے رنگ و ڈھنگ کا پہنتا تھا۔ جس قسم کا امیدوار خلیفہ کو منظور تھا چونکہ یہ شخص ٹھیک ویسا ہی تھا اس لئے عطاءِ سند کے لئے دربارِ عام میں بلایا گیا۔ جب خلیفہ نے حکومت مصر کا ثرہ سنایا تو اس نے یہ شرط پیش کی کہ ”جس وقت میں مصر کے انتظام سے فارغ ہو جاؤں تو واپسی کے لئے

دربارِ خلافت سے اجازت کی ضرورت نہ رہے بلکہ جب میرا دل چاہے چلاؤں۔  
خليفة نے یہ شرط منظور کر لی اور قاعدے کے موافق اس کو رخصت کر دیا۔

کامل ابن لاثرقی روایت ہے کہ جب یہ حضرت دارالامارت مصر میں پہنچے۔  
اس وقت موسیٰ کا دربار لگا ہوا تھا۔ ادباً حاجت عرض و معروض میں مصروف  
تھے جب رخصت ہو گئے تو انہیں اُن کی باری آئی موسیٰ نے سائل سمجھ کر  
پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا کہ مصر کی حکومت موسیٰ حیران رہ گیا وہ کبھی  
سائل کو دیکھتا تھا اور کبھی اس کی درخواست پر غور کرتا تھا کہ عربین مصران نے  
امیر المومنین کا دستخطی مہری پروانہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ موسیٰ نے مضمون پڑھ  
کر پوچھا کہ ”جناب ابو حفص (خدا اُن کو زندہ رکھے) تشریف لاتے ہیں۔“ انہوں  
نے جواب دیا کہ ابو حفص میری کنیت ہے۔ لیکن موسیٰ کو باوجود ملاحظہ پر پروانہ  
کے ابو حفص کی بات کا یقین نہ آیا اور اسی حیرانی میں سرنگوں تھا۔ آخر مجبوراً یہ  
فقہر کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا :

لعن الله فرعون حيث قال اَلَيْسَ بِي مُنْكَ مِصْرَ -

”یعنی فرعون پر خدا کی لعنت ہو وہ اسی ملک مصر کے غرور پر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا  
اور کہتا تھا کہ کیا میں مصر کا مالک نہیں ہوں۔“

مصر کے انتظام کے بعد ۱۶۹ھ سے ۱۸۱ھ تک افریقہ اور خراسان کے  
قالیوں کے تبادلے ہوتے رہے اور ۱۸۲ھ سے ہارون الرشید کے انتقال  
تک بہت زیادہ رد و بدل نہیں ہوا۔ تمام سلطنت کے مشہور صوبوں کے گورنروں  
کی فہرست ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

## والیان صوبہ جات

مکہ معظمہ | عباس بن محمد سلیمان بن جعفر۔ موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن محمد قشمی۔  
عبد اللہ بن محمد عمرانی۔ عبید اللہ بن محمد عباس۔ علی بن موسیٰ۔

عثمانی، فضل بن عباس، احمد بن اسمعیل -

ماریتہ منورہ | اسحاق بن علی - عبدالملک بن صالح - محمد بن عبداللہ - موسیٰ بن عیسیٰ  
ابراہیم بن محمد - محمد بن ابراہیم - عبداللہ بن مصعب - بکار بن  
عبداللہ مصعب - محمد بن علی ذہب بن منبہ -

کوفہ | موسیٰ بن عیسیٰ - محمد بن ابراہیم - یعقوب بن ابوجعفر عباس بن عیسیٰ - اسحاق  
ابن الصباح الکندی - جعفر بن ابوجعفر -

بصرہ | محمد بن سلیمان - سلیمان بن جعفر - عیسیٰ بن جعفر - حزمیہ بن خازم - جریر  
بن یزید جعفر بن سلیمان - جعفر بن جعفر - عبدالصمد بن علی - مالک بن الخزائی  
اسحاق بن سیامان - سلیمان بن جعفر - اسحاق بن عیسیٰ -

خراسان | ابوالفضل بن سلیمان طوسی - جعفر بن محمد الاشعث - عباس بن جعفر -  
عظریعت بن عطاء سلیمان بن راشد - علی الخراج حمزہ بن مالک -  
فضل بن یحییٰ برمکی - منصور بن یزید جعفر بن یحییٰ برمکی -

افریقہ | روح بن حاتم مہلبی - یزید بن حاتم - داؤد بن یزید فضل بن روح -  
ہرثمہ ابن عین - محمد مقاتل بن حکم - ابراہیم بن اغلب - عبداللہ بن  
ابراہیم بن اغلب -

سندھ | اسحاق بن سلمان فارس -  
محمد بن سلمان بن علی -

## امین و مامون کی ولی عہدی

امین الرشید کی ولی عہدی زبیدہ خاتون اور فضل برمکی اور عیسیٰ بن جعفر -  
(امین کا مامون) کی کوششوں سے ۱۹۱ھ میں ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ امین کی

۱۔ ابن خلدون ص ۱ جلد ۱۱ مفت کتاب ثانی ص ۱۱۱۱ -

طبیعت عیش پسند واقع ہوئی تھی۔ اس لئے ہارون الرشید ہر موقع پر مامون کو ترجیح دیتا تھا اور اس کا میلان طبع ہی تھا کہ وہی خلافت کا مستقل مالک ہو اس لئے بمقام رقبہ بماء محرم یوم پنجشنبہ ۱۸۲ھ مطابق ۲۲ فروری ۷۹۸ء مامون کی ولی عہدی پر لوگوں سے بیعت لی اور اس کو صوبہ خراسان و ہمدان کا والی مقرر کر دیا۔ تاہم عمائد بنی ہاشم اور اہل کان فوج کے خوف سے جو امین کے طرفدار تھے ۱۸۶ھ، ۱۸۷ھ میں ہارون الرشید نے بمقام مکہ معظمہ دونوں شہزادوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے اور خانہ کعبہ کے اندر جا کر خاص طور پر فرمائش کی۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی دوسے جو مالک مامون الرشید کو ملے ان میں کرمان شاہ، نہادند، قم، کاشان، اصفہان، نارس، کرمان، رے، قوس، طبرستان، خراسان، ذابل، کابل، ہندوستان، ماوراء النہر اور ترکستان داخل تھے۔

امین کو بغداد، واسط، بصرہ، کوفہ، شامات، سوادِ عراق، موصل، جزیرہ حجاز، مقرر اور مغرب کی انتہائے حدود تک کی حکومت ملی اور دستاویزات بعد مکہ کے حرم کعبہ میں آویزاں کر دی گئیں۔ اس کے بعد ۱۸۷ھ، ۱۸۸ھ میں اپنے پیسے بیٹے قاسم (موتمن) کو جزیرہ تعوزہ عوام کی حکومت دی اور مامون الرشید کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق ثابت نہ ہو تو وہ اس کو معزول کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ بیٹے معتصم کو خلافت سے اس بنیاد پر محروم رکھا کہ وہ جاہل ہے مگر یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ ذوال سلطنت عباسیہ تک معتصم کی اولاد میں خلافت و سلطنت باقی رہی۔ ہارون الرشید نے بنظر رفع خانہ جنگی اپنے بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر دیا تھا۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ یہ تقسیم گویا خانہ جنگی کی بنیاد تھی جیسا کہ ہارون الرشید کے انتقال کے بعد واقعات پیش آئے۔

ملکی بغاوتیں | خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں جو بغاوتیں ہوئیں وہ عمال کی بدعنوانیوں سے رعایا کی ناراضی کا ثمرہ یا ساد است کرام

(علویین) کی ادعائے خلافت کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ منصور عباسی کے زمانے میں محمد بن عبد اللہ بن حسن نے جو سیدنا امام حسنؑ کے پرپوتے تھے۔ علمائے مدینہ کے فتویٰ کے موافق خروج کیا تھا اور بہت خون ریزی کے بعد وہ شہید ہوئے تھے اور ان کے بھائی یحییٰ بن عبد اللہ اس زمانے سے روپوش ہو گئے تھے۔ لیکن ۱۷۶ھ میں جب ان کی طرف رجوعات زیادہ ہو گئی تھی تو انہوں نے دیم میں ظہور کیا اور شان و شکوہ سے خلیفہ کے مقابلہ کو اٹھے لیکن فضل برمکی کی حکمت علی نے فوراً اس ہنگامہ کو دبا دیا۔ یحییٰ ہادون کے پاس چلے آئے اور معاہدہ لکھا گیا۔ اس کے بعد سادات نے پھر کبھی سر نہیں اٹھایا۔

**فتنہ خوارج** | البتہ اسی سال دمشق (شام) میں فساد کی زبردست آگ مشتعل ہوئی جس میں طرفین کے ہزاروں آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی ابو الہزام تھا جس کا اصلی نام مامون عمارہ تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ خلیفہ کے ایک عامل نے بختان میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اس نے وہاں تو کچھ نہیں کیا لیکن شام میں آکر جمعیت ہم پختائی اور پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کو اٹھا۔ آخر اس درجہ سخت لڑائیاں ہوئیں کہ کتنے ہی قبائل عرب فنا ہو گئے اور یہ فساد اس وقت تک نہیں مٹا جب تک ابو الہزام ۱۸۲ھ، ۱۹۸ھ میں مر نہیں گیا۔

اس کے بعد موصل، متصر، ما ولاء النہر وغیرہ میں عمال کی جانب سے جو بغاوتیں ہوئیں وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ سب جھگڑے بہت جلد رفع کر دیئے اور تھے بھی ایسے معمولی کہ جس کا کوئی اثر سلطنت پر نہیں پڑا۔

**فتوحات** | خلیفہ ہادون الرشید ان اولوالعزم خلفاء میں سے ہے جس کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار تھی۔ لیکن قلم کا پلہ بھاری تھا۔ اس لئے اگر ہم ممالک مفتوحہ کی طولانی فہرست نہ لکھ سکیں تو کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ تاہم ۲۳ برس کی حکومت میں باوجود سادات اور

عُمال کی نذرت پر دازیوں کے فتوحات میں ہارون مہدی سے کم نہیں ہے۔ جنگ و جہاد کا شوق اس خلیفہ میں پیدا نشی تھا۔ چنانچہ شہزادگی کے زمانے میں مباہجادی اثنی ۱۶۵ھ میں دس ہزار کی جمعیت سے روم پر فوج کشی کی اور پے در پے فتحیں حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ ایک ایک گھوڑا درہم (چار آنہ) کو بہک گیا اور ملکہ ابرہہ نے ستر ہزار دینار سالانہ خراج تسلیم کر کے صلح کر لی۔ اس لڑائی میں ۵۴ ہزار آدمی قتل ہوئے۔ یہ جب تخت نشین ہوا تو قلعہ صحتات قلعہ صقلیہ (سسیلی) قلعہ قلقونیہ اور شہر دلسہ فتح کیا۔ یونان پر کئی مرتبہ حملہ آور ہوا اور آخر اس کو باجگزار بنایا۔ قبرص فتح کیا۔ پھر اس کو منہدم کر کے آگ لگا دی اور مولہ ہزار آدمی گرفتار کر لیا۔ غرضیکہ ملکی حدود اس قدر وسیع کر دیئے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔

ہارون الرشید کے کل فوجی کارنامے تفصیل سے دکھانا تو مشکل ہے لیکن اہل روم کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ مختصراً لکھے جاتے ہیں جن میں ہارون خود سپہ سالار بن کر گیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۷ھ، ۱۸۸ھ کا واقعہ ہے کہ جب ابیہر بنی فرمانروائے روم نے مکرشی کی تو قاسم کی ماتحتی میں روم پر فوج کشی ہوئی اور شہزادے نے قلعہ مستان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ملکہ نے تاب مقابلہ نہ دیکھ کر ادائے خراج پر صلح کر لی۔ لیکن اس کی معزولی کے چند مہینے بعد نقفور (نیکفورس یا ناسفورس) تخت نشین ہوا تو اس نے ادائے خراج سے انکار کیا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے ہارون الرشید کو یہ خط لکھا کہ ”ملکہ سابق نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی کمزوری اور حماقت تھی، اب میں تخت نشین ہوا ہوں اس لئے لکھتا ہوں کہ جس قدر خراج اب تک سلطنت روم سے وصول کیا ہے وہ فوراً واپس کر دو ورنہ بذریعہ تلوار فیصلہ کیا جائے گا“

نقفور کی گستاخانہ تحریر پڑھتے ہی ہارون الرشید آپے سے باہر ہو گیا اور اس

کا چہرہ غصہ سے آگ ہو گیا۔ امراء اور وزراء کے حواس جاتے رہے۔ کسی میں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مجال نہ تھی چہ جائیکہ کوئی گفتگو کر سکتا۔ اس لئے خط کی پشت پر خود ہی اپنے قلم سے یہ الفاظ لکھے۔

من ہمارون امیرالمومنین الی نقفور ملک المروم قد قرأت  
کتابک یا ابن الکافرۃ والجواب ماتراہ دون ما تسعہ -  
”یعنی یہ خط امیرالمومنین ہارون الرشید کی طرف سے نقفور (سگ دوی) کے  
نام ہے۔ مے کافر کی اولاد میں نے تیرا خط پڑھا اس کا جواب تو نہ سنے گا  
بلکہ آنکھوں سے دیکھ لے گا“

ہارون نے اسی وقت فوج کی تیاری کا حکم دے دیا اور اس تیزی سے اس  
پر جا پڑا کہ ”نقفور“ حیرت زدہ رہ گیا۔ جب پائے تخت ”پرہیلی“ تباہ ہو گیا اور  
رومی فوج بہت کچھ تلوار کے گھاٹ اتر چکی تب نقفور نے معافی مانگی اور شرائط  
سابق پر صلح کر لی۔ ہارون کے بغداد لوٹنے پر نقفور نے معاہدہ توڑ ڈالا۔ یہ  
خبر بغداد پہنچی تو عبداللہ بن یوسف اور ابوالعلاء سیہ نے چند شعروں میں اس  
واقعہ کا ذکر کیا اور ہارون کے سامنے پیش کئے۔ ہارون نے اس مرتبہ ایک  
لاکھ پینتیس ہزار فوج سے (رضاکار اس کے علاوہ تھے) دارالسلطنت پر حملہ  
بول دیا۔ ایشیائے کوچک فوج کی یلغار سے پائمال ہو گیا۔ ابراہیم بن جبریل  
نے یہ سترہویں حملہ کیا ”میںسی فور“ مقابلہ پر آیا اور شکست کھائی۔ اس کے  
چالیس ہزار آدمی مارے گئے۔ سرحد روم کے مشہور قلعے فتح ہو گئے۔

داؤد بن عیسیٰ اور شمر جیل بن معن اور یزید بن مغلہ حمید بن معیون نے  
حصن صقالیہ، دلسہ صفات مغلونہ، سوا حل شام وغیرہ پر دایہ شجاعت دی۔  
رومیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا اور ستر ہزار رومی قید کئے گئے۔  
خود ہارون الرشید طوانہ کی طرف روانہ ہوا۔ ”میںسی فور“ گفرا  
کیا اور جزیرہ و خراج دے کر صلح کرنے پر مجبور ہو گیا۔ قونینا نا طولیہ بھی



قبضہ و تصرف میں آیا۔<sup>۱۷</sup>

ہارون نے سواحلِ شام پر چھاؤنیاں قائم کیں۔ قلعے بنوائے اور طرطوس عین ندبر اور مارونہ بسایا اور مصیصہ کو از سر نو مستحکم کیا۔ وہاں مسلمان آباد کئے اور دلسہ کے خطرناک لوگوں کو جلا وطن کیا۔<sup>۱۸</sup>

## وقائع

۱۷۱ھ میں ہارون تختِ خلافت پر بیٹھا۔

۱۷۲ھ میں عزل و نصبِ عمال

۱۷۳ھ میں شہرِ دلبہ امیر عبد الرحمن بن صالح کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

۱۷۴ھ میں سخت زلزلہ آیا جس سے اسکندریہ کے منارے گر پڑے۔

۱۷۵ھ میں قلعہ صفصان خود امیر المؤمنین کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

۱۷۶ھ میں ملکِ امینیہ میں غدیر ہو گیا جہاں مسلمان ایک لاکھ قتل ہوئے۔

۱۷۹ھ میں اہلِ روم نے مسلمانوں کو اپنے علاقہ سے نکالا۔

۱۸۰ھ میں ہر قلعہ (اس کا ذکر آچکا ہے) فتح ہوا۔ یزید بن محمد نے قونیہ

فتح کیا اور حمید بن معیوف قبر میں پہنچا اس کو تباہ کیا اور سولہ ہزار آدمیوں کو گرفتار کر لایا۔

## وسعتِ سلطنت

ہارون الرشید کی وسعتِ سلطنت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ جس ملک کا فرمانروا تھا اُس کی حدیں ہند اور تانارہ سے بحرِ اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سوائے اندلس کے اور کل اسلامی دنیا ہارون کی تابع فرمان تھی۔ یورپ

۱۷ ابن اثیر جلد ۶ ص ۶۴۔ ۱۸ فتوح البلدان ص ۱۷۱۔

جس پر ناز کر سکتا تھا وہ صرف روم و یونان کا ملک تھا اور یہ دونوں حکومتیں سلطنت عباسیہ کی باجگزار تھیں۔

**خراج** کل ملک کا سالانہ خراج سات ہزار پانچ سو قنطار تھا۔ ایک قنطار ۸۴۰۰ دینار اور ایک دینار پانچ روپے یعنی آجکل کے حساب سے اکتیس کروڑ پچیس لاکھ روپے تھا۔ بادی النظر میں یہ خراج روپے میں ایک پائی کے برابر نہیں معلوم ہوتا اور نہ اس خراج سے وسعت سلطنت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس وقت خراج کے اصول بالکل اسلامی تھے اور جن مذاات کی آمدنی سے آج شاہوں کے خزانے پر ہیں اس وقت ان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

**عسکری قوت** فوج کی تعداد تقریباً دو لاکھ سواہ و پیادہ کے تھی۔ گویہ تعداد کم معلوم ہوتی ہے مگر انتظام سلطنت کے واسطے کافی تھی۔ کیونکہ اس عہد کا ہر مسلمان پیدائشی سپاہی تھا اور ضرورت کے وقت تمام ملک اُمنڈ آتا تھا جن کو صرف سواہی اور ہتھیار حکومت سے دیئے جاتے تھے۔ سواہ کی تنخواہ پچیس روپے اور پیادہ کے دس روپے ہوتے تھے۔ افسروں کی تنخواہ بھی کچھ زیادہ نہ تھی اور سپہ سالاری کا کام جنگ کے وقت قسمت یا صوبے کے افسر و زبیر اعظم، قاضی القضاۃ اور خلیفہ کے بیٹے کر لیا کرتے تھے۔

”ہارون کے زمانہ میں وزراء نے بھی امیر العسکر کے فرائض انجام دیئے

بیجی برکی اور فضل برکی کے واقعات پیشتر آچکے ہیں۔“

**فوجیوں سے سلوک** امیر العسکر فوج کے ساتھ نہایت رواداری اور محبت کا سلوک کرتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ اس

بات کا لحاظ رکھتا تھا کہ کوئی فوجی مفتوحہ ممالک کے کسی فرد سے بدسلوکی سے پیش نہ آئے۔ اگر کسی شخص سے کوئی حرکت سرزد ہو جاتی تو اس کو سخت سزا دیتا۔

فوجیوں کو شراب پینے کی سخت ممانعت تھی اور جنرل ان کی اخلاقی زندگی سنوارنے کی حتی الامکان کوشش کرتا تھا۔

”سپاہی کے لئے یہ طے تھا کہ چار ماہ سے زیادہ اپنے اہل و عیال سے علیحدہ نہیں رہ سکتا، اس کو رخصت مل جاتی تاکہ وہ اپنے بال بچوں میں جا کر رہے“ لے

**جزیرہ** | بنی آسیہ اور بنی عباس کے فرمانروا جزیرہ وصول کرنے میں عام طور پر عدل و انصاف اور نرمی کا برتاؤ روا رکھتے تھے۔ ہادون کے زمانہ میں اور بھی نرمی برتی جانے لگی۔ چنانچہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) امام ابو یوسف نے ہادون رشید کو خط میں لکھا تھا۔

”وہ آپ کا فرض ہے کہ ذمیوں سے رواداری برتیں۔ یہ ابن عمرؓ کی نصیحت تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ ان کی ضروریوں سے بے خبر نہ رہتے ان پر جبر و جور اور زیادتی نہ ہونے پائے۔ جزیرہ کے علاوہ ان کا مال نہ لیا جائے“ لے

**تحفظ حقوق ذمی** | ہادون نے ذمیوں کے حقوق کے لئے ایک مستقل محکمہ قائم کیا تھا۔ لے

## بغداد

”عروس البلاد“

ہادون الرشید کے عہد میں بغداد عروس البلاد بن گیا تھا۔ ۱۲ میل طول اور ۳ میل عرضاً مسلسل آبادی تھی۔ دس لاکھ مردم شماری تھی۔ تیس ہزار مسجدیں اور دس ہزار حمام تھے۔ شاہی محلات جو منصور و مہدی کے زمانہ میں بنائے

لے مراسین از جسٹس امیر علی لے کتاب الخراج ص ۱۳ لے مراسین ص ۴۱۔

گئے تھے۔ ہارون نے ان کو اور زیادہ وسعت دی۔ جعفر بن یحییٰ برمکی کا محل شاہی محل سے بھی بلند پایہ تھا جس میں دو کروڑ درہم صرف ہوئے۔<sup>۱۷۸</sup>  
 امرائے بنی عباس کے بھی محلات اپنی شان و شوکت میں کم پایہ نہ تھے صنعت و حرفت کی ترقی معراج کمال پر تھی۔ صد ہا مدارس و مکاتب تھے۔ غرضیکہ دار الخلافہ کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے اور اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی بھی گئی ہیں۔

**وزارت عظمیٰ** | ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد برمکی کو قلمدان وزارت دے کر کل سلطنت اسلامیہ کے سیاہ و سفید کا مالک بنایا تھا۔ مہر خلافت بلکہ اپنی مہر خاص بھی اس کے حوالے کر دی تھی۔<sup>۱۷۹</sup> یحییٰ علم و فضل میں یگانہ روزگار تھا مگر شلیعت سے لگاؤ رکھتا تھا۔ حکومت کا تمام نظم و نسق یحییٰ کے اشارہ چشم و ابرو سے چلتا تھا۔ ہارون نے یحییٰ کی خدمت کا یہ صلہ دیا مگر محسوس زادہ نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ امرائے عرب کو ہٹا کر بڑے بڑے عہدوں پر اپنے اعزاء مقرر کر دیئے اور خزانہ کا دو پیہ داد و دہش میں من مکر نے لگا۔ شعراء کے دل و دماغ دولت سے خرید لئے جنہوں نے تعریف و توصیف کے پل باندھے۔ یحییٰ کا نائب فضل بن یحییٰ کو کر دیا۔ یہ ہارون کا راضی

۱۷۸ طبری جلد ۳ صفحہ ۶۷۳ ۱۷۹ البدایہ والنہایہ الجزء العاشر ۱۸۰ تاریخ بغداد جلد

الرباع عشر صفحہ ۱۲۹

۱۸۱ یحییٰ کا باپ خالد برمکی کے بزرگ آتش کدہ نوبہار کے بجاری تھے۔ عہد خلافت حضرت عثمان غنیؓ ۱۸۲ میں خراسان فتح ہوا۔ آتش کدہ ویران ہوا بجاری و متولی بھی در بدر پھرنے لگے۔ ۱۸۳ میں عہد ولید اموی میں قتیبہ بن مسلم نے خراسان کے مواضعات پر پھر فوج کشی کی۔ مالی غنیمت میں لوندیاں آئیں۔ ایک عورت برمک تھی وہ عبداللہ بن مسلم برادر قتیبہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۸۰ پر ملاحظہ ہو)

بھائی تھادی علم دی یاقوت ۔

ہادون الرشید کی منشاء سے یحییٰ برمکی کا بیٹا جعفر جو بے بدل ادیب اور انشا پرداز اور علوم و فنون کا جامع تھا۔ عمدہ وزارت پر فائز ہوا۔ یہ باپ سے زیادہ ہوشیار و چالاک تھا۔ تھوڑے عرصہ میں حکومت کی تمام مشنری پر چھا گیا۔ ہر شعبہ پر اس کا کامل دخل ہو گیا۔ اس کے عہد میں ہادون کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ وہ معمولی رقم بھی براہ راست خزانہ سے نہیں طلب کر سکتا تھا۔ یحییٰ اور فضل و جعفر کی بدولت حکومت کے تمام شعبوں پر خاندانِ براہمہ کے افراد قابض تھے۔ ملک پر ان کی ہیبت اور عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ امید و بیم کے مرکز تھے۔ ان کے سامنے خلیفہ کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ حتیٰ کہ سلاطین و امراء کے پاس سے آئے ہوئے ہدایا سیدھے براہمہ کے پاس پہنچتے تھے اور خلیفہ کو عموماً خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ براہمہ نے شیعوں اور اپنے عزیز و اقارب کے گھرمال و دولت سے بھر دیئے تھے۔ شاہی خاندان اس قدر گر گیا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے باپ وزارت کا راستہ لیتا تھا۔

عبدالملک بن صالح عباس نے جعفر بن یحییٰ سے درخواست کی کہ ہادون سے میری تین حاجتیں پوری کرادیجئے۔ دس لاکھ درہم دلا دیجئے میں قرضہ ادا کر دوں گا۔ میرے بیٹے کو کسی صوبہ کا گورنر مقرر کرادیجئے۔ اس سے میری حیثیت بڑھ جائیگی۔ خلیفہ کی صاحب زادی سے میرے بیٹے کا رشتہ کرادیجئے۔ جعفر نے جواب دیا۔ یہ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸۶ سے آگے) کے حصہ میں آئی۔ پھر اہل مرو سے صلح ہوئی۔ یہ لونڈیاں واپس ہوئیں۔ عبداللہ کی کنیز حل سے تھی۔ یہ عورت جعفر برمکی کے ہاتھ لگی۔ خالد اس کا بیٹا مشہور ہوا۔ خالد جو ان ہو کر دعوتِ نبی عباس میں شامل ہو گیا۔ بعد کو سفاح نے اس کو اپنا وزیر بنایا۔ مہدی کے زمانہ میں موصل کا گورنر رہا۔ ۱۶۳ھ میں فوت ہوا۔

(ابن خلکان جلد اول صفحہ ۱۰۶)

۱۵ مسلمانوں کا نظامِ مملکت صفحہ ۵۳ ۔

رقم ابھی تمہارے گھر پہنچ جائے گی۔ تمہارے بیٹے کو میں مہر کا گودہ مقرر کرتا ہوں۔  
امیر المومنین کی فلاں صاحبزادی کا اتنے اتنے مہر کے بدلے تمہارے بیٹے  
کا نکاح کرتا ہوں۔

عبدالملک جب گھر آیا تو دیکھا مطلوبہ رقم پہنچ چکی ہے۔ جعفر کے قابو میں ہارون  
مثلاً کٹ پتلی کے تھا۔ صبح جعفر نے ہارون الرشید سے گودہ زری کا پروانہ اور  
نکاح کی منظوری بھی لے لی۔

اس ایک ہی واقعہ سے جعفر کے اثر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ سلطنت  
پر تو چھایا ہوا تھا ہارون اور اس کے خاندان کے پرائیویٹ معاملات پر بھی اس  
کا بے پایاں اثر تھا۔ یہاں تک کہ ہارون کی اولاد کی شادی اور بیاہ کرنے کا بھی  
مجاز تھا۔ جعفر حکومت کی دولت بے غل و غش خرچ کرتا تھا۔ اپنے محل کی تعمیر میں دو  
کروڑ درہم خرچ کئے۔ ہارون الرشید نے خزانے کی جانچ شروع کی تو معلوم ہوا کہ  
براہمکہ نے خزانہ خالی کر دیا ہے۔

ہارون کو جعفر سے بے عدائت تھا اور اس کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔  
بلکہ جعفر پر اس کو کامل بھروسہ تھا۔ ہارون ساندہی شخص جعفر جیسے عیاش کی  
صحبت میں انگلیں و عیاش مزاج ہو گیا۔ جعفر کا عالم یہ تھا کہ بقول ابن خلکان ہر جمعہ  
کو ایک باکرہ کنیز جعفر کے پاس خلوت میں بھیجی جاتی تھی۔

**محفل عیش و طرب** | مصنف اعلام الناس نے لکھا ہے :-

» خلیفہ ہارون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں  
کے بعد شب کو عیش و طرب کے جلسوں میں بیٹھا کرتا تھا۔ باوجودیکہ  
صوم و صلوة کا پابند تھا تاہم اس کی یہ مجلس رندانہ ہوتی تھی۔ پری پیکر

۱۔ الفری مش ۱۱ ۲۴۰ ۲۔ ابراہمہ ص ۲۴۰ ۳۔ اعلام الناس وابن خلکان ص ۱۲۲۔

نازنینوں کا جھرمٹ ہوتا۔ بے تکلف احباب جمع ہوتے اور نبیذ کا دور چلتا۔<sup>۱۵</sup>

بعض مؤرخین نے ہادون پرئے نوشی کا الوام تراشا ہے۔ مگر علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے لیکن نبیذ کا پینا ان کو بھی تسلیم ہے۔

غرضیکہ جعفر کے واقعات عیش پرستی ایک طرف اور اس پر طرہ یہ کہ ان برامکہ نے امام موسیٰ کاظم کو زہر دلوا دیا۔ ادھر جعفر وغیرہ عام طور پر زندقہ مشہور ہی تھے۔<sup>۱۶</sup>

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ان کے خلاف آتش مخالفت پھیل گئی۔ خاندان شاہی علیحدہ ان کی حرکتوں سے بدظن تھا۔ علماء بھی ان کے طور طریق اور بے دینی سے ناراض تھے۔ چنانچہ علامہ ابوالریع محمد بن لیث نے جو عہدِ رشید میں ایک باوقار عالم تھے خلیفہ کو ایک طولانی خط میں لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے :-

”امیر المومنین قیامت کے دن تو خدا کو کیا جواب دے گا کہ تو نے

یحییٰ بن خالد اور اس کی اولاد کو مسلمانوں پر حاکم مقرر کر رکھا ہے جو کام اہل اسلام کا تھا وہ زندقیوں کے سپرد کیا ہے۔“

خط کا مضمون پڑھ کر برامکہ کے عقائد کی طرف سے ہادون مشتبه ہو گیا۔ اس کے علاوہ فضل بن ربیع کو ان کا اقتدار ناگوار تھا اس نے برامکہ کے خلاف ہادون کو اور بھڑکایا۔<sup>۱۷</sup>

اس کے علاوہ وزارت، کتابت، حجابت اور سپہ سالاری کے تمام

<sup>۱۵</sup> لہ لائل ابن اثیر ص ۵۷ جلد ۶ <sup>۱۶</sup> نبیذ کجور کی ٹاڈی رنگین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے۔ علماء کرام نے اس کی حالت کا فتویٰ دے دیا تھا <sup>۱۷</sup> کتاب نہر الربیع جلد اول ص ۲۳ مطبوعہ بیٹی ۵۴ ابرامکہ ص ۲۴ <sup>۱۸</sup> ایضاً -



عمدوں پر یحییٰ برمکی کی اولاد ممتاز تھی۔ چنانچہ پچیس شخص۔ امکہ کے حکمران تھے۔ مختصر یہ کہ عہد ہارون میں ہر ایک سیف و تہہ دونوں کے مالک تھے اور دولت عباسیہ کے جانشانہ ذلت سے خارج کر دیئے گئے تھے۔

نوٹ :- جعفر کو فلسفہ سے زیادہ رغبت تھی۔ اس فلسفہ پسندی نے اس کو اور یحییٰ کو زندگی سے منسوب کر دیا تھا۔ چنانچہ اُصعی کا یہ قول مشہور ہے :-

”وہ جس کی مجلس میں شرک کا مذکور چلتا ہے تو برمیوں کا چہرہ چمک اُٹھتا ہے  
لیکن اُن کے سامنے کوئی آیت پڑھی جائے تو وہ مزدک کی حکایتیں بیان  
کرنے لگتے ہیں۔“

مصنف حیوة الحیوان لکھتا ہے :-

”وہ جب ہارون الرشید نے دارالسلطنت سے نکل کر ملک کا دورہ  
شروع کیا تو جس جگہ اور حسن باغ میں اُس کے ڈیرے کھڑے  
ہوتے وہاں معلوم ہوتا کہ یہ ہر ایک کی جاگیر ہے۔ ان صداؤں نے  
ہارون کے کان بدھ کر دیئے تھے۔“

اسمعیل بن یحییٰ ہاشمی امرائے دربار سے تھا اُس نے جعفر اور ہارون کی  
باہمی کشیدگی سے متاثر ہو کر پہلے خلیفہ سے جعفر کی تعریف و توصیف کی پھر جعفر  
کے پاس آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا والی مقرر کر کے چند  
روز کے لئے معزول کر دیا تھا اور اب نہروان کی حکومت سپرد کی تھی جعفر کا سلام  
سفر درست ہو رہا تھا۔ اسمعیل لکھتا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے سردار آپ  
ایسے شہر جا رہے ہیں جس کے اطراف نہایت وسیع ہیں اور خیر و برکت کی جگہ ہے  
اگر آپ بعض جاگیریں امیر المومنین کی اولاد کے نام منتقل کر دیں تو ترقی دولت  
کا باعث ہو سکتا ہے۔ جب اسمعیل کہہ چکا تو جعفر نے اسمعیل کی طرف غضبناک

۱۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۱ الفخری ص ۱۹۱ لکھ کتاب المعاویہ ابن قتیبہ ص ۱۳ -

ہو کر دیکھا اور کہا کہ اسے اسمعیل تمہارے ابن عم ہادون الرشید میرے ہی طفیل میں روٹی کھاتے ہیں اور سلطنت عباسیہ کا قیام میری ہی ذات سے ہوا ہے۔ میں نے خزانہ کو دولت سے پُر کر دیا ہے، اس پر بھی صبر نہیں آتا۔ اب ان چیزوں پر تاک لگائی ہے جس کو میں نے اپنی اولاد کے لئے ذخیرہ کیا ہے۔ وہ میرے بعد ان کے کام آئے۔ خدا کی قسم! اگر کوئی شے مجھ سے ہادون نے طلب کی تو اس پر جلد وبال نازل ہو گا۔

ہادون کا منجر غلام جو جعفر کے پاس رہتا تھا، اس واقعہ کی اس نے اپنے آقا کو خبر کر دی۔ اس بیان کے بعد جعفر اس کا مستحق تھا کہ وہ اپنے اعمال کی سزا کو پہنچے ہادون کی دور بین نظر نے برا کہہ کے اس جاہ و جلال سے مستقبل میں خطر محسوس کیا اور اس اندیشہ سے اس کی نظریں بدل گئیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جعفر کو ٹھکانہ لگایا گیا۔ یحییٰ اور فضل جیل میں ٹھونس دیئے گئے۔ ان میں سے یحییٰ اور فضل ہادون کی زندگی ہی میں جیل کی تندرہ ہوئے۔ بقیہ لوگ مٹر اکٹھے۔ تمام برا کہہ کے جاگیریں، مال و اسباب و زہرہ نقد بحق حکومت ضبط کر لیا گیا۔ اس اثاثہ سے تین کروڑ چھتر ہزار دینار وصول ہوئے۔ منجملہ اس کے ایک کروڑ تیس لاکھ کی رقم صرف آمدنی جاگیرات کی وصول کر کے خزانہ شاہی میں داخل کی گئی۔

۱۵ اعلام الناس ص ۵۳ ۱۶ مسلمانوں کا نظم حکومت ص ۱۵۰ - عقد الفریہ  
۱۷ جعفر برکی قاضی ابو یوسف کا شاگرد تھا۔ بیت الحکمۃ کے قیام کے بعد حکماء کی محبتوں میں فلسفیانہ خیالات کا حامی ہو گیا۔ فصاحت و بلاغت، ادب و انشاء میں اس کو اتنا کمال حاصل ہوا کہ ایک ایک بات میں ہزار ہزار توقیعات لکھ ڈالتا تھا۔ اپنی ذہانت طباعی اور خوش مزاجی سے ہادون کے مزاج میں بہت کچھ روموش پالیا تھا۔ آخر میں اپنے آقا کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ آخرش حکومت کے شکنجہ میں کس دیا گیا۔

۱۸ ابن خلکان صفحہ ۱۳ -

شوہر جو برا مکہ کے پروردہ تھے انہوں نے جعفر کے قتل پر دردناک مٹی لکھے۔  
خود علیہ کو بھی صدمہ تھا کہ اس کی نگین صحبتیں ختم ہو گئیں اور عیش و عشرت کا  
دروازہ بند ہو گیا۔

جعفر کے بعد صبیح معنی میں ہارون رشید حکمران ہوا۔ مگر اس کی سرستیں بالکل  
ختم ہو چکی تھیں۔

برآمد کی تباہی کے بعد رافع بن شید کی طرف سے خراسان میں شورش  
وفات اُپا ہونی۔ ہارون نے امین کو بغداد میں قائم مقام کیا اور ماموں  
کو ساتھ لیا اور خود وہاں کے فتنہ کو دبانے کے لئے روانہ ہوا۔ طبیعت پہلے  
سے کچھ ناساز تھی جرجان پہنچ کر زیادہ خراب ہو گئی۔ وہاں سے طوس واپس آیا۔  
علاج معالجہ کیا گیا کچھ افاقہ نہ ہوا۔ جب زندگی سے مایوس ہو گیا تو اپنی قبر  
کھدوائی اور اس میں کلام مجید پڑھوایا۔ آخر شہر بروز شنبہ جمادی الثانی ۱۹۳ھ  
میں طوس کے غربت کدہ میں انتقال کیا۔ عمر صرف ۴۷ سال کی تھی۔ ۲۳ سال خلافت  
کے فرائض انجام دیئے۔

## اثاثہ

ہارون الرشید نے دو کروڑ دینار، اسباب و جواہر و نقرہ، گھوڑے،  
کروڑوں دینار کی مالیت کے بیت المال میں چھوڑے۔  
ہارون کے چار بیٹیاں اور بارہ بیٹے تھے۔

اولاد | محمد امین (بطین زبیدہ خاتون) علی (بطین امہ العزیزہ) موسیٰ، ہادی،  
عبد اللہ المامون، قاسم مومن، محمد معتصم، صالح، محمد ابو علی، محمد ابو یعقوب،  
محمد ابو عباس، محمد ابو سلمان، محمد ابو علی، محمد ابو احمد۔

## مرثیہ

ہارون الرشید کی وفات پر صد ہا شعرا نے مرثیے لکھے۔ اس جگہ ابوالشعیب شاعر کے تاثرات نقل کرتے ہیں۔

غربت فی الشرق شمسک	مشرق میں آفتاب غروب ہو گیا۔ اس کے
فلہا العینان تدمع	لئے میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔
ما رأینا قط شمساً	کسی نے آفتاب کو اسی سمت میں غروب ہونے
غربت من حیث تطلع	دیکھا ہو گا جہاں سے وہ نکلا تھا۔

سیرت | ہارون الرشید میں وہ تمام خصائل مجتمع تھے جو ایک پاک باز اور دین دار بادشاہ میں ہونے چاہئیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

”ہارون الرشید میں جس قدر خوبیاں جمع تھیں وہ کسی دوسرے فرمانروا کو نصیب نہیں ہوئیں۔“

علم و ہنر، تدبیر، دانائی، فہم و فراست، عزم و ثبات، فیاضی، شجاعت اور بلند حوصلگی میں خلفائے بنی عباس میں ایک ممتاز غلیفہ تھا۔ شاہانہ شان و شوکت اور علم و ہنر کی سرپرستی نے ہارون الرشید کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا۔ اس کی قدردانی اور صلہ گستری نے اہل کمال دور دور سے اس کے دربار میں جمع کر دیئے تھے۔ عظیم القدر شہنشاہ ہونے کے باوجود تکلف اور تعصب مزاج میں نام کو نہ تھا۔ جبریل اور یحییٰ بن عیسیٰ اطبا کا جو اعزاز دربار میں تھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی طرح مسکھ ہندی فلسفی کی قدردانی کا جواب نہیں ملتا۔ اس کے دربار علمی میں یہودی، پارسی، عیسائی، ہندو علماء و حکماء سب ہی شریک

ہوتے اور یہ ان کو انعام و اکرام سے نوازتا ۔  
**مذہب** | مذہبی عقائد اور خیالات میں مستحکم، فرائض شرعیہ کا بڑا پابند تھا۔  
 خطیب تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں :-

”و حکم بعض اصحابہ انہ کان یصلی فی کل یوم مائتہ

سائتہ الی ان فاسق الدنیا لے  
 غرضیکہ ہارون علاوہ فرائض کے تلوہ کعتیں روزانہ پڑھتا تھا۔ سوائے  
 بیماری کے کبھی نماز قضا نہیں کی۔ اگر ایک سال جہاد کرتا تو دوسرے سال خانہ کعبہ  
 کی زیارت کو جاتا۔ تیس برس کی خلافت میں آٹھ یا نو بار حج کیا۔ ۱۹۷ھ میں  
 مکہ معظمہ سے عرفات تک پاپیادہ گیا۔ لے

حج کے موقع پر علماء و فقہاء کی کثیر تعداد ہمراہ ہوتی۔ اور جس سال اتفاق  
 نہ ہوتا تو اپنی طرف سے تین سو حجاج کا ایک قافلہ روانہ کرتا اور نقد و جس  
 ساتھ کر دیتا۔ خود حج میں بڑی آہ و زاری سے دعائیں مانگتا۔ جہاد کا شوق  
 اور شہادت کا ولولہ بہت تھا۔ خطیب و طبری کا بیان ہے کہ ہارون محرمات  
 شریعت کی عظمت کرتا تھا۔

**خیرات و مہرات** | ہارون الرشید کی سخاوت کی دھوم تھی خیرات علانیہ  
 اور خفیہ دونوں طرح پر جا رہی تھی۔ ایک ہزار درہم  
 روزانہ جیب خاص سے خیرات کیا کرتا۔ منصور سے زیادہ سخی تھا۔ چنانچہ برمیان  
 بن عیینہ کو اس نے ایک لاکھ درہم عطا کئے۔ اسحاق موصلی کو دو لاکھ دینے کے  
 لئے حکم دیا۔ مروان بن حفصہ کو ایک قصیدے کے صلہ میں پانچ ہزار  
 دینار دیئے۔

لے تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۶ لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۶۔

لے تاریخ الخلفاء والفخری صفحہ ۱۴۵ لے تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۱۲۔

**بزرگان دین سے عقیدت** | ہادون الرشید بزرگان دین سے بھی خاص تعلق رکھتا تھا۔ حضرت فضیل بن

عیاض کے مکان پر خود جاتا اور وہ جو نصیحت فرماتے تھے اس کو رغبت کے کانوں سے سنتا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ لوگ ہادون کو ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ محبوب ہے۔

**ہادون اور سفیان ثوری** | ثقی۔ جب یہ خلیفہ ہوا تو سفیان ثوری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن سفیان نے پروا نہ کی۔ آخر ہادون نے ان کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:-

”اذا ہادون الرشید بنام برادرم سفیان !

برادرم تم کو معلوم ہے کہ خدا نے تمام مسلمانوں میں رشتہ اخوت قائم کیا ہے اور میرے تمہارے جو تعلقات تھے بدستور قائم ہیں۔ تمام میرے احباب میری خلافت کی مبادک باد دینے کو میرے پاس آئے اور میں نے ان کو گراں بہا صلے دیئے۔ افسوس ہے آپ اب تک نہ آئے، میں خود حاضر ہوتا لیکن یہ امر شانِ خلافت کے خلاف تھا۔“

## جواب

”از بندۂ ضعیف سفیان بنام ہادون فریفتہ دولت !  
تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے ریت المال کے روپیہ کو بے موقع اور بے جا دگراں بہا صلے دے کر خرچ کیا۔ اس پر

بھی تم کو تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو کہ قیامت میں تمہارے اسراف کی شہادت دوں۔ ہارون تجھ کو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ تو سخت پر اجلاس کرتا ہے۔ حریر کا لباس پہنتا ہے، تیرے دروازے پر چوکی پہرہ دہتا ہے۔ ترے عمال خود تو شراب پیتے ہیں اور دوسروں کو شراب پینے کی مزا دیتے ہیں۔ خود ذنا کرتے ہیں اور چوروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ ان جرائم پر پہلے تجھ کو اور تیرے عمال کو مزا ملنی چاہیے پھر اوروں کو۔ ہارون وہ دن بھی آئے گا کہ تو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ تیری مشکیں بندھی ہوں گی۔ تیرے ظالم عمال تیرے پیچھے ہوں گے اور تو سب کا پیشوا بن کر سب کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ میں نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا اور اب کبھی خط نہ لکھنا۔“

(سفیان ثوری)

ہارون الرشید اعظم نے یہ خط پڑھا، بے اختیار چیخ اٹھا اور دیر تک روتا رہا۔ مرہ بن سماک داعظ ایک مرتبہ ہارون کے پاس گئے۔ ہارون نے اس کی بے انتہا تعظیم کی۔ مرہ نے اپنی مدارات دیکھ کر کہا باوجود بادشاہت کے آپ کی تواضع آپ کے شرف سے بھی زیادہ ہے۔

## خلیفہ ہارون الرشید اور ابن سماک

ایک دن ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے پاس گئے۔ خلیفہ کو پیاس لگی، پانی مانگا، پینے کو تھا کہ ابن سماک نے کہا۔ امیر المومنین در اٹھ کر چائے۔ یہ پہلے یہ بتائیے کہ اگر پانی آپ کو نہ ملے تو شدت پیاس میں آپ پانی کا ایک پیالہ کس قیمت تک خرید سکیں گے۔ ہارون الرشید نے کہا۔ نصف سلطنت دے کر لے لوں گا۔ ابن سماک نے کہا آپ پی لیجئے۔ جب وہ پی چکا تو پھر کہا۔



اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور نہ نکلے تو اس کے نکلوانے کے عوض آپ کیا خرچ کریں گے؟ خلیفہ نے کہا باقی تمام سلطنت دے دوں گا۔

ابن سہاک نے کہا بس یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کا تمام ملک ایک گھونٹ پانی اور چند قطرے پیشاب کی قیمت رکھتا ہے۔ پس اس پر کبھی تکبر نہ کیجئے اور جہاں تک ہو سکے لوگوں سے یکساں سلوک کیجئے۔

**رِقتِ قلب** | ایک مرتبہ حضرت فضیلؒ نے ہارون سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اے حسین چہرے والے تو اس اُمت کا ذمہ دار ہے تجھ ہی سے اس کی باز پرس ہوگی“

یہ نصیحت سن کر ہارون زار و قطار رونے لگا۔ منصور بن عمار کا بیان ہے کہ اس زمانے میں تین آدمی رقیق القلب تھے، خشیت الہی سے جن کی پلکوں پر آنسو رکھے رہتے تھے۔ فضیل بن عیاض۔ ابو عبد الرحمن زاہد اور ہارون الرشیدؒ۔

عبد اللہ قوادیری لکھتے ہیں۔ ایک دن ہارون نے فضیل بن عیاض سے وَقَطَّعَتْ بِهٖمُ الْاَوْسَابُ کے معنی پوچھے۔ فضیل نے کہا کہ قیامت کے روز تمام دنیاوی وسائل منقطع ہو جائیں گے۔ خلیفہ یہ سن کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

**ایک قابل ذکر واقعہ** | ایک مرتبہ ابن سہاک سے نصیحت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا۔

”ہارون خدا سے ڈرا کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور اس پر یقین رکھے کہ کل تجھے خدا نے تعالیٰ کے روبرو جانا ہے۔ وہاں تجھے دو مقاموں میں

۱۔ تاریخ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۳ ۲۔ تاریخ خطیب جلد ۱۴ صفحہ ۱۴

۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۰ -

سے ایک مقام اختیار کرنا پڑے گا جس کے علاوہ تیسرا مقام نہیں ہے یہ مقام جنت، دوزخ ہیں۔ یہ سن کر ہارون اتنا رویا کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی فضیل بن حاجب پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہارون کا یہ حال دیکھ کر کہا سبحان اللہ امیر المؤمنین کے جنت میں جانے میں بھی کوئی شبہ ہو سکتا ہے۔ آپ خدا کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ اس کے بندوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔ اس کے صلہ میں انشاء اللہ ضرور متحق جنت ہوں گے۔ ابن سماک نے ہارون کو مخاطب ہو کر کہا۔

”امیر المؤمنین اس دن فضیل تیرے ساتھ نہ ہو گا اس لئے خدا سے ڈرتا رہ اور اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھ۔“  
یہ سن کر ہارون پھر زار زار رویا۔ سماک اٹھ کر چلے گئے۔

**رسول اللہ سے عشق** | ہارون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ جب کبھی آپ کا نام مبارک اس کے سامنے کوئی لیتا تو بے قرار ہو جاتا اور صلی اللہ علیہ وسلم علی سیدی کہتا۔ ایک مرتبہ ابو معاویہ نے ایک حدیث ہارون کے سامنے بیان کی۔ درباریوں میں سے ایک شخص نے اس پر اعتراض کیا۔ ہارون جوش غضب سے بریز رہا تھا اور کہا یہ شخص زندیق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اعتراض کرتا ہے اور اس وقت تلوار طلب کی۔ لیکن ابو معاویہ نے سمجھا بجھا کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا کیا۔

**خلق قرآن** | ہارون الرشید کو اسلام کی بے حرمتی کبھی گوارا نہ تھی وہ دین میں رخنہ ڈالنے والے کاموں کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ جب اُسے اطلاع ملی کہ بشر المریسی خلق قرآن کا قائل ہے تو کہنے لگا اگر وہ تابوٹ

تجائے تو اس کی گردن مار دوں۔

**علماء کی قدر دانی** | ابو معاویہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے خلیفہ کے

ساتھ کھانا کھایا (ابو معاویہ نابینا تھے) کسی شخص نے معمول کے موافق میرے ہاتھ دھلائے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ محض اکرامِ علم کے لئے خود میں نے آپ کے ہاتھ دھلائے ہیں۔

**شجاعت و ہمتور** | ہارون شجاع تھا اور اس کو جہاد فی سبیل اللہ کا بہت شوق تھا۔ فوجوں کے ساتھ خود جاتا تھا۔ بلکہ اکثر فوج کے آگے رہتا۔ اس کے اخلاق میں شجاعت کا وصف ممتاز تھا۔

**اخلاقی حالت** | ہارون کی اخلاقی حالت نہایت بلند تھی۔ حیا و مروت میں فائق تھا مگر دشمن اور زندیق کے لئے اس کا جو ش غضب

بڑھ جاتا تھا۔ اپنے دادا منصور کے قدم بقدم تھا۔ لیکن جو دو بخشش میں اس کا پیرو نہ تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بڑے بڑے انعام دیتا۔ اسحاق بن داہویہ کا بیان ہے کہ ایک شب میں ہارون نے قاضی ابویوسف کو بلایا اور ایک ضروری مسئلہ پوچھا۔ قاضی صاحب نے بتا دیا۔ ہارون خوش ہو گیا اور ایک لاکھ درہم عطا کر دینے کا حکم دیا۔

قاضی صاحب نے فرمایا یہ درہم مجھے صبح سے پہلے مل جانے چاہئیں۔ ہارون نے حکم دیا فوراً ادا کئے جائیں۔

ایک مصاحب بولا حضور خزانچی اپنے گھر میں ہے اور خزانہ کا دروازہ بند ہے قاضی صاحب نے فرمایا کہ دروازے تو اس وقت بھی بند تھے جب میں بلایا گیا تھا۔ یہ سن کر فوراً خزانہ کھلوا دیا گیا اور ایک لاکھ درہم قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کئے گئے۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۵۵ ۳۔ ایضاً صفحہ ۱۵۵

**ایک قابل ذکر واقعہ** | ایک دن امیر المؤمنین ہارون الرشید دور سے اپنے فرزندوں محمد امین اور مامون الرشید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں بھائی اپنے مکتب میں امام کسائی سے سبق پڑھ رہے تھے تھوڑی دیر بعد امام کسائی کسی ضرورت سے اُٹھے اور باہر جانے لگے۔ امین اور مامون نے لپک کر استاد کے جوتے اٹھائے اور ان کے قریب لکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر ہارون کو تعجب ہوا۔ ایک خادم سے پوچھا بتاؤ وہ کون شخص ہے جس کے خدمت گار دنیا کے بڑے بڑے آدمی ہیں؟ اُس نے کہا آپ۔ ہارون نے کہا نہیں، کسائی ہے جس کے علم و فضل کی وجہ سے محمد امین و مامون اس کی خدمت کرتے ہیں۔ جب کسائی نے یہ واقعہ سنا تو کہا امیر المؤمنین اگر آپ اپنے دونوں فرزندوں سمیت میری خدمت کرتے تب بھی تھوڑی تھی۔ کیونکہ فضل و کمال کی زندگی زندگی ہوتی ہے۔ اور دولت و اقبال ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اس لئے اعتبار کے قابل چیز فضل و کمال ہے نہ کہ دولت و اقبال۔

ہارون الرشید نے یہ قول بہت پسند کیا اور کسائی کو خلعت فاخرہ عنایت فرمایا۔

## امین و مامون

ایک مرتبہ زبیدہ نے ہارون الرشید سے شکوہ کیا۔ آپ مامون کو امین سے زیادہ چاہتے اور ہر بات میں اُس کا خیال زیادہ رکھتے ہیں۔ ہارون نے اس وقت دو سمجھ دار خادموں کو بلایا اور کہا کہ تم امین اور مامون کی تعریف کے بعد کہنا کہ آپ جب مسند خلافت پر بیٹھیں گے ہم پر کیا انعام و اکرام ہوں گے چنانچہ ایک خادم امین کے پاس گیا۔ اس نے تو خلافت کا ذکر سنتے ہی کہا تجھ

۱۔ جوامع الحکایات و نواصح الروایات محمد عرفی (فارسی)

کو مصاحب بناؤں گا اور جو ماموں کے پاس گیا تو ماموں نے کہا بد بخت میرے باپ کا بُرا چاہتا ہے اور دوات کھینچ کر اُس کے رسید کی۔ ہر دو نے بجنسہ حالت بیان کی۔ اس پر ہادون نے ذبیہ سے کہا دیکھا تم نے امین مثنیٰ خلافت ہے۔ ماموں کو میری زندگی کی تمنا ہے۔ ذبیہ بہت شرمندہ ہوئی۔

**تَنَادُب** | ہادون الرشید کی مجلس میں ظریف شعراء شریک ہوتے مگر یہ ابھی مذہب کے خلاف تمسخر کو گوارا نہیں کرتا۔

ابن ابی مریم جو دربار ہادی کا ایک مسخرہ تھا اس پر ایک مرتبہ سخت ناراض ہوا جبکہ اُس نے نماز میں ہنسنا چاہا۔

ابو نواس جو دربارِ کالحک الشعراء تھا ایک دن شراب پی کر ہادون کے سامنے آگیا۔ ہادون سخت خفا ہوا اور اس کو جیل خانہ بھیج دیا۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ ہادون کے سامنے ایک زندیق گرفتار کر کے لایا گیا۔ ہادون نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ وہ پوچھنے لگا آپ مجھے کس گناہ میں قتل کراتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ تیرے فتنے سے لوگ امن میں ہو جائیں گے۔ اس نے کہا کہ اُن ایک ہزار احادیث کا آپ کیا انتظام کریں گے جو میں نے وضع کر کے ملک میں پھیلا دی ہیں حالانکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ ہادون بولا اے دشمنِ خدا تو کس خیال میں ہے ابو اسحاق فزاری اور عبد اللہ بن مبارک جیسے نقاد موجود ہیں، وہ ایک ایک حرف نکال کر باہر پھینک دیں گے۔ اس کے بعد زندیق کو ٹھکانہ لگا دیا گیا۔

## بیت الحکمت

شاہان اسلام میں ہادون الرشید بلند پایہ شخصیت کا مالک تھا علم و فضل

میں بھی یگانہ روزگار تھا۔ اس کے دادا کے ذریعے بغداد اہل فضل و کمال کا مرجع و ماوا بنا ہوا تھا۔ رشید نے علم و فضل اور شاہانہ گھرانہ میں آنکھ کھولی۔ دادا اور باپ فاضل جنیل تھے۔ ہارون بھی آبا و اجداد کے قدم بقدم چلا۔ دادا تھے جو علمی بساط بچھائی تھی ہارون اُس کی توسیع میں لگ گیا۔ اس کے اتالیق اور وزیر یحییٰ بن خالد جو خود فاضل تھا ہا ہی مشورہ سے بیت الحکمت کی بنا ڈالی۔ مشاہیر علماء تدریک و دُور کے شریک ہوئے۔ مسلمان، عیسائی، یہود، پارسی، ہنود، فضلاء روزگار اور اکین بیت الحکمت تھے۔

ابو حیان و مسلم بیت الحکمت کے سہتم تھے۔

محمد بن لیث، قاضی ابویوسف عبداللہ بن علی، عبداللہ بن بلال اہوازی، سہل بن نوخت، بختیشوع، جبریل فلاسفہ ہنود کنکہ صنجمل شناق (سنگھ) جو رو سے حضرات فضل و کمال بیت الحکمت سے منسلک تھے۔ کتاب المنشو، کتاب سرو قراہ دین، کنکہ، کتاب محمد بن اللہمت، کتاب العطر، کتاب الجوامع، تصنیف (قاضی ابویوسف) ترجمہ مجبلی۔

(ابو حیان) کتاب السموم۔ کتاب مبرک کلیدہ دمنہ (عبداللہ بن بلال اہوازی) اس کی نظم سہل بن نوخت نے کی۔ کتاب بدان، سند صحشان کتاب تفسیر اسماء الغفاله (نہاتات) اساکرا الجامع کتاب نوفشل کتاب سکر للمند کتاب رائے الہند۔ اس کے علاوہ بیت الحکمت کی طرف سے بہت سی کتابیں شائع ہوئیں جس کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے فہرست ابن ندیم اور کشف الظنون موجود ہیں۔

منصور نے مہدی کے سپرد اپنا علمی سرمایہ کیا تھا۔ ہارون نے کتب خانہ | اس کو ترقی دی۔ عربی، یونانی، قبطی، کالڈی، ہندی، فارسی، عربی زبان کا بڑا سرمایہ ہارون کے کتب خانہ میں جمع ہو گیا تھا۔ اس کو زیادہ ترقی دینے میں یحییٰ بن خالد برکمی کی مساعی کو بڑا دخل ہے اس کا ذاتی

کتب خانہ بٹڑے پیمانہ پر تھا۔

ہارون الرشید کے عہد میں ایک طرف علوم دینی کی اشاعت و ترویج ہوئی۔ دوسری طرف بیت الحکمت نے اہل علم کو علوم فلسفہ سے مانوس کر دیا تھا۔ چونکہ ہارون الرشید صاحب علم اور اہل علم کا قدردان تھا۔ اس کے دربار میں شعراء ادباء فقہاء اور محدثین کا مجمع رہتا۔

کسائی جیسا نحوی، اصمعی اور عباس بن احنف جیسے ادباء ابونواس ابوالقاسم قسری سیبویہ جیسے شعراء ہم جلیس وہم نشین تھے۔ ہارون کے عہد میں خلیل بن احمد بن عمرو فراہدی نے کتاب العین لغت میں پہلے پہل لکھی۔ و کتاب العین فی اللغة ابتداءً ۱۱۰ھ

علم لغت | ہارون کا ایک معلم ابو عبید نامی تھا، اسحق بن ابراہیم موصلی نے اصمعی کو دربار سے نکلوا کر اس کو مقرر کیا۔ اس نے لغت میں پہلی کتاب لکھی ۱۱۰ھ

علم متن لغت | ابو علی محمد بن ستیر بن احمد نحوی المعروف بہ قطرب شاگرد سیبویہ (جو کہ علم نحو میں بعرویں کا مقتدا تھا) گزرا ہے اس کی دیگر تصانیف کے علاوہ متن لغت بھی ہے۔

علم عروض | خلیل بن احمد بن عمرو بن قسیم فراہیدی، اس کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے اس کا ذکر آچکا ہے۔ اس نے علم العروض پر ایک کتاب ترتیب دی۔ اس کے علاوہ اس کا ایک رسالہ علم قافیہ پر ہے۔

## صلہ گسری

مؤرخ صوفی نے کتاب الاوراق میں لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید تخت نشین

لے البدایہ والنہایہ الجزء العاشر ص ۱۱۱ ۱۱۲ مناجتہ المطرب فی تقدّمات العرب ص ۵۳۔



ہوا اور وزارت پر یحییٰ بن خالد کو ممتا نہ کیا تو ابراہیم موصلی نے تہنیت میں  
یہ اشعار پڑھے ۵

العنوان الشمس کانت مریضۃ      ”تم نے نہیں دیکھا آفتاب بیمار تھا جب ہارون  
فلما اقی لہرون اشرق نورہا      آیا تو اس کی روشنی چمک اٹھی دنیا نے اس کی  
تلبست الدنیا جمان بملکہ      سلطنت سے خوب صورتی کا لباس پہن لیا  
فہارون والیہا ویحییٰ وزیرہا      کیونکہ اب ہارون بادشاہ ہے اور یحییٰ  
(تاریخ الخلفاء ص ۲)      اس کا وزیر ہے۔

ہارون موصلی سے بہت خوش ہوا اور ایک لاکھ دہم کا صلہ دیا۔ یحییٰ نے  
پچاس ہزار دہم مرحمت کئے۔

خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید اپنے آبا و اجداد سے شان و شوکت  
اور عظمت و جلال میں بڑھ کر تھا۔

حافظ ذہبی کا قول ہے کہ جیسے اباب کمال ہارون کو میسر ہوئے وہ دوسرے  
خلیفہ کو میسر نہیں ہوئے۔ کیونکہ وزارت میں برا مکہ (یحییٰ و فضل جعفر) عمدہ قضاۃ  
پر امام ابو یوسف شاعروں میں مروان بن ابی حفصہ، ندیموں میں عباس بن محمد  
حاجبوں میں فضل بن الربیع مغنیوں میں ابراہیم موصلی اور ملکہ زبیدہ عباسی۔  
غرضیکہ ہارون کا عہد علمی ترقی کے اعتبار سے ”الدور الذہبی“ کا سزاوار ہے  
اس دور میں علوم و فنون کی جو خدمت انجام پائی وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔  
بغداد کے رہنے والوں پر علمی چہل پہل کا بڑا اثر پڑا۔ ملائیں کثرت سے  
طلباء یردرس تھے۔ خاندان شاہی علمی گھرانہ تھا ہی مگر ہارون کا بھائی ابراہیم بن  
مہدی امتیازی درجہ رکھتا تھا۔ ابن ندیم نے لکھا ہے :-

ابراہیم اول نالیج بنع من بنی      ”بنی عباس پھر خلفاء کی اولاد میں ابراہیم پہلا  
العباس ثم من اولاد الخلفاء      شخص ہے جو علم و فن اور شعر و ادب میں غیر  
لہ تو سل وصنف -      معمولی مہارت رکھتا تھا۔“

خطیب بغدادی لکھتے ہیں :-

”ابراہیم بڑا فاضل اور ادب میں وسیع النظر تھا۔ خلفاء کی اولاد میں اس سے اچھا شاعر اور اس سے زیادہ فصیح دیکھنے میں نہیں آیا“  
آغانی میں ہے :-

”ابراہیم عاقل، فاضل، فہیم، ادیب شاعر اور اہل عرب کے اشعار اور ان کے تاریخی واقعات کا لاوی خطیب اور فصیح شخص تھا“

**شعر و شاعری** | ہارون کے زمانے میں خود ہارون کی شعر و سخن سے دلچسپی دوسرے وزراء نے برا مکہ کی صلہ گسری اور ذوق سخن سے بغداد شعر و شاعری کا مرکز بن گیا تھا۔ اس دور میں شاعری نے حسن معانی، تنوع مضامین اور جدت تشبیہ کے لحاظ سے بڑی ترقی کی۔ ابونواس، عتابی، ابوالہول، حمیری، محمد بن مناد، سیف بن ابراہیم، وعل بن علی الخراعی اور رقاشی وغیرہ صد ہا شعراء تھے۔

**موسیقی** | دوسرے تمدنی فنون کے ساتھ ہارون کے عہد میں فنِ موسیقی کو بھی بڑا عروج ہوا۔ ہارون الرشید کی قدردانی اور نذر پاشی نے اس کو اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔ آغانی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ابراہیم موصلی، اسحاق موصلی، ابو ذکار الکلوذانی (نابینا) اس عہد کے صاحب کمال مغنی تھے۔

## عہد ہارون الرشید میں نظم مملکت

ہارون دورِ عروج میں ملکی نظام وہی تھا جو منصور عباسی قائم کر گیا تھا۔ اور جس کو استبدادی یا شہنشاہی کہا جاتا ہے۔ اگرچہ ہارون محکموں کے افسروں

۱۔ کتاب آغانی جلد ۹ ص ۴۶ -

اور خاندان شاہی کے ممتاز افراد اور مخصوص علماء سے غیر سرکاری حیثیت سے اہم معاملات میں مشورہ لے لیا کرتا مگر تمام قوت کا سرچشمہ ہارون نے بھی اپنی ہی ذات کو بنائے رکھا۔ وزراء اس کے دایاں بازو تھے۔ ابتدائی زمانے میں برہم کی وزراء کا اقتدار ہارون نے روا رکھا۔ ان کے اقتدار کو ختم کر کے مملکت کے نظم و نسق پر حاوی ہو گیا تھا۔

## محکمہ جات

**دفاتر** منصور اور مہدی کے زمانہ میں جو سرکاری دفاتر تھے وہ برقرار رہے۔ چنانچہ دیوان عزیز اس دیوان کا نگران جملہ محکموں کے افسر اس کے ماتحت تھے۔ اولین عہد میں وزیر سلطنت ہی مختار اعلیٰ تھا۔ بعد کو ہارون نے وزیر کے اختیارات کم کر دیئے۔

ہارون کے عہد میں ایک محکمہ کو زیادہ ترقی ہوئی۔ اس محکمہ کے متعلق نہریں جاری کرنا پل کی تعمیر، آب پاشی کی دوسری آسانیاں مہیا کرنا تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں اس محکمہ کی ترقی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ آمدنی میں اضافہ ہو۔ امام ابو یوسف قاضی القضاۃ کو اس سے زیادہ دلچسپی تھی۔ اُن کے مشورے بہت سودمند ثابت ہوئے۔ امام نے دجلہ و فرات کے پانی کے کھاری پن کو دور کرنے کے لئے بھی سعی کی۔ کیونکہ کھاری پانی کاشت کے لئے مضر تھا۔

**صوبہ ثقفور** ہارون نے ثقفور کو ایک مستقل صوبہ بنا دیا اور وہاں ایک خاص فوجی نظام قائم کیا۔ قلعے تعمیر کئے۔ حفاظت کے لئے ایک مستقل فوج رکھی اور فوجیوں کو تنخواہ باقاعدہ دی جاتی اور ان کو اجازت تھی کہ زمینوں کو آباد کریں اور ان میں کاشت کریں۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ علاقہ خوشحال ہو گیا۔ اس میں

لے مسانوں کا نظم مملکت ص ۲۳۶ -

طرطوس اذنه مرعش شہر ہے۔

**ترقی زراعت** | ہارون کے زمانہ میں زراعت کو بھی بے حد ترقی ہوئی۔ چنانچہ اس کے عہد میں ریاست کی سالانہ آمدنی ۲۷۲ ملین درہم ۱۴ ملین دینار تھی۔

**لگان** | ہارون کے زمانہ میں لگان کی نقد آمدنی قریباً ۴۲ لاکھ ملین دینار تھی۔ اس میں خام اشیاء اور دوسری فتوحات "داخل نہیں تھیں جن کی قیمت کم و بیش ۵ لاکھ درہم اور دس لاکھ درہم ہوتی تھی۔

**رعایا کی خبر گیری** | شاہان عالم میں فادوق اعظم کے بعد ہارون الرشید رعایا کی خبر گیری کے سلسلہ میں سب سے سبقت لے گیا تھا اس کا دستور تھا کہ تبدیل لباس کر کے بغداد کے گلی کوچوں میں رات بھر بھرا کرتا تھا اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ وزیر جعفر اور سعود غلام ہوا کرتے۔ اعلام الناس میں اس سلسلہ کے بہت سے واقعات تحریر کئے گئے ہیں۔

## عہد ہارون الرشید کے علماء

امام مالک بن انس، امام لیث بن سعد، امام ابو یوسف، قاسم بن سمن، مسلم بن خالد الزنجی، نوح الجماع، حافظ ابو عوانہ النکری، ابراہیم بن سعد الزہری، ابواسحاق الفراء، ابراہیم بن ابویحییٰ، اسد الکوفی، اسمعیل بن عیاش بشر بن مفضل، جریر بن عبد الحمید، زیاد البکائی، سلیم المقری صاحب حمزہ، سیبویہ امام العربیہ ضیغم زاہد، عبد اللہ العمري زاہد، عبد اللہ بن ادریس الکوفی، عبد العزیز بن ابی حازم، دناوردی، کسائی شیخ النخو، محمد بن حسن، علی بن مسنر،

۱۷ سرائین ص ۲۶ ۱۸ مقدمہ ابن خلدون ص ۲۴۲۔

عنجار، عیسیٰ بن سعید، فضیل بن عیاض صوفی، ابن سماک صوفی، معانی بن عمران موصلی  
 معتمد بن سلمان، مفضل بن فضالہ قاضی مصر، امام موسیٰ کاظم، موسیٰ بن اسماعیل ابوالمکرم  
 مصری، نعمان بن عبدالسلام الاصفہانی، ہشیم و یحییٰ ابن ابوزید، یزید بن زریع،  
 یونس بن حبیب نخوی، یعقوب بن عبدالرحمن قاری مدینہ، عبدالرحمن بن قاسم ابوبکر بن  
 عیاش المقرئ، یوسف بن ماجنون

## چند مشاہیر کے مختصر حالات

امام محمد بن الحسن بن الفرقد الشیبانی، امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد  
 آپ فقہ، حدیث و لغت میں امام ہیں۔ ابو عبید نے کہا کہ میں نے آپ سے  
 زیادہ ماہر قرآن الہی میں کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ جامع علوم اور کثیر التصانیف ہیں۔  
 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے۔ ۱۸۹ھ میں  
 انتقال فرمایا۔ (مقدمہ فتاویٰ ہندیہ)

امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن خنس بن سعد بن عتبہ انصاری  
 ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ فقہ ابن ابی یعلیٰ اور امام اعظم سے حاصل کی۔ بغداد  
 کے قاضی القضاۃ رہے۔ حدیث میں بھی ان کا پایہ بلند ہے۔ ۱۸۲ھ میں  
 وصال فرمایا۔

یحییٰ بن سعید القطان امام حدیث ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم  
 ابی حنیفہ کے قول پر فتوے دیتے تھے۔ ۱۹۸ھ میں انتقال فرمایا۔

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو فی جامع فقہ و حدیث ہیں۔ ابن حجر نے لکھا  
 ہے علی بن المدینی نے کہا کہ کوفہ میں بعد امام ثوری کے آپ سے زیادہ کوئی  
 محدث نہ تھا۔ ۱۸۳ھ میں وفات ہوئی۔ (تاریخ خطیب)

حضر بن غیاث بن طلق الخنقی، ابو عمر کوفی فقیہ، محدث، ثقہ، نہ اہد متقی، محدث، ہشام بن عروہ بن عاصم سے اخذ حدیث کیا۔ ان سے احمد یحییٰ بن معین اور القطان وغیرہ نے سماعت حدیث کی۔ ۱۹۲ھ میں وفات پائی۔

حکم بن عبداللہ بن سلمۃ البلیخی، ابو مطیع، علامہ کبیر بن نقہ کبر امام اعظم سے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن مبارک آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ ۱۵۹ھ میں وفات پائی۔

سفیان بن عیینہ محدث ثقہ حافظ، فقیہ، ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر امام مالک وسفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم جاتا نہ ہوتا۔ یکم رجب ۱۹۸ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ (مقدمہ فتاویٰ ہندیہ)

عبداللہ بن المبارک بن الواضح الحنظلی المروزی ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کی صحبت میں رہے۔ غیر معمولی ثرور و سرور کے مالک تھے۔ جامع فضائل تھے۔ آفتاب حدیث سمجھے جاتے تھے۔ ۱۸۱ھ میں وصال ہوا۔ موضع ہیبت میں دفن ہوئے۔

علی بن ظبیان کوفی، قاضی القضاۃ، رہے۔ فقیہ، محدث، عارف باورع تھے حسن خلق میں ممتاز تھے۔ ہمیشہ بورینے پر بیٹھ کر اجلاس کیا کرتے۔ ابن ماجہ نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ ۱۹۲ھ میں وفات پائی۔

## حکمائے ہندو

نسکھ فرین طب کا ماہر فیلسوف اور حکیم تھا۔ علماء و حکمائے ہند کے علوم پر اس کی نظر وسیع تھی۔ سنسکرت اور فارسی دونوں کا ادیب و ماہر تھا۔ ہندوستان سے عراق پہنچا وہاں سے دربار ہارونی کی علمی قدر دانی کا شہر سُن کر بغداد آیا اور اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی سے ملا جو سادات عرب کا ممتاز فرد تھا۔ اس

کے ذریعہ ہارون تک پہنچا۔ ہارون نے اس کو بڑی حکمت سے منسلک کر دیا منسک نے جن منسکرت کتب کا فارسی و عربی میں ترجمہ کیا وہ حسب ذیل ہیں۔  
ششرت (فن طب) یحییٰ بن خالد برمکی نے اس کا ترجمہ کر لیا اور تمام شفاخانوں میں  
حیوۃ تریا دین کے استعمال کے لئے بھیجا۔

کتاب ہمدوم، سامیکا، اسماء عقاقیر الہند عربی فارسی میں ترجمے کئے۔ اس کی  
تصانیف یہ ہیں۔ کتاب السمودار فی الاعمار، کتاب اسرار الموالید، کتاب القرانات  
البکیر، کتاب القرانات الصغیر، کتاب فی الفواہم، کتاب فی احداث العالم ولدور  
فی القرآن۔

حکیم جنہل ہندی، کتاب اسرار المسائل اور موالید البکیر اس کی مشہور  
تصانیف ہیں۔

حکیم جو در، ہندوستان کے علماء و فضلاء میں ممتاز اور فاضل شخص تھا۔  
علم طب میں مہارت رکھتا تھا۔ علوم حکمیہ پر اس کی نظر محیط تھی کتاب الموالید  
یادگار کتاب ہے۔

شائق یہ بھی نامور طبیب ہے فلسفہ و حکمت میں اچھی طبیعت پائی تھی۔  
علوم نجوم میں امام وقت تھا۔ خوش بیان، زبان آور اور علم مجلس کا ماہر  
راجگان ہند کے دربار میں اعلیٰ عہدوں پر ممتاز رہا۔

کتاب السموات للہند، کتاب البطیر، کتاب فی علم النجوم کتاب معتل الجواہر  
کتاب فی امر تدبیر الحرب اس کی یادگار ہیں۔

صالح بن بطلہ، ہندوستان کے حکماء میں ویدک معالجات کا بہت بڑا ماہر تھا۔  
اس نے خلیفہ کے چچا نا دجائی ابراہیم بن صالحہ کا معالجہ کیا تھا۔

۱۔ اسلامی حکومتیں اور شفاخانے صفحہ ۶ ۲۔ القمرست ابن ندیم صفحہ ۳۷۰

۳۔ ابراہیم صفحہ ۱۲۹۔



ابوسہل بن نوبخت ایک مجوسی تھا جو خلیفہ منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ ابوسہل علم نجوم کا ماہر اور منصور کا ندیم خاص تھا۔ فاذی علم و حکمت کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا یہ پھر ہادون کے بیت الحکمت سے منسلک ہو گیا۔

## خلیفہ محمد امین ابو عبد اللہ

**نام** | محمد امین ابن ہادون الرشید امین کی والدہ ماجدہ ملکہ سیدہ زبیدہ بنت جعفر بن منصور تھی۔ امین کی ولادت ۱۷۱ھ میں ہوئی۔ اس کی لڑکوں میں ماں باپ کی طرف سے خالص ہاشمی خون تھا۔

**تعلیم و تربیت** | امین کی تعلیم پر کسائی، نحوی اور یزیدی مقرر ہوئے۔ یزیدی نے بربستہ گوئی اور حسن تقریر کی تعلیم دی۔ فقہائے کرام سے فقہ حاصل کیا اور ہادون الرشید کے ساتھ امام مالک کے درس حدیث میں بھی حاضری دی۔ ہادون نے فضل بن یحییٰ برکی کو اس کا اتالیق مقرر کیا تھا۔

امین نہایت ذکی الطبع، فصیح، خوش تقریر، پاکیزہ رو، حور شامل تھا۔ نحو، ادب، فقہ میں بھی نہایت مہارت حاصل کی۔ مگر ملکہ زبیدہ کے لاڈ پیار سے عیش طلب اور راحت پسند ہو گیا تھا اور عالم شہزادگی میں بہت فضول خرچی کیا کرتا تھا۔

**وقائع** | ہادون نے ۱۷۵ھ میں ولایت عہد کا فرمان لکھا۔ جب ہادون خراسان روانہ ہوا تو ۱۹۲ھ میں امین کو بغداد میں اپنا قائم مقام کیا اور طوس پہنچ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ہمراہی امرائے سلطنت و عسکر شاہی نے امین کی خلافت کی بیعت کی۔ بغداد میں خبر پہنچی تو یہاں بیعت عام لی گئی۔ شہزادہ صالح بن ہارون الرشید نے تنہیّت خلافت کے ساتھ خاتم خلافت عصا و چادر نبوی درجاء کے ساتھ بھائی کو بھیجا۔ فضل بن ربیع کا دربار پراثر تھا۔ وہ ہارون کی وفات کے وقت اس کے ہمراہ تھا۔ ہارون نے اس کو ہدایت کی تھی کہ مالی، خزانہ، اسلحہ مامون کو دیئے جائیں۔ مگر فضل لے کر چلتا ہوا اور تمام چیزیں امین کے سپرد کر دیں۔ امین، فضل سے بے حد خوش ہوا۔ فضل بن ربیع نے امین کو یہ پٹی پڑھائی کہ مامون اور موتمن دونوں کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد کر دیا جائے۔

امین پہلے تو رضامند نہ ہوا مگر ملکہ زبیدہ کا بھی دباؤ پڑا۔ آخر رضی ہو گیا اور موتمن کو ولایت سے معزول کر کے بغداد طلب کیا۔ پھر عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ عباسی کو مامون کے پاس بھیجا وہاں ناکامی رہی۔ عباس مامون سے گٹھ گیا اور واپس آکر یہاں کے حالات سے مامون کو باخبر کرتا رہا۔ سلیمان بن منصور امین کے باپ اور ماں کا چچا تھا وہ فوج شاہی پر اقتدار رکھتا تھا۔

امین نے مامون کے انکار کے باوجود موسیٰ کو ولید موسیٰ کی ولی عہدی بنا دیا۔ تمام صوبوں میں فرمان بھیج دیئے گئے کہ خطبہ میں موتمن و مامون کے نام کے بجائے موسیٰ کا نام لیا جائے۔ سیدہ زبیدہ خزانہ لے کر بغداد تشریف لائیں۔ ابن ابی نمک امین پیشواٹی کو گیا۔

خانہ جنگی | فضل بن ربیع نے مامون کے مقابلہ کے لئے چالیس ہزار فوج تیار کی۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان کو جبل نہاوند، ہمدان، قم، اصفہان کی ولایت کا فرمان دے کر اس لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ ادھر مامون کو یہاں کے

لے تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۷۷۴۔

حالات معلوم ہوئے۔ تحفہ تحائف بجائی گوروانہ کئے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے باپ کے سپہ سالاروں عبداللہ بن مالک، یحییٰ بن معاذ، شیبہ بن حمید بن قطیبہ اور علاء مولیٰ ہادون کو جو ہر کاب تھے ایک جلسہ میں مجتمع کیا۔ علاء اس کا حاجب عباس بن مسیب بن زہیر افسر علی پولیس ایوب بن ابی سمیر کاتب (سیکرٹری) تھا۔ عبدالرحمن بن عبدالملک بن صالح اور ذوالریاستین فضل بن سہل مجوسی نو مسلم مخصوص و معزز معتمدین میں سے تھے۔ ان سے مشورہ کیا گیا اور یہ بات طے ہوئی کہ ایک وفد فضل کے پاس سامان کے لئے بھیجا جائے۔ چنانچہ فضل بن ریح کے پاس وفد بھیجا جو راہ سے ناکام آیا۔ پھر فضل بن سہیل نے مامون سے کہا۔ آپ اپنے خیمیاں میں ہیں۔ آپ کی بیعت کا طوق ان کی گردنوں میں ہے۔ صبر و استقلال سے کام لیجئے خلافت کا ذمہ میرا ہے۔ مامون نے کہا انشاء اللہ تمہارے کہنے پر عمل کروں گا اور اس کا انصرام اب تمہارے سپرد کرتا ہوں یہ اس کے بعد مامون نے فوجی تیاری شروع کر دی۔

امین نے ”قاسم الموتین“ کو حکومت جزیرہ سے معزول کیا مگر قنسرین اور عوام کو گورنری پر بدستور قائم رکھا۔ جزیرہ پر خزیمہ بن حازم کو مامور کیا مگر معظمہ پر عامل داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد اور حمص کی گورنری پراسحاق بن سلیمان تھا۔ اس کے بجائے عبداللہ بن سعید قریشی کو کیا اس نے ظلم ڈھائے تو اس کو معزول کر کے ابراہیم بن عباس کو حمص کی سند گورنری مرحمت کی۔

ادھر مامون نے لشکر گراں اپنے غلام طاہر بن حسین کی قیادت میں مرو سے دسے کی طرف روانہ کیا اور خراسان کی ناکہ بندی کرادی اور مخبر چھوڑ دیئے۔ علی بن عیسیٰ چالیس ہزار فوج سے خراسان کی طرف بڑھا۔ اہل خراسان اس سے بے زار تھے۔ ایک زمانے میں یہاں کا گورنر رہ چکا تھا۔ بڑے ظلم کئے تھے۔ خراسانی اس کے

لے تاریخ ابن خلدون جلد ۷ صفحہ ۴۹۔

دشمن تھے۔ طاہر کے ساتھ مل گئے۔ دستے پر طاہر اور علی کا مقابلہ ہوا۔ علی بن علیؑ کے تیر لگاچس سے وہ جابر نہ ہو سکا۔ فوج نے راہ فرار اختیار کی۔ بقیہ لوگوں نے امان طلب کی۔ طاہر نے دستے سے مامون کے پاس مروفتیابی کی اطلاع بھیجی۔ فضل بن سہل نے طاہر کی معاونت کے لئے اور فوجیں روانہ کیں۔

فضل بن ربیع کو شکست کی خبر ہوئی تو عبدالرحمن بن جبلة انبادی کو بیس ہزارہ فوج کے ساتھ بھیجا۔

ہمدان کے متصل معرکہ پیش آیا۔ عبدالرحمن شکست کھا کر قلعہ بند ہوا اور مجبوراً طاہر سے امان کا طالب ہوا۔ یہ خبر فضل بن ربیع کو پہنچی تو خوف زدہ ہو گیا۔ مگر ہمت کر کے احمد بن فرید کو بیس ہزارہ فوج کے ساتھ طاہر کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حمید بن قحطبة کی زیر سرکردگی بیس ہزارہ فوج احمد کی کمک کے لئے اور روانہ کی۔ ہر دو فوجیں حلوان کے متصل خائقین میں کچھ فاصلہ پر خیمہ زن ہوئیں۔ طاہر کے جاسوس ہر دو میں گھل مل گئے اور باہمی پھوٹ ڈلوادی۔

آخرش طاہر سے بلامقابلہ کے فوجیں بغداد لوٹ گئیں۔ مامون نے طاہر کو حکم دیا کہ اتواز کی طرف بڑھے اور اس جگہ حلوان بن ہرثمہ بن اعین کو متعین کیا تاکہ بغداد کو دو طرف سے گھیرا جائے۔ طاہر نے عامل اہواز محمد بن یزید کو صف آرا ہو کر شکست دی اور اہواز پر قبضہ کیا اور فارس سے لے کر یامد اور بحرین تک اپنے عمال مقرر کر کے واسط کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قبضہ جمایا۔

طاہر نے واسط سے ۱۹۶ھ میں کوفہ ایک دستہ فوج روانہ کی۔ یہاں کے امیر عباس بن موسیٰ ہادی تھے۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ امین کی بیعت فسخ کر کے مامون کی خلافت کے موئد ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی منصور بن مہدی امیر بصرہ بھی طاہر کا ہمنوا ہو گیا۔ مطلب ابن عبداللہ بن مالک گورنر موصل نے بھی مامون

## کی اطاعت کی لیے

ظاہر نے ان بھوں کو بحال رکھا اور حرث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ کی طرف روانگی کا حکم دیا اور خود جبریا میں خیمہ زن ہو گیا۔

امین کو ان حالات کا علم ہوا تو محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد بربری کو قصر روانہ کیا۔ یہاں داؤد اور حرث سے معرکہ ہوا۔ محمد بن سلیمان کو شکست ہوئی اور اس نے بغداد کی راہ لی فضل بن موسیٰ کو امین نے کوفہ بھیجا۔ یہاں محمد بن علاء ظاہر کی طرف سے مقرر تھا۔ مقابلہ ہوا فضل کو پسپا ہو کر بغداد لوٹنا پڑا۔ ظاہر کامرانی کے ساتھ درہن پہنچا اور اس پر قابض ہو کر مصر پر جا اترا اور وہیں پل بنوایا۔

**حجاز میں مامون کی بیعت** | مامون کی فتوحات کی شہرت عام ہو رہی تھی

حرین پر بھی اس کا اثر پڑا۔ وہاں کا عامل داؤد تھا اُس نے اہل مکہ کو جمع کیا۔ اعیان عرب مجتمع ہو گئے اور ایک پُراثر تقریر کی۔ اُس نے کہا۔

”وایمن وہ ہے جس نے حرمتِ حرم کا خیال نہ کیا۔ جن معاہدوں کو بادوں نے مامون اور امین سے لکھوا کر صحنِ کعبہ میں تصدیق کرائی اور ان کو خانہ کعبہ میں رکھا۔ امین نے ان کو منگوا کر چاک کیا اور آگ میں جلا دیا۔“

سادہی مجلس کانپ گئی اور ممبر سے اپنی ٹوپی اتار کر پھینک دی کہ اس طرح میں امین کو خاک پر ٹپکتا ہوں۔ غرضیکہ تمام اعیان مکہ نے مامون کی غائبانہ بیعت کی۔ مامون کو یہ خبر پہنچی تو داؤد کو پانچ لاکھ درہم بطور نذر کے بھیجے۔ یہاں کے واقعہ کا اثر اہلِ مین پر بھی پڑا۔

لے تارہ یخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ مصر

امین کا اقتدار صرف بغداد پر رہ گیا تھا۔ امین نے ۱۹۶ھ میں علی بن محمد کو ہرثمہ کے مقابلہ پر بھیجا وہاں علی گرفتار ہو گیا۔ امین نے خزانہ کا منہ کھول دیا مگر یہ تدبیر بھی بے کار رہی۔ طاہر بے روک ٹوک بڑھ رہا تھا۔ باب الانبار پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہرا۔

بغداد میں یہ واقعات رونما ہوئے کہ عبدالملک بن صالح کو جس کو ہارون قید میں چھوڑ گیا تھا اُسے رہا کر کے امین نے یہ خواہش کی کہ تم اپنی فوجوں کو فراہم کر کے میری مدد کرو۔ چنانچہ عبدالملک نے فوجوں کو جمع کیا۔ اس وقت شایوں اور خراسانیوں میں جو اُن کی فوج میں تھے قومی عصبیت پر باہمی جھگڑا پڑ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل شام اپنے ملک واپس چلے گئے۔

عجمی فوج کا سرغنہ حسین بن علی بن عیسیٰ تھا۔ وہ اپنے بقیہ ساتھیوں کو لے کر بغداد آیا اور ۱۹۶ھ کو امین کو معزول کر دیا اور مامون کی خلافت کا اعلان کر کے قصر خلافت میں جا کر امین کو نظر بند کر دیا۔

نہیں بغداد محمد بن ابی خالد نے اہل بغداد سے کہا حسین ہمارا امیر کیسے بن گیا اور اس کو خلیفہ کے معزول کرنے کا اختیار کس نے دیا اور اس کے ساتھی اسد حربی نے امین کو قید سے چھڑا کر تخت خلافت پر بٹھلایا اور حسین کو گرفتار کر لیا۔ آخر کو امین نے معاف کر دیا۔ یہ فراہ ہونا چاہتا تھا قتل کر دیا گیا۔ دار الخلافہ میں یہ شور مچا رہا تھا، طاہر انبار آچکا تھا۔ ہرثمہ نے آکر دوسری طرف بغداد کو گھیر لیا۔ ہرثمہ نہر بن پرمتین ہوا۔ طاہر نے عبداللہ بن وضاہ کو شامیہ کی طرف اور مسیب بن زبیر کو قصر کلوادی کی جانب مقرر کیا اور ہرثمہ منجنیق اور قلعہ شکن آلات نصب کرائے۔ چادروں طرف سے بغداد پر سنگباری کر دی گئی۔ ایک برس تک بغداد پر حملہ رہا۔ امین کا عالی شان قصر جو تقریباً دو کمرے کے صرف سے بنا تھا کھنڈر بن کے رہ گیا۔ اہل شہر پر جو مصیبتیں آئیں اُن کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ امین کے دربار کے دکن خزانہ نے طاہر سے میل کر لیا۔ طاہر ۲۲ محرم

۱۹۸ھ کو مشرقی دروازہ سے بغداد میں داخل ہوا اور دجلہ پر علم نصب کر کے اعلان کیا کہ امین معزول کر دیا گیا۔ شہر کا مشرقی حصہ گویا کامل طور سے فتح ہو گیا۔ اہل شہر شدت محاصرے سے تنگ آ گئے تھے۔ امین نے تمام آرائشی ساز و سامان سونے چاندی کے برتن، ہوا ہرات بیچ کر فوج کے مصارف میں لگا دیئے۔ اپنی امداد کے لئے جیل کے قیدی اور اواباشوں کو جمع کیا۔ وہ لوگ طاہر کی فوج سے خوب لڑے اور انہوں نے لوٹ کھسوٹ بھی جاری رکھی۔ امین نے یہ رنگ دیکھ کر ہرثمہ سے اپنی جان کی امان طلب کی۔ اس نے کہلا بھیجائیں آپ کی جان کا ذمہ لیتا ہوں۔ آپ میرے پاس آجائیے۔ امین کے مصاحبوں نے طاہر کو خبر کر دی اس نے دجلہ پر اپنے آدمی بھیج دیئے۔

**قتل امین** | امین الرشید اپنے درباریوں کے مشورہ سے محل سے رخصت ہوا اپنے بچوں کو گلے سے لگایا اور ان کو خدا کو سپرد کر کے ہرثمہ کے پاس روانہ ہوا۔ ہرثمہ قصر خلافت کے قریب کشتی میں بیٹھ کر گیا۔ امین جس وقت قصر سے نکل کر کشتی میں سوار ہوا طاہر کے آدمیوں نے تیر اور پتھر برسائے شروع کئے یہاں تک کہ کشتی الٹ گئی یہ ہرثمہ کو اس کے ساتھیوں نے نکالا اور امین کو طاہر کے آدمی پکڑ لے گئے اور قید کر دیا۔ پھر وہیں قتل کر دیا گیا یہ واقعہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ کا ہے۔

طاہر نے مامون الرشید کو فتح نامہ لکھا اور امین کا سر روانہ کیا اور بغداد کی پوری تفصیل سے مطلع کیا۔ نیز وہ وجہ بھی لکھے جن کی بنا پر امین کا قتل ناگزیر تھا۔

طاہر جمعہ کو بغداد میں داخل ہوا نماز غود پڑھائی یہ خطبہ میں اہل بغداد کو امان عام دی فضل بن ربیع روپوش ہو گیا۔

۱۔ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۷۹۔



**سیرت امین** | امین موزوں اندام کشیدہ قامت نہایت خوبرو اور قوی تن تھا کسائی سے فنِ نحو و ادب کی تکمیل کی تھی۔ نہایت فصیح و بلیغ اور سخن سنچ تھا۔ بچپن سے شعر گوئی کا ذوق تھا۔ علم دوست تھا، فیاض تھا اسی کے ساتھ چونکہ صاحبِ کمال اور پایہ شناس اور سخن سنچ تھا۔ ہزاروں اہل فن اس کے خوانِ کرم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ان خوبیوں کے ہوتے ہوئے عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ لہو و لعب اور نبیذ سے ذوق و شوق رکھتا تھا۔ اطرافِ ملک کے اوباش اُس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان کی بڑی بڑی تنخواہیں تھیں۔ فضل برملی کی صحبت سے عجیبی مشاغل سے دلی لگاؤ تھا۔ کثرت سے لونڈیاں اور خواجہ سرا اپنی خدمت میں رکھتا۔ خزانہ اور جواہران کے لئے وقف تھے۔

واعطائه الاموال والجواهر وامرہ باحضار الملوحم والمغنین  
من ساثر البلاد

امین نے اپنے لئے نئے نئے قصور اور محلات تعمیر کرائے، باجبا طرح طرح کے جانور اور پرند منگائے۔ ہاتھی، شیر، گھوڑے، عقاب اور سانپ کی صورت کی کشتیاں بنوائیں۔ ان پر سوار ہو کر دجلہ میں تفریح کرتا تھا۔ ان مشاغل میں خلافت کا کام بالکل چھوڑ دیا تھا۔ دربار میں نہیں آتا تھا۔ سیاہ و سفید کا مالک فضل بن ربیع تھا۔

امین کی مدتِ خلافت چار برس ساٹ مہینے اٹھارہ دن رہی۔ ۴۷ سال کی عمر میں قتل ہوا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

» امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ امید ہے کہ خدا تعالیٰ امین کو محض اس وجہ سے بخش دے گا کہ اس نے اسماعیل بن عیث سے نہایت سخت

الفاظ میں کہا تھا کہ کم بخت تو ہی قرآن شریف کو مخلوق بتلاتا ہے۔<sup>۱۷</sup>

## حسب قبل علمائے اس کے زمانہ میں وفات پائی

اسماعیل بن علیہ، شفیق بلخی زہد، ابو معاویہ الضریر، سدوسی مورخ، عبداللہ بن کثیر مرقی، ابونواس شاعر، عبداللہ بن وہب شاگرد امام مالک درش مرقی دکیع اور دیگر حضرات۔<sup>۱۸</sup>

محمد بن وفقہاء حمزہ بن حبیب ندیات کو فی قرآن سبعہ سے تھے محدث، صدوق محدثین و فقہاء زہد، پرہیزگار۔ تھے امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے۔  
۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔

حماد بن ابی حنفیہ زہد، عابد، پرہیزگار، محدث فقیہ تھے بعد قاسم بن معن کے کوفہ کے قاضی ہوئے۔ ۱۶۰ھ میں انتقال کیا۔

حفص بن عبدالرحمن البلیخی معروف نیشاپوری، محدث فقیہ تھے۔ نسائی نے ان سے روایت کی ہے۔ بغداد کے قاضی رہے۔ ۱۹۹ھ میں انتقال ہوا۔

حماد بن دلیل قاضی مدائن ابوداؤد نے سنن میں آپ سے تخریج کی ہے۔ خالد بن سلمان امام اہل بلخ سے تھے صاحب فتوے ۱۹۹ھ میں بعمر ۸۰ سال وفات پائی۔

داؤد بن نصیر الطائی ابوسلمان بیس برس امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہے۔ محدث فقیہ کامل تھے۔ ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کوفی فقیہ، محدث، ثقہ، متولد سنہ ۱۵۰ھ کوفہ میں امام ابوحنیفہ و ابویوسف سے فقہ و حدیث حاصل کی۔ ان سے وکیع و ابن مہدی نے حاصل کی۔ امام بخاری و مسلم نے ان سے تخریج کی۔ ۲۶۰ھ

۱۷ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۰ ۱۸ ایضاً

میں فوت ہوئے۔

اسد بن عمرو بن عامر بجلی از اولاد جریر بن عبداللہ البجلی صحابی فقیہ و محدث امام اعظم کے شاگرد تھے۔ خلیفہ ہارون نے اپنی لڑکی ان کو بیاہی تھی۔ واسط اور بغداد کے قاضی رہے۔ وفات ۱۸۸ھ میں ہوئی۔

نہیم بن معاویہ بن خدیج کوفی ستارہ میں پیدا ہوئے۔ محدث و فقیہ تھے۔ اصحاب الصحاح نے ان سے استفادہ کیا۔ ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔

ابو بشر، عمرو بن عثمان بن قنر الملقب بہ سیبویہ متقدمین و متاخرین میں اس کے برابر کوئی نحو کا عالم نہیں گذرا۔ علمی طو پر سب سے پہلے اس نے نحو کے اصول وضع کئے۔ بعمر ۴۴ سال ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔ (ابن خلدان جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ و بقیہ للسیوطی صفحہ ۳۶۶)۔

شریکت بن عبداللہ کوفی، اصحاب امام اعظم میں داخل ہیں۔ یہ واسط کے قاضی رہے۔ عالم، زاہد، عابد، عادل اور اہل ہوا و بدعت پر سخت گیری کرنے والے تھے۔ ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔

شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمن القرشی دمشقی، ابو حنیفہ کے اصحاب میں ہیں۔ ۱۸۹ھ میں انتقال کیا۔

عمرو بن میمون بن بحر بن سعد بن اماخ بلخی محدث فقیہ تھے۔ بغداد میں قاضی رہے۔ ۱۸۸ھ میں انتقال ہوا۔

عبد الکیم بن محمد جرجانی فقیہ و محدث تھے۔ ترمذی نے ان سے تخریج کی۔ ۱۸۱ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن ابراہیم انفرادی (ابن المقفع) کا دوست تھا جس نے منصور کے

۱۸۸ھ ابن المقفع اصل میں مجوسی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا تھا۔ اصل نام دوزیہ ابن داؤد تھا۔ اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس کا باپ حجاج بن یوسف کے زمانے میں عراق اور فارس کے ٹیکس وصول کرنے (بقیہ حاشیہ ص ۲۲۲ پر ملاحظہ ہو)

زمانہ میں السند ہند (سدا بانت) از شیخ ہندو پنڈتوں کی معاونت سے ترجمہ کیا تھا مہدی کے عہد میں انتقال کیا۔ فرازی نے سدا بانت کے عربی ترجمہ سے کو اکب میں ایک رسالہ مرتب کیا تھا یہ اس کے لڑکے نے اس پر حاشیہ چڑھایا۔ عہد امین میں فوت ہوا۔



(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ ۲۲۰ سے آگے) :-

پر مامور تھا۔ کسی نے بھجور بچھتر و پے وصول کرنے کی پاداش میں اس کو سخت سزا دی گئی جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا لہذا اس کو القفع کہنے لگے۔ ۱۲۵ھ میں مقفع قتل کیا گیا ہم اس کا کچھ حال عہد منصور میں بھی لکھ چکے ہیں۔

۱۷۰ھ سدا بانت اصل نام برہم اسپہتی سدا بانت (علم ہندیت کی صحیح کتاب منسوب بہ برہم) ہے اس کو ۱۵۶ھ میں ہندوستان کے ایک بڑے دیامنی دان نے منصور کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

اس کتاب کا مصنف برہم گپت نامی پنڈت تھا جس نے تیس برس کی محنت میں یہ کتاب تیار کی تھی۔

(البیرونی ص ۱۳۲)

۱۷۰ھ تاریخ النہد الاسلامی جلد ۳ صفحہ ۱۶۳۔

# خليفة عبد الله المأمون عباسي

**نام و نسب** | عبد الله المأمون ابن ہارون الرشید بن المہدی بن المنصور عباسی  
کنیت ابو جعفر اس کی والدہ "مراجل" خاتون تھی۔

والدہ ام ولد یقال لہا مراجل الباذغیہ علیہ  
**ولادت** | خلیفہ عبد اللہ مأمون الرشید کی ولادت ماہ ربیع الاول بروز  
جمعہ ۱۷ جمادی الثانی ۲۰۱ھ کو ہوئی۔

**تعلیم و تربیت** | ہارون الرشید نے مأمون کو پانچ برس کی عمر میں کسائی بخوی  
اور یزیدی اسمعی اور عباس بن احنف کے سپرد کر دیا۔  
ان سے ہی کلام مجید پڑھا۔ ادبائے مذکور کی تعلیم سے تھوڑے ہی عرصے  
میں ادب سے گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا۔ حدیث اپنے والد اور ہشیم عباد بن عوام  
یوسف بن قحطیبہ ہاشم بن بشیر ابو معاویہ العزیز اسمعیل بن علیہ حجاج بن محمد  
سے سنی اور اپنے والد کے ساتھ امام مالک کے درس میں بھی حاضری دی۔

فقہ معاصر فقہاء سے جا مل کیا۔ آگے چل کر فلسفہ اور علوم الادب میں تو غل پیدا  
ہوا۔ ہارون نے "محکمہ کتب علمیہ" کے ترجمہ کا قائم کیا تھا جس میں ہندو، پارسی  
عیسائی، یہود ہر مذہب و ملت کے لوگ تھے۔ ان کی نشست و برخاست مأمون  
کے پاس بھی ہوا کرتی تھی۔ ان سے علوم عقلیہ کی تحصیل میں بڑی مدد ملی۔ مأمون کا  
اتالیق ابو جعفر برمکی تھا اس کی صحبت سے شیعیت کا رنگ چڑھا۔ تفضیل خیالات لکھتا تھا۔

**ولی عہدی** ازبیدہ کے خوف سے ”امین“ کو ولی عہد کیا اور ملک کو ”امین“ و ”مامون“ میں تقسیم کر دیا۔ امین اور مامون سے معاہدہ نکھوا کر خانہ کعبہ میں رکھوا دیا۔ جب ہارون فوت ہوا ”امین“ تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کے بعد تمام واقعات امین کے حالات میں آچکے ہیں۔ امین کے قتل کے بعد مامون کو کامل حکمرانی کا موقع ملا۔

اہل بغداد نے مامون کی بیعت ۲۶ محرم ۱۹۸ھ میں امین کے قتل کے بعد کی۔ اس کی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔

**خلافت** مامون نے گوعنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی مگر فضل بن سہل کو دربار امین وہ اقتدار حاصل ہوا کہ خلافت بھی درحقیقت فضل کے بیخود اختیار میں تھی۔

فضل مامون پر چہار ہاتھ ”طاہر“ جس نے مامون کی خلافت کی بنیاد ڈالی اس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ اس کے تمام ممالک مفتوحہ الجبال، فارس، اہواز، بصرہ، کوفہ، یمن، وغیرہ کی حکومت فضل نے اپنے بھائی حسن بن سہل کو دیدی۔ طاہر کو نصیر بن سیار جو امین کا ہوا خواہ تھا اور جس نے شام میں بغاوت کی تھی اس کے مقابلہ پر مامور کیا۔

حسن بغداد میں داخل ہوا اور شہر و صوبوں پر اپنی طرف سے عمال و نائب مقرر کئے۔ ملک میں وہی رنگ آنے لگا جو برا مکہ کے عہد میں تھا وہ بھی مجوس النسل تھے اور فضل اور حسن بھی مجوس زادے تھے۔

استیصالِ برا مکہ کے بعد عرب برسرِ اقتدار آئے تھے مگر عجمیوں کے دوبارہ با اقتدار ہونے پر ان میں بے چینی پیدا ہونے لگی۔

بنو ہاشم اور افسرانِ فوج دولتِ عباسیہ سے بے دل ہونے لگے۔ مامون کو فضل نے پردے میں بٹھا دیا حتیٰ کہ خاندانِ شاہی کے لوگ بھی باریاب نہ

ہونے پاتے تھے۔

ملکی انتظام پر فضل قابض تھا اور تمام عہدوں پر عجمی ممتاز کئے جا رہے تھے اس کا اثر یہ ہوا کہ اطراف ملک میں بغاوت پھیلنے لگی۔

**ابن طباطبایہ کا ظہور** | علویین نے موجودہ ملک کی برہمنی سے فائدہ اٹھانا چاہا

سادات کرام میں سے ابو عبد اللہ محمد جو طباطبایہ کے لقب سے مشہور تھے انہوں نے خلافت کے حصول کے لئے ”لوائے آل محمد“ بلند کیا۔ ان کا علو نسب اور تقدس مرجع عوام بننے کے لئے کافی تھا۔ ملکی نظم و نسق کے لئے طباطبایہ جیسے ایک مدبر کی ضرورت تھی۔ ایک شخص ابوالسرایا جو پہلے گدھے چراتا اور اُن پر مال لاد کر مزدوری کیا کرتا تھا مگر تھا شجاع بہت جلد اُس نے اپنی حالت سنبھال لی اور ہرثمہ کی فوج کا ایک رکن بن گیا یہاں سے نکالا گیا تو ”علین التمر“ وقتاً میں جا کر ہمیشہ غارتگری اختیار کر لیا۔

”طباطبایہ“ ندرۃ میں تشریف لے گئے تو ابوالسرایا نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اور معاون بن گیا۔ ابوالسرایا کی شرکت سے طباطبایہ کی پولیٹیکل طاقت بڑھ گئی۔ جتنے ڈاکو اور جرائم پیشہ ابوالسرایا کے ہمراہ تھے وہ ”لوائے آل محمد“ کے ذریعہ سایہ آگئے۔ ابوالسرایا نے طباطبایہ سے کہا آپ دریا کی راہ سے کوفہ چلے نہیں ”خشکی کی راہ سے آتا ہوں“ کوفہ پہنچ کر اس نے قصر کو لوٹا۔ یہ شاہی محل اور گورنران کوفہ کا صدر مقام تھا۔ تمام مال و خزانہ اُس کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد اس نے شہر پر قبضہ کیا اور محمد طباطبایہ کی امامت کا عام اعلان کیا۔ اور سلیمان بن ابی جعفر عامل کوفہ کو نکال باہر کیا۔

۹۹ھ میں حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کے ساتھ دس ہزار فوج بھیجی۔ ابوالسرایا نے جان توڑ مقابلہ کر کے اس کو شکست دے دی اور اس کا سارا ساز و سامان قبضہ میں کر لیا۔ اس فتح کے بعد ہی ابن طباطبایہ کا ایک وصال فرما گئے۔ ابوالسرایا نے ان کی جگہ پر محمد بن محمد بن زید بن علی بن حسین کو جو



کم سن تھے امام بنایا۔ حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد بن خالد مروزی کی ماتحتی میں پھر چاہ ہزارہ فوج بھیجی۔ ابوالسرایا مقابل آیا اور حکومت کی فوج کام آئی۔

علوی جابجا پھیل گئے، بصرہ پر زید بن حضرت موسیٰ کاظم عامل مقرر ہوئے حسین بن الحسن مکہ معظمہ کے حاکم قرار دیئے گئے اور ابراہیم بن موسیٰ یمن کے عامل قرار پائے۔ ابوالسرایا کا اقتدار کوفہ کے باہر دور دور تک قائم ہو گیا۔ اس نے شکستیں بھی قائم کی لیے عمال ابوالسرایا نے بصرہ میں عباسیوں کے مکان جلادیئے۔ مکہ میں قیامت برپا کر دی۔ مکہ معظمہ کا خزانہ حسین بن الحسن نے لوٹ لیا۔ یمن میں سفاکانہ قتل عام ہوا۔ بقول علامہ شبلی علویؒ اور آل فاطمہ کا (چند روزہ) وہ دور ہوا کہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا۔ ابراہیم قصاب کہلائے گئے۔<sup>۱۶</sup>

ان واقعات کی وجہ سے حسن بن سہل نے بدرجہ مجبوری ہرثمہ کو مطلع کیا وہ خراسان جاتے ہوئے رُکا اور فوج لے کر مدائن آیا۔ وہاں سے عامل ابوالسرایا کو نکال باہر کیا۔ پھر ہرثمہ کوفہ کی جانب بڑھا۔ قصر ابن ہبیرہ کے متصل ابوالسرایا سے دو دو ہاتھ کئے۔ وہ شکست کھا کر علویین کو لے کر قادیسیہ چلا گیا۔ ہرثمہ نے کوفہ پر قبضہ کیا اور یہاں کا انتظام کر کے ابوالسرایا کا تعاقب کیا۔ ابوالسرایا کو حسن بن موہانی نے گھیر لیا۔ حسن کے مقابلہ پر زخمی ہوا۔ جلولا مقام پر گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔<sup>۱۷</sup>

ابوالسرایا کے بعد تمام عمال بنی فاطمہ پکڑے گئے اور مامون الرشید کے سامنے لائے گئے۔ مگر اس نے ان حضرات کی عظمت و نسب کا پاس کر کے ان کو آزاد کر دیا۔

۱۶۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۳ ص ۱۵ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۹۴ تا ۹۹ ص ۱۵ المامون ص ۱۶۔

## واقعہ قتل ہرثمہ

علویین کی شورشیں ختم ہو گئیں۔ مگر عرب کا گمروہ جو حکومت کا شریک غالب تھا خراسان کے دارا خلافت ہونے سے اور فضل و حسن کے اقتدار سے ناراض تھا۔ ہرثمہ اس عرب جماعت کا رکن دیکھ کر اتحاد علویین کی شورشیں ختم کرنے کے بعد ماموں کو واقعات سے آگاہ کرنے کے لئے خراسان روانہ ہوا۔ فضل نے ماموں سے حکم بھجوایا کہ ہرثمہ تم شام و حجاز کی گودری جا کر بیٹھا لو۔ تمہیں ابھی خراسان آنے کی ضرورت نہیں۔ مگر ہرثمہ ماموں کی خدمت میں پہنچنا چاہتا تھا اس لئے آگے بڑھتا چلا گیا۔

فضل نے یہ رنگ دیکھ کر ماموں الرشید کے کان بھرنے شروع کئے کہ تمام ملک کی شورشیں ہرثمہ کی کمرائی ہوئی تھیں اور اب اس قدر خود سر ہو چکا ہے کہ آپ کے فرمان کا لحاظ بھی نہیں کرتا۔ سترھویں ہرثمہ ”مرو“ پہنچا اور نقادہ بجاتا ہوا ماموں کے دربار میں حاضر ہوا۔ ماموں نے اس کی عرضداشت پر توجہ نہ دی۔ دربار سے نکلوا دیا اور قید کرنے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ فضل نے مجلس میں ہرثمہ کو مروا ڈالا۔

ہرثمہ کے واقعہ قتل نے تمام ملک میں تلاطم مچا دیا۔ اہل بغداد نے ماموں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ماموں کے عمال و حکام ہر طرف کمر دیئے گئے۔ محمد بن ابی خالد ہرثمہ کا جانشین بنایا گیا۔ تمام بغداد نے اس کی اطاعت قبول کی۔ حسن بن سہل ماموں کی طرف سے بغداد کا گورنر تھا۔ ان دنوں وہ واسط میں مقیم تھا۔ محمد بن ابی خالد اس کے مقابلہ کے لئے سترھویں میں گیا اور حسن کی افواج کو بری طرح شکست دی اور آگے بڑھ کر ”دیر العاقول“ میں نہیر بن المسیب عامل حسن کو جالیا اور گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ ہادون کے بیٹے نے مصنفات نیل پر فتح پائی۔ حسن عظیم الشان فوج جمع کر کے باپ بیٹوں سے نبرد آزما ہوا۔

لے ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم -

ابی خالد کو منہ کی کھانا پٹری۔ بغداد لوٹا، زخمی ہو چکا تھا انتقال کر گیا۔ محمد کے فرزند عیسیٰ نے باپ کی فوج کی کمان سنبھالی۔ تمام بغداد نے اس کی سرداری قبول کی۔ حسن کی فوج سے عیسیٰ اور اس کے بھائی ذنبیل کے دودو ہاتھ ہوئے۔ عیسیٰ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا مگر اہل بغداد کو فضل اور حسن سے نفرت تھی۔ حکومت سے عناد نہ تھا۔

**امام علی رضا کی ولی عہدی** | بغداد میں یہ واقعات گزر رہے تھے۔ مامون خیریں پہنچا بند تھیں۔ مامون کو اہل بیت کرام سے نہایت محبت تھی اس نے امام ہشتم علی رضا رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی ام حبیبہ منسوب کی اور اپنا ولی عہد قرار دیا۔ حضرت امام زہد و تقدس کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ ان کا فضل و کمال بھی خلافت کے شایانِ شان تھا۔ مسلمہ میں مامون نے اپنے تمام عباسی خاندان کو خراسان مدعو کیا۔ ۳۳ ہزار مرد و زن جمع ہوئے۔ مامون نے سب کا بڑی عزت سے خیر مقدم کیا۔ ایک سال یہ لوگ حریم خلافت کے مہمان رہے۔ مامون نے سب پر نظر ڈالی، امام صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا فرد ولی عہدی کے لئے نہ چھا۔ مسلمہ میں اعیان بنی عباس کو دربار میں مدعو کیا اور امام علی رضا کی بیعت خلافت لی اور تمام ممالک میں ان کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ مسلمہ اور سیاہ لباس کے بجائے سبز لباس اختیار کیا گیا۔ اس واقعہ نے بغداد میں قیامت انگیز ہلچل ڈال دی اور مامون الرشید سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ انہوں نے مامون کے چچا ابراہیم بن المہدی کی بیعت کر لی اور اپنا لقب المبارک اختیار کیا۔

۱۔ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ ۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۴

۳۔ کامل ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۴

**خلافتِ ابراہیم عباسی** | قبضہ جمایا۔ حسن بن ہسل واسط میں تھا۔ ابراہیم کے معاون اس کو بے دخل کرنے چلے حسن قلعہ بند ہو گیا۔ ابراہیم نے عیسیٰ کو مقابلہ کے لئے بھیجا حسن اور عیسیٰ میں بڑی جنگ ہوئی جس میں عیسیٰ کو شکست اٹھانا پڑی۔ امام علی رضا نے مامون الرشید کو واقعاتِ شورش سے آگاہ کیا۔ فضل کی فتنہ پر داندی کھول کے دکھادی اور فرمایا ہر شتمہ کو اس نے ہی قتل کرایا تھا اور ”ظاہر“ جو تمہاری خلافت کا بانی ہے اس کو بھی ملک کے ایک کونہ میں ڈال دیا۔ مامون گھبرا گیا اور عراق کی روانگی کا انتظام کیا۔ فضل کو اس کا پتہ لگا اور حین لوگوں نے امام کے قول کی تصدیق کی تھی ان کو سزائیں دیں بالآخر مامون نے فضل کو قتل کرا کے اس کے فتنے سے گلو خلاصی کرائی اور قاتلوں کو بھی مروا ڈالا۔

اس کے بعد حسن کو وزیر اعظم بنایا اور اسی کی لڑکی بوران سے عقد کر لیا۔ مگر حسن کو بھائی کے قتل کا ایسا صدمہ ہوا کہ پاگل ہو گیا۔ اس لئے اس کے بجائے احمد بن ابی خالد کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ مامون طوس تک پہنچا تھا کہ امام علی رضا کا آخری صفر ۲۳۳ھ کو یکایک انتقال ہو گیا۔

امام علی رضا کی وفات کا مامون الرشید کو بے حد صدمہ ہوا۔ تین دن ان کی قبر پر بجا و بنا رہا۔ امام کی وفات سے اہل بغداد کی کلی شکایات جاتی رہیں ابراہیم مدائن میں مقیم تھا۔ ابراہیم کا افسر فوج عیسیٰ بن محمد حسن سے گٹھ گیا اور ابراہیم کا بھائی منصور بن مہدی اور علی بن ہشام سب مامون کے طرف دار بن گئے۔ عباس جو عیسیٰ کا خلیفہ تھا اس نے بغداد میں ابراہیم کے خلاف ایسی پُر جوش تقریریں کیں کہ تمام بغداد مخالفت ہو گیا۔ ادھر ۲۰۳ھ میں حمید بن عبد الحمید نے ابراہیم سے جنگ کے قصد سے بغداد کا ارادہ کیا۔ قریب پہنچا تو اہل بغداد نے

۱۔ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم ص ۱۱۱ ۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۴۵ -

سردار حمید کو لکھا کہ آپ بغداد آئیے ہم حوالگی کے لئے تیار ہیں۔ حمید نہر صربہ پہنچ کر ٹھہر گیا۔ عباس اور تمام افسرانِ فوج اس کے استقبال کو گئے۔ یہ قرار پایا کہ جمعہ کے دن مقام ”باسریہ“ میں مامون کا خطبہ پڑھا جائے اور ابراہیم کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ تارِ سیخ معینہ پر حمید ”باسریہ“ میں داخل ہوا۔ عیسیٰ ابراہیم کی قید میں تھا، اس کو قید سے رہائی دے کر حکم دیا کہ حمید کے مقابلہ پر جائے۔ اس نے ایک سازشی حملہ کیا اور گرفتار ہو گیا۔ آخرش ابراہیم باقی ماندہ فوج سے حمید کے مقابل آیا اور ناکام رہا۔ آخری ذی قعدہ ۳۳ھ جو معرکہ ہوا اس میں ایسی شکست ہوئی کہ ابراہیم تبدیلِ لباس کر کے روپوش ہو گیا۔ ابراہیم کی خلافت صرف ایک برس اور گیارہ مہینے رہی۔

**عام حالات اور سوانح** | ابراہیم عباسی، سات برس کا تھا کہ اس کے باپ مہدی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ماں شکرہ کی تربیت اور خود اپنی فطری صلاحیت کی وجہ سے اسے علم و فن سے دلی تعلق تھا۔ ابن ندیم لکھتا ہے :-

”عباسی خلفاء کی اولاد میں ابراہیم پہلا شخص ہے جو علم و فن اور شعرو ادب میں غیر معمولی مہارت رکھتا تھا۔“  
خطیب بغدادی کے لفظ یہ ہیں :-

”کان واخر الفضل غیر بنی الادب“ بڑا فاضل اور ادب میں وسیع النظر تھا۔“  
اسحق موصلی کا قول ہے کہ عباس عبدالمطلب کی اولاد میں عبد اللہ بن عباس کے بعد ابراہیم عباسی جیسا فاضل جلیل پیدا نہیں ہوا۔<sup>۱</sup>  
شعرو شاعری کے علاوہ فنِ موسیقی میں بھی یدِ طولیٰ رکھتا تھا اور اس کے ساتھ فنِ طب میں بھی درک تھا۔ جبریل بن بختیشیوع سے اس کا ربط و ضبط تھا

۱۔ کتاب الاغانی جلد ۹ ص ۶۷۷ ۲۔ عیون الانبا جلد ۱ صفحہ ۱۳۱۔

جس سے اس فن میں مہارت پیدا ہو گئی۔ ابن خلکان نے حسب ذیل کتابیں اس کی یادگاہ سے تحریر کی ہیں۔

کتاب ادب ابراہیم، کتاب الطب، کتاب الغناء۔ اس کے عربی دیوان، کتاب الطبخ دیوان کو ابن ندیم نے دیکھا ہے جو چار ہزار کا مجموعہ تھا۔ یہ ہارون الرشید کے زمانے میں علمی مشاغل میں لگا رہا۔ مامون نے دمشق کی امداد اس کے سپرد کی۔ یہ ایک غلطی کی وجہ سے اسے معزول کر دیا گیا۔ پھر کچھ دن بغداد پر حکمران ہو گیا۔ اس کے کچھ حالات ہارون کے ذکر میں گزر چکے۔ ابراہیم بدہشت اور بدوضع تھا مگر سیرت نہایت نرم خو، فیاض اور کشادہ دست تھا۔ اغانی میں اس کے مفصل حالات ملتے ہیں۔

**مامون کا داخلہ بغداد** | مامون "طوس" سے روانہ ہو کر جرجان پہنچا۔ وہاں ایک ماہ مقیم رہا۔ جہاں مامون نے قیام میں رجاہ بن ابی الفتح کو جرجان اور ماوراء النہر کی سپہ سالاری عطا کی۔ پھر جرجان سے مروان وارد ہوا۔ یہاں مامون کے اعزہ و اقارب اور ہوا خواہان دولت عباسیہ و سپہ سالاران لشکر اور رؤساء و عمائدین سلطنت استقبال کے لئے آئے۔ "طاہر" بھی رقمہ سے آیا۔ مامون نے آٹھ روز قیام کر کے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ ۱۵ صفر ۲۱۳ھ میں بغداد پہنچا۔ "صافہ" میں قیام پذیر ہوا۔ تمام شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ "صافہ" سے نکل کر اپنے شاہی محل میں جو کمانہ دجلہ پر تھا اقامت پذیر ہوا۔ فتنہ و فساد کی آگ فرو ہو چکی تھی۔ ایک روز طاہر مامون کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ مامون نے کہا۔ طاہر جو تمنا ہو اس کو ظاہر کرو میں اس کو ضرور پورا کروں گا۔ طاہر نے عرض کیا۔

"امیر المؤمنین مجھ کو دربارہ خلافت میں سیاہ لباس پہن کر آنے کا حکم دیجئے۔"

۱۔ فہرست ابن ندیم ص ۱۶ ۲۔ ایضاً ۳۔ تاریخ ابن عساکر جلد ۲ صفحہ ۲۶۸ ۴۔ ایضاً

**جنرل طاہر بن حسین** | فضل بن سہل وزیر نے طاہر کو مامون سے انگ  
کمرہ کھا تھا۔ اس کے قتل کے بعد مامون الرشید  
کی توجیہ "طاہر" پر مبذول ہوئی تو تمام مشرقی ممالک محروسہ (خراسان سے لیکر  
سندھ تک) کا اس کو گورنر جنرل مقرر کر دیا۔ اس میں احمد بن ابی خالد کی کافرمانی  
کو زیادہ دخل تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۳۷ھ کا ہے۔

مامون نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس کے بعد سے اعیان سلطنت کا  
لباس سبز کے بجائے سیاہ ہو گیا۔ اہل بغداد اور کل اہل کین دولت مامون کے  
اطاعت گزار و فرمانبردار بن گئے۔

فضل بن ربيع دو پوش تھا۔ اس افواہ پر کہ وہ مر گیا اس کا مال و متاع ضبط  
کر لیا گیا۔ ایک دن وہ دفعتاً طالب امن کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ مامون کو خبر  
ہوئی اُس نے کہا جب وہ دوسری دنیا سے دوبارہ لوٹا ہے تو ہارون بھی اس کے  
ساتھ ہو گا اور باپ کی یاد گاہ کی حیثیت سے اس کو امان دی اور اُس کا مال و  
متاع بھی واپس کر دیا۔

طاہر نے خراسان جا کر معقول انتظام کیا مگر دو سال بعد باغی ہو گیا۔ مامون  
کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ مامون نے ابن ابی خالد سے تقرری کے وقت کہا  
تھا طاہر ضرور بغاوت کرے گا۔ مگر ابن خالد نے اس کا ذمہ لیا تھا۔ مامون نے  
ابن خالد سے کہا طاہر کو فوراً حاضر کرو۔ چنانچہ چند دن بعد اس کی موت کی خبر آ گئی۔  
جس سے احمد بن ابی خالد کی جان بچی۔

۱۔ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۷۔

۲۔ طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن ہامان زریق حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا جو طلحہ العلما  
نذاعی کے لقب سے مشہور تھے غلام تھا۔ مسلم بن زیاد بن ربیعہ نے اپنی ولایت کے زمانے میں  
اس کو سیستان کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ اس کا بیٹا مصعب بنی عباس کے نقیب سلیمان بن  
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۲۳۲ پر ملاحظہ ہو)



طاہر کے بعد اس کا بیٹا گورنر ہوا۔ یہ نیم خود مختار حکومت خراسان میں بن گئی جو دولت عباسیہ کے ماتحت پہلی حکومت طاہریہ تھی۔ یہ حکومت ۳۵۹ھ سے ۳۵۹ھ تک قائم رہی اور آخر یعقوب صفار کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

**بغاوت زط** | جاٹ (زط) خلیج فارس کے سواحل پر آباد تھی۔ امین اور مامون انہی باہمی جنگ کے زمانہ میں ان لوگوں نے بصرہ کے راستہ پر قبضہ کر لیا تھا اور راہ گروں کو لوٹتے تھے۔ مامون نے ۳۵۹ھ میں بغداد سے عیسیٰ بن یزید جلودی کو ایک فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کو بھیجا۔ زط تاب مقابلہ نہ لاسکے اور ادھر ادھر بھاگ گئے۔

**نصر بن سيار** | ابن الرشید کا حامی نصر بن سيار عقلی تھا اس نے بھی کسوم میں علم بغاوت بلند کیا۔ مامون دوسری مہموں میں مشغول تھا۔ اب فرصت ملی تو عبداللہ بن طاہر کو رقبہ سے مہترک کا والی بنا کر نصر کے مقابلہ پر مامور کیا۔ طاہر زندہ تھا۔ اس موقع پر اس نے اصول سیاست و جہان بینی کے متعلق ایک مفصل دستور العمل لکھ کر عبداللہ کو دیا جو جامعیت کے اعتبار سے عظیم المثال تھا۔ طبری اور ابن اثیر نے اس کو پورا نقل کیا ہے۔

مامون نے اس خط کی نقلیں تمام ممالک محروسہ کے عمال کے پاس بھیجوا دیں عبداللہ دستور العمل لے کر روانہ ہوا۔ ۳۵۹ھ میں نصر کو گھیر کر چند شرائط پر اسے

دبقہ حاشیہ ص ۲۴۱ سے آگے اکثر کاتب تھا۔ آخر میں ہرات کا امیر ہو گیا۔ پھر مرو کے قریب مقام یوشنج میں سکونت پذیر ہو گیا وہیں ۳۵۹ھ میں طاہر پیدا ہوا اس نے علم و ادب علماء عصر سے حاصل کیا۔ طاہر نومند اور بہادر تھا۔ مامون جب مرو میں قیام پذیر تھا تو اس کے دربار سے منسلک ہو گیا۔

۱۔ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۲۳ -

عہ اخبار واصلین از مولوی اکرام اللہ شہابی گویا موی ص ۱۰۳ -

سے امان لینے پر مجبور کر دیا اور پھر اس کو مامون کی خدمت میں بھیج دیا اور اس کا قلعہ مسمار کر دیا گیا۔

**بغاوتِ افریقہ** | مامون کو بغداد میں کچھ سکون ملا تھا کہ افریقہ میں بغاوت رونما ہو گئی۔ یہ دولتِ اغالبیہ کی کار فرمائی تھی۔ اس دولت کا بانی ابراہیم بن اغلب تھا۔ ہارون نے اپنی خلافت اور

مراقش کی اور سی سلطنت کے درمیان ایک سرحدی ریاست قائم کر کے ۸۴۰ء میں ابراہیم مذکور کو وہاں کا والی بنا کر بھیجا۔ اس زمانے میں تونس اور الجزائر میں سخت شورش تھی۔ ابراہیم نے اس کو فرو کیا اور صوبہ افریقہ کو چالیس ہزار دینار ٹھیکہ پر لے کر وہاں کا مستقل حکمران بن گیا۔ صرف خطبہ میں خلیفہ وقت کا نام آتا تھا۔ یہ دولت ۲۹۶ء تک ابراہیم کے خاندان میں رہی۔ عبدالماون میں یہاں عبداللہ بن ابراہیم حکمران تھا۔ اس کے بعد ۲۲۳ء تک اس کا بھائی زیادت اللہ رہا جس نے دویوں سے جزیرہ صقلیہ حاصل کیا۔ خلفاء بنی عباس کے ہاتھ سے اندلس نکلا۔ پھر مراقش، یمن کی ولایت اور ولایتِ افریقہ بھی نکل گئی۔

**عبدالرحمن بن احمد علوی** | مامون الرشید نے علویین کے ساتھ ہر موقع پر جاوے جا مراعات ملحوظ رکھیں مگر ان میں

حصولِ خلافت کا جذبہ تھا۔ ناکامیوں کے بعد بھی یہ حضرات سرکف نکل کھڑے ہوتے تھے۔ ۲۸۷ء میں عبدالرحمن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی نے یمن میں اہل بیت کی دعوت شروع کی۔ یمنی عباسی عمال کی سخت گیری سے نالاں

۱۔ نصر حلب کے شمال میں کیسوم کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ امین الرشید کا جانثار دوست تھا۔ امین کے قتل کے بعد ۱۹۹ء میں جزیرہ کے تمام اضلاع پر قابض ہو گیا۔ مگر عبداللہ نے اس کی قوت توڑ دی اور زیر کر لیا۔

تھے۔ اس وجہ سے بہت سے مہینی عبدالرحمن کے ساتھ ہو گئے۔

مامون الرشید کو خبر ہوئی تو دینار بن عبداللہ کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور امان نامہ لکھ کر دے دیا کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ کی جائے۔ چنانچہ امان نامہ کا اچھا اثر پڑا اور وہ مامون کے پاس چلے آئے مگر مامون علویوں سے بد دل ہو گیا اور ان کا داخلہ دربار میں بند کر دیا۔

**ابن عائشہ اور ابراہیم بن مہدی پر فتح یابی** | مامون بغداد میں رونق افروز ہوا تو ابراہیم بن مہدی اطراف

بغداد میں بوپوش ہو گیا۔ مگر اس کے حامی شد و مد سے ان کی بیعت پر اڑے رہے۔ ان میں ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم، امام معروف بن ابن عائشہ ابراہیم بن اغلب افریقی، مالک بن شاین بھی تھے۔ ان کی منشا تھی کہ ابراہیم برسر اقتدار آجائے۔ اس سازش کا مامون کو علم ہو گیا۔ اس نے ۲۱ھ میں معاونین عائشہ کو گرفتار کر لیا۔ ان کے مددگار بھی حکومت کے ہاتھ لگ گئے۔ عائشہ کے سوا مامون الرشید نے سب کو قتل کر دیا۔ عائشہ ہاشمی تھا اس کو سولی دے دی گئی۔

اسی سنہ میں ابراہیم بن مہدی بھی عورت کے لباس میں گرفتار کر لئے گئے اور مامون الرشید کے سامنے پیش کئے گئے۔ ابراہیم نے تمام قصودوں کا اعتراف کیا اور برادر زادہ سے معافی چاہی۔ مامون الرشید نے اپنے چچا کو معاف کر دیا۔

**بغاوت مصر و اسکندریہ** | مصر کا والی سری بن محمد بن حکم تھا۔ ۲۰۵ھ میں اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عبید اللہ جانشین ہوا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خلافت ماب کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔

۱۳۹ھ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۹ ۱۲۰ھ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۱۲ -

انہی دنوں اندلس سے ایک گروہ اسکندریہ میں اُترا جس کو حکم بن ہشام نے اطرافِ قرطبہ سے ممالکِ مشرقیہ کی جانب جلاوطن کر دیا تھا۔ یہ لوگ اسکندریہ پر حملہ آور ہوئے اور قابض ہو گئے۔ ابو حفص عمر بلوطی ان کا امیر بنا۔ عبداللہ بن طاہر نصر بن شیشا کی سرکوبی کے بعد مہر آیا اور عبداللہ بن سری سے مقابلہ ہوا۔ اس کو شکست ہوئی اور ابن طاہر سے طالب امان ہوا۔ یہاں سے عبداللہ بن طاہر ۲۱۰ھ میں اسکندریہ پر حملہ آور ہوا۔ ابو حفص کے ساتھی اسکندریہ چھوڑ کر جزیرہ افریطش چلے گئے اور اس طرح یہ کل علاقہ رام ہو گیا۔

**موصول** ۲۱۱ھ کا بڑا واقعہ سید بن انس کا قتل اور ذریق جو ارمینا اور آذربائیجان کا گورنر تھا اس کی بغاوت تھی۔ چنانچہ ۲۱۰ھ جو موصول کا نائب حاکم تھا، ذریق نے اپنے ایک سردار کی سرکردگی میں چالیس ہزار فوج اس کے مقابلہ میں روانہ کی۔ ہر دو ادب شجاعت دیتے ہوئے کام آئے۔ مامون نے محمد بن حمید طوسی کو موصول کی حکومت عطا کی۔ طوسی نے ذریق کو آدبوچا۔ وہ طالب امان ہوا۔ طوسی نے ذریق کی اولاد سے شریفانہ سلوک کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف رام ہو گئے اور اس علاقہ میں امن و امان قائم ہو گیا۔

**بابک خرمی** ایران کی سرزمین بوالعجبیوں کا گہوارہ ہر زمانے میں رہی ہے ایرانیوں کی خوش عقیدگی سے چالاک اور فتنہ گر ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہے۔ نوشیروان کے باپ قباد کے عہد میں مزدک نے اباحی مذہب جاری کیا۔ زرد، زمن، زن سب کے لئے وقف عام تھی۔ ہزار ہا ایرانی مزدک کے ہمنوا ہو گئے۔ نوشیروان نے حملہ مزدکیوں کو زندہ دفن کر دیا۔ مگر اس کی تعلیم باقی رہی۔ ایک عرصہ کے بعد ایک مجوسی جاویدان پسر شرک نے کچھ ترمیم کے ساتھ مزدکی خیالات پر نیا مذہب قائم کیا۔ یہ زمانہ ہارون کا تھا۔ فارس کے شمال

۱۱۱۱ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی ص ۱۱۱ ۱۱۱ سیاست نامہ نظام الملک طوسی۔

میں آذربائیجان اور ایران کے درمیان قصبہ ”بد“ کا جاویدان نہیں تھا۔ اطراف کے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔

بابک خرمی ”استاق خمیز“ کے متصل ایک گاؤں بلال آباد کا رہنے والا تھا وہ جاویدان کی شہرت سن کر اس کے پاس گیا اور اس کا شاگرد ہو گیا۔ جاویدان اس کا بہت لحاظ رکھتا تھا۔ جب وہ مرا تو اس کی بیوی نے یہ شہرت دے دی کہ مرتے وقت جاویدان کہہ گیا ہے کہ ”میری روح اس جسم کو چھوڑ کر بابک کے جسم میں داخل ہو جائے گی“ لہذا میرے بعد اس کی اطاعت کی جائے۔

جماعت نے بابک کو اپنا پیشوا تسلیم کر لیا اور جاویدان کی بیوی اس کے جہاد عقد میں آگئی۔ بابک نے اولاً لوٹ مار شروع کی۔ مسافروں کے لئے راستے بند ہو گئے۔ مامون نے سنا تو سلسلہ میں یحییٰ بن معاذ کو بابک کی سرکوبی کی مہم پر متعین کیا لیکن یحییٰ تاب مقابلہ نہ لاسکا اور ناتمام لوٹا۔

پھر سلسلہ میں عیسیٰ بن محمد بن خالد کو ذریعہ اور آذربائیجان کا والی بنا کر بھیجا۔ بابک سے عیسیٰ نے بھی شکست کھاٹی۔ سلسلہ میں احمد بن خبید اسکانی فوج لے کر گیا گرفتار ہوا۔ مامون نے محمد بن حمید طوسی کو فوج گراں کے ساتھ بھیجا۔ بابک چونکہ کوہستانی علاقہ میں تھا طوسی گھر گیا اور مارا گیا۔ پھر کہیں معتم کے عہد میں افشین کے ہاتھوں بابی تحریک کا خاتمہ ہوا۔

## فتوحاتِ ملکی

مامون الرشید کا پورا عہد دیکھا جائے تو اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کے فرد کمرے میں گزرا۔ مگر اس کے ساتھ ہی باپ دادا سے بڑھ کر فتوحات بھی اس کو حاصل ہوئیں۔ سلسلہ میں مامون الرشید کی اکثر فوجیں بغداد کا محاصرہ

کئے ہوئے تھیں تاہم ممالک مشرقیہ میں اس کا اثر کامیابی کے ساتھ پھیل رہا تھا۔ کابل کے فتح کرنے کو فوجیں روانہ کیں۔ والی کابل مقابل کی ہمت نہ پا کر اسلام لے آیا۔ اور تاج و تخت نذر بھیجا۔ یہ بھی تمتی ہوا کہ کابل و قندھار دار الخلافہ خراسان کے اضلاع میں شامل کر لئے جائیں۔ سندھ پر موسیٰ بن یحییٰ برمکی گورنر مقرر کیا گیا۔ اس نے قریب کے اضلاع فتح کر لئے۔

فضل بن ہامان نے سندان پر قبضہ کیا۔ فضل کے بیٹے محمد نے ستر جہاز تیار کئے اور مید ہند پر چڑھائی کی اور قاسمی فتح کیا۔ اسی زمانہ میں حکم مامون الرشید ذوالرائسین کشمیر و تبت کی طرف بڑھا ”بوخان دراور“ پر قبضہ جمایا۔ بلاد ترک بھی اس کے زیر تصرف آ گئے۔ غاراب شاعر اطراف جمغویہ خراجی، فرغانہ پر اسلامی پھر یرے لہرانے لگے۔ اشروسنہ کا حاکم کاؤس اسلام لے آیا۔ احمد ابن ابی خالد نے اشروسنہ کو قبضہ میں کیا اور کاؤس کو ملک عطا کیا۔ شاہ تبت بھی داخل اسلام ہو گیا۔

۲۱۴ھ میں عبداللہ بن خردازہ نے گورنر طبرستان نے دلیم پر چڑھائی کی۔ بعض قلعے فتح کر لئے۔ ابوحنیفہ اندلسی نے جزیرہ کریٹ فتح کیا۔ ۲۱۲ھ جزیرہ صقلیہ کے کچھ حصہ پر بھی اسلامی پھر یرہ لہرانے لگا۔

۲۱۵ھ میں خود مامون ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوا۔  
**دوم پر حملے** بادشاہ دوم نے چند معمولی شرائط کے ساتھ صلح چاہی لیکن مامون نے یہ شرطیں قبول نہیں کیں۔ قلعہ قرۃ کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر لیا۔ قلعہ ماجدة کے لوگ خود اطاعت گزار ہو گئے۔ استناس (غلام مامون) نے قلعہ سندس فتح کیا۔ عجیف و جعفر نے قلعہ ساد پر قبضہ کیا۔ ان کامیابیوں کے بعد مامون ۲۱۶ھ میں دمشق لوٹا۔ میدان خالی پا کر بادشاہ دوم نے طرطوس و مصیصہ پر یلغار بول دی۔ نہایت بے رحمی سے دو ہزار مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ مامون کو خبر ملی تو غصہ سے بے تاب ہو گیا اور دوم پر حملہ بول دیا۔

خود ہر قلعہ، کا محاصرہ کیا۔ شہزادہ عباس اور بھائی معتمد کو روم کے علاقہ کو تاراج کرنے کی اجازت دی۔ شہزادہ معتمد نے تین قلعے فتح کئے، عباس ابن مامون الرشید قلعہ انطیغ کو قبضہ میں لے آیا اور شاہ روم پر جا پڑا اور اس کو شکست دے کر کامرانی سے واپس ہوا۔ حدود روم کے قریب طوانہ قصبہ کو اسلامی شہر کی صورت میں عباس کی نگرانی میں تعمیر کا حکم دیا اور مسلمانوں سے اس کو آباد کیا۔ اس کی چاد کو کس کی شہر پناہ تھی جس کے چادوں سمیت دروازے تھے یہ

## وفات

مامون بعد فتوحات امض روم سے دار الخلافہ واپس ہو رہا تھا۔ دریا ئے بندون پر قیام کیا۔ تفریحاً دریا کی سیر کو گیا۔ پانی میں پیر لٹکا دیئے۔ اس حالت میں سرکاری ہرکارہ پہنچا اور عراق کی تازہ کھجوریں پیش کیں۔ مامون الرشید نے معصا جوں کے وہ کھجوریں کھائیں اور ان پر پانی پیا۔ یہاں سے اٹھتے اٹھتے سب مصاحب بخارہ میں مبتلا ہو گئے۔ شاہی طبیب بخشوع اور ابن ماسویہ ہمراہ تھے، مامون کا علاج کرنے لگے مگر معمولی بخارہ نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ اس کا لڑکا عباس اور بھائی معتمد ساتھ تھے۔ مامون الرشید نے زندگی سے مایوسی کے بعد فقہاء اور قضاة کے دو مبرو معتمد کو ولی عہد نامزد کر کے ضروری وصیتیں کیں۔ وصیت کے بعض اجزاء یہ ہیں:-

”میری حالت سے سبق لو، خلق قرآن کے مسئلہ میں میرا طریقہ اختیار کرو۔ جب تم پر خلافت کی ذمہ داری آئے تو اس سے اس طرح عمدہ برآ ہو جس طرح خدا کا ایک طالب اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی ڈھیل سے دھوکہ میں نہ آنا۔ رعایا کے معاملات سے کبھی غافل نہ رہنا۔ اپنی خواہشات اور مفاد کے مقابلہ میں ہمیشہ رعایا کے مفاد اور اصلاح و فلاح کو مقدم رکھنا۔



ذہر دستوں سے زیر دستوں کو حق دلانا۔“

اس کے بعد اس کی حالت بگڑ گئی۔ دم آخر نذر مائے کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ ابن ماسویہ طبیب نے دوا کا کہ اس وقت ان میں ”مافی“ اور خدا میں امتیاز کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ سن کر مامون نے آنکھیں کھول دیں اور ابن ماسویہ کو پکڑنے کا قصد کیا مگر طاقت جواب دے سکی تھی۔ کچھ بولنا چاہا لیکن زبان نے یادی نہ دی۔ بمشکل اتنا کہا ”یا ہن لا یحوت احد من یحوت“۔ اے وہ جسے کبھی موت نہ آئے گی اس پر رحم فرما جو مرد ہا ہے۔“

یہ کہہ کر جمادی الثانی ۱۹۸ھ میں جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ لاش طرطوس لے جا کر دفن کی گئی۔ وفات کے وقت مامون کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ بیس سال پانچ ماہ خلافت کے فرائض انجام دینے لے

## نظم مملکت

وُسْعَتِ سُلْطَنَتِ | مامون الرشید جن ممالک کا فرمانروا تھا وہ نہایت وسیع سلطنت تھی جو حدود ہند اور تاناز سے بھڑاوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسلامی دنیا کا کوئی خطہ ہسپانیہ کے سوا اس کی حکومت سے علیحدہ نہ تھا۔ ہندوستان کے سرحدی شہروں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ شہنشاہ روم گو خود سر فرمانروا تھا تاہم اکثر اوقات سالانہ خراج دینے پر مجبور ہوتا تھا۔

خرِاج | عہد ہارون میں پورے ملک کا خراج آج کل کے حساب سے اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپے سالانہ تھا۔ مامون کی خلافت نے

۱۔ ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۴۶، ۱۴۷ و ابن خلدون جلد ۱ مقدمہ کتاب ۲ ص ۱۲۶، تاریخ الخلفاء ص ۲۰۸ و فوات الوفاات جلد اول ص ۲۳۹ ۲۔ المامون ص ۹۱۔

اس پر بہت کچھ اضافہ کر دیا۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں مامون کے سرکاری کاغذات سے خراج کا جو نقشہ تیار کیا تھا ہم اس جگہ اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

سواد، کسکر، اضلاع دجلہ، حلوان، اہواز، فادس، کرمان، مکران،  
**ممالک** سندھ، سیستان، خراسان، جرجان، قوش، رے، طبرستان،  
 دردمان و نہادند، ہمدان، بقرہ و کوفہ درمیانی اضلاع امیدان، شہر زور و صل،  
 آذربائیجان، جزیرہ مع اضلاع فرات، ارمینہ، قنسرین، دمشق، اردن، فلسطین  
 مصر، برقہ، افریقہ، یمن، حجاز۔

ان سب ممالک سے خراج ۳۹۰،۸۵۵،۰۰۰ درہم خزانہ مامون میں داخل ہوتا تھا۔ مامون نے خراج و زکوٰۃ و جزیرہ کا جس کو آج کل لگان اور ٹیکس کہہ سکتے ہیں کوئی جداگانہ قانون نہیں بنایا تھا۔

مامون کے عہد میں ٹیکس وصول کرنے میں بے جا سختی نہ تھی۔ اکثر مقامات پر اس نے ٹیکس معاف بھی کر دیئے۔ زکوٰۃ، جزیرہ، عشر وصول کرنے والوں کی بھی کڑی تنگدانی کی جاتی تھی۔ منصور اور ہادون کے عہد سے بڑھ کر مالیات کا نظام عہد مامون میں تھا۔

صیغہ مالیات وزارت عظمیٰ کے سپرد تھا۔ مامون الرشید نے کڑی شرط لگا دی تھی۔ وزارت عظمیٰ کے منصب کے لئے ضروری تھا کہ وزیر نیک اطوار ہو۔ پاکیزہ عادت رکھتا ہو۔ انتہائی مہذب ہو، نہایت تجربہ کا رہے ہو۔ امر اور چھپانے کا ظفر رکھتا ہو۔

## فوجی نظام

فوجی نظامی | یہ فوج وہ کہلاتی تھی جن کا نام وُلیہ دفتر العسکر میں قلمبند تھا اس

۱۔ المامون ص ۱۸ ۲۔ مقدمہ ابن خلدون فصل دوم صفحہ ۱۸۔

کی تعداد تقریباً دو لاکھ سوار و پیادہ تھی۔ سوار کی تنخواہ پچیس روپے اور پیادے کی دس روپیہ تھی۔ امیر العسکر (کمانڈر) کی تنخواہ زیادہ نہ تھی مگر حکومت فتوحات کے موقع پر انعامات دیا کرتی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن طاہر مردار فوج کو پانچ لاکھ درہم انعام ملے تھے۔

وزیر اعظم والراستین کی تنخواہ تیس لاکھ درہم ماہوار تھی مگر کبھی یہ بھی امیر العسکر کا عمدہ اختیار کرتا۔

قاضی یحییٰ ابن اکثم جو قاضی القضاۃ تھے متعدد بار فوج کے افسر اعلیٰ بنائے گئے۔

**فوج متطوعہ** | ایسا کار (والنٹیئر) یہ اس قسم کی فوج تھی جو وقت پر جس قدر ضرورت ہوتی فراہم کر لی جاتی خصوصاً جہاد کی پُر زور صدا گوئی کے وقت تو سارا ملک اُٹھ اُٹھتا تھا۔ فوج کو سواری اور ہتھیار سرکار سے ملتے تھے اور خزانہ شاہی میں ہر قسم کا اسلحہ جنگ نہایت افراط سے ہر وقت موجود رہتے تھے۔

**محکمہ خبر رسانی** | خبر رسانی اور پرچہ نگاری کا محکمہ ہارون کے زمانے سے زیادہ وسیع کیا گیا اور ہر صیغہ کے علیحدہ علیحدہ خفیہ نویس اور پرچہ نگار مقرر کئے گئے۔ مامون اس کے ذریعہ ملک کے معمولی سے معمولی واقعہ سے باخبر رہتا تھا۔ مامون کی وسعتِ اطلاع کے بہت سے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں۔

**دربار** | بنی عباس پر تقریباً سو برس سے شہنشاہی کا چھترسایہ انگن تھا۔ اُن کا دربار بھی پُر وقار و پُر عظمت ہوتا تھا۔ مہدی سے پہلے تو درباریوں کو خلیفہ کا دیدار بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ سریرِ خلافت کے آگے تقریباً تیس ہاتھ

۱۰ المامون صفحہ ۵۹ ۱۱ ابن خلکان -

کے فاصلہ پر ایک مختلف پردہ پڑا ہوتا تھا اور درباری اُس سے ذرا فاصلہ پر دست بستہ کھڑے ہوتے تھے۔ خلیفہ وقت پردے کی اڑ میں بیٹھ کر تمام احکام صادر کرتا تھا۔

ہمدی نے اس طریقہ کو ختم کیا مگر پھر بھی بہت سے تکلفات کے حجاب باقی تھے۔ لیکن مامون نے اس میں بھی کمی کر دی۔  
علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”مامون کا دربار ہو رہا تھا اس کو ایک بار چھینک آئی۔ درباریوں میں سے کسی نے سنت نبویؐ کے طریقہ پر ہنک اٹھ نہیں کہا۔ مامون نے حاضرین سے سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آداب شاہی مانع تھا۔ مامون نے کہا میں اُن بادشاہوں میں سے نہیں ہوں جو دعا سے عار رکھتے ہیں۔“

## وزارتِ عظمیٰ

**فضل بن سہل** | مامون الرشید کا پہلا وزیرِ اعظم فضل بن سہل تھا۔ ذی علم اور ذی لیاقت، تلوار اور قلم دونوں اس کے تابع فرمان تھے۔ فضل علم نجوم کا بڑا ماہر تھا اور امورِ مملکت میں اس سے بڑی مدد لیا کرتا تھا۔ بڑا فصیح و بلیغ، مَدبر، سیاست دان اور آدابِ سلاطین سے واقف، محکم، فیاضی اور سیاسی چالوں میں کوئی ہمسرنہ رکھتا تھا۔ مامون کی خلافت اس کی حسن تدبیر کا نتیجہ ہے مگر اس نے خود سری پر کمر باندھی اور مامون الرشید کو شاہِ شطرنج بنا دیا۔ لیکن مامون نے کچھ عرصہ توجہ نہ کی۔ اس کا احترام کیا اور اس کو دوا لریاستیں کا خطاب دیا۔ بالآخر مامون کی خلافت خطرے

میں پڑ گئی تو ۲۱ھ میں قتل کرادیا۔

فضل سلاطینِ فارس کی نسل سے تھا۔ سہل اسلام لایا۔ جعفر بربر کی نے فضل کو مامون کی خدمت پر مامور کیا یہ فضل جعفر کے بعد بنی عباس کا دوسرا و نہیر تھا جس کی شان و شوکت کی مثال کم ملتی ہے۔ قتل کے وقت بقول طبری عمر چھیا سٹھ سال کی تھی۔ فضل میں خود پرستی کا عیب تھا۔ بڑے بڑے مشہور شعراء صریح الغوانی، ابراہیم موصلی، ابو محمد جوین انشاء کا ترقی دینے والا تھا۔ فضل کے دربار سے منسلک تھے یہ

**حسن بن سہل** فضل کا بھائی حسن بہت سے اوصاف اور خصوصیات کا مالک تھا بلکہ قیاضی میں فضل سے بھی آگے تھا۔ فضل کے قتل کے بعد مامون الرشید نے دلہی کے لئے اُس کو وزیر کر دیا اور اس کی لڑکی بوران سے شادی کر لی۔ حسن وزارت سے پہلے طاہر کے مفتوحہ مالک کا والی تھا۔ گو اس کو وزارت ملی مگر بھائی کا مقدمہ کھا گیا۔ اس کے حواس جلتے رہے اسی حالت میں بمقامِ شمس ۲۳ھ میں فوت ہو گیا۔

**احمد بن ابی خالد** احمد بن ابی خالد الاحول جو حسن کے جنون کے زمانہ میں وزارت پر سرفراز کیا گیا تھا۔ نہایت عاقل و فرزندانہ ہوئے۔ جہانبانی کا ماہر، فصیح و بلیغ اور بہترین انشاء پرداز تھا جس کا ایک عرصہ تک کاتب رہا تھا۔ ۲۱۶ھ میں فوت ہوا۔ ۳

**احمد بن یوسف** ابی خالد کے بعد احمد بن یوسف بن شثم کو قلمدانِ وزارت سپرد ہوا۔ یہ فضل و کمال میں یگانہ اور ادب و شعر میں ممتاز تھا۔ جہان بانی اور آدابِ سلطانی میں پوری بصیرت رکھتا تھا مگر مامون سے گستاخی سے پیش آیا۔ اس نے اس کو نرادی۔ یہ اس صدمہ میں سر گیا یہ

۱۔ ابن خلکان جلد ۳ ص ۴۱۲ ۲۔ الغزوی ص ۲۰۲ ۳۔ ایضاً صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶ ۴۔ ایضاً صفحہ ۲۰۸۔

**ثابت بن یحییٰ** | ریاض دان تھا مگر سخت تند مزاج، کچھ عرصہ تک وزیر رہا۔

ابو عبد اللہ محمد بن یزید داد ابن سوید | یہ مامون کا آخری وزیر تھا۔ خراسان کا رہنے والا تھا۔ اس کے اباؤ و اجداد مجوسی تھے۔ سوید اسلام لایا، ثابت کے بعد مامون الرشید نے اس کو وزیر بنادیا اور جملہ امور مملکت اس کے سپرد کر دیئے۔ مامون کا انتقال اسی کی وزارت کے زمانے میں ہوا۔ ابن سوید بے عدلی کا تب تھا۔

**کاتب** | مامون الرشید نے کاتب کا مرتبہ ہم درتبہ وزیر کر دیا تھا۔ اس عہدے پر عمرو بن سعدہ المتوفی ۲۱۵ھ تھا۔ کاتب تمام فرامین، احکام، توقیعات، سلطنت ہائے غیر کے معاہدے اپنی طرز خاص میں لکھتا تھا۔ درخواستیں بادشاہ کے حضور گزارتا۔ بادشاہ کی ہدایت پر مختصر بلغ عبارت میں مناسب احکام لکھتا تھا۔ مامون الرشید کا دوسرا کاتب احمد بن یوسف تھا جو فن بلاغت میں مسلم الثبوت استاد تھا۔

**قاضی** | فصل مقدمات کے علاوہ یتیموں اور مجنونوں وغیرہ کی جائداد کا انتظام مفلسوں کی خبر گیری، وصیتوں کی تعمیل، بیواؤں کی تزویج اس قسم کے کام قاضی کے سپرد تھے۔

**قاضی القضاة** | ممالک محروسہ میں قضا کا جو بہت بڑا محکمہ تھا اس کا صدر مقام بغداد تھا۔ افسر صدر قاضی القضاة کے لقب سے مخاطب کیا جاتا۔ اس بلند منصب پر قاضی یحییٰ بن اکثم اور ان کے بعد قاضی احمد بن ابی داؤد معتزلی فائز کئے گئے۔ قاضی یحییٰ بن اکثم حکومت کی عظمت کے ساتھ پیشوائے مذہب بھی تھے۔ ان کی جلالت شان کے لئے یہ کافی ہے کہ امام بخاری و امام ترمذی جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں۔

۱۔ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۱۴۔

علامہ شبلی کہتے ہیں :-

”قاضی یحییٰ کے ذاتی کمال اور پولیٹیکل لیاقت نے ان کو وزیر اعظم کے رتبہ تک پہنچا دیا تھا۔ دفتر وزارت کے تمام کاغذات پہلے ان کی وزارت سے گزرتے تب سند قبول پاتے“ ۱۵

قاضی احمد بن ابی داؤد، اس کا نام الفرج اور عمی الایادی المعترلی۔ اس کا باپ تاجر تھا اس بنا پر شام و کوفہ بغرض تجارت جاتا، احمد کو بھی جانا پڑا عراق میں ہبیاج بن العلاء السلمی جو واصل ابن عطا کا شاگرد تھا اس کی صحبت میں رہا فاخذ عنه الاعتزال ان سے اعتزال کی تعلیم پائی۔ خلق قرآن کا عقیدہ بشر المرسی سے لیا۔ بشر نے ہم بن صفوان اور اس نے جعد بن درہم سے ایک عرصہ تک قاضی یحییٰ بن اکثم کی خدمت میں رہا۔ اسی کی وجہ سے دربار مامونی تک رسائی ہوئی۔ فتنہ خلق قرآن اسی کا پیدا کیا ہوا تھا۔ مامون کو اس نے ہی گمراہ کیا تھا، مگر فاضل تھا، سخاوت میں بعد البراکہ کے دوسرا اس کا مثل نہ تھا۔

۱۶  
وكان موصوفاً بالجوود والسخاء وحسن الخلق وفور الادب۔  
اس نے محدثین پر بڑے بڑے ظلم تڑوائے معتقم نے قاضی القضاة کو دیا تھا۔ واثق کے عہد تک رہا اس کے اعمال کی سزا اسے دنیا میں مل گئی۔ فالج میں مبتلا کر ۲۳۱ھ میں انتقال کیا۔ ۱۷

معدل کا محکمہ دفتر قضا سے تعلق رکھتا تھا اس کے پاس ایک رجسٹر ہوتا تھا جس میں ثقہ اور ساقط العدالت لوگوں کے نام درج ہوتے

۱۵ الامون ص ۱۴۱ ۱۶ البدایہ والنہایہ الجزء الثامن ص ۳۱۹ وابن خلکان ص ۳۱ ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۶

۱۷ الامون ص ۱۵۰ وابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۔



تھے۔ مقدمات کی پیشی کے وقت گواہوں کے اعتبار و عدم اعتبار کا مدار بہت کچھ اس کے رجسٹر پر ہوتا تھا۔ دستاویزوں کی رجسٹری اسی محکمہ میں ہوتی تھی۔ یہ بڑی ذمہ داری کا عہدہ تھا۔ اس لئے نہایت مشہور دست باز اور ثقہ لوگ اس منصب کے لئے انتخاب کئے جاتے تھے۔

**محکمہ احتساب** | یہ محکمہ بڑے پیمانہ پر تھا، محتسب بازاہوں یا مجمع عام میں کوئی امر خلاف شرع دیکھتا تو بہ جبر روک دیتا۔ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ کوئی نہ لاد سکے کشتی میں زیادہ آدمی نہ سوار ہو سکیں۔ راستہ یا سڑک پر جو مکانات گرنے کے قریب ہوں۔ ان کے مالکوں سے کہہ کر گروادینا۔ جو معتین لڑکوں پر زیادہ سختی کرتے ہوں ان کو سزا دینا۔ کوئی ہاٹ اور پیمانہ وزن سے کم نہ رکھ سکے۔ محتسب کے ساتھ سرکاری پیادے ہوتے تھے اور وہ گلی کوچوں میں گشت کرتا رہتا۔

**رعایا کی خبر گیری** | فضل بن سہل سے چھٹکارا حاصل کر کے مامون خود رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف لگ گیا تھا۔ خراسان سے بغداد آیا۔ راستہ میں جن شہروں اور قریوں سے گزرا وہاں کے حالات معلوم کئے اور وہاں کے باشندوں کی بہتری اور فلاح کی تدبیریں کیں۔ بغداد آنے کے بعد دمشق اور مرو وغیرہ کا بھی دورہ کیا۔ دمشق کے دورے میں غیر اقوام سے خلفائے سلف نے معاہدے کئے تھے ان کی جانچ پڑتال کی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معاہدہ اس کے سامنے لایا گیا۔ اس کو آنکھوں سے لگایا اور اس کو برقرار رکھا۔

بعض علاقوں کے محاصل پر نظر ثانی کر کے ان کو گھٹایا۔ چنانچہ ”رے“ کے خراج میں تخفیف کی۔

مامون الرشید اپنے ایک ایک عزیز اور متعلقین کے اندرونی اور خانگی نیز عام رعایا کے معمولی سے معمولی حالات سے باخبر رہتا تھا۔ یہ غیر ممکن تھا کہ ان کے معاملات میں اس کو کوئی کسی قسم کا فریب دے سکے۔

مامون الرشید عدل گستری میں نوشیرواں سے بھی گویا سبقت لے گیا تھا۔ ظلم و جور کے اسداد میں بڑا اہتمام کرتا تھا۔

ایک دفعہ ابن فضل طوسی کو لکھا کہ تمہارا بے تیر اور درشت خو ہونا تو میں نے گوارا کر لیا لیکن رعایا پر ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔

عمرو بن سعدہ کو لکھا۔ اپنی دولت کو عدل سے آباد کرو کہ ظلم اس کو دھادینے والا ہے۔

ایک مرتبہ ایک غریب بڑھیا نے مامون کے حضور میں اس کے لڑکے عباس پر استغاثہ دائر کیا کہ شہزادہ عباس نے اس کی جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ عباس عدالت میں موجود تھا۔ مامون نے اس کو اپنے پاس سے اٹھوا کر بڑھیا کے پاس کھڑا کر دیا۔ دونوں کے بیان کے لئے شہزادہ فرط ادب میں آہستہ آہستہ بولتا تھا اور بڑھیا بلند آواز سے بیان دے رہی تھی۔ وزیر دولت احمد بن ابی خالد نے بڑھیا کو روکا کہ امیر المؤمنین کے سامنے بلند آواز سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ مامون نے منع کیا اور کہا جس طرح کہتی ہے کہنے دو، حق نے اس کی آواز بلند کر دی ہے اور عباس کو گونگا کر دیا ہے۔ دونوں کے بیانات سننے کے بعد مامون نے بڑھیا کے حق میں فیصلہ دیا۔ موکل کو لکھ کر بڑھیا کی جائداد واپس کرادی اور بڑھیا کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔ یہ تھا مامون الرشید کا عدل و انصاف۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے مامون پر بیس ہزار کا دعویٰ کر دیا۔ مامون کے نام قاضی

کا حکم آیا کہ حاضر عدالت ہو۔ مامون عدالت قاضی میں پہنچا تو خدام نے خلیفہ کی عظمت کا خیال کر کے قالین بچھایا۔ قاضی القضاۃ نے ان کو روک دیا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں برابر ہیں کسی کے ساتھ امتیاز نہ برتا نہیں جاسکتا۔ مامون نے خوش دلی سے عدالت میں بیان دیا بلکہ بعد میں قاضی کے حق پرستی کے صلہ میں اس کی تنخواہ بڑھادی گئی۔

مامون عمال کے ظلم و زیادتی کی پوری نگرانی رکھتا تھا اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو سزا میں دیتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک سپاہی نے ایک شخص کو بیگار میں پکڑا اس کی زبان پر بے ساختہ حضرت عمرؓ کا نام آگیا۔ مامون کو اس واقعہ کی خبر لگ گئی۔ اس نے فوراً اس شخص کو طلب کر کے پوچھا تم کو عمر کا عدل یاد آیا؟ اس نے کہا ہاں! مامون نے کہا خدا کی قسم اگر میری رعایا عمر کی رعایا جیسی ہوتی تو میں ان سے زیادہ عدل کر کے دکھاتا اور اس آدمی کو انعام دے کر رخصت کیا اور سپاہی کو نوکری سے برخاست کر دیا۔

مامون الرشید کہا کرتا تھا کہ بغاوت ہمیشہ عمال کی زیادتیوں سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کے دربار میں اہل کوفہ کا وفد آیا اور انہوں نے اپنے عامل کی سختیوں کی شکایت کی۔ مامون نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو ہمارا عامل نہایت عادل ہے۔ وہ لوگ بولے بے شک ہم جھوٹے ہیں اور امیر المومنین آپ سچے ہیں۔ لیکن اس کے عدل کے لئے ہمارا شہر ہی کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟ اس کو کسی اور شہر میں بھیج دیجئے تاکہ وہ بھی اس کے عدل و انصاف سے ویسا ہی فائدہ اٹھائے جیسا ہمارا شہر اٹھا چکا ہے۔ مامون نے لا جواب ہو کر ان سے کہا تم لوگ جاؤ۔ میں نے اس عامل کو معزول کر دیا یہ

۱۔ المستطرف بعد اول مثلاً ۲۔ عقد الفرید ۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۲۔

ہشام ایک جگہ کا عامل تھا اس کو لکھا جب تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تمہارا شاکی موجود ہو گا میرے دربار میں تمہاری رسائی نہ ہو گی۔

## سیرت و اخلاق

مامون الرشید تدبیر و سیاست، عقل و دانش، فہم و فراست، عدل و انصاف، شجاعت و شہامت، فیاضی، دریا دلی، حلم، عفو، سادگی، تواضع اور مدارات غرضیکہ جملہ اوصاف سے متصف تھا۔

مامون کا اخلاق نہایت وسیع تھا۔ سادگی جزو طبیعت تھی۔ اگر مخمل منظرہ میں کوئی سخت کلامی کر بیٹھتا تو خندہ پیشانی سے اُسے برداشت کرتا جب اس کی رائے کسی معاملے میں غلطی کرنے لگتی اور ارکانِ دولت میں سے کسی نے اس کو آگاہ کر دیا تو وہ اس سے باز رہتا تھا۔ اگر ملزم نے اپنا الزام رد کر دیا تو اس کا اعتراف کر لیتا۔ چنانچہ ۱۹۹ھ میں عبداللہ بن زیاد کے کچھ اخلاص مامون کے دربار میں حاضر کئے گئے جن میں تھے ایک عبداللہ بن زیاد کا پوتا محمد نامی تھا۔ امویوں اور عباسیوں کی چشمک اب تک برابر چلی جاتی تھی۔ خلیفہ نے اس کے اور اس کے ساتھ دوسرے قیدیوں کے حسب و نسب کی نسبت کچھ استفسارات سکئے اور بالآخر حکم دیا کہ محمد بن زیاد اور اس کے ایک ساتھی کو قتل کیا جائے۔ قتل کا حکم سن کر ابن زیاد خلیفہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین ہم تو سننے تھے کہ آپ بڑے حلیم اور بردبار ہیں اور بلا وجہ و جرم کسی کا خون اپنی گردن پر نہیں لیتے۔ لیکن اس وقت معلوم ہوا کہ ہم سے جو کچھ آپ کے ان اوصاف کی نسبت کہا گیا تھا اذہ سرتا یاد روغ تھا۔ اگر آپ ہماری بد اعمالیوں کی پاداش میں ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں تو ہم نے آج تک کوئی بات ایسی نہیں کی جس کا اتنا بڑا سنگین خمیازہ ہمیں کھینچنا پڑے۔ نہ ہم نے آپ کے خلاف اظہارِ تمرد و بغاوت کیا ہے۔ نہ حکومت کے خلاف کوئی خفیہ ریشہ دانی

کی ہے نہ قوم کے مشوروں سے ہم نے علیحدگی اختیار کی ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسا جرم ہے جس کی سزا ہمیں دی جا رہی ہے۔ اگر آپ ہم سے ان بدسلوکیوں کا بدلہ لینا چاہتے ہیں جو امویوں نے عباسیوں کے ساتھ اپنے زمانہ میں روا رکھی ہیں تو پہلے قرآن مجید کی اس صاف و صریح آیت پر غور کیجئے۔

لَا تَذِیْرًا لِّہُمْ اِنَّہُمْ اُتُوْا بِمَا کُفَرُوْا  
اُخْرِعْ اَبْصَارَہُمْ

قرآن مجید کی نص صریح کے ارشاد نے مامون کو شرمندہ کر دیا۔ اُس نے اس کے سامنے سرعجز جھکا دیا اور اپنی خطا کا اعتراف کر لیا بلکہ ابن زیاد کی اس صاف گوئی کو بہت سراہا اور ابوالعباس فضل بن سہل ذوالریاستین کو ایمان دیا کہ ابن زیاد اور اس کے تمام رفقاء کو شاہی مہمان کے طور پر رکھا جائے اور ان کی نگہداشت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے۔

علم وعفو | خلفاء عباسیہ میں علم وعفو میں مامون الرشید بے نظیر تھا۔ درگزر کرنے میں اس کو ایسی لذت حاصل ہوتی تھی کہ اکثر خطاؤں کے بخشنے کے بعد درگاہ الہی میں سجدہ شکر ادا کرتا۔

ایک مجرم سے مامون نے کہا واللہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ مجرم نے کہا کہ آپ تجھ کو کام میں لائیے۔ نرمی کرنا بھی نصف عفو ہے۔ مامون نے کہا کہ اب تو میں حلف کر چکا۔

اس نے کہا۔ امیر المؤمنین اگر آپ خدا کے سامنے بحیثیت حانث کے پیش ہوں اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ بحیثیت غوثی کے خدا کے حضور میں آئیں یہ سن کر مامون نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

فضل بن ربیع مامون کا کھلا ہوا دشمن تھا جس نے امین کو درغلا کر مامون

سے بھڑا دیا۔ مگر جب مامون الرشید کے سامنے آیا تو اس کو اپنے باپ کا مصاحب  
تقصود کر کے عفو و تقصیر کر دیا۔ فضل سے بڑھ کر کا نامہ ابراہیم بن مہدی عباسی کا  
تھا جس نے موقع پا کر تختِ بغداد پر قبضہ جمایا۔ جب گرفتار ہو کر اپنے برادر زادہ  
مامون کے سامنے لایا گیا تو معذرت کی کہ اگر آپ مواخذہ کریں تو حق بجانب ہیں  
اور اگر معاف کریں تو مہربانی ہے۔ مامون الرشید نے اس دشمن کے مقابلہ  
میں جو خلافت چھین رہا تھا عفو سے کام لیا اور کہا جاؤ میں نے تم کو معاف  
کیا اور مراعات ملحوظ رکھیں۔

عبداللہ بن بواب جو مامون الرشید کا درباری تھا اس کا بیان ہے کہ  
بعض اوقات مامون کے علم پر ہم مصاحبوں کو غصہ آجاتا تھا۔ ایک مرتبہ مامون  
دجلہ کے کنارے رونق افروز تھے۔ سامنے قنات کھینچی ہوئی تھی کہ ایک فلاح  
ادھر سے گزرا اور یہ اہتمام دیکھ کر بلند آواز سے کہنے لگا کہ مامون اپنے  
بھائی امین کو قتل کر کے ہم لوگوں کی نگاہ میں کبھی معزز نہیں ہو سکتا۔ میں یہ  
خیال ہوا کہ مامون کو غصہ آئے گا اور اس کی گرفتاری کا حکم دے گا مگر یہ سن کر  
مامون الرشید مسکرایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا تم لوگ کوئی ایسی ترکیب  
بتا سکتے ہو کہ میں اس جلیل القدر آدمی کی نگاہ میں معزز بن سکوں یہ

ایسے ہی امین کے درباری شاعر حسین بن منہاک نے دردناک مرثیہ لکھا تھا  
اس میں مامون کو ظالم قرار دیا تھا۔ جب مامون برسرِ اقتدار ہوا حسین کو دربار  
میں آنے کی ممانعت کر دی۔ پھر چند دن بعد بلا کر مرثیہ کا ذکر کیا۔ شاعر بولا  
امین کے قتل کے اثر میں سب کچھ کہہ گیا تھا آپ مواخذہ کریں تو آپ کا حق  
ہے اور بخش دیں تو آپ کی فیاضی۔ یہ سن کر مامون کی آنکھوں میں آنسو

۱۔ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۳ ۲۔ تاریخ خطیب جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ ۳۔ تاریخ الخلفاء جلد ۲

۴۔ ابن اثیر جلد ۶ ص ۱۳۳ -

بھرائے اور حکم دیا کہ اس کی تنخواہ بحال کر دی جائے۔ مامون الرشید کو عفو میں بہت زیادہ مزہ ملتا تھا۔

کہا کرتا تھا کہ مجھے عفو میں اتنی لذت ملتی ہے کہ اس پر ثواب ملنے کی امید نہیں۔ اگر لوگوں کو میرے عفو کا اندازہ ہو جائے تو وہ ہیراٹم کو میرے تقرب کا ذریعہ بنالیں۔ مامون آرزو کرتا تھا کاش مجرم میرے عفو سے واقف ہو جاتے تاکہ اُن کے دلوں سے مواخذہ کا خوف دور ہو جاتا اور وہ سکون کی مسرت سے لطف اندوز ہوتے۔

**تواضع و خاکساری** | مامون اپنے خواص اور حاشیہ نشینوں کے ساتھ ملنساری اور خاکساری سے پیش آتا تھا۔ اس میں تمکنت بالکل نہ تھی۔ ملنے والے تو انکے رہے خادم کے ساتھ بھی مساویانہ سلوک کرتا تھی کہ ان کی راحت میں خلل تک نہ آئے دیتا تھا۔ قاضی القضاۃ یحییٰ ابن الکتام کا بیان ہے :-

دریں نے مامون سے زیادہ شریعت الطبع انسان نہیں دیکھا۔ ایک شب مجھ کو حرم خلافت میں سونے کا اتفاق ہوا۔ آدھی رات بیتے ہوئے کچھ عرصہ گزرا، میری آنکھ کھل گئی تشنگی کا غلبہ تھا، پانی پینے اٹھا مامون کی نظر مجھ پر لپکا ایک پڑ گئی۔ انہوں نے پوچھا۔ قاضی صاحب! کیا بات ہے؟ سوتے کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا امیر المؤمنین مجھے پیاس معلوم ہوئی ہے۔ اُس نے کہا آپ اپنے بستر پر بیٹھے۔ پھر خود جا کر آبدار خانہ سے پانی لا کر مجھ کو دیا۔ میں نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین خادم یا خادمہ کو اٹھالیا ہوتا۔ فرمایا سب سوئے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا تو میں خود پانی آبدار خانہ جا کر پی لیتا مامون



نے فرمایا۔ انسان کے لئے یہ بڑے عیب کی بات ہے کہ اپنے مہمان سے کام لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہے۔

**سخاوت** | مامون فیاضی اور سخاوت میں اپنا جواب نہ دے رہا تھا۔ لہ  
شعراء اور اہل فن کو ہزاروں لاکھوں درہم و دینار عطا کر دیتا  
اس کا معمولی کام تھا۔ محمد بن وہیب کے ایک مدحیہ قصیدے کے صلہ میں  
حکم دیا کہ فی شعر ایک ہزار دینار دے دیئے جائیں۔ یہ کل پچاس شعر تھے  
اور پچاس ہزار دینار اسی وقت اُس کو دلا دیئے گئے۔  
مامون الرشید کی سخاوت کے واقعات سے تادمخیں بھری پڑی ہیں۔ تفصیل  
کے لئے تادمخ خطیب بغدادی اور عقد الفرید وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

## بوران کے ساتھ شادی

بوران حسن بن سہل کی نورِ نظر تھی۔ مامون نے حسن کی دل دہی کی بنا پر  
اس سے شادی کی۔ حسن میں فیاضی اور اولوالعزمی کا جوہر نہ یادہ نمایاں تھا  
جس کا بوران کی شادی میں پورا مظاہرہ کیا گیا۔ تقریب شادی قمِ صلح میں  
کی گئی اس میں مامون کا سارا اخدم و حشم، فوج اور جملہ عمائد ملک شریک تھے۔  
۱۹ دن تک حسن کے دولت کدہ پر برات مقیم رہی۔ حسن نے بڑی اولوالعزمی  
سے بارات کی تواضع و مدارات کی۔ شادی کے دن دقعوں پر نقدی،  
جائداد، غلام اور ہر قسم کا نقد و جنس اور ساز و سامان لکھ کر ان کی گولیاں  
بنا کر مامون پر سے سچا اور کی گئیں جن کو جو گولی ملی فوراً اس کی مرقومہ چیز اس  
کے حوالے کی گئی۔ ان گولیوں کے علاوہ طلائی اور نقرئی سکتے براتیوں پر

لہ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۰ و تادمخ خطیب جلد ۱ ص ۱۸۸ لہ اغانی ترجمہ محمد بن دہب

لٹائے گئے۔ مامون الرشید کے بیٹھنے کے لئے خالص سونے کا فرش تھا جیسے ہی اُس نے اس پر قدم رکھا اوپر سے سُجے موتی پنچھاؤر کئے گئے اور جب پہلی مرتبہ مامون بوران سے ملا تو بوران کی دادی نے دو لہا دولہن کے اوپر سے ایک ہزار بیش قیمت اور بڑے موتی پنچھاؤر کئے۔<sup>۱۷</sup>

نظامی گنجوی نے لکھا ہے کہ مامون نے اس موقع پر اپنی جیب میں سے کبوتر کے انڈے کے برابر موتی نکال کر بوران پر سے پنچھاؤر کئے۔ ایک موتی ایک اقلیم کی آمدنی سے خرید کر دے تھا<sup>۱۸</sup> عام مورخین اس شادی کے اخراجات کا اندازہ پانچ کروڑ کرتے ہیں۔<sup>۱۹</sup>

**عیش و عشرت** | مامون آغازِ خلافت میں بیس ماہ تک نغمہ و سرور سے محترز رہا پھر کچھ شوق ہوا۔ گاہے گاہے گانا سن لیا کرتا آخر میں البتہ رنگین صحبتیں رہتی تھیں۔ بنیذ کا دور چلتا، گل اندام کنیزیں نغمہ سرا ہوتیں۔ ساز چھڑتا، رنگین طبع اجباب جمع رہتے مگر عیش و عشرت میں اپنے فرائض کو کبھی نہیں بھولا۔

**فنِ موسیقی کی ترقی** | مامون الرشید کے دربار میں مغنیوں کا بڑا گروہ موجود تھا جنہوں نے علمی اصول و قواعد کے موافق فنِ موسیقی کو معراجِ کمال تک پہنچا دیا، جن میں مخارقِ علویہ، عمرو بن بانشہ، عقیدہ بخیلی، مکی، ہوشن، اندرزل، زردو اس فن کے ارکان تسلیم کئے گئے ہیں۔ لیکن اسحاق موصلی کو کوئی نہ پہنچا۔ اسحاق کا باپ ابراہیم موسیقی کا مشہور ماہر اور استاد تھا۔ اسحاق کو دربار میں نقباء کا

<sup>۱۷</sup> ابن خلکان صفحہ ۹۳۔ پنج مقالہ نظامی گنجوی ۲۔ مقدمہ ابن خلدون ابن خلکان جلد ۱ ص ۹۳، الفخری  
<sup>۱۸</sup> اسحاق بن ابراہیم، ابراہیم مامون الرشید کے دربار کا مغنی تھا اسکو دس ہزار درہم ہوا رہتا تھا اسحاق  
<sup>۱۹</sup> قرن لوب انساب، روایات فقہ اور نحو میں مجتہد کمال لکھتا تھا قرآن سے قرآن مجید پڑھا، حدیث شریف سے، تفسیر  
 وابو عبیدہ سے ادب کیا۔ اندرزل سے ایک لاکھ درہم دیکر عروہ بجانا سیکھا۔

لباس پہن کر آنے کی اجازت نہ تھی۔ یہ مامون کے ندمیوں میں سے تھا۔ اُس نے ایک دن مامون سے درخواست کی کہ دراعہ اور سیاہ طیلان پہن کر حجہ کے دن مقصورہ میں داخل ہونے کی اجازت ہو؟ مامون مسکرایا اور کہا اسحاق یہ نہیں ہو سکتا لیکن تمہاری درخواست لاکھ درہم پر خرید لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ لاکھ درہم اس کے گھر پہنچا دیئے جائیں۔

مامون الرشید کو افسوس رہا کہ اسحاق منصب قضاء کے قابل تھا لیکن قوال ہونے کی وجہ سے اس بلند درجہ تک پہنچا یا نہیں جاسکا۔

**راسخ الاعتقادی** | مامون الرشید اعلیٰ درجے کا فلسفی تھا مگر اس کے ساتھ مذہبی عقیدے میں نہایت راسخ الاعتقاد تھا۔

اور فرائض اور اعمال کا سخت پابند۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو سچی ارادت اور والہانہ عقیدت تھی۔ شام کا سفر درپیش ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ایک بطریق نے دیکھا یا تو اس کو آنکھوں سے لگایا اور جوشِ مجتہد میں چند مرتبہ اور نام مبارک کو آنکھوں سے لگایا۔ آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مامون کو سرورِ عالم سے عاشقانہ وارفتگی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اہل بیت کرام سے دلی تعلق رکھتا تھا اور فدک کو اہل بیت سے متعلق کر دیا تھا۔ بے شک اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پر جوش عقیدت تھی۔ اس بنا پر خاندانِ نبوت سے دلی خلوص رکھتا اور ان سے مراعات لوارہ رکھتا تھا۔ خود مامون نے ایک موقع پر بیان کیا ہے۔

» ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانِ خلافت میں ایک بنی ہاشم کو بھی کوئی ملکی عہدہ نہیں دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس خاندان کے ساتھ کچھ فیاضی نہ کی لیکن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جب خلیفہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس کو بصرہ، عبید کو مین،  
معبد کو مکہ، قثم کو بحرین کی حکومت دی اور آل عباس میں کوئی باقی  
نہ رہا جس کو حکومت میں کچھ حصہ نہ ملا ہو۔ ہمارے خاندان پر یہ فرض  
باقی چلا آتا ہے جس کو اب میں نے ادا کیا ہے۔“

**اعتزال** | مامون کی طبیعت آخر میں اعتزال کی طرف مائل ہو گئی تھی جعفر برکی  
جو مامون الرشید کا اتالیق تھا، اس کا مصاحب و ندیم حکیم النظام  
بغدادی معتزلی تھا جو یونانی فلسفہ کا بڑا عالم تھا اُس نے اسطوبکے رد میں ایک  
کتاب لکھی تھی۔ علم الکلام کے اکثر مسائل اس کے اختراع کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ  
نظام کے خیالات کا اثر مامون پر بھی پڑے بغیر نہ رہ سکا جس کا ظہور آخر زندگی  
میں فتنہ خلق قرآن کی صورت میں رونما ہوا۔ قاضی ابی داؤد معتزلی نے مامون  
کے خیالات کو اور سچتہ کر دیا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

## مامون کا علمی ذوق و شوق

مامون الرشید نے نظم مملکت میں جہاں بیدار مغزی کا ثبوت دیا وہاں  
علمی شغف میں بھی علمائے معاصرین میں ایک گونہ امتیازی درجہ رکھتا تھا عباسی  
خلفاء میں فی الحقیقت یہ گل سرسبد تھا۔ اس کے علمی ذوق نے اس کے عہد کو علمی  
جہنیت سے دور نہ دین بنا دیا تھا۔ علمی ترقیوں کی تفصیل کے لئے ”عصر المامون“  
اور ”المامون“ علمی دنیا میں موجود ہیں۔ اس جگہ مامون کا ذاتی علم و فضل اور مختصر  
علمی ترقی کا ذکر کافی ہو گا۔

مامون الرشید طالب علمی کے زمانے سے ہی ذکی، ذہین اور طباع تھا فضل نے  
عہد کی صحبت نے اس کی فطری صلاحیتوں کو اور اجاگر کر دیا جس سے اہل علم کی

کی صفت اول میں شمار ہونے لگا۔

علوم دینی کے علاوہ مامون کی شعر و ادب پر ناقدانہ نگاہ تھی۔ ایک دن مامون کے پاس بغداد کا مشہور شاعر و ادیب اصبغی بیٹھا تھا تو شعر و شاعری کا ذکر چھڑ گیا۔ مامون الرشید نے اصبغی سے یہ شعر پڑھ کر ۷

ما كنت الا كل حمى ميت دعا الى اكله اضطر اس  
پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ اصبغی بولا ابن عیینہ النہدی کا۔ مامون نے کہا شعر میں میں بند خیالی ہے مگر فلاں شعر سے ماخوذ ہے۔ اصبغی مامون الرشید کی وسعت نظر پر حیران رہ گیا۔ ۸

علامہ سیوطی اپنی تاریخ میں یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے سفر میں جانے کا ارادہ کیا اور لشکر کو ایک ہفتہ کے بعد چلنے پر تیار رہنے کا حکم دیا۔ لیکن ہفتہ بھر گزر جانے کے بعد سفر پر روانہ ہوا اور نہ کوئی اور حکم دیا۔ لوگ پریشان تھے۔ فوجی افسروں نے مامون الرشید سے جا کر عرض کیا شہزادہ صاحب آپ ہی ہماری مشکل کو حل کیجئے۔ مامون نے یہ نظم لکھ کر ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کی ۹

یا خیر من دبت المطی بہ	”اے وہ شخص جس کے ساتھ چلنے والے چلتے
ومن تقدی بسر جہ الفرس	ہیں اور جبکہ گھوڑے پر ہر وقت زین کسارتا
هل غایة فی العسیر نعر فہا	ہے گالش ہیں سفر میں جا نیکی و جو معلوم ہوتی یا
ام امرنا فی العسیر ملتبس	یہ معلوم ہو جاتا کہ سفر میں ابھی دیر ہے
ما علاہ هذا الا الی ملک	اسکا علم سوائے اس بادشاہ کے اور کسی کو نہیں ہے
من نورہ فی الظلام لقم تبس	کہ جبکہ نور سے ظلم میں اقتباس نور کرتی ہے“

ہارون الرشید نے یہ قطعہ پڑھا۔ بہت خوش ہوا۔ اس کو اب تک معلوم نہ تھا کہ

۱۰ مرآة الجنان یا فعی۔

مامون شعر کہتا ہے۔ اس نے کہا بیٹا تمہیں شاعری کیا کرنی ہے۔ شعراء حقیر لوگوں کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں اور جلیل القدر لوگوں کو زمین پر گرادیتے ہیں۔  
 عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ مجھ سے مشہور شاعر ابن حفصہ نے کہا کہ کبھی تم نے بھی اس کا خیال ہے کہ مامون پوری طرح شعر کی قدر نہیں کرتا۔ میں نے کہا میرے نزدیک تو اس سے بہتر شعر سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ واللہ اکثر میں نے شعر سنا ہے اور مامون سن کر اچھل پڑا ہے۔ ابن حفصہ بولا کہ میں نے یہ شعر مامون کی شان میں کہہ کر اُسے سنایا۔ اُس نے کچھ بھی اثر نہ لیا۔ عمارہ بولے۔ وہ شعر کون سا ہے؟ حفصہ نے کہا یہ ہے ۵

اضحیٰ امام الہدیٰ العامون مشغول  
 بالدين والناس في الدنيا مشاغل

”امام ہدی مامون دین میں مشغول ہے اور لوگ دنیا کے اشغال میں پھنسے ہوئے ہیں“  
 عمارہ نے شعر سن کر کہا کہ اس شعر کا مامون پر کیا خاک اثر ہوتا۔ ابن حفصہ تم نے تو مامون کو ایک بڑھیا بنا دیا جو اپنے مصلیٰ پر بیٹھی ہوئی تسبیح ہلا رہی ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ اگر مامون المرشید ہی دین میں اس درجہ مشغول ہو جائے تو انتظام ملک کون کرے۔ ابن حفصہ تم نے وہی مضمون کیوں ادا نہ کیا جو تمہارے چچا نے ولید کی شان میں کہا تھا ۵

فلا هو في الدنيا مضيع نصيبه  
 ولا عرض الدنيا عن الدين شاغله ۶

و وہ اپنا دنیاوی حصہ بھی نہیں مٹاتے، ہوسنے دیتا اور نہ دنیاوی اشغال اس کو دینی اشغال سے باز رکھتے ہیں“  
 یہ تھی مامون المرشید کی شاعرانہ اور سخن سنجانہ زندگی۔

لہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۰ والہدایہ والنہایہ الجزء العاشر صفحہ ۲۵۶۔

**فقہ و حدیث پر نظر** | شعر و ادب میں مامون الرشید کا جو پایہ تھا وہ تو تھا ہی، فقہ و حدیث میں بھی اس کی نظر وسیع تھی اور وہ مسائل دینی میں اہل فن کی طرح نکتہ آفرینیاں کیا کرتا تھا۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ایک روز مامون الرشید دربارِ عام میں علماء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عورت نے اگر شکایت کی کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مر رہا ہے لیکن لوگ مجھ کو ایک دینار دے کر مالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے حق میں صرف اسی قدر آتا ہے۔

مامون الرشید نے تھوڑی دیر غور کر کے کہا وہ سچ کہتے ہیں تیرے حق میں اتنا ہی آتا ہے۔ علماء نے کہا امیر المومنین یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا۔ مامون نے کہا کہ متوفی نے دو لڑکے چھوڑے ہیں دو تھائی (۱/۲) یعنی چار سو دینار ان کو ملیں گے اور والدہ کو چھٹا (۱/۳) حصہ یعنی سو دینار اور بیوی کو آٹھواں (۱/۸) حصہ یعنی پچھتر دینار اور والدہ بھائیوں کو فی کس دو دینار اور اس عورت کو ایک دینار۔ علمائے دربار مامون کی فرائض دانی پر عرش عرش کرنے لگے۔

ایک بار مامون کے دربار میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں محدث ہوں اور اس فن میں ساری زندگی گزار دی ہے۔ مامون نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم کو فلاں مسئلہ کے متعلق کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ وہ ایک بھی نہ بتا سکا تو مامون الرشید نے خود اس کے متعلق بیسیوں روایتیں سناریں اور سندوں کا ایک تار باندھ دیا۔ پھر اس شخص سے ایک دوسرا مسئلہ پوچھا وہ اس کا بھی کوئی جواب نہ دے سکا تو مامون الرشید نے اس مسئلہ کے متعلق بھی متعدد حدیثیں بیان کیں اور پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگ تین دن حدیث پڑھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ ہم ہی محدث ہیں۔

لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۹ ۲۱۸ ایضاً -



**مامون کا حافظہ** | ہارون الرشید حج کرنے کے بعد کوفہ گیا اور وہاں کے محدثین کو بلا بھیجا۔ تمام حضرات آگئے۔ مگر عبداللہ بن ادریس اور علی بن یونس محدث نے آنے سے انکار کر دیا۔ ہارون الرشید نے امین اور مامون کو ہر دو علمائے کرام کی خدمت میں بھیجا۔ ابن ادریس نے امین کو مخاطب کر کے توحید میں پڑھ دیں۔ مامون الرشید خاموش سُنتا رہا۔ جب ابن ادریس حدیثیں سُنا چکے اور خوش ہوئے تو مامون نے کہا کہ اگر اجازت دیں تو میں ان احادیث کا اعادہ کر دوں۔ اور پھر تمام حدیثیں من و عن بیان کر دیں۔ ابن ادریس مامون کی قوتِ حافظہ دیکھ کر حیران رہ گئے یہ

مامون سے کثیر التعداد احادیث مروی ہیں۔ بہیقی حاکم، ابن عساکر اور خطیب نے مامون کی روایات بیان کی ہیں جو تاریخ الخلفاء وغیرہ میں منقول ہوئی ہیں۔ مامون کے بیٹے فضل، یحییٰ بن اکثم، جعفر بن ابوعثمان الطیالسی، امیر عبداللہ بن طاہر، احمد بن الحارث شیعہ و عمل الخراجی اور دیگر لوگوں نے اس سے روایت کی۔ علامہ شبلی نے المامون میں لکھا ہے :-

”د اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہو گئے۔ اس وسیع مدت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گذرا جو فضل و کمال کے اعتبار سے مامون کی شانِ یکتائی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس ہے کہ سلطنت کے انتساب نے اس کو خلفاء و سلاطین کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری، ایام العرب، ادب، فقہ، فلسفہ کون سی بزم ہے جہاں فخر و شرف کے ساتھ اس کا استقبال نہ کیا جاتا ہو۔“

قاضی یحییٰ بن اکثم جو خود عظیم المرتبت عالم تھے، مامون الرشید کے متعلق کہتے ہیں :-

”امیر المؤمنین طب میں، جالینوس نجوم میں، ہرمس، فقہ میں علی بن ابی طالب  
سخاوت میں حاتم خاٹی، سپجائی میں ابو ذر، کرم میں کعب بن امامہ اور  
ایقلنے عہد میں مٹول بن عادیہ ہیں“ لے

**ادبیت** | مامون نے شاعری میں وہ کمال ہم پہنچایا تھا کہ بڑے بڑے ماہر فن  
اس کی استاد کی اعتراف کرتے تھے۔ قدامد اور شعرائے جاہلیت  
کے علاوہ شعرائے عصر کے شعور قصائد اور قطع اس کے نوک زبان پر تھے اور اس  
باب میں اس کی شہرت ضرب المثال کی حد تک پہنچ گئی تھی۔

**نثر** | مامون الرشید کے خطوط اس عہد کے عربی نثر کا بہترین نمونہ ہیں جو  
العقد الفرید میں موجود ہیں۔

**خوش بیانی** | مامون کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے  
تھے۔ شامہ بن اثرس کا قول ہے کہ میں نے جعفر برکلی دلمون  
سے زیادہ فصیح و بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔

مامون کے خطبات میں اس کی شہتہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت  
ملتی ہے۔ کتاب العقد الفرید لابن عبد ربہ میں یہ خطبات منقول ہیں۔

**علوم عقلیہ سے شغف** | مامون الرشید اسلامی علوم کو حد کمال تک حاصل  
کر چکا تو فلسفہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوا۔

بیت الحکمت کے لئے جو کتب فلسفہ کی ترجمہ ہوئی تھی وہ مطالعہ میں رہیں مگر وہ ناکافی  
تھیں۔ اس زمانہ میں ”ارسطو کو خواب میں دیکھا“ مامون یوں بھی فلسفہ پر مٹا ہوا  
تھا۔ ارسطو کی زیارت نے آگ پر روغن کا کام دیا۔ اس نے قیصر روم کو خط لکھا۔  
ارسطو کی جس قدر تصانیف ملیں وہ دار الخلافہ بھیج دی جائیں۔ چنانچہ قیصر نے پانچ  
اونٹوں پر لہر واکر فلسفہ کی کتب مامون کی خدمت میں بھیج دیں۔

لے تاریخ الخلافہ صفحہ ۲۶۹ لے فہرست ابن ندیم صفحہ ۳۳۹۔

## بیت الحکمت

ہارون الرشید کے بیت الحکمت میں روم سے آئی ہوئی کتابیں داخل کی گئیں۔ ان میں بقراط، ارسطاطالیس، اقلیدس جالینوس اور بطلمیوس وغیرہ شامل تھیں۔ فیلسوف عرب یعقوب بن اسحاق کندی کو مامون نے ان کتب میں سے فلسفہ ارسطو پر جو کتابیں تھیں ان کے ترجمہ پر مامور کیا۔ اور وہ بیت الحکمت کے مہتمم قرار دیئے گئے۔ حجاج بن المطر، یوحنا و ابن البطریق و مسلمان صاحب بیت الحکمت کو روم روانہ کیا کہ وہ فلسفہ کی کتابیں اپنی پسند کی انتخاب کر کے لائیں۔ اور ترجمہ کریں۔ ارمینہ، متبر، شام، سپرس وغیرہ مقامات پر لاکھوں روپیہ دے کر قاصد بھیجے فلسفی قسطنطین لوقا کو روم سے بلا کر بیت الحکمت میں ترجمہ کے لئے مقرر کیا گیا۔ سہل بن ہارون کو جو ایک فارسی النسل حکیم تھا۔ مجوسیوں کے علوم و فنون کے ترجمہ کی خدمت سپرد کی گئی۔

مترجمین بیت الحکمت | حجاج بن یوسف کوفی، قسطنطین لوقا بعلبکی، ابو جعفر یحییٰ بن عدی محمد بن موسیٰ خوازمی، حسن بن شاکر، احمد بن شاکر، علی بن العباس بن احمد جوہری، یعقوب کندی، یوحنا بن ماسویہ ابن البطریق، محمد بن شاکر، یحییٰ بن ابی منصور وغیرہ، اباب فضل و کمال مامون الرشید کے دربار کے مشہور مترجم اور بیت الحکمت کے مہتمم تھے۔ اکثر کی تنخواہیں اڑھائی اڑھائی ہزار روپیہ ماہوار تھیں۔

اس جماعت میں سب سے بڑی شخصیت یعقوب کندی کی تھی جو ارسطو کا

۱۔ فہرست ابن ندیم صفحہ ۳۳۹ ۲۔ فہرست ابن ندیم صفحہ ۳۳۱ -

۳۔ المامون صفحہ ۳۳۱ -

ہم پاپیہ سمجھا جاتا تھا۔

فہرست ابن ندیم میں ہے۔

» ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ابن الصباح الکندی، نسب ملوک کندہ تک پہنچتا ہے و سبب فیلسوف العرب و کتبہ فی علوم مختلفہ مثل المنطق و الفلسفہ و الهندسہ و الحساب و الارشماطیقی، و الموسیقی و النجوم وغیرہ ذلک (الفہرست ص ۳۸) یہ دوسو بیاسی کتابوں کا مترجم و مصنف اور مؤلف تھا۔ ۲۵۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا۔ حدوث عالم کے بارے میں مذہب افلاطون کا پیرو تھا۔ ۲۵۰ھ میں انتقال کیا۔ جنین بن اسحاق یہ نامور مترجم تھا۔ عربیت کی تکمیل خلیل بن احمد بصری سے کی جو لغات عرب کا پہلا مدون اور فن عروض کا موجد ہے۔ اس نے جالینوس کی ۲۱ کتابوں کا نہایت فصیح ترجمہ کیا۔

جنین بن اسحاق العبادی و کینی ابازید و العباد نصاری الجبیرہ و کان فاضلاً فی صناعة الطب فصيحاً باللغة اليونانية و السريانية و العربية، داد البلاد فی جميع الكتب القديمة ۲۵۰ھ

جنین کا نامور فرزند اسحاق اور اس کا بھانجہ حبش الاعم ان دونوں نے ترجمہ کے کام کو بہت وسعت دی۔ الاسطوکی اکثر تصانیف اسحاق نے ترجمہ کیں۔ جنین نے متوکل کے عہد میں وفات پائی۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قسطابن لوقا بعلبکی یہ بھی نہایت نامور فلسفی تھا۔ اس نے بیت الحکمت کے لئے اکثر التعداد کتابوں کے ترجمے کئے۔ صاحب تصنیف ہے ۲۵۰ھ

ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی ۲۵۰ھ۔ اس نے مامون کی فرمائش پر علم جبر و مقابلہ پر کتاب لکھی۔ اس کو جبر و مقابلہ اور ریاضیاتی تشریح کے بانیوں میں شمار کرنا قرین

۱۰ طبقات الاطباء ۱۰ الفہرست صفحہ ۴۰۹ ۱۱ طبقات الاطباء ۱۱ ایضاً

۱۲ الفہرست صفحہ ۴۱۰ -

انصاف ہے۔ اس نے دو درجہ (یا ثنائی) مساوات کے ہندسی حل بھی سکھوں کے ساتھ دیئے ہیں۔ مثلاً  $۵۱۰ + ۲۰۵ = ۲۹$  کی اصل  $(+۳ - ۱۳)$  ترکیبی طریقہ سے بتائی گئی ہیں۔ اس کی ہیئت الافلاک اور علم المثلثات سے متعلق تیار کردہ جدولین بھی ہیں۔ ان جدولوں میں زاویہ کی جلیبی و مماسی تفاعل شامل ہیں۔ بطلمیوں کے جغرافیہ کی اصل کتاب اور نقشوں کی اس نے تصحیح کی اور عربی میں ”صورۃ الارض“ کے نام سے اس کو شائع کیا۔

خوارزمی نے ۲۶۹ھ میں انتقال کیا۔

بنو موسیٰ محمد و احمد و حسن مامون کے ندیم تھے۔ فنونِ حکمت کے ماہر اور دولت مند جنہوں نے اپنی دولت یونانی مخطوطات کی فراہمی اور ان کے عربی ترجمہ کرنے میں صرف کی۔ وہ خود بھی ریاضی دان اور ہیئت الافلاک کے عالم تھے۔ انہوں نے جن قابل مترجموں کو یونانی علم و حکمت عربی میں نقل کرنے کے لئے مامور کیا۔ ان میں حنین بن اسحاق اور ثابت بن قزح سب زیادہ مشہور تھے خود بھی ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

ابو جعفر محمد کی کتاب المیزان، کتاب القسطون، کتاب مساحت الکرہ، تثلیث زاویہ (دی ہوئی دو مقادیر کے مابین دو اوسط متناسبوں کی تعیین کی) ابو جعفر محمد نے ۳۷۷ھ، ۳۷۸ھ میں انتقال کیا۔ ان تینوں بھائیوں سے مامون الرشید نے کُرۃ الارض کی پیمائش کرائی۔ اس کے لئے سنجار کا میدان تجویز ہوا۔ دو مہینے مامون نے بھیجیں۔ دوسری پلہاٹر کے میدان گئی۔ ان پیمائشوں کا نتیجہ کُرۃ الارض کے عرض بلد کی قیمت  $\frac{۱}{۲}$  ۵۶ عربی میل برآمد ہوا جو انگریزی میل کی رقموں میں ۶۹.۵ میل ہے (خط استواء کے قریب اس کی صحیح قیمت ۶۸.۷ میل ہے۔

مامون الرشید نے زمین کا نقشہ بھی بنوایا تھا جس کو المسعودی نے دیکھا تھا۔

**ریاضی و ہیئت دان** | الحجاج ابن یوسف، بن مطر، اقلیدس کے ٹیلیس کا سب سے پہلا مترجم تھا اس نے الجسطی کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ علی بن عباس ابن سعید الجوهری نے اقلیدس کی کتاب کی شرح کی ہے۔ ابوسعید النصر بن الجرجانی نے ہندسی مسائل پر کتاب لکھی اور ایک دوسری کتاب میں نصف النہار کی ترمیم کی۔

سہل الطبری یا ربان الطبری، یہودی منجم و طبیب تھا اس نے بھی الجسطی کا ترجمہ کیا۔ حبش الخاسب احمد ابن عبد شہد مروزی، مروہ کا رہنے والا تھا۔ سوبرس کی عمر پانی کشہ میں انتقال کیا۔

سُورَت شمس سے متعلق حبش نے سب سے پہلے ارتفاع جرم سماوی (خاص اس صورت میں ارتفاع شمس) کے تعین وقت کا طریقہ بیان کیا۔ حبش نے ہی نطال عالیہ ماس (ٹن جنٹ) کا تصور پیش کیا۔ سب سے پیشتر ماسوں کی جدولیں تیار کیں۔ اس کا بیٹا ابوجعفر مشہور منجم اور آلات ہیئت کا صناع تھا۔

ابوطیب سند بن علی یہودی النسل تھا مگر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے ریاضی و ہیئت کی جدولیں تیار کیں اور اشیاء کی کثافت اضافی پر بھی کام کیا۔ ۸۶۴ء میں فوت ہوا۔ مامون کا صدر منجم تھا۔

علی بن عیسیٰ الاصطرابی بغداد اور دمشق میں رہتا تھا۔ ۸۳۳ء میں بقیہ حیات تھا۔ منجم اور آلات تنجیم و سائنس کا مشہور صناع تھا۔ مامون نے اس سے دیربر عرض بلد کی پیمائش کرائی تھی۔ بنو موسیٰ کے ساتھ یہ بھی تھا۔ اصطراب پرب سے پہلے لکھنے والوں میں سے ہے۔

یحییٰ بن ابی منصور مجوسی نسل سے تھا۔ قریب ۸۳۱ء میں فوت ہوا۔ حلب میں دفن کیا گیا۔ اس کے مشاہدات فلکی بغداد میں عمل میں آئے۔ اس نے عربی میں ہیئت الافلاک پر کئی کتابیں لکھیں۔ اس کا پوتا ہارون بن علی تھا جس نے تنقید کے ساتھ مامون الرشید کے تیار کرائے ہوئے جدول تالیف اور مشاہدات

فلکی میں عمر بتادی ۔

خالد بن عبد الملک المروزی مامون الرشید کے زمرہ علماء میں تھا۔ ۳۲۰ھ میں دمشق میں آفتاب پر جو مشاہدات کئے گئے تھے ان میں یہ بھی شریک تھا۔ ابو العباس احمد بن محمد بن کثیر الفرغانی اس عہد کا بڑا منجم تھا۔ اس کی کتاب ”حرکات اسماء وجوامع علم النجوم“ مشہور ہے ۔

خالد استقبال اعتدالین کی نسبت بطليموس کا نظریہ تسلیم کرتا تھا اور اس کی لکھی ہوئی قیمت کو بھی صحیح تصور کرتا تھا۔ لیکن سمجھتا تھا کہ اس استقبال کا اثر نہ صرف ستاروں کے مقامات پر پڑتا ہے بلکہ ستاروں کے فاصلے پر بھی، اس نے قطر بھی دریافت کئے۔ ۳۱۰ھ میں فسطاط کے مقام پر جو حصہ دریائے نیل کا بہتا ہے وہاں آب پیمائی اپنی نگرانی میں تیار کرایا۔ اس کی ایک کتاب ہیئت پر بھی ہے ۔

ابو فہس عمر بن الفرغان الطبری، یہ علم ہیئت اور فن تعمیر کا بہت بڑا عالم تھا۔ مامون کے حکم سے فارسی سے عربی میں ترجمہ کئے اور علوم تجیم و نجوم کے مضامین پر مقالے لکھے۔ نجوم کے علاوہ فلسفہ کی بھی بعض کتابیں مامون کے حکم سے لکھیں ۔

ابو معشر جعفر بن محمد ابن عمر البلیخی ۲۷۲ھ مطابق ۸۸۶ء میں بصرہ میں پیدا ہوا۔ واسط میں انتقال کیا۔ کتاب الطائے، کتاب المدخل الی علم احکام النجوم وغیرہ یادگار ہیں۔ صنایعہ الطب فی تقدّمات الغرب میں ہے :-

”ابو جعفر جعفر بن محمد عمر بلخی مشہور منجم ہے۔ مدخل، زیج، الوفاء القرائات الدول والملل کتاب الملاجم، اقالیم، کتاب اسلاح وغیرہ تصانیف سے ہیں۔ مستعین عباسی نے ایک امر کو قبل از وقوع بیان کر دینے پر اتنے کوڑے پٹوائے کہ اسی میں ۲۷۲ھ میں ابو معشر کا دم نکل گیا۔“

لہ الفہرست صفحہ ۲۲۷ وابن خلکان جلد ۱ ص ۱۱۱ وطبقات الاطباء صفحہ ۹۷ ۔



**جغرافیہ** تاریخ میں عربی کتابیں لکھی جا چکی تھیں مگر جغرافیہ میں مامون الرشید کے زمانے میں ماریوس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا گیا۔ ماریوس، بطلمیوس سے کچھ پہلے گزرا ہے۔

مسعودی نے مامون کے عہد کے عربی جغرافیہ نگاروں کی تصانیف کا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

”میں نے بہت سی کتابوں میں اقالیم کے لئے نقشے مختلف رنگوں میں دیکھے ہیں۔ اس موضوع پر جو بہترین کتاب میری نظر سے گزری ہے وہ ماریوس کا جغرافیہ ہے اور مامون الرشید کے عہد کے بہت سے ارباب فضل و کمال نے اس نقشہ کی تکمیل میں حصہ لیا تھا۔ اس نقشے میں دنیا، اس کے افلاک، اس کے سیاروں، براعظم اور سمندر، آباد علاقے اور ویرانے، مختلف اقوام کے ممالک اور شہر دکھائے گئے ہیں۔“

ثابت بن قرہ نے (۲۱۱ - ۲۸۸) بطلمیوس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا۔

**رصد خانہ** مامون نے شامیہ میں رصد خانہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ عظیم الشان (رصد خانہ) ۲۱۲ھ میں قائم ہوا۔ جس کے مہتمم یحییٰ بن ابی المنصور، خالد بن عبد الملک مروزی، سند بن علی، عباس بن سعید جوہری تھے۔ اس میں نہایت پیش بہا آلات رصدیہ تیار کئے گئے تھے جن سے آفتاب کی مسافت کی مقدار اس کے مرکزوں کا اخراج، اوج کے مواضع اور دیگر سیارات و ثوابت کے حالات دریافت کئے گئے تھے۔

دوسری رصد گاہ تو مار (پالمیر) میں قائم کی۔ منجموں نے میں، طریق شمس کی قیمت ۲۲ درجہ ۲۳ دقیقہ دریافت کئے۔ سیارہ زہرہ کی جداولیں تیار کیں۔ مامون کے لئے منجم ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوافی نے زہرہ مرتب کی۔ منجم حبش نے تین زہریں

لے مردج الذهب جلد ۱۵۲ سے کشف الظنون ذکر رصد -

تیار کیں جو مامونی زہیچیں کہلاتی ہیں۔

غرضیکہ صد ہا بلکہ ہزار ہا کتابوں کے ترجمے مامون الرشید کے لئے تھوڑے ہی عرصہ میں کئے گئے۔ مامون کے زمانے میں کتب خانہ بیت الحکمت ہزار ہا بیش بہا کتب کا خزانہ بن گیا۔

مامون کو خود بھی تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ چنانچہ کتاب جواب ملک البرغر مناقب خلفاء اعلام النبوة تین کتابیں تالیف کیں۔

## علمی دربار

۲۰۶ھ میں مامون بغداد پہنچا تو قاضی یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ علماء و فضلاء میں سے بیس شخص منتخب کئے جائیں جو علمی مجلس میں شریک ہوا کریں۔  
فراہم بھیج کہ ہر جگہ سے ادیب، فقیہ، شاعر، متکلم اور حکیم طلب کئے گئے اور ان کی معقول تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

مامون کا دربار علمی سہ شنبہ کو جاکرنا۔ اس میں خصوصیت سے مناظرہ ہوتا تھا۔ صبح کچھ دن چڑھے ہر مذہب ملت کے علماء اور ماہرین فن دربار میں حاضر ہوتے۔ پہلے دسترخوان جو مختلف اقسام کے اطعمہ و اشربہ سے مزین ہوتا پچھایا جاتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب وضو کرتے۔ عہدِ ولایت کی انگیٹھیاں لائی جاتیں اور لباس معطر کئے جاتے۔ پھر درالمنظرہ میں مامون کے ذرا نوبہ ذرا نو علماء بے تکلف بیٹھتے اور آزادانہ گفتگو شروع ہوتی۔ دوپہر تک یہ علمی مجلس قائم رہتی۔ ذوال آفتاب کے بعد خاصہ حاضر ہوتا اور سب لوگ کھاپی کر رخصت ہو جاتے۔

اہل علم کے ساتھ مامون کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی وہ اہل کمال کا عموماً احترام کرتا تھا اور اس کی شاہانہ فیاضیاں ان لوگوں کے لئے عام تھیں۔

۱۔ المامون صفحہ ۱۱۸ ۲۔ ایضاً ۳۔ فہرست ابن ندیم ۴۔ مروج الذهب سعودی۔

اس کے عہد کے علماء میں بعض کمزور تھے اور بعض نڈر، مامون کا اتالیق جعفر برکی تھا وہ مذہب شیعہ تھا مگر عموماً تقیہ کئے رہتا۔ اس کی صحبت نے مامون کو شیعیت پر کچھ مائل کر دیا تھا۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے :-  
 ”د بعض مسائل میں شیعوں کا ہم عقیدہ تھا۔ چنانچہ حضرت علی کو شیعیان سے افضل مانتا تھا“ لہ

جعفر برکی کو کثرت سے کنیزیں رکھنے کا شوق تھا۔ اس نے مامون کو بھی اس کا چسکا کا ڈال دیا اور وہ متعہ کے جواز کا قائل ہو گیا۔ اس نے اس کی عام منادی کرادی۔ اہل سنت پر یہ امر شاق گزرا۔ درباریوں نے قاضی یحییٰ بن اکثم کو آمادہ کیا کہ وہ متعہ کے بارے میں مامون الرشید سے گفتگو کریں۔ چنانچہ قاضی یحییٰ دوسرے دن دربار میں پہنچے۔ اس وقت مامون برہمی کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ  
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے زمانے میں دو متعہ تھے  
 میں ان کو روکتا ہوں“

نقل کر کے کہہ رہا تھا کہ جس چیز کی رسول اللہ اور ابوبکر کے زمانہ میں اجازت تھی اس کے روک نہ کا کسی کو کیا حق ہے؟  
 قاضی صاحب بیٹھ گئے ان کا چہرہ متغیر تھا۔ مامون نے پوچھا یحییٰ آپ کا چہرہ کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے کہا امیر المؤمنین اسلام میں ایک رخنہ پڑ گیا۔ اس نے پوچھا وہ کیا؟ یحییٰ نے کہا زنا کی حلت کا اعلان۔ مامون نے تعجب سے پوچھا۔ زنا؟ یحییٰ نے کہا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کلام الہی کی یہ آیت ”لَا تَزْنِ وَلَا تَزْنِ بِكَ اُولُو اَرْحَامِكَ وَلَا تَزْنِ بِكَ اُولُو اَرْحَامِكَ وَلَا تَزْنِ بِكَ اُولُو اَرْحَامِكَ“  
 تمتع صرف دو طرح کی عورتوں سے جائز ہے بیوی سے یا لونڈی سے، پڑھ کر

پوچھا کیا تمتعہ عورت لونڈی ہے؟ مامون بولا نہیں۔ یحییٰ نے پوچھا۔ تو پھر کیا وہ بیوی ہے؟ اور اس کو شوہر کی وراثت اور شوہر کو اس کی وراثت ملتی ہے اور اس کے اور بیوی کے تمام شرائط یکساں ہیں؟ مامون نے کہا نہیں۔ یحییٰ نے کہا جب تمتعہ ان دونوں میں سے کسی میں داخل نہیں ہے تو پھر یہ قرآن کے مقرر کردہ حدود سے باہر ہے۔ اس استدلال کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت یحییٰ نے سنائی کہ :-

”مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں تمتعہ کی حرمت کی جس کی پہلے آپ نے اجازت دی تھی منادی کر دوں“  
اس گفتگو کے بعد مامون نے اپنے فعل سے استغفار کیا اور تمتعہ کی حرمت کی منادی کرا دی۔

## ہمعصر علماء و شعراء و أدباء

**فقہاء و محدثین** | سفیان بن عیینہ یحییٰ بن معین، امام شافعی، محمد بن سعد کتاب واقدی، یحییٰ بن سعید القطان، یونس بن بکر راوی مغازی، ابو طیب بلخی شاگرد امام ابو حنیفہ زاد معروف کرخی ابن علیہ، اسحاق بن فرات قاضی مصر، حسن بن زیاد الشولوی شاگرد امام ابو حنیفہ، اسحاق بن بشر مصنف کتاب المبتداء، ابو عمر الشیبانی نقوی، حماد بن اسامہ الحافظ اشہب شاگرد امام مالک، زید بن حباب درویش بن عبادہ، ابو داؤد الطیالسی، غازی بن قیس ابو سلمان الذرانی، قتیبہ بن مران شاگرد امام مالک، امام واقدی، ابو حسان زیاد دی، محمد بن نوح العیسیٰ، علی بن نوح العیسیٰ، علی بن مقاتل، یہ حضرات مذہبی علوم کے ستون تھے۔ ان کے حالات مشہور و معروف ہیں۔

۱۔ تاریخ طیب، ہمدانی جلد ۱۲ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰ ۲۔ ان کے حالات ابن خلکان میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

**شعراء** | صریح الغوالی، ابراہیم صولی، ابو محمد، اسمعی بصری، ابو حفصہ ابو عبیدہ  
متوفی ۲۰۹ھ ابو عمر الشیبانی ایسے شعراء کثرت سے تھے جن میں سے  
ہر ایک ملک الشعراء کہلانے کا مستحق تھا۔

**ادباء** | فراخوی متوفی ۲۰۸ھ نصر بن شمیل، یزیدی لغوی متوفی ۲۰۲ھ، کھنومکالی  
ابن الاعرابی متوفی ۲۳۱ھ ثعلب نخوی، انخس نخوی متوفی ۲۰۶ھ  
قطرب نخوی متوفی ۲۰۶ھ۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے فنِ ادب و عربیت کو معراجِ کمال تک پہنچایا۔  
ان کے حالات تفصیل سے تاجِ ابن خلکان میں درج ہیں۔ اسمعی کی ۳۵ تصانیف ہیں  
۲۱۷ھ میں انتقال کیا۔ (ابن خلکان)

## بعض دیگر مشاہیر

عیسیٰ بن یوسف کوفی محدث ثقہ فقیہ جید تھے۔ حدیثِ اعمش اور امام مالک  
سے سنی اور فقہِ امامِ اعظم سے حاصل کی۔ مامون نے ان کو تکریمِ حدیث کے دس ہزار  
دینار بطور ہدیہ بھیجے انہوں نے واپس کر دیئے۔ پھر دو چنبد بھیجے وہ بھی واپس  
کر دیئے اور فرمایا یہ خاک بمقابلہ حدیثِ رسول اللہ کے لائق قبول نہیں۔  
بینتالیس جہاد اور بینتالیس حج کئے۔ امام بخاری و مسلم نے ان سے استفادہ  
کیا ہے۔ وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔ (مقدمہ فتاویٰ ہندیہ)  
حسن بن زیاد کوفی امامِ اعظم سے تلمذ ہے۔ ایک عرصہ تک قاضی رہے۔  
وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

موسیٰ بن سلمان جوزجانی، کنیت ابو سلیمان ہے فقیہ و محدث تھے۔ امام محمد  
سے فقہ حاصل کی۔ حدیثِ امام ابو یوسف و ابن المبارک سے سماعت کی۔ زہد و  
عبادت کی وجہ سے عمدۂ قضا سے انکار کیا۔ ۳۰۵ھ میں انتقال ہوا۔  
عصام بن یوسف طبری، فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی۔ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔

حسین بن جعفر فقیہ و محدث امام ابو یوسف کے شاگرد مسلم و ابن ماجہ نے اُن سے روایت کی ہے۔ اصفہان کے قاضی تھے۔ سخی، زادہ۔ ۲۱۰ھ میں وصال ہوا۔

ابراہیم بن رستم مروزی شاگردِ امام محمد کو عمدہ تفصیل دے رہا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ نیشاپور میں انتقال کیا۔

معلیٰ بن منصور الرازی، فقیہ، حافظِ حدیث، فقہ میں امام ابو یوسف و امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں۔ حدیثِ امام مالک، لیث، ابن عیینہ سے سماعت کی۔ ان سے ابن المدینی و ابن ابی شیبہ و امام بخاری نے استفادہ کیا۔ ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے۔

صنّاک بن مخلد بن مسلم العصری، ابو عاصم کنیت تھے۔ امام اعظم سے شرفِ تلمذ ہے۔ اصحابِ صحاح ستہ نے اُن سے تخریج کی۔ ۲۱۲ھ میں فوت ہوئے۔ اسماعیل بن حماد بن امام ابی حنیفہ کو فی فقہ حماد اور حسن بن زیاد سے پڑھی تھی فقیہ، عابد، زادہ صالح متدین۔ ۲۱۳ھ میں انتقال ہوا۔

بشر بن ابی انہ ہر نیشاپوری کوفہ کے مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ ثقہ، محدث، امام ابو یوسف سے فقہ اور ابن المبارک سے حدیث حاصل کی۔ ۲۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ جامع فقہ قدریہ و مرجیہ پر رسائل یادگار ہیں۔

خلت بن ایوب بلخی امام محمد و زفر کے اصحاب میں سے ہیں۔ فقیہ، محدث، عابد و فاضل صالح تھے۔ ابراہیم بن ادہم کی صحبت میں رہے۔ ان سے طریقِ زادہ حاصل کیا۔ ۲۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔

محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں۔ محدث، ثقہ، فقیہ جید تھے۔ ائمہ صحاح ستہ نے اُن سے استفادہ کیا۔ عسکر بغداد و بصرہ کے قاضی رہے۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم بن الجراح کوفی، فقیہ، محدث امام ابو یوسف کے شاگرد تھے

۲۷۳ میں انتقال ہوا۔

ابومنذر ہشام ابن ابی نضر محمد بن سابت بن بشر بن عمرو کلبی نسبہ کو فی علم نسب کا بڑا ماہر تھا۔ اس کی کتاب جمہور علم نسب میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔  
مامون الرشید کے لئے کتاب فرید نسب بریکی اور الملوک جعفر بریکی کی خاطر تصنیف کی۔ کثیر القواد کتب کا مصنف ہے۔ ۲۰۲ھ میں انتقال ہوا لیہ

## مسئلہ خلق قرآن اور مامون

خلق قرآن کا مسئلہ سب سے پہلے ہشام اموی کے زمانے میں جعد بن دہم نے پیش کیا تھا۔ لوگوں نے اس کو گرفتار کر کے خالد قشری گورنر عراق کے پاس بھیج دیا۔ ہشام نے جعد کے قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ خالد نے اُسے قید کر دیا۔ قتل نہیں کیا۔ ہشام کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے خالد کو ملامت کی۔ اور پھر قتل کی تاکید کی۔ خالد نے اُسے قید خانہ سے نکالا۔ جب عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ چکا تو اُس نے اپنے خطبہ میں کہا۔

”لوگو! اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور قربانی کرو اللہ تعالیٰ اُسے قبول کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج جعد بن دہم کی قربانی کروں اس لئے وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے گفتگو نہیں کی اور نہ ابراہیم خلیل اللہ کو اپنا دوست بنایا۔ توبہ توبہ جعد کتنی بڑی بات کہتا

۱۔ حاجۃ الطرب فی تقدّمات العرب ص ۶۶۔

۲۔ جعد بن دہم نے خلق قرآن کا عقیدہ ابان بن سیمان سے اور ابان نے طاہوت سے اخذ کیا تھا اور طاہوت نے یہ عقیدہ اپنے داماد لبید بن الاعصم یہودی سے لیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تھا۔ طاہوت نے سب سے پہلے اس مسئلہ پر کتاب لکھی وہ خود زندقہ تھا اور اس نے زندقہ کی اشاعت کی۔



ہے، پھر وہ ممبر سے اُترا اور جعد کو ذبح کر دیا۔“  
خلقِ قرآن کی بدعت کا آغاز عہدِ اموی میں ہو گیا تھا۔ چونکہ فضا موافق نہ ملی اس  
کی اشاعت نہ ہوئی۔

منصور کے زمانے میں علومِ عقلیہ کی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں۔ ہادی کے عہد  
میں متکلمین کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جو عقائدِ دین پر عقلی اصول کے ساتھ بحث کرتا  
رہتا۔ یہ لوگ چند ایسے نتائج پر پہنچ گئے تھے جو علماءِ دین کے مسلمہ عقائد سے  
مختلف تھے۔ اس لئے جمہور علمائے اسلام نے اس فتنہ کے خلاف آواز بلند کی۔ پہلے  
پہل بصرہ سے منصور کے عہد میں یہ بدعت شروع ہوئی۔ واصل بن عطا، غزال اور  
عمر بن عبیدہ جو منصور کے ندیم تھے وہ مخترع تھے ان کے تابع بہت سے  
لوگ ہو گئے۔ ان کے بعد ابو ہذیل علاؤ، ابراہیم بن سیام نظام ”بشر بن غیاث  
مری“ عمرو بن بحر، جاحظ اور ثمامہ ابن اثمرس وغیرہ اہل المتکلمین اور رؤساءِ اعتزال  
کا دور آیا۔ یہ عہد مامون کا تھا۔ اہل سنت سے جن مسائل میں متکلمین کا اختلاف  
تھا۔ ان میں ذیل کے دو نہایت اہم مسئلے تھے۔

(۱) مسئلہ خلقِ افعال۔ متکلمین کہتے تھے کہ بندوں کے جس قدر افعال  
ہیں ان کے خالق وہ خود ہیں۔ اس سبب سے وہ اُن کے اوپر جزا و سزا کے  
مستحق ہوتے ہیں۔

اہل سنت کہتے تھے کہ افعال کا بندوں سے بجز اس کے اور کچھ تعلق نہیں کہ  
ان کے توسط سے وہ صادر ہوتے ہیں۔ اصلی خالق ان کا اللہ تعالیٰ عزَّ وَّجَلَّ ہے۔  
دوسرے مسئلہ صفات کا تھا۔ معتزلہ ذاتِ الہی کو صفات سے منترہ و متبرکات  
تھے۔ یہ کہ قدرت، ارادہ، سمیع، بصر، حیات اور کلام وغیرہ جو صفاتِ الہی ہیں بذاتِ  
خود قائم نہیں ہیں ورنہ قدام کا تعدد لازم آجائے گا۔“

اللہ تعالیٰ اپنی عین ذات کے لحاظ سے قادر، سمیع اور بصیر وغیرہ ہے۔  
اہل سنت صفات کو عین ذات نہیں مانتے تھے بلکہ قائم بالذات کہتے تھے اس

سے یہ اختلاف پیدا ہوا کہ قرآن مجید جو کلام الہی ہے حادث ہے یا قدیم۔ جمہور علمائے اسلام اس کو کلام کے صفت الہی ہونے کی وجہ سے قدیم اور غیر مخلوق کہتے تھے، لیکن معتزلہ کا قول تھا کہ ان حروف اور اصوات کو اللہ تعالیٰ نے ایک حادث جسم میں جس کو نبی کہتے ہیں پیدا کر دیا ہے۔ یہی اُن کے نزدیک وحی کی حقیقت تھی۔

مسئلہ خلقِ قرآن معتزلہ اور علمائے اہل سنت کے درمیان زیرِ مناظرہ تھا۔ اصحابِ حدیث کے غلبہ کی وجہ سے متکلمین علانیہ اس خیال کی اشاعت نہیں کر سکتے تھے۔

مامون کے علمی دربار میں علمائے معتزلہ بھی شریک ہوتے۔ مجالسِ مناظرہ منعقد ہوتیں ان کے دل بڑھنے لگے۔ مامون الرشید پر بھی ان کا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔

مامون، یحییٰ بن مبارک زیدی کا شاگرد تھا جو معتزلی کہے جاتے تھے۔ ثمامہ بن اثرف کے مامون سے گہرے تعلقات تھے اور ثمامہ مذہبِ اعتزال میں مسلکِ ثمامی کا بانی تھا۔ مامون الرشید اُسے اتنا پسند کرتا تھا کہ دو بار اس نے قلمدانِ وزارت اس کو پیش کیا۔ اس کے علاوہ نظام و جاحظ کی صحبت، غرضیکہ مامون کی طبیعت کا اُدھانِ اعتزال کی طرف پوری طرح ہو گیا۔ چنانچہ اس نے مسئلہ خلقِ قرآن کو زیادہ اہمیت دی۔

علامہ سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں مسئلہ خلقِ قرآن کے فتنہ کی تفصیل لکھی ہے ہم اس کو بحسبِ یہاں نقل کرتے ہیں :-

در ۲۱۲ھ میں مامون نے اس عقیدہ کا اعلان کیا اور اسحاق بن ابراہیم خراسانی (طاہر بن حسین کے چچیرے بھائی) نائب السلطنت بغداد کی معرفت علمائے بغداد کو ایک خط لکھا کہ امیر المؤمنین کو معلوم ہوا ہے کہ خاص لوگوں سے لے کر عوام تک کو دین کی کچھ خبر نہیں ہے اور لوگ ضلالت میں گرفتار ہیں اور خدا کو اس کے قدر کے موافق نہیں جانتے اور اُس کی

کنہہ و حقیقت تک نہیں پہنچتے، نہ خالق و مخلوق کے تعلق کو سمجھتے ہیں یہ خیال ہے کہ قرآن شریف قدیم ہے اور خدا کا پیدا کردہ یا اختراع کردہ نہیں ہے حالانکہ خود خدا نے فرمایا ہے اِنَّا جَعَلْنَا كَافَّةً اَنْعَامًا مِّمَّا يَتَّبِعُنَا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَفْقَهُ وَاَمَّا مَن لَّمْ يَفْقَهُ فَاَنَّ سَمْعًا بَعِثْنَا لَمْ يُفْقَهُ وَهُوَ كَلْبٌ اَوْ اِنْسَانٌ مُّجْنَنٌ ﴿۱۷۱﴾ قرآن کو عربی بنایا۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کو خدا نے بنایا ہے وہ مخلوق ہے جیسا کہ فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ اور بنایا اندھیرے اور روشنی کو اور فرمایا :

لَقَدْ عَلِمْتُمْ مِّنْ اٰیٰتِنَا ﴿۱۷۲﴾ ”اور ہم ان لوگوں کا حال بیان کرتے مآقَدُ سَبَقَ ﴿۱۷۳﴾“ ہیں جو گزر چکے ہیں۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ان چیزوں کا بیان کرتا ہے جو بعد میں پیدا ہوئیں اس کی آیتیں محکم ہوئیں اور ان کی تفصیل خود خدا نے فرمائی۔ ظاہر ہے کہ وہ اس کا خالق ہے اور مُبْدِع، جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے اہل حق ہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ اہل باطل ہیں اور اس بطلان و کفر پر جیسے ہوئے ہیں اور جہان کو بھی دھوکے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ جو لوگ راہِ ماست سے دوگرداں ہو کر جھوٹوں میں مل گئے اور ان کی موافقت میں غیر خدا سے ڈرتے ہیں۔ انہوں نے حق کو بالکل چھوڑ رکھا ہے اور سوائے خدا کے اپنے من مانے خدا کے بندے ہیں اور یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ انہیں علمِ دین سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے، جاہل ہیں اور جاہلوں کے مقتداء شیطان اُن کی زبانوں سے کلام کرتا ہے، خدا کے دشمن ہیں۔ اس کے صدق پر تہمت لگاتے ہیں اور اس کی شہادت سے طرح دیتے ہیں۔ جس شخص نے سچائی سے آنکھیں بند کر لیں ان کو ایمان و توحید سے کوئی حقہ ملنے والا نہیں ہے سب سے بڑا جھوٹا وہ ہے جو خدا اور اس کی وحی پر جھوٹ باندھے اس کا خیال اور اندازہ جھوٹا ہے اور وہ خدا کی معرفت کو نہیں پہنچ سکتا

پس ایسے تمام لوگوں کو جمع کیا جائے اور ان سب کو ہمارا یہ خط پڑھو کہ سنا دیا جائے اور ان کا امتحان کیا جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ خلق و حدوث قرآن کے متعلق ان کا کیا اعتقاد ہے؟ اور ان سے کہہ دیا جائے کہ جو شخص اپنے دین پر قائم نہیں ہے اس کی ہم حفاظت اپنے ذمہ نہیں لیتے۔ اگر وہ خلق قرآن کے قائل ہو جائیں تو خیر ورنہ ان سے کہا جائے کہ قرآن شریف سے اپنے اعتقاد کا ثبوت دکھلاؤ۔ جو شخص خلق قرآن کا مقرر نہ ہو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے اور ان کے نام ہم کو لکھ کر بھیج دیئے جائیں اور اپنے ماتحت قاضیوں کو بھی یہی حکم دیدو اور تاکید کر دو۔“

محمد بن سعد کا تب، یحییٰ بن معین، ابو خثیمہ، ابوسلم یزید بن ہارون، اسمعیل بن داؤد، اسمعیل بن ابوسعود احمد بن دورق کو بلوا بھیجا۔ یہ لوگ آئے اور ان کا خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان کیا اور جب تک ان بزرگوں نے قرآن شریف کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کر لیا ان کو رقبہ سے بغداد نہ آنے دیا۔ پہلے تو ان سب نے اس مسئلہ میں توقف کیا مگر آخر تقیہ کر کے قائل ہو کر جان بچائی۔

مامون نے اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ فقہاء و مشائخ حدیث کو بلا کر مطلع کر دو کہ موقوفہ بالا علماء نے خلق قرآن کو مان لیا ہے۔ اسحاق نے حکم شاہی کی تعمیل کی۔ آخرش بعض لوگوں نے مان لیا۔ مگر اکثر نے نہ مانا۔ یحییٰ بن معین نے بعد میں فرمایا کہ ہم نے بھی خلق قرآن کو محض تلوار کے خوف سے مانا ہے۔ مامون نے اسی پر بس نہیں کیا ہے پھر اسحاق بن ابراہیم کو حکم بھیجا کہ جو لوگ خلق قرآن کے منکر ہیں ان کو طلب کرو اور ان سے دریافت کرو۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل، بشر بن ولید کنذی البوصان الزیادی، علی بن ابی طالب فضل بن غانم، عبید اللہ بن عمر قراری، علی بن جعد، سجادہ بن ہشیم ذیال بن شیم، قتیبہ بن سعید، سعد و نسیہ الوسطی، اسحاق بن ابوامرئیل، ابن ہریر، ابن علیہ الاکبر، محمد بن نویر

العجلی، یحییٰ بن عبدالرحمن عمری، ابونصر تمار، ابوالعمر القطیعی، محمد بن حاتم بن میمون پطبرک بلانے گئے اور ان سب حضرات کو مامون کا خط سنایا گیا۔ سب نے سرگوشیاں کیں۔ اشارے و کنایہ کے بعد مسئلہ کا اقرار کیا نہ انکار۔ آخر اسحاق نے بشر بن ولید سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو امیر المومنین کا یہ عقیدہ مدت سے معلوم ہے۔ اسحاق نے کہا کہ اب تو امیر المومنین نے تجدید کی ہے اور ان کے گرامی نامہ کی تعمیل لازمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا تو یہ قول ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اسحاق نے کہا کہ میں یہ نہیں پوچھتا بلکہ یہ بتاؤ کہ آپ اس کو مخلوق مانتے ہیں یا نہیں؟

انہوں نے کہا کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا اور میں تو امیر المومنین سے عہد کر چکا ہوں کہ اس مسئلہ میں کلام نہ کروں گا۔ پھر اسحاق نے علی بن ابی طالب سے پوچھا کہ آپ اس مسئلہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ وہ بولے کہ میرا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کلام خدا ہے اور اگر امیر المومنین کچھ اور کہیں تو ہم اسے منہ سے اور ماننے کو تیار نہیں۔ ابوشحان نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔ پھر امام احمد بن حنبل سے پوچھا تو انہوں نے بھی کہا کہ قرآن شریف کلام خدا ہے۔ اسحاق نے کہا کہ وہ مخلوق سے ہے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہتا۔

ابن بکاء الاکبر نے کہا کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف بنایا گیا ہے اور محدث ہے کیونکہ اس پر نص وارد ہے۔ اسحاق نے کہا کہ جو چیز بنائی جائے وہ مخلوق ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر اسحاق نے پوچھا کہ تو پھر قرآن شریف مخلوق ہے وہ بولے میں یہ نہیں کہتا۔

غرض ان سب علماء کے بیانات تحریر کر لئے گئے اور خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیئے۔

مامون ان کو پڑھ کر برا فروختہ ہو گیا اور اسی وقت اس کا جواب لکھا کہ اسحاق

تمہاری تحریر ہماری نظر سے گزری اور ان لوگوں کے جوابات معلوم ہوئے جو خود کو اہل قبلہ کہتے ہیں اور درحقیقت نہیں ہیں۔ جو لوگ قرآن کو مخلوق نہیں مانتے ان کو فتوے دروایت حدیث و دس قرآن سے منع کر دیا جائے۔

بشر نے جو کچھ کہا ہے جھوٹ بولا ہے۔ امیر المؤمنین اور اس کے درمیان میں کوئی عہد نہیں ہوا۔ ہمارا اعتقاد و اخلاص کہ قرآن شریف مخلوق ہے سب کو معلوم ہے۔ ان سب علماء کو بھی طلب کر و اور ان سے پھر پوچھو۔ اگر وہ اپنے عقیدہ سے توبہ کریں تو اس کا اعلان کر دو۔ اگر وہ اپنے عقیدہ پر اصرار کریں تو ان کو قتل کر دو اور ان کے سر ہمارے پاس بھیج دو۔ ابراہیم بن مہدی کا بھی امتحان کرو اگر وہ خلق قرآن کو مان جائیں تو خیر ورنہ ان کی بھی گردن ماد دو۔ علی بن مقاتل سے کہنا کہ کیا تم نے امیر المؤمنین سے نہیں کہا کہ تم نے حلال اور اس کے ساتھ حرام بھی کھایا ہے۔ ذیاب سے کہنا کہ تم نے کھانے میں چوری کی ہے۔ احمد بن یزید ابوالعوام اور ان کا یہ قول کہ اس سے بہتر جواب اعتقاد قرآن میں وہ نہیں دے سکتے معلوم ہوا۔ ان سے کہہ دو کہ تم گو عمر میں بوڑھے ہو مگر عقل میں بچے اور جاہل ہو۔ جب آدمی پڑھ لکھ جاتا ہے تو اس کو ٹھیک جواب دینا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو تلوار ان کا علاج ہے۔ (امام) احمد بن حنبل کو کہہ دو کہ امیر المؤمنین کو تمہارا بیان معلوم ہوا ہم نے اس پر اچھی طرح غور کیا۔ ان کا جواب ان کے جمل اور آفت پر دلالت کرتا ہے۔ فضل بن غانم سے کہہ دو کہ جو کچھ مصر میں ان سے واقع ہوا اس سے نہیں ڈرتے ہو۔ یعنی قاضی ہونے کی حالت میں تم نے ایک سال میں اس قدر مال کمایا۔ زیادہ سے کہہ دو کہ تم بالکل جاہل ہو۔ ایک چیز کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر اس کا انکار کرتے ہو۔ ابونصر التمار سے کہہ دو کہ تمہاری کم عقلی اور بخیلی کا امیر المؤمنین کو پہلے ہی علم تھا۔ ابن نوح اور ابن حاتم سے کہہ دو کہ سود کھاتے کھاتے تم میں سے قبول توحید کا مادہ جاتا رہا ہے۔ اگر امیر المؤمنین تم سے سود کھانے کے جرم میں جنگ کریں تو جائز ہے۔ قرآن شریف میں تمہارے



ہی جیسے لوگوں کی نسبت وعید نازل ہوئی ہے۔ جو شخص سود لیتا ہے وہ مشرک بھی ضرور ہوگا اور عیسائیوں کا پس خودہ کھانے والا تو ضرور ہی سمجھا جائے گا۔ ابن شجاع سے کہہ دو کہ تم وہ مال کھا چکے ہو کہ جو تمہیں کھانا جائز نہ تھا۔ ایسے آدمی کی عقل اگر نہ جاتی ہے تو تعجب ہے۔ سعد بن وہب واسطی سے کہہ دو کہ جس شخص نے جھوٹی حدیث بنائیں اور ریاست کی حرص رکھی اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ سجادہ سے کہہ دو کہ جو شخص علی بن یحییٰ وغیرہ کی امانتیں کھا گیا اس کو توحید سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قوادیری سے کہہ دو کہ تمہارے حالات یہاں تک کہ رشوت کا لینا بھی ہم کو معلوم ہے۔ تمہارے مذہب اور طریقوں اور عقل و دین کی بھی میں خبر ہے۔ یحییٰ عمری اگر اولادِ عمر بن خطاب سے ہوں تو ان کا جواب معروف ہے۔

محمد بن حسن بن علی بن عامر اگر سلف کا مقتدی ہے تو وہ پرانی روایتوں سے ایک قدم بھی تجاوز نہ کرے گا اس صورت میں ان کی حیثیت ایک بچے سے بڑھ کر نہیں ہے کہ جس کو تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین نے حصولِ قرآن شریف میں ان کی محنت دیکھ کر ان کے ساتھ ابو مسرک معرفت بڑی نیکی کی تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ تہہ در تہہ میں پڑے رہے۔ آخر امیر المؤمنین نے تلوار سے دھمکا کہ ان سے اقرار لیا۔ مگر معلوم ہوا وہ اقرارہ جھوٹا تھا۔ اگر وہ اپنے اقرارہ پر قائم رہیں تو اس کا اعلان کر دو۔ نیز جن لوگوں کا ہم نے نام لیا ہے اگر وہ اپنے شرک سے باز نہ آئیں تو بشر بن مہدی کے سوا سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دو۔

کہتے ہیں کہ یہ حکم سن کر امام احمد بن حنبل، سجادہ محمد بن فوج، قوادیری کے علاوہ سب نے خلقِ قرآن کا اقرارہ کر لیا۔ اسحاق نے ان چادوں کو گرفتار کر لیا اور قید خانہ میں پھران سے ان کا عقیدہ دریافت کیا۔ سجادہ اور قوادیری نے ڈر کر مان لیا۔ مگر امام احمد بن حنبل اور محمد بن فوج نے کسی طرح اقرارہ نہ کیا۔ ان دونوں کو پابہ زنجیر طرطوس کی طرف روانہ کر دیا۔ لیکن ابھی یہ پہنچنے بھی نہ



پائے تھے کہ مامون کو معلوم ہوا کہ اس گروہ میں جس جس نے اقرار کیا ہے محض جان کے خوف سے کیا ہے۔ اس پر اس نے سخت اظہارِ نافرمانی کیا اور تمام علماء کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے اور خلیفہ کے پاس روانہ کئے گئے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی کار سازی دیکھو کہ یہ ابھی رقم پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ راستہ میں ہی مامون کے مرنے کی خبر پہنچ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکلات آسان کر دیں۔

دراصل ابن ابی داؤد رئیس معتزلہ نے مامون کو اس مسئلہ میں سخت گیر کر دیا تھا۔ ائمہ حدیث اور علمائے امت مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے۔ ایک ایک علمی مسئلہ کو دینی عقیدہ قرار دے کہ مامون نے اپنی قوت و سطوت کے زور سے جبراً لوگوں سے تسلیم کرانا چاہا اور بعض ان ائمہ اور شیوایانِ دین سے مخاطب ہوا جن کے سامنے مامون کی علمی استعداد صفر کے درجہ میں تھی۔ مامون کی آخری زندگی فلسفہ اور اعتزال کے نذر ہو گئی۔ مرتے وقت معتزم سے وصیت کر گیا کہ اس مسئلہ کو جبراً منوایا جائے۔



# خليفة المعتصم بالله عباسی

خليفة المعتصم بالله ابواسحاق محمد بن ہارون الرشید بروایت ذہبی معتصم ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں اُم ولد مولدات کوفہ سے تھی اس کا نام ”ماروہ“ تھا۔ ہارون الرشید معتصم کو بہت چاہتا تھا۔ ایک تعلیم یافتہ غلام **تعلیم و تربیت** ہر وقت معتصم کے ساتھ رہتا جو اُسے پڑھاتا رہتا۔ جب وہ غلام مر گیا تو ہارون نے کہا محمد اب تو تمہارا غلام بھی مر گیا اب بتلاؤ۔ معتصم نے کہا ہاں قبلہ وہ مر گیا اور کتاب کی بلا سے میں چھوٹ گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ تھوڑا بہت لکھ سکتا تھا اور کچھ کچھ پڑھ بھی سکتا تھا۔

معتصم بڑا قوی اور شجاع اور صاحب معلومات تھا اس کو فنونِ حرب سے دلی لگاؤ تھا۔ شجاعت اور تہور اس کی جبلت میں داخل تھا۔

مامون کے زمانے میں شام اور مصر کا والی رہا۔ شجاعت کی وجہ سے مامون اس کی بہت قدر کرتا تھا۔

مامون نے اپنے بیٹے عباس کو خلافت سے محروم کر کے اپنے بھائی معتصم کو ولی عہد مقرر کیا۔

**خلافت** مامون کی وفات کے دو مہرے دن ۱۹ رجب ۲۱۸ھ، ۸۳۳ھ کو طرطوس میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ لشکریوں نے بیعت کے وقت شور و غل مچایا کہ عباس بن مامون سریرِ خلافت پر متمکن کیا جائے۔ معتصم

نے عباس کو دربارِ خلافت میں طلب کیا۔ عباس نے حاضر ہو کر بطیب خاطر معتمد سے بیعت کر لی۔ اس طرح یہ شور و غوغا فرو ہو گیا۔

**انہدامِ طوانہ** | تحتِ خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے معتمد نے یہ کیا کہ طوانہ کو جسے مامون نے آزاد کر دیا تھا منہدم کر کے ان لوگوں کو جو بسائے گئے تھے ان کے گھروں کو واپس کیا اور جس قدر ذخائر و اصلہ وہاں جمع کئے گئے تھے ان سب کو اپنے ساتھ لایا اور جو لایا نہ جاسکا وہ جلا دیا گیا۔ یہ شعبان ۱۸۱ھ کا بغداد میں رونق افروز ہوا۔

**علویوں کا دعویٰ** | مامون کے عہد میں اہل بیت نے دعویٰ خلافت کیا۔ مگر اس کے عہد میں اہل بیت کرام میں محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی زین العابدین بن حسین علیہ السلام تھے۔ محمد بن قاسم مدینہ منورہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ عابد، زاہد نیک سیرت مشہور تھے خلیعہ امامیہ کے امام نهم محمد جواد کا ۲۵ سال کی عمر میں ۲۲۱ھ میں وصال ہوا ان کے نکاح میں مامون کی بیٹی ام الفضل تھی وہ بیوہ ہو جانے کے بعد اپنے چچا معتمد کے یہاں آگئی۔

امام جواد کے بیٹے ابو الحسن علی ہادی کی عمر اس وقت سات سال کی تھی ان کو شیعوں نے اپنا امام قرار دیا۔

محمد بن قاسم مذکور کو زید یہ جماعت نے اپنا امام بنایا۔ ایک فتنہ پرور خراسانی مدینہ آیا اور وہ محمد بن قاسم کے پاس رہنے لگا۔ اس نے یہ خیال ان کے ذہن میں مستحکم کر دیا کہ ”آپ ہی ستمی امامت ہیں“۔ ۱۷

جو لوگ خراسان سے حج کرنے آئے اُن کو امام کے پاس لا کر اُن سے بیعت کرائی۔ پھر تو کچھ عرصہ میں معتقدین کی کثرت ہو گئی اور خراسانی امام محمد کو لے کر

۱۷ تاریخ ابن خلکان کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۲۶ ۱۸ ایضاً ص ۱۲۷

”تو زجان چلا گیا اور مصلحتاً کچھ روز دونوں دوپوش رہے۔ جب رؤساء و امراء بھی بیعت میں شریک ہو گئے تو اس نے امام محمد بن قاسم کو ظہور کرنے کی رائے دی اور لوگوں کو ”رضامن آل محمد“ کی دعوت دینے لگا۔ عبداللہ بن طاہر نے اس طوفان کے روکنے کی طرف توجہ کی۔ اطراف طالعان میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور ہر لڑائی میں امام محمد بن قاسم کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ آخر امام میدان سے ہٹ گئے اور رؤساء پیچھے۔ وہاں کے عامل نے گرفتار کر کے ان کو عبداللہ بن طاہر کے پاس بھیج دیا۔ اس نے معتم کے یہاں روانہ کیا۔ معتم نے ۲۱۹ھ میں ان کو قید خانہ سامرا میں رکھا۔ عید کے موقع پر قید خانے سے نکل کر ایسے غائب ہوئے کہ پھر ان کا سراغ ہی نہ لگا۔

نذیریہ کی جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ وہ ہی امام مہدی ہیں کہ زندہ غائب ہو گئے۔ جب ظلم و ستم سے دنیا بھر جائے گی اس وقت ظاہر ہوں گے۔ ان کے غائب ہوتے ہی ہمراہی منتشر ہو گئے۔

**بابک خرمی کا انجام** | امامون نے مرتے وقت معتم کو وصیت کی تھی کہ خرمیوں سے غفلت نہ کرنا ورنہ ان کا فتنہ خطرناک ہے۔ معتم نے اپنے سب سے بڑے ترک سپہ سالار ”افشین“ کو بابک کی مہم پر متعین کرنا چاہا اس کی روانگی سے پہلے ابو سعید محمد بن یوسف کو ”اردبیل“ بھیجا تا کہ وہ منہدم قلعے جو خرمی کے ہاتھوں تباہ ہوئے تھے ان کی مرمت کرائے۔ اس نے ”زنجان“ سے ”اردبیل“ تک کل قلعوں کو درست کرایا اور ان قلعوں کو سامان حرب غلہ کی کافی مقدار سے مضبوط اور مستحکم کیا۔ اس درمیان میں بابک اور اس کے سردار عصمت نے متعدد حملے کئے۔ ابو سعید نے ان کو شکست پر شکست دی۔

برید کا بہترین انتظام کیا گیا۔ اردبیل سے دار الخلافہ تک چار یوم میں خط

پہنچتا تھا۔ امیر العسکر "افشین حیدر بن کادس"، کو معتم نے جبال کی گورنری محنت کر کے جنگ بابک پر روانہ کیا۔ افشین نے میدان کارزار میں پہنچ کر پہلے رسد سانی کا انتظام کیا۔ راستوں کو خطرات سے پاک و صاف کرنے کی غرض سے چوکیاں بٹھائیں تجزیہ کار سپہ سالاروں کو پٹرول پر متعین کیا جو شب و روز ادبیل سے اس کے لشکر کا تک گشت کیا کرتے اور چادروں طرف جاسوس بھیج دیئے۔

افشین اور بابک میں عرصہ تک معرکے رہے معتم نے بغا البکیر کو معہ کثیر التعداد فوج اور مال اسباب کے افشین کی ملک پر روانہ کیا۔ بابک کو خبر ہوئی تو وہ شب خون مارنے کے خیال میں چلا۔ افشین کو اس کی خبر ہو گئی اس نے اپنے حسن تدبیر سے بغا البکیر کو نکال لیا مگر ہشتم نامی سپہ سالار سے بابک کا مقابلہ ہو گیا۔ ہشتم کو مقابلہ میں ناکامی ہوئی مگر افشین نے بابک کے عقب سے حملہ بول دیا۔ بابک کی تمام فوج اس معرکہ میں کام آئی۔ بابک کمال بے سرو سامانی سے معہ معدودے چند آدمیوں کے بھاگ کر "موقان" پہنچا۔ وہاں بقیہ لشکر کو طلب کر کے مقام "بد" میں آیا۔

ربیع الاول ۲۲۲ھ میں افشین نے بابک کے مرکز قصبہ "بد" پر تاخت کی۔ ادھر معتم نے جعفر خیاط کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان لشکر معہ تیس لاکھ درہم معارف فوج کے لئے روانہ کئے۔ فریقین میں سخت خون ریز جنگ ہوئی۔ آخر میں افشین اور جعفر خیاط کی فوج غالب آکر "بد" میں داخل ہو گئی۔ محلات میں آگ لگادی گئی۔ بابک جان لے کر بھاگا۔ ابوالسفاح نے تعاقب کیا۔ اس کی ماں اور اس کا بھائی معاویہ گرفتار ہو گئے۔ بابک جبال ارمینہ میں جا چھپا۔ افشین کے جاسوس اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ سہل بن ساباط نے بابک کو دیکھ لیا اور اس کی تعظیم و توقیر کی اور اپنے قلعہ میں لا کر رکھا اور افشین کو اطلاع دیدی۔ چنانچہ دوسرے دن بابک کو شکار کے بہانے جنگل میں لا کر افشین کے سپہ سالاروں کے ہاتھ گرفتار کرادیا۔ بابک افشین کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے قید خانہ میں اس کو

بھیج دیا۔ اس حسن خدمت کے صلہ میں معاویہ بن سہل کو ایک ہزار درہم اور سہل کو ایک لاکھ درہم اور ایک بیٹی جو اہرنگدارِ مرحمت کی معتمد کے حضور میں افشین نے تمام رواد و بھیجی۔ خلیفہ نے افشین کو سامرو طلب کیا۔ افشین شوال ۲۲۲ھ کو ”برزند“ سے سامرو روانہ ہوا۔ ہر منزل پر خلیفہ کے حکم سے افشین کی کمال عزت افزائی کی جاتی۔ اور ایک قاصد خاص خلیفہ کا معہ خلعتِ فاخرہ اور ایک دس عربی گھوڑے کے افشین سے ملتا۔ جس وقت افشین سامرو کے قریب پہنچا ولی عہد بہادر شہزادہ واثق باللہ معہ سرداران و اراکینِ سلطنت کے استقبال کو آئے اور کمال توقیر سے قصرِ مطہرہ میں افشین کو ٹھہرایا۔ اور اسی قصر میں بابک کو زیرِ حرارت رکھا۔

خلیفہ کے حکم سے افشین کے سر پر تاج رکھا گیا۔ اس کو قیمتی خلعت پہنائی گئی۔ بیس لاکھ درہم بطور صلہ مرحمت فرمائے گئے اور دس لاکھ درہم اس کے لشکر میں تقسیم کئے گئے۔ اس کے بعد صفر ۲۲۳ھ میں دربار میں مقتصد نے بابک کو طلب کیا اور اُس سے کہا ظالم تو نے بیس برس میں ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور ہمارے سپہ سالاروں یحییٰ بن معاذ، عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد احمد بن جنید۔ ذریق بن علی بن صدقہ محمد بن حمید طوسی اور ابراہیم بن لیث کے ساتھ کیا سلوک کئے۔ اس کے بدلہ میں حکم دیا گیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ بابک کا سر خراسان بھیجا گیا اور لاشہ کو سامرو میں صلیب پر چڑھایا۔

بابک کے پنجہ ظلم سے ساٹھ ہزار چھ سو مسلمان عورتیں اور ان کے بچے چھوڑائے گئے۔ بابک کے تمام خاندان کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور اس کے بھائی عبداللہ کو بغداد میں سولی پر چڑھایا گیا۔ آرمینہ اور آذربائیجان میں بابکیوں کی شورش سے بدظمی پھیل گئی تھی۔ سہل بن سنباط نے سر اٹھایا اور ران پر قبضہ کیا۔ محمد بن سلیمان ازدی نے بقوت اس کی مزاج پر سی کر دی۔ ابن سنباط راہِ راست پر آگیا اور

لے تاریخ ابن خلدون صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۲ کتاب ثانی جلد ہفتم۔ لے یعقوبی جلد ۳ صفحہ ۵۷۰۔

محذرت خواہ ہو کہ مطیع ہو گیا۔

درثان بن محمد بن عبد اللہ نے آمدِ مینہ میں بغاوت برپا کی۔ سپہ سالار افشین نے منجھو کو اس کے استیصال کے لئے بھیجا لیکن علی بن یحییٰ الذہبی نے خلیفہ سے کہہ کر درثان کا قصور معاف کر دیا اور آمدِ مینہ کی حکومت محمد بن خالد کو عطا ہوئی۔ مگر یہ ملکی نظام میں قاصر رہا تو محمد بن علی کا تقرر عمل میں آیا جس نے عمان حکومت ہاتھ میں آتے ہی آمدِ مینہ میں امن و امان قائم کر دیا۔

”مازیار“ والی طبرستان عباسی حکومت کا باجگزار تھا اور خراج حاکم خراسان کو ادا کیا کرتا۔ مگر عبد اللہ بن طاہر اور مازیار بن قاذن سے باہمی کشیدگی چند وجوہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ معتصم اس سے خود خراج وصول کر کے عبد اللہ کو بھیجا دیا کرتا۔ رفتہ رفتہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ عبد اللہ کا جادو چل گیا اور معتصم ”مازیار“ سے بگڑ بیٹھا۔

افشین کو عبد اللہ سے خلش تھی اور افشین کا دلی منشا یہ تھا کہ خراسان کی ولایت سے عبد اللہ بن طاہر کو نکال کر خراسان اپنے قبضہ و تصرف میں لے آئے۔ افشین نے مازیار کو گاناٹھا اور عبد اللہ کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ چنانچہ مازیار نے علم بغاوت بلند کر دیا اور دو مہینے کے اندر علاقہ کا ایک سال کا خراج وصول کر لیا۔ آمل، سادیہ، طبرس کے باشندوں کو ہرمز آباد منتقل کر کے یہاں مقابلہ کے لئے تین میل لمبی ایک شہر پناہ تعمیر کرائی اور ایک بڑی خندق کھدوائی۔ یہ تیاریاں دیکھ کر اہل جرجان نے شہر خالی کر دیا۔

معتصم اور عبد اللہ کو مازیار کی حرکتوں کی خبر پہنچ ہی تھی چنانچہ ہر وقت اپنی فوجیں اس کی سرکوبی کے لئے بھیجی گئیں۔ مازیار ہر طرف سے گھیر گیا اور نو تعمیر شہر میں مقابلہ کے بعد روپوش ہو گیا۔ اس کے بھائی فوہیار نے اس کو امان دلانے کے بہانہ اس کو گرفتار کر دیا۔ مازیار معتصم کے پاس روانہ کیا گیا۔ معتصم نے اسے کوڑوں سے پٹوایا جس کے صدمہ سے وہ مر گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی



فہمیاہ کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ اس طرح طبرستان کا پورا علاقہ نئے سرے سے دولت عباسیہ کے زیر نگین آ گیا۔

افشین کا ایک عزیز منکجور تھا۔ افشین نے اس کو آذربائیجان منکجور باغی کا انجم

ہاتھ لگا معتم کے جاسوس نے اطلاع دی۔ معتم نے منکجور سے دریافت کیا وہ خزانہ کا انکار کر گیا اور جاسوس کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ آمد ہیل کے باشندوں نے روکا بھی تو ان سے بگڑ بیٹھا۔ معتم کو اس کی بھی اطلاع ہو گئی۔ اس نے افشین کو منکجور کی معزولی کا حکم بھیج دیا۔ یہ آسانی سے جگہ نہ چھوڑنا چاہتا تھا اس لئے افشین نے فوج سرکار ہی اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کی۔ منکجور مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ آذر بائیجان میں قلعہ بند ہو گیا۔ کچھ مدت کے بعد ان کے ساتھیوں نے اس کو گرفتار کر کے افسر فوج کے حوالے کیا۔ افسر نے منکجور کو معتم کے پاس سامرو بھیج دیا۔ یہاں وہ قید کر دیا گیا۔ منکجور کی بغاوت کی وجہ سے معتم افشین سے کبیدہ خاطر ہو گیا اور اس کے ساتھ جو مراعات روا رکھتا تھا ایک قلم موقوف کر دی گئیں۔

ابھی منکجور باغی کا فتنہ ختم ہوا تھا کہ ۳۲۵ جعفر بن فہر بن حسن کی بغاوت

بنی عباس سے باغی ہو گیا۔ بہت سے گرد اور فتنہ پسند عوام اس کے معاون ہو گئے۔ معتم نے عبداللہ بن سید بن انس کو جعفر کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور اس کو ہی موصل کے علاقہ کا گورنر بنا دیا۔ جعفر اس وقت "ماتعیش" میں تھا۔ عبداللہ نے اس کو یہاں سے نکالا۔ جعفر نے دشوار راہ کا راستہ لیا۔ عبداللہ بھی پیچھے چلتا رہا۔ موقعہ پا کر جعفر پلٹا، سخت مقابلہ رہا۔ عبداللہ کو منہ کی کھانی پڑی شکست کھا گیا اور بڑا حصہ اس کی فوج کا اس جگہ کام آیا۔ عبداللہ کی شکست کے بعد

معتصم نے یہ مہم ایساخ ترکی سپہ سالار کے سپرد کی۔ اُس نے آتے ہی جعفر کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ جعفر قتل ہوا اور اس کے جگر کے تمام لوگ منتشر ہو گئے۔

۲۲۷ھ میں فلسطین میں ابو حرب الملقب بہ مبرقع برقع پوش نے **بغاوت مبرقع**

کی عدم موجودگی میں اس کے گھر میں قیام کرنا چاہا۔ اس کے بیوی نے منع کیا۔ فوجی نے اس کو کوڑوں سے پیٹا اور چلا گیا۔ مبرقع جب گھر لوٹا تو اس کی بیوی نے اس سے گزرا ہوا واقعہ کہہ دیا۔ مبرقع غصہ میں اُٹھے پیر لوٹا اور ڈھونڈ کر عباسی افسر کو قتل کر دیا۔ پھر حکومت کے خوف سے ”ارون“ کے پہاڑ میں روپوش ہو گیا اور گرفتاری کے خوف سے چہرہ پر نقاب ڈالے رکھا۔

مبرقع کی نقاب پوشی اور عزت نشینی سے عوام اس کی طرف رجوع ہونے لگے اور عقیدت مند کثرت سے اس کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور معتصم کے خلاف زہرا گلنار مہتا۔ ادھر مشہور کر دیا کہ میں اموی خاندان سے ہوں اس لئے دنیا میں آیا ہوں کہ ان غاصبوں سے خلافت چھینوں۔

لوگ کثرت سے اُس کے ہمنوا ہو گئے اور چند مہینے رو ساء بھی اس کے حلقہ عقیدت میں آ گئے۔ عموماً اس کے پیرو اُسے ”سفیانی“ کہا کرتے تھے۔ ان دنوں نزاری اور یمانی کا عربوں میں جھگڑا چل رہا تھا۔ ایک جماعت یعنی مبرقع کے ساتھ مل گئی۔ اس گروہ کا سردار ”مہس“ نامی شخص تھا۔ مبرقع کے ساتھی فلاح اور کاشت کار زیادہ تھے۔

معتصم باللہ کو اس فتنہ کی خبر لگی تو اس نے سپہ سالار رجا بن ایوب حضاری کو ایک ہزار فوجیوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ مبرقع کی گوشمالی بخوبی کر دی جائے اس

۱۔ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۷۲، ۱۷۱ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم۔

نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو مبرقع کے جھنڈے کے نیچے ایک عالم جمع تھا جس کی تعداد ایک لاکھ آدمیوں سے کم نہ ہوگی۔ یہ رنگ دیکھ کر رجانے مبرقع کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ زراعت و کاشت کاری کا موسم آیا تو مبرقع کے معین اپنے کاروبار میں لگ گئے۔ ادھر معتصم جل بسا۔ واثق سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ اُس نے رجا کو حکم بھیجا کہ دمشق میں نیا قلعہ اٹھایا ہے پہلے اس کو ختم کر کے پھر مبرقع کی خبر لو۔ چنانچہ دمشق سے لوٹ کر رجانے مبرقع کو گھیر کر مار لیا۔ اس کے ساتھی کھیت رہے۔ مبرقع معہ ابن مہیس کے پانہ نہ بخیر خلیفہ کے سامنے سامرہ بھیج دیا گیا اور وہاں ۲۲۴ھ میں اپنی منز کو پہنچا۔<sup>۱</sup>

## فتوحات

**فتح عموریہ** | عموریہ (اموریم) ایشیائے کوچک میں رومیوں کا بڑا مرکز تھا۔ شہنشاہ روم ان دنوں تھوکلن توقیل بن منبائل تھا۔ ۲۲۳ھ میں جب بابک خرمی عساکر اسلامی کی زد میں آگیا تو اُس نے اپنے بچنے کی صورت یہ پیدا کی کہ توقیل کو لکھا۔ معتصم نے اپنی پوری قوت سے اپنے سپہ سالار خیاط جعفر بن دینار اور طبایخ، ایٹاخ۔ افشین کو میرے مقابلہ پر بھیجا ہے۔ معتصم کے پاس دار الخلافہ میں اب کم فوج رہ گئی ہے۔ دار الخلافہ خالی ہے اس پر حملہ بول دو۔ ادھر سے تم آؤ ادھر میں اُن کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔<sup>۲</sup>

توقیل بابک کے حکم میں آگیا ایک لاکھ رومی لشکر معہ خرمیوں کی جماعت کے نہ بطرہ (کینے ڈوشیا) پر حملہ آور ہوا۔ اُس نے یہاں کے مسلمان مردوں کو قتل کیا۔ بچے اور عورتیں گرفتار کر لئے گئے۔ طیطہ وغیرہ کے قلعے ٹوٹے، جلائے اور

<sup>۱</sup> کتاب المختار جوہری ابن خلدون کتاب ثانی جلد ہفتم صفحہ ۱۷۱ معجم البلدان جلد ۷ ص ۲۲۴  
<sup>۲</sup> تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۴۳۔

تباہ کئے جو مسلمان بچے رہے ان کی آنکھوں میں گرم سلاٹیاں پھیر کر ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ گرفتار عورتوں میں سے ایک ہاشمی خاتون بھی تھی اس نے فریاد کی -

”وامعتصماہ اے معتمد میری مدد کر“۔

توفیل کے وحشیانہ مظالم، مسلمانوں کی دردناک حالت اور ہاشمی خاتون کی فریاد معتمد کے گوش گزار ہوئی وہ دربار میں تخت پر بیٹھا تھا وہیں سے بیٹھے بیٹھے بتیک میں پہنچا اور فوراً تخت سے اتر کر کوچ کی منادی کرادی اور فوجوں کو جمع کر کے خود معمولی زاد راہ لے کر دربار عام میں آیا اور بغداد کے قاضی عبدالرحمن بن اسحاق، شعبہ بن سہل اور ان کے ساتھ ۳۲۸ دوسرے ارکان سلطنت کو طلب کر کے ان کے دربار و وصیت کی -

”میری جاگیر کا ایک ثلث میرے اولاد کو اور ایک ثلث میرے موالی

کو دیا جائے اور تیسرا حصہ خدا کی راہ میں صرف ہو“

وصیت کرنے کے بعد جمادی الثانی کو دجلہ کی مغربی سمت افواج کا پڑاؤ کیا اور عجیف بن عنبہ، عمرو الفرغانی اور دوسرے فوجی افسران کو ”ذبطرہ“ کے مظلوموں کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ یہ اس وقت ذبطرہ پہنچے کہ رومی لوٹ مار کر کے لوٹ چکے تھے۔ عجیف وغیرہ کے پہنچنے پر مسلمان جو وہاں سے چلے گئے تھے وہ لوگ پھر واپس آکر آباد ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ذبطرہ میں امن و سکون قائم ہو گیا۔ اس اثناء میں عساکر اسلامی کو بمقابلہ بابک خرمی فتح یابی حاصل ہو گئی معتمد نے اپنے معاحبین اور ندیموں سے دریافت کیا -

”رومیوں کے نزدیک کون شہر عمدہ اور مہتمم بالشان ہے“

عرض کیا گیا عموریہ، معتمد نے یہ سنتے ہی تبادی کا حکم صادر کر دیا اور کمال تیزی اور عجلت سے اس قدر ساز و سامان جنگ اور آلات حرب مہیا کئے کہ اس سے

پیشتر کسی جہاد میں متیا نہیں کئے گئے تھے۔ مقدمۃ الجیش پر سپہ سالار شناس کو اول اس کے بعد محمد بن ابراہیم بن مصعب کو مہینہ پر سپہ سالار ایتاخ کو، میسرہ پر جعفر بن دینار خیاط کو اور قلب میں عجیف بن عقیہ کو مامور کر کے کوچ کر دیا۔ بلاد روم میں جب عسکر اسلامی داخل ہوا تملکہ پڑ گیا۔ مقام سلوقیہ میں پہنچ کے ”نہرسن“ پر ڈیرے ڈال دیئے گئے۔ یہ مقام طرطوس سے ایک یوم کی مسافت پر واقع تھا۔

معتصم نے ”نہرسن“ پر پہنچنے کے دوسرے دن امیر العسکر افشین کو سرحد حرث سے سروج کی طرف روانہ کیا اور شناس کو یہ ہدایت کر کے کہ ”صفصات“ ہیں پہنچ کے لشکر ہمایوں کے آنے کا انتظار کرے۔ اپنی فوج کو حدود طرطوس کی جانب بڑھنے کا حکم دیا اور ایک دن مقرر کر کے سب کو ایک مقام پر جمع ہونے کا حکم دے دیا۔

شاہ روم توفیل کو جس وقت معتصم کی آمد کی خبر ہوئی اس وقت وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا اور ایک مناسب مقام پر اپنی افواج ٹھہرائیں۔ چنانچہ جیسے ہی توفیل کو افشین کی پیش قدمی کی خبر ملی اپنے عزیز کو لشکر گاہ میں چھوڑ کر خود اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

آرمینہ کے اطراف میں دونوں کا سامنا ہوا اور ایسی خورزیر جنگ ہوئی کہ عسکر اسلامی کا پورا پیدل دستہ کام آ گیا۔ افشین چند گھنٹوں کے بعد پھر سنبھلا اور آگے بڑھا اور اس زور شور سے رومیوں پر حملہ آور ہوا کہ ان کی فوجیں تاب مقابلہ نہ لائیں۔ اور درہم برہم ہو گئیں۔ اس ابتری میں خود توفیل اپنی فوج کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اس لئے اس کے لشکر گاہ کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ جب یہ ہنگامہ فرد ہوا اور توفیل جو بچ گیا تھا اپنی فوج میں واپس آیا اور اسے منتشر دیکھا تو محافظ

لے تاریخ ابن خلدون جلد ہفتم کتاب ثانی صفحہ ۱۳۵ لے طبری جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۶۔

فوجی افسران پر سخت برہم ہوا اور اُن کے سر قلم کرادیئے اور اپنے تمام فوجی مرکزوں میں لکھ بھیجا کہ جو لوگ لوٹ گئے ہیں اُن کو کوڑوں سے پیٹ کر ایک مقام پر جہاں سے وہ دوبارہ بڑھنے والا تھا جمع کیا جائے اور ایک شخص کو انگورہ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ یہاں کے باشندے عسکر اسلامی کے حملہ کے خوف سے انگورہ سے نکل بھاگے تھے۔ توفیل کو اس کی اطلاع دی گئی۔ توفیل نے یہ رنگ دیکھ کر انگورہ کے بجائے عموریہ کی حفاظت کا سامان کیا اور معتم کے مقدمۃ الجیش پر چھاپہ مارنے کے لئے آگے بڑھا۔

معتم کے جاسوس توفیل کی فوج کے ساتھ لگے ہوئے تھے، انہوں نے اس کی اطلاع خلیفہ کو دی معتم نے فوراً مقدمۃ الجیش کے افسر شناس کو ہدایت کی کہ تم وہیں توقف کرو جہاں ہو۔ میں تم سے وہیں جلد ملتا ہوں اور اس درمیان میں روٹیوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلاؤ۔ چنانچہ شناس نے یہ خدمت عمر و فرغانی کے سپرد کی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ توفیل مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کی تاک میں نکلا تھا۔ لیکن جب اس کو آرمینیا کی سمت اسلامی فوجوں کے بڑھنے کی خبر ملی تو وہ ادھر چلا گیا۔ اس اطلاع کے بعد معتم نے افشین کو خط کے ذریعے راستے میں ٹھہر جانے کا حکم دیا لیکن وہ آگے بڑھ چکا تھا اس لئے اس تک خط نہ پہنچ سکا۔ ادھر شناس اور اس کے عقب سے معتم دونوں آگے بڑھے۔ انقرہ کے قریب شناس نے روٹیوں کی ایک جماعت کو دیکھا اور اُن پر حملہ کر دیا ان کو گرفتار کر لیا اور قتل کرادیا۔ ان میں ایک بوڑھا بھی تھا۔ اس نے کہا اگر تم میری جان بخشی کر دو تو انگورہ کی مفرد جماعت کا جس کے پاس خورد و نوش کا بہت سا سامان ہے پتہ دے سکتا ہوں۔“

شناس نے منظور کر لیا اور مالک بن کرد کو اس کے ساتھ کر دیا۔ اس بوڑھے نے پہاڑوں پہاڑوں مالک کو لے جا کر اس جماعت کے سر پر کھڑا کر دیا۔ مالک نے ان کو گھیر لیا اور کل ساز و سامان پر قبضہ جمایا اور بوڑھے کو انعام دے کر



رخصت کیا۔ افشین اور توفیل کی جنگ کے زخمی اس جماعت میں شریک ہو گئے تھے ان سے توفیل کی شکست کا حال معلوم ہوا۔ اس کے بعد افشین کے ہر کلاہ نے مفصل حالات اور فتح کا مشرہ سنایا۔ افشین انگورہ پہنچ گیا۔ یہاں فوج کی تنظیم اس طرح کی گئی کہ مہینہ پر افشین اور میرہ پراخناں کا تقرر ہوا۔ قلب کی قیادت خود معتمد نے اپنے ہاتھوں میں رکھی اور تینوں ایک دوسرے سے دودو فرسخ کا فاصلہ دے کر تاخت و تاراج کرتے ہوئے عموریہ پہنچے۔ یہاں ایک مسلمان جو رومیوں کے ہتھے پڑھ گیا تھا اور عیسائی بنالیا گیا تھا وہ رومیوں کے قبضے سے نکل کر اپنے بھائیوں میں آ ملا اور اُس نے بتایا کہ شہر پناہ میں ایک مقام پر سوراخ ہے جو باہر سے چھپا دیا گیا ہے لیکن اندر سے خول ہے معتمد نے اس مقام کے سامنے اپنا خیمہ نصب کر کے متجنیق سے سنگباری کے ذریعے سوراخ توڑ دیا۔

عموریہ کے بطریق باطیس نے توفیل کو اطلاع دی کہ شہر پناہ میں سوراخ ہو چکا ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ کسی شب کو نکل کر مسلمانوں پر چھاپہ مارا جاوے اور آپ کے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ خط مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ معتمد نے اسی وقت شہر پناہ پر سنگ بادی کر کے اس کو ایک مقام سے توڑ دیا۔ عموریہ اور عسکر اسلامی کے درمیان صرف خندق حائل تھی معتمد نے کھالوں کے بورے بنا کر اور اس میں مٹی بھر کر اس کو پٹوا دیا اور مسلمان سنگباری آلات کے ساتھ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور پچانک کے پاس دیوار توڑنا شروع کر دی۔ دوسری طرف افشین اور اشناں بادی بادی سے دودن تک پوری قوت کے ساتھ حملہ کرتے رہے۔ تیسرے دن معتمد خود میدان میں آیا اور صبح سے شام تک نہایت گھسان کا دن پڑا۔ شام ہوتے ہوتے ہزار ہا رومی مارے گئے، ہزار ہا زخمی ہوئے۔ شہر پناہ کے اس حصہ کے محافظ بطریق (دبدار) نے دو سائے دوم سے اپنی حالت زار بیان کر کے امداد طلب کی لیکن اس میں اس کو سخت مایوسی ہوئی اور اسے مجبور ہو کر معتمد سے جان بخشی کا مطالبہ ہونا پڑا۔ اس نے امان دے دی۔ بطریق مذکور معتمد



کے پاس چلا آیا۔ ابھی ان دونوں کو گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ عبدالوہاب بن علی کی سرکردگی میں مسلمان ریلہ کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ بطریق نے یہ رنگ دیکھا تو خوفزدہ ہوا۔ معتصم نے اس کو اطمینان دلایا کہ تمہاری جان و مال محفوظ ہے اور تمہارے مطالبات پورے کئے جائیں گے۔

مسلمانوں کے عموریہ میں داخل ہو جانے کے بعد رومی کلیسائے اعظم کی آڈیٹر کر لڑنے لگے اس لئے مسلمانوں نے مجبوراً اس میں آگ لگا دی۔ اس آڈیٹر کے خاتمہ پر مسلمانوں کا قبضہ عموریہ پر مکمل ہو گیا۔ صرف باطیس بطریق ایک برج میں جماد ہا۔ معتصم نے اسے بھی امان دیدی اور عموریہ پر کامل قبضہ کر لیا۔ امن پسند عثمان اور معززین کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ البتہ فوجیوں کو جو گرفتار ہوئے تھے قتل کر دیا گیا ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔ فتح عموریہ میں مال غنیمت اس کثرت سے ہاتھ آیا کہ پانچ یوم تک برابر نیلام ہوتا رہا۔ اس کے بعد جو بچے گیا وہ بچوں تک دیا گیا۔ فوجیوں نے لوٹ مار کرنا چاہی معتصم نے روک دیا۔ اس کے بعد عموریہ کے جنگی استحکامات منہدم کر دیئے گئے۔ ۱۷۷

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ معتصم عموریہ پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔ منجموں نے حکم لگایا تھا کہ طالع نحس ہے اس موقع پر فتح نہ ہوگی۔ مگر وہاں اُلٹی فتح و ظفر ہوئی۔ ابو تمام شاعر نے قصیدہ لکھا جس میں منجموں کی خوب خبر لی اور اُن کا مذاق اڑایا گیا ۱۷۸

عباس بن مامون کی بغاوت اور اسکی موت | عموریہ فتح کرنے کے بعد معتصم نے قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی تھیں کہ بغداد میں نیا فتنہ کھڑا ہوا۔ معتصم افشین کو عیث بن عقبہ پر ہمیشہ فضیلت

۱۷۷ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۲ ۱۷۸ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد ۷ صفحہ ۱۴۳

۱۷۹ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۳ -

دیا کرتا تھا۔ جس وقت عجیف کو زبطہ کی طرف روانہ کیا اس کو خرچ و اخراجات کی آزادی نہ دی جیسا کہ افشین کو خود مختار نہ رکھا تھا۔ اس کے علاوہ معتمد عجیف کے افعال پر نکتہ چینی بھی کیا کرتا۔ عجیف کو اس بنا پر معتمد سے ایک گونہ عناد ہو گیا اور بدر عمدی و غدارہ کی ہوا دماغ میں سما گئی۔ اس نے عباس بن مامون سے ملاقات کی اور باتوں باتوں میں کہنے لگا۔

”آپ نے مامون کی وفات پر بڑی غلطی کی ناحق خاموشی اختیار فرمائی۔ آپ مستحق خلافت ہیں۔ اگر آپ ذرا سا اشارہ کرتے تو لوگ آپ ہی کی بیعت کرتے“

عباس بن مامون نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ اس غلطی کے دفعیہ کا اقرار کیا اور عجیف کی اتفاق رائے سے اپنے دائرہ داروں میں سے ایک شخص سمرقندی نامی کو جو عبد اللہ بن وضاح کا قرابت دار تھا اس امر پر مقرر کیا کہ امراء و دروسا، لشکر کو درپردہ معتمد سے بدظن اور عباس بن مامون کی طرف مائل کیا کرے۔ تھوڑے دنوں میں سب سالاران لشکر اور مقربین بادشاہ خلافت کا ایک گروہ عمر فرغانی احمد بن خلیل اور حرث وغیرہ عباس کی جانب مائل ہو گیا اور اس کی خلافت کی بیعت کر لی۔ اس کے علاوہ عباس نے قیصر دوم سے خط و کتابت کر کے اپنے چچا کے خلاف سازباز کرنی چاہی تھے

معتمد کو ان واقعات کی خبر ہوئی تو وہ قسطنطنیہ پر حملہ کا خیال چھوڑ کر بغداد واپس آ گیا اور عباس کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور اس کا مال و متاع جس کی قیمت ایک لاکھ سولہ ہزار اشرفی تھی ضبط کر کے فوج میں تقسیم کر دیا۔ عباس قید میں بھوکوں مر گیا۔ یعقوبی کی روایت ہے کہ افشین نے عباس کو ہلاک کر دیا۔ انصلیس پہنچ کر معتمد نے عمر فرغانی کو زندہ دفن کر دیا اور موصل پہنچا تو عجیف کو اسی طرح

لے ابن خلدون جلد ۱، کتاب ثانی ص ۱۵۲۔ ۲ مسعودی جلد ۱ ص ۱۳۶۔ ۳ یعقوبی جلد ۲ ص ۵۱۔

مارا۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ سپہ سالاروں کو جنہوں نے عباس بن مامون کی بیعت کی تھی قتل کر ڈالا۔

**اولادِ مامون سے سلوک** | معتصم جب سامرا میں داخل ہوا تو مامون کی بقیہ اولاد کو گرفتار کر کے ایک مکان میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب وہیں مڑکھپ گئے یہ

**عروجِ اتراک** | ہارون اور مامون کے عہد میں عربوں کے مقابلہ میں عجمیوں کو بڑا اقتدار حاصل ہوا۔ معتصم نے ترکی غلاموں کو سرچڑھایا۔ حکومت کے شکوہ و تجمل کے لئے ہزار ہا سمرقندی فرغانوی ترک خرید کر لئے گئے۔ انہوں نے فتوحاتِ ملکی میں بڑے کام ہائے نمایاں کئے تھے۔ ان کے لئے ہی سامرا کی تعمیر از سر نو ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے :-

## تعمیرِ سامرا

معتصم نے اپنے عہدِ خلافت میں مصر کے ایک گروہ کو مجتمع کر کے مطاہرہ کے نام سے موسوم کیا تھا اور سمرقند، اشروسند اور فرغانہ سے ایک گروہ کو منتخب کر کے فرغانہ کا لقب دیا تھا۔ یہ لوگ خرید کر وہ تھے مگر ان کے لباس کا اہتمام خاص تھا۔ لہ شیم پہنتے تھے۔ زریں طوق اُن کے گلے میں رہتا تھا۔ یہ لوگ تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھے معص تھے اور اس پر طرہ یہ کہ وحشی خلعت بھی تھے اس لئے بغداد میں ان کے هجوم سے اہل شہر کو بڑی تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ شہر میں پی کر بے ستم شا گھوڑے کداتے پھرتے۔ عورتیں، بوڑھے، بچے کچل جاتے تھے، یہ لوگ پرواہ نہ کرتے تھے۔ اہل بغداد نے معتصم سے فریاد کی۔ اُس نے ترکوں کی آبادی کے لئے بغداد کے قریب ایک مستقل شہر سامرا آباد کیا اور خود بھی وہیں قیام پذیر ہوا۔

لے ابن خلدون جلد ۱ کتاب ثانی ص ۱۵۳ لے ایضاً لے ایضاً

سامرا کی بنا تو ہارون الرشید نے ڈالی تھی۔ اتفاقِ وقت سے تعمیر تکمیل کو نہ پہنچی تھی۔ فصیلین اور شہر کی دیواریں مسبار و خراب ہو گئی تھیں۔ معتصم اپنے بیٹے واثق کو بغداد میں اپنا جانشین بنا کے قاطون آیا اور دوبارہ اس کی تعمیر کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ سلسلہ میں سلسلہ تعمیر تکمیل کو پہنچا کر اس کو متر من رائے کے نام سے موسوم کیا جو آگے چل کر سامرا بن گیا۔

معتصم کا دار الحکومت یہی تھا۔ یہ تھوڑے عرصے میں مثل بغداد کے ہو گیا۔ اس میں بڑے عالی شان محلات تعمیر کئے گئے تھے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

و معتصم نے اپنا قصر میدان میں بنایا اور تعمیر کے بعد وہاں دربار کیا۔ لوگ سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اسحاق موصلی نے اس موقع پر اپنا ایک بے نظیر قصیدہ پڑھا جو آج تک مشہور چلا آتا ہے مگر شروع قصیدہ میں اُس نے لکھا تھا۔

يَا دَا أَمْرَ غَيْرِكَ الْبَلَدُ وَمَحَالِكُ يَالَيْتَ شَعْرِي بِاللَّهِ الْبَلَدُ  
اے مکان تجھ کو بلا اور مصیبت بدلی ڈالے گی کاش تو پرانا ہی ہو جاتا۔  
معتصم نے اس شعر کو بدشگون سمجھا اور اس کو منہدم کرا دیا۔

## نظامِ مملکت

مامون کے زمانے میں جو مملکت کا نظام قائم ہو چکا تھا معتصم نے اس کو قائم رکھا۔ البتہ اس نے فوج کے نظام کو بڑی ترقی دی جس سے عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے کا موقع ملا چنانچہ اُس نے بادشاہانِ آذربائیجان، طبرستان، سیستان، اشیا صح، فرغانہ، طخارستان، صغد اور ملکِ کابل کے حکمرانوں کو قید کیا۔ مغیرہ بن محمد کہتے ہیں کہ

لے ابن خلدون جلد ۱ کتاب ثانی صفحہ ۱۲۹ ۲۵ تا ۲۶ الخلفاء صفحہ ۲۳۳

جتنے بادشاہ معتصم کے دروازے پر جمع ہوئے کبھی کسی بادشاہ کے وقت میں جمع نہ ہوئے تھے۔ لے

## فوج کا نظم

معتصم نے عمان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی یہ محسوس کیا کہ مملکت کی حفاظت کے لئے زبردست فوج کی ضرورت ہے اس مقصد کے لئے اس نے ہزارہ ترک فوج میں داخل کئے۔ ترکوں سے اسے اس زیادہ اس وجہ سے بھی تھا کہ اس کی ماں ترک کی تھی۔

معتصم حسن صورت، حسن کمال، شجاعت اور اسلام کے شیفہ ہونے کی وجہ سے ترک غلاموں پر بے حد اعتماد کرنے لگا اور اپنے قصر کی حفاظت انہی کے سپرد کی۔ انہیں بڑے بڑے عہدے دیئے، بڑے بڑے صوبوں کا گورنر مقرر کیا۔ انعام و اکرام کی ان پر بادش کر دی۔ عربوں اور ایرانیوں دونوں پر ترکوں کو ہر بات میں ترجیح دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں اور ایرانیوں کے جنرلوں کی غیرت کو ٹھیس لگی اور وہ حسد سے جلنے لگے۔ عرب اور عربوں کے جنرل خاص طور پر ترکوں سے بے زاد تھے اور ترکوں کے اقتدار سے چھڑکارا محال کرنے کے لئے تدابیر سوچنے لگے۔ عباس کا دعوائے خلافت جس کا تفصیلی ذکر آچکا ہے ان عربوں ہی کی سازش کا کرشمہ تھا مگر عربوں کے لئے بجائے فائدے کے الٹا نقصان یہ ہوا کہ معتصم کو عرب جرنیلوں سے نفرت ہو گئی اور ان کو فوج سے نکالنا شروع کر لیا۔

دیوانِ عطا کی فہرست سے ان عربوں کے نام خارج کر دیئے گئے اور ترکوں پر پہلے سے زیادہ اعتماد ہو گیا اور ان کی تعداد بڑھا کر ستر ہزار تک پہنچا دی گئی۔ مگر ترکوں کا نفرت اس کا متحمل نہ ہو سکا ان کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ ترک جرنیلوں نے

جو طریقہ اختیار کیا اس کی تفصیل گزرتی چکی ہے۔ آخر کچھ عرصہ بعد خود معتمد کو اپنے لئے ان ترکوں سے خطرہ نظر آنے لگا۔

اگر معتمد بھی اس وقت سیاسی تدبیر سے کام لیتا تو عرب جرنیلوں کی امداد سے خلافت کے اقتدار کو بچا سکتا تھا مگر اس کی لاء ابالی طبیعت نے ان کی طرف سے ہل انگاری برقی اور یہ تخریبی عناصر ترقی کرتے رہے۔

**ایک واقعہ** | ترک جنرل اس قدر صاحبِ اقتدار تھے کہ بڑے بڑے عرب سردار کو ذرا سے قصور پر ٹھکانے لگا دیا کرتے تھے۔ سب سالارِ اعظم افشین نے ایک عربی امیر ابو دلف قاسم بن علی بن علی پر لڑاؤ عداوت خون کا الزام قائم کر کے چاہا کہ اس کو قصاص میں قتل کرادے۔ قاضی ابن ابی داؤد عرب تھے لے دے کے معتمد پر ان کا اثر و اقتدار باقی تھا ان کو خبر لگی، وہ افشین کے یہاں پہنچے دیکھا کہ جلا تلوار لئے ہوئے ابو دلف کو قتل کیا چاہتا ہے آگے بڑھ کر افشین سے کہا کہ مجھ کو امیر المومنین نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم ابو دلف کو قتل نہ کرو بلکہ میرے سپرد کر دو۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کے کہا تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے امیر المومنین کا حکم ایسے وقت جبکہ ابو دلف صحیح و سالم موجود ہے پہنچا دیا۔ سب نے کہا ہم شاہد ہیں۔ اس کے بعد وہ معتمد کے پاس گیا سارا ماجرا کہہ گزرا۔

معتمد نے قاضی صاحب کی اس کارروائی کو پسند کیا۔ آدمی بھیج کر ابو دلف کو بلایا اور اس کو رہا کر کے انعام بخشا۔ پھر افشین کو طلب کیا اور سختی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ بلا اجازت خلیفہ کے تم خود کس قانون سے قصاص لینے کا حق رکھتے ہو۔

**محصّل** | علامہ ابن خلدون نے اپنی تالیف کے مقدمہ میں ثبت کر دیا ہے جس کا خلاصہ ہم مامون کے احوال میں لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح معتمد کے عہد کے کل مالیہ کو قدامہ بن جعفر نے کتاب الخراج میں تفصیل وار لکھا ہے۔ مامون اور معتمد کے زمانے بالکل متصل تھے۔ اس سے مالیات میں زیادہ کمی بیشی نہیں ہے۔

میزان آمدنی کی وہی ہے جو مامون کے عہد میں تھی۔

**زراعت کی ترقی** | معتمد کو زراعت سے بہت دلچسپی تھی اور اس کے علاوہ زمین کی آباد کاری کا بھی بڑا خیال رکھتا تھا۔ اس نے وزیر ابن زیات کو حکم دے رکھا تھا کہ جو افتادہ زمین ایسی دیکھو کہ اس سال اس پر دس دو پیہ صرف کر دو تو آئندہ سال میں اس سے گیارہ روپے وصول ہوں ایسے خرچ کے لئے مجھ سے منظوری حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ معتمد کے عہد میں بکثرت افتادہ زمینیں آباد ہوئیں اور بنجر زمینیں قابل کاشت ہوئیں۔ معتمد کہتا تھا۔

”زمین کی آبادی میں بہت سے فوائد ہیں اس سے مخلوق کی زندگی قائم ہے، خرچ بڑھتا ہے ملک کی دولت و ثروت میں اضافہ ہوتا ہے مویشیوں کے لئے چارہ مہیا ہوتا ہے نرخ اداں ہوتا ہے، کسب معاش کے ذریعے بڑھتے ہیں، معاش میں وسعت پیدا ہوتی ہے“ لے

**علمی ترقی** | معتمد اپنے اسلاف کے برعکس علم و فن سے لگاؤ نہ رکھتا تھا۔ مامون کے عہد میں جو لوگ علمی تحقیق و تدقیق میں لگے ہوئے تھے وہی علم کی ترقی میں کوشاں تھے۔ معتمد کو ان سے نہ کوئی تعلق تھا اور نہ وہ اس کی توجہ کے محتاج تھے۔

## معتمد کے معاصر علماء

یحییٰ بن یحییٰ التیمی، سعید بن کثیر بن عفیر سنید، محمد بن سلام بکندی، نندی فالون المقری، غلام المقری، آدم بن ایاس، عفان قعبنی، عبدان المروزی، بدائش بن صالح، کاتب لیث سلیمان بن حرب، علی بن محمد ملاثنی، ابو عبید القاسم

لے مروج الذهب مسعودی جلد ۱، صفحہ ۴۰ -



بن سلام، قرہ بن حبیب، عارم و محمد بن علی الطباع الحافظ، اصمغ بن فرج فقیہ،  
سعد و یٰہیٰ ابواسطی ابو عمر الجرمی بخومی ۱۰

**شعر گوئی** | معتمد کو علمی شوق میں صرف شعر گوئی سے کچھ لگاؤ تھا۔ اشعار  
موزوں کر لیا کرتا۔ محمد بن عمر رومی کا بیان ہے کہ معتمد کا ایک  
غلام عجیب نامی تھا جو حقیقت میں اسم باہمی تھا اور اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ معتمد کو  
وہ بہت محبوب تھا اس کی تعریف میں اس نے کچھ اشعار کہے تھے، ایک روز  
مجھے بلا کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں اپنے بھائیوں سے کم لکھا پڑھا ہوں اور اس کی  
وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین (ہارون الرشید) کو مجھ سے بہت ہی محبت تھی اور مجھے  
کھیل کود سے رغبت تھی۔ میں نے کسی کی ایک نہ سنی، میں نے چند اشعار عجیب  
کی تعریف میں لکھے ہیں ان کو سن کر سچ بتاؤ کہ وہ اچھے ہیں کہ نہیں اگر اچھے نہ ہوں  
تو میں ان کو پوشیدہ کر رکھوں۔ میں نے وہ اشعار سن کر سخت خلافت کی قسم کھا کر  
کہا کہ یہ اشعار ان خلفاء سے اچھے ہیں جو شاعر نہ تھے۔ معتمد یہ سن کر بہت ہی خوش ہوا  
اور مجھے پچاس ہزار درہم عطا کئے ۱۰

**سخاوت** | معتمد اپنے اسلاف کی طرح سخی تھا۔ لیتا دیتا بہت تھا۔ شعراء کو  
انعام و اکرام سے نوازتا تھا۔

**باورچی خانہ کے اخراجات** | معتمد کا دسترخوان نہایت وسیع تھا صرف  
باورچی خانے کے مصارف ایک ہزار تھنی  
روزانہ تھے ۱۰

## وزرائے عظام

**فضل بن مروان** | معتمد کا پہلا وزیر فضل بن مروان بن مہر خس تھا۔ نااہل

اور اخلاقی حیثیت سے بھی بہت۔ یہ شخص مذہباً عیسائی تھا۔ معتمد کی شہزادی میں اس کے کاتب بیجی جرمقانی کے دفتر میں آکر ملازم ہوا۔ حساب کتاب کا ماہر اور خوشنویس تھا اس لئے بیجی کے بعد معتمد نے اس کو سر دفتر کر دیا۔

طرطوس میں جب خلافت کی بیعت لی گئی تو فضل نے جو ان دنوں بغداد میں کاہرہ پر داخل تھا۔ اہل بغداد سے اس کے لئے بیعت لی اور سلطنت کا انتظام سنبھالا۔ معتمد بغداد آیا تو اس کی کاہرہ دگی سے خوش ہو کر اس کو وزارت کے عہدے پر مقرر کیا اور تمام ملکی معاملات اس کے سپرد کر دیئے۔ مگر فضل نے معتمد پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اب اس کی روش مستبدانہ ہو گئی معتمد کے احکام کی بھی اس کو پرواہ نہ تھی بلکہ بعض اوقات معتمد اپنے اخراجات کے لئے اس سے مال طلب کرتا وہ نا منظور کر دیتا تھا۔ معتمد تک فضل کی سخت گیری کی شکایات پہنچنے لگیں تو اس نے فضل کے استبداد کو روکنے کے لئے دو وزیر اور مقرر کئے۔

(۱) احمد بن عمار کو اخراجات کا دفتر سپرد کیا۔

(۲) نصر بن منصور کو خراج کا محکمہ تفویض کیا۔

فضل کو یہ ناگوار گزرا اور ان دونوں کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ جھگڑے نے طول کھینچا معتمد نے حساب کی جانچ کرائی تو فضل کے ذمہ بیشمار رقم برآمد ہوئی۔ اس غبن کو وجہ سے اس سے دس لاکھ دینار نقد وصول کئے اور اس کا کل اثاثہ ضبط کر لیا گیا اور مصل کے ایک گاؤں ”سن“ میں اس کو قید کر دیا گیا۔

احمد بن عمار فضل کے بعد احمد کو منصب وزارت سپرد ہوا اس نے نہایت معمولی درجہ سے ترقی کی تھی شروع میں آٹا پیسنے کا پیشہ کرتا تھا اس پیشہ کے ذریعہ اس نے بصرہ میں بڑی جائیداد پیدا کی۔ پھر بغداد آیا فضل نے اپنے زمانہ وزارت میں اس کی امانت کی تعریف کی تھی۔ اس لئے معتمد نے اس کو وزیر بنادیا مگر یہ علم اور تدبیر و سیاست ہر چیز میں کور تھا۔ ایک مرتبہ معتمد کے پاس کسی عامل کا خط آیا جس میں کلا کا لفظ تھا۔ معتمد نے احمد سے کلا کی تشریح

پوچھی یہ نہ بتا سکا۔

معتصم نے کہا خلیفہ جاہل اور وزیر عامی ”وزیرے جنہیں شہر یا رے چناں“  
پھر معتصم نے اپنے مصاحب محمد بن عبد الملک الزیات سے استفسار کیا۔ اس نے ”کلا“  
کے تمام مدارج بتائے کہ شروع میں جب سبزہ اُگتا ہے تو اس کو بقل کہتے ہیں۔  
جب بڑا ہوتا ہے تو اسے کلا کہتے ہیں۔ اور جب خشک ہو جاتا ہے تو اس کو  
خشیش کہتے ہیں۔ معتصم ابن عبد الملک کی قابلیت سے بہت خوش ہوا اور  
اس کو ملشی کے عہدہ پر مامور کیا۔ پھر کچھ عرصے بعد اس کو وزارت کے عہدے  
پر مقرر کیا گیا۔

محمد بن عبد الملک الزیات | احمد بن عمار کم لیاقتی کی وجہ سے علیحدہ کر دیا  
گیا اور اس کی جگہ ابن زیات مامور ہوا۔

محمد بن عبد الملک الزیات کا دادا آبان ایک پٹاڑی قریہ و سکریہ کا باشندہ تھا  
وہ زمینوں کا تیل بغداد لے جا کر بیچا کرتا تھا اس لئے زیات کہلاتا تھا۔ لیکن محمد  
کی تعلیم و تربیت بہت اچھی ہوئی تھی۔ ادب و شاعری، تاریخ، آداب، جہان بینی  
قوانین ملوک، فہم و فراست اور عقل و فرزانگی، غرضیکہ جملہ اوصاف میں یکساں تھا۔  
ابن خلکان لکھتا ہے کہ محمد بن زیات ادبائے عصر اور فضلاء وقت سے

تھا۔ وہ بہت بڑا ادیب، فاضل، بلیغ اور نحو لغت کا زبردست عالم تھا۔  
علمائے عصر نحوی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے۔ علامہ ابو عثمان مازنی  
جب بغداد آئے اور ان کی مجلس میں نحو کے مسائل چھڑتے تو جس مسئلہ میں اختلاف  
ہوتا ابو عثمان مباحثہ کرنے والوں کو الزیات کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے  
اور ان کی رائے پر فیصلہ ہوتا۔

شاعری میں بھی اُس کا پایہ بلند تھا۔ ان خوبیوں کے ساتھ بڑا مغرور و متکبر اور  
ظالم تھا، سزا دینے کے لئے تمور بنوایا تھا جس کے اندر ہر طرف کیلیں لگی ہوئی تھیں جس

لہ الفخری صفحہ ۲۱۲

کو مزادینا مقصود ہوتا اس کے اندر بٹھا دیا جاتا اور حرکت کی اور کیلیں جسم میں چبھنے لگیں۔ آخر میں اس تنوع کی تندر خود ہوا۔

قاضی القضاۃ احمد بن داؤد | قاضی احمد بن داؤد معتزلی کو معتصم نے تمام قلمرو کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ قاضی صاحب کے حالات مامون کے تذکرہ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

## امراۓ عسکر

سپہ سالار افشین | افشین کا نام حیدر بن کاؤس تھا۔ کاؤس اشروسنہ کا بادشاہ تھا۔ افشین یہیں پیدا ہوا اور بغداد میں زیر سایہ عاطفت معتصم نشوونما پائی۔ خلیفہ کی نظروں میں اس کی بڑی عزت و توقیر تھی جن دنوں یہ بابک کا محارہ کئے ہوئے تھا جو مال و اسباب اس کے ہاتھ آیا اشروسنہ بھیج دیا۔ آرمینہ سے جو تحائف آئے وہ دارالخلافت بھیجنے کے بجائے اپنے وطن بھیج دیئے۔ عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے جس کے تعلقات افشین سے خراب تھے معتصم کو اس کی اطلاع دی۔ افشین نے انتقام میں عبداللہ کو خراسان سے ہٹانے کے لئے مازیار والی طبرستان کو بھیج کر آیا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، معتصم کو افشین کی سازش کا پتہ چل گیا۔ اور وہ اس سے بدظن ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر افشین کی بے دینی تھی۔ وہ باطن میں اپنے ابائی مذہب پر قائم تھا اور اس کے قتل کے بعد اس کے یہاں سے وہ بُت برآمد ہوئے جن کی وہ پرستش کرتا تھا۔ اس کے علاوہ عباسی حکومت کے خلاف مازیار کو بھڑکایا۔ غرضیکہ ان تمام اسباب کی بنا پر معتصم کا رویہ اس کے ساتھ بالکل بدل گیا۔

افشین کو بھی محسوس ہونے لگا وہ اس فکر میں تھا کہ آرمینہ بھاگ جائے اور

غزیر کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرے لیکن انشین کو فرار ہونے کا موقع نہ مل سکا تو اس نے معتصم اور دیگر افسران کی دعوت کی اور اس میں نہ ہر دینے کا انتظام کیا۔ یہ منصوبہ پورا نہ ہوا تھا کہ راز فاش ہو گیا اور معتصم نے انشین کو بلا کر قید کر دیا اور پھر ایتاخ کے مکان میں لے جانے کا حکم دیا۔ خدام دولت انشین کو ایتاخ کے یہاں لے گئے معتصم کے حکم سے انشین کو شعبان ۲۲۶ھ میں قتل کیا گیا اور باب عامہ پر سولی پر لٹکا دیا۔ جب کل آئندہ دوندگان دیکھ چکے تو لاشہ کو صلیب سے اتار کر جلا دیا گیا ۱۷

**ایتاخ** ۱۹۹ھ میں معتصم نے اس کو خرید لیا اور اسحاق بن ابراہیم کا مددگار مقرر کر دیا۔ ایتاخ پر معتصم کو بہت اعتماد تھا۔ جب کسی کو قتل یا قید کرنا چاہتا تو ایتاخ کے حوالے کیا جاتا۔ روم کے حملہ میں فوج کا امیر اسی کو بنایا معتصم کے عہد تک اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ واثق کے عہد میں مختار کل ہو گیا۔ متوکل کے ابتدائی زمانے ۲۳۵ھ میں قتل کیا گیا۔

**اشناس** ۲۳۵ھ میں معتصم کا نو خرید غلام تھا جنگ عموریہ میں اس کی بہادری کا ذکر آچکا ہے۔ معتصم اس کا بڑا قدردان تھا۔ ۲۴۵ھ میں اپنے سامنے دربار میں زین کرسی پر بٹھا کر اس کو تاج پہنایا۔ اس کی دختر اترنجہ کی شادی انشین کے بیٹے حسن کے ساتھ خود اپنے اہتمام سے کی۔ واثق بھی اس کی قدر کرتا تھا۔ ۲۴۳ھ میں انتقال کر گیا۔

عجیف بن عتبہ وصیف۔ بنگالیر الموسی مشہور امرائے فوج سے تھے۔ یہ سب ترک تھے مگر اس میں بیشتر ترک ہرام نکلے۔ ایک بار معتصم نے اسحاق بن ابراہیم سے کہا کہ میں نے چار شخصوں کی تربیت کی لیکن ان میں سے کوئی بھی کام کا نہ نکلا۔ انشین کا جو حال

۱۷ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۶ ۱۸ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ ۱۹ آنے جانے والے۔

ہوا وہ ظاہر ہے۔ اشناس سست ہے اور ایتاخ بے کاد۔ وصیف کسی رخنہ کو بند نہیں کر سکتا۔

اسحاق نے کہا امیر المؤمنین یہ لوگ نہ کسی معززہ خاندان کے ہیں نہ قبیلہ کے جوان کو اپنے باپ دادا کے ٹنگ و ناموس کا خیال ہو ان کی مثال ان شاخوں کی ہے جو بے اصل ہوتی ہیں اور شاذ و نادر ہی برگ و بار لاتی ہیں۔

حکومت بنی عباس پر جو زوال آیا وہ ان ترکوں کی وجہ سے آیا۔ اس کی ساری ذمہ داری معتمد پر ہے جس نے بے سمجھے ہوئے خلافت کے مستقبل کو امرائے عرب کے ہاتھوں سے نکال کر غلاموں کے سپرد کر دیا جو صرف عارضی اور دنیاوی فائدہ کے خواہاں تھے نہ ان کو قومی ناموس کا خیال تھا۔ نہ بقائے خلافت کی فکر تھی نہ یہ اصول اسلام سے واقف تھے۔

ولی عہدی | معتمد نے ولی عہد اپنے بیٹے ہادون کو بنایا۔

وفات | یکم محرم ۲۲۷ھ کو معتمد کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا۔ مرنے لگا۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحُوا يَأْمُرًا أَوْ تَوَآخَذُ نَاحِيَهُ بَغْتَةً -  
نزع کے وقت کہتا تھا کہ تمام چیلے جاتے رہے اب کوئی حیلہ باقی نہیں رہا۔  
حالتِ نزع میں کہتا تھا کہ مجھے ان لوگوں میں سے نکال لے چلو اور کہتا -

”واللہی تُوخوب جانتا ہے کہ میں تجھ سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے ڈرتا تھا  
تجھ سے امید رکھتا تھا اپنے آپ سے ناامید تھا۔“

نزع کے وقت معتمد کے درویش شعر تھا

قرب المنام و اعجل يا غلام واطرح السراج عليه واللاجام  
اعلم ان تراک الخ خائف لجلۃ الموت فمن شاء اقام  
”مرغابی قریب آگئی ہے اے غلام دوڑو اور اس پر زین کس اور لگام لگا ترکوں سے



کہہ دو کہ میں تو موت کے گھرے پانی میں اترنے والا ہوں تم میں سے جس کا جی چاہے

رہے یا جائے۔“

آخر شوال ۱۱ ربيع الاول ۲۲۴ھ میں انتقال کیا۔

**اقوال** | معتصم کا قول تھا کہ جب طمع کو فتح ہو جاتی ہے تو عقل باطل ہو جاتی ہے جو شخص اپنے مال کے ساتھ طالبِ حق ہو اس نے حق کو ضرور پایا۔

## سیرت و اخلاق

**اوصاف** | معتصم دل و جسم دونوں کا قوی اور بڑا بہادر اور عظمت و شان اور بہلیت و جبروت کا غلیفہ تھا۔

كان المعتصم من اعظم الخلفاء و اہلہم۔

**قوت و شجاعت** | علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”معتصم بڑا قوی اور شجاع اور صاحبِ معلومات تھا مگر پڑھا لکھا نہ تھا معتصم کی قوت غیر معمولی تھی، تو انا سے تو انا آدمی کا بازو دبا دیتا تھا تو ہڈیاں چٹخ جاتی تھیں۔“

ابن ابوداؤد کا بیان ہے کہ معتصم اکثر اپنا بازو میری طرف پھیلا کہ کہتا کہ اس میں زور سے کاٹو۔ پھر کہتا کہ مجھے کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ میں پھر کاٹتا اور اثر نہ ہوتا تھا کیفیت یہ تھی کہ اس پر تو نیزے کا بھی اثر نہ ہوتا تھا کجا کہ دانت کا۔

اس کے علاوہ اس میں طاقت و قوت اس قدر تھی کہ ایک ہزار رطل (دھن) کا بار اٹھا کر چل لیتا تھا۔ نبطویہ کہتے ہیں کہ معتصم بڑا سخت گیر آدمی تھا۔ ان فطری اسباب کی بنا پر اس کو بزم کی بجائے دزم سے زیادہ دلچسپی تھی۔ بڑی مہمات کو خود سر کرنا، اس

لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۳ لے ایضاً صفحہ ۲۳۲



کو صرف دو چیزوں کا شوق تھا۔ حکومت کی شان و شکوہ اور میدان کارزار کے مناظر دولت انہی چیزوں میں بہاتا تھا۔

**فصاحت و بلاغت** | معتمد معمولی لکھا پڑھتا تھا مگر اس کی معلومات بہت وسیع تھیں۔ اس نے ہادون اور مامون کے عہد کے فصحا و بلغاء کی صحبت اٹھائی تھی۔ ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ جب معتمد کلام کرتا تھا تو تمام بلاغت ختم کر دیتا تھا۔

**سادگی اور بے تکلفی** | معتمد کو حکومت و دبیرہ و شکوہ سے بے انتہا شغف تھا لیکن اس کی پرائیویٹ زندگی میں بہت سادگی اور بے تکلفی تھی۔ اس کا خلق غیر معمولی طور پر بڑھا ہوا تھا۔

**حسن خلق** | معتمد میں شجاعت اور ہمت و قوت اگرچہ بہت تھی مگر اس کا حسن خلق ہر چیز سے بڑھا ہوا تھا اور اس میں استقلال کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

**نااہلوں کی تربیت** | ایک دن معتمد عباسی نے احمد ابی داؤد سے کہا کہ میرا بھائی مامون جس اہل کار کو بڑھاتا تھا وہ اپنے آپ کو اس کے لائق ثابت کر کے دکھاتا تھا۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے نہ صرف مخلوق کو فائدہ پہنچتا تھا بلکہ حکومت کا کام بھی خوب چلتا تھا۔

طاہر الخنین عبداللہ طاہر اور احمد ابی خالد کیسے معقول اور قابل اشخاص گزرے ہیں، برغلاف اس کے مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس سے حکومت کے کاروبار میں مدد مل سکے۔

تامی احمد ابی داؤد نے جواب دیا۔ امیر المومنین بات یہ ہے کہ مامون بڑا خیال رکھتا تھا اور آپ شاخ پر نظر رکھتے ہیں۔ شاخ کو کتنا ہی پانی دیجئے پھل پھول نہیں دے سکتی۔ نااہلوں کو ترقی دینا شور زمین میں بیج بونا ہے۔

**معتمد اور لکڑہارا** | ایک مرتبہ امیر المومنین معتمد اپنے عہد خلافت میں شکار کو

گیا۔ جاڑے اور بارش کا زور تھا سامنے ایک بوڑھا لکڑہارا چھر پر لکڑیاں لادے نظر آیا۔ راستے میں نالہ پڑا وہ عبور کرنا چاہتا تھا کہ نالہ میں گر گیا اور بوجھ کی وجہ سے اٹھ نہ سکا۔ اتنے میں معتمد آگیا اس نے غلاموں سے کہا۔ انہوں نے زور لگایا مگر ناکام رہے۔ خود گھوڑے سے اترا اور چھر اور گھوڑے کو باہر نکالا وہ اپنی راہ چلا گیا یہ اپنی راہ لگ گئے۔

معتمد خلفاء بنو عباس کا آٹھواں تاجدار اور عباس بن عبدالمطلب کے خاندان کا آٹھواں ممبر اور رشید کی اولاد میں آٹھواں شخص تھا۔ آٹھ برس اور آٹھ مہینے حکومت کی۔ آٹھ لڑکے، آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔ آٹھ فتوحات حاصل کیں، آٹھ محل سرائے بنوائیں۔ آٹھ دشمنوں بابت، باتش، مازیار، افشین، عجیف، قارن، قائد رافضہ اور رئیس زنادقہ کو تہ تیغ کیا۔ آٹھ لاکھ دینار سرخ، اسی قدر درہم سفید، آٹھ ہزار گھوڑے، آٹھ ہزار غلام اور آٹھ ہزار لونڈیاں متروکہ چھوڑ گیا۔

**حلیہ** | رنگ سفید سُرخ، مائل، دائرہ گہنی، متوسط القامت تھا۔

**فتنہ خلق قرآن** | امامون مرتے وقت معتمد کو وصیت کر گیا تھا کہ خلقِ قرآن کا عقیدہ بر جبر علماء سے منوائے۔ چنانچہ جب وہ اس طرف متوجہ ہوا تو اس کے سامنے ایک ذات ایسی تھی جو اپنے اندر مرکزیت کی ساری شان رکھتی تھی، وہ ذات حضرت امام احمد بن حنبل کی تھی اس لئے معتمد عباسی کی ساری شاہی قوت بھی انہی کی تعذیب کے لئے سمٹ کر آگئی۔ اس نے جس قدر مبالغہ آپ سے اس مسئلہ کے منوانے میں کیا آپ نے اسی قدر سختی سے اس کا انکار کر دیا۔ اس پر آپ قید کر دیئے گئے۔ چار چار بوجھل بیٹریاں آپ کے پاؤں میں ڈال دی گئیں جن سے ہلنا دشوار ہوتا تھا۔ اس پر یہ حکم کہ اسی حالت میں خود ہی اونٹ پر سوار ہوں کوئی دوسرا سہارا نہ دے، طرطوس تک اسی طرح پہنچائے گئے۔ راہ میں

متعدد قید خانوں میں قید کئے جاتے رہے۔ کبھی اسٹبل میں رکھے جاتے اور کبھی تنگ و تناریک کوٹھڑیوں میں بند کر دیئے جاتے اور یہ بھی ہوتا رہا کہ بادشاہ مناظرے ہوتے رہے جس میں ہمیشہ فریق مخالف کو ہی خاموش ہونا پڑا۔ بادشاہ نے خاص طور پر دو آدمیوں کو مناظرہ کرنے کی غرض سے بھیجا۔ ان کا آپ نے اور بھی بُرا حال کیا۔ آپ نے ان سے کہا خدائے تعالیٰ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق؟ انہوں نے کہا غیر مخلوق؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ اس قول سے تم کافر ہو گئے کسی نے کہا یہ کیا کہتے ہو، یہ تو بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں یہی بادشاہ کے بھیجے ہوئے کافر ہو گئے۔ آخر معصم نے حکم دیا کہ امام صاحب اس کے سامنے لائے جائیں۔ اسحاق حاکم بغداد نے بہت سمجھایا کہ آپ اگر اقرار نہ کریں گے تو بادشاہ تھے قسم کھائی ہے کہ ہر روز آپ کو کوڑے لگوائیں جائیں گے یہاں تک کہ آپ خلقِ قرآن کا اقرار کر لیں یا پھر اسی عذاب میں مبتلا رہ کر مر جائیں۔ آپ نے فرمایا میں جو حق ہے وہ ہر حال میں کہتا ہوں گا۔ آخر کا حکم بغداد نے آپ کو معصم کے پاس بھیج دیا۔

ملات بھر آپ قید میں رہے پھر کو بادشاہ نے اپنے سامنے بلایا۔ چار بیڑیوں کو سنبھال کر چپنا مشکل تھا اور کوئی چیز نہ تھی جس سے ان کو باندھا جاتا۔ آپ نے پانچواں سے انداز بند نکال کر ان کو اکٹھا کیا اور پانچواں کو گرہ دے لی اس حال میں افتان و خیزاں بادشاہ کے دربار و مہنچے خلق کا ہجوم تھا جس میں معتزلہ کے علماء اور سرورِ اہل کثرت سے تھے۔ بادشاہ نے آپ کو اپنے پاس جگہ دی۔ بیڑیوں کی مشقت سے تھوڑی دیر دم لے کر آپ نے خود ہی بادشاہ سے پوچھا۔ خدائے بندوں کو کس چیز کی طرف بلاتا ہے؟ معصم باللہ نے کہا لا الہ الا اللہ کی طرف۔ امام نے کہا تو میں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہوں۔ معصم نے کہا اگر تمہیں پہلے بادشاہ کی قید میں نہ پاتا تو ہرگز تعرض نہ کرتا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن اسحاق کی طرف دیکھ کر کہا کیوں میں نے نہیں کہا تھا کہ ان پر سختی نہ کی جائے اُس نے کہا یا امیر المؤمنین درحقیقت ان کی تعذیب مسلمانوں

کی آسانی کا سبب ہے معتصم بولا۔ اچھا مناظرہ کرو۔

عبدالرحمن نے کہا قرآن کو تم مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق؟ اس جواب سے عبدالرحمن بن اسحاق لا جواب ہو چکا تو ہر طرف سے دلائل اور اعتراضات ہونے لگے اور آپ سب کو جواب دیتے گئے یہاں تک کہ سب ساقط ہو گئے۔ تیسرے روز ایک نہایت عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا جس میں ایک طرف مسلح فوج اور دوسری طرف جلا د کوڑے لٹے ہوئے کھڑے تھے۔ اس وقت آپ قید خانے سے لائے گئے معتصم کے کہنے سے خاص خاص لوگوں نے آپ سے پھر مناظرہ شروع کیا۔ مگر ان کا بھی وہی انجام ہوا جو ان کے پیشروؤں کا ہو چکا تھا۔ بادشاہ معاملہ کے اس قدر طول کھینچنے سے گھبرایا۔ ادھر ابی داؤد سرگروہ معتزلہ بادشاہ کو شہ دے رہا تھا کہ اس بدعتی کو قتل کیجئے میری گردن پر خون رہے گا۔

معتصم کے صبر کا یہاں نہ لبریز ہو چکا تھا اُس نے غصہ ہو کر آواز دی کہ اس کو کھینچو اور لباس اتار کر کوڑے لگاؤ۔ پھر حالت غضب میں اپنے مقام سے اٹھ کر کرسی پر آ بیٹھا اور کوڑے والوں کے کوڑے دیکھ کر دوسرے کوڑے لانے کو کہا۔ جب دوسرے کوڑے پسند آ گئے تو جلا دوں کو حکم دیا کہ اس کو خوب زور سے مارو۔ ایک شخص آگے بڑھا اور پوری قوت سے دو کوڑے مار کر ہٹ گیا۔ پھر دوسرا جلا د آیا اور اس نے بھی دو کوڑے اسی طرح مارے اسی طرح نوبت بہ نوبت کوڑے مارنے والوں نے اپنی پوری طاقت سے دو دو کوڑے مارے۔ جب انیس کوڑے امام کے لگ چکے تو معتصم کو شاید کچھ رحم آ گیا اور آپ کے پاس آ کر کہنے لگا۔

”اے احمد خدا کی قسم! میں تم پر اپنے بیٹے سے زیادہ شفقت رکھتا ہوں اگر تم خلقِ قرآن کا اقرار کرو تو خدا کی قسم اپنے ہاتھوں سے تمہارے پاؤں کی بیڑیاں کھول دوں! کہو کیا کہتے ہو؟“

آپ نے اس وقت بھی یہی کہا۔ اے معتمد! خدا کی کتاب یا رسول کی حدیث سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے تو میں اقرار کر لوں۔“

آپ سے علمائے معتزلہ مناظرہ کرنے لگے۔ جب لاجواب ہوئے تو قتل کا مشورہ دیا۔ ابی داؤد نے غصہ دلانے کے لئے کہا امیر المؤمنین آپ روزہ سے ہیں اور اس شخص کی وجہ سے دھوپ میں کھڑے ہیں اس کو قتل کر ڈالئے اس کا خون میری گردن پر ہے۔ بادشاہ سے کچھ نہ بن پڑا کر سی پر جا بیٹھا اور جلاؤں کو زیادہ سختی سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حضرت امام پر پہلا کوڑا پڑا تو کہا بسم اللہ، دوسرے کوڑے پر لا حول ولا قوۃ الا باللہ، تیسرے کوڑے پر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق اور جو تھے کوڑے پر لیں یٰٰھینا الا ما کتب اللہ لنا۔ اسی طرح ہر کوڑے پر موقع موقع کی آیت تلاوت کرتے تھے جب تک ہوش رہا ہر ضرب پر معتمد کی خطا کو معاف کرتے رہے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ قیامت کے دن کہا جائے کہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد اور اہل بیت کا دعویدار ہے۔

یہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا جب کہ آپ پر معائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ روزے پر روزے رکھتے تھے اس پر پیٹھ زخموں سے پور پور ہو چکی تھی۔ بار بار غش آجاتا تھا۔ ایک شخص نے ستوپیش کئے۔ آپ نے فرمایا روزے سے ہوں۔ مگر جب نماز کا وقت آیا اسی حالت میں نماز ادا کی۔ کہنے والے نے کہا۔ آپ نے نماز پڑھی حالانکہ جسم سے خون جاری ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

فضیل بن عیاض کہتے ہیں۔ امام ۲۸ ماہ قید رہے اس عرصہ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اس قدر تالہ پانے پڑتے تھے کہ آپ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ تلوار سے بھی چر کے لگائے جاتے تھے اور زوال کر پاؤں سے روندے

جاتے تھے۔ اس آزمائش کے زمانے میں ابو العشیم عیار نے عجب طرح پر آپ کی ڈھانس بندھائی۔ یہ امام موصوف کے پاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ احمد میں ابو العشیم چور ہوں مجھ پر اٹھارہ ہزار تانہ دینے پڑے تاکہ چور ہونے کا اقرار کر لوں مگر میں نے اقرار نہیں کیا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ برسرِ حق نہیں ہوں۔ لہذا تم تانہ دینے کی گری سے بچتے رہنا۔ کیونکہ تم حق پر ہو۔ امام فرماتے ہیں کہ جب مارے سے درد محسوس ہوتا تھا تو اس چور کی بات یاد آ جاتی تھی۔

حافظ ابن جوزی محمد بن اسمعیل سے نقل کرتے ہیں۔ احمد بن حنبل کو ۱۰۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے مارے جاتے تو چیخ اٹھتا۔ واثق بن معتمد کا انتقال ہوا اور متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے حضرت امام کی مصیبتیں دُور کیں اور آپ کو بلا کر تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور ممالک اسلامیہ میں ایذا دہی اٹھانے اور سنت کا اظہار کرنے اور قرآن کے غیر مخلوق ہونے کے متعلق فرمان جاری کئے اس تاریخ سے فرقہ معتزلہ کا گروہ ٹھنڈا پڑا۔

۲۴۱ھ میں بصرہ، سال امام عالی مقام نے انتقال فرمایا۔ آپ کے جنازے کی نماز میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ مردوں کا شمار اٹھ لاکھ اور عورتوں کا ساٹھ ہزار تک پہنچ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے جنازے کی جگہ جگہ نماز پڑھی گئی اور پچیس لاکھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی وفات کا عجیب اثر تھا۔ قلوب اس درجہ متاثر تھے کہ اسی دن ۲۰ ہزار یہودی و نصرانی اور آتش پرست مسلمان ہو گئے۔ فتنہ خلقِ قرآن کے بقیہ حالات واثق باللہ کے عہد میں آگے آتے ہیں۔

## دیگر مشاہیر

علی بن معبد بن شداد الرقی، امام احمد کے طبقہ میں سے فقیہ، محدث، حنفی تھے۔ ۲۸۱ھ میں وفات ہوئی۔



احمد بن حفص المعروف بابی حفص البکیر بخاری، فقہ و حدیث میں تلمیذِ امام محمد ہیں، زہادوں میں شمار ہے۔

شہاد بن حکیم بلخی، امام زفر کے اصحاب میں سے ہیں۔ فقیہ، محدث، احمد بن ابی عمران شیخ المھاوی کے استاد تھے۔ بلخ کی قضا پیش کی گئی۔ آپ نے انکاد کہہ دیا۔  
سلسلہ میں وفات پائی۔

عیسیٰ بن یحییٰ بن صدقہ، قاضی ابن موسیٰ حافظ الحدیث، فقیہ جید تھے۔ فقہ امام محمد سے، حدیث اسماعیل بن جعفر سے حاصل کی۔ ۲۲۱ھ میں انتقال ہوا۔

نعیم بن حماد بن معاویہ مروزی، محدث، فقیہ، عارف، فرائض کے بڑے ماہر ابن معین اور امام بخاری کے شیخ ہیں۔ مصر میں تھے جب قرآن کے مخلوق ہونے کا قول وہاں مشہور ہوا۔ آپ نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا تو وہاں سے نکالے گئے اور آخر قید میں ۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

فرخ مولیٰ امام ابو یوسف، فقیہ، جید و محدث، فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی۔ ۲۳۳ھ میں وفات پائی۔

اسماعیل بن ابی سعید الجرجانی امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں۔ فقیہ و محدث ہیں۔ حدیث یحییٰ القطان و ابن عیینہ سے بھی سنی۔ وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی۔

علی بن الجعد بن عبید الجوهری البغدادی، امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے ہیں۔ حافظ الحدیث ہیں ۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۳۲ھ میں انتقال کیا۔

نصر بن زیاد نیشاپوری، فقیہ، محدث امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ثابت قدم تھے۔ فقہ امام محمد سے اور حدیث ابن المبارک سے حاصل کی۔ ۲۲۳ھ میں انتقال فرمایا۔





# خليفة هارون الواثق بالله

**نام و نسب** | الواثق بالله هارون ابو جعفر بن اسحاق محمد معتمد بن هارون الرشيد -

**ولادت** | اتراپس کے شہم سے ۸۶ھ میں مکہ کے راستہ میں پیدائش ہوئی -

**تعلیم و تربیت** | معتمد نے بغداد کے مشہور معلم ہارون بن زیاد سے واثق کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ رجحان طبع علم کی طرف تھا۔ تھوڑے عرصہ میں واثق نے

عربی علم و ادب میں یدِ طولیٰ حاصل کر لیا اور ہزاروں اشعار شعرائے عرب کے یاد کر لئے -

کم عمری میں ہی شعر کہنے لگے۔ چنانچہ واثق ادیب کامل اور شاعر شیریں مقال تھا۔

صولی کہتے ہیں کہ واثق مامون کو اپنے ادب اور فضیلت کی وجہ سے حقیر سمجھا کرتا

تھا اور مامون کا یہ عالم تھا کہ واثق کی قدر کیا کرتا اور اس کو اپنے بیٹے پر فضیلت

دیتا تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”واثق اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بڑا عالم تھا اور ایسا ہی شاعر بھی“

**خلافت** | معتمد کی وفات کے دن یوم پنج شنبہ ۸ ربيع الاول ۲۴۴ھ کو سامرا میں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی اور لقب واثق بالشر رکھا گیا۔ دوسرے

دن صبح کو اسحاق بن ابراہیم نے بغداد میں افسران فوج اور عمائد بغداد سے بیعت لی اور

۹ ربيع الاول کو اورنگ خلافت پر شہنشاہ ہو گیا -

**تخت و تاج** | تخت و تاج کے لئے جو اوصاف وجہ آرائش ہوتے ہیں وہ سب اس کی ذات میں جمع تھے اور اس نے مسند افروز خلافت ہوتے

ہی وہ کام کئے کہ رعایا کے دل میں اس کی طرف سے بڑی بڑی شاندار امیدیں پیدا ہوئیں۔ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ واثق کا عہدِ مہینت مہد فراغی و فراخی کا ایک طویل و مدید دور ہو گا۔ وہ بلند و بالا اور وحیہ و شکیل تھا۔ چہرے سے وقار و تمکنت کے ساتھ لطف بھی مترشح ہوتا تھا۔ جاہ و جلال اور طمراق و احتشام میں واثق اپنے اسلاف پر سبقت لے گیا تھا۔

**ترکوں پر نظرِ عنایت** | واثق نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے باپ کے خادم ترکوں پر نوازش و اکرام کی بارش شروع کر دی۔ حتیٰ کہ دو ترک غلام اس کے منظورِ نظر ہو گئے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے :-

» واثق کو دو غلاموں سے بہت محبت تھی اور وہ باری باری اس کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ واثق نے ان دونوں کے متعلق ان اشعار میں اپنی کیفیت بیان کی ہے۔

قلبی قسیم بین نفسین      » میرا دل دو شخصوں میں منقسم ہے جیسا کہ  
افمن سر اسی سر و خا بجسمین      کسی نے ایک روح کو دو جسموں میں دیکھا ہے  
یغضب ذان جاد ذا بالمرضی      اگر ایک مجھ پر عنایت کرتا ہے تو دوسرا ناوش  
فالقلب مشغول بشجویں      ہوتا ہے میرا دل دو مصیبتوں میں گرفتار ہے۔

**نائبِ سلطنت کا عہدہ** | اس شخص ترک معتصم کا بڑا منہ لگا ہوا تھا۔ خود واثق بھی اس پر عید مہربان ہو گیا اور اس کو جو اہرات کے ہار پہنائے اور سر پر جو اہرات کا تاج رکھ کر نائبِ السلطنت بنایا۔ واثق پہلا خلیفہ ہے جس نے نیابتِ سلطانی کا عہدہ قائم کیا۔  
**قیسیلوں کی بغاوت** | واثق کی تخت نشینی کے ساتھ ہی قیسیہ نے دمشق میں فتنہ و

فساد کی آگ لگادی۔ واثق کو معلوم ہوا تو اس نے رجاہ بن ایوب فزاری کو ان کی کربوئی پر مامور کیا۔ رجاہ نے پہلے ذبانی پیام کے ذریعے مطیع بنانے کی سعی کی۔ جب اہل فساد باز نہ آئے تو تلوار سے کام لیا۔ پندرہ سو شورش پسند اس ہنگامہ میں کام آئے پھر توفیقہ کا خاتمہ ہی ہو گیا۔

**اشناس کا دور دورہ** | ہنگامہ دمشق کے فرو ہونے کے بعد اشناس کا وہ دورہ تھا کہ تمام ممالک محروسہ اسلامیہ کے سیاہ و سفید کا مجازہ ہو گیا تھا۔

**ایک قابل ذکر واقعہ** | ایک شب واثق کے یہاں مصاحبین اور ندما و کا دربار لگا ہوا تھا۔ بعض مصاحب اگلے حکمرانوں کے قتلے بیان کرتے ہوئے وذرائے براکہ کا تفصیلی ذکر کر بیٹھے۔ ان کی فیاضی، اولوالعزہ اور دولت مندی اور ہادون الرشید پر ان کے متولی ہو جانے اور کل امور سلطنت پر قابض و متصرف ہونے کے حالات بیان ہوتے رہے۔ واثق نے توجہ سے یہ حالات سنے۔ اگلے دن ایک گشتی فرمان ہر چہا طرف روانہ کر دیئے اور اشناس کے آوردوں کو گرفتار کر کے بہ جبر و تعدی مال و اسباب وصول کرنے لگا۔ احمد بن امرئیل سے آشتی ہزار دینار مار سپٹ کے وصول کئے، سلمان بن ذہب سے (یہ ایتناخ کا سیکرٹری تھا) چار لاکھ، حسن بن وہب سے چودہ ہزار، ابراہیم بن دباح اور اس کے سیکرٹری سے ایک لاکھ اور ابو الورد سے ایک لاکھ چالیس ہزار وصول کئے۔ اس واقعہ سے تمام ترک امراء میں ہچل پڑ گئی۔ اپنی منصبی فرائض دیانت سے ادا کرنے لگے اور رشوت ستانی کا بازار سرد پڑ گیا۔

**گورنروں کا تقرر** | یمن پر ایتناخ ترکی معتمد کے عہد میں گورنر رہ چکا تھا۔ واثق نے بھی اپنی جانب سے ایتناخ کو ہی یمن کی گورنری مرحمت

کی اور اس عہدہ پر برقرار رکھا۔ مدینہ منورہ پر ۲۱ھ میں محمد بن صالح بن عباسی کو متعین کیا اور مکہ معظمہ کی خدمت محمد بن داؤد کے سپرد کی۔

۲۲ھ میں عبداللہ بن طاہر والی خراسان، کرمان، طبرستان اور رے کے انتقال کر جانے پر بادشاہ خلافت کے حکم کے مطابق اس کے بیٹے طاہر ابن عبداللہ کو موصجات مذکورہ کی سند گورنری مرحمت کی گئی۔

**اعرابِ حجاز کی شورش** | اہل عرب جب ملکی اور فوجی مناصب سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ ان سے امارت جاتی رہی۔ غربت اور جہالت ان میں عود کر آئی۔ بدویت کا رنگ ڈھنگ ان میں پیدا ہو گیا تو تاخت و تاراج اور غارت گری ان کا مشغلہ بن گیا۔ اعرابِ حجاز میں قیس عیلان کا سب سے قوی قبیلہ بنی سلیم کا تھا جو مدینہ کے متصل حرہ بنی سلیم میں سکونت رکھتا تھا۔ اس قبیلہ نے مدینہ کے قرب و جوار پر دستِ تعدی دراز کیا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ اس قبیلہ کے افراد جس بازار میں نکل جاتے ظلم و ستم روا رکھتے۔ یہ ان کا ادنیٰ اعظم یہ تھا کہ سوداگر ان سے جو مال خریدتے وہ اپنے مقدار کردہ نرخ پر خریدتے۔

جمادی الثانی ۲۳ھ میں بنی سلیم کے رئیس عزیزہ بن قطاب نے بنی کنانہ اور باہلہ پر حملہ کیا اور ان کے بہت سے آدمی تلوار کے گھاٹ اتار دیئے۔

دار الخلافہ سامرائس میں یحیر بن یحییٰ بن توحیق با اللہ نے حماد بن جریر طبری کو دو سو سپاہیوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت پر تعین کیا۔ امیر مدینہ محمد بن صالح نے حماد بن جریر کو عزیزہ بن قطاب کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مقامِ دوشیہ پر ہر دو سے مقابلہ ہوا۔ حماد نے شکست کھائی اور جان بھی گنوائی۔ بنی سلیم نے مدینہ پر بھی حملے شروع کر دیئے۔ واثق کو یہاں کے حالات کی اطلاع پہنچی اُس نے تجبر بن کارسپہ سالارانی کوئی بغا اُبکیہ ترک کر کے، ایرانی اور مغاربہ فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا مقدمہ

لے ابن عدون جلد ۲ کتاب ثانی صفحہ ۱۴۲ ۲۱ البدایہ النہایہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲

لشکر پر "طردوش" ترکی تھا۔ اس نے پہلے ہی حملہ میں بنی سلیم کے بیچاس آدمی قتل کئے اور بیچاس گرفتار کر لئے۔ جب بفا الکبیر حرہ بنی سلیم میں پہنچا تو اس نے اس قبیلہ کے لوگوں کو جمع کیا اور ان میں سے ایک ہزار آدمی جو شر و فساد میں حصہ لیتے رہتے تھے گرفتار کر لئے اور ذی قعدہ ۲۳۳ھ میں ان کو مدینہ میں لاکر یزید بن معاویہ کے گھر میں بند کر دیا اور خود حج کو روانہ ہو گیا۔ حج سے واپسی پر قبیلہ بنی ہلال کے تین سو آدمیوں کو جو رہنری کرتے تھے گرفتار کر لایا اور بنی سلیم کے ساتھ قید کر دیا۔

اس اثنا میں بنی مرہ نے بھی شورش کر رکھی تھی بفا الکبیر ان کی سرکوبی کو روانہ ہوا تو یہاں قیدیوں نے نقب لگائی اور نکل بھاگنا چاہا۔ اہل شہر کو غبر لگ گئی۔ انہوں نے ان کو گھیر لیا۔ باہمی تلوار چلی تیرہ سو سے زیادہ قتل ہوئے۔ بفا الکبیر آیا تو اس نے افسوس کیا۔ پھر بنی مرہ اور بنی فزادہ جو فدک پر قابض ہو گئے تھے ان کے پاس بفا نے ایک فزادی رئیس کو بھیجا کہ ان کو امان دے کر یہاں لاؤ۔ اس نے شاہی فوج کی سطوت سے ڈرایا۔ وہ لوگ ڈر کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ چند اشخاص حاضر ہوئے۔

بفا نے بنی الشجع اور غطفان کو بھی امان دی۔ پھر بنی کلاب کو جمع کیا۔ تین ہزار نفوس مجتمع ہوئے۔ ان میں سے تیرہ سو اشخاص کو جو اہل فساد سے تھے گرفتار کیا اور مدینہ میں لاکر قید کیا مگر بنی الشجع اور غطفان یہ حالات دیکھتے ہوئے بھی قتل و غارت گیری سے باز نہ آئے۔

۲۳۲ھ میں واثق نے بفا الکبیر کو حکم بھیجا کہ بنی نمیر بلاد یغاورت بنو نمیر | پیامہ میں قتل و غارت گیری کر رہے ہیں ان کی سرکوبی کو جاؤ۔ چنانچہ وہ اس طرف گیا اور بنی نمیر کی مزاج پر سری اچھی طرح کر دی۔ پھر تیمم کی بستی مرآۃ کی طرف آیا مگر ان لوگوں نے دھوکے سے ترکی فوج کو گھیر لیا۔ بفا کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اسی اثنا میں موتہ کون کا ایک دستہ بنی نمیر کے مقابلہ

واپس آیا تھا۔ انہوں نے بنی تمیم کو گھیر لیا اور کشتوں کے پٹے لگا دیئے بقیہ امان کے طالب ہوئے۔ بھانے سب کو گرفتار کر کے کوڑوں کی مار دی۔ غرضیکہ مدینہ کے قرب و جوار میں جس قدر فتنے اُٹھے تھے وہ بقوت دبا دیئے گئے۔ بفا قیدیوں کو لے کر بصرہ پہنچا اور مدینہ کے عامل محمد بن صالح کو لکھا کہ بنی فرائزہ مرہ، ثعلبہ کے جس قدر قیدی ہوں سب کو لے کر سامرا پہنچو۔ چنانچہ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ غرضیکہ قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ بفا الکبیر نے کر دیا۔

۲۳۱ھ میں احمد بن نصر نے احتجاجاً حکومت  
محدث احمد بن نصر کا خروج  
اپر خروج کیا۔ احمد مالک بن ہشیم خزاعی نقیب  
دولت عباسیہ کے پوتے اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔  
علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

”احمد بن نصر کا شمار محدثین میں تھا اس کی نشست و برخاست اصحاب  
حدیث کی صحبت میں اکثر ہوا کرتی تھی“ ۱  
حماد بن زید، سفیان بن عیینہ اور ہاشم بن بشر اور امام مالک سے سماع حدیث  
کیا تھا۔ یحییٰ بن معین جیسے محدث ان کے تلمیذ تھے۔ ۲  
وکان احمد بن نصر هذا من اکابر العلماء العالمین القائلین باؤمر  
بالمعروف والنہی عن المنکر ۳

ابن حصین، ابن دورق اور ابو زہیر وغیرہم نے احمد بن نصر کو واثق کے عقائد کے  
خلاف بھڑکا دیا۔ یہ حق گو عالم واثق کے خیالات کی اپنے و غط میں دھجیاں اڑانے لگے  
اور غصے میں آکر خنزیر و کافر سے خطاب کرنے لگتے۔ عوام الناس میں اس کی شہرت  
ہو گئی۔ وہ جوق در جوق احمد بن نصر کی نصرت پر تھے۔

۱۔ ابن خلدون جلد ۲ کتاب ثانی صفحہ ۴۸، ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۱، ۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۵  
۴۔ ایضاً ۵۸ ابن خلدون جلد ۲ کتاب ثانی صفحہ ۱۱۔



واثق باللہ خلق قرآن اور رویتِ بادی کے مسئلہ میں اپنے باپ معتصم کا ہم خیال ہونے کا عقیدہ تھا۔ محدثین اس عقیدے کے خلاف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ احمد بن نصر واثق کو برا بھلا کہا کرتے۔ لوگوں نے عتابِ سلطانی کا غوغا دلایا مگر یہ لوگ بجائے غوغا کھانے کے علانیہ حق گوئی سے کام لینے لگے۔ ابوبارون السراج اور ابوطالب نے ابونصر کی دعوت پر امر بالمعروف والنہی عن المنکر شروع کر دی جسے عوام نے قبول کیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر ہزار ہا نفوس نے احمد بن نصر کی بیعت بھی کر لی۔ ابوبارون اس تحریک کا داعی اول تھا۔ روپیہ پیسہ سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔ یہ تحریک بہت جلد پھیلی پھول۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تو ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ ایک مقررہ شب کو بغداد کے مشرقی اور مغربی دونوں حصوں میں بیک وقت حکومت کے خلاف کھڑا ہو جانا چاہیے اور دولتِ بنی عباس کا تختہ الٹ دیا جائے۔ پہلے ہی سے معتصم اور واثق کی سخت گیر لوں اور عملِ خلافتِ سنت سے عوام الناس میں برہمی پیدا ہو گئی تھی۔

مسئلہ خلقِ قرآن کے پیچھے جو جو مظالم معتصم نے دوا رکھے اور علماء کی تذلیل کی اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہیئے تھا کہ حکومت کے خلاف لوگوں میں جذبہٴ منافرت ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ احمد بن نصر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ ابوطالب نے ان کی فوجی تشکیل کی۔ انعامات اور اسلحہ دیئے۔ شبِ پنجشنبہ ۳ شعبان ۲۳۱ھ کو بغرضِ دعوتِ خروجِ عہد کیا گیا۔ بنی اشعرس کے دوا دی جو احمد کے متبع تھے موعودہ شب سے ایک شب پہلے نبیذ کے نشہ میں انہوں نے طبل بجانا شروع کر دیا۔ اسحاق بن ابراہیم افسرِ پولیس اس وقت بغداد میں موجود نہ تھا۔ اس کا بھائی محمد بن ابراہیم اس کا قائم مقام تھا تو اس نے نفاذ کی آواز سن کر گھبرا گیا۔ ایک آدمی کو دریافت حال کی غرض سے روانہ کیا۔ کوئی شخص نظر نہ پڑا۔ اتفاقاً ایک اعمور (ہنگامہ) عیسیٰ نامی حمام میں مل گیا اس نے بنی اشعرس، احمد بن نصر، ابوبارون اور طالب کی تحریک کا راز فاش کر دیا اور ان کے قیام کا بھی پتہ



دے دیا۔ محمد بن ابراہیم نے اسی وقت ایک دستہ فوج احمد بن نصر وغیرہ کی گرفت کو بھیج دیا۔ سب لوگ گرفتار ہو کر آئے۔ محمد بن ابراہیم نے ان لوگوں کو سامرا بھیج دیا۔ واثق کے دو برادر بالہ عام میں یہ حضرات صدق و صفائیش کئے گئے۔ اس جلسہ میں قاضی احمد بن ابی داؤد بھی تھا۔ خلیفہ واثق نے احمد بن نصر سے بغاوت اور خروج کی وجہ دریافت نہ کی غلق قرآن کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ احمد بن نصر نے عرض کیا ”وہ کلام الہی ہے“

پھر واثق نے اللہ تعالیٰ کی رویت کا مسئلہ دریافت کیا۔ احمد نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی رویت اخبارِ صحیحہ سے ثابت ہے اور میں امیر المومنین آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ قرآن مجید اور حدیث شریف کی مخالفت نہ کیجئے“ خلیفہ واثق نے علماء کی طرف دیکھا اور احمد بن نصر کی بابت دریافت کیا۔ عبدالرحمن بن اسحاق قاضی جانب غری بغداد نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

”امیر المومنین کو اس شخص کا خون مباح ہے“

قاضی ابن ابی داؤد بولا۔

”یہ شخص کافر ہو گیا اس کو توبہ کی ہدایت کی جائے“

واثق نے مصماہ (یہ عمر بن معدی کرب زبیدی کی تلوار تھی) منگوائی اور اس کو نیام سے کھینچا۔ احمد بن نصر نے کلمہ پڑھتے ہوئے گردن جھکالی اور خلیفہ واثق نے ایک تلوار کندھے پر مادی دوسری سر پر رسید کی۔ اس تلوار نے پیٹ کوناف سے سینہ تک چاک کر دیا۔ اس کے بعد سیالاستقی نے اس حق گو عالم کا سر تن سے اتار کر بغداد بھیج دیا جو ہجر بغداد پر آویزاں کر دیا گیا اور لاشہ کو بغداد کے دروازہ پر صلیب پر چڑھا دیا۔

۲۳۱ھ کے خاتمہ کے دور پر خلیفہ نے سعید بن مسلم بن قتیبہ

مختلف واقعات

کو صفور اور عوام کی سند گود نری مرحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ عیسائی قیدیوں کو جو عیسائی مسلمان قیدیوں کے والی روم کو دے کر مصالحت کر دو۔ مگر ساتھ ہی اس کے مسلمان قیدیوں سے قرآن کے مخلوق ہونے اور رویت باری کا مسئلہ دریافت کرتے جانا۔ جو شخص خلق قرآن کا قائل اور رویت اللہ کا مؤید ہو اس کا معاوضہ دے کے عیسائیوں کی قید سے چھڑالینا اور ایک دینار علاوہ زاد سفر کے بطور انعام مرحمت کرنا اور جو شخص خلق قرآن کا منکر اور رویت اللہ کا قائل نہ ہو نہ اس کے معاوضہ میں کسی عیسائی قیدی کو رہا کرنا اور نہ اس کی رہائی کی فکر کرنا۔ چنانچہ رومی اور مسلمان اپنے اپنے قیدیوں کو لئے ہوئے نہرئاس پر آئے جو طرطوس سے ایک منزل پر تھے مسلمانوں نے عیسائی قیدیوں کو رہا کر دیا اور عیسائیوں نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔ یہ تعداد میں چار ہزار چونسٹھ مرد آٹھ سو لڑکے اور ایک سو عورتیں اہل ذمہ تھے۔

**جہاد** | احمد بن سعید بن مسلم اس سے فارغ ہو کر ایام مبرا کے آتے ہی ایک لشکر مرتب کر کے سرحدی بلاد پر جہاد کرنے چلا۔ اثنائے ماہ میں روم کے بطریق نے منع بھی کیا کہ یہ موقع نہیں ہے مگر احمد بن سعید نے اس کے کہنے پر اتفاق نہ کی آخر ہرقت اور کثرتِ بادش سے بے حد نقصان کا سامنا کرنا پڑا اور بے نیل و مرام دار الخلافہ واپس آیا۔ واثق نے احمد بن سعید کو اس ناعاقبت اندیشی پر نفیست و ففیحت کے بعد معزول کر دیا اور اس کے بجائے نصر بن حمزہ خراسانی کو متعین کیا۔

**المینہ میں خلفشار** | المینہ کے قرب و جوار میں عرب اور بطاوق نے بغاوت کر دی۔ واثق نے خالد بن یزید بن مزید کو فوج دے کر بھیجا باغی گھبرا گئے اور تحائف لے کر خالد کے پاس آئے اور اطہارِ اطاعت کیا۔ مگر اسحاق بن اسماعیل باغی رہا۔ خالد اس کی سرکوبی کو بڑھا کر یکایک مر گیا۔ اس کی ہر ہی فوج منتشر ہو گئی۔ واثق نے خالد کے لڑکے کو اس کے والد کے بھلے افسر

افسر مقرر کر کے بھیجا اس نے نظام کو تو نصیبین روانہ کیا۔ پھر احمد بن خالد نے باغیوں کی پوری سرزنش کی اور انہیں قتل کر کے ان کے مکانات میں آگ لگادی اور ضاریہ اور اسحاق کو بالکل شکست دے کر اس علاقہ کو معقول انتظام کر کے دار الخلافہ لوٹ گیا یہ

خوارج کا فتنہ | ۲۳۱ھ میں دبا دربیعہ کے خوارج نے سر اٹھایا۔ عالم بن ابی مسلم نے ان کے سرغنہ محمد بن عبداللہ کو گرفتار کر کے سامرا بھیجا جہاں وہ اپنے کئے کی سزا کو پہنچا۔

اصفہان کے کرد | اصفہان اور فارس کے کردوں نے شورش مچا رکھی تھی۔ سپہ سالار وصیف ترک نے اس شورش کو بقوت دبا دیا اور پانچ سو کرد گرفتار کئے جس میں سے زیادہ تر نو عمر غلام تھے۔

فتوحات | واثق کے عہد میں سسلی میں اہم فتوحات ہوئیں ۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی نے سسلی پر حملہ کیا اور سسلی کے بندر گاہ پر فوجیں اتار کر مختلف رستوں میں پھیلا دیں اور خود ”ناہل“ کی طرف بڑھا۔ یہاں کے باشندے طالب امان ہوئے۔ پھر ”شمر مکان“ کو ایک سال میں فتح کر لیا۔

۲۲۹ھ میں ابو العباس اغلب بن فضل ”شرہ“ تک بڑھتا چلا گیا۔ اہل شرہ نے روکنا چاہا۔ لیکن انہوں نے بڑی شکست فاش کھائی۔ ان کے دس ہزار رومی کام آئے۔ مقابلہ میں ادھر مسلمان تین شہید ہوئے ۲۳۲ھ میں فضل بن جعفر نے سسلی کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر لیا۔ اسی سنہ میں انکبرہ کے شہر طارنت میں مسلمان آباد کئے گئے۔

## وزارت

محمد بن عبدالملک بن زیات ہی واثق کا وزیر رہا۔ پہلے واثق زیات سے خفا تھا لہذا اس کی تحریر واثق کو پسند آئی اس لئے لاضی ہو گیا اور دوسرے کاتبوں کو اس کے اسلوب تحریر کی تقلید کی ہدایت کی

۱۰ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۶۔

**رفاہِ عام** | واثق باللہ نے اپنے عہد میں بہت سے ایسے کام کئے جن سے  
ادعایا کو بہت فائدہ پہنچی۔ خلفاء ماسبق کے زمانے میں جہازوں سے  
بحری ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اس سے حکومت کو بڑی حلیہ آمدنی ہوتی تھی لیکن واثق نے  
اس ٹیکس کو بند کر دیا۔

**خیرات و مہربانیاں** | واثق کی طبیعت میں سخاوت کا مادہ تھا اس کی فیاضی اور  
داد و دہش نے اہل مکہ و مدینہ کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔  
جب اس کی موت کی خبر مدینہ پہنچی تو کھرام مچ گیا۔ مدینہ کی عورتیں ہر شب اس کی یاد  
میں بقیع میں جا کر روتی تھیں۔

**علویوں سے سلوک** | واثق نے علویوں کو ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی۔ وہ  
ان کے رتبہ کے مطابق ان کا اعزاز و احترام مرعی رکھتا  
تھا اور حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔

**خلق و تواضع** | خلق و تواضع واثق کی ممتاز خصوصیت تھی۔ بڑوں کا غیر معمولی  
احترام کرتا۔ احمد بن حمدون کہتے ہیں ایک مرتبہ ہادون بن زیاد  
واثق کا معلم تھا، واثق سے ملنے آیا۔ واثق نے ان کی انتہا درجہ تعظیم و تکریم کی۔ کسی  
نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں جن کی آپ اس درجہ تکریم کرتے ہیں۔ واثق کہنے لگا کہ  
سب سے پہلے انہوں نے میری زبان ذکرِ خدا کے ساتھ کھولی تھی اور رحمتِ الہی  
سے مجھے قریب کیا تھا۔

حمدون کہتے ہیں کہ خلفاء میں کوئی شخص واثق سے بڑھ کر علیم اور تکلیفوں پر مہرب کرنے  
والا نہ تھا اور بعض اوقات ان صفات کے بالکل برعکس بھی کر بیٹھتا تھا۔

**قدر دانی و صلہ گستری** | واثق کو شعر و شاعری سے بڑی دلچسپی تھی۔ ایک دن  
دربار میں شعراء جمع تھے۔ ایک کینز نے اخطل کا

## شعر گایا ہے

و شادن مریح بالکاس نادونی      ”ایک آہوبرہ ہے جو مجھے شراب پلاتا ہے  
بذکر بالخصوص ولہ فیہا بسواری      جس میں نہ وہ بخلی کرتا ہے نہ سوار چھوٹا“

چھوڑتا ہے“

واثق نے شعراء کو مخاطب کر کے ستوار کے معنی پوچھے۔ کوئی صحیح نہ بتلا سکا۔ ابن اللعابی نے بسند شعراء سے عرب معنی بیان کر دیئے۔ وثاق بہت خوش ہوا اور بیس ہزار درہم اس کو عطا کئے۔ ابوہریرہ کو ایک موقع پر ایک لاکھ دینار انعام میں عطا کئے۔

**علمی مجلس** | ایک دن وثاق کی مجلس میں حسین بن مخاک اور مخارق کی بحث چھڑ گئی۔ ایک ابونواس شاعر کو ترجیح دیتا تھا۔ دوسرا ابو العتاهیہ کو، وثاق نے کہا کچھ شرط کرو۔ چنانچہ دوسو دینار شرط مقرر ہوئی۔ وثاق نے دریافت کیا کہ کوئی عالم حاضر ہے۔ معلوم ہوا ابوہریرہ موجود ہیں ان سے یہ معاملہ رجوع کیا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابونواس بہت بڑا شاعر ہے اور تمام اصناف سخن پر قادر ہے۔ چنانچہ اسی فیصلہ پر دوسو دینار حسین بن مخاک کو دیدیئے گئے۔

**فن موسیقی سے لگاؤ** | شعر و شاعری کے ساتھ وثاق کو فن موسیقی سے بھی دلی

لگاؤ تھا۔ مولیٰ کہتے ہیں خلفاء میں راگ لاگنی کا سب سے زیادہ عالم وثاق ہوا ہے۔ وثاق نے بہت سی نثریں ایجاد کیں۔ غود بجلنے میں اور اشعار و اخبار میں وہ سب بڑا استاد مانا جاتا تھا۔

وثاق کو کھانے پینے کا بھی بڑا شوق تھا۔

یزید المہلی کا بیان ہے کہ وثاق بڑا پُر خور تھا۔

ابن فہم کہتے ہیں کہ وثاق کے چاندی کے چار خوان تھے جن کو بیس آدمی اٹھا کر لاتے

تھے۔ ہر خوان میں کٹورے کاسے کے اور آنچورے چاندی ہی کے تھے۔

**شرعی احکام کا احترام** | ایک دن کا واقعہ ہے کہ قاضی ابی داؤد واثق کے کمر قاضی صاحب نے واثق سے کہا چاندی کے برتنوں میں کھانا منع ہے۔ واثق نے سنتے ہی خدام کو حکم دیا کہ سب چیزیں توڑ کر چاندی بیت المال میں داخل کر دی جائیں۔ آزاد خیالی | امامون کے معتزلی مسلک نے اس کے اہل خاندان کو مسائل تقلید کے بجائے آزادانہ رائے کا حامی بنا دیا تھا۔

اس کے دربار میں مختلف علوم و فنون کے علماء کی دلچسپ صحبتیں ہوتی تھیں ان مجلسوں اور صحبتوں کا تفصیلی حال مسعودی نے لکھا ہے۔

## مسئلہ خلق قرآن

معتزم کی طرح واثق بھی خلق قرآن اور روایتِ باری کے مسئلہ میں تشدد کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے محدث احمد زہر کو خود قتل کیا۔ یوسف بن یحییٰ فقیہ شافعی کو جیل بھیجا۔ نعیم بن حماد کو سزا دی اور اپنی پوری قوت و جبروت کو خلق قرآن کے مسئلہ کے منوانے میں صرف کرتا۔ مگر اہل حق صاف گوئی سے باز نہیں آتے تھے اور اُس کے مظالم سہتے تھے۔

**قاضی ابی داؤد کا ردِ وال** | حضرت ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن محمد الازدی ابو داؤد اور نسائی کے استاد بھی دیگر علماء کے ساتھ گرفتار کر کے سامر المائے گئے اور قاضی ابی داؤد کے سامنے پیش ہوئے۔ ابو عبد الرحمن نے قاضی سے پوچھا کہ جو رائے تمہاری ہے اور جس کی طرف تم لوگوں کو بلاتے ہو اُس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تھا یا نہیں؟ اور اگر تھا تو آپ نے لوگوں کو اس مسئلہ کی طرف کیوں نہ بلایا۔ ابن ابی داؤد نے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس کا علم تھا۔ ابو عبد الرحمن نے کہا جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ تم کیوں کرتے ہو؟ جو کام آپ نے ناجائز سمجھا اس کو تم نے کیسے جائز قرار دیا۔ کہتے ہیں یہ جواب سن کر لوگ حیران رہ گئے اور واثق ہنس پڑا اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے محلِ سرا میں چلا گیا اور لیٹ رہا۔ بار بار کہتا تھا کہ جس بات کو رسول اللہ نے ناجائز قرار دیا اسے ہم جائز سمجھ رہے ہیں۔ جس معاملہ میں آپ نے خاموشی اختیار کی ہم اس میں سختی کر رہے ہیں۔ چنانچہ ابو عبد الرحمن کو تین سو دینار نذر کئے اور ان کو با احترام ان کے وطن واپس کیا۔ اس دن سے واثق ابی داؤد سے ناخوش ہو گیا۔

خطیب بغدادی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واثق نے اپنی موت سے پہلے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا اور امام احمد بن حنبل کو قید سے اس نے ہی رہا کیا تھا۔  
**وفات** ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق استسقاء میں مبتلا ہوا۔ اطباء نے گرم تنور میں بٹھا کر بھاپ دلائی جس سے آفاقہ ہوا۔ دوسرے دن تنور کو زیادہ گرم کر دیا۔ اس کے اثر سے سچا چڑھا۔ یہی موت کا پیغام تھا۔ وفات کے وقت ۲۳ سال کی عمر تھی۔ مدتِ خلافت ۵ سال نو ماہ ہے۔ موت کے قریب یہ اشعار بار بار پڑھتا تھا۔

الموت فیہ جمیع الخلق مشترک  
 لا سوقۃ منہم ببقی ولا ملک  
 ما ضہ اهل قليل ف تفارقہم  
 ویس یغنی عن الملک ما ملکوا  
 ”موت میں تمام خلقت مشترک ہے نہ اس سے کوئی  
 بازا ہی بچنے پاتا ہے نہ بادشاہ فقیروں کو دنیا  
 چھوڑنے میں اخلاص مانع آتا ہے نہ بادشاہوں کے  
 ملک ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔“

**حلیہ** نہایت خوش منظر اور سڈول جسم، رنگ سرخ و سپید، بائیں آنکھ میں پہلی تھی۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳ ۲۔ ایضاً ۳۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۱۰ ۴۔ ایضاً و انظر ج ۲



## آثارِ واثق

واثق کو تعمیرات سے بھی بہت شوق تھا۔ سامرا میں اپنے ذوق سے چند محل تعمیر کرائے تھے۔ قصر الحزری جو اس کے باپ نے ابلق گھوڑوں والی پہاڑی پر تعمیر کیا تھا جہاں سے پورے شہر سامرا کا نظارہ طاثر نگاہ کے سامنے آجاتا تھا۔ اس کے علاوہ قصر ماندۃ لاندوال قصر قوت القلوب، قصر مرو العیون، قصر انصاف، قصر فردوس عیش، واثق کے اپنی مرضی کے تعمیر کردہ تھے۔ اس کے زمانہ میں سامرا فخر البلاد بنا ہوا تھا۔

واثق کے دادا ہارون نے جس طرح بغداد میں بیمارستان قائم کیا بیمارستان | تھا اس نے سامرا میں اس کی تعمیر کرائی اور حکیم سیمویہ کو اس کا نگران مقرر کیا۔

## علمی ترقی

واثق نے ترویجِ علم کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی مگر بغداد کی علمی چہل پہل روز افزوں تھی۔ صد ہا درس گاہیں تھیں۔ حدیث کے حلقے قائم تھے۔ اس کے علاوہ واثق کے عہد کے علماء بڑے پایہ کے تھے۔ امام احمد بن حنبل کی جلالتِ شان سے کون انکار کر سکتا ہے باوجودیکہ انام کو حکومت نے سخت تکالیف دیں۔ قید میں رکھا کوڑے مارے گئے۔ مگر امام جمعہ نشر و اشاعتِ حدیث میں لگے ہوئے تھے۔

احادیث کے مجموعے | چنانچہ امام نے دو لاکھ احادیث میں سے تیس ہزار کا مجموعہ مرتب کیا جو مسند کے نام سے مشہور ہے آپ نے اس کی صحت کی خاطر ستر ہزار جھوٹی حدیثیں یاد کر رکھی تھیں اور مسند ابوداؤد طیالسی (۲۱۴) مسند اسد بن موسیٰ (الاموی، مسند نعیم بن حماد غزالی (۲۸۸ھ) مسند عبد بن حمید (۲۴۲) حدیث کے مجموعے تیار ہوئے جن میں اسحاق بن لاہویہ کا مجموعہ حدیث زیادہ مشہور ہے۔

مصحف عبد الرزاق (۲۱۱) سنن سعید بن منصور (۲۲۵) بھی قابل ذکر ہیں۔

**فتنہ وضع حدیث** منصور عباسی سے پہلے سے وھار حدیث اپنی فتنہ پر بازی میں سعی بلیغ کر رہے تھے۔ مگر ہادی کے زمانے میں ان زندیقیوں کو اپنے کئے کی بہت کچھ سزا ملی۔ مامون کے عہد میں علوم عقلیہ کی گرم بازاری نے حکومت کو زندیقیوں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ معتصم اور واثق کے عہد میں ایک تواضع مزالی کی گرما گرمی تھی پھر محدثین پر یہ مسئلہ خلق قرآن کی بدولت زبردستی حکومت کی طرف سے ہو رہی تھی اس لئے حدیث گھڑنے والوں کو کافی فرصت ملی۔ چنانچہ معتصم اور واثق کے عہد میں واضعین حدیث کثرت سے پیدا ہو گئے۔

ایک دن امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین مسجد رصافہ میں نماز پڑھ رہے تھے ان کے سامنے ایک واعظ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ کو حدیث پہنچی ہے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے اور ان دونوں کو عبد الرزاق سے اور اس کو معمر سے اور معمر کو انس سے، حضرت انس نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک کلمہ سے ایک جانور پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے الخ

اس قلعہ کو قریب بیس درقوں کے بیان کیا۔ امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”کیا تم نے یہ حدیث ان سے بیان کی ہے؟“

انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم! میں نے اس واعظ کو دیکھا تک نہیں چہ جائیکہ اس کو حدیث سنا تا۔ اتنے میں وہ قلعہ گو حاضرین سے خیرات لیتا ہوا ان دونوں تک آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو نے یہ حدیث کس سے لی ہے؟ اور ہمارے نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں۔ تو نے ہم پر افترا کیا ہے۔ اُس نے کہا میں نے سنا تھا ابن معین احمق ہے لیکن اب یقین ہو گیا۔ کیا اس نام کے اور نہیں ہو سکتے۔ میں نے ۱۷ احمد بن حنبل اور ابن معین سے یہ روایت لکھی ہے۔

یہ کہہ کر ٹھٹھا لگاتا ہوا مسجد سے چلتا ہوا۔ یہ دونوں بزرگ منہ دیکھتے رہ گئے۔ کسی نے ابوعمیرہ سے پوچھا کہ مالک کی روایت عکرمہ سے اور عکرمہ کی انس و ابن عباس سے قرآن کی سورتوں کے فضائل میں تم نے کہاں سے پائیں۔ ابوعمیرہ نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی تالیف کی طرف زیادہ متوجہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے بہ نظر ثواب میں نے ان حدیثوں کو بنایا ہے۔

ابوعمیرہ، نوح ابن مریم المروزی، محمد بن عکاشہ کرمانی، احمد بن عبد اللہ جوہاری، ابن تیمیم فرمائی وغیرہ بہ نظر ثواب حدیثیں بناتے تھے۔ سہل بن عبد اللہ التستری کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے دس ہزار حدیثیں بنائی تھیں جو بعض کتب احادیث میں شامل ہیں۔

اس عہد میں ائمہ فن کو یہ خیال دامنگیر تھا کہ ان تمام مجموعوں سے نہایت صحیح و مستند روایتیں التقاط کر کے مثل مؤطا کے جمع کر دی جائیں۔

ایک دفعہ امام اسحاق بن راہویہ کا حلقہ درس جما ہوا تھا۔ امام محمد اسماعیل بخاری بھی حاضر درس تھے۔ امام ابن راہویہ نے تمام تلامذہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کاش تم میں سے کوئی صحیح حدیثوں کا ذخیرہ جمع کر دیتا۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ امام کے اس قول نے میرے دل میں نہایت گہرا اثر کیا اور میں اس پر آمادہ ہوا کہ استاد کی تمنا کو پورا کروں۔ چنانچہ سولہ سال کی مدت میں جامع صحیح مرتب کی اور امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین وغیرہم کے آگے اس جامع صحیح کو پیش کیا۔ سب نے اسے اچھا بتایا۔ اور اس کی صحت کی گواہی دی۔

مؤطا منصور کے زمانے میں مرتب ہوئی۔ بخاری شریف واثق کے

۱۰۰ صحیح المسلمین صفحہ ۴۸ مطبوعہ ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء ۱۰۰ مقدمہ فتح الباری از علامہ ابن حجر عسقلانی۔

عہد میں تکمیل کو پہنچی ۔

## اسماء الرجال کی پہلی تصنیف

یہی بن معین فرین اسماء الرجال کے بڑے امام ہیں۔ وہ جرح و تعدیل میں کسی شخص کے رتبہ و حیثیت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ سلاطین و قضاة سے لے کر مقتداؤں اور پیشواؤں تک کے اخلاق و اعمال کی سراغ رسانی کر کے نکتہ چینی کرتے تھے۔ ان کے مذموم اوصاف تک کو افشاء کر دیتے اور اظہار حق میں کسی لومۃ لائم اور ملامت گر کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہر قسم کی طعن و تشنیع کو حدیث کی محبت و حفاظت میں غلو میں نیت کو مد نظر رکھ کر گوارہ کیا کرتے۔ ان کے استاد یحییٰ بن سعید القطان نے اسماء الرجال پر پہلی کتاب لکھی ہے اس کے بعد دوسرے مجموعے تیار ہوئے۔

## علوم عقلیہ

ماسون کے زمانے سے واثق کے عہد تک علوم عقلیہ کی بے حد ترقی ہوئی۔ معتقم کے عہد میں بیت الحکمت کا کام جاری رہا۔ واثق کو بھی اس سے دلچسپی تھی۔ اس نے از میر نو اس کو ترقی دی۔ بڑے بڑے مترجم بیت الحکمت میں ملازم رکھے۔ خود فلسفہ سے ذوق رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں فلسفی شریک ہوا کرتے۔ واثق ان سے مباحثہ کرتا۔ یوحنا بن ماسویہ کو ندیم بنایا اور ان کو دولت سے مالا مال کیا ہے

ایک موقعہ پر تین لاکھ درہم غطا کئے مگر تکلیمن کی زیادہ پذیرائی تھی بالخصوص

۱۔ دیباچہ میزان الاعتدال ذہبی ۲۔ مروج الذهب ذکر خلافت واثق باللہ

۳۔ طبقات الاطباء تذکرۃ یوحنا بن ماسویہ

معتزلہ کی۔ البتہ اس کے عہد میں بنو موسیٰ بن شاکر کی رصد گاہ جو بغداد میں ۹۵۰ء میں قائم ہوئی تھی، شاید ایک اس میں مشاہدات فلکی کا کام بخین کرتے رہے۔

**المسالك والممالك** | واثق کے عہد میں ابن خردادویہ (امام ابوالقاسم عبداللہ محمد بن خردادویہ) جغرافیہ نویس تھا۔ یہ زردشتی نو مسلم کی اولاد سے تھا وہ صوبہ جبال میں محکمہ برید و احتساب کا افسر اعلیٰ تھا۔ ۳۳۳ھ میں اس نے المسالك والممالك فن جغرافیہ میں لکھی۔

**حکیم سلیمویہ ابن ہندا** | المامون اور المعتصم کے زمانوں کا نستوری طبیب تھا۔ معتصم کا طبیب خاص رہا۔ واثق کی اس پر نظر عنایت تھی۔ اُس نے ہی یحییٰ بن خالد کو جالینوس کی تصنیف میں مدد دی تھی۔ اواخر ۳۴۸ھ میں انتقال کیا۔

**مؤرخین** | واثق کے عہد میں ابو محمد عبدالملک ابن ہشام ابن ایوب الحمیری البصری بہت بڑا مؤرخ تھا۔ اس کی عمر کا آخری زمانہ فسطاط میں گذرا وہیں ۳۵۴ھ، ۳۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ مصنف سیرت الرسول ہے۔ (جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے اور سیرت کی نہایت اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔)

محمد بن سماعہ بن عبداللہ کو فی فقیہ، محدث، ۳۳۳ھ میں انتقال کیا۔ نوادر ابن سماعہ اور ادب القاضی تصنیفی یادگار ہیں۔

حاتم بن اسماعیل الاصم بلخی صاحب مقامات تھے ۳۳۳ھ میں وصال ہوا۔ بشر بن الولید بن خالد کندی، امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے ہیں۔ محدث صالح و عابد ۳۳۳ھ میں وصال ہوا۔

داؤد بن رشید خوارزمی، امام محمد کے اصحاب میں سے ہیں۔ فقیہ و محدث ہیں۔

۲۳۹ء میں وفات پائی ہے

## دیگر ہم عصر علماء

احمد بن یونس، اسمعیل بن عمرو البجلی وسعید بن منصور صاحب السنن و  
محمد بن الصباح الدولانی صاحب سنن ابوالولید الطیاسی، خلف بن ہشام البزار  
(مشاہیر القراء) عبداللہ بن محمد السندی، نعیم بن حماد الخزاعی (اکابر جہمیہ  
سے تھا۔)

علی بن جعد الجوهری، محمد بن سعد کاتب الواقدی، مصنف کتاب الطبقات  
سعید بن محمد الحرمی احمد بن نصر الخزاعی، امیہ بن بسطام، کامل بن طلحہ، محمد بن  
سلام الجمعی، یحییٰ بن بکیر راوی الموطا عن امام مالک محمد بن البذیل بن عبداللہ بن  
مکحول معروف القلاف متوفی ۲۳۹ھ۔  
(ابن خلدان جلد ۱ صفحہ ۴۸)



۱۰ صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۸۔







# خلافتِ نبی عباس

## حصہ دوم

جس میں اٹھائیس عباسی حکمرانوں متوکل سے لے کر مستعصم تک کے تمام تاریخی حالات ایک خاص اسلوب سے جمع کئے گئے ہیں۔ اسی کے ساتھ سلاطین بویہ، سلجوق، زنگی، ایوبی، علویین اور باطنیہ وغیرہ کی تاریخ کا جامع خلاصہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

ادارہ اسلامیات

۱۹۰۔ انارکلی لاہور



# خليفة المتوكل على الله جعفر

**نام و نسب** | متوکل علی اللہ جعفر بن معتمد بن ہارون الرشید۔ ان کی والدہ کا نام ”شیخ“، خوارزمی تھا جو ام ولد تھی۔ شوال ۲۰۶ھ میں متوکل کی ولادت مقام فہم الصلح میں ہوئی۔

**تعلیم و تربیت** | متوکل، واثق کا ہم سبق رہا مگر واثق کی سی لیاقت نہ تھی۔ مذہب میں تقلید کا حامی تھا۔

**خلافت** | واثق نے کسی کو ولی عہد نہیں کیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد قاضی احمد بن ابی داؤد معتزلی، امیر ایٹاخ، امیر عمر بن فرج اور ابوالزریات وغیرہ قصر خلافت میں مجتمع ہوئے اور محمد بن واثق باللہ کو جو ایک نو عمر لڑکا تھا تخت خلافت پر بٹھانے کی غرض سے سیاہ لباس و زیرہ پہنائی۔ اتفاق سے بوجہ کم عمری لباس بڑا اور وہ چھوٹا نکلا۔ امیر و صیغ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو جو ایسے کم عمر صاحبزادے کو سریر خلافت پر بٹھانے کا چاہتے ہو؟“

حاضرین یہ سن کر چوکنے سے ہو گئے۔ مستحقین خلافت کی بابت راہیں قائم کر کے جعفر بن معتمد پر متفق الہائے ہوئے۔ جب جعفر حریم خلافت سے باہر آئے تو قاضی احمد بن داؤد نے فوراً اُن کو لباس فاخرہ پہنایا۔ عمامہ باندھا۔ دست بوسی کر کے کہا۔

”السلام علیک یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

سب اراکین سلطنت نے بیعت کی اور المتوکل علی اللہ کا لقب دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کا ہے۔ اس وقت متوکل کی عمر ستائیس سال کی تھی۔ خلیفہ

متوکل نے بیعت لینے کے بعد خلیفہ واثق باللہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور دفن کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں شاہی لشکر کو آٹھ ماہ کی تنخواہ مرحمت فرمائی۔

**نظم اعمال** غلام بن محمد طوسی کو حکومتِ موصل پر بحال رکھا۔ ابن عباس محمد بن صولی کو دیوانِ نفقات سے معزول کیا اور اپنے بیٹے منقر کو حرمین، عین اور طائف کی حکومت عنایت کی۔

**احیاء سنت** متوکل نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اپنا میلان طبعِ احیاء سنت کی طرف ظاہر کیا۔ سلسلہ خلقِ قرآن کی پابندی اٹھا دی گئی بلکہ محدثین کی دلجوئی اور ان کی ہر قسم کی معاونت کی سلسلہ میں تمام محدثین کو سامرہ مدعو کیا۔ اور جب مجتمع ہو گئے تو ان کی تواضع و مدارت ان کے شایانِ شان کی انعام و اکرام سے بھی نوازا اور حکم دیا کہ ”صفات“ و ”رؤیت الہی“ کے متعلق محدثین اپنے عقول اور مجلسوں میں بیان کیا کریں۔ چنانچہ ابوبکر بن ابی شیبہ محدث کو جامعِ رصافہ میں اور ان کے بھائی عثمان کو جامعِ منصور میں اشاعتِ حدیث پر مقرر کیا۔ ان بزرگوں کے وعظ میں روزانہ تیس تیس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔ رعایا پر اس عمل کا بڑا اچھا اثر پڑا۔ متوکل کے حق میں دعائیں ہونے لگیں۔

## مدح متوکل

ان

## ابوبکر بن النخبالہ

وبعد فان السنة اليوم أصبحت	معزدة حسان لم تذلل
تقول وتسواذا قير منارها	وحظ منار الاثك والنور من عل
دولى اخوان يداع في الدين هاربا	الى النامى يعوى مدبرا غير مقبل
متقى الله منهم الخليفة جعفر	خليفة ترى السنة المتوكل

ابن خلدون جلد ۲ کتاب ثانی ص ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

**ہلاکت ابن زیات** | واقع اپنی زندگی میں متوکل سے بے حد ناخوش تھا تو وزیر محمد بن عبد الملک بن زیات بھی متوکل سے برگشتہ رہتا تھا۔ دیگر امراء بھی منحرف تھے۔ البتہ قاضی احمد بن داؤد معتزلی متوکل کا خیر خواہ تھا اور وہ واقع کے سامنے کلمہ غیر اکثر کہہ دیا کرتا۔

چنانچہ، صفر ۲۳۲ھ میں خلیفہ نے ابن زیات اور اس کے تمام خاندان کو گرفتار کر لینے کا حکم دیا اور کل جائداد اس کی بحق سرکار ضبط کی گئی۔ قید میں ابن زیات کو ڈال کر اکتالیس دن سخت عذاب دیئے اور تنور میں بند کر دیا جہاں یہ گٹھ کے ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد عمر بن فرج کاتب اور اس کے بھائی جس نے تنخواہ کے کاغذ ایک موقعہ پر متوکل کی مسجد کے صحن میں پھینک دیئے تھے اس کو بھی پکڑوا بلوایا ۲۴۰۰۰ دینار ۱۵۰۰۰ درہم ان سے وصول کئے اور اس کی املاک بھی ضبط کی گئی۔ آخر میں ایک کروڑ درہم لے کر متوکل نے ابواز کی جاگیر واگداشت کر دی اور قید سے رہا کر دیا۔

**ابن بعیث کی بغاوت** | آذر بایجان کا رئیس محمد بن بعیث بن جلیس باغی ہو کر ۲۳۲ھ میں قلعہ بند ہو گیا۔ مگر متوکل نے ترکیب سے سامرا بلا کر اس کو قید کر دیا۔ بغاوت ثرابی کی سفارش پر چھوٹا تو "مرند" کے قلعہ کو مستحکم کر کے حکومت سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ ربیعہ اور دوسرے قبیلہ کے لوگ اس کے شریک ہو گئے۔ یہاں کا ان دنوں حاکم محمد بن حاتم تھا وہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا۔ اس کے بجائے حمدیہ بن علی بن فضل مقرر ہوا اس نے قلعہ کو گھیر لیا۔ مگر اس کی فوج سے قلعہ تسخیر نہ ہو سکا تو بغاوت ثرابی دو ہزار سوار اور کثیر پیادوں کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔

ادھر امیر عیسیٰ بن شیخ نے غفیہ طور پر ابن بعیث کے ساتھیوں کو جان بخشی کا پیام بھیجا۔ وہ سب اس سے علیحدہ ہو گئے تو ابن بعیث بلا مددگار کے تنہا رہ گیا تو راہ فرار اختیار کی مگر راستہ میں گرفتار ہوا اور سامرا لا کر قید کر دیا

گیا۔ وہیں عمر طبعی پا کر مر گیا۔

۲۳۵ھ میں محمود نے سامرا میں نبوت کا دعویٰ  
فلتہ محمود بن فرج نیشاپوری کیا اور اُس نے کہا کہ میں ذوالقرنین ہوں

اور خود ساختہ کتاب بھی پیش کی کہ یہ الہامی ہے اس کو گرفتار کر لیا۔ ۱۲۷ آدمی اُس پر ایمان لانے والے پائے گئے جو پکڑ لئے گئے۔ محمود متوکل کے سامنے حاضر کیا گیا اور اس نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور اُس کے پیروؤں کو جیل میں بند کر دیا گیا۔

بطارقہ ارمینیہ کی شورش ارمینیہ اور آذربائیجان کی ولایت پر بغاثرابی  
ماور کیا گیا۔ اُس نے ابوسعید محمد مروزی کو

اپنا نائب مقرر کر کے وہاں بھیجا۔ شوال ۲۳۶ھ میں وہ فوت ہو گیا تو اُس کے بیٹے یوسف کو نیابت ملی۔

ارمینیہ کے بطریق اعظم بقراط بن اشوط نے بغاوت کر دی تو یوسف نے اس کو گرفتار کر کے متوکل کے حضور سامرا بھیج دیا۔ اس کی وجہ سے تمام بطارقہ برہم ہو گئے۔ انہوں نے باشندوں کو ابھار کر یوسف کے مقابل لاکھڑا کر دیا۔ یوسف ان دنوں ”شہر طرون“ میں مقیم تھا۔ ارمینیوں نے طرون کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے نکل کر بلوٹائیوں کا مقابلہ کیا جس میں معہ ساتھیوں کے کام آیا۔ متوکل کو خبر لگی تو اس نے بغاثرابی کو بھیجا۔ اُس نے جزیرہ کی طرف سے پہنچ کر پہلے ”ارزن“ کا محاصرہ کیا۔ وہاں کا امیر موسیٰ بن زرارہ تھا جس نے یوسف کے قتل میں ارمینیوں کا ساتھ دیا تھا اس کو بغاوت نے گرفتار کر کے سامرا بھیج دیا اور خود امیر بغاوتیہ کی طرف بڑھا۔ جس کے دامن میں باغی مجتمع تھے۔ بغاوت نے ان پر حملہ بول دیا۔ بیس ہزار ارمینی مارے گئے اور بیشمار قید ہوئے۔ اس فتح یابی کے بعد بغاوت ارمینیہ سے گزر رہا ہوا دیبل اور تفلیس

۱۔ ابن خلدون جلد ۲ کتاب ثانی صفحہ ۲۷۴۔

تک گیا۔ وہاں کا حاکم اسحق بن اسماعیل تھا۔ اس کو بھی مقابلہ میں زیر کیا اور قتل کر دیا۔ پھر یغما صفاریہ گیا وہاں شکست اٹھانی پڑی۔ اہل صفاریہ نے دوم، خزر اور مقابلہ کی مدد حاصل کی تھی۔ فوج گراں مقابلہ کے لئے جمع ہو گئی تو متوکل کو خبر دی گئی۔ اُس نے خالد بن یزید شپانی کو اس مہم پر مامور کیا۔ اس کے آنے سے یہ سب لوگ منتشر ہو گئے۔ خالد نے دوبارہ امان کی تجدید کر دی۔ اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا یہ

## دولت یعفریہ

صفاء پر عہد معتمد میں جعفر بن سلیمان عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے اپنا نائب عبدالرحیم بن ابراہیم کو مقرر کر کے صفاء بھیج دیا۔ اس نے صفاء کا انتظام اچھا کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یعفر صفاء کے انتظام میں لگ گیا۔ باشندے اس کے گرویدہ ہو گئے تو اُس نے ۲۳۴ھ میں خود مختاری کا علم بلند کر دیا۔ یہ ریاست ۳۸۴ھ تک یعفر کے خاندان میں رہی۔ محمد بن یعفر، عبدالقادر بن احمد بن یعفر، ابراہیم بن محمد، سعد بن ابراہیم، محمد بن ابراہیم، عبداللہ بن قحطان صفاء کے حکمران رہے۔

۲۳۴ھ میں بسنت کے باشندے صالح بن نصر یعقوب بن لیث صفاری نے سجستان پر قبضہ جمایا۔ یعقوب بن لیث صفاری جو پہلے سے حکومت عباسیہ سے منحرف ہو چکا تھا اس کے ساتھ ہو گیا۔ لیکن امیر طاہر بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان نے صالح کی گوشمالی کر دی اور سجستان کو واپس کر لیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد موقعہ پاکرامیر درہم بن حسین نے بلامزا حمت سجستان پر قبضہ کیا۔ اس کے ساتھ یعقوب بھی ہو گیا۔ درہم میں فوجی لیاقت نہ تھی۔ یعقوب نے اس کی فوج کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جب درہم کے ہمایوں

نے اپنے سردار کی کمزوری دیکھی وہ یعقوب کے ہنوا ہو گئے اور اس کو اپنا سردار بنالیا۔  
 درہم ان سے جدا ہو گیا۔ امیر یعقوب نے سبستان کا بہت اچھا انتظام کیا اور  
 فوجی قوت کو بہت بڑی ترقی دی اور چند دنوں میں اس کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ اس  
 کے بھروسہ پر اس نے سبستان میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی جو صفاریہ حکومت  
 کے نام سے تاریخوں میں مذکور ہے۔ اس دولت کا تفصیلی حال آگے آتا ہے۔

رومیوں کا حملہ مصر پر | رومیوں نے ۲۲۵ء میں تین سو جنگی کشتیوں میں فوج بھر  
 کر دمیاط کی طرف سے مصر پر حملہ کیا۔ امیر مصر فسطاط میں  
 مقیم تھا وہاں دربار ہوا ہاتھا۔ تمام بحری محافظ شرکت کے لئے گئے ہوئے  
 تھے۔ دمیاط پر رومی بلا مقابلہ قابض ہو گئے شہر کو لوٹ لیا۔ جامع مسجد میں آگ لگا  
 دی۔ باشندوں میں سے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو کپڑے گئے ابھی کشتیاں  
 روانہ نہیں ہوئی تھیں کہ ایک مسلمان امیر سیر بن اکشف جو اس وقت قید میں تھا۔  
 بیٹریاں توڑ کر قید خانہ سے نکل آیا بہت سے ماہگیر اُس کے ساتھ ہو گئے۔ اس  
 نے رومیوں پر حملہ بول دیا۔ اُن کی اچھی خاصی جماعت تہ تیغ کر دی۔ تاب مقابلہ نہ  
 لاکر رومی بھاگ کر اشتوم تینس پہنچے۔ یہاں پر بھی لوٹ مچائی اور آہنی پھانک اٹھا  
 کہ چلتے بنے یہ اس واقعہ کے بعد متوکل نے دمیاط میں قلعے تعمیر کرائے اور سرحد کی  
 حفاظت کا معقول انتظام کیا۔

اہل حمص کی بغاوت | ۲۲۵ء میں اہل حمص نے بغاوت کر دی۔ یہاں کا حاکم  
 ابو المغیث موسیٰ ابن ابراہیم تھا۔ اس کو حمص سے  
 بے دخل کر دیا متوکل کو اطلاع پہنچی۔ اس نے محمد بن عبدویہ کو حمص کا حاکم مقرر کر کے  
 ان کے ساتھ عتاب بن عتاب کو باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ان دونوں نے  
 حمص جا کر باغیوں کی سرکوبی کر کے اُن کی طبیعت میں سکون پیدا کر دیا۔ مگر کچھ دن



نہ گزندے کہ ان میں پھر بغاوت کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تو محمد بن عبدویہ نے ان کے سر پر آدردہ اشنی ص کو گر فتار کر کے پابجولاں سامرہ بھیجا دیا۔ اور جب ابن عبدویہ حمص میں امن وامان کر کے دار الخلافہ واپس آیا تو ان سب کو کوڑوں سے اتا پٹوایا کہ وہ ڈھیر ہو گئے۔ پھر ان کی لاشوں کو ٹولی پر لٹکا دیا اور حمص کے جس قدر فتنہ پرور لوگ تھے اسی طرح سے ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔

۲۴۱ھ میں روم کی ملکہ تدورہ تھی وہ بڑی ظالم عورت  
مسلمان قیدیوں کا تباد لہ | تھی۔ اس کے قبضہ میں بارہ ہزار مسلمان قید تھے۔

اس نے بہت سوں کو عیسائی کر لیا۔ بڑی تعداد قتل کی گئی جو بچے متوکل کو کھلا بھیجا کہ اگر وہ ضرورت سمجھے تو فدیہ دے کر انہیں چھڑا لے۔ چنانچہ متوکل نے شلیف خادم اور جعفر بن عبد الواحد قاضی القضاۃ بغداد کو روم بھیج کر مسلمانوں کو چھڑا منگایا۔

بارہ ہزار میں سے صرف ۸۵، مرد اور ۱۲۵ عورتیں باقی بچی ہوئی تھیں۔ ایک سو سے زیادہ ذمی عیسائی بھی رومیوں کے قید خانے میں تھے۔ قاضی صاحب نے فدیہ دے کر ان کی بھی گلو خلاصی کرائی اور آزاد کر دیا۔ جہاں چاہیں رہیں۔

مصر پر بجاۃ کی پورشش | شرفا و غر با دریا ئے نیل اور صحرا عمر اور شمالاً و جنوباً  
مصر و حبشہ کے درمیان ایک قوم آباد تھی جن کو  
”بجاۃ“ کہتے تھے۔ وحشی اور کافرانہ ان کی زندگی تھی۔ ان کے علاقہ میں چاندی و سونے و جواہرات کی کائیں کثرت سے تھیں۔ اولین صدی میں مسلمانوں نے ان کو جنگلی سمجھ کر نظر انداز کیا۔ دوسری صدی میں عبیدہ ابن حجاب نے ان سے معاہدہ کیا۔ پھر مامون رشید کے زمانے میں عہد نامہ کی تجدید ہوئی اور وہاں ربیعہ اور جنید قبائل آباد ہو گئے۔ یہ لوگ سومشقال سونا سالانہ مصر کو دیا کرتے تھے متوکل کے عہد میں انہوں نے بند کر دیا اور جو مسلمان سونے و جواہرات کی کانوں میں کان کنی کرتے تھے

ان کو قتل کر دیا جو بچ رہے وہ بھاگ گئے۔ اس پر طرہ یہ کہ ۲۴۱ھ میں بجاۃ نے مصر پر تاخت کی۔ متوکل کو ان کی خود سری نے برا فروختہ کر دیا۔ اس نے محمد بن عبد اللہ قسمی کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا اور غنیمہ بن اسحاق حبشی کو لکھا کہ قسمی کو فوج و ساز و سامان سے مدد دے۔ قسمی میں ہزار رضا کاروں کے ساتھ طویل سفر کے بعد بے آب و گیاہ میدان کو طے کر کے بجاۃ پہنچا اور رسد کا سامان جہاز سے قلزم کی راہ سے روانہ کیا۔ یہاں کافرمانہ رداعلیٰ بابا تھا اس سے سخت مقابلہ ہوا مگر قسمی کو یہ سوجھی کہ گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں باندھ کر میدان میں پھینچ جائے۔ دشمن کو فوجی اثر سواہ ہوتے ہی اور تر گھٹی کی آواز سے ہرکتے ہیں۔ چنانچہ اس تدبیر سے فوج علی بابا کو شکست ہوئی۔ علی بابا قسمی کی امان میں آگیا اور چار سال کا واجب الادا خمس چار سو مشغال سالانہ کے حساب سے ادا کیا۔ اپنے لڑکے لعین کو قائم مقام کر کے قسمی کے ساتھ آستانہ خلافت پر حاضر ہوا۔ متوکل نے علی بابا کی اطاعت کیشی کے صلہ میں خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا اور اپنے ملک جانے کی اجازت مرحمت کی۔

عہد متوکل میں رومیوں سے اکثر معرکے رہے۔ اس کے علاوہ مقلیہ میں فتوحات بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔ گو مقلیہ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم ہو چکی تھی بلکہ اُن کا مرکز تھا۔

۲۴۲ھ میں رومس کے باشندوں نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر اُن کے حوالہ کر دیا۔ استحکامات منہدم کر دیئے گئے۔ سامان مسلمان ہٹلے گئے۔ ۲۴۵ھ میں ایک رومی دستہ نے قصر بانیہ پر حملہ کیا۔ یہاں کے مسلمان بلا وجہ قتل کئے گئے۔

عباس بن فضل کے مجاہدانہ کارنامے | مقلیہ کا حاکم محمد بن عبد اللہ بن غلب تھا۔ اس کے انتقال کے بعد مسلمان

صقلیہ نے عباس بن فضل بن یعقوب سے جبری اور بہادر کو اپنا امیر بنالیا اور محمد بن اغلب والی افریقہ سے اس کی منظوری بھی حاصل کر لی۔ عباس میں مجاہدانہ اسپرٹ تھی۔ عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اپنے چچا رباح کو قلعہ ابی ثور کی طرف بھیجا اور خود منا کا دروں کو لے کر مسلم شہداء کے انتقام لینے کے لئے قصریانہ کی طرف بڑھا۔ اور تاخت و تاراج کر کے واپس آیا۔ البتہ رباح نے رومیوں سے بدلہ لے لیا۔ ہزار ہا رومی رباح کے مقابلہ پر کھیت رہے۔

۳۸ھ میں عباس ایک بڑی جمعیت لے کر نکلا۔ قصریانہ، قطانہ، سرتولہ، نوطس اور رخوس پر تاخت کرتا ہوا تبیسو پہنچا۔ وہاں کے باشندے پانچ ماہ محصور رہ کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ عباس نے محاصرہ اٹھالیا۔ پھر ۳۹ھ میں چند رومی قلعوں کو تاخت کیا۔ ۴۰ھ میں پھر قصریانہ پر فوج کشی کی۔ باشندے مقابل آئے اور شکست کھا گئے۔ عباس نے فراغت پاکر مرقومہ اور طبرین وغیرہ پر حملہ بول دیا۔ یہاں تاخت کرتا ہوا قصر حدید کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ نے مجبور ہو کر ۵ ہزار دینار پر صلح کرنا چاہی۔ عباس نے رد کر دی۔ دوسو آدمی کی گلو غلامی شرط ٹھہری۔ چنانچہ دوسو آدمی اہل قلعہ کے چھوڑ کر قصر حدید پر قبضہ کیا۔ تمام باشندے غلام بنا کر فروخت کر دیئے اور قلعہ کو مسامہ کر دیا مگر عباس کا جذبہ انتقام اس پر بھی کم نہ ہوا۔

صقلیہ کا پایہ تخت مرقومہ تھا۔ مسلمانوں کے حملہ کے بعد رومیوں فتح قصریانہ نے قصریانہ کو دارالسلطنت بنایا۔ عباس نے اس کو فتح کرنے کے لئے ایک بحری مہم بھیجی تھی۔ رومیوں کے جہاز چالیس تھے۔ مقابلہ ہوا آخر شش اُن کے دس جہاز گرفتار کر لئے گئے۔ اس کے بعد خود عباس نے حملہ کیا۔ شوال ۴۲ھ میں صقلیہ کے پایہ تخت قصریانہ پر قبضہ کر لیا۔ اسی دن ایک مسجد کی بناء ڈالی گئی۔ اگلے جمعہ کو اس میں پہلا خطبہ پڑھا۔ اس فتح میں بے شمار دولت ہاتھ لگی۔ اس واقعہ

کی خبر قسطنطنیہ پہنچی تو شہنشاہ دوم نے مقابلہ کے لئے تین سو جہاز کا بیڑا معہ ہزار لشکر کے بطریق کی قیادت میں مقصد روانہ کیا۔ وہ سیدھا سر قوسہ پہنچا۔ مجاہد اعظم عباس نے اسے بھی شکست فاش دی اور سو جہاز دومی بیڑے کے گرفتار کئے اور دومی بے شمار قتل ہوئے۔ توسطر، ابلا، قلعہ عبدالمومن، قلعہ بلوط، قلعہ ابی ثور کے ساکنین میں انتقامی جوش بڑھ گیا اور یہ حکومت سے باغی ہو گئے۔

عباس نے پہلے ان کی سرکوبی کی۔ پھر قلعہ عبدالمومن اور ابلا طنوا کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں یہ خبر ملی کہ دومیوں کا ایک بڑا لشکر آ رہا ہے۔ عباس اپنی فوج کو لے کر حقلودی پر اس کا مقابلہ ہوا۔ پہلے معرکہ میں مخالف لشکر شکست کھا گیا۔ عباس کامیابی سے قہر یانہ لوٹا اور اس کی دستہ کرائی۔ جنگی استقامت دست کئے فوجی چھاؤنی قائم کی۔ اس سے فادغ ہو کر ۲۴ھ میں سر قومہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس پر تاخت کرتا ہوا قرقنہ کی طرف بڑھا۔ ۱۷ھ میں تین یوم بیمار رہ کر یہ مجاہد اعظم سفر آخرت کر گیا۔ دومیوں نے اندراہ دشمنی قبر سے لاش نکال کر جلا ڈالی۔

عباس کی مجاہدانہ سرگرمی کے علاوہ علی بن یحییٰ ارمینی نے ۲۲ھ میں دومیوں کے علاقہ پر فوج کشی کر رکھی تھی۔ نواح ”سمیاط“ کے دومی سرحدی مقامات پر حملہ آور ہوئے اور دس ہزار مسلمان پکڑ کر لے گئے۔ قرشاش اور عمر بن الاقطع نے اُن کا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ لگ سکے۔

متوکل نے دومیوں کی سرگرمی دیکھ کر ۲۴ھ میں بجا کبیر کو سرحد پر مامور کیا۔ جس نے ضلع فتح کے اہل ارض دوم کو پوری طرح پائمال کیا لیکن دومیوں نے دوبارہ سمیاط پر حملہ کر کے صد ہا مسلمانوں کو شہید کیا۔ علی بن یحییٰ ارمینی نے گرمائی فوجوں کے ساتھ کرکہ پر حملہ کیا۔ دومی بطریق پکڑا گیا اور متوکل کے پاس بھیج دیا۔ شاہ دوم نے ایک مسلمان سے اُس کا تبادلہ کر لیا۔ پھر ۲۶ھ میں یحییٰ نکلا اور

رومیوں پر حملہ بول دیا۔ چار ہزار رومی گرفتار کئے۔ ادھر یہ کامیابی تھی دوسری طرف مجاہد کبیر فضل بن قادم نے بیس جہازوں کے ساتھ بحری حملہ کر کے انطاکیہ کے قلعہ کو فتح کر لیا۔ فتوحات کے اعتبار سے متوکل کا عہد کامیاب رہا۔

۲۳۵ھ میں سندھ میں ہارون ابن ابی خالد والی بنا کر بھیجا گیا۔ یہاں **سندھ** پر عمر بن عبدالعزیز ہباری کا اثر زیادہ تھا۔ ہارون پانچ برس تک ملکی شورش دباتا رہا۔ آخرش اس میں قتل ہوا تو عمر بن عبدالعزیز نے سندھ کے پایہ تخت منصورہ پر قبضہ کر لیا اور ایک درخواست متوکل کو بھیجی۔ اس نے صوبہ سندھ کی حکومت کی سند اس کو بھیج دی۔ ابن العزیز نے اپنی حکومت کی بنا ڈال دی۔

متوکل نے اپنے تینوں بیٹوں کو، ۲۳۵ھ **ولی عہدی کا مسئلہ** میں ولی عہد بنایا اور کل ممالک زیر نگین کو ان

پر تقسیم کر دیا۔  
منتصر کو، افریقہ، مصر، شام، جزیرہ، عرب، عراقین، موصل، حضرموت،  
اہواز، اصفہان، سندھ، مکران وغیرہ کا علاقہ ملا۔

معتز کو، خراسان، طبرستان، رے، ارمینہ، آذربائیجان۔ فارس اور  
سندھ میں کل ممالک محروسہ کے خزانوں کی تحویل داری کا عہدہ بھی اس کو ہی دیا گیا۔  
بلکہ معتز کے نام کے ٹکسالوں میں درہم و دینار مضروب کئے جانے لگے۔  
موئد کو، کوبند، دمشق، حمص، اردن، فلسطین دیا گیا۔

اس کے بعد ہر ایک اپنے اپنے حدود و مملکت کا خود مختار حکمران قرار دیدیا گیا۔  
عہد نامے میں لکھا گیا کہ خلیفہ ہو جانے پر منتصر، معتز اور موئد کے کاموں اور  
امورات ملکی میں دخل نہ ہو۔

عہد نامہ کی ایک ایک نقل اُن کو دے دی گئی اور ایک نقل خلافت کے دفتر میں محفوظ رکھی گئی۔

**علوین** | بنی امیہ کے زمانے میں امام زید نے دعوائے خلافت کیا تھا۔ پھر اُن کے صاحبزادے حضرت یحییٰ اُسٹے متوکل کے عہد میں اُن کے پوتے یحییٰ بن عمر نے ”نوائے آل محمد“ بلند کی۔ مگر حکومت بنی عباس کے قبضہ میں جلد لگے۔ مگر قتادہ ہو کر دربار میں لائے گئے۔ عمر بن فرج کاتب نے اس مقدس ہستی کو کوڑوں کی مار دی اور بغداد کی جیل میں ٹھونس دیا۔

متوکل کو علوین سے دلی عناد تھا جس شخص سے متعلق اس کو خبر ملی کہ علوین میں سے کسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کا خون اور مال سب حلال تھیں۔ آخر میں ناہمی خیالات ہو گئے تھے۔ اپنی مجلس میں حضرت علیؑ اور اُن کی اولاد کے متعلق اچھے لفظ نہیں کہتا تھا۔ حتیٰ کہ ۳۳ھ میں امام حسینؑ کا مقبرہ منہدم کر دیا۔ روضہ سے ملحق ساری عمارتیں گرا دیں ان پر کاشت ہوئی۔ نہ اثرین کا آنا جانا بند کر دیا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ شیعوں نے مزار امام حسینؑ کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ اصلی مزار قائم تھا۔ البتہ قبہ منہدم کر دیا گیا تھا۔

امام علی ہادی بن محمد جو اذ لقب عسکری، سامرہ میں تشریف رکھتے تھے اور اُن کی نگرانی بھی ہستی۔ متوکل کو خبر لگی کہ امام کے پاس شیعہ کثرت سے آتے ہیں اور آدمی واسلحہ فراہم کئے جا رہے ہیں۔ متوکل نے ان کی خانہ تلاشی کے لئے رات کو سپاہی بھیجے۔ امام موصوف ایک گلی میں قیص پہنے اور ایک اونی روال سر پر باندھے ہوئے تلاوت قرآن اور دُعائیں معروف تھے۔ اُن کے گھر میں کوئی چیز نہ نکلی یہاں تک کہ بستر بھی بجز فرش ریگ کے نہ تھا۔ اس حالت میں آپ کو متوکل کے پاس لایا گیا اُس نے اپنے قریب بٹھلایا تعظیم و تکریم سے پیش



آیا اور امام صاحب سے حکمت اور نصیحت کی باتیں سنیں۔ پھر قرض ادا کرنے سے چارہ نہ راہ  
دہم ان کو نذر کئے اور اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔<sup>۱۶</sup>

**متوکل کا واقعہ قتل** | متوکل ترکوں سے اس قدر بیزار ہو گیا تھا پہلے تو امیر ترک  
ایتاخ کو ٹھکانہ لگایا۔ اس کے بعد امیر وصیف اور امیر  
بغائہر دو امراء کو قتل کرنا چاہا۔ مگر متوکل کا داؤ چلا نہیں۔ ان دونوں کا متوکل  
پر داؤ چل گیا۔

ترکی امراء سمجھ گئے تھے کہ ہماری قوت و اقتدار کو متوکل تو بڑا چاہتا ہے  
ایتاخ کو قتل کر چکا ہم میں سے ایک ایک کو ختم کرنا چاہتا ہے  
متوکل کا وزیر عبید اللہ بن خاقان اور ندیم خاص فتح بن خاقان یہ دونوں  
منتصر سے بغض رکھتے تھے اور متنی تھے کہ یہ خلیفہ نہ ہو بلکہ معتز خلیفہ ہو اور  
منتصر کے خلاف کان بھرا کرتے۔ متوکل کو بھی معتز سے ہمدردی زیادہ بڑھ گئی۔  
اور ارادہ کر لیا تھا کہ منتصر کو ولی عہدی سے معزول کر دیا جائے۔

منتصر نے باپ کی اس روش سے زیادہ اثر لیا اور ترکوں سے ساز باز نہ  
کرنے لگا اور ادھر متوکل فتح بن خاقان کے مشورہ سے منتصر بغاوت کو ٹھکانا  
لگانا چاہتا تھا اور اس خیال کا اظہار محفل بنید میں متوکل بغاوت شریابی سے کر گیا۔  
اس نے باغیہ کی کوجہ متوکل کا پاس بان تھا اپنا ہمارا بنا کہ ۲۴ شوال ۲۷۵ھ کو  
رات کے وقت دس سپاہیوں کو ساتھ لے کر قصر خلافت میں گیا۔ وہاں متوکل اور  
فتح بن خاقان بنید پی رہے تھے۔ محفل جم رہی تھی۔ چنانچہ متوکل اور فتح کا کام  
تمام کر دیا گیا۔ منتصر نے شہرت دے دی کہ فتح نے متوکل کو قتل کیا۔ اس پر اس کا  
بھی عاتقہ کر دیا گیا۔<sup>۱۷</sup>

**سبیرت** | متوکل خلیفہ و متواضع بہت تھا بلکہ سخاوت و داد دہش میں اپنے

۱۶ ابن خلدون جلد ۲ کتاب ثانی صفحہ ۲۰۰ ۱۷ ایضاً ص ۲۰۱



اسلاف کا نمونہ تھا۔

**مذہب** | متوکل کو امام شافعیؒ سے بڑی عقیدت تھی اور اُن کے مسلک کا حامی تھا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش میں اُن کے زمانہ میں ہوتا تو اُن کو دیکھتا اور اُن سے علم حاصل کرتا یہ

علامہ سیوطی نے اس کو ناگہبی لکھا ہے۔ یہ خطاب دشمنی علویں کی بنا پر دیا گیا۔  
**صلحاء سے عقیدت** | حضرت ذوالنون مصریؒ سے متوکل کو بڑی عقیدت تھی۔ مصر سے اُن کو بلایا اور اپنے ساتھ لکھا اور ان سے باتیں کیں۔ اس کے بعد سے جب ملاقات ہوتی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔

**عیش و عشرت** | متوکل بھی مثل دیگر خلفائے بنی عباس کے عشرت پسند تھا۔ مگر اس قدر نہ تھا جس قدر کہ شیعہ مورخین نے اس کے اوپر اتنا ہم لگائے ہیں۔ مسعودی اور ابن طغتلہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ متوکل شراب پیتا تھا اور چار ہزار کنیزوں سے خلوت کی اور تفریح طبع کے لئے اس کے دربار میں مسخرہ شریک کئے جاتے۔ علامہ سیوطی بھی کنیزوں کا افسانہ لکھ گئے ہیں۔ متوکل جائز حدود کے اندر عیش و طرب کا دلدادہ ضرور تھا اور اس کے عہد میں عیش و طرب کے اتنے سامان جمع ہو گئے تھے کہ اس کا زمانہ عہدِ سرور کہا جاتا ہے۔ لیکن جو شخص احیاء سنت کا داعی ہو وہ شراب کیسے پی سکتا ہے؟ یہ افتراء شیعہ مورخین کی ہے البتہ نبیذ کا وہ عادی تھا جو بعض علماء عراق کے نزدیک جائز ہے۔ خطیب اور طبری وغیرہ نے اس کی مے نوشی کا تذکرہ نہیں کیا۔ اہل بیت کے ساتھ اس کا طرزِ عمل ناپسندیدہ تھا اس لئے شیعہ مورخین نے محرماتِ شرعیہ بھی اس کی جانب منسوب کر کے زعمِ باطل میں ثواب حاصل کیا ہے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۴ ۱۵ ایضاً

**سخاوت** متوکل نہایت سخی واقع ہوا تھا۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ متوکل نے شعراء کو جس قدر انعام دیا ہے کسی خلیفہ نے نہیں دیا چنانچہ مروان ابن ابوالجئوب نے ایک شعر پڑھا ہے

ترجمہ :- اپنے ہاتھ کو جو در سے روک لے کیونکہ میں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں

یا مجھ پر کوئی سختی نہ پڑے “  
یہ شعر سن کر متوکل نے کہا کہ اس وقت ہاتھ نہ روکوں گا کہ میرا جو در سخاوت ہے غرق نہ کر دے۔ چنانچہ ایک قصبہ کے صلہ میں اسے ایک لاکھ دس ہزار درہم اور پچاس کپڑے انعام دیئے گئے۔

**فیاضی میں اعتدال** بخل اور اسراف میں متوکل معتدل تھا۔ یہ دماغ مسعودی کی ہے مگر سیوطی کہتے ہیں کہ ان کی داد دہش عام تھی۔

شعراء کو بہت صلہ گستری سے نوازتا تھا۔

**واقعہ** ابو عبادہ بنجری عربی کے مشہور شاعر نے متوکل کی مدح میں ایک قصبہ پڑھا۔ ختم کے بعد ایک درباری ابوالغنس اٹھا اور

اُس نے ابو عبادہ کی نقل کی۔ متوکل بہت ہنسا اور خوش ہو کر دس ہزار درہم انعام دیئے۔

فتح بن خاقان نے کہا امیر المومنین! مسخرے کو حضور نے دس ہزار درہم دیئے۔ ابو عبادہ نے کیا قصور کیا کہ وہ محروم رہا جاتا ہے۔ متوکل نے کہا اُس کو بھی دس ہزار درہم دے دو۔

متوکل کے دربار میں مامون، والفق کا سادعبد و داب نہ تھا۔ شعراء اُس کے سامنے ہزل گوئی کرتے اور متوکل محفوظ ہوا کرتا۔ اُس کا یہ اثر پڑا کہ امراء کی محفلیں بھی منسی مذاق کی صحبتیں بن گئی تھیں۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۲ ۲۔ مروج الذهب مسعودی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱۔

## نظم مملکت

نظم حکومت متوکل کا مقصد اور واثق کے مانند تھا۔ جو دستور حکومت منصور کا تھا وہ برقرار نہ تھا۔ متوکل کے عہد میں وزارت میں ابتری پھیلی۔ گورنروں کے گھڑی گھڑی کے تبادلہ نے نظم میں گڑبڑ پیدا کر دی۔

۲۳۲ھ میں متوکل نے بلاد فارس پر محمد بن ابراہیم بن عمال کی تفصیل | مصعب کو مقرر کیا۔ ان دنوں موصل کا حاکم خاتم بن بن حمید طوسی تھا۔

متوکل کے اوائل زمانہ خلافت میں محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قلمدان وزارت کا مالک تھا اور دیوان خراج (محکمہ مال یا بورڈ آف ریونیو) کا کچھ بن خاقان خراسانی (اندو کا غلام) افسر اعلیٰ تھا۔ اس زمانہ میں فضل بن مروان معزول کیا گیا اور بجائے اس کے دیوان نفقات پر ابراہیم بن محمد بن ختول مامور ہوا۔ ۲۳۳ھ میں محمد عیسیٰ کو معزول کر کے منقصر کو گورنر کیا۔ جیسا کہ پیشتر لکھا جا چکا ہے۔

ایتاخ حج کو گیا تو حجابت پر وصیف خادم کو مامور کیا۔ یہ پولیس | اسحاق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے ابراہیم کو بغداد پولیس افسری کے عہدہ پر مامور کیا۔

۲۳۳ھ میں ابن زیات کے بعد احمد بن خالد میرنشی وزیر اعظم ہوا تھا وہ وزارت | معزول ہوا۔ اس پر محمد بن فضل جرجرائی ہوا۔

۲۳۶ھ میں عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان عہدہ سیکرٹری سے وزارت پر فرائض کیا گیا جو متوکل کے آخر عہد تک رہا۔

۲۳۹ھ میں قاضی احمد بن ابی داؤد کو عہدہ قضا سے معزول قاضی القضاة |

کیا گیا اور اس کی جاگیر ضبطی میں آئی اور اس کے لڑکے ابوالولید سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم وصول کئے اور قاضی یحییٰ بن اکثم کو قاضی القضاۃ کا عہدہ عنایت کیا۔ پیر ابو الولید کو کو صیغہ فوجہاری کے اختیار دیئے۔ بعد چند رے اس کو معزول کر کے ابو الزین محمد بن یعقوب کو مامور کیا۔ آخر میں اُس کو علیحدہ کر کے یہ صیغہ یحییٰ کو دیدیا گیا۔

۲۵ھ میں قاضی یحییٰ پر بھی عتاب نازل ہوا۔ ۵۰ ہزار دینار اور ۳ ہزار جریب زمین جو بصرہ میں ان کی تھی وہ ضبط کی گئی اور ان کو معزول کر کے ان کی بجائے جعفر ابن عبدالواحد بن جعفر بن سلیمان بن علی کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور کیا۔

**نظام مالیات** | معتمد اور واثق کے زمانے میں مالیات پر خالص اثر پڑا۔ متوکل نے اس طرف زیادہ توجہ کی۔ عمال پر جرمانے کئے اور جلد بجلد عامل

بدلے۔ قلمرو عباسیہ میں مصر کی حالت زیادہ خراب تھی تو احمد بن مدبر کو مصر کا افسر خراج مقرر کر کے متوکل نے بھیجا۔ اس نے بہت سے جدید ٹیکس عائد کر دیئے۔ بلاد مصر کی اراضی کا ٹیکس دو جنسوں میں تقسیم کر دیا۔ خراجی۔ ہلالی

خراجی میں غلہ، کھجور، انگور کی بیل اور میوہ جات کے باغات کی پیداوار پرنسکیں لگائے۔

”ہلالی“ گھاس، مچھلی وغیرہ پرنسکیں تھیں۔

یہ ٹیکس علم و فن کی ترقی، آب پاشی کی سہولتوں کے لئے اور دیگر مفاد عامہ کے تعمیری کاموں کے نام سے عائد کئے گئے۔

جزیرہ کی آمدنی دار الخلافہ روانہ کر دی جاتی۔ باقی رقم مصر کے اخراجات میں صرف ہوتی۔

**رعایا سے سلوک** | متوکل کو رعایا کا بڑا خیال تھا اور ان کے ساتھ منصفانہ سلوک کرتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگلے خلفاء رعایا پر اس لئے سختیاں کیا

لے قاضی ۲۵ھ میں فوت ہوا ۲۵ مسلمانوں کا نظم حکمت صفحہ ۲۹۵۔

کرتے تھے کہ وہ اس سختی کے خوف سے ان کے مطیع رہیں اور میں نرمی کرتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے محبت کریں، میرے پاس آئیں اور میری اطاعت کریں۔  
**عدل** | متوکل کے عدل و انصاف کی بڑی شہرت تھی۔  
 مسعودی کہتا ہے :-

”عدل و انصاف کے لحاظ سے بھی متوکل کا زمانہ ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔“

**رواداری** | غیر مسلموں کے ساتھ بے حدود و اداری کا برتاؤ کرتا تھا مگر عیسائی اپنی خبیث باطنی سے شرارت کیا کرتے۔ رومی حکومت سے ساز باز رکھتے۔ مسلمانوں کا لباس اور معاشرت اختیار کئے رہتے۔ مسلمان اُن کے دھوکے میں آکر اپنے دل کا حال کہہ گزرتے۔ رومیوں کے خلاف جہاد کی تیاری ہوتی عیسائی ان کو خبر نہ دیتے۔ اس بنا پر شناخت کے لئے عیسائیوں کے لباس وضع و قطع و مذہبی مراسم پر چند قیود متوکل نے لگا دیئے۔ اس کا نتیجہ بے حد مفید ثابت ہوا۔

یہی وجہ تھی کہ آخر میں ذمیوں سے سخت نفرت ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ اُس نے یہ حکم نافذ کیا کہ اسلامی مکاتب میں اُن کے بچے داخل نہ کئے جائیں اور نہ کوئی مسلمان اُن کو تعلیم دے۔

**ملک کی آسودہ حالی** | متوکل کا دور عباسی حکومت کا دورِ زریں کہا جاتا ہے۔ اس کے عہد میں رعایا فارغِ اہمال تھی۔ عیش و تنعم کے سلاٹوں کی فراوانی، تمدنی نفاستیں اور نرِ اکتیں معراجِ کمال کو پہنچ گئی تھیں۔ مسعودی لکھتا ہے۔  
 ”متوکل کا زمانہ اپنی بھلائیوں، خوبیوں، سرسبزی و شادابی و فادِغِ اہالی اور رفاہیت عیش و عشرت کے لحاظ سے عہدِ سرور تھا سادے خواص“

۱۔ تہذیبِ خطیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ ۲۔ مروج الذهب جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ ۳۔ ابن اثیر۔

عوام خوش و غرم تھے۔“

**رثوت ستانی** | متوکل کے اولین عہد میں البتہ رثوت کا بازار گرم تھا۔ مگر متوکل نے بڑے بڑے عہدیداروں کو سخت سزائیں دیں اور گرانقدر جرمانے وصول کئے جس سے رثوت ستانی کا دروازہ بند ہو گیا۔

**رفاہ عام** | اس کے زمانہ میں راستے پر امن تھے۔ تمام اشیاء کی ادزانی تھی۔ اہل حرفہ، تاجر خوشحال تھے۔ آئے دن متوکل محلات وغیرہ بنواتا رہتا، جس سے غریب کو فائدہ پہنچتا رہتا۔

متوکل نے ایک ادب درہم ہارونی "قصر جعفری" کی تعمیر میں خرچ کئے۔ یہ متوکل نے صلہ گسٹری، داد و ہش میں کروڑ ہا روپیہ صرف کیا مگر پھر بھی بقول **خزائنہ** | مسعودی ۴۰ لاکھ دینار اور ستر لاکھ درہم اپنے بعد خزانہ میں چھوڑ گیا۔

**تنزل کا آغاز** | متوکل کے زمانہ میں گوفتوحات کا دائرہ بہت وسیع رہا۔ حکومت کی شان و شوکت میں کوئی کمی نہ تھی۔ رعایا خوش حال، ظاہری دہذبہ بھی قائم تھا۔ لیکن اندرونی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ترکوں کے غلبہ سے حکومت کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا۔ اقتدار اتراک سے عربوں کی عصبیت ختم ہو گئی تھی۔ امارت اُن کی جاتی رہی۔ فوجی خدمات سے ان کو علیحدہ کر دیا گیا تھا جس سے مجاہدانہ اور فاسخانہ سپرٹ اُن کی ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ خود خلیفہ اُن کے مقابلہ میں کمزور پڑ گیا تھا۔ خلیفہ معتمد کی غلطی کا نتیجہ خاندان بنی عباس بھگت رہا تھا۔

**فوج** | معتمد اور اس کے بعد واثق کے عہد میں فوج میں ترک کی عنصر غالب تھا۔ عرب اور عجمیوں سے زیادہ حکومت میں اُن کی پوچھ تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُچھلے لوگ حکومت پر چھا گئے اور اُن کا استبداد بہت بڑھ گیا۔ وزیر اور نو وزراء

۱۔ مروج الذهب جلد ۵، صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶ ۲۔ ایضاً



خلیفہ کو ترکِ خطرہ میں نہ لاتے۔ متوکل خود اُن سے تنگ آگیا۔ آخر اُس نے یہ طے کیا کہ ان کے سربراہ اور وہ لوگوں کو جس درجہ سے اُٹھے تھے وہیں لے جا بٹھائے۔ چنانچہ ترکی امیر ایتاخ جو سپہ سالار اور حاجب تھا اور سامرہ کا سب سے بڑا امیر، اس کے پیچھے آدمی لگا دیئے۔ انہوں نے اس کو حج پر جانے کے لئے آمادہ کر دیا۔ ایتاخ نے متوکل سے اجازت طلب کی۔ یہاں سے معہ خلعتِ فاخرہ ان کو رخصتی ملی۔ متوکل نے بغداد کے شہنشاہ اسحاق بن ابراہیم مصعبی کو خفیہ اطلاع بھیج دی کہ تم ایتاخ سے نبٹ لینا۔ چنانچہ حج سے لوٹ کر ایتاخ کو فہ آیا۔ اسحاق پیشوا کو پہنچا۔ اُدھر متوکل کی طرف سے استقبال کے لئے معتد معہ خلعت اور تحائف کے کو فہ آیا۔ غرضیکہ کو فہ سے بغداد ایتاخ کو لے کر محلِ خزمیہ میں اسحاق داخل ہوا۔ اندرونِ محل ایتاخ کو گرفتار کر لیا اور سلیمان بن وہب اور قدامہ بن زیاد اور اس کے دونوں بیٹے منصور و مظفر جیل میں بند کر دیئے گئے۔ ایتاخ کو وہ تکالیف دی گئیں کہ ۳۵۰ کو قید ہی میں گھٹ کر مر گیا۔

دار الخلافہ سامرہ سے متوکل بے زاد ہو گیا تھا۔ دُشک گیا تو یہاں فتنہ اُٹھ سامرہ کھڑا ہوا۔ آخرش سامرہ پھر لوٹ آیا۔

جعفریہ کی تعمیر | اس نے ۳۵۰ھ میں سامرہ سے چند میل کے فاصلہ پر ملخوزہ قصبہ کو شہر کی صورت میں آباد کیا۔ اس کی تعمیر میں بیس لاکھ دینار صرف کئے گئے۔ اپنے لئے خاص طور سے ایک بلند محل متوکل نے تعمیر کرایا اس کا نام "مقر لولو" رکھا۔ دو لاکھ دینار اس کی تعمیر میں صرفہ میں آئے۔ پانچ میل کے فاصلہ سے ایک نہر لائی جا ہی۔ خلیفہ کی توجہ دیکھ کر امراء نے بھی اپنے مکانات وہاں بنوائے جس سے کچھ عرصہ بعد دوسرا سامرہ جعفریہ بن گیا۔



**تعمیر محل کی داستان** | مذکور الذکر سامرہ میں ۲۴۵ھ میں متوکل محل بنوا رہا تھا جس کے لئے دو پیہ کی ضرورت پیش آئی تو بنجاح بن سلمہ منبرشی نے بیس امراء کے نام کی فہرست مرتب کی جس میں وزیر اعظم بھی تھا اور اس کا بھائی موسیٰ بن عبد الملک اور اس کا نائب اور حسن بن مخلد وغیرہ تھے اور عرض کی کہ اُن کو میرے سپرد کر دیجئے میں رقم وصول کر کے پیش کر دوں گا۔ وزیر اعظم کو خبر لگی وہ متوکل کے پاس گیا اور کہا۔ امیر بنجاح مخصوص امراء نے دولت کو آپ سے بدل کر ناچا ہوتا ہے اور جو ضرورت وہ اختیار کرنا چاہتا ہے اس سے عام غلغشا ہوا گا۔ وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور امیر موسیٰ اور امیر حسن کو بلا کر اُن سے کہا خلیفہ تیار ہے کہ کل وہ تم کو بنجاح کے سپرد کر دے وہ مال کی ضبطی کے ساتھ تم کو ایسی منزائیں دے گا کہ تم ہلاکت کے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ لہذا تم اس وقت امیر المؤمنین کو کہہ بیجو کہ ہم محل کی تعمیر کے لئے بیس لاکھ دینار دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ بنجاح ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ان دونوں نے تحریریں لکھ دیں۔ اس کو لے کر وزیر اعظم خلیفہ کے پاس پہنچا۔ اُس نے منظور کر کے بنجاح کو اُن کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اس کے بیٹے سے چودہ ہزار دینار نقد وصول کئے اور اس کی کل جائداد ضبط کی۔

بنجاح کا کاتب خاص اسحاق بن سعد تھا اس نے متوکل کی شہزادگی کے زمانے میں ایک بار اُس کی تنخواہ کے اجراء میں پچاس دینار رشوت میں لئے تھے متوکل نے حکم دیا کہ اس سے ہر ایک دینار کے عوض میں ایک ہزار دینار وصول کرو۔ وہ مطالبہ ادا نہ کر سکا۔ قید کر دیا۔ مجبور ہو کر اس نے ۱۴۰۰۰ دینار ادا کئے تو قید سے رہائی ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد بنجاح مر گیا۔

**خلق قرآن** | بدعت خلق قرآن اور روایت باری کے مسئلہ نے مامون کے عہد

لے تلخیص ابن اثیر وابن خلدون جلد ۷

سے لے کر متوکل کے عہد تک بڑا فتنہ اٹھا رکھا تھا۔ متوکل نے ان سمجھوتوں کو بقوت لوک دیا۔

”و جاء المتوکل فاعلن<sup>۲۳۲</sup> ابطال القول بخلق قرآن و ہد من آثار ہذہ المسئل“  
اور محدثین کرام کی پذیرائی کی۔ اس کے ساتھ ہی معتزلہ گروہ کی سرکوبی کی گئی  
قاسمی ابراہیم بن محمد قیمی کہتے تھے :-

و وثین خلفاء نے کلامے دکھائے۔ ابو بکر صدیق نے اہل ہذا کے فتنہ  
کا انسداد کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے بنی امیہ کے مظالم کا تدارک کیا اور  
متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا :-

علمی ترقی | متوکل کا علمی حیثیت سے اپنے اسلاف کرام کے مقابلے میں کوئی  
خاص پایہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی اُس نے بڑے کام کئے۔ علمی گھرانے کا  
فرد ہونے کے اعتبار سے احادیث نبوی سے ذوق اور شعرو سخن کا شوق تھا۔ اس سے  
متعدد احادیث مروی ہیں جن کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔  
متوکل کا بڑا کارنامہ احادیث رسول کی اشاعت اور معتزلیوں و قدریوں و دیگر  
فرق باطلہ کی فتنہ انگیزیوں کا سد باب ہے۔

ذکر احوال سنت میں لکھا جا چکا ہے ”محدث ابو بکر بن ابی شیبہ کو بلا کہ سامرا  
میں اشاعت حدیث پر مامور کیا اور دوسرے محدثین کرام کو سامرا طلب کر کے  
انعامات سے نوازا۔“

گو قمر و بنی عباس میں متوکل سے پہلے سے درس حدیث کے حلقے قائم تھے جیسے  
امام ابو یعقوب اسحاق بن ابی الحسن باہن راہویہ جو فضل بن عیاض اور ابن ولیع کے  
شاگرد تھے، ان کا حلقہ تھا۔ جہاں سے امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث مستفید

۱۔ منہی الاسلام لاہد امین معری جز ثلث ص ۱۹ ۲۔ تاریخ خطیب جلد ۱ ص ۱۹

۳۔ تاریخ الخلفاء ۲۲۰ ۴۔ راہویہ نے ہجری ۲۳۳ میں وفات پائی (تذیب الکمال)

ہو کر نکلے اور اُن سے نوے ہزار نے الجامع الصغیر سُنی۔ اس میں دس ہزار حدیثیں ہیں۔ بقول خود امام بخاریؒ کے چھ لاکھ حدیثوں سے انتخاب کی ہے۔ ان شیوخ کی تعداد جن سے صحیح میں حدیثیں لی گئیں دو سو نو اسی ہیں۔

امام کے جلیل القدر شاگرد امام مسلم بن الحجاج ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ انہوں نے امام بخاری سے اور ان کی کتاب سے احادیث روایت کی۔  
دارقطنی کا بیان ہے کہ :-

رد اگر امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم کچھ نہ کر سکتے۔ انہوں نے یہ کیا ہے کہ امام بخاری کی کتاب سامنے رکھ کر حدیثیں لکھنا شروع کر دیں کہیں کہیں اپنی طرف سے زیادتی بھی کی۔  
حاکم ابو عبد اللہ نے ”مسلم“ کی یہ تعریف کی ہے :-

”ما تحت اديم السما كتاب اصح من كتاب مسلم ابن الحجاج“  
مگر ایک عربی شاعر نے محاکمہ خوب کیا ہے :-

۱۔ تناسخ قوم فی بخاری و مسلم! لدی وقالوا ھٰی دین یقدم

۲۔ فقلت لقد فاق البخاری صحۃ کما فاق فی حسن الصناعاتہ مسلم

متوکل کے عہد میں امام ابو داؤد بن اشعث الازدی السجستانی اور امام ابو عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن عیسیٰ ک سلمہ ترمذی نے اپنے مجموعے تیار کئے۔ ان کے بعد سنن ابن ماجہ، مسند حارث (۲۸۲ھ) مسند بزار (۲۹۲ھ) مسند دارمی (۳۰۵ھ) کتب حدیث شائع ہوئیں۔

اشاعتِ علوم دینی | ان دنوں بغداد حدیث کی اشاعت کامرکز بن گیا تھا۔ امام بخاری کے شاگرد فربری سے بھی نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی یہ متوکل کے عہد میں محدثین نے اشاعتِ حدیث

لے مقدم فتح الباری لایم ابن الحجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ۵۸۵ھ -

میں خوب خوب سرگرمی دکھائی۔

احمد بن جعفر راوی ہیں کہ جب امام مسلم بغداد آئے تو نامی مقام پر انہوں نے حدیث کا املا کیا۔ سات مستملی کھڑے ہوئے جن میں سے ایک دوسرے کو شیخ کی روایت پہنچاتا تھا اور لوگ کھڑے کھڑے تحریر حدیث میں معروف تھے۔ یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ کس قدر آدمی اس میدان میں فراہم تھے۔ میدان مذکور کی پیمائش کی گئی اور دو آئیں گنی گئیں، کچھ اوپر چالیس ہزار دو آئیں ہوئیں جو لکھتے نہ تھے صرف سماعاً شریک تھے وہ اس تعداد سے خارج ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ تھوڑے عرصہ میں بغداد کا پایہ علم حدیث کی اشاعت میں فائق تھا۔ مسلم بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا۔ اور باوجود شیوخ کی اس کثرت کے میں وجہ کے پل سے اتر کر نہیں گیا۔ بغداد میں آٹھ سو اساتذہ حدیث ایسے تھے جو شیخ کے لقب سے ملقب تھے یہ

۱۔ امام سلیمان بن حرب محدث کا واقعہ ہے کہ مامون کے زمانہ میں قعر خلافت کے ایک مرتفع جگہ مثل منبر تیار کی گئی تاکہ اس پر بیٹھ کر اعلیٰ حدیث کریں۔ اس مجلس میں مامون اور تمام امرا نے خلافت حاضر تھے جو لفظ امام ممدوح کے منہ سے نکلتا مامون اپنی قلم سے لکھتا جاتا۔ جب محل حاضرین درس کا اندازہ کیا گیا تو چالیس ہزار نفوس انداز میں آئے۔ معتصم کے زمانہ میں امام عام ابن علی اعلیٰ حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلتان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھے تھے۔ ان کے سمتلی ہادون نے کھڑے ہونے کے لئے ایک خمدار کھجور کا درخت پسند کر رکھا تھا۔ خلیفہ معتصم نے ایک بار ایک اپنا معتد اس مجلس کے شرکاء کا اندازہ کرنے کے لئے جمعیہ معتد نے ارشاد خلافت کی تعمیل کی تو ایک لاکھ بیس ہزار پر حاضرین کی تعداد پہنچی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ محدثین کرام پر حکومت کی طرف سے سخت گیری تھی۔ معتزلہ ان محدثین کو ہر عنوان پریشان کرتے تھے۔

**علوم عقلیہ کی ترقی** | متوکل کے عہد میں علوم عقلیہ کی ترویج و اشاعت عام تھی۔ موسیٰ بن شاہر کے لڑکوں نے جو رصد گاہ بنائی تھی

اس کو متوکل کے زمانہ میں النظیری اور محمد بن عیسیٰ ابو عبد اللہ نے بے حد ترقی دی۔ اور علم ہئیت کے بعض مسائل پر عالمانہ روشنی ڈالی۔ آفتاب اور دیگر ستاروں کی گردش کے متعلق عبرت انگیز معلومات اور تحقیقات بہم پہنچائی۔ ابوالحسن نے دوربین ایجاد کی تھی اس کی ان ہئیت دلوں نے اور اصلاح کی۔

ماوراء النہر ابو العباس احمد الفرغانی متوکل کے عہد کا ممتاز ہئیت دان تھا جس نے متوکل کے لئے فلکس میں ایک نیل پیمانہ تیار کیا تھا۔ اس کی ایک بے نظیر تصنیف کتاب المدخل الی ہئیتہ الافلاک ہے۔

**حکیم** | ابو زید حنین بن اسحاق عبادی یونانی زبان کا عالم شاگرد و خلیل بن احمد یہ وہی فلسفی اور طبیب ہے جو پہلے بنو موسیٰ بن شاہر کے یہاں ۲۵۰ پونڈ مشاہرہ پاتا تھا۔ پھر رامون کے یہاں اس کے ہر ترجمہ کی جوئی کتاب کا معاوضہ دربار شاہی سے کتاب کے برابر وزن سونا پاتا تھا۔ متوکل نے ۴۴ھ میں اپنا طبیب خاص مقرر کیا۔ ۲۳ صفر ۳۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ طبقات الاطباء ص ۵۵ و اخبار الحکماء قطعی جلد ۱ ص ۱۹۹۔

علی بن سہل ابان الطبری مصنف فردوس الحکمت ۲۵۰ھ عیسائی متوکل کے دورِ خلافت میں مشرف باسلام ہوا اور ایک عرصہ تک خلیفہ کا معالج رہا۔

**علم تاریخ** | علامہ بلاذری نے اس عہد میں اپنی کتاب فتوح البلدان مرتب کی۔ علامہ نے ۳۶۰ھ میں انتقال کیا۔ اس عہد میں طبقات ابن سعد کا مصنف گزرا۔ ابن سعد نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔

**جغرافیہ** | ابن خردادزہ بموتوفی ۱۱۲ھ نے ۴۶۶ھ میں سلسلہ رسائل مسالک و ممالک جغرافیہ میں کتاب لکھی۔ اس سے ابن الفقیہ اور ابن حوقل نے اپنی تصانیف میں بڑا کام لیا ہے۔

لہ ابن خلکان -

## حیاتیات

ابو عثمان عمرہ ابن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۷ھ ساکن بصرہ متوکل کا ہم عصر تھا۔ کتاب الحيوان تصنیف کی جس میں جانوروں کے کش مکش حیات پر بحث کی ہے۔ اس نے جانوروں کے براز خشک سے کشید کر کے امونیا بنایا۔ کتاب الامصار البیان والتبیین کتاب الامثال وغیرہ تصانیف ہیں۔

کتب خانہ متوکل کو زیادہ کتابوں کا شوق نہ تھا۔ البتہ شاہی کتب خانہ جو مامون کے عہد میں قائم ہوا تھا اس کو تلفت ہونے نہیں دیا۔ البتہ ابن ابی الحریش جلد ساز مامونی کے ہاتھ کی بنی ہوئی کتابوں کی بہت حفاظت اس کو منظور تھی۔

فتح بن خاقان وزیر متوکل نے عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا تھا اور اس کا مہتمم علی بن یحییٰ منجم تھا۔ اس زمانے میں یہ کتب خانہ بے نظیر کہلاتا تھا۔ بغداد اور سامرہ کے علماء اور امراء کے کتب خانے بھی تھے مگر فتح بن خاقان نے محمد بن عبدالملک وزیر واثق باللہ جو کتابوں کی نقل و کتابت و ترجمہ میں دس ہزار روپے ماہوار خرچ کیا کرتا تھا۔ اس سے بہت زیادہ فتح بن خاقان اپنے کتب خانہ پر صرف کرتا تھا۔

بیت الحکمت متوکل نے بھی ترجمہ کے کام اور تصنیف و تالیف کے شعبہ پر بے حد توجہ کی۔ اپنے طبیب حسین بن اسحاق کو بیت الحکمت

کا افسر مقرر کیا اور بہت سے زبان دان اور فصیح و بلیغ مترجم اس کی ماتحتی میں دیئے یہ مترجمین ترجمہ کرتے اور حنین ان کی اصلاح کی غرض سے دیکھتا اور درست کرتا۔ متوکل نے حنین کی بے انتہا قدر دانی کی۔ ایوانات شاہی میں سے تین محل اس کی رہائش کے لئے خالی کر دیئے اور ان کو ہر قسم کے آرائشی سامان سے سجوا کر شاہی کتب خانہ بھی وہیں رکھوا دیا۔ پندرہ ہزار ماہوار تنخواہ مقرر کی تھی۔



**علمائے معاصرین** | ابو ثور، ابراہیم بن منذر خراسی، اسحاق بن راہویہ، اسحاق بن ندیم موصلی مفتی ازہج مغری، زہیر بن حرب، سمعون سلیمان الشاذکونی، ابوسعود العسکری، ابوجعفر فضلی، دیک شاعر، عبدالملک بن حبیب امام مالکیہ، عبدالعزیز بن محی شاگرد امام شافعی، عبید اللہ بن عمرو قواری، علی بن المدینی، محمد بن عبداللہ بن نمیر، یحییٰ بن معین، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن یحییٰ، یوسف الاندلسی المقرئ، بشر بن الولید الکندی المالکی، جعفر بن حرب بن مکابر المعتزلہ، ابن کلاب المنکلم حارث محاسبی، حرملہ شاگرد امام شافعی، ابن سکیت، احمد بن یعیق ابو تراب الخشینی ابو عمر الدردی المقرئ، وعمل شاعر، ابو عثمان المادانی نحوی۔

**محدث و فقہاء** | ابراہیم بن یوسف بن میمون بن فدا ہوبلخی شیخ اکل محدث فقیہ امام ابو یوسف کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ والی بلخ آپ کی منزلت کرتا تھا۔ ۲۸۷ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن اکثم مروزی فقیہ و محدث، حدیث امام محمد و انس المبارک و سفیان سے سنی۔ ۲۸۳ھ میں انتقال ہوا۔

ہلال بن یحییٰ بن مسلم فقیہ و محدث زفر سے فقہ حائل کی اور ابو عوانہ سے حدیث سنی۔

۲۸۲ھ میں وفات پائی۔

خالد بن یوسف بن خالد السمی فقیہ، محدث۔ ۲۸۵ھ میں وصال ہوا۔

اسحاق بن ہلول فقیہ، حافظ، محدث، شاگرد حسن بن زیاد۔ ۲۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

(مقدمہ فتاویٰ ہندیہ)



## ملوک طاہریہ

طاہر بن حسین قاتل خلیفہ امین خراسان پر دولتِ طاہریہ کا بانی ہے جس کا تفصیلی حال پہلے آچکا ہے۔ طاہر کے بعد طلحہ بن طاہر، علی بن طلحہ، عبداللہ بن طاہر، طاہر بن عبداللہ، محمد بن طاہر بن عبداللہ کے درپے یہ پانچ والی خلفاء کے حکم سے مقرر ہوئے۔ یہ حکمران برابر مطیع خلفاء کے تھے۔ محمد بن طاہر کو حسن بن زید علوی سے بہت تکلیف پہنچی۔ آخر میں یعقوب بن لیث بانی دولتِ صفاریہ سے مقابلہ ہوا اور ملوک طاہریہ کا اس پر خاتمہ ہو گیا۔

دولتِ طاہرہ میں جہاں تہور و شجاعت و مردانگی کے جوہر تھے وہاں علم سے بھی لگاؤ تھا۔ خراسان میں جہاں بدعت کا زور تھا وہاں اشاعتِ حدیث کا بھی بڑا انتظام تھا۔

”ابن رافع قشری حافظِ حدیث نے اپنے مکان پر حدیث کا درس شروع کیا۔ طلباء کے علاوہ خراسان کے امیر نامور طاہر کی اولاد بھی معہ خدم و خشم حاضر درس ہوتی۔ شیخ کے جلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ کسی کو بات کرنے یا مسکراتے کی مجال نہ تھی۔“

دولتِ طاہریہ کے زمانہ میں کثرت سے خراسان میں درس گاہیں قائم ہوئیں جہاں سے بڑے بڑے اصحابِ فن پیدا ہوئے۔

۱۵ تذکرہ الحفاظ علامہ ذہبی جلد ۲ صفحہ ۹۳ -

۱۶ طاہر بن حسین کا باپ مصعب بن زریق تھا جو سلیمان بن کثیر خزاعی دعوتِ نبی عباسی کا کاتب تھا۔ وہاں بلیغاً فہم کلامہ حسین کا انتقال ہوا تو مامون جنازہ میں شریک ہوا تھا۔ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۲۳۷

## دولت صفاریہ

یعقوب بن لیث صفاری ابتدا میں ایک مزدور تھا۔ پھر لیثیوں کی جماعت کا سردار بن گیا اور اپنے ساتھی درہم بن حسین کو دستہ بنا کر خود رفتہ رفتہ ترقی کرتی ہوا خراسان، کابل، بلخ، طبرستان کے علاقوں پر چھا گیا۔ محمد بن طاہر کو قید اور اس کے مد مقابل حسن بن زید علوی کو شکست دی۔ یہ عہد متحد کا تھا۔ پھر یعقوب نے فاریں پر قبضہ جمایا۔ خلیفہ نے یہ رنگ دیکھ کر فارس اور خراسان کی ولایت (گورنری) خوشی سے یعقوب کو دینا چاہی لیکن اس کو تو تاج خلافت کی دھن تھی۔ یہ کب ماننا تھا۔ پہلی لڑائی میں خلیفہ کے بھائی موفق نے کسی حیلہ سے یعقوب کو بھگایا اور جب دوبارہ یعقوب نے تیاری کے ساتھ چڑھائی کی تو در و قو لے لے اُسے فرصت نہیں دی۔ یعقوب بڑا مستقل مزاج اور بہادر تھا۔ زندہ رہتا تو خلافت خطرے میں رہتی۔

خلیفہ معتمد کا ایلچی جب فارس اور خراسان کی ولایت کا پروانہ لے کر صلح کا پیغام لایا تو اُس نے سامنے تلوار، نان خشک اور پیاز رکھ کر کہا کہ میں تلوار سے سلطنت لوں گا۔ خلیفہ کا مطیع ہونا مجھے منظور نہیں ہے اور تلوار نے میری مدد نہ کی تو سوکھی روٹی اور ایک پیاز کی گٹھلی مجھے بہت ہے۔

یعقوب کے مرنے کے بعد اس کے بھائی عمر بن لیث نے خود خلیفہ کی خدمت میں اظہارِ اطاعت کا خط بھیجا۔ وہاں سے عراق، عجم، فارس اور خراسان کی حکومت اس کو عطا ہوئی۔ اس کے خاندان کے طاہر بن محمد، لیث بن علی، عمرو بن یعقوب، خلف ابن احمد کیے بعد دیگرے سیدستان کے حاکم ہوئے۔ سامانیوں سے مقابلہ رہا۔ آخر یہ دونوں خاندان تباہ ہوئے۔ دولت صفاریہ اور سامانیہ کا ایک ساتھ خاتمہ ہوا۔

ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰ اور مروج الذهب جلد ۵ صفحہ ۴۵۰ و ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ -

## دولتِ ہباریہ

قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنی اسد میں ایک شخص ہبار بن اسود جو سہ میں مسلمان ہوا۔ اس کی اولاد میں منذر بن زبیر سندھ کے والی حکم بن رعونہ متوفی ۱۲۱ھ کے ساتھ سندھ پہنچا اور اقامت پذیر ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز اس کا سبط تھا۔ عبدالعزیز کے بعد عبداللہ حاکم منصورہ بنا۔ یہ تخت نشینی کے بڑا لائق ثابت ہوا۔ امن و امان کے قیام کے ساتھ بڑا رعب قائم کیا۔ اس کا وزیر دیاج تھا۔ اس کے دولہ کے محمد اور علی تھے۔ ایک کو قاضی مقرر کیا جو آل ابی شوارب کے خاندان سے تھا۔ پھر عبدالرحمن بن عسلی حاکم ہو گیا۔ ان پر اسماعیلیوں کا غلبہ ہو گیا۔ ۱۸۴ھ میں محمود نے ملتان پر قبضہ کیا تو منصورہ پر اس کا تسلط ہو گیا اور ہباری خاندان ختم ہو گیا۔



www.KitaboSunnat.com

# خلیفہ محمد بن جعفر الملقب منتصر باللہ

**نام و نسب** محمد منتصر بن متوکل بن معتصم بن ہارون الرشید، والدہ کا نام ہمیشہ تھا و اسمہ ام ولد یقال حبشیہ۔ منتصر ۲۲۲ھ میں پیدا ہوا۔

**بیعت خلافت** ۲۳۵ھ میں متوکل نے اس کے لئے ولی عہدی کا فرمان لکھا تھا متوکل کے قتل کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں اس کو ترکوں نے تخت خلافت پر بٹھایا۔ وصیت اور دوسرے ترکی امراء نے اس کے ہاتھ پر شوال ۲۳۵ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۸۶۱ھ میں بیعت کی ہے۔

دوسرے دن منتصر کے سوتیلے بھائیوں معتز اور ابراہیم مؤید نے بیعت کی۔ اس کے بعد تمام عمائد سلطنت سے بیعت لی گئی۔

**وقائع** تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد منتصر نے جعفریہ کو جسے متوکل نے بے شمار دولت صرافہ کر کے بنوایا تھا کھدوا ڈالا۔ یہاں کی کل آبادی اپنی پرانی جگہ پر واپس کر دی گئی۔

**ابوالعمود شاری کا خروج** منتصر کو تخت نشین ہونے کچھ عرصہ گزرا تھا کہ مین میں بوارسج اور موصل میں ابوالعمود شاری نے بغاوت پکڑ دی۔ قبیلہ ربیعہ اور کرد بھی اس بغاوت میں شریک ہو گئے۔ اس وجہ سے ابوالعمود طاقت ور ہو گیا۔ منتصر نے سیما ترک سردار کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس نے چند مقابلے کئے۔ آخر ش ابوالعمود گرفتار ہوا اور منتصر کی

خدمت میں بھیج دیا گیا۔ منتصر نے اطاعت کا عہد لے کر آ کر لو کر دیا۔

۲۳۷ھ میں امیر عبداللہ بن عباس مجاہد اعظم عباس کے مرنے کے  
**فتوحات** بعد امیر مصلیہ ہوا۔ اس نے جبل بن مالک ارمین اور مشاعرہ

متعد قلعے فتح کئے۔ پانچ ماہ بعد ۲۳۷ھ میں عبداللہ کی جگہ خواجه بن سفیان امیر  
مقرر ہوا۔ اس نے اپنے لڑکے محمود کو سرقوسہ روانہ کیا۔ اس نے سرقوسہ کو تاخت  
کیا مگر قبضہ نہ کر سکا۔ لوٹ آیا۔

منتصر نے عبید اللہ بن خاقان کو معزول کر کے احمد بن خصیب کو  
**وزارت** جو اس کا کاتب تھا وزارت کے عہدہ پر مرفراز کیا۔

جعفر بن عبدالواحد ہاشمی کو منصب قضاة پر  
**منصب قضاة** مقرر کیا۔

متوکل کے قتل کے بعد سے ترکی امراء اور فوج خود سر  
**اتراک کا اقتدار** ہو گئی تھی۔ ان کی ہیبت سے خود خلیفہ لڑے بہ اندام تھا

وصیف اور بقا نے اس سے کہا کہ اپنے دونوں بھائیوں کو ولی عہدی سے  
معزول کر دو۔ چنانچہ منتصر کے کہتے ہی موئد نے فوراً منظور کر لیا۔ بعد کو معتر نے  
بھی دستبرداری لکھ دی ورنہ ان کی جان کو خطرہ تھا۔

وزیر احمد بن خصیب ترکی جنرل امیر و صیف سے مخالفت رکھتا تھا اس نے

منتصر سے کہہ سن کہا آمادہ کیا کہ وصیف دار الخلافہ سے علیحدہ رہے۔ چنانچہ منتصر نے وصیف

سے ایک دن کہا قہر سرحد پر حملہ کرنا چاہتا ہے آپ جائیں یا میں اس کے مقابلہ

کے لئے روانہ ہوں۔ چنانچہ وصیف نے کہا نکلنا چاہئے کو تیار ہے۔ وزیر خصیب نے

جملہ سامان کا انتظام کر دیا۔ امیر و صیف سرحد روانہ ہو گیا۔

۱۔ مردج الذهب جلد ۲ ص ۲۰۹ ۲۔ ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۳۷

۳۔ تنبیہ و اثرات ص ۲۵۵ ۴۔ طبری جلد ۱۲ ص ۱۳۸ -

**صفات منتصر** | منتصر حلیم، غنیف، بامروت، اس کا حسن خلق بڑھا ہوا تھا۔  
 متوکل نے شیعوں پر جو قیود عائد کر دیئے تھے ان کو ایک قلم  
 اٹھا دیا۔ تمام علویوں کے وظائف جاری کر دیئے اور اوقات واکذاشت کر دیئے  
 گئے۔ باغ فدک عطا کر دیا۔ کربلا کی زیارت کی اجازت دے دی۔  
 علامہ سیوطی کا بیان ہے :-

”منتصر نے رعیت میں عدل و انصاف پھیلایا اور لوگ باوجود اس  
 کی ہیبت کے اس کی طرف مائل ہو گئے۔ کیونکہ وہ بہت سخی اور  
 حلیم الطبع تھا۔“

**حلیہ** | منتصر رعب دار تھا ہر وقت باخبر رہا کرتا تھا مگر نہایت ممک واقع ہوا تھا  
 مال و زرہ کی اتنی حفاظت کرتا تھا کہ لوگ اُسے بخیل اور کنجوس ہی کہا کرتے تھے۔  
 قدیمانہ، حسین چہرہ، گندمی رنگ، نہایت جسیم و حلیم اور بارعب و  
 داب تھا۔

**واقعہ عبرت** | منتصر نے اپنے باپ کے خزانے سے کچھ فرش نکلائے اور  
 ان کو ایک مکان میں بھجوا دیا۔ ایک فرش کے وسط میں ایک  
 دائرہ بنا ہوا تھا اور اس میں ایک سوار کی تصویر جس کے سر پر تاج تھا بنی ہوئی  
 تھی۔ اس کے چاروں کناروں پر فارسی میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک فارسی خواں  
 کو خلیفہ نے بلوایا۔ وہ پڑھ کر کچھ چپ سا ہو گیا۔ منتصر نے پوچھا کیا لکھا ہے؟  
 اس نے کہا کہ اس کے کچھ معنی میری سمجھ میں نہیں آئے۔ مگر خلیفہ اصرار کرتا  
 رہا۔ مجبور ہو کر اُس نے کہا کہ اس میں یہ لکھا ہے کہ ”میں نے شیروہ بن کمری  
 بن ہرمزہ کو قتل کیا۔ لیکن مجھے چھ ماہ سے زیادہ سلطنت

۱۔ تنبیہ و اشراف صفحہ ۲۵۸ ۲۔ تاریخ کامل جلد ۴۴ وفوات الوفاات جلد ۴۴

۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۸ -

کرنا نصیب نہ ہوا۔“

یہ سن کر منتہر کارنگ فق ہو گیا اور اس فرش کو جلا دینے کا حکم دیدیا۔  
**باپ کے قتل کا غم** | اس واقعہ کا غم بہت تھا۔ شب و روز باپ کے لئے  
 روپا کرتا۔ اس غم میں چھ ماہ تک گھل گھل کر سوکھ گیا۔ ادھر باپ کے قاتلوں سے  
 انتقام بھی لینا چاہتا تھا۔ ترک اس کے انداز کو سمجھ گئے۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ایک دن منتہر قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ بغا صغیر کو ترکوں  
 کے غول میں آتے دیکھا۔ منتہر نے اسے دیکھ کر فضل بن مامون سے کہا اگر میں والد  
 کے بدلہ میں ان کو قتل نہ کر دوں اور ان کی جماعت کو منتشر نہ کر دوں تو خدا مجھے  
 قتل کر دے۔ ترکوں کو اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ سب سردار اس کی جان  
 کے لاگو ہو گئے۔

**وفات** | منتہر مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ امرائے ترک نے اس کے  
 طبیب ابن طیفوز کو تیس ہزار اشرفی دے کر مسموم آلہ سے فصد دلوا  
 دی جس کی سمیت کے اثر سے منتہر جانبر نہ ہو سکا۔  
 سامرہ میں منتہر کا ربيع الثانی ۲۵۷ھ کو انتقال ہوا۔ احمد بن محمد بن  
 معتصم نے نماز جنازہ پڑھا کر یہیں دفن کر دیا۔ وفات کے وقت پچیس سال چھ ماہ  
 کی عمر تھی۔ مدت خلافت چھ مہینے دو دن ہے۔

۶

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۰ ۲۔ مروج الذهب جلد ۱ صفحہ ۳۰۱ ۳۔ تاریخ الخلفاء ۳۶۵  
 ۴۔ تاریخ کامل جلد ۱ صفحہ ۳۸۔



# خلیفہ مستعین باللہ ابو العباس احمد عباسی

**نام و نسب** ابو العباس احمد لقب مستعین بن محمد بن معتمد بن ہارون الرشید اس کی والدہ کا نام مخارق صقلوی تھا۔  
ولادت ۲۲۱ھ میں ہوئی۔

**بیعت خلافت** منتصر کے مرنے کے بعد موالی کا اجتماع ہوا۔ ان میں ممتاز ہستیاں بفا کبیر، بفا صغیر اور آتامش، ان تینوں نے اتراک مفادیہ اور اشروشینہ کے امراء سے حق انتخاب خلیفہ لے کر موسیٰ بن شاہک منجم کی رائے سے احمد بن محمد بن معتمد کو خلیفہ تجویز کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور لقب مستعین باللہ رکھا گیا۔ مستعین ۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ کو تخت خلافت پر رونق افروز ہوا۔ وزیر احمد بن حبیب برقرار رہا۔

**علوین** زیدیہ جماعت میں سے یحییٰ بن عمر جو بغداد میں مقید تھے وہ آزاد ہو گئے اور انہوں نے اپنی جماعت کو فراہم کیا اور دعوائے خلافت کر بیٹھے۔ اور کوفہ کو بلا مزا حمت تصرف میں لائے۔ امیر بغداد محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اُن کے مقابلہ کے لئے حسن بن ابراہیم بن مصعب کو فوج دے کر بھیجا۔ وہ کوفہ سے کچھ فاصلہ پر مقیم ہوا۔ زیدیہ نے یحییٰ کو مشورہ دیا کہ امیر حسن سے چل کر اُس کے قیام پر نبط لیا جائے اور کوفہ سے اُسے بڑھنے ہی نہ دیا جائے۔

چنانچہ یحییٰ اصول جنگ سے ناواقف کوفہ سے نکل کر شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لئے چلے۔ رات بھر چل کر ۱۳ رجب ۲۵۰ھ کی صبح کو امیر حسن کے

مقابل آئے۔ اس کی فوج تازہ دم اور دیدہ در ماندہ۔ پہلے ہی جھڑپ میں منہ کی کھا گئے۔ یحییٰ گھوڑے سے نیچے آ رہے اور مقتول ہوئے۔ ان کا سر مبارک محمد بن عبداللہ امیر بغداد کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس نے سامرہ روانہ کیا وہاں باب عامہ پر لٹکایا گیا۔ محبان اہل بیت میں شورش پیدا ہوئی۔ اس وجہ سے بغداد واپس کیا گیا۔ وہاں لٹکایا تو وہاں بھی یہی صورت پیش آئی تو دفن کر دیا گیا۔ مستعین کے زمانے میں علویین کے ہوا خواہ بڑھ گئے تھے اور بنی عباس سے پہلا سانس انس کم ہو رہا تھا۔

**طبرستان میں دولت علویہ** | حسن بن یزید علوی نے طبرستان کو زیر نگین کر لیا ۳۷ سال فرماں رواں رہا۔ ۲۸۷ھ میں حسن قتل ہوا اور حسن بن علی قائم مقام ہوا۔ حسن نے حکومت قائم کی اور ۳۱۶ھ تک اس کے خاندان میں حکومت رہی۔

**رومی سرحد** | ملک کی اندرونی حالت کمزور ہونے سے سرحد پر رومیوں نے فتنہ کھڑا کر رکھا تھا۔ وہاں عمر بن عبداللہ اقطع اور علی بن یحییٰ ارمینی دو امیر تھے جن کے تہور اور شجاعت کی دھاک رومیوں کے قلوب پر مستولی تھی۔ عمر نے ملطیہ پر چڑھائی کی۔ وہاں شہید ہو گئے۔ رومیوں نے میدان صاف دیکھ کر جزیرہ کے حدود تک قدم بڑھایا۔ علی بن یحییٰ مقابل آئے۔ مگر ان کے ساتھ قلیل جماعت تھی۔ آخر شش چار سو مسلمانوں کی ہمراہی میں جام شہادت نوش کیا۔

رومیوں نے اب خوف و خطرہ کے بغیر اسلامی علاقہ کو تاخت و تاراج شروع کر دیا۔ مستعین میں اب دم نہ رہا تھا کہ وہ کسی سردار سے کہتا کہ جلدی فتنہ کا سد باب کرے۔

**نظم مملکت** ملک کے انتظام میں بہت کچھ خرابی پیدا ہو چکی تھی۔ ترک باہل قوم تھی وہ ہر ملکی انتظام میں دخل ہو کر اُسے بگاڑ رہے تھے۔ وزارت پر بھی اُن کا تسلط تھا۔ ان کی مرضی کو انتخاب وزیر میں زیادہ دخل تھا۔ احمد بن خصیب، آتامش، ابو صالح عبداللہ بن محمد بن یزید، وزیر یامون محمد بن فضل جرجرائی، وزارت پر مرفراز کئے گئے۔

**قضاۃ** منصب قضاۃ پر حسن بن ابی الشوارب اموی کو ممتا لکھا۔ احمد بن خصیب پہلے کاتب تھا۔ یہ کم سواد اور کوتاہ نظر اور نہایت تند مزاج، پہلے منتصر کا وزیر رہا پھر علیحدہ کر دیا گیا۔ مستعین نے وزارت پر ممتا لکھا۔ مگر ترکی امراء اس سے ناراض ہو گئے۔ ۲۳۳ھ میں اُس کو گرفتار کر کے جزیرہ اقریطش بھیج دیا اور اس کے لڑکے کا مال و اسباب ضبطی میں لایا گیا۔

**وزیر اعظم** آتامش ترکی امراء میں سے تھا جب یہ وزیر اعظم بنایا گیا اس کا کاتب "شجاع" تھا۔ مستعین کی والدہ مخارق جس کا کاتب سعید بن سلمہ نصرانی تھا اور شاہک خادم قصر خلافت کا داروغہ اور خزانچی یہ تینوں آتامش ترک سے ساز باز کر گئے جو رقم خزانہ میں آتی وہ حصہ بردار تقسیم ہو جاتی۔ کچھ رقم رہ جاتی وہ مستعین کے صاحبزادے عباس کے اتالیق دلیل بن یعقوب نصرانی کے قبضہ میں جاتی۔

**وقائع** ۲۳۴ھ میں طاہر بن عبداللہ بن طاہر والی خراسان فوت ہوا۔ وصیت اور بغا جو کسی زمانے میں سیاہ و سپید کے مالک تھے۔ یہ رنگ دیکھ کر آتامش سے ناراض ہو گئے۔ انہوں نے ترکی امراء کو بھڑکا دیا۔ ۲۳۵ھ میں انہوں نے اپنے ترک سپاہیوں سے آتامش کو جو قصر خلافت میں پناہ گیر ہوا تھا، قتل کرادیا۔

۱۔ تنبیہ و اشارت صفحہ ۲۶۰ ۲۔ یعقوبی جلد ۲۱۸ ۳۔ ایضاً

ابوصالح نے چاہا کہ محاصل کے حسابات منضبط کر کے سلطنت کے مالیہ کو درست کرے۔ بفا صغیر کو یہ انتظام پسند نہ آیا۔ وہ برہم ہو گیا۔ ابوصالح جان بچا کر شعبان ۲۲۹ھ میں بغداد چلا گیا۔ صرف تین ماہ فرائض وزارت انجام دیئے۔ محمد بن فضل، اس نے منصب وزارت پر مامور ہو کر بجائے وزیر کے کاتب کا عہدہ اپنے لئے رکھا اور ترکوں کی مرضی پر چلتا رہا۔

**مستعین کی معزولی** | آتاش وزیر کے قتل کے بعد باغترکی جس نے متوکل کو قتل کیا تھا۔ اس نے بفا کبیر اور وصیف کو دیکھا کہ وہ امور خلافت پر حاوی ہیں اور خود کو کچھ اختیار نہیں۔ اس نے ایک جماعت ترکوں کی لے کر مستعین اور بفا اور وصیف کو قتل کرنے کی تدبیر کی۔ اس سازش کی خبر مستعین کو لگ گئی۔ اس نے وصیف کو مطلع کیا۔ اُس نے باغتر کو قتل کرا دیا۔ اس کے ساتھی جو تھے وہ خلیفہ اور وصیف کو باغی ہو گئے اور کچھ عرصہ سامرہ میں شورش پیدا کر دی۔ خلیفہ مستعین قتل کئے جانے کے ڈر سے بفا اور وصیف بغداد لے گئے۔ امیر بغداد محمد بن عبد اللہ بن طاہر کے محل میں لے جا کر رکھا۔ خلیفہ کے جاتے ہی شورش پسندوں نے معتز کو قید خانہ سے نکال کر خلیفہ اور مؤد کو ولی عہد بنایا۔ مستعین سامرا کے امراء کو اور معتز بغداد کے امراء کو خطوط لکھ کر اپنی طرف مائل کرنے لگے۔

محمد بن عبد اللہ نے بغداد کی تفصیل پر فوجیں متعین کر دیں اور سامرا کے راستے روک دیئے تاکہ سامان رسد وہاں نہ پہنچ سکے۔ معتز نے سامرا میں عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بغداد کو تسخیر کرنے کے لئے اپنے بھائی ابو احمد بن متوکل اور ترکی امیر کلپا نکیں کی قیادت میں فوجیں روانہ کیں۔ مقام عکبر میں خیمہ زن ہو کر محرم ۲۲۱ھ میں بغدادی فوجوں پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے، صفر کو نصیل بغداد تک ہر دوسرا دن پہنچ گئے۔ وہاں سخت لڑائی ہوئی۔ محمد بن عبد اللہ جان لٹا رہا تھا۔ عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر متوکل نے امراء فوج سے کہا۔ کیوں

مستعین کے لئے جان دیتے ہو یہ منافق ہے۔ محمد بن عبداللہ نے کناہہ کشی اختیار کی۔ اہل بغداد بھی جماعت سے دست کش ہو گئے۔ مستعین نے یہ رنگ دیکھ کر خلافت سے دست بردار ہونے کو تیار ہو گیا۔

۱۰۔ ارفی الحجۃ ۲۵۱ھ میں محمد بن عبداللہ قاضیوں اور فقیہوں کو لے کر اس کے پاس گیا۔ مستعین نے کہا میں محمد بن عبداللہ کو اپنا مجاز بنانا ہوں جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہے۔ محمد بن عبداللہ نے معتز کو مستعین کی جان بخشی کے لئے لکھا۔ اس نے منظور کر لیا۔ مہر محرم کو معتز کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

مستعین نے رداد اور مہر خلافت حوالہ کر دی۔ مستعین کو واسطہ روانہ کر دیا اور اس کے آرام و آرائش کا حکومت کی طرف سے انتظام کر دیا گیا۔ احمد بن طولون اس کا نگران تھا۔ بیرو شکاک کی اجالت تھی۔

**قتل مستعین** | کچھ عرصہ بعد مرنے والے کے ایک مقام قادیسیہ میں وہ دوز قتل کر دیا گیا۔

اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ ۳ سال آٹھ مہینے اور اڑتالیس دن حکومت کی۔

**حلیہ** | نہایت لحیم جسیم اور خوب صورت تھا۔ ڈاڑھی سیاہ تھی۔ چہرے پر چمپک کے داغ تھے۔ زبان میں لکنت تھی۔

**اوصاف** | وہ نرم مزاج مگر لایعنی باتوں کی اتباع میں سخت مطلق العنان تھا۔ خوف سے اس کو جان کے لالے پڑے رہتے تھے اسی خوف اور بے الطینانی کے باعث اپنے دارالحکومت اور مرکز عزت

۱۔ ابن خلدون جلد ۷ صفحہ ۲۳۲ ۲۔ تبنیہ و اشراف صفحہ ۲۵۹

۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹ -

سے اُس نے راہِ گریز اختیار کی اور امورِ سلطنت کے بارے سے سکدوش ہو گیا۔

علامہ سیوطی کا بیان ہے :-  
 مدستعین نہایت نیک اور فاضل ادیب اور فصیح و بلیغ شخص تھا  
 لیکن فہم و شعور اور عقل و دانش کے لحاظ سے وہ نہایت  
 معمولی خلیفہ تھا۔

### علمائے معاصر

عبد بن حمید - ابوطاہر بن سرح - حارث بن مسکین - اعقری -  
 ابوحاتم بختانی - جاحظ



۱۔ تبیہ و اشراف صفحہ ۲۵۹ ۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۰  
 ۳۔ الفخری صفحہ ۲۲ -

# خلیفہ معتز ابو عبد اللہ

**نام و نسب** | ابو عبد اللہ معتز باللہ بن متوکل کی پیدائش ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ اس کی ماں کا نام قبیحہ تھا جو ام ولد تھی۔

**تعلیم و تربیت** | علی بن حرب سے علوم رسمہ کی تحصیل کی۔

**وزارت** | معتز نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے وزارت کو سنبھالا۔ ابو الفضل جعفر بن محمود اسکا فی کو ترکوں کے دباؤ سے وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ مگر یہ تھا علم و ادب سے نا آشنا، صرف زر پاشی سے امر کو خوش رکھتا تھا۔ معتز کو یہ پسند نہ تھا۔ جن ترک امراء کو فائدہ نہ پہنچا وہ ناراض ہو گئے۔ ابو الفضل کو علیحدہ ہونا پڑا۔ عیسیٰ بن فرغانشاہ کو وزارت پر سرفراز کیا۔ مگر ترکوں کی کش مکش سے زیادہ عرصہ تک وزیر نہ رہ سکا اور علیحدہ کر دیا گیا۔ احمد بن اسرائیل جو علم و کتابت میں لائق و فائق تھا اور معتز کا قدیمی کارپرداز رہ چکا تھا عہدہ وزارت پر سرفراز کیا گیا۔

**علوم میں** | معتز کے زمانہ میں علی ہادی بن محمد جواد جو شیعوں کے دسویں امام ہیں سامرا میں انہوں نے وصال فرمایا۔ اس کے بعد ان کے بیٹے حسن عسکری امام ہوئے۔ امام کا علم و فضل میں بڑا پایہ تھا۔ آپ نے ایک تفسیر قرآن بھی لکھی۔

زید نے طبرستان میں حکومت قائم کر لی تھی اور بغداد اور عراق کے شیعوں

۱۔ یعقوبی جلد ۲۳۔ ۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹ ۳۔ فہرست ابن ندیم۔



سے خط و کتابت نہ رہے تھے وہ پکڑ لئے گئے۔ معتز نے ان لوگوں کو سامراج کر زبیر لکھا۔  
 لکھا۔ کوئی زجر و توبیخ نہیں کی۔

**وصیف و بغا کی معزولی** | اتر کی امراء کے مشورہ سے وصف و بغا کو مستعین کی معاونت کے جرم میں معزول کر دیا۔ پھر سفارش پر بحال کر دیا اور جاگیریں جو ضبط کر لی گئی تھیں وہ واپس کر دی گئیں اور اپنے اپنے مناصب پر بحال کیا۔

**نائب سلطنت** | جس سال معتز تخت نشین ہوئی اسی سال اشناس مر گیا۔ جس کو واثق نے نائب سلطنت بنایا تھا۔ اس نے پچاس ہزار دینار چھوڑے جو بقی حکومت ضبط کئے گئے اور علی بن محمد بن عبد اللہ بن طاہر کو خلعت نیابت سلطنت عطا کیا اور اس کے دو تلواریں کمر میں باندھی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اس کو بھی معزول کیا اور اپنے بھائی ابوالاحمد کو نائب سلطنت بنایا اور اس کے سر پر چاندی کا تاج رکھا اور جو اہرات کا طرہ لگایا اور دو تلواریں اس کے بھی باندھیں۔ پھر اس کو بھی معزول کر کے نقش شریانی کو نائب بنایا اور اس کو تاج شاہی پہنایا گیا۔ اُس نے ایک سال بعد بغاوت کی مگر قتل کر دیا گیا اور اس کا معتز کے پاس بھیج دیا گیا۔

**مغاربہ اور اتراک** | معتصم باللہ کے عہد سے مغاربہ کی ایک فوج باقی رہ گئی تھی۔ اس میں باہم چل گئی اور اُن کے سردار محمد بن عون کے یہاں چھپ گئے۔ ترکوں نے ان سرداروں میں سے محمد بن ارشد اور نصیر بن سعید کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور ابن عون کو خلیفہ کی سفارش سے جلاوطن کر دیا۔

**حالات مساور خارجہ** | موصل کی گورنری پر عقبہ بن محمد خزاعی تھا اور پولیسر

افسر حسین بن بکیر تھا۔ مساور بن عبداللہ بن مساور بجلی خارجی بوارنج میں رہتا تھا۔ اس کے لڑکے حوشرہ کو حسین نے پکڑ لیا۔ اُس نے باپ کو لکھا کہ افسر پولیس میرے ساتھ فعل بد کرتا ہے۔ مساور نے خوارج کو جمع کیا اور موصل پر حملہ بول دیا۔ عقبہ بن محمد والی موصل سے زوردار مقابلہ رہا۔ ۲۵۲ھ میں ایوب بن عمر بن خطاب غلبی گورنر موصل بنایا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے حسن کو نائب کیا اور حمدون بن حارث محمد بن عبداللہ کو معہ فوج کے مساور کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مگر اس کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔

۲۵۵ھ میں عبداللہ بن سلیمان کو گورنر موصل کیا۔ اس کو بھی مساور نے شکست دے دی اور موصل پر قبضہ جمایا اور نماز جمعہ ادا کی۔ مگر ۲۵۶ھ میں اس کی جماعت میں سے عبید بن زہیر عمری نے اس کی مخالفت شروع کر دی۔ مگر کچھ بگاڑ نہ سکا۔ ۲۵۵ھ سے ۲۵۷ھ تک مساور نے عراق کے اکثر بلاد پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ بن بختایک عظیم الشان لشکر لے کر اس کے مقابل آیا۔ مگر بلا لڑے واپس آ گیا۔

**اوصاف** | معتز عیش و نشاط میں ہر وقت ڈوبا رہتا تھا، خوبیاں کم برائیاں زیادہ تھیں۔ مگر فصیح، بلیغ اور زبان آور خطیب تھا۔ تدبیر و رائے میں نہایت بے بہرہ تھا۔ اس کی ماں قبیمہ اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات انجام دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہر شخص کو امور مملکت میں تغلب و تصرف کا موقعہ ہاتھ آجاتا تھا اور معتز دیکھا کرتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کادہ ہائے سلطنت میں لوگوں کی نظروں سے بالکل اتر گیا مگر خود مزاج میں امامت اور نفاست کی شان رکھتا تھا۔ معتز نے اپنی سواری کے سارے کو خالص طلائی کا بنوایا تھا۔ ۲۵۷ھ

۱۔ تہذیب و اشراف صفحہ ۲۶۱ ۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲۹۔

**حلیہ** | رنگ گورا۔ چہرہ حسین، کالے بال، خوب صورت آنکھیں۔ وہ اتنا حسین تھا کہ اُس کے حسن و جمال کی نظیر تمام خلفاء میں نہیں ملتی۔

**خلع خلافت** | معتز ترکوں کے مقابلہ میں بہت ضعیف تھا۔ ان لوگوں نے جمع ہو کر امیر المومنین سے کہا کہ ہمیں کچھ دلوانیے کہ ہم صالح بن وصیف کو ٹھکانے لگا دیں۔ کیونکہ صالح سے معتز خوف زدہ تھا۔ ترکوں کی مانگ کو اپنی ماں سے روپیہ لے کر پورا کرنا چاہتا تھا مگر ماں نے صاف انکار کر دیا۔ یہاں خزانہ شاہی خالی تھا۔ عسکری ترکوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جاتیں۔ اس لئے مجبوراً معتز نے مناسب سمجھا کہ خلع خلافت کر کے اپنی آبرو اور جان بچالے جائے ترک بھی رضامند ہو گئے اور انہوں نے صالح بن وصیف اور محمد بن بقاء علی الحسن بن محمد ذکوان صالح، علی احمد بن اسرائیل کاتب وزیر کو ہمہ نوا بنالیا۔ دار الخلافہ میں ہتھیار بند ترک گھس آئے اور معتز کو بلا بھیجا۔ معتز نے کہا۔ میں نے دوا پی ہے اور کمزور ہوں اس لئے باہر محل سے نہیں آسکتا اس پر ترک برفروختہ ہو گئے اور محل میں گھس کر اس کی ٹانگ پکڑ کر گھیسٹتے ہوئے باہر لے آئے۔ پھر زرد و کوب کیا۔ گرمی کے دن تھے اُس کو دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ ذلیل کر کے کہا خلع کیوں نہیں کرتا؟ قاضی ابن ابوشوارب کو بلالائے اور اس سے خلع خلافت کرا لیا۔ پھر ترک بغداد سے سامرہ پہنچے۔ محمد بن واثق وہاں تھا۔ معتز نے خلافت اس کے سپرد کر دی اور خود اس سے بیعت کر لی۔

**آخری زمانہ** | معتز کا آخری زمانہ ترکوں کی وجہ سے بے حد کلفت سے گزر رہا تھا۔ اس کے جو قلمرو زمینگیں تھے اس میں سے کٹ کر نئی حکومتیں بن گئی تھیں۔ ۲۵۴ھ میں طولونیا ایک اور جدید حکومت کی بنا پڑی۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

**وفات** | بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک معتز کو پکڑ کر حمام میں لے گئے یہاں غسل کرایا۔ اس کو پیاس لگی تو پانی نہ دیا اور وہاں

سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلا دیا جس کے پیتے ہی معتز کا دم نکل گیا۔ یہ واقعہ ۸ شعبان ۲۵۵ھ کا ہے۔

اس کی نماز جنازہ مہندی نے پڑھائی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔  
معتز کی ماں بیٹے کے مرنے کے بعد صالح بن وصیف سے ملی اور ایک کروڑ تیس لاکھ دینار اور ایک چاہدانی جس میں بیش قیمت زمرہ لگے ہوئے تھے نذر کئے۔ ابن وصیف نے کہا پچاس ہزار دینار کی بدولت اپنے بیٹے کو قتل کر ڈالا۔ لہذا تم اب مکہ میں رہ کر عبادت کرو اور اس نے اس کو مکہ معظمہ بھیج دیا۔ وہاں وہ ۲۶۴ھ میں مر گئی۔

**ناکام حکمرانی** | معتز بفا کے خوف سے تمام عمر لرزہ بہ اندام رہا۔ اس کا زمانہ شورشوں اور انقلابات میں گزرا۔ اس کو انتظام سلطنت کا موقع نصیب نہ ہوا بلکہ عباسی حکومت کا ایک حقہ دولت صفاریہ کی شکل میں روٹا ہوا۔ اس کے سوا طبرستان پر زیدیوں کا قبضہ و تصرف ہوا۔

## علمائے عصر

سری سقطی - ہارون بن سعید الاملی - دارمی مصنف مسند -  
عقبی، مصنف مسائل القبیہ



۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹ و ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۶۸-۶۹ ۲۔ یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۲۶  
۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۰ ۴۔ ایضاً -

## دولت علویین اور دعوت آل محمد

حضرت امام حسینؑ کے بعد دعوت آل محمد کا سلسلہ بنو فاطمہ اور علویوں کی طرف سے شروع ہوا جس میں حضرت زیدؑ، نفیس ذکیہ وغیرہ مدعی خلافت ہوئے۔ ان کی مساعی، جانبازی، جان نثاری کا بنو عباس نے اپنی حسنِ قابلیت اور حسنِ تدبیر سے پھل پایا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں ان کا سکہ چل گیا جیسا کہ اس سے پہلے بنو امیہ کی حکومت کا چراغ جل رہا تھا۔ اس زمانہ میں بنو امیہ کا بچہ بچہ اس جرم میں کہ وہ خاندانِ خلافت کا آئندہ ایک ممبر ہوگا، قتل ہو رہا تھا۔ ہاشم بن عبد الملک کی اولاد سے عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام اس عام خونریزی سے بہ کمال بے کسی و بے مروت سامانی اپنی جان بچا کر بھاگا جس کی تفصیل ہماری "تالیف" خلافت ہسپانیہ" میں ہے۔

غرض کہ عبدالرحمن دیر یا کو عبور کر کے اندلس (ہسپانیہ) پہنچا۔ حکمرانی کی بوداغ سے نہ گئی تھی۔ اندلس کو عبدالرحمن بن یوسف فہری کے قبضہ سے نکال کر خود حکمرانی کرنے لگا۔ ایک برس خلیفہ سفاک کا خطبہ اندلس کی مساجد میں پڑھا گیا۔ پھر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اُس دن سے اندلس کو دولتِ اسلامیہ سے جس کے مالک بنو عباس ہو گئے تھے علیحدہ ہو گئے۔ پھر عبدالخلیفہ ہادیؑ ۱۶۲ھ میں علی بن حسن کا واقعہ پیش آیا اور ان کے سرگروہ حسین بن علی بن حسن مثنیٰ معہ ایک گروہ کے جو ان کے خاندان کے افراد تھے قتل کر ڈالے گئے۔

ازاں جملہ ادریس بن عبداللہ بن حسن مغرب اقصیٰ کی جانب چلے گئے اور بربروں میں اس زمانے سے اپنی دعوتِ آل محمد کی آڑ لے کر حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جس کا تفصیلی تذکرہ "خلافت ہسپانیہ" میں آچکا ہے۔ اس طرح سے مغرب کا علاقہ بھی بنو عباس کے دائرہ حکومت سے باہر ہو گیا اور وہاں ان کی ادریسیہ

حکومت مستقل قائم ہو گئی۔ بعد چندے جس وقت متوکل مارا گیا۔ اس وقت سے خلافت عباسیہ اور ضعیف ہو گئی اور ہر جہاد طرف سے گورنران صوبجات اسلامیہ کی خود مختاری کی صدائیں آنے لگیں۔ حکمرانی کی مشین کے پُرزے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور بجائے خود ایک مشین کے وہ قائم ہو گئے۔ بغداد میں بغاوت بھوٹ نکلی۔ علویہ نے اس موقع سے اٹھا کر بلاد اسلامیہ میں دعوت آل محمد کا نثارہ بجا دیا۔

چنانچہ المعتضد باللہ عباسی کے عہد میں ابو عبد اللہ شعیبی نے ۲۸۶ھ میں ازرقیہ پہنچ کر عبید اللہ المہدی بن محمد بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر الصفاق کی خلافت کی دعوت دی اور ان لوگوں سے عبید اللہ المہدی کی خلافت کی بیعت لی اور ازرقیہ کو بنوا غلب کے قبضہ سے نکال کر اس پر اور مغرب اقصیٰ مصر اور شام پر تفرق ہو گیا۔ پس ان کل صوبجات نے خلفاء بنو عباسیہ کے اقتدار سے نکل کر ایک جدید دولت کی صورت اختیار کر لی جو دو سو پتر برس تک قائم رہی۔

عہد مستعین میں علویہ سے حسن بن زید داعی نے ظہور طبرستان میں کیا۔ معتز کے عہد میں اسماعیل بن یوسف علوی نے مکہ میں خروج کیا اور حج کے موقع پر سولہ سو حاجیوں کو قتل کر ڈالا اور محمد بن جعفر کوفہ میں اُسٹھے۔ مزاحم بن خاقان نے اُن پر قابو پایا۔

۳۰۹ھ میں بنو حسین سے اطروش نے دولت و حکومت کا **اطروش علوی** | پتھر رکھا۔ پھر بنو علی سے عمر داعی طالقان کی حکومت زمانہ مقتدر میں قائم ہوئی۔ مین میں ۱۹۹ھ میں یحییٰ بن الحسین بن القاسم بن ابراہیم طباطبا کا ظہور ہوا جنہوں نے دولت زیدیہ کا آغاز کیا اور دولت علویہ زیدیہ قائم کی۔ طباطبائی نے ۳۸۸ھ میں انتقال کیا۔

۱۔ ابن خلدون جلد ۱، کتاب ثانی صفحہ ۲۰۵ ۲۔ طبری جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۹۴

۳۔ دائرہ معارف بستان جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۱ -



(صیغہ) صنعاء اور بلادین پر متصرف ہو گئے۔ اطراف بحرین اور عمان میں قرظ کا ظہور ہوا۔ یہ کوئٹہ سے ۲۶۹۰ عہد معتمد میں وارد بحرین ہوئے اور بصرہ اور کوئٹہ پر متصرف ہو گئے۔ پھر بحرین پر اکتفا کر کے حکومت قائم کر لی۔ بنو سامان ۲۷۰ھ میں ان کی دعوت دیتے رہے جن کی حکومت چوتھی صدی کے آخر تک قائم رہی ان کے تفصیلی حالات اس تاریخ میں آگے تحریر ہیں۔

## دولتِ زیدیه

حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ اپنے زمانے کے اقیانے وقت سے تھے۔ ”رے“ میں قیام تھا۔ کلا اور سالوس کے رئیس محمد و جعفر سپہاں دستم نے حسن بن زید کو مدعو کیا اور ان سے بیعت کی اور سلیمان بن عبداللہ بن طاہران دلوں طبرستان کا عامل تھا۔ اس کے زیر اثر کلا د سالوس تھے۔ سپہاں دستم نے تمام کاوندے سلیمان کے نکال باہر کئے اور کل صوبہ پر قبضہ جمایا۔ خلیفہ مستعین نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کو دلیم کے متقل حدود طبرستان میں کلا اور سالوس دو مقامات بصلہ مہم سیحی بن عمر جاگیر میں دیئے تھے۔ اس پر بھی حسن بن زید کا قبضہ ہو گیا۔ حسن کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے تو ”امل“ کی طرف رخ کیا۔

محمد بن اوس مقابلہ کے لئے آیا مگر ہزیمت کھا کر بھاگا۔ پھر شہر ساریہ مسکن سلیمان بن عبداللہ پر چڑھائی کی وہ تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ پھر ”رے“ بھی قبضہ و تصرف میں آ گیا۔ مستعین نے یہ رنگ دیکھ کر وصیف ترک کی کو بھیجا کہ وہ ہمدان پہنچ کر اس سیلاب کو روکے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

حسن بن زید نے ایک قطعہ دولتِ طاہریہ کا اور ایک قطعہ خلافتِ عباسیہ کا فتح کر کے اپنی حکومت قائم کر لی جن میں دلیم اور طبرستان کے کوہستانی



سلسلے شامل تھے۔

نام		
۱	حسن بن زید بانی حکومت	۲۴۵۰ تا ۲۴۰ھ
۲	محمد بن زید قائم بالحق	۲۴۹ھ
۳	کچھ عرصہ سامانی قابض رہے	
۴	حسن اطروش بن علی بن حسین بن علی بن عمر	۳۰۴ھ
	بن امام زین العابدین -	
۵	حسن بن قاسم	۳۵۵ھ

ایک صدی تک یہ دولت زیدیہ رہی۔ بنی سامان نے محمد بن زید کو قتل کر کے ۳۲ سال قبضہ رکھا۔ حسن اطروش نے لڑ کر اپنا ملک واپس لے لیا۔ پھر ایک جنگ میں وہ شہید ہوئے تو حسن بن قاسم نے عنان حکومت سنبھالی۔ مگر اولاد اطروش برسرِ پیکار رہے۔ آخر زیدیوں کے ہاتھ سے یہ حکومت ۳۵۵ھ میں نکل گئی۔

## دولتِ طولونیہ

مصر میں دولتِ طولونیہ کا قیام | خلیفہ معتز کے عہد میں بنی مصر میں  
دولتِ طولونیہ قائم ہوئی معتز نے

۱۔ ابن اثیر و مسعودی جلد ۳ ص ۳۰۳ -

بابکیال ترکی کو مصر کا گورنر کیا۔ اس نے احمد بن طولون کو اپنا نائب بنا کر معہ فوج مصر بھیجا۔ احمد بن طولون رمضان ۵۵۴ھ میں مصر پہنچا۔ اس وقت یہاں کے

لے احمد بن طولون کا باپ طولون ترکی غلام تھا اس کو ۵۲۳ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے مامون کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیج دیا تھا۔ ۵۲۳ھ میں سامرا میں ان کے یہاں احمد ۵۲۳ھ میں پیدا ہوا اور طولون ۵۲۳ھ میں فوت ہوا۔ احمد کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی۔ علم حدیث سے دلی لگاؤ تھا۔ طرطوس کے محدثین سے سماع حدیث کیا۔ صلحاء و اخبار کی صحبت بہت مرغوب تھی۔ ابن خلکان کا بیان ہے -

کان احمد عادلاً جواداً شجاعاً	” احمد میں عدل پروری، فیاضی، شجاعت و
متواضعاً حسن السیرۃ صادق	بہادری حسن سیرت، فراست تمام ادھار
الفراسة یباشم الامور بنفسه	جمع تھے وہ جملہ فرائض بذات خود انجام
ولیم البلاد ویتفقہ احوال	دیتا تھا۔ علیا کے حالات معلوم کرتا
الوعایا ویحب اهل العالم وکانت	تھا۔ شہروں کو بیاتا تھا اور اہل
له مائدة محضرها کل يوم الخاص	علم کو بہت دوست رکھتا تھا اس کا
والعام وکان له الف دینار فی	دستر خوان عام و خواص ہر شخص کے لئے
کل شهر للصدقة -	وسیع تھا۔ ایک ہزار دینار روزانہ
لے	خیرات کرتا تھا۔

بعد تحصیل علوم دینی احمد سلمہ میں سرکاری عہدہ پر ممتاز ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے عباس وزیر عبید اللہ بن یحییٰ سے طرطوس کا تبادلہ کرایا۔ مستعین اس پر بہت مہربان تھا۔ جب مستعین قید کیا گیا یہ نگران بنا۔ معتز کی ماں قبیسہ نے اس کو انعام کا لالچ دے کر مستعین کو قتل کرانا چاہا۔ اس نے اپنی جگہ احمد بن محمد کو مقرر کر کے الگ ہو گیا۔ معتز کے عہد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۳۸۸ پر)

لے دفعات الاعیان جلد اول ص ۵۴ لے ابن خلکان جلد ۵ ص ۳۵ طبری جلد ۲ ص ۱۰۴ -

حاکم خراج ابن مدبر کا مصر میں سکھ جما ہوا تھا۔ ابن طولون نے اُن کا رنگ کچھ دنوں میں اکھاڑ پھینکا۔ خلیفہ مہمدی کے زمانے میں اسکندریہ کی حکومت بھی اس سے متعلق ہو گئی۔ اس سے اس کی قوت و عظمت و شکوہ میں اضافہ ہو گیا۔ لے ماجور سابق عامل مصر کی لڑکی اس کو منسوب تھی۔ مصر میں اس قدر شوکت حاصل کر لی کہ مساجد کے ممبر پر خلیفہ اور ماجور کے بعد احمد بن طولون کا نام خطبوں میں شامل کر لیا گیا۔

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ ۳۸۷ سے آگے)  
 ۲۵۸ھ میں مصر کا مستقل والی بن گیا۔ وہاں کے لوگ اس کے حسن انتظام اور پسندیدہ اخلاق کی وجہ سے بہت خوش تھے۔  
 ابن طولون ۲۷۷ھ میں فوت ہوا۔  
 اس کے خاندان میں ۲۹۲ھ تک حکومت رہی پانچ امیر ہوئے۔

- ۱۔ احمد بن طولون (۲۵۴-۲۷۰)
  - ۲۔ خمار ولیہ بن احمد (۲۸۲ھ)
  - ۳۔ جیش بن خمار یہ (۲۸۳ھ)
  - ۴۔ ہادون بن خمارویہ (۲۹۲ھ)
  - ۵۔ شیبان بن احمد بن طولون (۲۹۲ھ)
- یہ حکمران تخت دولت عباسیہ تھے۔ احمد کی یادگار جامع طولونیہ ہے۔۔۔  
 لے دفات الاعیان جلد اول صفحہ ۵

# خلیفہ ہندی باللہ

**نام و نسب** | المہتدی باللہ (خلیفہ الصالح) محمد ابو محمد اسحاق بن مامون واثق بن معتمد بن ہارون الرشید، ایک ام ولد درودہ نامی کے بطن سے اپنے دادا کے خلافت کے زمانہ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوا مگر یعقوبی لکھتا ہے۔ وامہ ام ولد یقال لها قرب یہ

**بیعت خلافت** | پولیس افسر سلیمان بن عبد اللہ نے شاہی رکن امیر الدین احمد کو بیعت کے لئے بلایا۔ اہل بغداد بھڑک گئے۔ اتنے میں امیر یا جوج تیس ہزار اشرفیاں لے کر گیا۔ مگر شورش کو بڑھتا دیکھ کر مردان آکر ٹھہرا اور روپیہ سامنے منگا کر بغدادیوں پر تقسیم کیا جب لوگوں نے بیعت کی۔

**وقائع** | تخت خلافت پر شکن ہو کر سب سے پہلے اُس نے لہو و لعب کے انسداد پر توجہ کی۔ گانے بجانے حرام کر دیئے اور عاملان سلطانی کو حکم بھیجا

کوئی ظلم نہ کرنے پائے اور عدل و انصاف کو ہر عامل پیش نظر رکھے۔ حکومت کے جس قدر دفاتر تھے اُن کو سختی سے جانچا کرتا اور اس کا انتظام معقول کیا خود اجلاس کیا کرتا اور منشیوں کو سامنے بٹھا کر حساب کتاب کرتا۔

جعفر بن محمود جو شیعی عقیدہ رکھتا تھا اُس کو سرمن رائے سے بغداد بھیج دیا۔ اس کی حرکتوں سے سخت نفرت تھی۔ اس کی دین داری کا اثر عوام اور فوج پر بھی پڑا۔

۱۔ یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۲۷ تا تاریخ الخلفاء ص ۲۵۱ -

**وزارت** خلیفہ ہندی باللہ نے محمود بن جعفر اسکانی کو وزارت کے عہدہ پر ممتاز کیا۔ مگر وہ مرضی مبارک کے موافق نہ تھا اس کو علیحدہ کر کے سلیمان بن وہب بن سعید کو سرفراز فرمایا۔

سلیمان کا خاندان امیر معاویہ کے زمانہ سے کتابت میں نامور چلا آتا تھا۔ سعید آل برمک کا کاتب خصوصی ایک زمانہ سے رہ چکا تھا۔ وہب جعفر بن یحییٰ اور ذوالریاستین کے یہاں کاتب رہا۔ سلیمان چودہ سال کے سن میں ماموں کے دفتر میں ملازم ہوا تھا۔ اس کے بعد امیر ایتاخ ترک اور امیر شناس کا کاتب رہا۔ یہ شخص نشانہ پر داری اور ادب میں بے مثل اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھا۔

**قاضی** منصب قضاہ چرس بن محمد ابی شوارب کو ممتاز کیا۔

**حجابت** صالح بن وصیف، موسیٰ بن بغاء، عبداللہ بن دکین عہدہ حجابت پر مامور ہوئے۔

مگر خلافت عباسیہ کا نظام مملکت بہت بگڑ چکا تھا۔ ہندی اپنی سعی میں ناکام رہا۔ کیونکہ ایوانِ حکومت میں خود غرض امراء کا مجمع تھا انہیں ذاتی مفاد کے سوا حکومت کی فلاح و بہبود سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ اُسے سلطنت اور جان دونوں خلافت عباسیہ کے پھینٹ دینی پڑی۔

**فتنہ مساور خابجی** معتز کے زمانہ میں مساور کا اقتدار بڑھ چکا تھا ۳۵۵ھ میں موصل پر حملہ آور ہو کر عبداللہ بن سلمان عامل موصل کو ناکار خود قابض و مقرب

ہو گیا پھر حدیث "چلا گیا اس زمانہ میں اسکی جماعت کے ایک کن جلید سے مذہبی مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ اُس نے اس کے مذہبی خیالات سے برا اثر لیا اور گمراہ سمجھ کر اس سے جدا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو لیکر مساور کے مقابل آیا۔ ادھر مساور نے عراق کی آمدنی دار اعلیٰ لانڈی سے روک دی۔ حکومت نے موسیٰ بن بغا اور بابک بال کو اس کے استیصال کے لئے بھیجا۔ مگر وہ اس کے

مقابل نہ آئے اور ہمت ہانک کر لوٹ گئے۔ ابھی یہ فتنہ ختم نہ ہوا تھا کہ ایک اور فتنہ صاحب الزنج اٹھ کھڑا ہوا۔

**فتنہ صاحب الزنج** | علی بن عبد اللہ المعروف بہ صاحب الزنج قبیلہ عقیس کا معمولی آدمی تھا۔ ابتداء میں متفرک درباریوں کی مصاحبت کرتا تھا۔ دولت عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر

اُسے بھی قسمت آزمائی کا حوصلہ پیدا ہوا۔ اس نے اپنے کو علوی رکن بتا کر بحرین و شیعان علی کا مرکز بنایا وہاں جا کر کہا کہ میرا نام علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ ہے اور اس نے مظلوم حبشیوں کو اپنا ہمنا بنا لیا۔ لاکھوں حبشی ان دنوں غلامی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا نہ کوئی سر دھرا تھا کہ ان کو حکمران طبقہ سے آزاد کرائے۔ صاحب الزنج ان کا قائد بنا اور ان سے کہا کہ میں ان کی آزادی کا ذمہ دار ہوں۔ اگر ان کا کوئی آقا مزاحم ہو گا اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں۔ اس نے اعلان کیا کہ ہر غلام حبشی اپنے آقا کو چھوڑ کر یہاں چلا آئے وہ آزاد ہے۔ چنانچہ اس تدبیر سے ہزار ہا اس کے جھنڈے تلے حبشی آ گئے۔ اس مناسبت سے صاحب الزنج مشہور ہو گیا۔

ان حبشیوں کی جماعت سے عراق میں قیامت پیا ہو گئی۔ حبشیوں نے اپنے آقا اور ان کے عزیز و اقارب سے انتقام لیتے ہوئے مسلمانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگے پھر تو جاوے جا مظلوم توڑنے شروع کر دیئے جس سے دنیا نے اسلام میں کھلبلی مچ گئی۔ بحرین، بصرہ، ایلہ اور کربلا میں صاحب الزنج نے آفت پکڑ دی۔

لطف یہ تھا کہ دعوت تو آل محمد کی تھی۔ مگر عقائد خارجیوں کے رکھتا تھا اور کبھی عباسیت کا مدعی بن جاتا۔

حکومت کی جانب سے ابو ہلال ترک کی چار ہزار کی جمعیت سے صاحب الزنج

کے مقابلہ پر نمریان پر آیا۔ مگر جشیوں کی یلغار سے شکست کھا گیا۔ بعد اس کے ابوالمصنوع ایک عظیم الشان لشکر لے کر زنگیوں (جشیوں) کی گوشالیوں کو چلا۔ اس لشکر میں مقطوعہ (والنظیر) اور بلا لیبہ اور سعدیہ کی فوجیں بھی شریک تھیں۔ صاحب الزنج سے مقابلہ کیا۔ مگر ناکامی کا منہ عسکر شاہی کو دیکھنا پڑا۔ صاحب الزنج کی اس کامیابی سے جرأت اور بڑھ گئی۔ پھر وہ بصرہ کی طرف خود بڑھا۔ جعلان ترکی اہل بصرہ کی کمک پر سامرہ سے آیا۔ اُس کو بھی غفلت میں زنگیوں نے لے ڈالا۔ پھر جماعت زنگی کامرانی حاصل کرتے ہوئے ایلمہ پر حملہ آور ہوئے اور گورنر ابو الاخض عبد اللہ بن حمید معہ گروہ کثیر کے مار ڈالا گیا۔ ایلمہ میں آگ لگا دی۔ یہ شہر جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ پھر ”اہواز“ کو جا کر زنگیوں نے ٹوٹا۔ مہندی کے بعد معتمد نے سعید بن صالح حاجب کو زنگیوں کی گوشالی کے لئے بھیجا۔ اس نے آتے ہی ان سیہ بخت زنگیوں کو سخت ہزیمت دے کر ہزار ہا کاٹ ڈالے اور اُن کی قوت کو توڑ کے رکھ دیا۔ اور ان کے پاس جو کچھ تھا وہ سب لوٹ لیا۔

**موسیٰ بن بغا** موسیٰ بن بغا ”رے“ سے ”سمرن رائے“ صالح بن وصیف کے قتل کے ارادے سے آیا تاکہ معتز کے خون کا بدلہ اُس سے لے۔ موسیٰ نے خلیفہ مہدی سے باریابی کا اذن مانگا۔ خلیفہ اس وقت دارالعدل میں بیٹھا ہوا مقدمات فیصلہ کر رہا تھا اُس نے انکار کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے خود سمرانہ اس پر نرغہ کیا اور اُس کو دارالعدل سے اٹھا کر ایک ٹھو پر جبریہ سوار کر لیا اور وار ناجوہ میں لے جا کر وہاں تنہائی میں خلیفہ سے امیر موسیٰ نے کہا۔ اے امیر المومنین! آپ صالح کی طرفداری نہ کریں۔ مہندی نے یہ رنگ دیکھ کر حلف اٹھا لیا تو موسیٰ نے معذرت کی اور بیعت بھی کر لی۔ مگر پھر صالح کے پیچھے موسیٰ اور مہندی میں چٹخ گئی۔ یہاں تک کہ موسیٰ سے خلع خلافت کی گفتگو ہونے



لگی اور اس درجہ بات بڑھ گئی کہ مہندی نے تلوار نکال لی اور کہا :-  
 ”موسیٰ بن بغا مجھے تمہارا ارادہ معلوم ہو گیا ہے۔ مجھے تم مستعین اور  
 معتز کی طرح نہ سمجھنا۔ واللہ میں اس وقت غضب ناک ہوں اور اپنی  
 جان سے مایوس ہو کر وصیت کر چکا ہوں۔ تلوار کا قبضہ جب تک  
 میرے ہاتھ میں ہے بہت سوں کی جان لے کر مروں گا۔ آخر دین اسلام  
 اور حیا بھی کوئی چیز ہے۔ خلفاء کی دشمنی اور خدا کے خلاف جرات  
 کمرنی سخت باعث وبال ہے اور مجھے صالح کا ہرگز علم نہیں ہے  
 کہ وہ کہاں ہے“

یہ سن کر موسیٰ اور اس کے ساتھی خاموشی سے دربار سے اٹھ گئے۔  
**صالح کا قتل** | صالح کی تلاشی میں موسیٰ نے اپنے آدمی لگا دیئے۔ دس ہزار دینار  
 پتہ لگانے والوں کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ صالح ایک گوشہ  
 مکان میں سو رہا تھا۔ غلاموں کی نظر پڑ گیا۔ انہوں نے موسیٰ کو مطلع کیا۔ اس کے  
 آدمیوں نے جا کر صالح کو گرفتار کر لیا اور قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر شہر میں  
 تشہیر کرایا۔ امراء کی خود سری کے اس واقعہ کا اثر مہندی نے بہت کچھ لیا۔  
 موسیٰ ”سن“ کی طرف روانہ ہوا تو مہندی نے اس کے ایک ترک ساتھی  
 باکیال کو لکھا کہ امیر موسیٰ اور دوسرے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔ باکیال نے  
 یہ خط باب خلافت کا آیا ہوا امیر موسیٰ کو دکھا دیا۔ وہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔  
 پہلے باکیال کو دار الخلافہ بھیجا۔ پھر خود مہندی کے قتل کا قصد کر کے وہیں سے لوٹا۔

**وفات** | موسیٰ نے آکر مہندی پر نرغہ بول دیا۔ اہل مغرب اور فرغانہ نے خلیفہ  
 کی حمایت میں کسر نہ اٹھا رکھی اور خوب خوب مقابلہ کیا۔ امراء کے  
 ساتھیوں میں سے صرف ایک دن میں چار ہزار ترک قتل ہوئے۔ کئی روز لڑائی

کے بعد خلیفہ کی فوج نے شکست کھائی اور خلیفہ دارشجاعت دیتا ہوا گرفتار ہوا۔ دشمنوں نے اس کے خصیتین دبا کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ جب ۲۵۶ھ کا تھا۔ مہندی نے صرف گیارہ ماہ چند دن فرائض خلافت انجام دیئے۔

**زوالِ سلطنت عباسیہ** | مہندی کے زمانے میں سلطنت کی خرابیاں اس درجہ پر پہنچ چکی تھیں کہ ان کی اصلاح مہندی جیسے متقی اور سلیمان بن وہب وزیر فاضل سے نہیں ہو سکتی تھیں۔ ترک اپنی جہالت سے ایسی حرکتیں کر رہے تھے کہ وقارِ خلافت عوام کے قلوب سے اٹھنا جا رہا تھا۔ عوام بھی ان کی سخت گیریاں جھیل جھیل کر بزدل بن گئے تھے۔ باشندگان بغداد جب مہندی کو ترکوں نے ترغہ میں کر لیا تو اس کی حفاظت جان کے لئے مسجدوں میں دعائیں کر رہے تھے خود کسی قسم کی معاونت نہیں کر سکتے تھے۔

مہندی کے زمانے میں دولتِ عباسیہ کا اور ملک کا حقہ بھی علیحدہ ہو گیا۔ دولتِ طولونیہ قائم ہوئی۔

یعقوبی لکھتا ہے :-

**صفاتِ مہندی** | ”و ظهرت من المہندی سیرت حسنة و مذاہب محمودہ و جلس للنظام بنفسه و ناشر الامور بحسبہ و وقع فی القصص بخطه و ابطال الملاہی و قدم اہل العلم“

مہندی نہایت متقی تھا تہذیب و شائستگی، علم و فضل میں اور اعتدال و میان روی اور امانت داری و دینداری میں تمام مشہور خلفائے نبو عباس میں قریب قریب ویسا ہی تھا۔ احکامِ خدا کے ابراء میں سخت تھا۔ شجاع تھا مگر اس کو مددگار نہ ملا۔ خطیب بغدادی لکھتا ہے ”خلیفہ ہونے کے وقت سے لے کر قتل ہونے تک روزہ رکھتا رہا۔ رکوع و سجود میں رات کا بڑا حصہ گزارتا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۲ ۲۔ ایضاً ۲۵۴ ۳۔ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۲۴ ۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۴

**زہد و ورع** | ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ رمضان میں شام کے وقت مہندی کے پاس میں بیٹھتا تھا۔ جب میں چلنے لگا تو مہندی کہنے لگا۔ ہاشم بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر ہم نے افطار کیا اور نماز پڑھی۔ مہندی نے کھانا مانگا تو ایک بیکری ڈلیا میں کھانا آیا۔ اس میں پتلی پتلی روٹیاں تھیں اور ایک برتن میں تھوڑا سا نمک دوسرے میں مرکہ اور تیسرے میں زیتون کا تیل تھا۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا اور دل میں سوچا۔ کھانا اور بھی آتا ہو گا۔ مہندی نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ کیا تمہارا روزہ نہ تھا۔ میں نے کہا۔ تھا! پھر پوچھا کہ کیا کل روزہ نہ دکھو گے؟ میں نے عرض کیا۔ دکھوں گا اور عرض کیا۔ امیر المؤمنین! یہ تو ماہ رمضان ہے۔ خلیفہ بولا۔ پھر تو اچھی طرح سے کھاؤ اور اُمید نہ دکھو کہ اور کھانا آئے گا۔ کیونکہ اس کے سوا اور میرے لئے کھانا نہیں ہے۔ یہ سن کر مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے تعجب سے پوچھا کہ امیر المؤمنین یہ کیا معاملہ ہے؟ خدا نے آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔

مہندی نے کہا۔ بات یہ ہے کہ بنو امیہ میں عمر بن عبدالعزیز سا شخص پیدا ہوا اور بنی ہاشم میں نہ ہو۔ اس لئے میں نے یہ طور اختیار کیا ہے۔

**لباس صوف** | مہندی سادی وضع سے رہتا تھا۔ دربار میں لباس فاخرہ پہنتا۔ مگر مدتوں ایک جوڑا استعمال میں رہتا۔ ورنہ گھریں صوف کا لباس پہنتا تھا چنانچہ نفلویہ کا بیان ہے۔

”مہندی کے پاس ایک جامدانی تھی کہ جس میں ایک گمرۃ صوف کا اور ایک چوڑا کپڑا رہتا تھا۔ مہندی اُس کو رات کو پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا۔“  
بنی عباس کا ایوان عیش و عشرت بدل کر بوریا لے فقر محلات میں پہنچا دیا۔  
اس کی سادہ زندگی زہد کا نمونہ تھی۔

**عدل و انصاف** | مہندی کی سیرت میں سب سے نمایاں اس کا عدل و انصاف اور ادا و نواہی کا قیام ہے۔ اس نے عدل کے لئے

ایک خاص عمارت قبۃ المظالم کے نام سے بنوائی۔ جہاں روزانہ بیٹھ کر عوام و خواص کی داد رسی کیا کرتا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے اس کے لڑکے پر دعویٰ کیا۔

مہندی نے شہزادے کو عدالت میں طلب کیا اور مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعوے کی سماعت کی۔ شہزادے نے اقرار کر لیا۔ مہندی نے اس وقت مدعی کا حق دلوا دیا۔

عبداللہ بن ابراہیم اسکافی نے تعریف کی۔ مہندی بولا۔ میں اس آیت قرآن پر عامل ہوں۔ **وَنَضَعُ الْمَوَازِئَتِ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ** الخ اور بے اختیار رو پڑا۔

علامہ فخری کا بیان ہے کہ مہندی نے اپنے تمام متعلقین کو ظلم و تعدی سے حکماً روک دیا تھا۔

**علماء کی قدر دانی** | مہندی کی علمی استعداد کو معمولی تھی۔ مگر شاہی علمی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ علوم دینی کا اثر اسلاف سے پایا تھا۔ علماء اور اہل کمال کی توقیر و منزلت بہت کرتا تھا۔ ایک علماء کی جماعت اس کے پاس نہ تھی۔ بڑے مرتبہ کے فقہاء اس کے دربار سے منسلک تھے۔ ان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کیا کرتا تھا۔

**اتباع سنت** | اتباع سنت کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ اپنے بزرگوں جنہوں نے عجمیوں کے مانند حکومت کی شان بنا رکھی تھی ان کے محلات تھا۔ چنانچہ محلات جو گوارہ عشرت تھے اس کے لوازمات کو ختم کیا۔ نفرتی و طلائی

۱۔ تاریخ خطیب جلد ۳ صفحہ ۳۲۹ ۲۔ مروج الذهب جلد ۶ ص ۷۲ ۳۔ ایضاً  
۴۔ مسعودی جلد ۸ ص ۱۹ ۵۔ مروج الذهب جلد ۶ صفحہ ۱۹۔

ظروف گھلوا دیئے اور اُس کے سٹکے ڈھلوائے گئے۔ ایوانِ عشرت کو بے حد سادہ صورت  
 میں اُس نے بنادیا۔ خلفائے عباسیہ نے مینڈھوں اور مرغوں کو اپنی تفریح طبع کے لئے  
 محل میں رکھ چھوڑا تھا اُن کو ذبح کرادیا۔ جانور خانہ جس میں درندے پلے ہوئے تھے  
 مروا ڈالے۔ وہ فرش و فرش جن کا استعمال شرعاً ممنوع تھا اپنے محل سے ہٹوائے۔  
 باپ دادا نے دسترخوان کا خرچ دس ہزار درہم روزانہ کا قراہ دے رکھا تھا گھٹا کر  
 سو درہم کر دیا۔ خود اس میں سے بہت قلیل خرچ اپنی ذات پر کرتا عموماً روزہ  
 رکھا کرتا تھا۔

**محبت اہل بیت** حضرت علیؑ سے خصوصیت سے محبت رکھتا تھا۔ اُن  
 کا ایک خطبہ محمد بن علیؑ سے پوچھ کر قلمبند کیا اور روزانہ  
 تنہا مکان میں رو کر اُس کو پڑھا کرتا۔  
**حلیہ** قدیمیانہ، بدن حسین، پیشانی چوڑی، البتہ آنکھیں کنجی، پیٹ بڑا، ڈارھی  
 لابی تھی۔ سر پر بال کم تھے۔



## خليفة معتمد على الله

**نام و لقب** احمد بن جعفر متوکل نام تھا۔ کنیت ابو العباس تھی۔ لقب معتمد علی اللہ تھا۔ ام ولد فقیان نامی خاتون کے بطن سے تھا۔

**تعلیم و تربیت** شاہی خاندان میں تعلیم و تربیت ہوئی۔ اس کے اوائل عمری میں دارالخلافت علوم و فنون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ معتمد پر بھی اثر پڑے بغیر نہ رہا۔

**بیعت خلافت** مستدری کے عزل کے وقت معتمد "وسق" مقام میں قید تھا۔ ترکی امراء نے قید خانہ سے لا کر تخت خلافت پر بٹھایا۔ اس وقت معتمد کی عمر پچیس سال کی تھی۔

۱۶ رجب ۲۵۶ھ کو موسیٰ بن ہفا و دیگر اعیان سلطنت نے بیعت کی اور المعتمد علی اللہ لقب سے ملقب کیا۔

**وزارت** اعوان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی وزراء پر نظر ڈالی۔ عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو منصب وزارت تفویض کیا۔ پھر حسن بن مخلد بن براج، سلیمان بن وہب، ابوالصفر اسماعیل بن ببل، ابوبکر بن صالح، بن شیر ناد، یکے بعد دیگرے وزارت پر وقتی ضرورت کے لحاظ سے مرفوز ہوتے رہے۔ آخر میں عبید اللہ بن سلیمان وزیر اعظم تھا۔

**عامل مشرق** معتمد نے اپنے بھائی موفق طلحہ کو مشرق کا عامل بنایا اور اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنا کر مصر و مغرب کا گورنر کیا اور اس کو

خلافتِ باپ نے مفوض الی اللہ سے خطاب فرمایا۔

**قضاء** | منصبِ قضاۃ پر حسن بن محمد بن ابی الشوارب برقرار رکھے گئے۔ اگے چل کر اُن کے بھائی علی بن محمد کو قضاۃ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔  
**حجابت** | اس منصب پر یاجوج ترکی۔ کیفلغ ترکی حسن بن تہرنگ بخاش۔ یکتر فائز ہوتے رہے۔

**طوائف الملوک** | معتمد نے عنانِ حکومت اُس وقت ہاتھ میں لی جبکہ قلمروِ دولتِ بنی عباس میں ہر جگہ بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔ شورش اور ہنگامے آئے دن ہوتے رہتے۔ سجستان، کرمان، فارس پر دولتِ صفادیہ کا اقتدار تھا۔ خراسان سے بھی حکومت طاہریہ کا اقتدار، صفادیہ کے غلبہ سے کمزور پڑتا جا رہا تھا۔ طبرستان اور جرجان وغیرہ پر دولتِ ندیریہ کا قبضہ تھا۔ ماوراء النہر پر ایک نئی حکومت سامانیہ کے نام سے قائم ہو رہی تھی۔ شمالی افریقہ پر دولتِ اغالیہ کا قبضہ و تصرف تھا۔ بصرہ اور ایلہ اور کوفہ دجلہ وغیرہ پر صاحب الزنج چھایا ہوا تھا۔

**والی شام کی بغاوت** | دولتِ عباسیہ کے قلمرو کے حصہ ہو چکے تھے جو ملک باقی تھے اُن میں بھی آئے دن بغاوت ہوتی رہتی۔ شام میں عیسیٰ بن شیخ خلافتِ آب کی طرف سے والی تھا۔ اس نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر شورش پر کمر باندھی۔ مہندی کے وقت میں ابن شیخ نے کچھ ہاتھ پیر نکالے تھے مگر یہ فتنہ بڑھنے نہ پایا۔ معتمد کے زمانے میں اپنی قوت کے بل بوتے پر سرکاری خراج بھیجنا بند کر دیا اور اس پر طرہ یہ کہ مصر سے جو خراج دالا الخلافہ بھیجا گیا اس کو راہ میں روک لیا۔ معتمد تک عیسیٰ کی خود سری کی خبر پہنچی۔ اس نے دور بینی کو کام میں لاکر بجائے سرزنش کرنے کے ارمینہ کے علاقہ



کی حکومت اس کو اور عطا کر دی۔ یہ طریقہ خلافت ماب کا بڑھتی ہوئی شورش اور بغاوت کے خاتمہ کے لئے بہترین ثابت ہوا۔ عیسیٰ بن شیخ اس مراحم خسروانہ کو دیکھ کر خلیفہ سے غدر خواہ ہوا اور اطاعت کا حلف اٹھایا اور بیعت کربلی۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر انحراف کیا۔

معمت نے دمشق کا والی امیر ماجور ترک کی کو کیا۔ عیسیٰ کو ناگوار گزرا۔ اس نے اپنے لڑکے منصور کو آماجور سے مقابلہ کرنے کو بھیجا۔ وہاں ایک پختہ کار ترک اور منصور نو عمر اور نوخیز کیا مقابلہ کرتا۔ آخرش اس معرکہ کے نذر منصور چڑھا۔ اس کے ساتھی تاب مقابلہ نہ لاسکے اور یہ اماجور کے ہاتھ لگ گیا۔ اس نے منصور کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے عیسیٰ بن شیخ کے حوصلے پست ہو گئے اور اس قدر بیٹھے مرنے سے دلگیر ہوا کہ اس نے شام کی ولایت چھوڑ دی اور مدینہ کا رخ اختیار کیا۔

**شورش صاحب الزنج** | صاحب الزنج کا اقتدار متمدی کے زمانے سے

بڑے حصہ پر تابض ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ ۲۵۲ھ سے ۲۶۰ھ تک اس علاقہ کے مسلمانوں پر بلاؤں کا ٹوک، سن مانے بڑے مظالم توڑے۔ گو عباسی افواج سے مقابلے ہوئے مگر اس کو ہی ہر معرکہ میں کامیابی رہی۔ آخرش خلافت ماب کی فوج کے ہاتھوں زنگیوں کا سرغنہ بہود نامی مارا گیا جو اپنے کو رسول کہتا تھا۔

صاحب الزنج کا دوسرا ساتھ مہلبی تھا۔ اس نے محلہ مقبرہ بنی یشکر میں ایک منبر تیار کر کے جمعہ کے دن صاحب الزنج کے نام کا خطبہ پڑھا شیخین پر رحمت اور دیگر پر تبرا بھیجتا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے اہل بصرہ کو تباہ و برباد کیا۔ اس کے خوف سے صہا بصری جنگلوں میں جا چھپے۔ بھریوں کی جان و مال کے علاوہ

عزت و ابرو بھی اُن کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی۔ سادات کی خواتین کو لوٹدی بنایا اور  
نیلام کیا۔ پندرہ سال تک مسلسل ایسے ظلم کے برصوف پہلی نے ۱۵ لاکھ مسلمان قتل کئے۔  
موفق خود عسکر عباسیہ کی کمان لے کر میدان میں آگیا اور اپنے تہور و شجاعت  
سے زنگیوں کی ایسی خبر لی کہ ہزار ہا کھیت رہے۔ آخر کار ۲۶ھ میں صاحب الزنج کا  
خاتمہ کر کے خلق اللہ کو اس کے ظلم سے موفق نے نجات دلائی۔ ۱۵ھ

مؤرخین کا بیان ہے کہ اس نے اور دوسرے ساتھیوں نے ایک کروڑ مسلمان تلوار  
کے گھاٹ اتارے۔ ۱۵ھ موفق (برادر معتد) نے اس مہم کو سر کر کے بلاد اسلامیہ میں  
زنگیوں کی واپسی اور امن دینے کا اعلان کر دیا۔ چند دنوں تک امن و امان کرنے  
اور انتظام کے خیال سے موفقہ میں مقیم رہا۔ بصرہ، ایلہ کو رد جہ کی حکومت محمد بن حماد  
کو عنایت کی اور اپنے بیٹے ابو العباس کو جس نے زنگیوں کے مقابلہ میں داد شجاعت  
دی تھی۔ بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ ابو العباس ۱۵ھ جمادی الثانی ۱۵ھ کو داخل بغداد  
ہوا۔ اہل بغداد نے بڑی خوشی منائی۔ سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔ ۱۵ھ

۲۶ھ میں موفق، ابن طولون کے خلاف ہو گیا۔  
**واقعات احمد بن طولون** اور اس کو مصر سے معزول کر دینے کی دھمکی

دی۔ اس پر ابن طولون، جو مصر میں صاحب اقتدار بن چکا تھا۔ اس نے نائب  
سلطنت کو سخت جواب دیا۔ موسیٰ بن بقاء کی ماتحتی میں موفق نے لشکر بھیجا۔ رقبہ  
میں پہنچ کر کئی رسل سے ابن بقاء کو لوٹنا پڑا۔ مگر معتد نے رنگ دیکھ کر بھائی موفق  
کی مرضی کے خلاف ابن طولون کو طرطوس کی ولایت کا فرمان لکھ بھیجا۔ کیونکہ وہاں  
اُسے دن رومی حملے ہوتے رہتے تھے۔ ابن طولون نے خلافت ماب کے فرمان کے  
بموجب سرحد کے علاقہ میں جا کر سرحد کو بالکل محفوظ کر دیا۔ رومی ابن طولون کے نام

۱۵ طبری وابن اثیر وابن خلدون جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ تا ۳۶۰ ۱۵ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹

۱۵ ابن خلدون جلد ۷ صفحہ ۳۶۰ -

سے خون زدہ رہنے لگے۔ اب طولون کی توجہ ملحقہ ملکوں کی طرف منعطف ہوئی چنانچہ اس نے ۶۶۴ء میں سارے ملک شام پر قبضہ کر لیا اور مقرق ہو گیا۔ اب طولون نے دولت برقعہ سے فرات تک وسیع ہو گئی۔ خلیفہ عباسی معتد کے پاس صرف عراق کے جزیرہ کے صوبے رہ گئے جہاں شورشوں کا تانا لگا ہوا تھا۔

موفق صاحب الزنج کے فتنہ کے سد باب میں لگا ہوا تھا۔ ابن طولون نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی فوج کو بڑھایا اور سلطنت طولونیہ کو قوی کیا۔ اس کے سوا خلیفہ کو تحفے و تحائف کثرت سے دوزانہ کئے اور خلیفہ سے استدعا کی کہ مصر آجائے۔ معتد موفق کے اقتدار سے گھبرا چکا تھا۔ سامرا سے روانہ ہوا لیکن موفق کو بعصرہ میں اُس کی روانگی کا علم ہو گیا۔ اس نے ناقہ سوار کے ہاتھ حاکم موصل کو خط لکھا کہ خلیفہ کو سرحد سے باہر نہ جانے دے۔ چنانچہ اُس نے معتد کو سمجھا بھجا کر روک لیا اور سامرا کی طرف با احترام و اکرام واپس کیا۔

موفق کو ابن طولون کی اس حرکت سے بے حد بے زاری پیدا ہو گئی اور اس نے معتد سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم آئمہ مساجد کے نام لکھوایا۔

**شورش سرحد** | اندرونی خلفشار کی وجہ سے سرحد پر شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ اردی مسلمانوں کے علاقہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔ ۶۶۳ء

میں رومیوں نے قلعہ لولو پر جو اُن کے لئے سب سے بڑی حد بندی تھی اس پر قبضہ کیا اور اسلامی لشکر جو حفاظت سرحد پر تھا۔ اس پر آٹھ دن حملے کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفہ نے ابن طولون کو اس طرف کا والی بنایا۔ چنانچہ طرسوس پر ابن طولون نے بقوت قبضہ کر کے رومیوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو پسپا کر دیا بلکہ فوجیں تیار کر کے رومی ملکوں پر چڑھ دوڑا اور اکثر رومی شہروں کو تاخت و تاراج کر دیا جس سے ابن طولون کی ہیبت و جلالت شان رومیوں کے قلوب پر چھا گئی۔

۶۶۵ء میں رومیوں نے اس علاقہ کو چھوڑ کر دیا۔ یہ بیعہ کی سرحد پر غارت گری شروع کر دی اور بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ عبداللہ بن رشیدی

بھی گرفتار ہو گئے مگر اس سلسلہ میں قیصر روم نے عبداللہ کو چھوڑ دیا اور چند مصاحف ابن طولون کے پاس ہدیہ میں بھیجے۔

۲۶۶ء میں سسلی کے مسلمانوں اور رومیوں میں بحری معرکہ درپیش ہوا۔ اس میں مسلمانوں کو شکست فاش ہوئی اور وہ ناکامی

کے ساتھ سسلی لوٹ گئے۔ پھر دیا دربیچہ پر رومیوں نے تاخت کی۔ ۲۷۰ء میں رومی ایک لاکھ فوج کے ساتھ طرطوس پر حملہ آور ہوئے تو ابن طولون کے غلام مازیار نے ایسا مقابلہ کیا کہ ستر ہزار مارے گئے۔ زمینیں الیطارقہ مقتول ہوا اور بے شمار مال غنیمت عسکری اسلامی کے ہاتھ آیا۔

امیر متقلیہ جعفر بن محمد نے بحری و بری فوج سے سر قمرہ کو فتح کر لیا۔ جس سے کچھ عرصہ کے لئے سرحدی بغاوت کے خطرہ کا سد باب ہو گیا۔ قسطنطنیہ سے جنگی بیڑہ آیا تو اس کو بھی شکست فاش دی گئی۔

۲۷۰ء کے زمانہ میں اثنا عشریہ کے گیارہویں امام ابو محمد حسن عسکری نے ۲۷۰ء میں وصال فرمایا اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو

میں دفن ہو گئے۔ ان کی وفات پر شیعوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ امامت کا سلسلہ ان کی ذات پر منقطع ہو گیا۔ اب کوئی امام دنیا میں نہیں ہے۔ بعض کا کہنا یہ تھا کہ ان کے بھائی جعفر امام وقت ہیں لیکن زیادہ تر افراد ان کے بیٹے محمد عسکری کو امام تسلیم کرتے ہیں جو اپنی والدہ کے سامنے ایک سرداب میں مدفون تھے (تہ فائدہ) میں داخل ہوئے اور باہر نہ نکلے یہی امام مہدی (امام منتظر اور امام قائم) کے نام سے مشہور ہیں۔

گوشیعوں میں امام جعفر صادق کے بعد سے ہی اختلاف شروع ہو گیا تھا۔ ان کے سات بیٹے تھے۔ عبداللہ، اقطع، محمد، موسیٰ، اسمعیل وغیرہ بعض شیعوں نے

عبداللہ اقطع کو امام کے منصب پر فائز کیا کسی نے محمد کو امام قرار دیا۔ ایک جماعت شیعہ اسماعیل کی امامت کی قائل ہوئی جو آگے چل کر اسماعیلی کہلائے گئے بغرض کہ امامت کا مسئلہ شیعوں میں متفق علیہ نہیں ہے۔

**اسماعیلیہ** اسماعیلیہ اور امامیہ مبداء تشیع میں باہم متفق اس صورت سے ہیں کہ دین میں رائے کو دخل نہیں بلکہ تحفظ شریع کے لئے ایک امام معصوم کا وجود ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام جعفر صادق تک چھ اماموں کی امامت پر شیعوں کی کل جماعتیں متفق ہیں۔ ان جماعتوں میں دو سرگروہ ہیں امامیہ و اسماعیلیہ، بقیہ ان کی شاخیں ہیں۔ گروہ امامیہ نے موسیٰ کاظم سے سلسلہ حسن عسکری تک قائم کر رکھا ہے اور امام قائم کے منتظر ہیں اور اسماعیلیہ نے اسماعیل کی اولاد میں امامت مختص کر دی ہے۔

اسماعیلیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا ظہور کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی وہ مستور ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کے حال کی آگاہی نہیں ہوتی۔ مگر جب یہ صورت پیش آئے تو اس کا کوئی نائب ظاہر ہو جو خلق اللہ پر حجت ہو اور دعوت و تبلیغ کے منصب پر قائم ہوئے گا۔ ان کے آئمہ پر ”خلافت بنو فاطمہ“ میں بحث کی جائے گی۔

**باطنیہ** اسماعیلیوں کی ایک شاخ ہے جو معتزلہ کے عہد کے پیداوار ہے۔ امام حسن عسکری کے بعد اسماعیلی داعیوں نے اپنی تعلیمات کو جن کا زیادہ حصہ مخفی رکھا جاتا تھا۔ اس کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی اور نہایت مہر و استقلال اور نرمی سے اپنے خیالات کی خاص خاص لوگوں میں تبلیغ کرتے۔ اس وجہ سے اس جماعت کو باطنیہ کہنے لگے۔ زیادہ تر ان کے پھندے میں نو مسلم مجوسی پھنسے۔ یہ لوگ ظاہرہ مسلمان تھے باطن میں اپنے قدیمی عقائد کے قائل تھے۔ مجوسیوں میں دیلانیہ اور مانویہ خیالات کے لوگ زیادہ تھے۔ باطنیہ جماعت میں ان لوگوں نے شامل ہو کر اپنے عقائد کی خوب خوب تبلیغ کی اور گمراہی کا دروازہ باطنیہ کے پردے میں اسلام میں کھول دیا۔ گو عہد خلافت اسلامیہ میں نو مسلم مجوسیوں نے فتنے اٹھائے تھے،

برائے، فضل و زراء ان کے دام میں پھنس گئے تھے۔ مگر ان زندیقیوں کو مہدی، ہادی نے کفر کردار کو پہنچا دیا تھا جس کا تفصیلی حال پہلے آچکا ہے۔

باطنیہ میں سب سے بڑا شخص عبداللہ بن میمون بن قدح ویصانی تھا۔ اسلام لانے کے بعد داعی نبوت ہوا۔ پہلے عسکرِ مکرم میں مقیم ہوا وہاں سے نکالا گیا۔ پھر بصرہ میں بنی عقیل کے پاس رہا۔ اس کے بعد حمص (شام) چلا گیا۔ وہاں ایک موضع سلیمہ کو اپنا مرکز بنایا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے فرقہ باطنیہ کا ظہور ہوا۔<sup>۱</sup>  
بعض مؤرخین دولتِ فاطمیہ کا بانی عبید اللہ مہدی کو میمون کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مگر علامہ ابن خلدون اس کی تردید کرتے ہیں۔

یہ جماعت بھی اسماعیلی شیعہوں سے عہدِ معتمد میں نکلی۔ اُن کا مستقر عراقِ قرامط تھا۔ بے باک اور خوریزم جماعت تھی۔ اسلام کو اس جماعت نے بہت نقصان پہنچایا۔

حدادی قرامط نواحی خوزستان سے کوفہ کے متصل قریہ نہرین میں آکر داعیِ امامت ہو کر قیام پذیر رہا۔ اس کے ظاہرہ زہد و عبادت کو دیکھ کر اہلِ قریہ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اُس نے پچاس وقت کی نماز کی تلقین کی۔ جب کثرت سے لوگ آنے جانے لگے تو امام منتظر کی دعوت شروع کر دی۔ جب حدادی قرامطی بیمار پڑا، کہ مہتہ نامی نے اس کی تیمارداری کی۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو حمدان نے تیماردار کا نام اختیار کر لیا۔ پہلے یہ لوگ کہ مہتہ پھر قرامط کہلانے لگے۔ سوادِ عرق کے کم عقل و ہمتانی کا شکار ہی پیشہ رکھنے والے اس کے دام میں پھنس گئے۔ جب زیادہ رجوعت ہونے لگی تو قرامط نے ایک آسمانی کتاب کے اپنے اوپر نازل ہونے کا دعویٰ کیا۔

قرامطی کی یہ دعوت تھی کہ فرج بن عثمان قریہ نصرانیہ کا دعوتِ قرامط باشندہ داعیِ مسیح ہے، مسیح ہے، کلمہ ہے، مہدی ہے،



احمد بن محمد بن حنفیہ ہے۔ جبریلؑ ہے اور مسیح نے انسانی پیکر میں آکر اس سے کہا کہ تم داعی ہو، حجتہ ہو، ناقہ ہو، دابۃ ہو۔ یحییٰ بن زکریا ہو۔ روح القدس ہو۔

قرامطہ کو چار رکعت نماز کی تعلیم دی۔ دو طلوع آفتاب سے قبل اور دو غروب آفتاب سے پہلے۔ انبیاء علیہ السلام کے ساتھ احمد بن محمد بن حنفیہ کی رسالت کی بھی شہادت تھی۔ نماز میں کلام اللہ کی آیات کے بجائے ”استفتاح“ اس کے گمان میں جو احمد بن محمد بن حنفیہ پر نازل ہوا اس کی تلاوت کی جاتی کعبۃ اللہ کی بجائے بیت المقدس کو اپنا قبلہ قرار دیا۔ جمعہ اور اتوار ہفتہ میں ہر دو دن رخصت کے رکھے مہرجان اور نوروز کے دن میں دو روزے مقرر کئے۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال قرار دیا۔ جنابت میں غسل کے بجائے وضو اور غیر محارب پر جزیہ مقرر کیا۔ اس کے علاوہ ثنوی مذہب کی بہت سی باتیں قرامطہ نے اپنائی تھیں۔ ان کا عقیدہ باطنیہ تھا کہ فور سے خیر کا ظہور ہوتا ہے اور ظلمت سے شر کا ظہور ہوتا ہے۔ یزدان اور راہرن کی باطنی تعلیم تھی جو اس کے عقائد میں ایرانی فلسفہ کی آمیزش تھی۔

**وقائع قرمطی** | سواد کوفہ، امیر ہشیم کا علاقہ تھا۔ اس کو قرمط کا حال معلوم ہوا اس نے اس کو پکڑ کر بند کر دیا۔ حمدانی قرمط نے موقع پا کر اس کی لونڈی سے گڑ گڑا کر رحم کی درخواست کی۔ اس نے ہشیم کے تکبیر کے نیچے سے چھپا کر چابی نکال کر دروازہ قید خانہ کا کھول دیا۔ دوسرے دن شب میں ہشیم نے دروازہ کھلا پایا وہ فرار ہو گیا۔ صبح قید خانہ خالی تھا۔ عوام میں یہ شہرت اُٹ گئی کہ قرمط اپنی کرامت سے غائب ہو گیا۔ اس سے عوام اور گمراہ ہو گئے۔ ہشیم عراق سے شام پہنچا اور وہاں اپنے خیالات کی اشاعت کرنے لگا۔ ادمر

۱۔ ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۰۲ و ابوالفدا ۲۔ کتاب الفرق بین الفرق صفحہ ۲۶۹

۳۔ ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۴۸۔

www.KitaboSunnat.com



سواد کوفہ میں جو ختم ہو یا گیا تھا خوب برگ و بار لایا۔

**دولت سامانیہ** | معتمد کے عہد میں نصر بن احمد بن اسد سامانی اپنے والد احمد بن اسد کے بجائے فرغانہ کا حاکم مقرر ہوا۔ مامون

نے ہی احمد کو عامل مقرر کیا تھا۔ نصر نے اپنے بھائی اسماعیل کو ۲۶۲ھ میں بخارا میں نائب بنا کر بھیجا۔ مگر دونوں بھائی حاسدوں کے چندے میں پڑ کر باہمی لڑ پڑے۔ ۲۶۳ھ میں اسماعیل نے نصر کو مقابلہ پر شکست دی اور نصر کو گرفتار کر لیا۔ مگر پھر ہردو بھائی مل کر بیٹھے۔ نصر سمرقند بھیج دیا گیا۔ احمد بن اسد چار بھائی تھے۔ ماوراء النہر کے چار حصوں پر فرغانہ، شاس، اشروسنہ، ہرات پر نوح، احمد، یحییٰ، الیاس بن اسد عامل تھے۔ ان بھائیوں نے دیکھا کہ یعقوب صفاری نے ہرات سے لے کر خاں تک خود مختار حکومت قائم کر لی تو انہوں نے بھی باہمی مل کر ماوراء النہر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنی حکومت کا دائرہ فارس تک صفاری دولت کو ختم کر کے بڑھالیا۔ ۲۶۱ھ میں یعظیم الشان سلطنت قائم ہوئی اور ۳۸۹ھ میں خاقانی ترکوں اور آل سبکتگین کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ دولت سامانیہ کے مفصل حالات آگے آتے ہیں۔

غرضیکہ صفاری، سامانی دول کے قیام سے علما خلافت عباسیہ کا نفوذ اٹھ گیا۔ صرف خطبوں میں خلیفہ کا نام رہ گیا۔

مغرب میں دولت طولونیہ کے قیام سے مصر اور شام، برقہ سے خلافت عباسیہ کا اثر جاتا رہا تھا۔ اب ماوراء النہر اور فارس سے بھی اقتدار اٹھ گیا۔

**ولی عہدی** | معتمد کے بعد موفق ولی عہد قرار دیا گیا تھا۔ مگر ۲۷۴ھ میں انس کا ایک ایک انتقال ہو گیا۔ اس لئے معتمد نے اپنے بیٹے مفوض اول

موفق کے بیٹے ابوالعباس کی ولی عہدی کا فرمان لکھا۔ لیکن ابوالعباس صاحب اثر اور شجاع تھا جن نے صاحب الزنج کے مقابلہ میں کاہ ہائے نمایاں کئے تھے اس نے اپنے آپ کو مفوض بالشد پر مقدم کر لیا۔

**حالات موفق عباسی** | موفق صحیح معنی میں امور خلافت انجام دے رہا تھا اور اس

نے اقتدار دولت بنی عباس کو برقرار رکھتے میں اپنی جان کی بازی لگادی۔ صلیب التبرج کے فتنہ کو ختم کیا۔ مگر حکومت کے ارکان خود غرض اور ناکالہ تھے۔ اس کی تمام سائی بے سود رہیں۔

**خلیفہ کی حالت** | معتمد نام کا خلیفہ رہ گیا تھا۔ اس کی زندگی لہو و لعب رقص و سرود میں گزرتی تھی۔ اگر معتمد نے اپنی رائے سے کوئی کام بھی کیا تو اس میں ذلت کا پہلو ضرور ہوتا تھا۔ ابن طولون کے جہانہ میں اگر مصر جا رہے تھے۔ اگر چلے گئے ہوتے تو رہا سہا بھرم خلافت بنی عباس کا ختم ہو گیا ہوتا۔

**خمارویہ** | انشین ہوا۔ ابوالعباس اور خمارویہ میں سخت جھگڑ ہوئی۔ خون کے دریا بہہ گئے۔ لیکن خمارویہ کو فتح ہوئی۔

**دعوائے مہدیت** | اسی سال عبید اللہ مورث خلفائے مہر اور افضلیان امین کے مقتدا نے دعوائے مہدیت کیا اور مکہ میں اس نے حج کیا۔ قبیلہ بنو کنانہ نے اس کا ساتھ دیا اور ملک مغرب میں ان کے ساتھ گئے۔ یہیں سے مہدی کو عروج حاصل ہوا۔

**ابوالعباس کا اقتدار** | موفق کے مرنے کے بعد معتمد کی گلو خلاصی ہوئی تھی۔ مگر ابوالعباس جس کے ہاتھ میں فوج کی کمان تھی اس نے مثل موفق کے حکومت پر اپنے پنجے جمائے۔ موفق بجائی کا خیال رکھتا تھا۔ اس نے اپنے چچا معتمد کو نظر انداز ہی کر دیا۔ معتمد نے ایک مجلس عام میں اپنے بیٹے کو ولی عہدی سے معزول کر کے ابوالعباس کو ولی عہد بنایا اور خود لوگوں سے اس کی بیعت لی اور اس کا لقب معتمد رکھا۔ اس کے بعد سے ابوالعباس نے اپنے

چچا کی خبر گیری شروع کر دی اور احترام و اکرام سے پیش آیا کرتا۔

**وفاتِ معتمد** ایک دن محفلِ رقص و سرود تھی اس میں دو شراب چل رہا تھا معتمد نے زیادہ پی لی اور اس پر کھانا زیادہ کھا لیا جس سے اس کو تھم ہو گیا۔

۱۹ رجب شبِ دوئم ۲۶۹ھ کو انتقال کر گیا۔ ۲۳ برس معتمد نے سلطنت کی۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ اُن کو زہر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں گلا گھونٹ دیا گیا۔

**علمی ترقی** معتمد کو کوئی علمی دلچسپی نہ تھی مگر اس کے عہد میں قلم و ہنر عباس میں بڑے بڑے حلیل القدر علماء علمی سرگرمی دکھا رہے تھے۔ البتہ ۲۶۹ھ

میں اُس نے یہ حکم دیا تھا کہ کوئی منجم یا افسانہ گو سر راہ نہ بیٹھے اور کتب فروشوں کو ہدایت کی کہ آئندہ سے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابیں فروخت نہ ہوں۔

**نائبِ سلطنت موفق** موفق معتمد کا بھائی تھا اُس کے ہاتھ میں خلافت حقیقی معنی میں تھی اور اُس نے عباسی حکومت کو بہت کچھ

فائدہ پہنچایا۔ معتمد میں کوئی علمی حیثیت نہ تھی۔ البتہ موفق میں جملہ اوصافِ جہان بینی تھے فضل و کمال، تدبیر و سیاست و اخلاق، عدل و انصاف میں اپنے اسلاف کے

قدم بقدم تھا۔ رعایا کی دادرسی کے لئے خود قضاۃ کے ساتھ بیٹھتا اور مقدمات کی عمت کرتا اور مصفاۃ فیصلہ دیتا تھا۔

موفق شجاع و بہادر تھا خود فوجوں کی کمان کے کمر میدان میں اترتا۔ صاحب الزنج کی قوت کو اس نے اور ابو العباس نے ختم کیا۔ ترکوں کو اُس نے حد سے

اُگے نہ بڑھنے دیا۔ بلکہ اس کے جبروت سے امراء ترک لمزہ بر اندام تھے اس کی وفات سے دولتِ عباسیہ کو بڑا نقصان پہنچا۔

**حالات و زراعت** عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان اصولِ سیاست سے واقف اور مالیات کا بڑا ماہر ۲۶۳ھ میں گھوڑے سے گر کر فوت ہوا۔

لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۶ لے ایضاً لے ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۴۷ -

حسن بن مخلد اپنے عہد کا بے نظیر انشاء پرداز ایک عرصہ تک موفق کا کاتب رہا پھر وزارت پر ممتاز ہوا۔ تمام ضوابط اذہر تھے۔ دومرتبہ وزیر ہوا۔ ایک دفعہ ۲۶۷ھ فرائض وزارت انجام دیئے۔ موسیٰ بن بنگا کی درستی سے بغداد چلا گیا تھا۔

سیمان بن وہب عرصہ تک مہندی کا وزیر رہا۔ پھر موفق کا میر منشی ہوا۔ وزارت پر موفق نے سرفرازی کیا۔ مگر ۲۶۴ھ میں معتمد اس سے خفا ہو گیا۔ اس نے اس کے لڑکے وہب اور ابراہیم کے گھر لٹوا دیئے اور اس کو قید کر دیا اور بغداد سے پھر حسن بن مخلد کو وزارت پر بلا لیا۔ پھر اس سے خفا ہو کر سلیمان کو بلایا۔ ان پر بھی عتاب نازل ہوا تو ان سے نولاکھ دینار وصول کئے اور نظر بند کر دیا۔ جہاں ۲۶۵ھ میں وہ انتقال کر گیا۔

معتمد کے عہد کے علماء | امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ربیع الخبیری، ربیع المروای، مزنی، یونس بن عبد اللہ، زبیر بن بکار، ابو الفضل رباشی، محمد بن یحییٰ ذیلی، حجاج بن شاعر عملي الحافظ، سوسی المقری، عمر بن شیبہ، زرعہ دازی، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم، داؤد الظاہری ابن واریہ، یحییٰ بن مخلد، ابن قتیبہ، ابو حاتم دازی وغیرہ۔

محدثین و فقہاء | احمد بن عمر بن عمر بن فہیم خصاف کثیت ابو بکر فقیہ اہل محدث زہد و ورع کی شہرت تھی۔ فقہ اپنے والد اور حسن بن زیاد سے پڑھی۔ حدیث ابو داؤد و طحاہی سے سنی۔ تعلیم و موزہ دوزی کی کمائی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حکومت کے دست نگر نہ تھے۔ ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا۔ تعانیف میں سے کتاب الخراج و کتاب الحیل، کتاب الوصایا، کتاب الشروط صغیر و کبیر، کتاب ادب القاضي، کتاب النفقات وغیرہ کثیر التعداد مشہور ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم البغلی محدث فقیہ، زہد اولیا نے کبار سے تھے۔ بادشاہی ترک کر کے کوخ فقر میں قدم رکھا فضیل بن عیاض سے خرقة ارادت پہنا۔ ۲۶۲ھ میں فوت ہوئے۔

لے تاریخ الخلفاء

محمد بن شجاع ثلجی فقہ میں حسن بن مالک کے شاگرد تھے اور حدیث میں یحییٰ بن آدم وکیع وغیرہ کے علم کے دریا تھے۔ ۲۳۶ھ میں انتقال ہوا۔ تصحیح الآثار، نوادر کتاب المفاریہ، الرد علی المشبہ تعانیف یادگار سے ہیں۔

نصیر بن یحییٰ بلخی تلمیذ سلیمان الجوزجانی ۲۷۶ھ میں فوت ہوئے۔ محمد بن الیمان ماتریدی سمرقندی ۲۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ معالم الدین یادگار سے ہے۔

بکاد بن قتیبہ قاضی مہرقہ یحییٰ بن ہلال لازمی دامام زفر سے اور حدیث ابو داؤد الطیالسی سے سماعت کی۔ ۲۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ کتاب الشروط، کتاب المحاضرات لکتاب الوثائق والعمود تصنیف سے ہے۔

امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری المجتبیٰ ولادت ۱۹۶ھ میں ہوئی۔ شیخ داخلی محدث بخارا کے پاس تحصیل علم کیا۔ پھر مکہ معظمہ طلب علم کے لئے گئے، حج کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر سے تصنیف و تالیف شروع کی محدث ابن ابی ہویہ کے حلقہ میں بھی شریک ہوئے۔ بعمر ۶۳ سال ۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ خرتنگ میں دفن ہوئے۔ ۵ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ (مقدمہ فتح الباری)

امام حافظ مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، شاگرد امام بخاری آپ کا مجموعہ حدیث صحیح مسلم کے نام سے مشہور ہے۔ ولادت ۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل سے علم حاصل کیا۔ شافعی مذہب تھے۔ ۵ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

امام ابو داؤد بن الاشعث الازدی السجستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل سے علم حاصل کیا۔ شافعی مذہب تھے۔ ۵ لاکھ حدیث یاد تھیں۔ ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ امام ابوعلی بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ ترمذی، ولادت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔ امام بخاری و مسلم کے شاگرد تھے۔ جامع ترمذی شمائل ترمذی یادگار سے ہے۔ ۲۷۹ھ میں انتقال ہوا۔



# ملوک سامانی

۳۹۵ تا ۴۹۹ء مطابق ۱۰۰۰ء تا ۱۰۹۹ء

ہرام چوہی کی نسل سے اسد بن سامان ایک شخص تھا جس کو اعزاز کی وجہ سے مامون الرشید بہت محترم سمجھتا تھا۔

اس کے چار لڑکے تھے جنہوں نے دار الخلافہ میں مامون کے وقت میں تربیت پائی اور پھر اُن کو ذمہ داریوں کے عہدے بھی دیئے گئے۔ ان کے نام نوح یحییٰ، الیاس اور احمد تھے۔ خراسانی نائب عسان بن ثابت نے احمد کو فرغانہ یحییٰ کو اثرومنہ اور شاس، الیاس کو ہرہ اور نوح کو سمرقند کا حاکم بنایا۔ اُن کی اولاد میں عرصہ تک حکومت رہی۔ کبھی تو ملوک طاہرہ کی طرف سے ان کو حکومت ملتی تھی اور کبھی خلفائے بغداد کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے۔ بادشاہی لقب اس خاندان میں اسماعیل ابن احمد بن اسد سامانی کے وقت سے استعمال کیا گیا جو ایک خود مختار بادشاہ ماوراء النہر میں ہوا۔ اور خلیفہ بغداد کی جو کچھ اس نے خدمت کی وہ جزاً بطور اطاعت اور جزاً بطور سلوک تھی۔

اسماعیل سامانی نے بہت بڑی فتح ترکستان میں حاصل کی۔ شاہ ترکستان کو مع اس کی خاتون کے گرفتار کر کے سمرقند لایا اور پھر یحییٰ بن سے عبور کر کے عمر ابن لیث کو گرفتار کیا جس کا ذکر ملوک صفاریہ کے تذکرہ میں آچکا ہے۔ ان دو فتوحات نے اسے مستقل بادشاہ بنادیا۔ شروع شروع اس نے ماوراء النہر میں زور پکڑا اور سمرقند اس کا پایہ تخت ہوا۔ عمر بن لیث کو اس نے قید کر کے بغداد بھیجا۔ وہاں سے اس کو سجستان، خراسان، ماہندان، رے اور اصفہان کی حکومت عطا ہوئی۔ اس نے محمد بن زید علوی کو جس نے طبرستان میں خروج کیا تھا شکست دی۔ یہ بادشاہ بڑا



عادل اور نیک نام تھا۔ اسماعیل کے بعد آٹھ بادشاہ خاندان سامانی کے اور ہوئے جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے :-

نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۱	احمد بن اسماعیل		خلیفہ بغداد نے اس کو عہد نامہ اور لوہا بھیجا۔ اس کا پایہ تخت بنجا رہا تھا۔ یہ بہادر اور کج خلق تھا۔ اراکین دولت کے ایما سے یہ قتل کیا گیا۔ چھ سال تک یہ بادشاہ رہا۔
۲	ابو الحسن نصر بن احمد		نہایت خود دہ سال میں یہ تخت پر بیٹھا۔ اس کے خاندان والے اس سے منحرف رہے اور مغلوب ہوئے۔ ہوش بنگالنے پر یہ بڑا نامور بادشاہ ہوا۔ ۳۲۱ھ میں ۲۸ سال حکومت کر کے ۲۸ سال کی عمر میں اس نے انتقال کیا۔ اپنی کریم النفسی سے اس کا لقب امیر سعید ہوا۔
۳	نوح بن نصر بن احمد	۳۳۱ھ	اس کو سلاطین دیالمہ سے برابر مقابلہ رہا۔ اکثر یہ غالب رہا۔ ۳۴۳ھ میں مرا۔
۴	عبد الملک بن نوح	۳۴۳ھ	ملک رے اور خراسان کی بابت یہ بھی اپنے باپ کی طرح دیالمہ سے برابر لڑتا رہا۔ آخر میں کچھ مصالحت ہو گئی تھی اور اسی اثنا میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر یہ ۳۵۰ھ میں مر گیا۔ لوگ اس کو مؤید اور موفق بھی کہتے تھے۔



نمبر شمار	نام	سنہ جلوس	کیفیت
۵	منصور ابن نوح بن نصر	۳۵۰ھ	اپنے بھائی عبدالملک کے مرنے پر خراسان اور ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ البتگین سپہ سالار خراسان اس کی تخت نشینی کے خلاف تھا۔ اس لئے وہ اس کی تخت نشینی کی خبر سن کر غرنی بھاگ آیا اور یہاں اسی کے غلام سبکتگین کی ذات سے سلطنت کی بنیاد پڑی۔ رکن الدولہ دلیلی پر یہ بادشاہ غالب آیا اور اس سے کچھ سالانہ خراج مقرر کر لیا۔ پندرہ سال حکومت کر کے ۳۶۶ھ میں یہ مرا۔ لوگ اس کو امیر موند اور امیر سدید بھی کہتے تھے۔
۶	نوح بن منصور بن نوح		البتگین کے غلام سلطان سبکتگین کا یہ ہم عصر تھا۔ اس کے وقت میں عضد الدولہ بن رکن الدولہ دلیلی تمام عراق پر قابض ہو گیا تھا اور شمس المال قابوس بن دیکر حرجاء اور طبرستان پر قابض تھا۔ اس کے وقت میں بڑے بڑے معرکے ہوئے اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ کئی مرتبہ تو یہ فخر الدولہ کی حمایت میں عضد الدولہ دلیلی سے لڑا۔ پھر بفرخان گورنر خراسان ابوعلی کی سازش سے ترکستان سے بھاگا آیا اور ماوراء النہر پر قابض ہو گیا۔ امیر نوح تاب مقابلہ نہ لاکر فرور ہو گیا۔ ابوعلی خراسان کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ بفرخان ہیماء ہو کر اپنے وطن واپس چلا اور راہ میں مر گیا۔ اس طرح نوح چھ ماوراء النہر کا بادشاہ ہوا۔ لیکن ابوعلی اور فاتح نے لڑائی کی دہائی دی تو وہ گھبرایا سبکتگین کا شمار اب تک سلاطین میں نہ تھا۔

نام	نام	سنہ جلوس	کیفیت
			<p>پہلے سالاروں کی طرح ہندوستان میں کچھ اس نے غزوات کئے تھے جس سے اس کا نام روشن ہو چلا تھا۔ نوح نے اس سے مدد مانگی جسے اس نے فخر سمجھا اور فوج لے کر نوح کے پاس آکر موجود ہوا۔ غرضیکہ سبکتگین اور اس کے بیٹے محمود نے بوعلی کو شکست دی جس کے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو نالردین اور محمود کو سیف الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ پھر اس کے بعد کئی مرتبہ سبکتگین اور محمود نے نوح کی طرف سے لڑائیاں کیں۔ نوح کے گورنر اور ملازم اکثر تک حرام تھے اسلئے اسکو بڑی بڑی قیمتیں پیدا ہوئیں۔ سترہ صد میں یہ اپنی موت سے مرا۔</p>
۷	منصور بن نوح بن منصور	۳۸۷ھ	<p>درباریوں کا حال تو بگڑا ہی تھا۔ انہوں نے سیف الدولہ ایسے خیر خواہ دولت سے منصور کو لڑوانا چاہا لیکن محمود پہلے گیا۔ اس کے بعد خود اراکین نے منصور کی آنکھ میں سلائی پھیر کر تخت سے اتار دیا اور اس کے بھائی عبدالملک کو تخت پر بٹھایا۔</p>
۸	عبدالملک بن نوح		<p>عبدالملک بن نوح کو بھی لوگوں نے محمود سے لڑوانا چاہا۔ محمود کب تک صبر کرتا یہ لڑ پڑا۔ عبدالملک بھاگ کر اپنے دارالسلطنت کی طرف گیا۔ وہاں ایک خان کا شغری سے آکر قابض ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالملک گرفتار ہو گیا اور دولت سامانیہ کا خاتمہ ہوا۔ منتقر بن نوح سامانی نے کچھ مراٹھیا بلکہ ایک خان سے خوب خوب لڑا لیکن آخر ہزیمت پائی اور ۳۹۵ھ میں آل سامان کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ حکمران بہادر تھے اور ملک گیری کا شوق رکھتے تھے۔</p>

۱۔ ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۶۵ و ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۵۰ تا ۳۹۰۔

**علمی ترقی** | سامانی دور میں جہاں شجاعت اور بہادری کے جوہر نظر آتے ہیں وہاں  
 تہذیب و تمدن میں ان کے عہد کو خوش گوار زمانہ کہا جاسکتا ہے اور  
 سامانیوں کے دور میں علوم و فنون کی ترقی بھی قابل ذکر ہے۔ بادشاہان سامانیہ علم  
 اور علماء کے قدردان تھے۔ ابوصالح منصور بن اسحاق کے علمی مذاق کے اثر نے  
 ابو زکریا الرازی فلسفی کو اس کا مدح خوان بنادیا۔ اس نے اپنی ایک کتاب کا نام  
 المنصور ہی اس کے نام پر معنون کی۔

بعد کونوج ثانی (۹۷۶ء) نے نو عمر ابی سینا کو (جس کا باپ ایک اسماعیلی  
 فرقہ کا آدمی تھا) اپنے دربار میں مدعو کیا اور وہ اس کے کتب خانے سے استفادہ  
 حاصل کرتا رہا۔

سامانیوں کے دور میں جدید فارسی کا نشوونما ہوا۔ فردوسی (۹۳۴ء تا ۱۰۲۰ء)  
 کی پیدائش اسی عہد میں ہوئی۔

بلجھی منصور اول کا (۹۶۱ء تا ۹۷۶ء) وزیر تھا۔ ابن حوقل جغرافیہ نویس نے  
 اس کے زمانہ وزارت میں ملک کی اندرونی ترقیوں کی بڑی تعریف و توصیف کی  
 ہے۔ اسی عہد میں الطبری کی تاریخ کا فارسی زبان میں خلاصہ کیا گیا۔ ایک خان نے  
 ۹۹۹ء میں اس ترقی یافتہ حکومت کو پاٹمال کر دیا۔



سہ ابو زکریا الرازی۔ شیخ ابوبکر محمد بن زکریا الرازی علم طب، منطق، علم ہندسہ، علم موسیقی کا  
 ماہر تھا۔ بغداد کے بیت الشفاء میں رئیس الاطباء رہا۔ کتاب الجامع، کتاب الاعصاب وغیرہ  
 کثیر التعداد تصانیف اس کی یادگارسے ہیں۔ ۱۰۳۷ء میں فوت ہوا۔

## خليفة المعتضد بالله

**نام و نسب** | ابو العباس احمد بن ابو احمد موفق بن متوکل - اس کی والدہ صردانامی ام ولد تھی -

**بیعت خلافت** | ۱۹ رجب ۲۷۹ھ میں اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی -

**وزارت** | عبید اللہ بن سلیمان بن وہب اس کا پہلا وزیر تھا۔ اس کے بعد قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان مذکور منصب وزارت پر ممتاز ہوا۔

**حجابت** | منصب حجابت پر صالح الامین کا تقرر ہوا۔

**قضاة** | منصب قضاة پر ابو اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید مالکی - پھر یوسف بن یعقوب اور ابو حازم عبد الحمید بن عبد العزیز حنفی بصری مشرقی ممالک کے عمدہ قضاة پر مامور ہوئے۔

**شہنہ بغداد** | معتضد نے اپنے غلام بدر کو بغداد کی شہنگی عطا کی۔ اس وقت معتضد کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔

بنی عباس میں معتضد عقل و دانش تدبیر و سیاست اور جاہ و جلال میں ایک امتیازی درجہ رکھتا تھا۔ وہ کبھی ترکوں کا کھلونا نہیں بنا۔ بلکہ تمام سرکش امراء کو زیر رکھا اور مخالفت قوتوں کو ابھرنے نہ دیا۔ عباسی دولت جس حالت پر پہنچ گئی تھی اس کی از سر نو اصلاح کی اور تمام عمر ترقی میں کوشاں رہا۔ تخت پر بیٹھے ہی امیر رافع بن ہرثمہ پر نظر رکھی کیونکہ یہ خود سرا میر تھا۔ رافع بن ہرثمہ کو محمد بن طاہر نے ۳۷۱ھ میں خراسان لے گیا۔ اس

لے قبیلہ الاشراق مسعودی صفحہ ۲۶۶ -

نے شاہی علاقہ پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ معتقد نے اس کی معزولی کا حکم دیا اور عمر بن لیث صفاری کو جو عرصہ سے خراسان کی فکر میں تھا۔ خراسان کا عامل بنا دیا۔ رافع نے علویہ طبرستان سے ساز باز کر کے عمر کے مقابل ہوا۔ مگر محمد بن زید علوی والی طبرستان نے عمر بن لیث سے لگاؤ پیدا کر لیا اور وقت پر امداد دینے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معرکہ میں رافع کو شکست ہوئی۔ فیشاپور چھوڑ کر ”ایورو“ چلا گیا۔ مگر عمر بن لیث نے راستہ روک لیا تو وہ خوارزم بھاگا۔ شاہ خوارزم نے ابو سعید قرغانی کو استقبال کے لئے بھیجا اور رافع کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا اور سر عمر بن لیث کے پاس بھیج دیا۔

**خوارج کی شورش کا خاتمہ** | ہارون خادجی موصل کے نواح کے خوارج کا قائد بن گیا۔ حمدان بن حمدون عامل موصل نے ۲۸۱ھ میں ہارون سے موافقت کر لی۔ یہ خبر معتقد کے کانوں تک پہنچی تو اس نے موصل پہنچ کر بدوؤں کا قتل عام بول دیا۔ مگر حمدان قلعہ مار دین میں تھاپنچ رہا۔ اس نے قلعہ کو منہدم کر دیا۔ حمدان وہاں سے بھی نکل بھاگا۔ مگر کہیں جان کی امان نہ تھی۔ خود معتقد کے حضور میں حاضر ہوا۔ ہارون نے جزیرہ کی طرف رخ کیا۔ کثیر النقاد ساتھی ہو گئے۔ سرداران فوج اس کے مقابل ہوئے، شکست کھائی معتقد نے حسین بن حمدان کو اس مہم پر بھیجا اور حمدون کو قید سے آزاد کر دیا۔ حسین نے جا کر ہارون کو شکست دی اور گرفتار کر کے بغداد لایا جس کو ۲۸۳ھ میں سولی دیدی گئی۔ ہارون کے قتل کے بعد موصل میں کامل امن و سکون ہو گیا۔

**احوال قرامطہ** | معتد کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ قرامطی شام چلا گیا تھا مگر عراق، بحرین اور اس کے نواح میں اس کے ساتھیوں نے اس تحریک کو چلائے رکھا۔ کثرت سے لوگ قرامطی خیال کے ہو گئے۔ ۲۸۱ھ میں

۱۔ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ ۲۔ ایضاً صفحہ ۱۵۴ تا ۱۵۷ -

ان میں سے یحییٰ بن مہدی نے "قطیف" میں دعویٰ کیا کہ وہ مہدی موعود کا داعی ہے جن کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے اور مہدی کی جانب سے ایک صداقت نامہ بھی پیش کیا۔ قطیف اور بحرین کے شیعیان علی نے اس دعوت کو بطیب خاطر قبول کیا۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ابوسعید جنبانی کی تھی۔ بحرین سے کچھ روز کے لئے یحییٰ چلا گیا اور کچھ دن بعد لوٹ کر آیا۔ اس کے پاس مہدی کی طرف سے سب کے نام شکریہ کے خط تھے اور خمس دینے کا حکم تھا۔ شیعوں نے نامہ مہدی کو سر اٹکھوں پر رکھا اور خمس کے پیش کرنے کی تعمیل کی۔

یحییٰ قبیلہ قیس میں گیا اور اس کو بھی گمراہ کیا۔ بحرین کے والی کو اس کا علم ہوا۔ اس نے یحییٰ کو گرفتار کر لیا اور اس کو سخت سزا دی۔ ابوسعید جنبانی بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ قید رکھ کر چھوڑ دیا۔ یحییٰ جب چھوٹا تو اس نے بنی کلاب، بنی عقیل اور قریش کے لوگوں کو خفیہ طور سے اپنا ہم خیال بنالیا۔ اب ان کی قوت اتنی بڑھ گئی۔ ۲۸ھ میں ہجر کے نواح میں قرامطہ لوٹ مار، ڈاکہ زنی کرنے لگے۔ ابوسعید نے بھرہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ یہاں کا والی احمد الوائقی تھا۔ وہ ابوسعید کے ہمراہیوں کی قوت سے خوف زدہ ہو گیا اور معتقد کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے حکم دیا کہ بھرہ کے ارد گرد شہر پناہ تعمیر کر دی جائے تاکہ قرامطہ حملہ نہ کر سکے۔ لیکن قرامطہ نے ہزار ہا ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا اور بھرہ اور ہجر کے اطراف میں ظلم و ستم روا رکھ کر اپنی دھاک بٹھادی۔ مقابل میں عباس بن عمر وغنوی والی فارس معتقد کی طرف سے آیا۔ اس کو ان کے مقابلہ پر شکست ہوئی۔ عباس کے سوا تمام عسکریوں کو جو گرفتار تھے ابوسعید نے آگ میں جلوا دیا۔ اس کے بعد عباس کو رہا کر دیا گیا کہ وہ جا کر معتقد سے سب حال کہے یہ ایلم ہوتا ہوا بغداد پہنچا۔ معتقد نے اس کی دلدہی کے لئے خلعت عطا کیا۔



قرامط نے نواح کوفہ کی طرف رخ کیا اور وہاں شورش بپا کر دی۔ اس شورش کو دیکھ کر ایک طالبی غلام بدرمجاہدانہ ذوق و شوق سے اٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے مجاہدین کی جماعت کو لے کر قرامطہ پر بیخار بول دی۔ بہت سے دُوسا کو موت کے گھاٹ اتارا۔ معتقد نے علیحدہ فوجیں روانہ کیں جنہوں نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ ہزار ہا قرامطی مارے گئے۔ ایک داعی ذکر ویہ بن مہرویہ نے طے کے قبائل کو اپنا ہمنوا بنانا چاہا۔ مگر وہ ہتھے نہ چڑھے۔ بنی قیس ان کے دام میں آ گئے۔ اُن کو لے کر معتقد کے غلام شبل جو اُن کے مقابل آیا اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور اصابہ کی مسجد جلا ڈالی اور شام کی مسجد تک کی آبادیوں کو دیوانہ کر دیا۔ طولونی عمدہ دار طغی بن خف نے روکا لیکن ذکر دیہ سے اس کو شکست کھانا پڑی۔

۲۸۹ھ میں شام اور کوفہ پر قرامطہ کا تسلط ہو گیا۔ مگر عامل کوفہ نے ان سے لڑ پھڑ کر اُن کے سردار ابوالفوارس کو گرفتار کر کے معتقد کے پاس بھیج دیا۔ معتقد نے اُس سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے انبیاء کی رُوح تمہارے جسم میں داخل ہو کر تم کو عمل خیر کی ہدایت کرتی ہے اور غطا اور غلطی سے روکتی ہے۔ اس نے کہا :-

”ہمارے جسموں میں اللہ تعالیٰ کی رُوح ہے یا ابلیس کی اس سے تم کو کیا غرض؟ تم وہ بات پوچھو جو تم سے تعلق رکھتی ہے۔“

معتقد نے پوچھا۔ وہ کون سی بات ہے۔ وہ بولا کہ

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تمہارے باپ حضرت عباس موجود تھے مگر وہ نہ خلافت کے لئے نامزد کئے گئے اور نہ کسی نے بیعت اُن کے ہاتھ پر کی۔ پھر حضرت ابو بکر کی وفات کے وقت وہ زندہ تھے مگر خلافت حضرت عمر کو ملی۔ اسکے بعد اصحاب شوریٰ میں آئی۔ پھر بھی تمام صحابہ نے



تمہارے جد امجد کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھا تو تم اپنے کو کیوں  
حق دار سمجھتے ہو؟

معتضد نے ان باتوں سے خفا ہو کر اس کو قتل کرادیا۔ انہیں قرامطہ ذکر وہ  
بن مہرویہ کا بیٹا ابوالقاسم یحییٰ بنی کلین اباحت کی تبلیغ کر رہا تھا اور اس نے اپنے  
امام کو امام جعفر کی اولاد بتایا اور کہا میرے تابع ایک لاکھ آدمی ہیں جو ہر وقت  
جان دینے کو تیار ہیں۔ غرضیکہ ۲۸۹ھ میں بنی کلب نے اس کے ہاتھ پر بیعت  
کر لی۔ اس نے اپنے مریدوں کا نام فاطمین رکھا۔ غرضیکہ عراق، بحرین اور شام میں  
ان کی چیرہ دستیایاں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔

اسی زمانہ میں فاطمی دعاۃ میں اور افریقہ میں اسماعیلی امامت کی تبلیغ میں  
مشغول تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں ایک ساتھ دائیت امامت  
بلند کیا جائے تاکہ بنی عباس مقابلہ نہ کر سکیں۔

عمر بن لیث صفاری اور اسماعیل سامانی ان کے حالات اپنے اپنے ملکیت  
کے تحت مختصر چکے ہیں۔ معتضد

کے وقائع کے ساتھ جو تعلق ہے یہاں اس کا اظہار ہے۔ معتضد نے عمرو کو رافع  
ابن ہرثمہ کے سر پیش کرنے کے جملہ میں ماوراء النہر کے علاقہ اس کی خواہش پر دیا تو  
شکر یہ میں چالیس لاکھ درہم، بیس گھوڑے معہ رتن و ساز۔ غلام ۱۵۰ اونٹ۔ دیشی  
پارچہ جات کے معتضد کی خدمت میں بھیجے اور امیر محمد بشیر کو اس علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے  
بھیجا ماوراء النہر پر اسماعیل قابض تھا آمد میں لب جمیوں پر مقابلہ ہوا۔ امیر محمد مارا گیا۔  
اس کی فوج نیشاپور چلی گئی۔ عمرو خود اسماعیل سے مقابلہ کرنے آیا۔ بلخ میں مورچہ لگایا۔ اسماعیل  
نے اسے گھیر لیا۔ تاب مقابلہ نہ لاکر راہ فرار اختیار کی۔ مگر راہ میں گرفتار ہوا۔ اسماعیل نے  
معتضد کے پاس اس کو بغداد بھیج دیا۔ معتضد نے اسے قید کر دیا اور اسماعیل کو اس کے قاتل

مقبوضات کا حاکم بنا کر خلعت سے نوازا۔

عمرو کے گرفتار ہونے سے طبرستان کے علویوں نے ہاتھ پیر نکالے۔ ان کی نگاہ عرصہ سے خراسان پر تھی۔ محمد بن زید علوی نے فوج کشی کر دی۔ اسماعیل نے کہلا بھیجا کہ میں نے تمہارے خاندان کا احترام کر کے جرجان چھوڑ رکھا تھا۔ اب تم خراسان کا قصد نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اسماعیل نے محمد بن ہارون کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ باپ جرجان پر نہایت خونریز معرکہ ہوا۔ محمد بن زید زخمی ہو کر اور ان کا لڑکا زید گرفتار ہوا۔ محمد بن ہارون کے صدر سے انتقال کر گئے۔ اسماعیل نے زید کی بڑی خدمت کی۔ احترام و عزت سے اپنے پاس رکھا۔

دولت صفاریہ اور زیدیدہ دونوں اسماعیل سامانی کے زیر نگین آگئیں اور دارالامر سے لے کر طبرستان تک سامانی حکومت کے ٹوٹنے کے بج گئے۔

**طرطوس کے بحری بیڑے کی تباہی** | امیر محمد بن ابی اساج کو معتمد کے زمانہ میں عروج ہوا اور آذربائیجان کا حاکم مقرر ہوا۔ معتمد کے زمانہ میں خود سری کرنے لگا تو خلیفہ نے اس کو رام کرنے کے لئے آرمینیہ کی حکومت اور خلعت عطا کی۔ ابن ابی اساج نے اظہار شکر گزاری میں قیمتی ہدایا پیش کئے۔ مگر اس نے اپنے غلام وصیف کو آمادہ کیا کہ وہ سرحد کی ولایت کی درخواست اس کے حضور میں پیش کرے۔ اس سازش میں اہل طرطوس شامل تھے۔ وصیف نے ظاہرہ ابن الساج کا ساتھ چھوڑ کر ملطیہ چلا گیا۔ معتمد کو خبروں سے تمام حالات معلوم ہو گئے۔ خود وصیف کی تادیب لے اٹھا۔ عین زربہ پر وصیف گھر گیا اور گرفتار ہو کر معتمد کے حضور پیش ہوا۔ فوج کو امان دی گئی۔ طرطوس کے امراء گرفتار کئے گئے اور یہاں کے بحری بیڑے کو جس میں پانچ سو جہاز تھے جلا ڈالے گئے۔ اس فعل سے مسلمانوں کی بحری قوت دومیوں کے مقابلہ میں کمزور ہو گئی۔

خلیفہ معتضد اور طولونیہ مصر کے تعلقات

معتضد نے خمارویہ بن طولون پر بہت زیادہ مراعہ ضرورت روا رکھی۔ کیونکہ معتضد جب تخت نشین ہوا تو خمارویہ نے بیس خچر سونے سے لدے ہوئے، دس خادم، دو صندوق زیورات، سترہ اس اسب معہ طلائی ساز و سامان وغیرہ نذر میں خلافت پناہ کو پیش کئے تھے۔ معتضد نے اس کے صلہ میں مصر کی باقیماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار لے کر تین لاکھ سالانہ پر فرات سے برقہ تک کی حکومت کا سی سالہ قبائلیہ خمارویہ اور اس کے لڑکے کے نام لکھ دیا۔ ۲۸۲ھ میں بارہ پارچے کا خلعت ملانے مروارید عطا کی اور ۲۸۲ھ میں خمارویہ نے مزید تقرب کے لئے اپنی بیٹی قطراندی کو علی بن معتضد کو بیاہنا چاہی لیکن معتضد نے خود اپنے ساتھ شادی منظور کی۔ چنانچہ بڑی شان و شوکت سے یہ تقریب انجام پائی۔ خمارویہ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

اس کے لئے سونے کا تخت تھا جس کے ستون مرصع اور جالی دار طلائی قبة تھا جس کے ہر حلقہ میں ایک انمول موتی تھا۔ بخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک قصر تعمیر کیا کے ساز و سامان سے آراستہ کیا۔ جہاں عروس روزانہ قیام کیا کرتی عروس کی سواری کے ساتھ اس کا چچا شہاب بن احمد بن طولون تھا جو آغازِ محرم ۲۸۲ھ میں بڑی شان سے بغداد میں داخل ہوئی۔ یہاں بھی شاہانہ استقبال کیا گیا۔ بغداد کو شل عروس کے سجایا گیا تھا۔

خمارویہ مصر اور شام کا والی اور طرطوس کا قلعہ دار تھا۔ رومی اس کی جلالتِ شان اور رعب سے سرحد میں قدم رکھتے گھبراتے تھے۔ ۲۸۲ھ میں خمارویہ کو اس کے غلام نے قتل کر دیا۔ اس کا لڑکا تخت نشین ہوا۔ لیکن چند ماہ بعد وہ بھی معزول کر دیا گیا۔ اس کا بھائی ہارون تخت نشین ہوا۔ خلیفہ نے طرطوس اس کے قبضہ سے نکال کر دوسرے

والی کے سپرد کیا۔ پھر قسریں اور عوام بھی لے کر اس کی حکومت شام اور مصر تک محدود کر دی اور چار لاکھ ۵۰ ہزار دینار سالانہ خراج اس کے ذمہ کیا۔

**رومیوں سے جنگیں** | معتقد کی توجہ اندرونی اصلاح و تنظیم و شورشوں کے انسداد کی طرف زیادہ رہی۔ ۳۸۵ء میں موفق کے غلام راغب نے

طرطوس سے بحری حملہ کیا اور تیس جہاز رومیوں کے گرفتار کر کے جلادینے اور تین ہزار رومی اس معرکے میں قتل ہوئے۔ اس واقعہ کے انتقام میں انہوں نے ۳۸۷ء میں پھر طرطوس پر حملہ کیا۔ یہاں کا حاکم گرفتار ہو گیا۔ ۳۸۸ء میں حسن بن علی نے کئی رومی قلعے فتح کئے اور بہت سے رومی گرفتار کئے۔ اس کے انتقام میں رومیوں نے کیسوم پر بری اور بحری دوسو توں سے حملہ کر کے پندرہ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔

**ولی عہد** | اپنے لڑکے علی مکتفی کو معتقد نے ولی عہد قرار دیا تھا۔

**وفات** | معتقد نے ۱۲ ربیع الثانی ۳۸۹ء مطابق ۲۹ کو بیمر ۹ سال وفات پائی۔ ۹ سال ۹ ماہ تین دن فرائض خلافت انجام دیئے۔

**اوصاف** | معتقد بڑے جاہ و جلال کا مالک اسلامیہ کاشنشاہ تھا۔ متاخرین خلفائے بنی عباس میں اس کو امتیازی درجہ حاصل تھا۔ اس دل و

دماغ اور حوصلہ و ہمت کا خلیفہ اس تخت حکومت پر ایک عرصہ بعد بیٹھا تھا۔ تدبیر و سیاست کے ساتھ محاسن اخلاق سے بھی آراستہ و پیراستہ تھا۔ اس کا عہد عام فلاح و بہبود و امن و امان و عدل و انصاف میں مشہور تھا۔ اس نے ہی خلافت عباسیہ کے بے رواج جسم میں جان ڈال دی تھی۔ اس لئے اسے سفاح ثانی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

علامہ مسعودی لکھتا ہے :-

و معتقد کے تحت خلافت پر قدم رکھتے ہی فتنہ و فساد میں سکون پیدا

ہو گیا۔ ملک کی حالت درست ہو گئی۔ لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور شورش و ہیجان میں سکون آ گیا۔ مخالفین نے صلح کر لی وہ مغفرو منصور تھا تمام امور مملکت اس کے قابو میں آ گئے۔ مشرقی و مغربی علاقے اس کے زیر فرمان ہو گئے۔“ ۱۷

الغزوی کا بیان ہے :-

”معتقد عاقل، فہیم، فاضل اور خصائل حمیدہ سے آراستہ تھا۔ اس کی تخت نشینی کے وقت سلطنت ویران ہو رہی تھی۔ مرحدیں بیکار ہو چکی تھیں اس نے بڑی خوبی سے اس کی اصلاح کی۔ اس کے حسن انتظام سے اس کی سلطنت آباد ہو گئی۔ آمدنی میں اضافہ ہو گیا۔ مرحدیں مضبوط ہو گئیں۔ وہ سیاست میں نہایت مضبوط اور فتنہ پرستوں کے لئے نہایت سخت تھا۔ رعایا کے مال و متاع میں فوجوں کی دست درازی اور ایذا رسانی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے ابن عم آل ابی طالب کا محسن تھا۔ اس کے زمانہ میں شورشیں اور بغاوتیں بھی ہوئیں۔ عمرو بن لیث الصفار نے بڑی عظمت و قوت حاصل کر لی تھی اور عجم کے بڑے حصہ پر چھا گیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا اگر میں چاہوں تو دریائے بلخ پر سونے کا پل بنا دوں۔ اس کا باورچی خانہ چھ سو اونٹوں پر چلتا تھا۔ لیکن معتقد کے اقبال سے بڑی ذلت و خواری کے ساتھ قید ہوا اور معتقد نے دولت عباسیہ کے منتشر شیرازہ کو پھر سے متحد کر دیا اور رعایا میں عدل و انصاف قائم کیا اور مرتے وقت بڑی دولت خزانہ میں چھوڑ گیا۔“ ۱۸

معتقد تدبیر و سیاست میں اپنے عہد کے حکمرانوں میں بہت فائق و سیاست

مگر معتقد نے عمرو بن لیث صفادی اور اسمعیل سامانی کو اپنی حسن تدبیر سے بھڑا دیا۔ چنانچہ صفادی حکومت ختم ہو گئی۔ سامانی حکومت اس قدر کمزور ہو گئی کہ کچھ عرصہ بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

ترک امراء جن کے ہاتھ میں خلافت کی باگ تھی اُن کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا۔ کسی ترک امیر کو مجال نہ تھی کہ معتقد کے مقابل آتا یا خود مری کرتا۔

**انتظامِ مملکت** | تمام دفاتر سرکاری کی دیکھ بھال خود معتقد نے کی۔ پہلے خلفاء کے زمانے میں حکومت کی آمدنی بہت گھٹ گئی تھی۔

حتیٰ کہ تنخواہیں وقت پر نہ مل سکتی تھیں معتقد نے اپنے حسن انتظام سے اس میں معقول اضافہ کیا اور اس کے زمانہ میں حکومت کا میزانیہ اتنا بہتر ہو گیا کہ حکومت کے مصارف کے بعد خزانہ میں بڑی رقم سالانہ بچ جایا کرتی تھی۔

**یومیہ خرچ** | معتقد فضول خرچ نہ تھا مگر ضروری اخراجات میں کمی نہ کرتا تھا سات ہزار اشرفی روزانہ کا خرچ تھا۔ صابی کی کتاب الوزراء میں ان اخراجات کا گوشوارہ موجود ہے۔

**تعمیرِ قصر** | معتقد نے دیوانِ موارِیث کو ختم کیا اور حکم دیا کہ مورث کا جو ترکہ بچے وہ ذوی الارحام کو ملا کر لے لے ایک قصر اپنے لئے تعمیر کرایا۔ اس میں چار لاکھ اشرفیاں صرف کیں۔

۲۸۱ھ میں معتقد نے مکہ شریف میں دارالندوہ گرا کر مسجد حرام کے پاس ایک مسجد بنادی۔ ۱۰

۲۸۲ھ میں معتقد نے نوروز کے دن عید منانے، مشرکانہ رسوم کی بندش | آگ جلانے اور آگ پر پانی چھڑکنے سے منع کیا کیونکہ یہ فعل مجوسیوں کا تھا۔



## مذہبیت

معتضد میں جہاں اوصاف جہان بینی کے تھے وہاں وہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا فسق و فجور سے اس کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا۔ قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ ایک روز میں معتضد کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پیچھے کئی رومی مرد نہایت خوبصورت کھڑے ہوئے تھے۔ میں اُن کو دیکھ کر خاموش رہا جب میں چلنے لگا تو مجھے معتضد نے کہا کہ آپ مجھ سے بدگمان نہ ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی حرام پر اپنا انداز بند نہیں کھولا۔

اصلاح بغداد میں مختلف العقیدہ لوگ آباد تھے۔ عجمیوں اور یہودیوں کے یہاں کی خرافات اور رسوم مروج تھیں۔ منجم اور قسطہ خوانی سربراہ بیٹھ کر مگر ہی کا دوا زہ کھولے ہوئے تھے معتضد نے ان کو شوارع عام پر بیٹھنے کی ممانعت کر دی تھی

سب سے بڑی خرابی اس زمانہ میں فلسفہ یونانی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ کم علموں کے عقائد و خیالات بہت بگڑ گئے تھے تو کتب فروشوں کو فلسفہ کی کتابوں کی اشاعت ممنوع قرار دیدی تھی۔ مگر اہل علم کے لئے ان کا پڑھنا منع نہ تھا۔

## وسعت سلطنت

معتضد تخت پر بیٹھا تو اُس نے اپنے پیشروؤں کے تغافل سے صفاریہ، سامانیہ، طولونیہ کی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ دولت عباسیہ صرف جزیرۃ العرب، بلاد جزیرۃ النہرین، عرب، عراق و عجم، آذربائیجان، ارمینیہ اور وہ اقالیم جو بحر جرجان اور بحر ہند کے کنارے ہیں۔ مگر طولونیوں کو اطاعت گزار کیا۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ صفاریہ کا خاتمہ ہوا اور سامانیہ کمزور ہو گئے۔ ان کے بہت سے علاقے قلمرو عباسیہ میں لوٹ آئے۔

چنانچہ معتضد کی توجہ زراعت کی طرف بہت تھی وہ ملک زراعت کی ترقی کو خوشحال دیکھنا چاہتا تھا چنانچہ وجہ کی ایک نبرد جیل



تھی جس کا دہانہ مدت ہائے دراز سے بند تھا۔ اس کے اطراف کی زمین پانی نہ ملنے سے  
بجھ ہو گئی تھی معتقد نے اس نہر کو درست کرایا جس کے ذریعہ بڑا علاقہ سیراب ہونے لگا۔

معتقد نے بچاؤ کو بہت کچھ مراعات دے رکھی تھیں۔ تجارت  
ترقی تجارت کے قافلہ دار الخلافہ سے جاتے۔ حکومت کی طرف سے ان کی

حفاظت کا انتظام گزرگاہوں پر تھا۔ اس کے عہد میں ڈاک کا معقول انتظام تھا۔

معتقد کا عہد انتظام ملک کے بعد علمی ترقی میں بھی پیش پیش ہے  
علمی ترقی اس نے سامرا کے بجائے پھر بغداد کو دار الخلافہ بنایا۔ یہاں پہلے

سے اہل علم جمع تھے دوبارہ دارالحکومت ہونے سے علمی چہل چل میں اور اضافہ

ہوا۔ معتقد کو علم سے دلی لگاؤ تھا اور اس نے اس کی ترقی کے لئے سعی بلیغ کی۔

پہلے پل دارالعلوم قائم کیا۔

دارالعلوم یہ پہلا خلیفہ ہے جس کے دل میں جدید صورت میں دارالعلوم کا خیال  
آیا اور اس نے اس کا نقش اول قائم کیا۔

علامہ مقرئیزی کا بیان ہے :-

”جب خلیفہ معتقد باللہ نے بغداد میں شماسیہ کا محل بنوانا چاہا تو ضرورت

سے زائد زمین لی۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا

کہ میں اس زمین میں مکانات، حجرے اور خاص کمرے بنواؤں گا ان میں

مختلف صنعت اور علمی علوم کے ماہرین رہیں گے جن کی زندگی کی شاندار

کفالت اسی ادارے سے کی جائے گی تاکہ جو شخص جس علم و فن کی تعلیم

حاصل کرنا چاہے اس کے ماہرین سے استفادہ کرے۔

یہ مدرسہ ایسا تھا جہاں صنعتی اور علوم عقلیہ و علمیہ کے اکتشافات کے لئے

مشاہرہ پر اساتذہ فن جمع کئے گئے تھے اور ہر فن کے لئے الگ الگ مکان تھے

جن میں دارالافتاء اور کمرے کا انتظام تھا اور تحقیقِ علم اور کسی خاص فن سے شغف رکھنے والے طلباء کو یہاں تعلیم دی جاتی تھی۔ اس دور کے رجحان کے مطابق اس درس گاہ میں صنائع اور عقلیات کا عنصر غالب تھا۔

معتقد کے عہد میں علمی چہل پہل بغداد کے علاوہ دوسرے شہروں میں بھی نظر آتی ہے۔ کیونکہ عربوں کا بڑا حلقہ جو عجمیوں کے اقتدار کی بدولت کشورِ کشائی سے الگ ہو گیا تھا۔ اس کی توجہ زیادہ تر علم و فن کی طرف ہوئی۔ چنانچہ اس فاتح قوم نے میدانِ علمی میں بھی اپنی فطری استعداد اور غیر معمولی بیداری کا ثبوت دیا۔ علم کی سرپرستی دولتِ نبی عباس کا عام شیوہ رہا۔ لیکن عربوں کی ترقی کا مدار محض دولت پر نہ تھا بلکہ زیادہ تر ان پرستانِ علم کی ذاتی جدوجہد پر تھا جو بجز فضل و کمال اور علم و دانش کے کسی دوسری چیز کے سامنے اپنی پشتِ خم کرنا علم و فضل کی توہین تصور کرتے تھے۔

اس بے نیازی اور استغناء کا نتیجہ تھا کہ حکومت و دولت کی گردن اکثر ان کے در پہ جھکتی تھی اور یہ سب اس علمی روح کی بدولت تھا جس کی اشاعت مذہبی اشاعت میں مضمر تھی۔ چنانچہ محدثین کا طبقہ تھا جس میں سے اکثر کے حالات پہلے بیان کئے گئے ہیں۔ انہوں نے حکومت کا توسل عار سمجھا۔ بڑے سے بڑے جلیل القدر خلفائے نبی عباس نے ان کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔ غرضیکہ معتقد کے عہد میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہت بڑھ گیا تھا۔

معتقد کے عہد کے علماء کے علاوہ دوسرے صیغوں کے فنِ بیطارِی ملازم تک تصنیف کا شوق رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کا داروغہ اصطبل یعقوب بن افی حزام نے فنِ بیطارِی پر الفروسیہ دستیات الخیل لکھی جو اپنی نوعیت کی لا جواب کتاب ہے۔

معتقد کو علومِ عقلیہ میں دلچسپی صرف ہدیت سے تھی۔ اس کے عہد میں علومِ عقلیہ اسحاق بن حنین فلسفی تھا جو علمِ نجوم کا بڑا ماہر تھا۔ معتقد نے تقویم کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور اس کو ٹھیک کرایا۔

ابوریحان بیرونی لکھتا ہے :-

”و معتقد کے عہد میں بہت تحقیق اور تدقیق سے یہ تعویم تیار ہوئی جو تعویم معتقدی کے نام سے مشہور ہے“۔

**علماء کی قدر دانی** | معتقد باللہ کے دربار میں جہاں تمام وزراء و امراء دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ صرف وزیر اعظم اور حکیم بن ثابت قرہ زبانی کو بیٹھنے کی اجازت تھی یہ معتقد ثابت کی اس کے علم و فضل کے اعتبار سے بڑی قدر و منزلت کہتا تھا۔ ایک دن باغ میں معتقد چہل قدمی کر رہا تھا، ثابت ہمراہ تھا معتقد ثابت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا۔ دفعۃً معتقد نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت ڈرا۔ معتقد نے کہا۔ ڈرو نہیں۔ میرا ہاتھ اوپر تھا۔ میں اس کو سوئے ادب سمجھتا ہوں کہ میرا ہاتھ اہل علم کے اوپر ہو۔

**حق گو علماء** | معتقد کے عہد میں علماء حق بات کہتے ہوئے باک نہیں کرتے تھے۔ ابوالحسن نوری دربار کی طرف سے گزرے۔ خدام کشتی میں نبیذ کے ٹکے لے کر جا رہے تھے۔ دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں؟ معلوم ہوا کہ معتقد نے منگوائے ہیں۔ آپ نے تمام ٹکے توڑ دیئے۔ جب معتقد نے مسکرا کے پوچھا کہ تم کو محتسب کس نے مقرر کیا ہے؟ تو فوراً جواب دیا کہ جس نے تجھے خلیفہ مقرر کیا۔ معتقد نے سنا اور سر جھکا لیا۔ باوجود یہ کہ فقہائے عراق نے نبیذ کو حرام قرار نہیں دیا تھا۔

**حکماء** | حکیم ستان بن ثابت بن قرہ حرانی منان کی کنیت ابوسعید ہے۔ یہ نامور فلسفی اور طبیب اپنے باپ کی طرح فاضل طبیب تھا۔ خلیفہ معتقد باللہ عباسی نے اپنے دربار کا خاص طبیب بنایا تھا۔ رئیس الاطباء کہلاتا تھا۔ پھر قاہرہ باللہ کی خدمت میں باریاب ہو کر اس کا طبیب خاص ہو گیا۔ اس کے فضل و کمال نے

لہ آثار باقیہ بیرونی ۵ ابوالفرج صفحہ ۲۴۹ ۵ افکار سیاست صفحہ ۵۳۲۔

قاہرہ کو گرویدہ کر لیا تھا۔ وہ ہر ملکی معاملہ میں سنان سے ہی مشورہ لیا کرتا۔ یہ پہلے صابئی مذہب کا پیرو تھا۔ مگر علمائے اسلام کی محبت سے داخل اسلام ہو گیا۔ پھر قاہرہ سے کسی وجہ سے علی گئی۔ مخفی طور سے خراسان چلا گیا۔ مگر گوارہ علوم و فنون اور سرچشمہ حکمت و معارف بغداد کی زندگی کی ہوک اٹھتی تھی وہاں جی نہ لگا۔ بغداد چلا آیا۔ راضی باللہ نے اپنے پاس رکھا۔ اس کے بعد الحکم کے پاس رہا اور اس کے اخلاق کی اصلاح کی۔ اس نے ”واسط“ میں ایک مہمان خانہ بنوایا۔ الحکم اس کی عزت و تکریم بیکر کرتا تھا۔ ۳۳۱ھ میں وفات پائی۔

سنان نے ۳۲۵ھ میں خلیفہ کو یہ مشورہ دیا کہ ایک ایسا بیمارستان بنایا جائے جو خلیفہ کے نام سے منسوب ہو۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کے بنانے کا حکم دے دیا۔ یہ نہایت عظیم الشان ہسپتال باب الشام میں تیار ہوا۔ اس کا نام بیمارستان المعتضد رکھا گیا۔ خلیفہ جیب خاص سے دو سو اثرفیاں ماہانہ خرچ کے لئے دیا کرتا تھا۔ ۳۲۶ھ میں سنان نے بیمارستان سیدہ کا افتتاح کیا جو سو فی بی بی میں تھا۔ خود سنان اس کا مہتمم بنا اور ناسور اطباء کو اس میں مقرر کیا۔ اس کا خرچہ چھ سو اثرفی تھا۔ یوسف بن یحییٰ منجم کے ذمہ انتظام صرفہ کا تھا۔ امراء و وزراء اس کی بڑی قدر کرتے تھے۔ وزیر علی بن عیسیٰ بن جراح سے کہہ کہ سفری شفا خانے قائم کرائے۔ احمد بن الطیب خرمی یعقوب کا شاگرد تھا۔ علوم فلسفہ کا ماہر تھا۔ منطق و موسیقی میں اس کی عظیم الشان تصانیف ہیں۔ ایک عرصہ تک خلیفہ معتضد کا معالجہ و ندیم رہا۔ ۳۶۸ھ میں قتل ہوا۔

(الفہرست صفحہ ۲۶۱، قفطی ۱۸، طبقات الاطباء ۱۲ ص ۳۹)

ابن فقیہ۔ ابو بکر احمد بن محمد الہداء معروف ابن فقیہ الہمنون نے ۲۹۰ھ میں کتاب البلدان لکھی۔

النیر یزی فضل بن حاتم علم ہندسہ، ہیئت اور حرکات نجوم کے علمائے متقدمین میں سے تھا۔ شرح مجسطی شرح اقلیدس، زہد پنج کبیر یادگار سے ہیں۔ قفطی صفحہ ۱۶۸

ہیں اس کی تصانیف کا ذکر ہے۔ اس نے اپنی تصنیف کتاب احداث ابو خلیفہ  
معتقد کے لئے لکھی تھی۔ تیسری صدی ہجری کے بعد فوت ہوا۔

(طبقات الامم صفحہ ۹۶)

**محمد ثنین و فقہاء** | محمد بن سلیمان بن فقیہ کامل شداد بن حکیم و جوز جانی سے اور  
بغداد میں محمد شجاع بلخی سے فقہ پڑھی اور ان سے ابو بکر اسکان  
نے حاصل کی۔ ۲۷۸ھ میں انتقال ہوا۔

سلیمان بن شعیب از اصحاب امام محمد فقیہ، ان سے طحاوی نے روایت کی۔  
۲۷۸ھ میں فوت ہوئے۔

احمد بن ابی عمر ان شیخ الطحاوی فقیہ، محدث، فقہ ابن سماعہ و بشیر بن الولید  
سے اور حدیث علی بن عاصم و شعیب بن سلیمان سے ابن یونس نے تاریخ میں  
توثیق کی۔ ۲۸۰ھ میں انتقال ہوا۔

عبد الحمید بن عبدالعزیز قاضی القضاۃ بغداد۔ فقیہ، ثقہ، متقی، ۲۹۰ھ میں  
فوت ہوئے۔

ابو حنیفہ بن داؤد بن وندلاہ ہوزی مختلف علوم و فنون میں مہارت  
دکھتے تھے۔ ایک کتاب علم نباتات پر لکھی جس سے ان کی بڑی شہرت ہے۔  
۲۸۲ھ میں انتقال ہوا۔



# خليفة مكتفي بالله عباسی

**نام و نسب** | ابو محمد کنیت علی بن احمد معتقد نام اور مکنتی بالله لقب تھا۔  
۳۳۶ھ میں پیدا ہوا۔ ماں اُم ولد تھی، جیحق لقب تھا۔ لوگ اس کو خاضع کہتے تھے۔

**خلافت** | حکومت ہوا تو اس نے امور سلطنت کو مثل باپ کے بکھرا ہوا پایا۔ وہ بکثرت ریشہ دوانیوں اور اطراف ملک کی ہنگامہ آرائیوں میں مبتلا ہو گیا۔ مگر اس کے پاس مال و زر وافر تھا اور فوج بہت کافی تھی۔ اس لئے ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گیا۔ باپ کے نقش قدم پر چلا اور اسی کے روش پر کامزن ہوا۔ اس کو نہ بہادر کہا جاسکتا تھا اور نہ بزدلی کا الزام اس پر رکھا جاسکتا تھا۔

**وزارت** | وزارت کے عہدے پر قاسم بن عبید اللہ کو جس طرح معتقد کے زمانے میں تھا قائم رکھا۔ پھر عباس بن حسن کو وزارت دی۔ اس وقت اس کا باپ حسن بن ایوب بن سلیمان زندہ تھا۔

اس نے اپنی انگشتی میں اپنے باپ معتقد کی انگشتی کی طرح ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ“ نقش کندہ کرایا۔

**قضاة** | منصب قضاة پر یوسف بن یعقوب اور اس کے بیٹے محمد بن یوسف اور ابو ہازم کو مقرر کیا۔ پھر آخر الذکر کی جگہ عبداللہ بن علی بن ابی الشوارب اموی کو مامور کیا۔

**حجابت** | حجابت کے عہدے پر خضیف سمرقندی اور اپنے مولیٰ سوسن کو رکھا۔

**خروج قرامطہ** | مکتنی کے عہد میں قابل ذکر اہم واقعات میں قرامطہ کی بغاوت ہے۔ قرامطی شام چلا گیا تھا اس نے اپنی ابوالقاسم کنیت بتائی۔ اور آل ابی طالب کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ قبائل بنو کلب میں کوئی شخص آل ابی طالب میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے مختصر حالات معتمد کے عہد میں بیان کئے گئے ہیں تفصیلی یہاں لکھے جاتے ہیں۔

قرامطی ۲۸۹ھ میں سادہ کو اپنے تصرف میں لایا اور یہاں سے رقبہ کی جانب جو بلاد مصر میں داخل تھا بڑھا۔ سبک دلیلی سے جو اس علاقے کا عامل تھا اس کی مدبھیٹر ہوئی اس نے دلیلی اور اس کی افواج کے پرچھے اڑاتے ہوئے نوارج دمشق کا رخ کیا۔ اس وقت ابن طولون کے خاندان میں مصر اور شام کی حکومت تھی اور ہارون بن خمارویہ ابن احمد بن طولون کی طرف سے طنج بن جغت فرغانی دمشق حص اور اروں کا حاکم تھا۔ اس نے وادی قیروان اور دفاعی کے مقامات میں جو دمشق کے ماتحت تھے، اختتام رجب ۲۸۹ھ میں قرامطی سے مقابلہ کیا۔ مگر اس نے طنج کو بھی شکست دی۔ اس کی جماعت کی بڑی تعداد کو تہ تیغ کیا اور تین ماہ بیس روز تک دمشق کو محاصرہ میں رکھا۔ اس درمیان میں اکثر خون ریز لڑائیاں ہو جاتی تھیں۔ مگر فتح و شکست کا نتیجہ کسی طرف ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اس دوران میں لوگ دمشق کے اطراف و جوانب غوطہ اور دوسرے مقامات سے آ کر قرامطی جماعت میں شریک ہوتے رہے اور اس کے قوت بازو بن گئے تھے۔ مصری فوج نے بھی اس سے ساندہ باند کر لیا۔

جب طنج کی فوج مقابلے کے لئے حریت کے سامنے آئی تو کوکنا اور کوکبا کے مشہور مقامات میں جو دمشق سے ایک دن کے فاصلہ پر تھے۔ ماہ رجب سال رواں میں گھسان کی لڑائی ہوئی۔ قرامطی مارا گیا اور مصریوں کو بھی شکست ہوئی۔ جماعت قرامطہ نے قرامطی کے بھائی ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے ازسرنو دمشق کا محاصرہ کیا اور شب و روز اہل دمشق کے ساتھ سرگرم پیکار رہنے لگے۔



دمشق کے حاکم نے شہر کو قرامطہ کے حوالے کیا اور رعایا کو ان کے حال پر چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا۔ قرمطی نے بھی اسی سال ۱۲ روز یکشنبہ ۱۲ رجب کو وہاں سے کوچ کیا۔ اور حمص پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے اپنی جمعیّتوں کو شہر بعلبک کی طرف جو دمشق کے ماتحت تھا روانہ کیا۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

یہ خبر سن کر مکتفی اپنی افواج کو لئے مدینۃ السلام سے نکلا اور ابو الافرغ حنیف بن مبارک بن حنیفہ سلمیٰ کو مقدمۃ الجیش بنا کر روانہ کیا۔ وہ یہاں سے چل کر شہر حلب کے سواد میں پہنچا۔ قرمطی نے ایک دستہ فوج کا اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ابو الافرغ کی فوج قرمطی سے زیادہ تھی۔ یہ واقعہ ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۳۵۱ میں پیش آیا۔

جب جنگ چھڑی تو مکتفی کی افواج نے کشتوں کے پشتے لگائے اور بے شمار قرامطہ کو گرفتار کیا اور جو بچ رہے تھے ان میں باہم پھوٹ پڑ چکی تھی۔ قرمطی نے اپنے رفقاء کو چھوڑ دیا اور روپوش ہو کر کوفہ کی راہ لی۔ واسیہ جو ولایات رجبہ اور سبغی العزالت کے ماتحت تھا اس کے والی نے قرمطی کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت قرمطی کے رفقاء میں صرف چار یا پانچ آدمی ساتھ رہ گئے تھے۔ وہ مکتفی کے پاس رہے بھیجا گیا۔ اور روز دو شنبہ ۲۶ محرم سنہ ۳۵۱ میں اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

اسی سال روز دو شنبہ یکم ربیع الاول کو مکتفی لباس فاخرہ میں آراستہ ہو کر باجاہ و جلال قرمطی اور اس کے امیر رفقاء کو ساتھ لئے، موئے مدینۃ السلام بغداد میں داخل ہوا۔ کچھ روز کے بعد محمد بن سلیمان بھی بقیہ افواج اور قرامطہ لٹیروں کے ساتھ جو شام میں ایک ایک کر کے گرفتار کئے گئے تھے آ پہنچا۔

پرانی عید گاہ کے متصل اور مدینۃ السلام سے مشرقی جانب ایک پُرفنا، ریتلا اور ہموار میدان خاص کر تیار کیا گیا تھا۔ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۳۵۱ میں قرمطی اور اس کے ساتھیوں کے خون سے میدان لالہ زار بنایا گیا۔ قرامطہ نے عام غفلت کو

تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ اس لئے فتح و شادمانی کا یہ اہم واقعہ تھا۔ عام و خاص لوگوں نے بے حد خوشیاں منائیں۔

قرامطہ ثانی نے شام میں طولونی افواج کے پرچے اڑا دیئے تھے۔ اس وجہ سے محمد بن سلیمان کو مصر کی طرف بڑھنے اور فتح کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ روز پنج شنبہ یکم ربیع الاول ۲۹۲ھ میں وہاں پہنچ کر اُس نے آل طولون کی رہی سہی قوتوں کو مٹا دیا اور اُن کے شیرازے کو منتشر کر کے اس حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ آل طولون کی کل ۷۴ سال ۵ ماہ اور سات دن تک حکومت رہی۔

۲۹۳ھ میں بنو کلب میں ایک اور قرامطی جس کی کنیت ابو خاتم تھی شام کے نواح میں نمودار ہوا۔ اس کے تحریک نے زور پکڑا اور روز بروز اس کے پیرو بڑھنے لگے اور اذرعات بھری حوراں اور شیعہ کے اطراف میں جو دمشق کے ماتحت علاقے تھے، پھیل گئے۔ یہ لوگ یہاں کے باشندوں کو ٹوٹتے، خون ریزی اور قید کرتے ہوئے طبریہ کی طرف جو بلاد اردن میں واقع تھا چلے گئے اور اس شہر میں بزور داخل ہو کر بکثرت افواج دعایا اور یہاں کے سردار جعفر بن ناظم کو تہ تیغ کر دیا۔

یہ سن کر خلیفہ نے حسین بن ہمدان تغلبی کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ ایک مشہور مقام خندق پر جو دمشق کے ماتحت تھا اُس کا قرامطہ سے مقابلہ ہوا۔ دونوں میں خوب معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ ایک دوسرے پر فتح پانے کی کوششیں کرتے رہے۔ آخر حسین اپنے حریفوں پر غالب آیا اور اُن کو کھلے میدان میں شکست دی۔ یہ واقعہ اسی سال شعبان کا ہے جس کی طرف بنو کلب کے ایک شاعر نے اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے ۷

لولا حسین یوم دردی خندق

دخیلہ درجلہ لم تستغف

نفس امیر المومنین المکتفی

”اگر خندق کے معرکہ میں سواہ اور پیدل فوجوں کو لے کر حسین مقابلہ نہ کرتا تو

امیر المؤمنین مکتفی کی روح کو تسکین نہ ہوتی۔“

یہ نظم طویل ہے کہنے والے نے اس واقعہ کے ہیرو معرکے کے تمام حالات اور شام میں قرامطہ کے کارناموں کو مفصل بیان کیا ہے۔

قرمطی ہزیمت اٹھا کر ہیت چلا گیا اور وہاں کے باشندوں کو قتل کر کے شہر میں آگ لگا دی۔ پھر وہاں سے ناحیتہ البحر کی طرف روانہ ہوا۔ مکتفی نے چند سہ سالہوں کو اس کے تعاقب میں بھیجا جن میں محمد بن اسحاق بن کندا جلیق اور یونس حاذن ملقب بہ نخل بھی تھے۔ شاہی افواج نے باغیوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ حالت دیکھ کر بنو کلب میں تشویش پیدا ہو گئی اور ان کو اپنی جانوں کے لئے پڑ گئے۔ آخر ان میں ایک آدمی اٹھا اور دھوکہ دے کر قرمطی کو جان سے مار ڈالا اور اسی رات کو نعلش مٹی کے نیچے دبا کر سب کے سب غائب ہو گئے۔

بنو کلب کا ایک سردار جس کی کنیت ابو ذئب مکتفی قرمطی کے سر اور دونوں ہتھیلیوں کو کاٹ کر محمد بن اسحق بن کندا جلیق کے پاس لایا جس نے ابو ذئب کو ان تحائف کے ساتھ دربار شاہی میں بھیج دیا اور ہر شوال سنہ جاری میں دربار خلافت میں سر پیش ہوا۔

ذکریہ بن مرویہ کی بغاوت بنو کلب اور دوسرے قبائل میں ۲۹۳ھ کو شروع ہوئی تھی۔ ایک مشہور مقام صود عسکا کا یہ رہنے والا تھا جو قادیسیہ سے براہ خشکی عرضاً چار میل کے فاصلہ میں واقع ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شخص جس قرمطی کا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس کا باپ تھا اس کی تحریک شام میں ظاہر ہوئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مصنفات کوفہ میں تحریک قرامطہ کا بانی اور عبدان کی بغاوت سے پہلے تھا۔

بہر حال وہ اس سال ۱۰۰۰ھ کو کوفہ میں آیا۔ اس وقت کوفہ میں اسحاق بن ابراہیم اور اسحق بن عمران حاکم تھے۔ دعایا اور شاہی مآذین نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر اس نے انہیں شکست دے کر بہتوں کو قتل کر ڈالا اسحق بن عمران

نے دربار خلافت سے ملک مانگی۔ خلیفہ نے رابق معتقدی نیز بشرافیشنی اور  
جبئی صفوانی دو خادموں کی سرکردگی میں کوفہ فوج روانہ کی۔ حصار کے قریب پہنچ کر غنیم  
سے مقابلہ ہوا۔ مگر نتیجہ برعکس نکلا۔ دشمن نے فوج کے بڑے حصے کو تباہ کر دیا۔ یہ  
واقعہ آخری ذی الحجہ میں رونما ہوا۔

اس کے بعد قرمطی مکہ سے واپس آئے والے حاجیوں کے قافلوں کی کمین گاہ میں  
جا بیٹھا۔ سب سے پہلے خراسانی قافلہ کو ورقصہ کی منزل پر جا گھیرا۔ یہ قافلہ بہت بڑا تھا۔  
اس کو ٹوٹ کر قافلہ کی دوسری منزل کی طرف بڑھا۔ اس کا نام عقبہ تھا اس نے یہاں  
شاہی قافلہ پر چھاپہ مارا۔ مبارک قبی اور ابو العشا لڑا۔ احمد بن نصر قبیلی قافلہ سالار  
تھے۔ آخر الذکر شامی سرحد کا حاکم تھا۔ قرمطی نے ان دونوں سردار، تمام امراء اور  
عوام کو قتل کر کے یہاں سے تیسرے شاہی قافلہ کی طرف جو ہبیر کے مشہور مقام  
طلح میں پڑا ہوا تھا گیا اور اس کو بھی تاخت و تاراج کیا۔ یہ علاقہ ریگستان میں  
ثعلبیہ اور شقوق کے درمیان واقع ہے۔ قافلہ میں نفیس موسوی احمد بن سیما نیز  
امراء و سالار قافلہ اور ہر ملک اور ہر طبقے کے لوگ تھے۔ قافلہ کے پچاس ہزار  
سے زیادہ آدمیوں کو اس نے قتل کیا اور اس سے پہلے دوسرے قافلوں میں جس قدر  
خونریزیاں کی تھیں ان کے مقتولین کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

یہ خبر سن کر قادیسیہ سے وصیف بن حصار ثکین خزری اور قاسم بن سیما اس کی  
سرکوبی کے لئے بنی شیبان کی ٹڈی دل فوج لے کر روانہ ہوئے۔ اس مہم میں امراء بھی  
شریک ہو گئے تھے۔ کوفہ اور بصرہ کے درمیان دوم ایک مشہور جگہ پر جہاں قافلے پانی  
لینے کے لئے ٹھہر کر رہتے تھے۔ روز یک شنبہ ۲۴ ربیع الاول ۲۹۵ھ میں طرفین کا  
مقابلہ ہوا اور گھسان کی لڑائی ہوئی۔ انجام کار کہ وہیہ کی جماعت نے ہزیمت  
اٹھائی اور تمام باغی بزور گرفتار ہوئے۔ قرمطی بھی اسیر ہوا۔ مگر اسے کئی زخم  
کاری لگے تھے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ دوسرے روز اس نے دم توڑ دیا۔ اس کی نعش اونٹ  
پرباندہ کر مدینۃ الاسلام بھیج دی گئی اور تمام قیدی اور مقتولین کے سر بھی روز و شنبہ

۹ ربيع الاول سنہ مذکور میں وہاں روانہ کئے گئے یہ  
اس کے بعد عراق میں یہ تحریک کمزور ہو گئی۔ مگر جنابی بحرین میں موجود تھا وہ مکتفی  
کے عہد میں خاموش رہا۔

۲۹۵ھ میں اسماعیل فوت ہوا۔ اس کا جانشین احمد ہوا۔  
**اسماعیل بن احمد سامانی** مکتفی نے اس کے لئے سند ولایت بھیجی۔

**دولت طولونیہ** شیبان بن احمد بن طولون کے مرتے ہی دولت طولونیہ ختم ہو  
گئی۔ شام و مصر مکتفی کے قبضہ میں آ گئے۔

**دولت اغالیہ** افریقیہ میں ابو عبد اللہ حسن سیفی داعی فاطمین کا اقتدار بڑھ رہا تھا۔  
اس نے اس دولت پر اپنا تسلط جمایا جس کی وجہ سے یہ دولت  
ختم ہو گئی۔ ابو عبد اللہ حسن سیفی کے حالات جلد ہفتم میں تفصیل سے ہیں۔

**رُوم** مکتفی کے آغاز عہد میں رومیوں سے تعلقات اچھے تھے اور دونوں طرف سے  
ہدیے اور تحفے آتے جاتے تھے۔ لیکن ۲۹۹ھ میں رومیوں نے پھر مجدد دولت  
بنی عباس کو لوٹا۔ اس وجہ سے عسکر اسلامی نے ان کا مقابلہ کیا جس میں پانچ ہزار رومی  
قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت کچھ ہاتھ آیا۔  
رُومیوں کے ہاتھوں جو مسلمان پکڑے گئے تھے۔ ان کا ذریعہ فدیہ اور تبادلہ سے  
تین ہزار مسلمان ۳۰۳ھ میں مکتفی نے آزاد کرائے۔

**وفات مکتفی** روز یک شنبہ ۱۳ رزی قعدہ ۳۱۵ھ بغداد میں انتقال کیا۔ ۳۱ سال  
کی عمر میں ۶ سال اور ۹ روز اس نے حکومت کی۔

**حلیہ** نحیف الجثہ، گندمی رنگ، چھوٹی آنکھیں، ڈاڑھی اور سر کے بال دراز اور  
خوبصورت تھے۔ چہرہ حسین اور باندا نرماسب تھا۔

**اوصاف** مکتفی کی خوش خلقی مشہور تھی۔ عدل و انصاف میں کسی غلیفہ سے پیچھے

۱۔ التبیہ والاشراف ص ۲۲۵ ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳ ۳۔ التبیہ والاشراف -

نہ تھا۔ اس کے والد نے دوسروں کے مکانات بحق حکومت ضبط کر کے نعمت خانہ بنوائے تھے اُن کو گروادیا اور ورثاء کو رقمیں دیں اور مساجد بنوا دیں اور قہر میں جو مکانات اُنے تھے اُن کے مالکوں کو وہ مکانات دیدیئے۔ اس عمل سے اہل بغداد مکتفی کے گمرویدہ ہو گئے اور دُعائیں دیتے۔ ابی دینار نے دو شعر لکھ کر مکتفی کو بھیجے۔ دس ہزار درہم صلہ میں عطا کئے۔

**نعمت اللہ** مکتفی نے اپنی بیماری میں کہا کہ مجھے ان سات سو دیناروں کا بڑا عطرہ لگا ہوا ہے جو اپنے خرچ میں لے آیا ہوں حالانکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور مجھے اذن کی چنداں احتیاج بھی نہ تھی۔ اگر فرمائے قیامت میں مجھ سے اذن کی پرستش ہوئی تو میرے ساتھ بُری گزرے گی۔ میں اپنی غلطی پر خدا سے مغفرت مانگتا ہوں۔

**ہمعصر علماء** عبد اللہ بن احمد بن حنبل، ثعلب اہام العربیہ، قنبل المقری، ابو عبد اللہ یوسفی، افقیہ، بزار صاحب مسند، ابولکھبی، قاضی ابو حازم، صالح جزره، محمد بن بھر المرزوی، ابو حنین نوری شیخ صوفیہ، ابو جعفر ترمذی شیخ شافعیہ عراقی۔

**فلسفی** اسماعیل بن حنین مشاہیر حکماء میں سے تھا۔ خلیفہ مکتفی نے اس کو وزارت پر ممتاز کیا۔ اس کو نجوم میں کمال حاصل تھا۔ ایک دن مکتفی نے کہا۔ ایسا طالع اختیار کر کہ میرا بیٹا ولی عہد ہو۔ اس نے کہا علم کی رو سے ظاہر ہے کہ تیرا بھائی ولی عہد ہوگا۔ ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

**فقہیہ** محمد بن مقاتل مازی، اصحاب امام محمد میں سے تھے۔ فقیہ و محدث تھے۔ علی الرازی عالم، عادل، زاہد، تلمذ حسن بن زیاد سے تھے۔ کتاب الصلوٰۃ مشہور تصنیف ہے۔



## خليفة مقتدر بالله

**نام و لقب** ابو الفضل کنیت جعفر بن احمد معتقد نام اور مقتدر لقب تھا بعض کا خیال ہے کہ اصل نام اسحاق ہے وہ متوکل کے ہم شکل تھا اس لئے اس کا نام بھی جعفر ہو گیا۔ اس کی ماں ام ولد تھی۔ دوم کی باشندہ اور شغب نام تھا۔

**خلافت** ۲۸۲ھ میں پیدا ہوا۔ تعلیم و تربیت شاہانہ طور و طریق سے ہوئی۔ روز یک شنبہ ۱۳ رزی القعدہ ۲۸۵ھ میں بیعت لی گئی۔

**قضیہ** ابو الفضل کی خلافت کو چار مہینے گزرے تھے کہ ارکان سلطنت اور سپہ سالاروں کی ایک جماعت نے جس میں حسین بن حمدان بن حمدون تغلبی وصیف بن موارنگین، خزری، محمد بن داؤد بن جراح اور علی بن عیسیٰ سردارہ ان لشکر اور ممتاز اہل دفتر تھے۔ مقتدر کو معزول کر کے عبداللہ بن المعتز کی بیعت لی۔ اس سلسلہ میں حسین بن حمدان، عباس بن حسن کے ہاتھ سے مارا گیا اور فاکم معتقدی بھی جو ابن حمدان کی مدد کو آیا تھا مقتول ہوا۔

**ابن المعتز** عام لوگ مقتدر کو معزول سمجھ کر ۱۵ ربیع الاول روز شنبہ ۲۹۶ھ کو ابن المعتز کی بیعت کرنے لگے۔ ایک رات دن اسی طرح حالت گزری۔ تاہم مقتدر دار الخلافہ سے نہ جدا کیا گیا اور نہ تخت خلافت سے اتارا گیا۔ چند خاص شاہی غلاموں نے ابن المعتز کی جماعت سے مقابلہ کیا اور لڑ کر انہیں اُلٹے پاؤں پر اگنہ بھاگنے پر مجبور کیا۔ اس ہنگامہ میں بہت سے لوگ کام آئے۔ ابن المعتز گرفتار ہو کر قتل ہوا جس سے مقتدر کے لئے مطلع صاف ہو گیا۔

**وزارت** مقتدر نے عباس بن حسین کو جس طرح مکتفی کے عہد میں وزارت کے عہدہ پر تھا قائم رکھا۔ مگر جب عباس مارا گیا تو حسب ذیل لوگوں کی



طرف بہ ترتیب ذیل وزارت منتقل ہوئی۔

علی بن محمد بن موسیٰ بن فراتؑ، محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان الملقب بہ

۱۔ علی بن محمد بن فرات کا خاندان علاقہ وجیل کا تھا۔ ذی علم اور عدل و انصاف کا خوگر تھا۔ بریکی کی طرح فیاض اور فاضل، تدبیر سیاست میں ممتاز، تین مرتبہ وزیر بنا۔ قرامطہ کی حمایت میں قتل ہوا۔ ۳۵۰ھ

علی بن عیسیٰ ایمان دار، عدل و انصاف سے کلام لیا کرتا۔ شراب فروش اور شراب نوشی کے خلاف احکام جاری کئے۔ پانچ لاکھ دینار خراج ایک سال کا رعایا کو معاف کر دیا۔ سخی، فیاض، اہل علم کا قدردان، خود فاضل جلیل تھا۔

عباسی تاریخ میں اس سے زیادہ متقی اور دنیدار وزیر نہ گزرا تھا۔ حافظ قرآن، حدیث میں بھی ورک، حساب کا ماہر، صدقات وغیرات میں ہزاروں روپے صرف کرتا تھا۔ اُس نے کارِ خیر کے لئے اوقاف کے دیوان البر کے نام سے ایک شعبہ قائم کیا۔ رعایا کی دادرسی کے لئے روزانہ صبح سے عصر تک امور وزارت انجام دیتا۔

امورِ مملکت میں بڑا تجربہ کار تھا۔ انتظامی حیثیت سے اس کا دور وزارت کامیاب رہا۔ ۳۳۰ھ میں مقتدر نے معزول کر دیا۔ اس کے بعد حامد بن عباس وزیر ہوا وہ سنگدل اور نااہل تھا۔ اس کو ہٹا کر محمد بن عبد اللہ کا دوبارہ تقرر ہوا۔ پھر یہ بھی معزول ہوا تو ابوالعباس احمد بن عبید اللہ بن احمد بن غصیب کا تقرر عمل میں آیا ۳۳۵ھ میں یہ بھی نکالا گیا۔ ابن سکویہ لکھتا ہے یہ شمرانی تھا حکومت کا نظام بگڑ گیا۔ ابن غصیب کے بعد ابوعلی محمد بن علی متقلد وزیر ہوا۔ اس کے حالات آگے آتے ہیں ۳۳۸ھ میں معزول کر کے فارس جلاوطن کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابوالقاسم سلمان بن حسن بن مخلد وزیر بنا۔ مگر اس سے بھی وزارت نہ سنبھلی۔ عبید اللہ بن محمد کلواز کو یہ منصب ملا۔ مگر یہ بھی مالیات کو سنبھال نہ سکا جیسا کہ آگے ذکر کیا جانے گا پھر حسین بن قاسم وزیر ہوا۔ اُس کے بعد ابوالفضل جعفر بن فرات کو قدردان وزارت سپرد ہوا۔ اس کے وقت میں مقتدر قتل ہوا۔

۳۵۰ھ ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۷۷ تاریخ الخلفاء ص ۶۷۰ -

دق صدرہ، علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح، علی بن محمد بن فرات (دوبارہ وزیر بنایا گیا)۔  
 حامد بن عباس، علی بن محمد بن فرات (سہ بارہ وزیر بنایا گیا) عبد اللہ بن محمد بن عبید اللہ  
 خاقانی۔ عبد اللہ کو وزارت اس وقت ملی تھی جب اس کا باپ محمد بن عبید اللہ زندہ تھا۔  
 مگر بیٹے کو عہدہ وزارت پر فائز ہونے بارہ روز گزرے کہ باپ کا انتقال ہوا۔ اس کی  
 وفات روز دوشنبہ وقت عصر ۲۲ ربیع الاول کو اور یقول بعض ۳۱۲ھ کے اوائل میں  
 ہوئی۔ اس وقت تک عبد اللہ آخری شخص تھا کہ باپ کی زندگی میں وزارت کے عہدہ  
 پر سرفراز کیا گیا۔ احمد بن عبید اللہ خصبی، علی بن عیسیٰ (دوبارہ وزیر بنایا گیا) ابو علی بن  
 محمد بن علی بن مقلہ، سلیمان بن حسن بن مخلد بن جراح (علی بن عیسیٰ کا ابن عم تھا) عبید اللہ  
 بن محمد کواذانی، حسین بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب، فضل بن جعفر بن  
 موسیٰ بن فرات۔

مقتدر کی انگلشتری میں المقدر باللہ کندہ تھا۔

**قضاة** منصب قضاة پر جن لوگوں کا تقرر عمل میں آیا ان کے نام یہ ہیں :-  
 محمد بن یوسف بن یعقوب۔ مشرقی سمت اور کرخ کے لئے مقرر کئے گئے  
 تھے۔ ترقی کر کے قضاة القضاة کا درجہ حاصل کیا۔ جب اُن کی وفات ہوئی اُن کے  
 صاحبزادہ عمر بن محمد بن یوسف کو یہ عہدہ عطا کیا گیا اور تقرر بھی سمت مشرقی اور کرخ  
 کے لئے عمل میں آیا۔ مدینۃ المنصور اور ماتحت علاقہ جات کے لئے یہ لوگ بہ ترتیب  
 ذیل مقرر کئے گئے۔

عبد اللہ بن علی بن ابی الشوارب ان کے صاحب زادہ محمد بن عبد اللہ عمر بن حسن  
 (اشبانی کے نام سے مشہور تھے) بعد کو ان کا عہدہ توڑ دیا گیا۔ حسن ابن عبد اللہ بن  
 ابی الشوارب، عمر بن محمد بن یوسف۔

**حجابت** حجابت کے عہدے پر بہ ترتیب سوسن مولیٰ، نصر قشوری،  
 یا قوت اور دین کے دو بیٹے ابراہیم اور محمد  
 مقرر کئے گئے۔

**فتنہ قرامطہ** | سعودی کامیابان ہے اہم حوادث اور غیر معمولی واقعات جو مقتدر کے عہد (۳۱۲ھ) میں رونما ہوئے۔ اُن کی کوئی مثال پیشتر اسلام میں نہیں ملتی۔ ابوطاہر سلیمان بن حسن بہرام جنابی حاکم بحرین ۲۵ ربيع الاول ۳۱۲ھ کو چار سو سوار جن کی سواری میں چار سو گھوڑیاں تھیں اور پانچ سو آدمیوں کی پیدل پلٹن کے ساتھ احساء بحرین میں واقع ہے) سے چھ راتوں میں بعروہ پہنچا اور شب کے وقت شہر میں گھس کر سبک مصلیٰ اور اس کے رفقاء اور رعایا میں جن کا اس سے سامنا ہوا قتل کر تا گیا۔ لوگ خوف سے بھاگ بھاگ کر ابلہ، مفتوح، شطوط، انمار، جزائر اور دوسرے مقامات میں چلے گئے۔ شہر میں سترہ روز ٹھہر کر جو کچھ مال سمیٹ سکے اس کو لے کر اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔

پھر حجاج کے قافلوں کو جو مکہ معظمہ سے واپس آ رہے تھے، ثعلبہ کے قریب بہیر کے فواح میں جا کر روکا۔ اس وقت یہ جماعت پانچ سو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے قافلہ کے سردار خواص اور عوام کے خون سے زمین کو رنگین کر کے ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون امیر قافلہ، احمد بن محمد بن کثمر و نیز ممتاز حضرات اور ہر طبقہ کے بہت سے مرد اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ شمسہ اور تمام مال و اسباب جس کا شمار و اندازہ کسی طرح نہیں کیا جاسکتا تھا لوٹ لیا۔ یہ واقعہ یکشنبہ ۱۹ محرم ۳۱۲ھ کا ہے۔

۳۱۲ھ میں ابوطاہر نے حجاج کے قافلوں کی جو جج کے لئے گھروں سے نکلے تھے ناکہ بندی کی۔ اس وقت بھی اس کی جماعت کی تعداد پانچ سو سوار اور چھ سو پیدل آدمیوں پر مشتمل تھی۔ قافلہ کے بعض آدمیوں پر اس کا داؤ چل گیا۔ مگر باقی لوگ کوفہ اور مدینۃ السلام سے واپس چلے گئے۔ ابوطاہر نے بھی کوفہ کا رخ کیا۔ اس کے مقابلے کے لئے دربار خلافت سے جعفر بن ورقاء شیبانی جنبی صفوانی خادم مولیٰ ابن صفوان عقیلی شامی سردار اور انطاکیہ کا حاکم شمل خادم دلفی طریف سبکری خادم اسحاق بن شیروہن سبکری معہ فوج کے بھیجے گئے۔ مقابلہ پر اس نے لوگوں کو شکست

دے دی۔ بے شمار آدمیوں کو قتل کیا اور جنی صفوانی کو لوگوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔  
کوفہ سے مال و اسباب اور اپنے اہل خاندان کو لے کر احساہ واپس چلا گیا اور کوفہ کو  
اسمعیل بن یوسف بن محمد بن یوسف المعروف بہ انجمن صاحب یمامہ بن ابراہیم بن موسیٰ  
بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کے سپرد کر دیا گیا۔

ابوطاہر کے مقابلہ کے لئے ابوالقاسم یوسف بن ابی سباح اپنی افواج لے کر واسطہ  
سے روانہ ہوا۔ یہ آذربائیجان آمد مینہ، اتران اور بیلقان وغیرہ ممالک کا حاکم تھا۔  
بارگاہ خلافت سے یہ واسطہ بھیجا گیا تھا تاکہ فوجی تیاریاں کر کے بحرین کی طرف فوج  
روانہ کرے۔ ابھی یہ واسطہ میں تیاریاں کر رہا تھا کہ دفعۃً کوفہ پر حاکم بحرین کی چڑھائی  
کی خبر ملی۔ وہ فی الفور اس کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑا ہوا اور ابوطاہر آگے بڑھ کر  
ایک مقام پر جو خود نق کے نام سے مشہور تھا اتر آیا اور اس مقام پر اپنا قبضہ کیا۔ ابن  
ابی سباح بھی دوسرے روز ابوطاہر کے پاس ہی پاس ایک مقام پر آ اتر جو بن النہرین  
کے نام سے مشہور تھا اور قریہ حروراء کے متصل واقع تھا۔ اسی حروراء کی طرف  
خوارج کے فرقہ حروریہ کی نسبت کی جاتی ہے۔ الغرض ابوطاہر اس قریہ اور کوفہ کے  
درمیان حائل ہو گیا تھا۔

۹ شوال روز شنبہ ۳۱۵ھ کو دو جماعتوں میں معرکہ کا زار گرم ہوا۔ ابن ابی سباح  
گرفتار ہو گیا۔ اس کی فوج کے پرچھے اڑا دیئے گئے اور تیس ہزار سے زیادہ ہلاک  
اور پیدل آدمی کام آئے۔ اس کے علاوہ اس کی فوج کا معتد بقیہ راستے ہی سے  
جدا ہو گیا تھا اور ایک حصہ ابھی پیچھے باقی رہ گیا تھا۔ حاکم بحرین کے تقریباً دو ہزار  
آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر پیدل تھے۔

ابوطاہر کوفہ سے انباد آیا اور اس کو اپنے قبضہ تعریف میں لایا تھا۔ ساتھ کے  
کچھ لوگ دریا نے فرات کو پہنچا کر مشرقی سمت میں جا پہنچے اور انبار کے سپہ سالار  
اور اکابر لوگ مثلاً عارفی یرغوث، ابن ہلال، اور محمد بن یوسف فزری  
کو قتل کر دیا۔

ابوطاہر نے دریائے فرات پر ایک پل بنایا اور اپنی جمعیت نیز اہل خاندان کو یہیں چھوڑ کر خود سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ انبارہ سے گزرتا ہوا شاہی دربار تک جانا چاہا اور زباں تک جو ایک چھوٹی نہر سے بڑھتا چلا گیا تھا۔ یہ نہر عفر قوق مشہور پہاڑی سے ایک فرسخ کی بلندی پر ہے۔ مدینۃ السلام سے اس کی مسافت ایک دن سے بھی کم ہے۔

مونس خادم نصر حاجب المعروف کشوری اور ابولہیجا عبداللہ بن حمدان جو ابن ابی سباح کے مقابلے سے پہلے چھوٹ چکا تھا اور اس کے ساتھ کے قیدی بھی رہا ہو چکے تھے۔ دربار خلافت کا تمام شاہی لشکر اس نہر پر پڑا ہوا تھا۔ جب انہیں ابوطاہر کے نزدیک آنے کی خبر ہوئی تو نہر کا پل کاٹ دیا۔ یہ نہر دونوں فریقوں کے درمیان حد فاصل بن گئی۔ ابوطاہر کی پیدل فوج کے چھ آدمی پانی میں اتر آئے تھے مگر ان پر دوسری سمت سے پتھروں کی بوچھاڑ پڑنے لگی۔ چار و ناچار اس نے انبارہ واپس جانے کی ٹھہرائی۔

مونس نے اپنے غلام بلیق کو تقریباً تین ہزار اور بقول بعض سات ہزار فوج کے ساتھ قصر ابن ہبیرہ کے راستہ پر متعین کیا جو کوفہ جاتے ہوئے راستہ میں ملتا ہے۔ یہ لوگ فرات کے جس سرور کو عبور کر کے براہ راست روانہ ہوئے اور راستہ کترا کے ابوطاہر کی جمیعت تک پہنچنے کی کوشش کی۔ بعض ممتاز آدمیوں نے پانی میں اتر کر ابوطاہر کے بتائے ہوئے پل کو جلا ڈالا جس کے جل جانے سے وہ نہر کی مشرقی سمت میں رہ گیا اور اس کی جماعت نہر کی غربی جانب میں تھی۔ جب اُس نے بلیق کی آمد کی خبر سنی تو ایک چھوٹی سی کشتی میں دریائے فرات کو طے کیا جس میں اس کے تین بھائی بھی تھے۔ بقیہ لوگ تیر کر دریائے فرات کے پار ہوئے اور بھاگ کر اپنی جماعت میں جا ملے۔ ابوطاہر کے دو بھائی ابوالعباس فضل اور ابوالعقوب یوسف اپنی جماعت ہی میں تھے جب انہیں بلیق کے نزدیک آنے کی خبر ملی۔ اسی وقت انہوں نے ابن ابی سباح کو قتل کر دیا۔

بلیق آپنی اور اُن لوگوں سے سرگرم پیکار ہوا مگر اس کے بہت سے آدمی مارے گئے اور خود اس کی جان بچ گئی۔ ابوطاہر تمام سامان اور اسباب لے کر شہر ہیت آیا اور اس کا محاصرہ کیا۔

اس نے انبار کی جانب ہیت سے کچھ فاصلہ پر مقام قم بقیہ میں تمام رفقاء کے کئی جتھے کر دیئے تھے۔ یہ سب کے سب مسافت طے کر کے یہاں آکر اُس سے مل گئے۔ روز یکشنبہ ۸ رزی الحجہ سنہ مذکور میں ہیت کے لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ شام کو ہارون بن غریب الحال ابو العلاء سعید بن حمدان، یونس غلام احمسی اور دوسرے اکابر بھی وہاں پہنچ گئے تھے جن کے آنے سے جنگ کے شعلے اور بھڑک اُٹھے۔ شہر نہاہ کی دیواروں سے جنگ ہونے لگی۔ دفعۃً غینم کے کئی قلعہ شکن آلات میں آگ لگ گئی جس کی وجہ سے وہ لشکر گاہ کو واپس گیا اور دوسرے روز دوشنبہ کی صبح کو وہ رتبہ مالک بن طوق کے ایک گوشہ کی طرف روانہ ہوا۔ کوچ سے پہلے علی الصباح اس کی لشکر گاہ سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔ مگر وہ دراصل اسباب و سامان کو آگ کی نذر کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس بار برداری کے وسائل کی کمی تھی اور سامان اور کنبہ کے لوگ بہت تھے۔

جب وہ رجب پہنچا تو اس وقت یہاں کا حاکم ابو جعفر محمد بن عمرو بن تغلبی تھا۔ اس نے شہر کو بزورِ شمشیر فتح کیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ یہ جبکہ شام کی طرف ہے اور پھر قریشیا کو جو جزیرہ کی سمت میں واقع ہے فتح کیا۔ یہاں سے اس نے جماعت کی ٹولیاں بنا کر اطراف و اکناف میں روانہ کیں اور فوج کا ایک ایک دستہ حسین بن علی بن سہر ثقفی اور معاذ اعرابی کلابی کی سرکردگی میں کفر توٹا و اس العین اور نصیبین کی طرف روانہ کیا جس نے قبائل تغلب اور نمر کے بدوؤں اور شہریوں سے مقابلہ کیا۔

اس سے پہلے سلیمان جلی کو لشکر کی رسد کے لئے کفر توٹا بھیجا تھا۔ یہ شخص اس جماعت میں نہایت نقشبند اور اُن کے مذہب سے پورا واقف تھا۔ یہ ابو زکریا بجران کی جماعت میں شریک تھا مگر بعد کو ابو سعید جنابی اور اُس کی اولاد سے جا ملا۔



فوج کا ایک اور دستہ جس میں کم و بیش دو ہزار آدمی تھے رقبہ بھیجا جو رجب سے تیس فرسخ کے فاصلہ پر تھا۔ یہ دستہ بھی حسین بن علی بن سبزوہ اور معاذ کلابی کی سرکردگی میں روانہ ہوا۔ روز یک شنبہ ۲۲ جمادی الاول ۳۱۶ھ کو دونوں رقبہ پہنچے۔ اس وقت یہاں کا امیر نجم غلام جنی صفوانی تھا۔ شنبہ ۲۵ جمادی الاولیٰ کو طرفین میں لڑائی ہوئی۔ چہار شنبہ کو کچھ دن باقی تھا کہ اس کی فوج رجب سے واپس چلی گئی۔ جانبین کے کچھ آدمی مارے گئے جس میں رقبہ کے آدمی زیادہ تھے۔

یکم شعبان ۳۱۶ھ کو وہ رجب سے روانہ ہوا اور براہ خشکی اور براہ دریا سُر فرات اُس نے مسافت طے کی۔ رجب میں تقریباً سات ماہ تک اُس نے اقامت کی۔ یہاں سے چل کر دوبارہ ہمیت آیا اور اب کے اُس نے خشکی اور دریائی راستوں سے اس پر حملے کئے۔ طرفین میں زور شور کی معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ جب اُس نے اس شہر پر پہلی بار حملہ کیا تھا تو اس کے پاس کشتیاں نہیں تھیں۔

الغرض وہ یہاں سے بھی روانہ ہوا اور کوفہ اور قادسیہ کے نواح میں آیا یہاں اسد فراہم کر کے بصرہ کے بیرونی حصوں کو طے کرتا ہوا بحرین واپس چلا گیا۔ ۳۱۷ھ میں چھ سو سوار اور نو سو پیدل فوج لے کر مکہ معظمہ کی طرف بڑھا اور، رزی الحج دو شنبہ کے دن یہاں پہنچا۔ یہاں کا حاکم محمد بن اسمعیل معروف بہ ابن مخلب تھا۔ عمائد شہر عوام، حجاج اور اُن کے باشندے اس کے مقابلے میں صفت آرا ہوئے۔ مگر جب نظیف غلام ابن حاج مقتول ہوا تو اس کے لئے میدان خالی کر دیا گیا نظیف مکہ کے بااثر لوگوں میں تھا اور اس پر کافی اعتماد کیا جاتا تھا۔ لوگوں نے تلواریں لے کر خانہ کعبہ میں پناہ لی۔

جو لوگ اس گروہ کے ہاتھوں بلد الحرام اور تمام شہروں میں مارے گئے تھے اُن کی تعداد میں ہزار تھی۔ بہت سے لوگ وادیوں میں اور کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور کچھ جنگلوں میں پناہ میں اور سخت تکالیف اٹھا کر ہلاک ہو گئے تھے جن کا کوئی شمار نہ ہو سکا۔



**خانہ کعبہ کی بے حرمتی** | اُس نے بیت الحرام کے دروازے جن پر سونے کے پتھر جتنی محرابیں، جتنے یمنی نہرے، جتنے جھاڑ اور سونے چاندی کے جتنے منظرے اور تازیانے تھے جن سے بیت الحرام ہر وقت آراستہ رہتا تھا ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ حجر اسود کو اکھاڑ کر اس کی جگہ اتنا گرا کر دیا کہ تقریباً کئی تک ہاتھ چلا جاتا تھا اور پھر کعبہ کا غلاف اُتارا اور ان تمام سامانوں کو پچاس اونٹوں پر باندھ کر اس داد و گیر اور قتل عام کے وقت جن لوگوں نے بیت الحرام میں پناہ لی تھی ان کی وجہ سے بعض چیزیں لوٹ سے بچ گئیں۔ یہ واقعہ روز و شنبہ ۱۳ رزی الحجہ ۳۱ھ کا ہے اس کی فوج مکہ معظمہ میں آٹھ روز تک مقیم رہی۔ روزانہ صبح کو شہر میں داخل ہوتی تھی اور شام کو واپس باہر آتی تھی۔ بالآخر قتل و غارت کرتی ہوئی ہفتہ کے روز مکہ سے روانہ ہوئی۔ مگر راستہ میں قبیلہ ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضران سے مزاحم ہوا۔ قبیلہ کے لوگ تنگنائیوں، گھائیوں اور پہاڑیوں میں پھیلے پڑے تھے۔ پتھروں اور خنجروں سے وہ حملہ آور ہوئے اور اُس کو آگے بڑھنے سے روک دیا یا فوج راستہ بھول گئی۔ تین دن تک پہاڑوں اور وادیوں میں بھٹکتی پھری۔ اس بادیہ نوردی میں بہت سے مرد و زن نے جو گرفتار تھے اس کی قید سے نجات پائی۔

اس وقت اس جماعت کے انواع و اقسام کے مال و اسباب سے تقریباً ایک لاکھ اونٹ لدے ہوئے تھے۔ قبیلہ ہذیل نے بہت اسباب و سامان اور ہزاروں اونٹ اس سے چھین لئے۔ غنیم نے ہذیل کے ایک سیاہ فام غلام کو جس کا نام زیاد تھا، امان دی تھی جس کی مکافات میں اس نے ان لوگوں کو راستہ بتایا تو وہ تنگنائیوں سے نکل کر اپنے ملک واپس آ گئے۔ بقیہ قرامط کا حال راضی کے تذکرے میں ہے۔

**منصور علاج** | مصنفات ملک فارس میں شہر بیضا کا باشندہ حسین بن منصور معروف بہ علاج کے قتل کا واقعہ ۲۴ ذی قعدہ ۳۰۹ھ کو ظہور پذیر ہوا۔ وہ ایک ادنیٰ پرنس تھا جو بغداد آیا اور انا الحق کی آواز لگائی۔ اس کا قول تھا کہ انسان میں خدا حلول کر سکتا ہے۔ قرآن و حدیث سے جاہل تھا۔ حکومت نے اس کو گرفتار کر لیا اور قاضی ابو عمر و دیگر علماء نے اس کے زندیقہ کی تائید کی۔ اور اس کے قتل کا حکم دیا۔ ۲۴ ذی قعدہ ۳۰۹ھ کو اس کے سو کوڑے لگائے گئے۔ دونوں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ سرتن سے جدا کیا گیا اور لاش جلادی گئی۔ یہ تمام واقعات پولیس کی جماعت کے لوہر و قید خانہ کی فحش پر انجام پائے (یہاں قید خانے کو عرف میں مزق کہتے ہیں)۔

اس کی نسبت جو جو مذہبی باتیں ہر جگہ بیان کی جا رہی تھیں۔ اُن کی وجہ سے وہ نہایت خطرناک تھا۔ اس کے متبعین اور پیروؤں کی تعداد بہت تھی۔ علاج تصوف اور الوہیت کی باتیں کرتا تھا۔ علاج کے مسلک و مذہب کے متعلق جو روایتیں صحت کی حد تک پہنچی ہیں یا جو خود اس نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان باتوں کو مسعودی نے در باب السخل اور روماء الملل کے تذکرے کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

**تشحنہ** | مقتدر نے بغداد کے شحنہ عمرویہ کو نکال دیا جو ابن معتز کا حامی تھا۔ اس کی جگہ مونس خاڈن شحنہ مقرر ہوا۔

**حامیانِ معتز کا قتل** | ابن معتز، امیر محمد بن داؤد، قاضی احمد بن یعقوب بدر الجمعی، امیر وصیف بن صوار تلکین کا تب وغیرہ کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ بعضوں کو قتل کر دیا۔ یہ حسین بن حمدان والی موصل جس نے مقتدر کے خلاف ابن معتز کی حمایت کی تھی وہ بچ نکلا۔ اس کے

بھائی ابوالہیجا کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ ہردو میں جنگ ہوئی۔ آخر شہر حسین ابن فرات کے ذریعہ خطا معاف کر کے مقتدر کے حضور حاضر ہو گیا۔ مقتدر نے اس کی عزت افزائی کی اور قم، قاشان کا والی بنا دیا۔  
کچھ دن کے بعد بیچہ کا علاقہ بھی اس کو دے دیا۔ ۳۳ھ تک ان مقامات کا حکمران رہا۔

وزیر علی بن عیسیٰ اور حسین بن حمدان میں کسی بات پر اختلاف ہو گیا تو وزیر نے حسین کو حکم دیا کہ موصل کے علاقے عباسی عمال کے سپرد کر دے۔ اس نے انکار کیا۔ مقتدر نے فوجیں مونس کی سرکردگی میں بھیجیں حسین اور ابوالہیجا گرفتار ہوئے۔ قید کئے گئے۔ ۳۵ھ میں ابوالہیجا آزاد ہوا اور حسین قتل کر دیا گیا۔

**واقعات ۳۵ھ** | شاہ روم کی طرف سے دو قاصد بغداد آئے اور یہ درخواست پیش کی کہ فریقین آپس میں صلح کر کے قیدیوں کو فدیہ پر رہا کر دیں۔ مقتدر نے درخواست منظور کر لی اور اس کام کے انجام دینے کے لئے مونس کو بھیجا۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔

**دولت ادریسہ و اغالبیہ** | دولت ادریسہ و اغالبیہ کا خاتمہ عبید اللہ مہدی اس کا مستقر شہر مہدیہ (متصل قیروان) تھا۔

**بغاوت مرداویج** | ادیبی سردار مرداویج بن زیاد نے ۳۱۵ھ میں علم بغاوت اٹھایا۔ سب سے پہلے حاکم جرجار، اسفندیار، شیرویہ پر حملہ آور ہوا۔ اس کو قتل کر کے قزوین، رے، ہمدان، کنکو، قم، قاشان، اصفہان، طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ایک سونے کا تخت بنایا گیا جس پر بیٹھ کر وہ دربار لیا کرتا تھا۔ مقتدر کو خبر لگی۔ اس نے فوج بھیجی وہ ناکام رہی مگر مرداویج نے

۱۔ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳ ۲۔ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۶۸۔

بطور حفظ ماقدم مقتدر کو چند لاکھ سالانہ خراج دینا منظور کر لیا۔ غرض کہ خراسان اور  
مادرانہر میں آل سامان کا کچھ یوں ہی سا اقتدار تھا۔ ان کے مقابل ایک جدید طاقت  
دیشیوں کی اٹھ کھڑی ہوئی۔

**آل حمدان** موصل پر آل حمدان کا ایک عرصہ سے اقتدار بڑھ رہا تھا۔ یہ لوگ  
اتھور اور شجاع بھی تھے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے  
بھی اپنی حکومت کی بنا ڈالی۔

**رومی حملہ** رومیوں نے بغداد کی کمزوری محسوس کر کے ۳۳۳ھ میں جزیرہ  
کے حدود پر حملہ کر دیا۔ فوج سرحد پر نہ تھی۔ قلعہ منصورہ بہرہ  
فاسخانہ آگئے اور صد ہا مسلمان گرفتار کر کے لے گئے جن کو مقتدر نے چھڑایا تھا  
کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پھر ۳۳۵ھ میں قیصر روم نے طیطہ پر حملہ کیا اور اس کو  
ویران کر ڈالا۔ وہاں کے بہت سے مسلمان قتل ہوئے۔ مقتدر کو اہل طیطہ نے اطلاع  
دی۔ مگر ان کی فریاد نہیں سنی گئی۔ مقتدر عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ مجبور ہو کر  
۳۳۵ھ میں خود طرطوس کے مسلمانوں نے رومی سرحد میں حملہ کر دیا۔ چار سو  
مسلمان گرفتار ہو گئے اور بہت سے شہید کر دیئے گئے۔ اس سال دمشق رومی  
نے ایک عظیم الشان فوج لے کر ارمینیا کے سب سے بڑے شہر دیبل پر چڑھائی کی۔  
اس کے ساتھ منجین وغیرہ قلعہ شکن آلات کے علاوہ آتش بازی کے بڑے  
بڑے برج تھے۔ مگر مسلمانوں نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور رومیوں پر غالب  
آکر دس ہزار رومیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس فتح سے سرحد کے رومیوں پر مسلمانوں کا  
رجب غالب ہو گیا۔

**زیاری حکومت کا قیام** مقتدر کا عہد دولت عباسیہ کے لئے پر آشوب  
تھا۔ ایک تو ان کے مقابل آل ہاشم عبید اللہ  
فاطمی نے حکومت مغرب میں قائم کی۔ جرجان میں محمد زید علوی کے قتل کے بعد  
اس خاندان کے ایک رکن حسن بن علی الملقب بہ اطروش کو طبرستان پھر لینے کی

فکر ہوئی۔ اس وقت احمد بن اسماعیل سامانی کا قبضہ تھا۔ اطروش دلیم پہنچا۔ تیرہ سال اسلام کی اشاعت کی۔ ہزاروں دلیمی اُن کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ ان کو ہمراہ لے کر محمد بن اسماعیل سے مقابلہ کرنا چاہا مگر دلیمی رضامند نہیں ہوئے۔ طبرستان پر عبداللہ بن محمد کا تقرر ہوا۔ اس کے مرنے پر محمد بن ابراہیم والی ہوا۔ یہ دیالمر سے اُلجھ پڑا تو اطروش نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سترہ میں طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم کو مار بھگایا۔ چال سال بعد کسی سامانی نے اس کو قتل کر دیا تو اُس کا داماد حسن بن قاسم المعروف بہ داعی جانشین ہوا۔ انہوں نے دلیمی افسروں کی مدد سے سامانی حکومت کے بہت سے علاقے قبضہ میں کر لئے۔ کچھ دن بعد اس کا دلیمی افسر اسفاد بن شیر و یہ سعید بن نصر سامانی سے مل گیا اور حسن مقابلہ میں کام آئے۔ اس کے مقبوضات پر اسفاد قابض ہو گیا جس کے ایک افسر بارون بن بہرام نے ابو جعفر بن حسن کو گدی نشین کر دیا۔ لیکن اسفاد نے ہرد کو مروا ڈالا اور طبرستان سے نئی علوی حکومت ختم ہو گئی۔

اسفاد نے سامانیہ کا خطبہ بند کر دیا۔ نصر بن احمد سامانی نے فوج کشی کر دی۔ اسفاد گھبرا گیا اور صلح کر لی۔ مرداوید کے آدمیوں نے اسفاد کو بھی قتل کر دیا۔ اس کا علاقہ مرداوید کے قبضہ میں آ گیا۔ اب اس کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اس نے چند دنوں میں ہمدان، ویلوز، قم، کاشان اور اصفہان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ دولت عباسیہ نے آخرش دو لاکھ سالانہ پر مفتوحہ علاقے کاٹھیکہ ۳۱۹ میں مرداوید کو دے دیا۔ اور اس کا ولی بنا دیا۔ غرض کہ جرجان میں باقاعدہ زبیری حکومت قائم ہو گئی۔

امیر الامراء منوس | منوس مقتدر کا غلام تھا اس کو بڑھا کر امیر الامراء کر دیا۔ وہ تمام امور مملکت پر حادی ہو گیا۔ اب مقتدر کی آنکھ کھلی

لے ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۔

تو اُس کو نظروں سے گرا ناپا ہوا۔ چنانچہ مونس نے امیر ابو الہیجا بن حمدان والی جبل اور دوسرے امراء کو گمانٹھ لیا۔ اسلئے میں مونس نے مقتدر کو کھٹا :-

”شاہی خدم و حشم اور حرمِ سلطانی کے بے جا مصارف، جاگیروں پر اُن کا قبضہ و تصرف اور امورِ سلطنت میں اُن کا مداخلت کرنا فوج میں براہمی کا سبب بن رہا ہے اُن کا مطالبہ ہے کہ آپ جاگیروں میں اُن کے قبضہ سے نکال لیں۔ خدم و حشم کو الگ کر دیں۔ ہادون بن غریب (جو مقتدر کا عزیز تھا مونس کو یہ خیال ہوا کہ میری جگہ امیر الامراء یہ بنایا جا رہا ہے) کو محل سے نکال دیا جائے۔“

مقتدر نے ہادون کو شام و جزیرہ کی سرحد کا حاکم کر دیا اور تمام مطالبات ماننے کو تیار ہو گیا مگر مخالفین کی تشفی نہ ہوئی۔ محرم اسلئے میں مونس، نازوک، ابو الہیجا اور دوسرے امراء نے مخالفت نے مقتدر کو مواعیل و عیال کے مونس کے محل میں قید کر دیا۔ اور اس کے سوتیلے بھائی محمد کو خلیفہ بنا کر قاہرہ بادشاہ کا لقب دیا اور قاضی ابو عمرو مالکی کے سامنے مقتدر سے باقاعدہ خلافت سے خلع کا حلف لیا۔

نازوک نے قعرِ خلافت کی شاہی فوج مصافیہ کو قصر چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ وہ بگڑ بیٹھی۔ قاہرہ سے حق بیعت اور ایک سال کی تنخواہ کا مطالبہ کیا اور گھیر لیا۔ اور نازوک اور ابو الہیجا کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف مونس کے محل میں سے مقتدر کو نکال لیا اور قعرِ خلافت میں لے آئے۔ قاہرہ سے مقتدر نے کوئی باز پرس نہ کی۔ اور اُس کی ماں کے پاس بند کر دیا۔

مقتدر نے تجدیدِ بیعت کا اعلان کیا۔ شاہی سپاہی دوبارہ بیعتِ خلافت کی پیروی کر فوج کو تنخواہ دی۔ امیر مونس بدستور اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ اس وقت تو مقتدر دوبارہ حکمران بنے مگر امیر مونس کی جاہ پسندی

اور دیگر امراء کی خود غرضی اور رشک و رقابت رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی۔ دو جماعتیں بن گئیں۔ امیر مونس اور عباسی وزیر سلیمان ایک جماعت کے سرغنہ تھے۔ صاحب دولت یاقوت اور محمد بن یاقوت شیعہ بغداد دوسری جماعت کے سرگروہ تھے۔ ۳۱۹ھ میں مقتدر نے احتساب کا محکمہ بھی محمد بن یاقوت کو دے دیا۔ مونس بگڑ بیٹھا۔ اس عہدہ پر قاضی یا عدول ہونا چاہیے تھا۔ مقتدر نے یاقوت اور محمد کو کل عہدوں سے علیحدہ کیا۔ یاقوت کو کرمان و فارس اور محمد کو سجستان اور دوسرے لڑکے منظر کو اصفہان کا والی بنا کر بھیج دیا۔ حاجب ابراہیم رائق اور اس کے بھائی محمد کو شیعہ بغداد مقرر کیا۔

**مالی حالت** | حرم سلطانی کے اخراجات بے جا اور مقتدر کے مصارف کثیر اور محصل کی قلت نے حکومت کا مالی نظام بگاڑ دیا۔ خزانہ خالی تھا اور ۳۱۹ھ میں وزیر سلیمان بن دہب کو الگ کیا اور ابوالقاسم کلواذنی کا تقرر ہوا۔ لیکن وہ بھی حکومت کا میزانیہ نہ سنبھال سکا۔ اس لئے حسین بن قاسم کو منصب وزارت تفویض ہوا۔ مونس اور حسین میں اختلاف ہو گیا تو حسین نے اپنی عالی دماغی سے بغداد میں مونس کے غلات فضا پیدا کر دی۔

مونس نے یہ رنگ دیکھا تو موصل چلا گیا۔ یہاں مال و اسباب اس کا ضبط ہوا۔ حکومت کو تین لاکھ اشرفی ہاتھ لگی۔ شاہی خزانہ میں یہ دولت جمع ہو گئی۔ مقتدر نے حسین کو عماد الدولہ کا لقب دیا اور سکوں پر اس کا نام نقش کرایا۔ حسین نے تمام امراء کو جو مونس کے ساتھ چلے گئے تھے بغداد بلا بھیجا اور آل حمدان کو کھلا بھیجا کہ امیر مونس کی تیغ سے مددات کر دینا۔ چنانچہ تیس ہزار فوج سے امیر مونس کو روکنے آل حمدان آئے۔ اس نے اٹھ سو کی مختصر جماعت سے ان کو شکست فاش دی۔ اور موصل پر قبضہ کر لیا۔ امیر مونس بڑا فیاض اور محسن اور سیر چشم تھا۔ بغداد، مصر، شام سے لوگ اس کے پاس پہنچ گئے اور یہاں پھر فوج دانہ دانہ کو محتاج ہو گئی۔ وہ بھی موصل پہنچا۔ امیر مونس نے ان سب کو ہمراہ لے کر بغداد میں ۳۲۰ھ میں حملہ



بول دیا۔ جس سے مقتدر کے حواس جاتے رہے۔

**مقتدر کا قتل** | مقتدر نے ابو العلاء سعید بن حمدان اور صفی بصری کو منوس کے اردوکنے کے لئے سرمن رائے اور محمد بن یاقوت کو ”معشوق“

روانہ کیا۔ ابن یاقوت کی سپاہ چلتی بنی۔ محمد بن یاقوت نے مقتدر سے کہا۔ آپ خود منوس کے مقابل ہو جائے وہ آپ کو دیکھ کر رام ہو جائے گا۔ آخر کار مقتدر فوج لے کر نکلا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۲۰ سالہ میں بُری طرح قتل ہوا۔ سر جدا کر کے لکڑی پر آویزاں کیا گیا۔ بدن پر سے کپڑے اتار کر لاش عریاں چھوڑ دی گئی۔ ایک راہگیر نے گڑھا کھود کر مقتدر کی لاش کو زمین میں دفن کر دیا۔

منوس خود راشد یہ میں مقیم تھا۔ مرمقتدر کا اس کے سامنے پیش ہوا اس نے افسوس کیا قتل کے وقت مقتدر کی عمر ۳۸ سال کی تھی مدتِ خلافت ۲۵ سال ہے۔

**مُحَلِّیہ** | مقتدر کا علیہ یہ تھا۔  
قد میانہ، ذرا جھکا ہوا، آنکھیں چھوٹی، گندم گوں رنگ، خوبصورت چہرہ، ڈاڈھی خوشنما اور سُرخ مائل۔

**تجمل و طمطراق** | مقتدر عقل و دانش اور تدبیر و سیاست سے عاری نہ تھا۔ لیکن عیش پرستی نے ناکارہ کر دیا تھا۔ ہر وقت عورتوں کی صحبت میں رہتا۔ ظاہری طمطراق اتنے بڑھا رکھے تھے کہ حکومت اُن کے اغراءات کی متحمل نہ ہو سکی۔ لونڈیوں اور محلات شاہی پر بے دریغ روپیہ لٹاتا تھا۔ خزانہ کے قیمتی جواہرات ان میں تقسیم کر دیئے تھے۔ ایک ایک دربار کی شان و شوکت میں لاکھوں روپیہ صرف کر دیا کرتا تھا۔

مقتدر باللہ کا عہد حکومت باوجود اندرونی شورشوں اور بیرونی فتنوں کے شان و شکوہ اور عظمت و جلال کا تھا۔

۱۔ تجارب الأمم ۲۔ التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۶۳

۳۰۵ء میں جب شہنشاہِ روم کا سفیر مصالحت اور قیدیوں کے بلا ہی تبادلے کی غرض سے بغداد آیا تو خلافت کے ہدایت و دبذبہ کا مظاہرہ کرنے کے لئے ایک نو تعمیر محل میں اس کا وسیع پیمانہ پر خیر مقدم کیا گیا۔ یہ محل دار الشجرہ نہایت بیش قیمت فرنیچر سے سجایا گیا تھا۔ مجلس میں قرینہ سے دروازوں، دہلیزوں، صحنوں اور راستوں پر حاجب اور خادم مامور تھے اور دورِ رویہ قطاروں میں سپاہی صف بستہ کھڑے تھے۔ اُن کا لباس نہایت موزوں اور وقت کے مناسب تھا۔ ان گھوڑوں پر زینت اور دوسرے اعلیٰ قسم کی جھولیں پٹری تھیں۔

علامہ سیوطی کا اس واقعہ کے متعلق یہ بیان ہے :-

”مقتدر نے بڑے وسیع پیمانے پر اس سفیر کے استقبال کی تیاریاں کی تھیں۔ باب شماسیہ سے دار الخلافہ تک ایک لاکھ سات ہزار مسلح فوج صف بستہ کھڑی تھی۔ فوج کے آگے سات ہزار خادم دست بستہ کھڑے تھے۔ ان کے بعد سات سو حاجب کھڑے تھے۔ دار الخلافہ کی دیواروں پر اٹھائیس ہزار ریشمی پردے پڑے تھے اور بائیس ہزار دوسرے بیش قیمت اور اعلیٰ قسم کے پردے پڑے تھے۔ دربار کی آرائش کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں بارہ ہزار فرش بچھائے گئے تھے“ ۳۰۵

مقتدر باللہ دجلہ کے کنارے آبِ نوس کے تخت پر تاج پہنے جلوہ فرما تھا۔ بدن پر سفید ریشمی لباس تھا جس پر سونے کا کام بنا تھا۔ تخت پر منقش سنہرے فرش بچھا تھا جس کی جھال میں تسبیح کے دانوں کے برابر نہایت بیش قیمت جواہرات لٹک رہے تھے۔ پانچ شہزادے تین دائیں جانب دو بائیں جانب

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲ ۲۔ تاریخ الخلافہ صفحہ ۲۵

۳۔ فتوحات اسلامیہ -

بیٹھے تھے۔ اس وقت قاصد اور ترجمان سامنے کھڑے ہوئے تھے (قاصد (سفیر) نے سجدہ کیا اور مونس خادم اور نصر قشوری کے واسطے سے جو مقتدر کے ترجمان تھے گفتگو کی۔

**دار الشجرہ** | محل دار الشجرہ میں سونے چاندی کا ایک درخت بنایا گیا تھا اس کا تنہا اور شاخیں سونے، چاندی کی تھیں۔ پتیاں اور پھول پھل جواہرات کے۔ شاخوں کی بناوٹ اس طرح کی تھی کہ وہ ہوا سے اصلی شاخوں کی طرح جھومتی تھیں۔ ان پر سونے اور چاندی کے طیور بٹھائے گئے تھے۔ ان میں یہ صفت دکھی گئی تھی کہ جب ان کے جوت میں ہوا بھرتی تھی تو ان سے چہچہانے کی سی آواز نکلتی تھی اور سب کی بولیاں ایک دوسرے سے جدا تھیں۔  
**اصراف بے جا** | اصراف بے جا کیا اس کا تخمینہ سات کروڑ اشرفی تک کیا جاتا ہے یہ

**ملکہ قہرمانہ** | ملکہ قہرمانہ ام موسیٰ مقتدر کی ماں محل میں بیٹھ کر خود حکمرانی کرتی تھی۔ وزیر آدم نہ مار سکتے تھے۔ اُس نے مفید کام بھی کئے۔ ملکہ معتمدہ اور مدینہ مکرّمہ کے غریبوں کے لئے بڑا وقف کیا تھا۔ قاهر نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا۔ ملکہ نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک شفا خانہ بھی بنایا تھا یہ

**مقتدر کا عہد** | مقتدر کا زمانہ ۲۵ سال کی طویل مدت کا ہے مگر حکومت میں شورشیں رہیں۔ انقلابات گزرے۔ دو مرتبہ تخت سے اتارا گیا۔ تیسری مرتبہ جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

**باغات** | مقتدر کو باغات اور میوے کے درخت لگانے سے بڑی دلچسپی

۱۔ فتوحات اسلامیہ ۲۔ ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۷۶ ۳۔ ایضاً صفحہ ۷۸

۴۔ مناجات العرب فی تقدّمات العرب صفحہ ۶۱۱ -

تھی۔ چنانچہ اس نے ہندوستان سے ترنج منگایا اور عمان میں اس کے درخت لگائے گئے۔ پھر وہاں سے عراق اور شام میں لگائے گئے۔<sup>۱۵</sup>

**رواداری** | خلیفہ مقتدر میں جہاں مادہ عیش و عشرت تھا وہاں اس میں چند خوبیاں بھی تھیں اس کے مزاج میں رواداری کا مادہ بہت تھا۔ چنانچہ وہ اہل ذمہ کی مخصوص اہلیتوں کو سمجھتا تھا۔ اس نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بعض خدمات کے لئے سرکاری ملازمتوں میں داخل کیا۔ بلکہ ۹۰۹ء میں مقتدر نے ایک فرمان جاری کیا جس میں یہودیوں اور عیسائیوں کو صرف دو قسم کے سرکاری عہدوں پر متعین کئے جانے کی اجازت دی گئی تھی یعنی طبیب اور جہنبد۔<sup>۱۶</sup>

اسرا مقتدر ان لا یتخذ من احد الیہود والنصارى الا فی الطب والجہنبد۔

رسائل جاحظ میں ہے کہ :-

**یہود نوازی** | خلیفہ متوکل کے زمانہ میں (۳۸۴ھ تا ۳۸۶ھ) عراق میں یہودی زیادہ تر رنگ لہریز دباغ، حجام اور قصاب تھے۔ مگر مقتدر کے عہد میں یہودیوں کو سرکاری ملازمت ملنے لگی اور مالیات میں اُن کے کام لیا گیا۔ پھر تو ایک بغداد کا محلہ ساہوکاروں کے لئے مخصوص تھا۔ اس کا نام درب العیون تھا۔<sup>۱۷</sup>

**دیوان الجہندا** | مقتدر نے الجہندا کا محکمہ نیا قائم کیا تھا۔ کیونکہ نظام مالیات میں کچھ وقتی چیزیں نئی بڑھیں۔ اس وقت تک مسلم حکومت میں درہم (معیار سیم) مانج تھا۔ اس کی جگہ دینار (معیار طلانی) لے لی (شرح مبادلہ میں رد و بدل ہونا ضروری تھا۔ یہ لازمی ہو گیا کہ خزانہ عامرہ میں جو سکہ آئیں انہیں معیاری سکہ میں تبدیل کیا جائے۔ اس کے لئے (صراف) جہنبد مقرر کئے جاتے تھے

<sup>۱۵</sup> ضاحیۃ العرب فی تقدّمات العرب صفحہ ۶۱۱ ۱۶ النجوم الزاہرہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱

<sup>۱۷</sup> مسکوئیہ صفحہ ۲۴۴۔

محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ خلیفہ مقتدر کا وزیر تھا۔ اس نے درباری ساہوکار (الجہند) یوسف بن فنیاس اور ہارون بن عمران مقرر کئے تھے۔

**رفاہِ عام** | مقتدر اسلامی نظریہ سے قابلِ پذیرائی نہ تھا۔ مگر اپنے معاصر شاہانِ عالم کے مقابلہ میں امتیازی درجہ رکھتا تھا جہاں وہ عیش و عشرت اور محلات کی رنگینیوں میں وقت گزارتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بعض کام قابلِ قدر کئے۔ بیمارستان کی طرف اس کی زیادہ توجہ تھی۔ اس کا وزیر علی بن عیسیٰ جس کو رفاہِ عام کے کاموں سے دلی لگاؤ تھا۔ اس کے ہاتھوں بہت سے کام کرا دیئے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔

**شفابخانہ** | سنان بن ثابت بن قرہ جو بڑا مشہور طبیب اور صابی تھا۔ علی کی وزارت میں وبا کی مرض پھیلا تو اس کے متعدد فرمان اس بارے میں لکھے اور شفابخانوں کے متعلق نئے کارخانے قائم کئے۔

۳۱۹ھ میں ایک نیم حکیم نے ایک بیمار کا علاج غلط کیا اور وہ مر گیا۔ خلیفہ کو اطلاع ہوئی۔ اس نے حکم صادر کیا کہ کوئی شخص باقاعدہ جب تک امتحان نہ دے مطلب اور علاج نہ کرے۔ سنان بن ثابت ممتحن مقرر ہوا اور ہزار ہا طبیبوں نے امتحان دیئے۔ آٹھ سو ساٹھ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔ اور ان کو سنان نے سند عطا کی۔

مقتدر کی ماں نے جو شفابخانہ بنایا تھا، سالانہ خرچ سات ہزار دینار تھا۔ یہ شفابخانہ دجلہ کے کنارے تھا۔ ۳۲۰ھ میں زیم افتتاح اس کی عمل میں آئی تھی۔ علی بن عیسیٰ وزیر نے اپنے صرفہ سے محلہ حریبہ میں ۳۲۰ھ میں شفابخانہ قائم کیا تھا۔ مشہور طبیب ابوسعید بن یعقوب اس کا نگران تھا۔ دوسرے وزیر

ابن فرات نے محلہ درب الفضل میں ایک ہسپتال قائم کیا اور سنان کی نگرانی میں دیا۔  
امراٹے عہد نے اس کے علاوہ شرفا خانے عوام کے لئے قائم کئے تھے۔

**سیاسی حالت** | مقتدر باللہ کے عہد خلافت میں داخلی اور خارجہ دونوں  
قسم کی فضاء اضطراب انگیز تھی۔ اس کے سب سے بڑی وجہ  
ترکوں کا حکومت کی مشینری پر غلبہ تھا۔ اس زمانہ میں فوج کے جنرلوں کا عمل دخل اتنا  
بڑھ گیا تھا کہ خلیفہ کا تقرر اور عزل اُن کے اختیار میں تھا۔ اس وقت وزراء کی کوئی  
حیثیت نہ رہی تھی۔ یہ سب خلیفہ کی صغیر سنی اور نااہلی کا نتیجہ تھا۔ خلیفہ عیش و عشرت  
اور لطف اندوزیوں میں غرق تھا حکومت کے نظم و نسق میں حرم دخل تھیں۔ اس کا جو  
نتیجہ ہونا چاہیے تھا وہ دولت عباسیہ پر پڑے بغیر نہ رہا۔

**اشاعت اسلام** | مقتدر باللہ کے زمانہ میں اسلامی اخلاق اور معاشرت  
کا اثر دیگر اقوام پر بے حد پڑ رہا تھا جبر یہ نہیں بلکہ خود  
عوام تو کجا خواص بطیب خاطر اسلام کی آغوش میں آنا اپنے لئے باعث صدفخار  
سمجھتے تھے۔ چنانچہ بلغار کا بادشاہ سلیم کے بعد اسلام لایا اور یہ بادشاہ نہایت  
صاحب اقتدار تھا۔ وہ قسطنطنیہ، اٹلی، فرانس، اسپین پر اکثر حملے کیا کرتا تھا۔ اسلام  
لانے کے بعد اس کے بیٹے حج کیا اور بغداد آیا۔ خلیفہ مقتدر باللہ نے اس کو ریت و  
علم عطا کیا۔ سعودی کے حوالہ سے صاحب تلفیق الاخبار لکھتا ہے۔

”بادشاہ کا نام الماس خان بن ملکی خان تھا۔ اسلام لانے کے بعد بادشاہ  
نے مقتدر باللہ کے دربار میں سفیر بھیجا اور غائبانہ اس کے ہاتھ پر بیعت  
کی یہ بھی درخواست کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے فقہاء اور علماء  
بھیجے جائیں ان کے ساتھ ریاضی دان بھی آئیں کہ ٹھیک ٹھیک سمت قبلہ  
بتائیں۔ مقتدر نے علماء و فضلاء کو اس خدمت پر مامور کیا جن میں

سوسن راسبی اور بدر خرمی بھی تھے۔ احمد بن فضلان کو بھی اس سفارت کے لئے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ بلغارہ کے حالات اور سفر کے تمام واقعات کی رپورٹ لکھ کر لائیں۔ چنانچہ اس نے ایک مفصل رسالہ لکھا جس سے یا قوت حموی نے معجم البلدان میں اس سے مدد لی ہے

**زوال سلطنت** | بچپن میں مقتدر کو حکومت ملی تھی۔ اس لئے نہایت سادہ لوح، عیش پسند اور نا آزمودہ کار تھا۔ علامہ سعدی کا بیان ہے :-

دو مقتدر سلطنت کے حالات سے بے خبر رہتا تھا۔ امراء و وزراء اور اہل دفتر امور سلطنت انجام دیتے تھے وہ کسی معاملہ میں گرہ کشائی نہیں کر سکتا تھا۔ تدبیر اور سیاست کے اوصاف سے بے بہرہ تھا جو تیس خدام اور دوسرے لوگ سلطنت کے معاملات میں بہت زیادہ ذلیل ہو گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں بد امنی پھیل گئی تھی۔ حکومت کے خزانوں میں جس قدر دولت اور ساز و سامان تھا سب ضائع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے خوزنریاں ہونے لگیں۔ حالات بالکل بگڑ گئے اور خلافت کے بہت سے رسوم مٹ گئے غرضیکہ سلطنت میں زوال کا آغاز ہو گیا۔ ۱۱۱۱ھ

**عہد مقتدر باللہ کے علماء** | مقتدر کو علم سے لگاؤ زیادہ نہ تھا۔ مگر اس کے عہد میں علم حدیث کی اور تفسیر کی ترقی بہت کچھ ہوئی۔ امام نسائی وغیرہ نے مسندیں تیار کیں۔ اس کے علاوہ رجال پر بھی کتابیں لکھی گئیں اور تاریخ پر بھی زیادہ توجہ ہوئی۔ چنانچہ ابو جعفر بن جریر اس کے عہد کا بڑا مورخ تھا۔ بغداد میں ۱۱۱۲ھ میں اس نے وفات پائی۔ اپنی تصنیف سن۲۸۳ میں مرتب



کمر کے عہد مقتدر باللہ میں ملک کے سامنے پیش کی جو قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔  
 علی بن فضلان مقتدری دربار کا بڑا عالم تھا۔ اس کو سنہ ۳۳۵ھ میں مقتدر نے  
 بلغاریہ میں سفیر بنا کر بھیجا تھا وہاں سے واپس آ کر ایک کتاب احوال الامم الشایہ لکھی۔  
 اور مقتدر کو پیش کی۔ اس عہد میں ابو زید بلخی نے جغرافیہ میں خاص طور پر صور القایم  
 کتاب تصنیف کی۔

محمد بن ابوداؤد ظاہری، یوسف بن یعقوب القاضی، ابن شریح شیخ شافعیہ،  
 جنید شیخ صوفیہ ابو العثمان زاہد جعفر القربانی، امام نسائی صاحب سنن، حسن بن ضعان،  
 جبائی شیخ المعتزلہ، ابو یعلیٰ الموصلی صاحب مسند، ابن سیف قاری مصنف ابوبکر روایانی  
 صاحب مسند، زجاج نحوی، ابن خزمیہ، ابن زکریا طبیب، اخفش الصغیر نبال الجمال،  
 ابوبکر بن داؤد سجستانی، ابن سراج نحوی، ابو عوانہ صاحب صحیح۔ ابو القاسم نجوی صاحب  
 مسند، ابو عبید بن نحوی عربیہ قدامہ کا تب سے علماء تھے جو علمی خدمت میں بلا معاونت  
 حکومت لگے ہوئے تھے اور اس کے عہد میں فوت ہوئے یہ

**فقہاء محدث** محمد بن سلام بلخی، ابونصر معاصر ابومعص کبیر سنہ ۳۳۵ھ میں فوت  
 ہوئے۔ محمد بن خزمیہ از مشائخ بلخ صاحب اختیارات  
 فی المذاہب سنہ ۳۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

الحسن بن علی بن عبدالصمد بن یونس بن مہران، ابوسعید البصری معروف بالازی  
 بغداد جا کہ حدیث کی سماعت صہیب و بحر بن الحکم وغیرہ سے کی۔ واسط میں سنہ ۳۳۵ھ  
 میں انتقال کیا۔

**فلسفی** ابو عبد اللہ محمد بن جابر التبتانی اسلاف اس کے صاحبی تھے۔ مگر  
 علماء کرام کی محبت میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ سب سے بڑا  
 سائنس دان تھا۔ اس نے ذاتی کاوش سے بعض مسائل ہئیت کی تحقیق کی۔ بطلمیوس

لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۲ ۲۱۶ معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۲۱۶۔

کے مشاہدات کے ساتھ اپنے مشاہدات کا مقابلہ کیا تو اس کو آفتاب کے اوج کی حرکت کا پتہ چلا اور طریق شمس کے میل میں تبدیلی معلوم ہوئی۔ اس نے استقبال اعتدالین کی صحیح ترتیب دریافت کی اور علم المثلثات میں جیبوب کا استعمال آغاز کیا۔ حرکات ثوابت پر اسی کی کتاب کے لاطینی ترجمے کا مطالعہ کر کے ہولیس نے چاند کی حرکت میں دہری تغیر محسوس کی ۱۷۸۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۱۸ء ۳۰۵ء میں فوت ہوا۔

### مفسرین

امام ابراہیم بن مقل حنفی تفسیر نسفی یادگار سے ہے اور ۲۹۵ء میں انتقال کیا۔

شیخ ابو الحسن علی بن موسیٰ بن یزید ادمی احکام قرآن تالیف سے ہے۔ ۳۰۵ء میں فوت ہوئے۔

شیخ محمد بن یزید واسطی مؤلف اعجاز القرآن ۳۰۵ء میں انتقال ہوا۔

امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری مؤلف تفسیر ابن المنذر ۳۱۸ء میں وفات پائی۔

شیخ قاسم عبداللہ بن احمد حنفی معتزلی معروف کعبی ۳۱۹ء میں انتقال ہوا۔ تفسیر کعبی یادگار ہے۔



# عبداللہ بن معتمر

**نام و نسب** | نام عبداللہ اور ابو العباس کنیت تھی۔ مشہور خلیفہ معتمر کا لڑکا۔  
ولادت ۲۴۶ھ میں ہوئی۔

**تعلیم و تربیت** | معتمر نے عبداللہ کی تعلیم پر مہر و ادیب اور ثعلب نخوی کو مقرر کیا۔ چنانچہ عبداللہ نے ان دونوں استادوں کے فیض سے بہت کچھ حاصل کیا۔

ابن ندیم لکھتا ہے :-

”شعر و ادب میں وحید عصر تھا۔ بدوی فصحاء اور علمائے نحو کے پاس جا کر

اُن سے استفادہ کیا“ لے

ابن خلکان کا بیان ہے :-

”وہ ادیب، بلیغ اور فطری شاعر تھا۔“

**بیعت خلافت اور معزولی** | مکتفی کی نامزدگی کے مطابق ۲۹۵ھ میں اس کے چھوٹے بھائی مقتدر کی بیعت

ہوئی۔ یہ بہت کم سن تھا۔ اہل کاہن دولت نے اختلاف بھی کیا۔ مگر وزیر دولت عباس بن حسن نے اپنی خود غرضی کی بناء پر اُن کے علی الرغم مقتدر کی بیعت کی رسم ادا کی گئی۔ مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھی۔ مقتدر کو معزول کرنا چاہا اور عبداللہ بن معتمر سے اس منصب کے قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس نے کہا۔ بغیر کسی فتنہ کے مجھے خلیفہ کرنا چاہیں تو میں مان لوں گا۔ جب یقین دلایا گیا تو وہ راضی ہو گیا۔ ۲۹۶ھ میں عبداللہ کی

لے فہرست ابن ندیم ص ۱۶۸ لے ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۶۸

بیعت ہو گئی متعصت باللہ یا غالب باللہ لقب دیا گیا یہ  
عبداللہ کی خلافت کو ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے۔ بغیر کسی ظاہری اسباب  
کے ایسا واقعہ رونما ہوا کہ لاچار تخت خلافت سے دست بردار ہو کر روپوش  
ہونا پڑا مقتدر کے آدمیوں نے ڈھونڈ کر قتل کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۹۶ھ کا تھا۔

عبداللہ صاحبِ علم خطیب، شعر و ادب کا بڑا مستفاد ذاق رکھنے والا تھا۔  
صاحبِ آغانی نے اس کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔

”اس کے اشعار میں اگرچہ شاہانہ نزاکت اور زندانہ تغزل اور نئے شعراء  
کی لطافت موجود تھی۔ لیکن ان اوصاف کے باوجود اس کے اشعار میں  
کثرت سے ایسے اوصاف بھی تھے جو اعلیٰ درجہ کے شعراء کا اسلوب ہے  
اور جن میں سابقین شعراء بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔“ لے  
ایک شعر نقل ہے ے

وجاء فی فی قمیص اللیل مسترا یستعجل الخطوم خوف من حذر  
”وہ میرے پاس رات کے پیرہن میں چھپ کر آیا اور رقیبوں کے خوف سے  
قدم جلدی جلدی ڈال رہا تھا“

عبداللہ کو اس فن سے خاص دلچسپی تھی۔ آغانی میں ہے :-  
”عبداللہ بن معترفن موسیقی سے خوب واقف تھا اور راگوں  
کے حقائق اور علل کا بھی اُسے پورا علم تھا“ لے

علمِ بدیع | عبداللہ علمِ بدیع کا موجد اور امام ہے۔ سب سے پہلے محاسنِ کلام  
کے مسائل کا استقصا کر کے اس فن کو مدون اور مرتب کیا۔  
اور نام بھی بدیع رکھا۔

لے ابن خلکان جلد ۸ صفحہ ۲۵۸ لے ایضاً لے آغانی جلد ۹ صفحہ ۱۳۴۔

مید صدر الدین شیرازی اپنی کتاب انوار الریح فی انواع البدیع میں لکھتے ہیں۔  
 ”سب سے پہلے عبداللہ بن معنرتے اس فن کی ایجاد کی اور اس کا نام  
 بدیع رکھا۔“

**تصانیف** | عبداللہ کی گیارہ تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :-  
 کتاب الزہر۔ کتاب البدیع۔ مکاتبات الاخوان بالشعر۔  
 کتاب الجوارح والسعید۔ کتاب السرقات۔ کتاب اشعار الملوک۔ کتاب  
 الادب۔ کتاب علی الاخبار۔ طبقات الشعراء۔ کتاب الجامع فی الغناء،  
 کتاب ارجوزہ فی ذم الصبور۔ لے

۶

## خلیفہ قاسم باللہ

**نام و لقب** | ابو منصور محمد قاسم بن خلیفہ احمد معتضد بربر یہ ام ولد قبول نامی کے  
 بطن سے تھا۔ علمی استعداد معمولی تھی۔ مقتدر کی محلات کی رہنمائیوں  
 میں یہ بھی اوائل عمر سے مبتلا تھا۔

**خلافت** | مقتدر کے قتل کے بعد مسئلہ خلافت پیش ہوا۔ امیر مونس کی رائے تھی۔  
 شہزادہ ابو العباس بن مقتدر خلیفہ بنایا جائے مگر وہ کم سن تھا۔  
 اس لئے اسحاق نوبختی نے رائے دی کہ ہمیں ایسا شخص چاہیے جو امور ملکی انجام  
 دے سکے۔ مونس کی سمجھ میں آگیا۔ چنانچہ ۳۲۰ھ میں ابو منصور محمد بن معتضد کو قاسم باللہ  
 کے لقب کے ساتھ تخت خلافت پر بٹھایا۔ اراکین سلطنت نے بیعت کی۔

لے فہرست ابن ندیم صفحہ ۱۶۸ و ابن خلکان جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۸۔

**وزارت** | منصب وزارت پر ابن مقلہ سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبداللہ، ابوالعباس احمد بن عبداللہ، خصبی یکے بعد دیگرے وزیر ہوئے۔

**حجابت** | حاجب علی ابن بلیق بدر خشی اور فارس بن زنداق محمد بن یاقوت اور سلا سہ موتس بدر ضیٰ سخج یکے بعد دیگرے مقرر ہوئے۔

**قضاة** | قضاة پر عمر بن محمد بن یوسف بن یعقوب ممتاز ہوئے۔

**سخت گیری** | قاہرہ سریر اُس نے خلافت ہونے کے بعد مقتدر کے ہم نشینوں کے ساتھ سخت گیری کا برتاؤ کر لے لگا۔ حتیٰ کہ اُن کا مال و اسباب ضبطی میں لاکر فروخت کر دیا اور مقتدر کی ماں جو مرض استسقاء میں مبتلا تھی اور بیٹے کے رنج و غم میں زندگی کے دن گزار رہی تھی۔ اس کی سخت بے حرمتی کی اور اس نے کاذب خبریں جو وقعت کئے تھے اُن کو منسوخ محکمہ قضاة کے سامنے کیا۔ قاہرہ کے جو رفیق، مونس، بلیق علی بن بلیق، ابو علی بن مقلہ ہر ایک سے چٹخ گئی۔ یہ تو قاہرہ کی فکر میں لگے اور یہ اُن کے قتل کے درپے ہوئے۔

ان واقعات سے مقتدر کا لڑکا عبدالواحد مدائن چلتا ہوا اور عمال سوس اور اہواز کو اُن کی جگہ سے ہٹا کر خود یہاں کا خراج وصول کیا۔ امیر بادون بن غریب نے تین لاکھ نذر کر کے قاہرہ سے میل کر لیا اور اس کو ماء الکوفہ، ماسندان اور مہرہ نقد و کا حاکم بنا دیا اور شہزادہ عبدالواحد کے مقابلہ کے لئے امیر بلیق بھیجا گیا تو وہ تاب مقابلہ نہ لاسکا تو اس نے مونس کی معرفت خلیفہ سے قصور معاف کر لیا۔ خلیفہ اس سے رضامند ہو گئے اور انہوں نے اس کی ضبط شدہ جائداد اور اس کی ماں کی دولت اُس کو واپس کر دی۔

**خلیفہ اور امراء کی باہمی کش مکش** | امیر بن یعقوب میں اور ابن مقلہ میں پرانی مخالفت اور خصومت تھی۔ امیر یعقوب

نے خلیفہ کو اپنا ہم خیال بنالیا تو ابن مقلہ اور امیر مونس اور امیر بلیق نے باہم متفق ہو کر یہ طے کر لیا کہ قاہرہ کو تختِ خلافت سے اتار دیا جائے۔ خلیفہ کو ان کے مشورہ کی خبر لگ گئی تو اس نے بلیق اور امیر علی اور مونس کو بلا کر اپنے غلاموں کے ہاتھوں ٹھکانے لگا دیا۔ ابن مقلہ روپوش ہو گیا جس سے اس کی جان بھی اور وراثت کی جگہ خالی ہوئی تو ابو جعفر محمد بن قاسم کو وزیر بنایا اور امیر احمد بن مکتفی کو یہ امراء تختِ خلافت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ اس کو گرفتار کر کے دیواڑی چنوا دیا۔ ابو اسحاق نو بختی جس نے قاہرہ کو تخت نشین کر دیا تھا اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور قتل کر دیا۔ اس کی ان حرکتوں سے اذکین سلطنت اور لرٹے دولت میں اس کی طرف سے بے حد بے دلی پیدا ہو گئی۔ ابن مقلہ نے بحالتِ روپوشی فوج کے افسران سے جوڑ توڑ کر کے ساجیہ اور جریرہ فوج کو طالیا اور چہار شنبہ ہر جمادی الاول ۳۲۲ھ میں دونوں فوجوں نے قمر کو گھیر لیا۔ قاہرے نوشی میں مشغول تھا اسے فوج کی آمد کا علم ہوا تو وہ باہر نکل آیا۔ فوجیوں نے گھیر کر گرفتار کر لیا اور آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھیر دیں اور قید میں ڈال دیا۔

**انتقال** | اچھ سال زندہ رہ کر ۳۵ سال کی عمر میں ۳۳۸ھ میں قاہرہ انتقال کر گیا۔ صرف ایک سال سات ماہ حکمران رہا۔

**وزیر ابن مقلہ** | ابو علی محمد بن علی بن مقلہ، یہ بڑا فاضل اور اپنے عہد کا بڑا باکمال خطاط تھا۔ اس کے زمانہ میں اس فن میں کوئی اس کا مقابل نہ تھا۔ اس نے خط کوفی میں تہمیم کر کے ایک نیا خط ایجاد کیا جس کو خطِ نسخ کہتے ہیں۔



ابن مقلہ کسی دفتر میں معمولی کلرک تھا۔ پھر ابن فرات کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔ پہلے مقتدر اور پھر قاہر کا وزیر رہا۔ دامنی کے زمانے میں اس کو بہت عروج حاصل ہوا۔

**قاہر کا حلیہ** رنگ گورا جس پر سُرخ چھائی ہوئی تھی۔ قدمیانہ، خوش اندام انگلیں خوب صورت گھنی ڈاڑھی، زبان میں لکنت تھی۔

**اوصافِ قاہر** قاہر بڑا بہادر اور دبدبہ و شکوہ کا خلیق تھا لیکن مزاج میں تلون تھا۔ مسعودی کا بیان ہے :-

رد قاہر کے تلون اور غیر مستقل مزاجی کی وجہ سے اس کی سیرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جری، بہادر اور سخت گیر تھا۔ چند دنوں کے اندر اس نے مونس، بلیق اور علی حبیبے عمائد سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اس کی سخت گیری نے خلفاء کے مقابلہ میں امراء کی گستاخانہ جہارت ختم کر دی۔ مگر چونکہ اس کے کسی کام میں ثبات و استقلال نہ تھا اور وہ لوگوں کو دھمکانا دہتا تھا اس لئے انجام اچھا نہ ہوا۔<sup>۱۷</sup> علامہ مسعودی کا بیان ہے :-

رد قاہر قتل و خون ریزی میں جلد باز اور نہایت تند مزاج تھا۔ اس کے عہد میں آمدنی کم تھی تاہم مال اندوزتہ کرنے میں حریص تھا۔ اسکی توجہ لوگوں کی تادیب و تربیت میں بہت کم صرف ہوتی تھی۔ معاملات کے انجام سے بے فکر اور نہایت متلون مزاج تھا مخبوط الحواس تھا۔ آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلنا چاہتا تھا مگر سوء تدبیر اور ناقص سیاست کے سبب عاجز رہتا تھا۔<sup>۱۸</sup>

۱۷ التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳ ۲۸۴ مروج الذهب ج ۲ ص ۲۸۵ ۲۸۶ التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۸۳۔

علماء کا ہر کے عہد میں طحاوی شیخ الحنیفہ ابن ورید، ابو ہاشم بن جبار سے  
علمائے کرام نے انتقال کیا۔

## سلاطین دیالمہ یا بویہ

سلاطین دیالہ کو موثر بخ بہرام گور کی نسل سے بتاتے ہیں اور بعض لکھتے ہیں کہ یہ لوگ نیزد جربن شہر یار آخر ملوک اعجم کی نسل سے تھے دیالہ جمع ہے دیلم کی ۔ دیلم مقام کا نام ہے۔ اس کو جیلان بھی کہتے ہیں جس کا شہ نشین اور بار تھا جو بحر

له تاريخ الخلفاء ص ٣٩٦ ٥ مروج الذهب ص ٣٩٦ ٦ تاريخ الخلفاء ص ٣٩٦ -

خوز کے جنوبی غری ساحل پر واقع تھا۔ ایک زمانہ میں ریوان کا صوبہ بنا۔ پہلے یہاں بت پرست تھے۔ اطروش کی تبلیغ کی وجہ سے بلادِ دہلیم میں اسلام پھیلا۔ اطروش کے واقعات تحریر ہو چکے ہیں۔

ابوشجاع بوریہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا جس کے تین بیٹے علی، حسن، احمد تھے۔ بڑھتے بڑھتے شاہی درجہ تک پہنچے تھے اور خلفائے بغداد کی طرف سے عماد الدولہ، لکن الدولہ اور معز الدولہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ فادس اور کرمان کی زبردست سلطنت ان کے اور ان کی نسل کے ہاتھ میں عرصہ تک رہی۔ خلفائے بغداد ان کے عروج کے پہلے کچھ دنوں سے اہلکین ترک کے ہاتھ میں تھے۔ اب ان سے نکل کر ان کے ہاتھ میں آ گئے۔ یہ لوگ خلفائے عباسیہ کے احترام کرتے تھے لیکن محض مصلحتِ ملکی پر نظر ڈال کر خلفاء بھی ان کی مدد سے کسی طرح بے نیاز نہ تھے۔ خلیفہ مقتدر کے زمانہ (۳۲۴ھ) میں اس خاندان کی ابتدا ہوئی۔ محمود غزنوی کے عہد میں زوال شروع ہوا اور پھر سلجوقیوں کے عہد میں ابوالمنصور پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔

اس خاندان میں چھ بادشاہ ہوئے جن کی مختصر کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ ورنہ بہت کچھ حالات خلفائے عباسیہ کے حالات میں درج کئے ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل پایہ تخت نہ تھا۔ مختلف مقامات پر یہ لوگ رہتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ہی وقت میں اس خاندان کے دو تین اشخاص کی جداء خود مختار حکومتیں قائم رہیں۔

لیکن ایک مستقل سلسلہ انہی لوگوں کا ہے جو خلفائے بغداد پر حاوی تھے۔ اور دوسرے وہ سلاطین ہیں جو بغداد سے الگ اصفہان، کرمان اور فارس میں رہے۔ ان دونوں گروہ کا بیان یکجا کیا جاتا ہے۔ ناظرین پڑھتے وقت اس کا لحاظ رکھیں تاکہ غلط سمجھت سے غلط فہمی نہ ہو۔

عماد الدولہ (۳۳۵ھ) | خلیفہ مقتدر کے گورنر یا قوت کو شکست دے کر اس نے چارہمدی کی ابتدا میں فارس پر قبضہ کر لیا۔

اور اپنے بھائی رکن الدولہ کو بھیج کر عراق فتح کیا اور معز الدولہ کو کرمان بھیجا جو کرمان فتح کر کے بغداد پر بھی مستولی ہو گیا جیسا کہ تفصیلی ذکر آچکا ہے (تجارب الامم جلد ۶ ص ۷۱)۔  
**رکن الدولہ** متوفی ۳۶۵ھ۔ اس کی حکومت کا زمانہ بہت کم تھا۔ عماد الدولہ تو اس کے بیٹے عضد الدولہ کو اپنا ولی عہد کر گیا تھا لیکن معلوم نہیں کہ کیونکر یہ تخت نشین ہو گیا۔ ظاہر المرط کے نے باپ سے لڑنا پسند نہیں کیا۔ مرتے دم اُس نے کرمان، اہواز، فارس، عضد الدولہ کو دیا۔ بہمان، لرے اور طبرستان کی حکومت اس نے اپنے دوسرے بیٹے فخر الدولہ کو اور اصفہان کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے مؤید الدولہ کو دے کرمان دونوں کو تاکید کی کہ وہ عضد الدولہ کے مطیع رہیں۔ (ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۲۱)

**معز الدولہ (۳۳۲ھ)** نے فتح کرمان کے لئے بھیجا تو اُس نے کرمان فتح کیا۔ اس کے بعد بغداد کے حاکم سے اہواز چھین لیا۔ بغداد پر بھی تین مرتبہ حملہ کرنے کے بعد اس نے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ کا امیر الامراء تو زن جب تک زندہ رہا معز الدولہ کو کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے مرنے پر ابن شیرزاد اس کا قائم مقام تاج مقابله نہ لاسکا۔ خلیفہ مکتفی کی مجلس میں آکر اس نے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے لئے معز الدولہ، رکن الدولہ، عماد الدولہ کے خطاب حاصل کئے۔ (تجارب الامم جلد ۶ ص ۸۵)

لیکن بیعت اور خطاب کی عجیب نوعیت تھی کہ بظاہر اس کی کچھ ضرورت

لے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی سے نبوہاشم کو غیر قبیلہ میں خلافت کا جانا کسی قدر ناگوار ہوا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ دونوں خلفاء حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حسن انتظام نے عام طور پر اس خیال کو کھودیا۔ حضرت عثمانؓ کے وقت کے جھگڑوں نے مسنون کو بچر تازہ کر دیا لیکن نہ اس طور کہ یہ کوئی مذہبی رکن قرار پائے۔ امیر معاویہؓ کے ساتھی شیدان علیؓ کو اور شعیان علیؓ کے ساتھی امیر معاویہؓ کو اعلانِ نیاور بالانصرام برا کہتے تھے۔ لیکن یہ ایک پوٹشیکل (باقی حاشیہ اگلے ص ۷۱ پر)

نہ تھی۔ لیکن اس کے حامل کرنے کو محمود ایسے سلطان نے بھی اپنا فخر سمجھا تو سلاطین دیا ملہ

دبقہ ماشیہ صر سے آگئے۔ بحث تھی مذہبی بات نہ تھی۔ خلفائے عباسیہ نے شروع شروع خوامیہ کی بہت کچھ توہین اور ان پر ظلم کئے لیکن محض پلٹیکل خیال سے غلو یوں سے ان کا برتاؤ اچھا بھی رہا۔ جب جب موقع ہوا دیا کیا گیا۔ سنوں اور شیعوں کی جیسی تفریق اب ہے تین صدی تک نہ تھی۔ اس کی ابتدا خاندان دیا ملہ سے پڑی۔ چنانچہ اخیر حکمران معز الدولہ نے تمام مساجد بغداد کے دروازوں پر حکم دیا کہ امیر معاویہ کے نام و نگہ صحابہ پر تبرک لکھا جائے۔ اس سے شہر میں بڑا شور و غل پیدا ہوا۔ معز الدولہ سے خلیفہ بنتا تھا اور معز الدولہ کو اپنے فعل پر اصرار تھا۔ بہر حال وزیر محمد بن سعدی کی حکمت عملی سے سوائے امیر معاویہ کے اور سب عبارت نکال دی گئی۔ مجملہ لکھ دیا گیا کہ ”معاویہ اور آل رسول پر ظلم کرنے والے قابلِ بیزاری ہیں“ یہ تو ظاہر ہے کہ بادشاہوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ پلٹیکل مصلحت۔ بس عموماً یہی مذہب سلاطین ہے اس میں شک نہیں کہ آل رسول میں ایک تو صفین رسول کا اثر سلا بعد سلا عرصہ تک قائم رہا۔ دوسرے ان کا مظلوم رہنا اور سلطنت کے لمو و لعبے دور رہنا اور بھی کام دے گیا۔ اپنے اخلاق کی وجہ سے مسلمانوں کی نظروں میں اولاد علی کرم اللہ وجہہ نے بڑی وقعت پیدا کی۔ دینی امور میں بس یہی لوگ نمونہ رہ گئے۔ پیغمبر خدا کے بعد مسلمانوں میں جو وقعت حسنین کی تھی اس سے کہیں زیادہ وقعت عام مسلمانوں کی نظر میں اولاد حسنین سے دو صدیوں کے بعد پیدا کی۔ چنانچہ بنو عباس پر تفوق حاصل کرنے کی یہ حکمت سوچھی کہ آل علی کا اپنے کا شیدا ظاہر کیا۔

کسی کی ذاتی عقیدت سے یہاں بحث کرنا مقصد نہیں ہے۔ محض اس قدر ظاہر کیا جاتا ہے کہ خلافت کے جھگڑے کو جزو ایمان قرار دینا اور اہل تشیع کے مذہب کو اہل سنت والجماعت سے الگ کر کے دکھانا، یعنی مذہب اسلام کو یوں دو مستقل حصوں میں تفریق کرنا اس بدعت کا بانی معز الدولہ ہوا اور اسی خیال کے مؤید اکثر سلاطین دیا ملہ تھے ورنہ اس کے پہلے یہ باتیں مسائل جزیرہ کی طرح سے مافی الذہن رہتی تھیں، اپنے مخالف خیال والے کو کوئی مذہبی طور پر جدا نہیں سمجھتا تھا۔ بعد دیا ملہ کے فارس کے صفوی خاندان نے بھی اس جزوی مسئلہ کو خوب رونق دی اور رفتہ رفتہ سنیوں اور شیعوں میں تفرق پیدا ہو گیا جو مسلمانوں کی تباہی کا سبب بنا۔

بمقابلہ اس کے کس شمار میں تھے، بصرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کا قیام بغداد میں بطور سپاہ  
خليفة کے تھا۔

یہ اپنے چچا کی جگہ فارس اور کرمان کا بادشاہ  
ہوا۔ اُس نے نجف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
کی تربت بنا کر ایک عالی شان عمارت اس  
پر قائم کی اور اس کو زیارت گاہ قرار دیا۔ باوجودیکہ فرضی مزار ہے ورنہ حضرت علیؑ  
بقول ابن تیمیہ قمر امارت کوفہ میں دفن کئے گئے۔ اس نے جوڑ بند سے قیصر روم سے  
اپنے لئے ہدیہ اور تحفے منگوائے اور اس طرح اپنے کو عام نظروں میں معزز ثابت  
کیا۔ یہ بڑا زبردست بادشاہ گزرا ہے۔ شہر بغداد کی اُس نے بہت کچھ قدر اور  
منزلت بڑھائی۔ بغداد اور مکہ میں راہ میں جتنے کنوئیں اور نہریں خراب ہو گئی  
تھیں سب کو اُس نے درست کرایا۔ مکہ مدینہ، نجف اور کربلا میں اس نے غرباء  
کے لئے روپے بھیجے اور شکستہ گرجاؤں اور خانقاہوں کی مرمت بھی کرائی۔ اس کا  
وزیر نصر بن ہادون نصرانی تھا۔ چونکہ برس تک اس نے سلطنت کی یہ اس  
خاندان کا سب سے بڑا حکمران تھا۔ اس کے عہد میں بغداد کی حکومت ہارون الرشید  
کی حکومت کے برابر وسیع ہو گئی۔ اس نے خلیفہ الطالع کی لڑکی سے شادی کی اور  
اپنی لڑکی اس کے عقد میں دی تاکہ اس سے جو اولاد ہو وہ خلیفہ بن سکے۔ اس  
نے دفاہ عامہ کے کام کئے۔ اس نے بغداد میں ایک لاکھ دینار کے وقت کے  
ساتھ بیمارستان العفسی تیار کرایا۔ عضد کا پایہ تخت خمیرانہ تھا۔ لیکن بغداد اور  
دوسرے شہروں پر بے حد روپیہ صرف کیا۔

اپنے بھائی عضد الدولہ کے وقت میں یہ اصفہان  
کا حاکم تھا اور عضد الدولہ کا مطیع تھا عضد الدولہ  
کے مرنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہی  
مر گیا۔ اس نے صرف اپنے بھائی فخر الدولہ سے جنگ کی تھی۔ اس لئے کہ وہ عضد الدولہ



سے مرتبائی کر کے خراسان چلا گیا تھا اور وہاں سے سامانیوں کی مدد سے عمود الدولہ کے مقابلہ کو آیا تھا جیسا کہ نوح بن سامانی کے حال میں لکھا گیا ہے۔ اس کی حکومت کا زمانہ تو بہت پہلے سے شروع ہوا۔ لیکن بادشاہت ۳۶۲ھ میں ہوئی کہ ہی عضد الدولہ کی وفات کا زمانہ ہے۔

فخر الدولہ بن رکن الدولہ ۳۶۳ھ متوفی ۳۸۵ھ  
 اس کو خراسان سے اجماع یہ بھائیوں کے خون سے  
 جاحچھا تھا، بلا کر تخت پر بٹھایا۔ اس کے لئے

مصمم الدولہ نے خلیفہ بغداد سے خلعت بھجوائی اور اسی طرح ایک مدت کے بعد ملک مودوثی پر آسانی سے قابض ہو گیا۔ یہ ذی علم تھا۔ اس کے عہد میں علمی ترقی بہت ہوئی۔ اس کا وزیر ابن عبادہ تھا جو علم و فضل میں یگانہ روزگار۔ امیر بخارا نے درپردہ اپنی وزارت کے لئے طلب کیا۔ ابن عبادہ نے نہ اس کے لئے دو عذر لکھے۔ اس میں یہ بھی تھا کہ صرف میری کتابوں کے اٹھانے کے لئے چار سواؤٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وزیر ممدوح کے ہمراہ سفر میں صرف ادب کی کتابوں کے تیس اؤنٹ رہتے تھے یہ

صمصام الدولہ ۴۸۱ھ  
 علاء الدولہ کے مرنے پر صمصام الدولہ بغداد کا امیر الامراء بنا۔  
 اس کو اتنا کد شرف الدولہ نے اپنے کو امیر الامراء بنایا اور  
 چھ برس کے بعد اپنی موت مر گیا۔

ہمام الدولہ بن عضد الدولہ ۴۸۱ھ  
 شرف الدولہ کے مرنے پر یہ امیر بغداد ہوا۔  
 ۴۸۱ھ میں یہ مرا اور اس کا تابوت مشہد  
 امام علیہ السلام میں بھیجا گیا۔

(ذیل تجارب الامم صفحہ ۱۶۷)

لے ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۴۶، ۴۳۴۔



(۳۸۷) مجدالدولہ بن فخرالدولہ پر بیٹھا۔ لیکن انتظام سلطنت اس کی (مجدالدولہ کی)

والدہ کرتی تھی اور اپنی زندگی تک سلطنت و ملی کی رونق اس نے قائم رکھی سلطان محمود غزنوی نے اس پر چڑھائی کرنی چاہی تھی اُس نے کہلا بھیجا کہ بیوہ پر فتح یابی سے محمود کا کیا نام ہو گا اور کہیں شکست ہوئی تو ذلت بڑی ہوگی۔ محمود نے پھر اس کی زندگی میں ادھر توجہ نہ کی۔ لیکن اس کے مرتے ہی محمود نے اس پر چڑھائی کر کے اور مجدالدولہ کو گرفتار کر کے غزنی بھیج دیا اور خلیفہ قادر باللہ کو لکھا کہ مجدالدولہ کا چلن شرع محمدی کے خلاف تھا اس لئے میں نے ایسا کیا۔

(۳۸۸) سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ بغداد میں حکمران ہوا۔ اس کے

ملک کو زیادہ تر محمود غزنوی نے کمزور کیا اور کچھ خانہ جنگیوں نے خراب کیا۔

(۳۸۹) شرف الدولہ بن بہاء الدولہ شرف الدولہ کا نام بغداد سے خطبہ میں داخل ہوا اور سلطان الدولہ

کا نام متروک ہوا۔ شرف الدولہ علمی مذاق کا حکمران تھا۔ ابراہیم بن بلال اس کا ندیم تھا۔ (تجارب الامم جلد ۲ صفحہ ۱۰۱)

(۳۹۰) ابو کالبجار بن سلطان الدولہ محمود کا اور بغداد پر ترکوں کے حملے

کیا۔ دیالمہ کی باہم لڑائیاں۔ اس پر طرہ یہ کہ تین بادشاہ کالبجار و جلال الدین و قوام الدولہ باہم جھگڑنے میں مصروف ہوئے۔ ملک میں بد امنی تھی۔ سلطنت دیالمہ کے ضعف کے ساتھ خلافت کو بھی ضعف تھا۔ پہلے سلاطین دیالمہ سے ملک کو فوجی تقویت تھی اور خلفاء سے درباری عزت تھی۔ ترکوں نے پھر زور پکڑا اور بجائے ملوک غزنی کے سلجوقیوں کا زور شروع ہوا جس کا اثر بغداد تک پہنچا۔

**خسرو بن فیروز بن کالنجار** | اس بادشاہ کا لقب ملک رحیم تھا اس کے وقت میں زیالہ نے چاہا کہ متفقہ طاقت سے وہ اپنے کو سنبھال لیں لیکن سنبھال نہ سکے۔ خلیفہ نے بھی ان کی عزت کم کر دی۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ملک رحیم کے پہلے طغرل بیگ کا نام خطبہ میں پڑھا جائے۔

طغرل بیگ خلیفہ کی اجازت سے حج کو چلا۔ راہ میں وہ خلیفہ سے ملنے کو ٹھہرا۔ زیالہ اپنی غلط فہمی سے طغرل بیگ کے ساتھی ترکوں سے لڑ پڑے اور مغلوب ہوئے۔ تمام شہر میں لوٹ مار ہوئی۔ خسرو کو طغرل قید کر کے لے گیا۔ لیکن ابو منصور بن ابوکالنجار کو ایک موقع مل گیا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے فادس کا بادشاہ ہو گیا۔ اور پھر اپنے سپہ سالار فضل بن حسن کے ہاتھ سے جس کی نسل کو مورخ فضلو یہ کہتے ہیں ۳۴۸ھ میں مارا گیا اور اس کے ساتھ زیالہ کا خاتمہ ہو گیا۔ فضلو یہ کو بھی قتل کر دیا، ہی دونوں میں ملک قادر سلجوقی نے جگا کر اپنا سکھ اور خطبہ جاری کیا۔

**علمی ترقی** | خاندان زیالہ علمی ذوق و شوق میں کسی دوسرے فرمانروا سے کم نہ تھا۔ عضد الدولہ کے وقت میں خزانہ دار فلسفی و مورخ ابو علی ابن مسکویہ متوفی ۵۶۰ھ تھا جس کی کتابیں تہذیب الاخلاق اور فوز الاصفیٰ، تجارب الامم، علمی دنیا میں بلند پایہ سمجھی گئیں۔

عضد الدولہ کے نام علی الفارسی نے اپنی کتاب الایضاح معنون کی۔ متنبی عرب کے مشہور شاعر اس کا مدح خواں تھا۔ اس کی تعریف میں اس کے معرکہ کے قصیدے لکھے ہیں۔ عضد نے پہلے پہل اپنے کو شہنشاہ کہلایا۔ عضد خلیفہ مامون کی تقلید کرتا تھا۔ علماء کو مال کر دیا۔ شعراء کو بڑے بڑے انعام دیئے۔ مدرسہ بغداد بنایا۔

۱۔ کتاب التاج لابن بلال و تاریخ التوارخ۔ ۲۔ آثار الباقیہ و ابن اثیر و ابن خلدون۔ ۳۔ تجارب الامم۔ ۴۔ ابن مسکویہ جلد ۶  
۵۔ تاریخ عرب موسیٰ سید یوسف ص ۲۱۲۔

عضد کا بیٹا شرف الدولہ اپنے باپ کے قدم بقدم چل کر علمی کارناموں کو فروغ دیتا رہا۔ مدرسہ بغداد کو باپ سے زیادہ ترقی دی۔ ابن اعظم عبدالرحمن الصوفی الوفا غلکی اس کے ندیم تھے۔ اس نے بغداد میں ایک رصد گاہ قائم کی۔ اس کے لڑکے بہاء الدولہ نے خلیفہ السلاطین کے عہد میں بغداد میں دس ہزار کتابوں کا ایک کتب خانہ قائم کیا۔ المقری نے اس کتب خانہ سے بہت استفادہ کر کے علمی دنیا میں شہرت پائی۔ انہیں بویہ سلاطین ہی کے زمانے میں اخوان الصفاء کی جماعت قائم ہوئی۔ جس نے علمی رسائل مرتب کر کے اور شہر مرجان میں عظیم الشان شفا خانہ بنوایا۔ یہ ان کے کارناموں پر مستقل تار بنیں ہیں۔

علمائے دربار سلاطین دیا لمہ | ابراہیم بن ہلال ابن ابراہیم بن زہرول اعصابی کنیت ابواسحاق ہے۔ اس کی اصل خزاں کی ہے۔ ۵۱۰ رمضان ۳۱۳ھ میں پیدا ہوا اور بغداد میں علمائے عصر سے اکتساب علم کیا۔ علم ادب میں ماہر اور صناعت نظم و نثر میں بڑا باغ نظر تھا۔ اس کے ساتھ علوم ریاضی میں دستگاہ کامل تھی۔ بالخصوص علم ہیئت و ہندسہ میں یدِ طولی حاصل تھا۔ شرف الدولہ بن عضد الدولہ دہلی نے بغداد میں زہیرنگرائی یحییٰ بن ستم کو ہی رصد بنانی چاہی۔ اس زمانہ میں ابراہیم دربار شریف الدولہ میں پہنچے۔ بادشاہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ قدر و منزلت بھی بڑی ہوئی۔ رصد کے سلسلہ میں ان کا مشورہ لیا۔ مگر حاسدوں نے چین لینے نہ دیا۔ کچھ عرصہ قید میں رہے۔ ۱۲ شوال ۳۸۴ھ میں انتقال ہوا۔ کتاب التاجی آل بویہ یادگار سے ہے۔

ابو محمود حامد بن الخضر الخجندی کبار فلکیں سے تھا۔ اس کا تعلق نخر الدولہ دہلی کے دربار سے رہا۔ اس نے ایک آلہ رصد موسوم بہ سدس الفخری ایجاد کی۔ اس آلہ کی مدد سے آسمان و عروض البلاد کی ترصید کی جاتی تھی۔ ۸۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

۱۰ تاریخ عرب موسیو سیدو ص ۲۱۴ ۱۱ فلاسفہ اسلام از انتظام الشہابی ۔

ابوسہل و بجا بن رستم الکوی، علم ہیئت کا ماہر، متبحر، شہرت الدولہ کے دربار کا رکن تھا۔ اس نے ہی رصد گاہ قائم کی تھی۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔  
ابوالحسن کوشیار ابن کنان الجیلی۔ اس نے ایک نہایت عمدہ رصد خانہ تیار کیا تھا۔ ۵۹ھ میں اُس نے کثیر فلکی مشاہدات کئے۔ اس کی اپنی الجامع والسامع مشہور ہے۔

ابوالفاح محمد بن محمد النور جانی الصفاتی علمائے ہیئت میں مشہور شخص ہے۔ علم مثلث اور ہیئت میں مفید اضافے کئے۔ کتاب ما یحتاج الیہ اللکنتا والتعال من الحساب تصنیف سے ہے۔ ۳۳۵ھ میں انتقال ہوا۔  
شریف بن الا علم عبدالرحمن صوفی کا معاصر تھا۔ فن ہیئت میں اس کا جدول مشہور ہے۔ رصد الدولہ کو اس کی شاگردی پر فخر تھا۔ ۳۷۵ھ میں فوت ہوا۔  
ابوالحسن بن عبدالرحمن العوفی الرازی اکابر ماہرین ہیئت کتاب الکواکب الثابتہ۔ مخمل فی الاحکام، رسالہ فی الاصطلاح اس کی تصنیف میں سے ہیں۔ ۳۸۵ھ میں فوت ہوا۔

وزیر ابوالقاسم اسماعیل بن عباد | فخر الدولہ کا وزیر سلطنت تھا بلحاظ علم و فضل  
کیا تھا۔ سیاست، ملک داری میں اپنا آپ نظیر  
تھا۔ مختلف علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتا تھا تصنیف و تالیف میں بھی اس کو دستگاہ  
کامل تھی جو رسائل اس نے لکھی تھیں وہ بہت مشہور اور مدون ہیں۔ اس کے کتب خانہ میں  
استدرک کتابیں تھیں کہ کسی نے اس قدر جمع نہ کی ہوں گی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا کتب خانہ چار سو  
اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا۔ ابوالقاسم نے ۳۸۵ھ میں بمقام ”رے“ انتقال کیا۔

## خليفة راضی بالله

**نام و نسب** | ابو العباس احمد مقتدر بن معتقد بن طلحہ بن متوکل ظلم نامی رومی کینز کے شکم سے ۲۹۴ھ میں پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** | مقتدر نے علمائے عصر سے تعلیم دلوائی۔ علامہ بغوی سے احمد نے حدیث کی سماعت کی۔ ادب اور شاعری سے دل لگاؤ تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

راضی عقیل، سخی، ادیب، شاعر، فصیح آدمی تھا۔ علماء کی خدمت کیا کرتا اور اچھے شعر کہتا۔

**خلافت** | قاہرہ کی گرفتاری کے بعد احمد بن مقتدر اپنی ماں کے ساتھ مقید تھا۔ امرائے سلطنت نے اسے آزاد کر کے روز پنج شنبہ ۶ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں اس سے بیعت لی۔ راضی باللہ کے لقب سے ملقب ہوا۔

**وزارت** | راضی علمی ذوق کا فرد تھا۔ وزارت کے لئے ابن مقلہ پر نظر پڑی اس کو ہی منصب وزارت پر سرفراز کیا۔ عنان وزارت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے دشمنوں سے نیک سلوک سے پیش آیا۔ مگر امیر محمد بن یاقوت اس سے کھٹکتا ہی رہا۔

راضی کے آغاز عہد میں تمام امور وزیر بن مقلہ اور مذکور الذکر ابن یاقوت کے اختیار میں تھے۔

**حنابلہ** | امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہیں۔ راسخی کے عہد میں انہوں نے معاصی کا چاروں طرف چرچا دیکھا تو اصلاح کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ افسروں اور عوام کے گھروں میں گھس کر تلاشیاں لیں۔ شراب کے قلابے توڑ دیئے۔ مغنیہ عورتوں کو سزائیں دیں۔ مزا میر کو بے کار کر دیا مگر بے حد غلو کو کام میں لائے تو ان کے متعلق مخالفت علماء نے حلول و تشبیہ کی نہمت رکھ کر حکومت سے ان کو پٹوایا۔ اُس میں بہت سے ظلم و تشدد کا شکار ہوئے۔

**ابن مقلہ** | آئے چل کر ابن مقلہ معطل ہو کے رہ گیا تو خلیفہ سے لگائی بھائی کر کے ابن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر کو قید کر دیا۔ مگر مظفر نے ابن مقلہ سے عہد لے کر آزاد کر دیا۔ مگر اس نے فوج کو تنخواہ کے سلسلہ میں بھڑکا دیا۔ اس نے ابن مقلہ کو گھیر لیا اور معزول کر دیا۔ علی بن عیسیٰ سے وزارت کے لئے کہا اس نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی سفارش کی وہ حزمیر ہو گا۔ مگر ملک کی حالت بگڑ چکی تھی مستعفی ہو گیا۔ اس پر اُسے ستر ہزار دھول کئے اور عیسیٰ سے ایک لاکھ کا جرمانہ وصول کیا۔ منصب وزارت پر ابو جعفر کرخی سرفراز کیا گیا۔

**بغاوت ہارون بن غریب** | ہارون بن غریب مقتدر کا ماموں زاد بھائی تھا۔ وہ قاہرہ کے عہد میں دنیور اور اسبندان کا حاکم تھا۔ اس نے بغداد آ کر حکومت میں دخیل ہونا چاہا۔ راسخی نے اس کے ارادے سے مطلع ہو کر اُس کو روکا مگر وہ ضد کر گیا اور بغداد روانہ ہو گیا۔ راسخی نے حاجب محمد بن یاقوت کو اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ ہارون نے اسے شکست دے دی۔ گھوڑا حاجب کے پیچھے ڈال دیا۔ بد قسمتی سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی یہ نیچے آ رہا۔ اس کے غلام یمن نے انعام کے لالچ سے اپنے آقا کا سر کاٹ لیا۔ اور حاجب کو نذر کیا۔

لے ابن اثیر جلد ۹ ص ۹۱۔



**عماد الدولہ کا اقتدار** | دولت عباسیہ زوال کے دور میں گندہ رہی تھی خود مگر اور حوصلہ مند لوگ اپنی حکمرانی قائم کرتے جا رہے تھے مگر یہ رسم البتہ باقی تھی کہ عباسی خلیفہ اُن کی حکومت کی تصدیق کر دے۔ عماد الدولہ علی بن بویہ نے شیراز پر قبضہ کرنے کے بعد ابن مقلہ سے مقبوضہ علاقوں کی حکومت کی سند کی درخواست کی اور خلافت بغداد کی اطاعت کے اقرار کے ساتھ ایک رقم سالانہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ ابن مقلہ نے وقت کے تقاضا سے منظور کر لیا اور راضی باللہ کی جانب سے خلعت اور لوٹے حکومت بھجوا دی۔ اس سے اس کی عظمت بڑھ گئی۔ اس کا حریف مروادیج تھا اس کو عماد الدولہ کا اعزاز ناگوار گزرا اُس نے فوج کشی کر دی۔ عماد الدولہ نے اس کی دلجوئی کے لئے اس کا نام خطبہ میں اور اُس کی اطاعت پر صلح کر لی۔

مگر مروادیج کچھ دن بعد اپنے ایک ترک کے ہاتھ سے قتل ہوا تو اس کا بھائی وشیگر اس کا جانشین ہوا۔ عماد الدولہ کے لئے یہ موقعہ اس آیا۔ عراق اور خوزستان عباسی حکومت کا خالصہ تھا۔ اس پر امیر یاقوت، عماد الدولہ، مروادیج، بریدی ہر ایک کی نگاہ تھی۔ عماد الدولہ نے یاقوت پر حملہ کر کے مغلوب کر لیا اور ان علاقوں پر قبضہ جمایا۔ راضی نے یہ رنگ دیکھ کر فاس، عراق، خوزستان کے علاقہ پر بھی باقاعدہ عماد الدولہ کی سرداری منظور کر لی۔ عماد الدولہ نے شیراز کو مستقر بنایا۔

**واقعات ناصر الدولہ حمدانی** | راضی کی جانب سے امیر محمد بن عبد اللہ بن حمدان الملقب بہ ناصر الدولہ موصل و دیار ربیعہ کا والی تھا۔ اُس نے بھی اور امرائے سلطنت کی طرح ہاتھ پیر نکالے۔ اس کے چچا ابو العلاء بن حمدان نے خلیفہ راضی سے خفیہ طور سے ناصر کے مقبوضات کا ٹھیکہ لے لیا اور جب یہ موصل پہنچا ناصر کو خبر لگ گئی۔ استقبال کے بہانے سے

لے ابی الفدا جلد ۲ صفحہ ۸۶ سے ایضاً۔



یہاں سے نکل گیا۔ ابو العلاء موصل پہنچا اُسے معلوم ہوا کہ وہ میرے استقبال کے لئے دوسرے راستے سے گیا ہے۔ یہ اس کے مکان میں ٹھہرا۔ ناصرالدولہ نے واپس آکر اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ راضی کو یہ واقعہ گراں گزر اُس نے ابن مقلہ کو ناصرالدولہ کی گوشمالی کے لئے موصل روانہ کیا۔ ناصر نے راہ فرامہ اختیار کی۔ ابن مقلہ نے موصل میں کچھ عرصہ رہ کر وہاں کا انتظام درست کیا اور چلتے وقت علی بن طباب اور مارکو ویلی کو اس کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا اور بغداد لوٹ آیا۔ ناصر ابن مقلہ کے ہٹتے ہی موصل آ پہنچا۔ ان دونوں عمال خلیفہ کو نکال باہر کیا اور موصل پر حکمرانی کرنے لگا اور راضی سے بھی عفو تقصیر کرا لیا۔

**بنو فاطمی** | عبید اللہ مہدی نے مغرب میں حکومت قائم کر لی تھی۔ اس کے انتقال پر اس کا بیٹا ابو القاسم محمد الملقب بالقیاس بامر اللہ بادشاہ ہوا۔

۱۔ عبید اللہ مہدی کے متعلق علامہ سیوطی کی تحقیق یہ ہے کہ مہدی کا یہ دعویٰ کہ میں علوی ہوں بالکل لغو ہے۔ کیونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مہدی کا دوا مجوسی تھا۔ چنانچہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں۔

”عبید اللہ المقلب مہدی مجوسی مغرب میں پہنچا اور علوی ہونے کا دعویٰ کیا لیکن علمائے نسب میں سے کسی نے اس کے دعویٰ کو نہیں مانا۔ دراصل وہ خبیث بالطن تھا، شراب و زنا کو جائز کر دیا تھا۔ پچیس برس حکمرانی کی“ ۱۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۸۔

## مصر میں دولت اخشیہ کا اعزاز

۳۲۲ھ میں راضی باشد نے محمد بن طغج الاخشیہ کو مصر کا گورنر بنایا لیکن ابن طغج صرف گورنری پر قانع نہ ہوا بلکہ اس نے مصر کو مستقل طور سے اپنے قبضہ میں لانا چاہا اور اپنی حکومت بنالینے کی تدبیریں کرنے لگا۔ راضی میں طاقت نہ تھی لہذا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ بلکہ اپنی سعی سے مصر مع شام کے اپنے قبضہ و تصرف میں لے آیا۔ راضی نے مجبوری درجہ قطع تعلق کے بجائے اخشیہ کا نائب اس کو عطا فرمایا۔ اس طرح سے دولت اخشیہ کی بناء پڑی۔

**امیر الامرائی** | رزیر ابو جعفر نے بیت المال کو دیکھا کہ خالی پڑا ہے۔ ادھر محمد بن رائق والی بصرہ اور ابو عبد اللہ بریدی والی اہواز نے خراج روک دیئے اور ابن بویہ نے صوبہ فادس پر قبضہ کر لیا۔ مطالبات کی کثرت اور بے یار مائیگی سے تنگ آکر ابو جعفر روپوش ہو گیا۔ اس کی جگہ پر ابو القاسم بن سلیمان کو بلا لیا گیا۔ لیکن وہ بھی نظام حکومت کو نہ سنبھال سکا۔ خلیفہ نے مجبور ہو کر ابن رائق سے خط و کتابت کی اور بغداد میں بلا کر خلافت کے کل صوبوں کا دفتر خراج سپرد کر کے اس کا لقب امیر الامراء لکھا۔ دفتر وزارت توڑ دیا گیا۔ کل اختیارات ابن رائق کے ہاتھ میں آ گئے۔ سارا مالیہ ابن رائق کے قبضہ میں تھا جس طرح مرضی ہوتی وہ کام میں لاتا اور خلیفہ کو بقدر گزارہ کے رقم دے دیا کرتا۔ مگر خراج کی آمد بند تھی جو کچھ آتا

۳۲۳ھ میں اپنی حکومت قائم کی جو ۳۵۵ھ تک رہی اس کی اولاد میں سے ابو القاسم انور بن اخشیہ، ابو الحسن علی بن اخشیہ، ابوالمک کا فور مولیٰ اخشیہ، ابو الفوارس احمد بن علی بن اخشیہ کیے بعد دیگر ملوک ہوئے (جلد ہفتم میں تفصیل حالات درج ہیں) دائرۃ معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۔

تھا وہ انتظام سلطنت کے لئے ناکافی تھا۔ ابو الفتح جعفر بن خرات شام اور مصر کے خراج کا والی تھا۔ ابن رائق نے اس کو وزارت پر بلا لیا۔ بغداد پر آیا تو اس پر خلیفہ کی نوازشات بہت تھیں مگر وہ برائے نام خلیفہ کا اور حقیقتاً وزیر ابن رائق کا تھا۔

**خلافت اور سیاست میں فرق** | اس انقلاب نے خلافت کو سیاست قطعی بے تعلق ہو گیا۔ امیر الامراء کے ہاتھ میں عنان حکومت تھی۔ حتیٰ کہ خطبہ میں بھی امیر الامراء خلیفہ کا شریک بن گیا۔ خلیفہ کی شان صرف دینی رہ گئی۔

**واسط پر برید کا اقتدار** | واسط میں عبداللہ بریدی حکمرانی کر رہا تھا ابن رائق خلیفہ کو لے کر واسط روانہ ہوا۔ اس نے وقت کے تقاضہ سے تین لاکھ ساٹھ ہزار دینار سالانہ تین ہزار ماہوار کے حساب سے بارہ اقساط میں دینے کی استدعا کی۔ خلیفہ نے منظور کر کے بغداد کی مراجعت کی۔ مگر بریدی نے چند دینار بھی نہ بھیجے تو رائق نے اس کو وزارت کا لالچ دیا۔ اس نے احمد بن علی کو فی کو اپنی طرف سے بھیج دیا۔ ابن رائق نے ظاہر ہاتھوں ہاتھ لیا اور بریدی کے بھائی ابو یوسف کو بصرہ کا والی مقرر کر دیا تو بریدی نے مع فوج کے اس کو بصرہ پر قبضہ کرنے بھیجا۔ اب اہواز سے بصرہ تک بریدیوں کی حکمرانی قائم ہو گئی تو انہوں نے خود سری اختیار کی۔ رائق نے بحکم دلیلی اور بدر خراسانی کو فوج کے ساتھ بریدیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ بحکم نے سوس پر قبضہ کیا۔ پھر ستر کی طرف متوجہ ہوا۔ ابو عبداللہ بریدی مع اپنے بھائی کے ۳ لاکھ درہم اور ساز و سامان لے کر کشتی میں سوار ہو کر فرار ہو گئے۔ راہ میں کشتی بادی مخالف سے الٹ گئی۔ بمشکل ان دونوں بھائیوں کی جان بچی۔ یہ اہل اور وہاں سے بصرہ پہنچے۔

ایمان اہل بصرہ کو درمیان میں ڈال کر ابن رائق سے صلح کرنا چاہا، ہی مگر ابن رائق نے منظور نہ کی اور بصرہ پر بحکم نے حملہ کر دیا۔ بریدی نے اہل بصرہ کو ساتھ لے کر مقابلہ کیا۔ فوج رائق شکست کھا گئی۔ رائق خود فوج لے کر آیا اور بحکم کو

بھی جو اہواز پر قابض تھا بلایا۔ لیکن بُریدیوں سے ہزیمت اٹھا کر واپس گیا۔ بریدی کی ہمت بڑھ گئی۔ اس نے عماد الدولہ بن بویہ (دیالمہ) کو عراق کی طمع دلا کر اپنا بتایا۔ اس نے بریدی کے جھانے میں آکر اپنے بھائی معز الدولہ کے ہمراہ فوج بھیجی۔ اس نے آتے ہی اہواز پر حملہ کیا اور بجکم کو نکال باہر کیا۔ وہ واسط آگیا۔ مگر بریدی کی چالاکی معز الدولہ پر کھل گئی تو وہ اس سے منحرف ہو گیا۔

بجکم بچلا نہ بٹیا سوس اور چند سیا پور پہ اس نے قبضہ جمایا۔ اہواز پر بریدیوں سے دود و ہاتھ کئے۔ ان کو شکست دے کر اہواز پر بھی قبضہ کیا۔ ابن رائق کی بغداد میں قوت ختم ہو گئی۔ اس کے ساتھی اس سے کٹ گئے۔ بجکم نے بھی اس سے آنکھیں پھیر لیں اور واسطہ کا خراج بھیجنا بند کر دیا اور خفیہ طور سے ابن مقلہ کے ذریعے خلیفہ سے امیر الامرائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ خلیفہ نے منظور کر لیا۔ چنانچہ بجکم بخوشدلی مع فوج کے بغداد آیا۔ ابن رائق نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا گیا۔ ۱۳۲۶ھ قعدہ میں بجکم بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے خوش دلی سے اسے امیر الامرائی کا منصب اس کو عطا کیا۔

ابن رائق نے ایک سال دس ماہ امیر الامرائی کے منصب پر فائز رہنے کے بعد روپوشی اختیار کی۔ ۱۳۲۷ھ میں ناصر الدولہ بن حمدان نے موصل کا خراج روک دیا۔ بجکم خلیفہ کو ساتھ لے کر اس طرف گیا اور اس کو مغلوب کر کے رقم وصول کر لی۔

ادھر رائق نے بغداد کو خالی پا کر بغداد کی ایک جماعت کو مطیع کر لیا۔ جب امیر بجکم اور راضی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے دفع شر کے لئے اس کو فرامان، رہا، قنسرین اور عوام وغیرہ کی گورنری عطا کر دی وہ وہاں چلا گیا۔ راضی اور بجکم بغداد لوٹ آئے۔

لے ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱۲۔

**شام پر رائق کا قبضہ** | رائق نے گورنری ہاتھ میں لیتے ہی ۳۲۵ھ میں بدر  
 نائب اخشید کو شکست دے کر شام پر قبضہ کیا اور  
 آہستہ آہستہ عیش تک اپنا دائرہ حکومت وسیع کر لیا۔ مگر اخشید نے چند دنوں میں  
 یہ زرخیز علاقہ لٹ بھڑ کر واپس لے لیا اور شام پر حملہ آور ہوا۔ مگر ناکام رہ کر واپس  
 چلا گیا۔ اس معرکہ میں اخشید کا بھائی مارا گیا۔ شام پر ابن رائق کا کامل تسلط ہو گیا۔  
**دولت عباسیہ کی تقسیم** | ابن رائق امیر الامراء بنایا گیا تو اس وقت خلافت  
 کے سوا کچھ نہ تھا۔ تمام صوبے دوسروں کے قبضہ میں تھے۔ بصرہ پر ابن رائق قابض  
 تھا۔ خوزستان میں ابوعلی محمد ابن الیاس کا اقتدار قائم تھا۔ رے اور اصفہان کن الزلہ  
 ابن بویہ اور دشمنگیر بن زیاد کے زیر نگین تھا۔ موصل، دیار بکر، مصر، رسیعہ پر  
 بنو حمدانی حکمرانی کر رہے تھے۔ مصر اور کچھ علاقہ شام پر اخشید کی فرماں روائی تھی۔  
 خراسان و ماوراء النہر کی حکومت پر نصر سامانی برار رہا تھا۔ طبرستان و جرجان و بلخیوں  
 کے زیر نگین تھے۔ بحرین و عمان پر ابو طاهر قرطبی حکمرانی کر رہا تھا۔ اندلس اور افریقہ  
 کے علاقے پہلے ہی سے دوسروں کے قبضہ میں چلے گئے تھے۔ بلکہ امیر عبدالرحمن شاہ اندلس  
 نے عباسی خلیفہ کا حشر دیکھ کر اپنا لقب امیر المؤمنین ناصر لدین اللہ اختیار  
 کر لیا تھا۔

**حوادث قرطیہ** | قرطبی نے راضی باللہ کے عہد میں بھی فوج کے دوستے  
 کوفہ اور واسط کے نواح میں روانہ کئے۔ مگر نتیجہ خیز  
 جنگ نہیں ہوئی۔ قرطبی ثانی اس کے بعد سے برابر احسا و بلاد بحرین میں رہنے لگا۔  
 اور حکمرانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ۳۲۲ھ روزِ دو شنبہ ۱۷ رمضان کو اس کا  
 طائر روح نفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ اس

کی پیدائش ۲۱۴ھ میں ہوئی اور جب اُس کا باپ ابوسعید جنابی ۳۳ھ میں مارا گیا  
تھا اس وقت قرمطی کی عمر ۶ سال کی تھی۔

باپ کے مرنے کے بعد اس کی فوج ۹ سال تک بے کار پڑی رہی۔ رمضان ۳۳۸ھ  
میں ابوطاہر نے اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ ۳۱۶ھ میں اُن کا کوفہ پر غلبہ  
بغلیہ کی وجہ سے ہوا۔

**کوفی قرامطہ بغلیہ کے حالات** | قرامطہ بغلیہ کے سرداروں کے نام  
سعود بن حرث، عیسیٰ بن موسیٰ بن

رخت، عبدل بن ربیع، ملقب بہ قرمیط معروف بہ ابن ابی السعید ابن الاعمی ابوز  
جوہری تھے۔ قبائل بنو ذہل اور بنو رقاعہ کے عوام اسی جماعت کے پیرو ہو گئے  
تھے۔ سرداران بغلیہ نے اپنی قوت بڑھا کر جنیلا اور تل فخار کے نواح میں قبیلہ بنو  
ابن نفیس پر حملہ آور ہوئے اور اُن کو شکست دے کر اس کے تمام افراد کو اپنے  
تحتک میں لے آئے۔ ہادون بن غریب الخال اور صافی غلام نصر قشوری کا اس  
جماعت سے مقابلہ ہوا اور اس جماعت کے کچھ لوگ مقتول ہوئے اور کچھ لوگ قید  
کئے گئے اور کچھ لوگ سلیمان بن حسن سے جب وہ ہیت سے بلد بخرین و پس  
جاء ہا تھا مل گئے۔

اس جماعت کے لوگوں کو سلیمان کے لشکر میں آجین کہتے تھے۔ کیونکہ ان میں  
اکثر لوگ آجام یعنی جنگلوں اور کوفہ کے علاقہ طفوف میں رہا کرتے تھے۔

**وقائع قرامطہ** | غلام معروف بہ زکری جو بلاد اصفہان کے شاہان عجم کی اولاد  
سے تھا۔ وہ قرمطیوں کے دام میں آ گیا۔ وہ ۳۱۶ھ میں

قرمطی کے پاس آیا۔ ابوطاہر نے ۳۱۹ھ میں حکومت اُس کے حوالے کر دی۔ تمام  
قرامطہ نے اس پر اتفاق کر لیا۔ اس نے عجیب و غریب مراسم اور طریقوں سے  
لوگوں کو بھانسناسنا شروع کر دیا۔ ابوطاہر کے بہنوئی ابو حفص ابن زرقان کو اس نے  
قتل کر دیا جو عقل و علم و ادب میں سب سے زیادہ لائق اور کامل تھا۔ پھر بنو سلیمان



اور سرداران لشکر کو قتل کیا جن کی تعداد سات سو تک بیان کی جاتی ہے۔ لشکر میں بُری عادتیں اور قبیح خصلتیں زکری کی وجہ سے پُرنکش جن کی مثال جب سے ابوسعید اور اس کی اولاد ان ممالک پر مستط ہوئی اس قوم کے لشکر میں کبھی دیکھی اور نہ سُنی گئی تھیں۔ زکری کی حرکات سے اس کے متبع بھی بیزار ہو گئے اور انہوں نے موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ابوسعید حسن بن بہرام جنابی ان کا سر گردہ بن گیا۔ وہ بنو مسار سے آکر ملا۔ اُن کو ہنوا بنا کر قطیف آیا۔ یہاں بنو کلاب کو ہم خیال بنا کر ابو زکریا بھرانی بھی اُس کا ہم آہنگ ہو گیا۔ مگر ہردو میں کچھ عرصہ بعد پہنچ گئی۔ ابوسعید نے زکریا کو مار ڈالا۔ پھر اُس نے بحرین وغیرہ پر قبضہ جمایا۔ قطیف میں علی بن مسار رہتا تھا اس کو بھی تیغ لگا اور پورا قبضہ و تسلط قطیف پر ابوسعید نے کر لیا۔ اس کے علاوہ قرامطہ کا دوسرا شہر زہرہ تھا جہاں خاندان حسن بن عوام آباد تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا۔ تیسرا شہر صفوان تھا یہاں بنو مخضص آباد تھے یہ خاندان عبدالقیس سے تعلق رکھتا تھا۔

چوتھا شہر طہران اور پانچواں احساء یہاں بنو سعد آباد تھے جن کا تعلق قبیلہ تمیم سے تھا۔

چوتھا شہر طہران اور پانچواں احساء یہاں ہمیشہ رومی آباد تھا۔ عربوں کا ذکر علی بن محمد نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ علی بن محمد اپنا انتساب ابوطالب کی طرف کرتا ہے۔ یہ زنج کارہنے والا تھا۔ بصرہ میں اس کی تحریک کا آغاز ہوا۔ وہاں جانے سے پہلے جب یہ بحرین کے تمیم کلاب نمیر اور دوسرے قبائل میں اپنی تحریک کی اشاعت کر رہا تھا تو عربوں نے قبائل عبدالقیس بنی عامر بن صعصعہ محارب بن خصیف بن قیس بن عیلان وغیرہم کے ساتھ پے درپے حملے کر کے بحرین اور اس کے نواح سے اس کو نکال دیا اور اس کے ساتھ بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔



**ابوسعید کا قتل** | اس کی فتنہ انگیزی سے حکومت بہت پریشان ہو گئی تو اُس کی سرکوبی کے لئے بدر مجلی بھیجا گیا۔ بدر کے ساتھ صقلی تھے۔ ان میں سے دو شخص ابوسعید قرطبی کے خادم بن گئے۔ انہوں نے حمام میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا دورِ فتنہ، ۲ برس تک قطیف بحرین (بمجر کے فتح ہو جانے تک) رہا۔

لامنی کے عہد سے عباسی خلفاء کی بہت سی خصوصیات ختم ہو گئیں۔ دولتِ عباسیہ انتہائی انحطاط کی طرف جا رہی تھی۔ ثلوثیں بڑھ رہی تھیں۔ امراء اپنے اقتدار کی خاطر باہمی دست بگریباں تھے۔

**راضی کی وفات** | راضی مرضِ استسقاء میں مبتلا ہوا۔ ربیع الاول ۲۳۵ھ میں انتقال کر گیا۔ عمر ۳۲ سال کی تھی اور مدتِ خلافت چھ سال دس مہینے تھی۔

**اوصاف** | راضی باللہ علمی اعتبار سے نہایت لائق و فائق تھا۔ تاریخ، ادب اور شاعری میں صاحبِ کمال تھا۔ اس کا دیوان بھی ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ میں اس کی معلومات بڑی وسیع تھیں۔ علماء اور اہل کمال کا بہت قدر دان تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے ادباء کمال جمع تھے۔ ہر ایک کو اپنی فیاضیوں سے نوازتا رہتا تھا۔

لامنی بہت ہمت نہ تھا حتیٰ المقدور اپنے اقتدار کو سنبھالے رکھا۔ اُس کے عہد کے امراء خود بھی صاحبِ جوہر اور تہور و شجاعت میں یگانہ تھے۔ مگر راضی کی حسنِ قابلیت تھی کہ بے دست و پا ہوتے ہوئے اُن کو مرہونِ منت بنا تا رہا۔ مگر امراء اپنی خود غرضیوں میں مبتلا تھے۔ ان کی شجاعت و مردانگی باہمی کشمکش میں صرف ہو رہی تھی۔

لامنی نے عباسی دور کی پرانی روایات اور خصوصیات کو ابتداء میں قائم رکھا

اس کا عہد اس بہار کا آخری منظر تھا۔ اس کے آخری عہد سے ہی بہار پر خزاں آگئی۔

نیا ماضی اور میر چشتی میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھا۔ اس کے ندیم اور حاشیہ نشین اس کے انعام و اکرام سے مالا مال تھے یہ

راضی جمعہ کی نماز خود پڑھاتا تھا اور خطبہ بلیغ پڑھتا تھا۔ ابوالحسن **خطبہ** بن زرقویہ کہتے ہیں کہ اسماعیل خطیبی شب عید کو خلیفہ کے پاس گئے۔ راضی نے اُن سے پوچھا کہ کل میں عید کے نماز پڑھانے کے بعد کیا دعا مانگوں؟ انہوں نے کہا کہ تم یہ آیت قرآن بطور دعا پڑھنا۔

سَرَّيْتُ آوْزِ عَيْنِي أَنْ أَشْكُرَ لِعَمَلِكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ۔

ترجمہ :- اے میرے پروردگار! تو فریق دیدیجئے مجھے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں ؟ علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”دراستی آخری خلیفہ تھا جس نے فوج کی تنخواہ کے قواعد بنائے“

راضی کے عہد کے علماء | نفلویہ۔ ابن مجاہد مرقی، ابن کاس حنفی، ابن ابوحاتم میرماں، ابن عبد اللہ صاحب العقد

اصطخری شیخ الشافعی، ابن شنفوز، ابوبکر انباری یہ

محدث و فقہاء | مکحول نسفی تلمیذ ابی سلیمان فقیہ و محدث تھے ۳۱۸ھ میں وفات پائی۔

احمد بن محمد علامہ الطحاوی۔ فقیہ و محدث مشہور و معروف ہیں سمیع حدیث

۱۔ مروج الذهب جلد ۵ صفحہ ۳۸۹ ۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۹

۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۹۔

محمد بن سلامہ و یونس بن عبدالاعلیٰ و بحر بن نصر وغیرہ سے کی۔ اس سے روایت الطبرانی و ابوبکر المقرئ نے کی۔ آپ سے ابوبکر محمد بن منصور و اسمعانی نے فقہ حاصل کی۔

معانی الآثار۔ مشکل الآثار۔ احکام القرآن۔ مختصر الطحاوی، شروع جامع کبیر و صغیر، کتاب الشروط۔ کتاب السجلات والوصایا والفرائض وغیرہ تصانیف و تالیف سے ہیں۔ وفات ۳۳۵ھ میں ہوئی۔

محمد بن محمد بن محمود ابونصور ماتریدی مشائخ کرام سے تھے۔

تصحيح عقائد و رد اهل الايهواء والبدعة میں تصانیف کثیرہ ہیں۔ ۳۳۳ھ میں وصال ہوا۔

فلسفی | ابوبشر سہمی بن یونس منطق و فلسفہ کا عالم تھا۔ راضی باللہ کے عہد میں بغداد میں علوم فلسفہ کی اشاعت کی۔ درس و تدریس مشغلہ تھا۔ ۳۳۶ھ میں فوت ہوا۔



۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۹ ۲۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری ص ۵ ۳۔ طبقات  
۴۔ الاطبا ج ۱ صفحہ ۲۶۵، القفطی صفحہ ۲۱۲۔

## خلیفہ متقی باللہ

**نام و لقب** | ابواسحاق ابراہیم متقی باللہ بن مقتدر بن معتضد ام ولد مسماۃ غلوب یا زہرہ کے بطن سے تھا۔

**خلافت** | راضی کی وفات کے بعد انتخاب خلافت صرف امیر الامراء کے حکم کے انتقال میں چند دن معرین التوایں رہا۔ جب واسط سے امیر بجکم کانشی ابو عبد اللہ کو فی یہ حکم لے کر آیا کہ اراکین سلطنت قاضی و فقہاء و سائے بغداد آل عباس۔ علویں اور راضی کا وزیر سلیمان بن حسن وغیرہ جمع ہو کر خلیفہ منتخب کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے جمع ہو کر ابواسحاق بن مقتدر کے ہاتھ پر ۳۲۹ھ میں بیعت کر لی۔ اس وقت ۲۴ سال کی تھی۔ متقی باللہ کے لقب سے ملقب کئے گئے۔

**تعلیم و تربیت** | شاہی خاندان میں تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اتفاقاً و زہد اسلاف سے ورثہ میں پایا تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور عبادت کرنے والا تھا“

**بجکم کا قتل** | ۳۲۹ھ میں خوزستان میں ابو عبد اللہ بریدی نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ بجکم نے اس کی سرکوبی کو فوج روانہ کی۔ بریدی مقابل آیا اور شکست کھا گیا۔ بجکم خوزستان روانہ ہوا۔ راہ میں دولت مند قافلہ پڑاؤ کئے تھا۔ نیت بگڑ گئی۔ اس پر ہاتھ صاف کیا۔ مگر ایک کردی بچہ نے اچانک

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۹ ۲۔ کتاب تجارب الامم جزو سادس ص ۲۔

بحکم کی کریشی خنجر بھونک دیا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ دو سال امیر الامرائی کی۔ تمام مال تقریباً ایک کروڑ دینار کا بجتی حکومت ضبط ہوا۔

مقتی نے عمان حکومت نئے سرے سے اپنے ہاتھ میں لی۔ کیونکہ سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ برائے نام نظم و نسق سلطنت عبداللہ احمد بن علی کو فی کاتب بحکم کے ہاتھ میں تھا اور وہی سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے۔ مگر بحکم کے مرتے ہی اس کی کمان اُتر گئی۔ اس کی جگہ کورنگین دیلی امیر الامراء بنایا گیا، مگر امیر رائق کو اس کا عروج ناگوار ہوا۔ حملہ آور ہوا۔ یہ مقابل آیا اور شکست کھا کر دوپوش ہو گیا۔ پھر ابن رائق امیر الامراء ہو گیا۔ بریدی نے بغداد پر لشکر کشی بحکم کے مرتے ہی کی تھی اور جبر یہ مقتی سے پانچ ہزار دینار بھی فوج کے لئے لئے تھے۔ مگر فوج کو ایک جہہ نہ دیا۔ اس پر فوج بگڑ گئی۔ جان بچا کر واسطہ چلا گیا۔

۳۲۹ھ میں گنبد خضرا جو منصور نے بنایا تھا عدد و باران کی زیادتی سے گر پڑا۔ یہ گنبد تاج بغداد سمجھا جاتا تھا۔ اسی گز اوچھا تھا اس کے نیچے ایک ایوان بیس گز مربع کا تھا۔ اس کے درمیان میں ایک ہوار کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جس طرف سے کوئی دشمن آنے والا ہوتا تھا اس طرف اس کا منہ پھر جایا کرتا تھا۔ ۱۷

۳۳۰ھ میں ابوالحسن علی بن محمد بریدی نے بیشتر قوتوں بریدی کا خروج کو یکجا کر کے بغداد پر حملہ کیا۔ خلیفہ اور رائق دونوں اس کے مقابل آئے مگر شکست اٹھا کر موصل ہر دو چل دیئے۔ بریدی نے بغداد میں داخل ہو کر خوب لوٹ پھرائی۔ پر رونق شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ خلیفہ تکریت پہنچا۔ اپنے بیٹے المنصور کو اور رائق کو استمداد کے لئے موصل بھیجا۔ وہاں سیف الدولہ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان والی تھا۔ وہ تعلیم و تکریم سے پیش آیا۔ جب یہ

دونوں واپس ہوئے موافق کو قتل کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد ابن حمدان کو خلیفہ نے ناصر الدولہ کا خطاب دیا اور اُس کے بھائی کو منصب امیر الامراء پر فائز کیا اور سیف الدولہ کا خطاب دیا اور اس کو موصل کا تاج و تخت سپرد کیا۔ پھر اُن کو بغداد دلایا۔ بریدی کو خبر لگی وہ روپوش ہو گیا۔ اور واسط چلا گیا اور وہاں سے فوج لے کر بغداد پر پھر حملہ کرنے چلا۔ اہل بغداد میں سخت انتشار پیدا ہو گیا۔ معززین شہر بھاگنے لگے۔ خلیفہ متقی اور ناصر الدولہ ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے اور سیف الدولہ نے بڑھ کر بریدی کو ”مدرین“ پر آگھرا اور اس قدر پٹائی کی کہ واسط لوٹ گیا۔ مگر سیف الدولہ نے وہاں بھی پہنچ کر خبر لی۔ آخر شش بھر جا کر دم لیا۔ سیف الدولہ کامرانی سے واپس آیا۔

**۱۳۳۱ھ میں اہل روم نے ارزان پر ہر طرف سے حملے کئے اور**  
**رومی حملہ** باشندوں کو خاک و خون میں ملایا۔ وہاں کے گرجا میں ایک رومال تھا جس کی نسبت عیسائیوں کا گمان تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا روئے مبارک اُس سے پونچھا تھا اور آپ کی شبیہ مبارک اس میں منقش ہو گئی تھی۔ عیسائیوں نے اس رومال کو منگوایا۔ مگر شرط یہ تھی کہ تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ چنانچہ مسلمان قیدی آزاد کئے گئے اور رومال عیسائیوں کو دیدیا گیا۔

**۱۳۳۲ھ میں اس کے غارت گروں نے بحری**  
**آذربائیجان پر روسی حملہ** راستہ سے اطراف آذربائیجان پر حملہ کر کے بڑے پر قبضہ کر لیا۔ مگر آذربائیجان نے اُن کو مار پیٹ کر نکال باہر کیا۔

**توزون کا اقتدار** سیف الدولہ اور بریدی میں پھر چل گئی۔ بھائی کی معاونت کے لئے ناصر الدولہ ۱۳ ماہ امیر الامرائی کر کے موصل گیا۔ بغداد پر امیر توزون واسط سے آگودا یلہ متقی نے باجبر و اکراہ اسکی آؤ بگٹ

۱۔ کتاب تجارب الامم ج ۱ ص ۵۷ -

کی اور خلعت امیر الامرائی عطا کیا۔ تو زون خفیف الحركات تھا۔ متقی سے پہنچ گئی۔  
توزون نے ابو جعفر بن شیرزاد کو واسطے بغداد بلا بھیجا۔ اس نے اگر بغداد کو  
اپنے عمت و تصرف میں کر لیا۔

متقی نے یہ رنگ دیکھ کر موصل ابن حمدون کو لکھا۔ وہ کثیر لشکر سے بغداد پہنچا۔  
ابو جعفر روپوش ہوا۔ متقی اپنے اہل و عیال کو لے کر تکریت تشریف لے گئے۔ ادھر  
ناصر الدولہ غزنویوں اور کردوں کو ایک عظیم لشکر لے کر توزون سے مقام مکر بر قوت  
آزما ہوئے۔ ناصر الدولہ ابن حمدان کو منہ کی کھانا پٹری اور متقی کو تکریت سے  
لے کر موصل بھاگ گئے۔ امیر توزون نے پھر راہ میں اس کو آگھیرا۔ خلیفہ اور ابن  
حمدان نے مقابلہ کیا۔ مگر پھر انہیں شکست ہو گئی۔

خلیفہ نے اب کوئی چارہ نہ دیکھا تو اخشید والی مصر کو اپنی مدد کے لئے بلا  
بھیجا۔ اس حرکت سے ناصر الدولہ کو اُن سے عناد پیدا ہو گیا تو خلیفہ نے خفیہ طور پر  
توزون سے صلح کا نامہ و پیام جاری کر دیا۔ اُس نے مان لیا اور ۳۶ لاکھ  
دہم لے کر عہد و پیمان و حلت ہو گیا۔ ادھر اخشید خلیفہ کی مدد کے لئے آیا۔ رقبہ  
میں ملاقات ہوئی۔ اخشید نے متقی سے عرض کیا۔

”امیر المؤمنین میں آپ کا غلام اور غلام کا بیٹا ہوں۔ ترکوں کی شرارت  
اور عذاب آپ کو معلوم ہو چکے۔ بہتر ہو آپ میرے ساتھ مصر چلے  
چلئے اور اس پر حکومت کیجئے اور اس سے بیٹھ جائیے“ لے

لیکن متقی کو بغداد پہنچنے کی پٹری ہوئی تھی۔ اخشید کبیدہ خاطر ہو کر مصر لوٹ آیا۔  
۴ محرم ۳۳۳ھ کو متقی رقبہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ توزون اس کے  
استقبال کے لئے آیا۔ انبار اور نوہیت کے درمیان ملنا ہوا تو توزون نے بڑے  
احترام سے خلیفہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ایک خیمہ میں آتا دیا۔



مقتی آرام و اطمینان سے ٹھہرا ہوا تھا کہ علی بن سقلمہ ساتھ میں کے آیا اور مقتی کی آنکھیں نکلوا لیں اور اس کو بغداد بھیج دیا۔ امیر توزون بھی بغداد پہنچا اور عبداللہ بن مکتفی کی تکفیر کا لقب سے بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ۲۰ محرم ۳۳۲ھ کا ہے۔ پھر مقتی کو جزیرہ میں قید کر دیا۔ ۱۵

## وفات

مقتی نے بحالت قید ۳۵۷ھ میں بعمر ۶۰ سال وفات پائی۔ کل مدت خلافت چار سال ہے۔

## اوصاف

مقتی میں جہاں بانی کا کوئی وصف نہ تھا۔ اس کے دور خلافت میں جنگ و جدال اور فتنہ و فساد ہوتے رہے۔ غرضیکہ نظام حکومت درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ ۱۵

البتہ مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے مقتی میں خوبیاں بہت تھیں خطیب کا بیان ہے کہ :-

”وہ اپنے پیشرو خلفاء کے بہت سے افعال و اعمال سے محترز رہا۔ نبیند کبھی نہیں پی ۱۵

ہر وقت قرآن شریف تلاوت کرتا رہتا اور کہا کرتا تھا کہ میرا اس سے بڑھ کر کوئی رفیق و ندیم نہیں ہے اور اپنی کنیزوں کو منہ نہیں لگایا۔“ ۱۵

۱۵ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۱ و ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۳۶ ۲۵ الفخری صفحہ ۲۵۶ -

۳۵ تاریخ خطیب جلد ۶ ص ۱۵۷ ۴۵ تاریخ الخلفاء ص ۲۱۱ -

متقی کے عہد کے علماء و فقراء | ابو یعقوب النہر خوری، خلیفہ جنید بغدادی  
 قاضی ابو عبد اللہ الحاملی، ابوبکر الفرغانی

صوفی حافظ ابو العباس بن عقدہ ابن ولاد النحوی یہ احمد بن عصمہ صفار البلیخی،  
 متوفی ۳۳۶ھ -

محدث و فقہاء | محمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ المعروف بجا کم الشہید  
 فقیہ، متبحر، حافظ الحدیث، ابو عبد اللہ حاکم صاحب

مستدرک، آپ سے تلمذ رکھتے تھے۔ کتاب منتقی و کافی و مختصر حاکم آپ سے  
 معروف ہیں۔ ۳۳۲ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن سہل ابو حامد سمرقندی، شاگرد محمد بن الفضل سمرقندی ۳۴۰ھ میں فوت  
 ہوئے۔ منقحر کفری و ثمر جامع صغیر و کبیر یادگار سے ہیں ۳۴۰ھ

مفسر | شیخ ابوبکر محمد بن عزیز السجستانی علوم قرآن میں متبحر کا درجہ تھا۔  
 "الفسرید"، تفسیر القرآن لکھی۔ ۳۳۳ھ میں فوت ہوئے۔



۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۱

۲۔ مقدمہ فتاویٰ عالمگیری ص ۵۶

# خلیفہ مستکفی باللہ

**نام و لقب** | ابوالقاسم عبداللہ مستکفی بن مکتفی بن مجتہد امام ولد موصیہ ابلج الناس کے بطن سے ۲۹۳ھ میں پیدا ہوا۔

**خلافت** | بعد خلع خلافت متقی ۳۳۳ھ میں تو زون نے ابوالقاسم عبداللہ کو مستکفی باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا۔ عمر ۴۱ سال کی تھی۔ اس مشورہ میں ایک عورت قہرمانہ شریک تھی۔ مستکفی نے اس کو اپنے خزانے کا سیکرٹری بنالیا اور اس کا نام علم رکھا۔

**وزارت** | ابوالفرج محمد بن علی سامری کو وزارت کے عہدے پر سرفراز کیا۔

**امیر الامراء** | تو زون ہی خود منصب امیر الامراء پر برقرار رہا۔ اس کو خلیفہ نے خلعت اور تاج پہنایا۔

**سیف الدولہ کا اقتدار** | ۳۳۳ھ میں سیف الدولہ نے اپنی حکمرانی کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لئے حلب پر حملہ کیا اور اس کو قبضہ میں لے آیا۔ اس کے بعد دمشق پر بھی متصرف ہو گیا۔ ان دونوں ملکوں کے انتظام سے فراغت پا کر دمشق کا محاصرہ کیا لیکن انخشیوی والی مصر نے اس سے تفسرین میں مقابلہ کیا۔ سیف الدولہ کو جزیرہ کاڈخ کرنا پڑا۔ انخشیہ کامیابی حاصل کر کے دمشق واپس آ گیا۔

**رومی** | اس اثنا میں رومیوں نے شورش مچائی اور اسلامی سرحد میں داخل ہو کر حلب تک پہنچ گئے۔ لیکن سیف الدولہ کی بہادر فوج نے رومیوں کو

شکست فاش دی۔

**ابوالحسن بریدی کا قتل** | عبداللہ بریدی کے انتقال ۳۳۳ھ کے بعد اس کا بھائی ابوالحسن جانشین ہوا تھا۔ فوج نے اس سے باغی ہو کر اس کے برادر زادہ ابوالقاسم کو اپنا امیر بنالیا۔ ابوالحسن امیر قرامطہ سے مدد لے کر برسرِ اقتدار ہونا چاہا مگر ناکام رہا۔ بغداد آ کر توزون کو رقم دے کر بصرہ کی حکومت لینا چاہی۔ ابوالقاسم نے زیادہ رقم پیش کی، ابوالحسن ناکام ہوا۔ آخر ابن شیرزاد نے توزون سے کہہ کر ابوالحسن کو گرفتار کر لیا۔ قرامطہ سے تسلی رکھنے کی بنا پر قتل کیا گیا۔

**وفات امیر توزون** | دو سال چار ماہ انیس دن توزون امیر لامرائی کر کے ۳۳۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کا رفیق کاندیرک بن شیرزاد مقام ہدیت میں مقیم تھا۔ جب توزون کے مرنے کی خبر لگی وہ فوج لے کر بغداد پر پڑھ دوڑا۔ یہاں کی فوج نے اس کا خیر مقدم کیا اور متفقہً اس کو منصبِ امارت کے لئے پسند کیا۔ خلیفہ نے مجبوری اس انتخاب کو قائم رکھا۔

**معز الدولہ احمد بن بویہ** | معز الدولہ کی امیرالامراء بننے کی دیرینہ تمنا تھی۔ مگر امیر توزون کی شجاعانہ سرگرمی سے مقابل آتے ڈرتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد فوج لے کر بغداد پر آدھم کا مستکفی اور شیرزاد کو معلوم ہوا پہلے دوپوش ہونا چاہا۔ یقیناً مستکفی نے موقع کی نزاکت کا لحاظ کر کے معز الدولہ کا غیر مقدم کیا اور ہاتھوں ہاتھ لیا اور دربار میں معز الدولہ کا لقب عطا کیا اور عہدہ امیرالامرائی پر تقرر فرمایا اور مزید دل جوئی کے لئے اس کے بھائی علی کو عماد الدولہ اور حسن کو رکن الدولہ کے خطابات سے سرفراز کیا۔

۳۳۴ھ میں سکوں پر بھی اُن کے نام کندہ کرائے۔ اس کے بعد بنی بویہ کا

۱۔ تجارب الامم جلد ۶ صفحہ ۵۵ -

اقتدار بڑھتا گیا۔ اس نے کچھ عرصہ بعد نظام حکومت پر قبضہ جمایا۔ اب دولت عباسیہ گویا بنی بویہ کی گردش چشم و ابرو کی محتاج بن گئی۔ کچھ دن بعد شیراز ظاہر ہوا۔ اُس کو معز الدولہ نے حاکم خراج کر دیا۔

**خلیفہ کا وظیفہ** معز الدولہ نے مستکفی کے حقوق و اختیارات سلب کر کے اس کے گزراے کے لئے پانچ ہزار ماہانہ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کر دی۔ صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا یا بعض احکام و فرامین رسماً اس کے نام سے جاری ہوتے تھے اور تختِ خلافت پر خلیفہ کے پہلو میں معز الدولہ بیٹھا کرتا تھا۔

**سیاسی حالت** بنی بویہ شیعہ تھے ان کو بنی عباس سے کوئی ہمدردی نہ تھی اور نہ اُن کے دلوں میں خلفاء کا احترام تھا۔ ترکِ مستبد تھے مگر خلفاء کا احترام کرتے تھے۔ زیارہ کی تولیتِ خلافت سے خلفاء بنی عباس کا رُکھ اقتدار ختم ہو گیا۔ خلیفہ کے ساتھ کوئی طاقت نہ تھی جس کے بغیر وہ اقتدار کو بحال نہ کرتا۔ ترکِ زیارہ سے گٹھ گٹھ تھے۔ مستکفی دن کاٹ رہا تھا۔ ایک سال چند ماہ خلافت کے منصب پر بیٹھے گزرے تھے۔

**مستکفی کی معزولی** معز الدولہ کو یہ وہم سوار ہوا کہ مستکفی مجھ کو قتل کر دے گا۔ اور قہرمانہ علم خلیفہ کی ہمارا ذہ ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے دو نقیبوں کو بھیج کر قہرمانہ کی زبان کٹوائی اور دار الخلافہ کا کل سامان لوٹ لیا اور مستکفی کو تخت سے اتار کر معز الدولہ کے دربار میں لے جا کر اُس کو معزولی کا حکم سنایا۔ اور ۳۳۲ھ میں اس کو قید کر دیا اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں۔ بحالتِ قید مستکفی نے ۳۳۸ھ میں وفات پائی۔ ۲۲ سال زندہ رہا۔ کل مدتِ خلافت ایک سال چار ماہ ہے۔

**علماء** قدامہ، اس کے اسلاف نصرانی تھے۔ مگر علمائے اسلام کی محبت سے مشرف باسلام ہوا اور علوم و فنون میں بڑا ورک حاصل کیا۔ ۱۹۸ھ عہدِ مستکفی میں مالک داری کا

محاسب مقرر ہوا۔ اس نے کتاب الخراج لکھی جس میں خلافت بنی عباسیہ کے صوبجات کی تقسیم کی سالانہ آمدنی اور نظامِ دہل و رسائل پر بحث کی ہے۔ ۹۵۰ھ میں فوت ہوا۔

ابوالوفا البوزجانی المحاسب خلیفہ مستکفی اور مطیع کے عہد کا ماہر ہیئت تھا۔ اس نے حجاج بن یوسف بن مطر (متوفی ۲۴۸ھ) جس نے اقلیدس اور مجسطی کا ترجمہ کیا تھا اس میں کچھ نقائص تھے تو ابوالوفا نے اس کی تصحیح کی اور زیچ الواضح اور کتاب الهندسہ تصنیف کی۔ اس کا بڑا کارنامہ مثلثات کی تحقیقات ہے۔ مماس، مماس التمام قاطع، قاطع التمام کو زیادہ دراج دیا اور اس کے لئے مناجیلے دریافت کئے۔ ریاضی میں اس کا پایہ تسلیم ہے۔ ۲۴۸ھ میں پیدا ہوا اور ۳۱۸ھ میں عہدِ قادریں انتقال ہوا۔ ابوبکر احمد بن محمد معروف جصاص رازی یگانہ روزگار سے تھے۔ احکام القرآن آپ کی تالیف ہے۔ ۳۳۸ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابو محمد عبداللہ بن عطیہ وطن دمشق تھا۔ اُن کی تفسیر ابن عطیہ قدیم کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۴۳ھ میں انتقال کیا۔

علامہ خطابی علومِ قرآن کا ماہر تھا۔ اس نے اعجاز القرآن معرکہ کی کتاب لکھی۔ ۳۸۸ھ میں فوت ہوا۔

ابوالحسن علی بن عسی بن عبداللہ الرمانی اشیدی اور وراق سے مشہور تھے لیکن زیادہ تر رمانی ہی کہے جاتے تھے۔ مختلف علوم میں دستگاہ دیکھتے تھے۔ بہت مستکمل تھے۔ ۴۹۹ھ میں ولادت ہوئی اور ۵۸۲ھ میں وفات پائی۔



# خليفة مطيع الله

**نام و لقب** | ابو القاسم فضل مطيع الله بن مقتدر بن معتقد بالله عباسی ام ولد مشعلہ متعلی کے بطن سے ۳۲۳ھ میں پیدا ہوا۔

**خلافت** | مستکفی کی معزولی کے بعد ۲۲ جمادی الآخر ۳۲۳ھ میں ابو القاسم فضل کو مطيع الله کا لقب دے کر نام نہاد تخت خلافت پر بٹھایا۔ مستکفی نے بھی بجمہر بیعت کی اور معزولی کا اقرار کیا۔ معز الدولہ کسی علوی کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔ اس کے ندیم شیعوں نے مخالفت کی کہ بنی فاطمہ کو خلیفہ بنا کر خود اپنے اقتدار کا خاتمہ اپنے ہاتھوں کر نہ ہے۔ یہ بنی عباس آپ کے قابو میں رہیں گے چاہے قتل کروں مگر بنو فاطمہ کو خلیفہ بنا کر عقیدت کے اعتبار سے ان کا کچھ نہیں کر سکتے۔

**وفات اخشید** | ۳۲۴ھ میں اخشید نے دمشق میں وفات پائی۔ اس کا چھوٹا بیٹا نو جوہر اس کی جگہ پر فائز ہوا۔ مگر صغریٰ کی وجہ سے تمام کاروبار کو حبشی غلام کا فور نے سنبھال لیا۔ سیف الدولہ نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ مگر کا فور نے قوت مردانگی سے سیف الدولہ سے دمشق کو واپس لے لیا۔

**حجر اسود** | مطيع الله کی خلافت کو پانچ سال ہوئے تھے کہ ذوالحجہ ۳۳۹ھ میں قرامط نے حجر اسود واپس کر دیا جو بیت الحرام میں اپنی جگہ نصب کر دیا گیا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۶ ۲۔ تجالیب الامم جلد ۲ ص ۵ ۳۔ ابن اثیر جلد ۲ ص ۱۴۹  
۴۔ التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۹۱۔



**خلیفہ کے اقتدار کا خاتمہ** | خلافت عباسیہ اگرچہ معزالدولہ کے اقتدار سے پہلے اپنی ساکھ کو چکی تھی۔ مگر معزالدولہ نے یہی سہی اُبرو کا خاتمہ کر دیا۔ معزالدولہ غالی شیعہ تھا اور مجوسی النسل، اس نے خلیفہ کو اس قدر بیکار بنا دیا کہ خلیفہ کے پاس اس کے مال و اسباب کی نگرانی کے لئے ایک منشی کے سوا کوئی بھی خادم نہ رہا تھا۔ معزالدولہ نے عراق کے علاقے اپنی فوج کے امراء میں تقسیم کر دیئے۔ ان لوگوں نے مالیانہ کی وصولی کے سلسلہ میں بے حد ظلم کاشت کاروں پر توڑے کہ وہ گھربار چھوڑ گئے۔ ادھر فوج میں عموماً دیا لمہ تھے اُن سے اور ترکوں سے چل گئی اور لوٹ مار ہونے لگی۔ تجارتی قاطوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔ بغداد میں غلہ تک اس قدر گراں ہو گیا کہ باشندے سردار خود ہو گئے۔

**ترویج شیعیت** | معزالدولہ نے اپنی شیعیت کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ عید غدیر منائی گئی۔ محرم میں عورتیں بالوں کو کھول کر نوحہ کرنے نکلتیں۔ اس سے بھی بڑھ کر تبرا بازی تھی۔ اس کی تفصیل دولت دیا لمہ میں لکھی جا چکی ہے۔ غرضیکہ شیعہ سنیوں میں ٹھن گئی اور چادروں طرف سے معزالدولہ پر یورش ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں سخت ابتری پھیل گئی۔

موصل کے رئیس ناصر الدولہ نے اس فتنہ کا خاتمہ کرنا چاہا اور ملک کو معزالدولہ کے ظلم سے نکانا چاہا۔ بمیدی امیر بصرہ بحرین کا قرمطی جو معزالدولہ کا دشمن تھا اُس سے جا کر ہجریں ملار قرمطی امیر عمان کے ساتھ بصرہ پر حملہ آور ہوئے۔ معزالدولہ سے سخت جنگ ہوئی۔ یہ آپس میں دست بد گمہ بیان تھے۔ واسط اور بصرہ کے درمیان مقام بطیمہ میں عمران بن شاہین حوصلہ مند امیر تھا اس نے موقع موافق جان کر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ معزالدولہ کی فوجیں اس کے مقابل ہوئیں تو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر میں معزالدولہ ابن شاہین کے سامنے عاجز ہو گیا۔

**ابن شاہین** | ابن شاہین نے ۳۲۹ھ میں اپنی حکومت قائم کی جو ۳۴۸ھ تک قائم رہی یہ

الغرض معز الدولہ کا سالانہ عہد بغداد میں ظلم و ستم کا عہد تھا۔  
 ۳۳۹ھ میں اس کا بھائی عماد الدولہ اصطخر میں مر گیا۔ اس کے اولاد نہ تھی۔  
 اپنے بھتیجا فنا خسرو پسر رکن الدولہ کو جانشین کر گیا جو فارس کا بادشاہ ہوا اور اس  
 کا لقب عضد الدولہ تھا۔ معز الدولہ ۱۲ ربیع الاول ۳۵۶ھ میں مر گیا۔ اس کا  
 بیٹا بختیار (عز الدولہ) جانشین ہوا یہ شروانی، کبابی اور متنعہ کے شوق میں دن رات  
 لگا ہوتا تھا۔ اس کے وزیر ابو الفضل عباس بن حسین اور محمد بن عباس تھے جو اس  
 کے ناز و بیباک طریقہ عمل سے برگشتہ ہو گئے۔ اس سنہ میں ناصر الدولہ حمدانی والی موصل  
 کو اس کی اولاد نے قتل کر دیا۔ اس کا بیٹا ابو تغلب زبیر بن ہوا۔ بختیار نے ۱۲ لاکھ  
 درہم سالانہ خراج اُس پر لگادیا۔

**مصر میں فاطمی خلافت** | ۳۵۶ھ میں کافور نے انتقال کیا۔ چنانچہ معز الدین  
 فاطمی تاک میں تھا۔ اُس نے اپنے سپہ سالار  
 جوہر صقلی کو فوج دے کر مصر بھیجا۔ اس نے ۳۶۱ھ میں فاطمی خلافت کا جھنڈا مصر  
 پر لہرایا۔ تفصیلی حالات بنو فاطمہ کے جلد ہفتم میں تحریر ہوں گے۔  
 رکن الدولہ اور دشمنیکر دست بہ گرمیاں ہوئے۔ آخر شش ۳۵۷ھ میں  
 دشمنیکر فوت ہوا تو اس کا بیٹا ”بے ستون“ تخت نشین ہوا۔ اس سے بھی  
 رکن الدولہ جنگ کرتا رہا۔

۱۔ امراء حکومت شاہین :- عمران بن شاہین (۳۶۶ھ) حسن بن عمران (۳۷۲ھ)  
 ابو الفرج بن عمران (۳۷۳ھ) ابو المعالی بن حسن (۳۷۴ھ) مظفر وزیر (۳۷۶ھ)۔  
 مہذب الدولہ ابو الحسن (۳۷۸ھ) ابن مہذب الدولہ (۳۸۰ھ) عبداللہ ابی سنی (۳۸۰ھ)۔  
 ۲۔ ابن اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۴۔

## رومیوں کے حملے

سرحد پر قیصر روم نے حملہ کر دیا۔ خلیفہ کو معطل بنا دیا گیا تھا۔ رومیوں کو جواب کون دیتا۔ معز الدولہ یا عز الدولہ کو عیش و عشرت اور ظلم و ستم سے اور ترویج سنیات سے فرصت کہاں تھی کہ اس طرف توجہ کرتے۔ سیف الدولہ حمدانی میں اسلامی جرأت تھی وہ رومیوں کے مقابل آیا۔ مگر ہر موقع پر رومی بڑھتے گئے اور ہزار ہا مسلمان قتل ہوئے۔ مسجدیں سمار کی گئیں۔ ہزار ہا بچے قید کر لئے گئے۔ سرحد۔ مینا فارقین و یار۔ ربیعہ تباہ کئے۔ پھر بحری راستہ سے طرطوس پر رومیوں نے حملہ کر کے آگ لگا دی۔ ۱۸ سو مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ ۳۳ھ میں آہا کو لوٹ لیا اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کر کے چلتے ہوئے۔

۳۴ھ میں سیف الدولہ انتقام لینے کے لئے اُن کے ملک میں بڑھتا چلا گیا۔ رومیوں نے پیچھے سے آکر گھیر لیا۔ کل فوج اسلامی ہلاک ہوئی۔ صرف تین سو نفوس سیف الدولہ کے ساتھ بچ رہے۔

۳۵ھ میں انطاکیہ کے مطوعین کی ایک جماعت روم کی طرف بڑھی۔ لیکن رومیوں نے اُن کو گھیر کر ایک حصہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دوسرے حصہ کو پکڑ کر لے گئے۔

۳۵ھ میں مستق (نیکو فورس) سپہ سالار قیصر ارماتوس

عین زہرہ کی طرف حملہ آور ہوا۔ اس نے ۴۵۰ قلعہ فتح کر لئے۔ لاکھوں مسلمان بے خانماں ہو گئے۔ اس کے بعد وہ حلب کی طرف متوجہ ہوا۔ والی حلب سیف الدولہ مقابلہ پر آیا مگر اُس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا سیف الدولہ کے اقرباء اس جنگ میں کام آئے۔ مستق نے سیف الدولہ کا مال و متاع لوٹ لیا اور اس کے محل کو منہدم کر دیا۔ دو روز شہر میں لوٹ رہی۔ بقیہ مال کو نذر آتش کر دیا۔ اس کے علاوہ مستق ظالم بارہ ہزار مسلمان بچوں کو پکڑ کر لے گیا۔ یہ سب مصائب مسلمانوں پر ہو رہے تھے۔ معز الدولہ، عز الدولہ کے کان پر جوں تک نہ رہی ۳۵ھ میں مستق نے مصیصہ کا محاصرہ کیا مسلمان

رہنا کار سیف الدولہ کی کمان میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن کی مدد کے لئے پانچ ہزار  
خراسانی آگئے مگر رومی چلتے بنے اور طرس کو چالیا۔ تین ماہ محاصرہ کیا۔ اُن میں  
وباء پھیلی، ہزار ہا رومی مر گئے۔ مستحق یہ رنگ دیکھ کر پیچھے بھاگا۔  
قیصر نے ۳۵۲ھ میں مصیصہ کو فتح کر لیا۔ صد ہا مسلمان تہ تیغ کر ڈالے گئے۔  
دراگھہ گمانوں کو قید کر کے لے گیا۔ پھر طرس کا گھیرا ڈال دیا۔ شہر کے لوگ  
امان کے طالب ہوئے شہر کا دروازہ کھول دیا گیا۔ حکم دیا جو شخص جس قدر مال  
اٹھا سکے لے کر یہاں سے نکل جائے۔ چنانچہ ہزار ہا مسلمان انطاکیہ چلے گئے۔  
جامع مسجد کو منہدم کر دیا اور اس میں گھوڑے باندھے گئے اور مسلمانوں کو جبرا  
عیسائی بنالیا۔ مگر امراء سے حمیت اسلامی ازست ہو چکی تھی کہ مسلمانوں کی مدد  
کرتے۔ صرف سیف الدولہ تھا جو رومیوں کے مقابل آجتا تھا۔

اس زمانہ میں سیف الدولہ نے انتقال کیا۔ مسلمانوں کا  
سیف الدولہ اہل ہمسہارا سیف الدین کی موت سے جانا رہا۔ اس کے  
مرنے کے بعد قیروہ نے حلب پر قبضہ کر لیا۔

۳۵۳ھ میں قیصر شام میں آیا۔ طرابلس کو جلا کر خاک کر دیا۔ قلعہ  
حملہ قیصر عرفہ کو تسخیر کیا۔ پھر حمص میں پہنچ کر آگ لگا دی اور جس قدر  
ساحلی آبادیاں تھیں اُن کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان بچے  
گئے۔ بوڑھے نکال دیئے گئے۔ جوان تہ تیغ کر دیئے گئے۔ ظلم و ستم کا کوئی  
دقیقہ رومی نصرانیوں نے اس موقع پر اٹھانہ کھا۔ ان دست دہازیوں سے عالم  
اسلامی میں ہیجان پیدا ہو گیا۔

امام ابو بکر محمد بن اسمعیل بن قفال مروزی شافعی سرکفت ۲۰ ہزار مجاہدین کو  
لے کر قیصر کے مقابلے کو نکلے۔ راستہ بلاد جبل میں سے گزرتا تھا۔ اکن الدولہ شیلی  
دلیبی نے ازراہ عداوت ان کو جبراً روک دیا۔ قیصر کو پتہ لگا تو اُس نے ۳۵۹ھ  
میں انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔ باشندوں کو قتل کیا۔ بیس ہزار لڑکے لڑکیوں کو اسیر کر لیا۔

اس کے بعد حلب کی طرف رومی آئے۔ سیف الدولہ کا غلام قرعویہ حاکم تھا۔ اس کے ساتھ ابوالمعالی شریف ابن سیف الدولہ جنگ میں مشغول تھا۔ وہ رومیوں کی یلغار سے بیابان کی طرف چلتا ہوا۔ قرعویہ نے کچھ رقم دے کر رومیوں سے صلح کر لی۔

رومی کامیاب ہو کر رہا گئے۔ اس کو دوبارہ کوٹنا۔ پھر جزیرہ میں نصیبین کی طرف آئے اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور دیار بکر کو بھی لگے ہاتھوں تباہ کر ڈالا۔ یہاں کے باشندے بغداد میں فریاد لے کر پہنچے۔ مسجد جامع میں رومیوں کے مظالم بیان کئے۔ بختیار شکار کھیلنے گیا تھا۔ اعیان سلطنت شکار گاہ گئے۔ بختیار سے کہا اُس نے امداد کا وعدہ کیا۔ امیر سبکتگین حاجب کو بغداد بھیجا کہ جہاد کا اعلان کرے۔ ابوتغلب والی موصل کو تحریر کیا کہ تم اسلحہ اور اسلحہ کا انتظام کرو۔ چنانچہ اُس نے خوشدلی سے سامان فراہم کیا۔ شکار سے بختیار بغداد لوٹا۔ خلیفہ مطیع سے مالی مدد مانگی۔ اُس نے کہا۔

”جو شخص ممالک سے خراج وصول کرتا ہے اُس کے اوپر جنگ اور اس

کے اخراجات کا بار ہے۔ میں انتظام نہیں کر سکتا۔“

بختیار نے خلیفہ کو دھمکایا۔ اس نے مجبوری درجہ حرم کے کپڑے زیورات یہاں تک کہ مکانات تک فروخت کر کے چار لاکھ درہم بختیار کو رومیوں سے مقابلہ کی تیاری کے لئے دیئے۔ مگر بختیار نے جنگ کا ارادہ ترک کر کے وہ رقم اپنی عیش و عشرت میں اڑا دی۔

یہی سلاطین و یا المہ کی اسلامی خدمت دار الخلافہ میں یہ واقعات پیش آئے۔ رومی قدم بڑھا رہے تھے۔ ۳۲۳ھ میں مستق شہر آمد کی طرف متوجہ ہوا۔ ہیبتہ اللہ بن ناصر الدولہ حمدانی اور اس کے بھائی ابوتغلب مسلمانوں کی پشت پناہی

۱۔ ابن خلدون جلد ۱۱ ص ۳۱۱ ملہ تجارب الامم جلد ۲ ص ۳۔

کی خاطر جان کو ہتھیلی پر رکھ کر دمشق پر دو طرف سے آپڑے۔ رومیوں سے دو دو ہاتھ کئے۔ ہزاروں کا کھیت رہا۔ رومی پٹ کر بھاگے۔ دمشق گرفتار کیا گیا۔ اس کے بعد سے رومی ٹھنڈے پڑ گئے یہ

۳۵۷ء میں قرامطی دمشق پر قابض ہوئے اور حج کے جانے کے لئے قرامطہ مصر شام کے راستے دوک دیئے۔ اُن کا ارادہ مصر پر قبضہ کرنے کا تھا لیکن بنو عبید (بنی فاطمہ) المفریہ پہلے پہنچ گئے اور مصر پر قابض ہو گئے اور قاہرہ میں دارالامارہ بنادیا گیا۔ بنو عباس کا نام مصر میں خطبوں میں سے نکال دیا گیا۔ ان شیعوں کی سلطنت اقلیم مغرب و مصر و عراق میں قائم ہو گئی یہ

۳۶۲ء میں بختیار اور خلیفہ میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ عوام میں بختیار اور خلیفہ بختیار سے نفرت تھی کسی نے عزالدولہ بختیار کے غلام کو مار ڈالا۔ وزیر ابوالفضل شیرازی نے غلام کے بدلے شہر میں آگ لگوادی مگر وہ خود بھی اس آگ میں جل مرا یہ

۳۶۳ء میں مطیع نے ابوالحسن محمد بن ام شیبانی ہاشمی کو قاضی بنایا۔ تقرر قاضی وہ قضاۃ کو قبول نہیں کرتے تھے۔ پھر اس پر رضامند ہوئے کہ وہ معاوضہ نہیں لیں گے کسی کی سفارش نہیں سنیں گے۔ البتہ عملہ قضاۃ کا صرف حکومت کے ذمہ ہے یہ

۳۶۳ء میں مطیع پر فالج گرا اس کی زبان بند ہو گئی۔ عزالدولہ خلع خلافت نے حاجب امیر بکتگین کے ہاتھ کھلا بھیجا کہ وہ اپنے آپ کو معزول سمجھ کر اپنے بیٹے عبدالکریم الطالع اللہ کو کاروبار سلطنت سونپ دے۔ چنانچہ مطیع نے ایسا ہی کیا اور بروز چہار شنبہ ۲۳ رذی قعدہ ۳۶۳ء مطابق ۱۱ اگست

۱۔ ابن اثیر سے ملحق کیا ہے ۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۸ ۳۔ ایضاً صفحہ ۲۷۹

۴۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۹ -



۹۶۴ء کو الطائعؒ نے خلیفہ ہوا۔ مطیع نے انیس سال اور دو ماہ خلافت کی۔  
علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ :-

”مطیع اور اس کا بیٹا بنی بویہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی رہے اور یہ حالت  
ضعف خلافت مقتضی اللہ تک باقی رہی۔ گو اس نے حالت خلافت کو  
کچھ تھوڑا سا سنبھال لیا تھا“

علامہ مسعودی نے التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے کہ :-  
”خلیفہ کے لئے اب صرف دعا اور مراسلت میں امیر المومنین کا لقب  
رہ گیا ہے اور وہ اپنی جان کی سلامتی پر خوش اور خلیفہ کے لقب پر  
قانع ہے“

**سیاسی حالات** | مطیع کا عہد طویل تھا۔ مگر سیاسی انقلاب اور شورشیں ملک  
میں پھا رہیں۔ دیالمہ کا اقتدار بڑھا۔ دولت عباسیہ  
صرف نام کی رہ گئی۔ خلیفہ معز الدولہ کا دست نگر تھا۔ اس کو انتظام حکومت سے  
کوئی تعلق نہ تھا۔ عراق اور ایران میں امروہو کی خانہ جنگیاں تھیں۔ سیاسی حالت کا  
تو یہ نقشہ تھا۔ معاشی کیفیت نہایت ابتر تھی۔ ہزار ہا بھوک کا شکار ہو گئے۔  
امن و امان مفقود تھا۔ بنی بویہ کے دور میں بغداد تباہی کی راہ لگ گیا۔ ایسا قحط  
پڑا کہ گلی، کوچے فاقہ زدوں کی لاشوں سے اُٹ گئے۔ جائیدادیں روٹیوں کے بدلہ  
میں بکیں۔ مگر بختیار عیش و عشرت کرتا رہا۔

**وفات** | مطیع اپنے بیٹے کو لے کر واسط چلا گیا اور محرم ۳۶۴ھ میں وہیں  
انتقال کر گیا۔

**فن جغرافیہ** | خلیفہ مطیع کے زمانہ میں فن جغرافیہ کی خاص ترقی ہوئی۔ باوجودیکہ  
ابن رستہ نے الاغلاق الفینہ (۹۰۳ء) اور ابن الفقیہ الہمدانی نے

۲۸۰ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۰ ۲۸۱ ایضاً



کتاب البلدان لکھی۔ مگر ابن حوقل نے اُن سے زیادہ سیاحت کی۔ اسپین تک سفر کیا اور جغرافیہ کی قدیم کتابوں پر اور نقشوں پر نظر ثانی بھی کی۔ ایک مجموعہ یادگار چھوڑ گیا۔ ۹۲۳ء میں ابن حوقل فوت ہوا۔

علمی ترقی | میں بڑے بڑے علماء اس کے عہد میں پیدا ہوئے اور انہوں نے علمی خدمات انجام دیں۔ اس کے عہد کے مشاہیر علماء یہ تھے :-

حزقی شیخ الحنابلہ - ابوبکر شبلی صوفی - ابن القاضی - امام الشافعیہ - ابو جلال الاسمانی  
ابوبکر صولی - ہشیم بن کلیب الشاشی - ابوالطیب الصعلوکی - ابو جعفر الخلیف النخوی ،  
ابو اسحاق المروزی امام شافعیہ - ابوالقاسم الزجاجی النخوی کرخی ، شیخ الحنفیہ ، ذیوری  
صاحب المجاہستہ - ابوبکر الضبعی - قاضی ابوالقاسم - ابن الحداد صاحب الفروع -  
ابو علی بن ابو ہریرہ شافعیہ ، ابو عمر زاہد ابن دینوریہ ، ابو علی الطبری ، فاکہی صاحب  
تاریخ مکہ ، ابن جہان صاحب الصحیح ، ابن شعبان امام مالکیہ ، ابو علی القالی ،  
عبد اللہ بن محمد بن یعقوب فقیہ متوفی ۳۲۸ھ ، احمد بن محمد بن عبد الرحمن ،  
ابو عمر الطبری متوفی ۳۳۳ھ -

مؤرخ | ابوالحسن علی المسعودی ، آخری عہد خلفائے بنی عباس کا مورخ ہے۔ مسعودی پہلا شخص ہے جس نے تاریخ نویسی کے قدیم طریقہ سنواری اور واقعہ نگاری کو چھوڑ کر تنقیدی و سلسلہ واری طریقہ کو رواج دیا جس کے بعد عام مورخین نے اختیار کیا۔

المسعودی نے تیس جلدوں میں تاریخ لکھی جس کا خلاصہ مروج الذهب و معاون الجواہر ہے۔ دوسری تصنیف التبنیہ والاشراف ہے یہ

فقہاء و محدثین | اسحاق بن محمد بن اسماعیل سمرقندی متوفی ۳۴۲ھ علی بن محمد

تتوخی، متوفی ۳۴۲ھ۔ احمد بن محمد بن حامد طواسی فقیہ متوفی ۳۴۴ھ، ابراہیم بن الحسین ابواسحاق العزرمی، محدث و فقیہ متوفی ۳۴۴ھ۔

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی ادیب کامل تھا۔ بغداد میں قیام تھا۔ اس نے کتاب الاغانی عام ضرب المثلین تاریخ فرائد کا مجموعہ مرتب کی۔ ایک سونظموں پر مشتمل یہ تالیف ہے۔ یہ نظمیں ابراہیم موصلی، اسماعیل بن جاسم، قلیج بن عورق نے غلیف ہارون الرشید کے لئے کہی تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی نظمیں ہیں۔ ابوالفرج کا انتقال ۳۵۶ھ میں ہوا۔

**معلم ثانی** | معلم ثانی ابونصر بن طرخان بن اوزینغ فارابی ماوراء النہر میں پیدا ہوا۔ سیف الدولہ کے دربار کا کزن تھا۔ فارابی کے موسیقی کے کمالات شہرہ آفاق ہیں۔ سیف الدولہ کے سارے دربار کو اگر ایک راگ سے ہنس دیتا تھا تو دوسرے راگ سے رلاتا تھا اور کبھی غنوں کی میں لا کر عرصہ تک حالت خواب میں رکھتا تھا۔ رسالہ فصوص الحکم۔ رسالہ فی آداب اہل المدینۃ الفاضلہ اور الیاسیۃ المدینۃ، آخر الذکر دو کتابوں میں فارابی افلاطون کی ری پبلک کے زیر اثر بہترین شہر کے نظم و نسق کو مذہبی حکومت کے تحت جسم انسانی کے مشابہ قائم کرنا چاہا ہے۔ اس فرضی شہر کا مقصود اولین شہریوں کی خوشحالی بتائی گئی ہے اور اقتداء اعلیٰ اخلاقی و ذہنی حیثیت کا متصور ہے۔ اس کے علاوہ فلسفہ میں کثیر التعداد کتابوں کا مصنف ہے۔ ہم نے فلاسفہ اسلام میں مفصل حالات لکھے ہیں۔ ۳۵۹ھ ۵۹۰ھ بمصر اسی سال وفات پائی۔

**دولت حمدانیہ** | حمدانی خاندان ابتداً شمالی عراق میں حکمران رہا۔ ان کا دار الحکومت موصل تھا۔ ۹۲۹ھ سے ۹۹۱ھ تک حمدانی سلطنت رہی۔ یہ لوگ حمدان بن حمدون قبیلہ تغلب کی اولاد سے تھے۔ خاندان کا بانی سیف الدولہ

تھا (۹۶۴ء، ۹۶۷ء) جس نے ایشید کے نائب سے حلب اور حمص چھین لیا۔ سیف الدولہ کے بعد سعد الدولہ اور اس کے بعد سعید الدولہ حکمران ہوئے۔ سعید الدولہ دؤمیوں کے بائیس تئیس حملوں کو کامیابی کے ساتھ دیکتا رہا۔ آخر مینی فورس سے شکست کھا کر ۹۶۱ء میں حلب کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد قبرض کلشہ، انطاکیہ بھی بائزنیئم کے ہاتھ آگئے۔ انطاکیہ ۹۶۹ء سے ۱۰۸۴ء تک بائزنیئم کے قبضہ میں رہا۔ بنو فاطمی عبیدی کی طرف سے بھی سعید الدولہ پر دباؤ پڑا۔ آخر مجبور ہو کر اس نے ۱۰۸۴ء میں اُن کی اطاعت قبول کر لی۔ حمدانی بھی شیعہ مسلک رکھتے تھے۔

**تذکرہ سیف الدولہ** | سیف الدولہ ابی الحسن علی بن عبداللہ بن حمدانی حلیل القدر امراء سے تھا۔ پہلے موصل کا گورنر رہا پھر خود مختار ہو گیا۔ تمام عمر اس نے دؤمیوں سے جہاد کرنے میں گزاری جس کے حالات مطیع کے بیان میں درج کئے گئے ہیں۔ یہ تیغ و قلم بہر دو کامالک تھا اور اس قدر علم دوست تھا کہ بقول امام ثعلبی کے اس کے دربار میں جس قدر شعراء اور اہل کمال جمع ہوئے، خلفائے عباسیہ کے سوا کبھی کسی کے دربار میں نہیں جمع ہوئے۔ ابوالعلا المعری (ص ۱۰۵) حکیم ابو نصر فارابی اس کے دربار کے دکن تھے۔ فارابی نے قانون (حاجا) سیف الدولہ کو تذکرہ کیا۔

سیف الدولہ کو فن ادب سے دلی لگاؤ تھا اُس نے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جس میں صرف فن ادب کی کتابیں جمع تھیں۔ چنانچہ فن ادب کا ذخیرہ جس قدر اس کتب خانہ میں مہیا ہوا اور کہیں نہیں ہوا۔

محمد بن ہاشم اور اس کا بھائی دونوں فن شاعری میں ممتاز تھے۔ اس کتب خانہ کے مہتمم اور افسر تھے یہ حلب سیف الدولہ کا دار الحکومت تھا۔

ابوالطیب المتنبی عرب کا قادر الکلام شاعر سیف الدولہ کا ندیم تھا۔ اس نے

اس کی مدح میں متعدد پرزور قصیدے نظم کئے ہیں جو نازک خیالی، چستی بندش فصاحت و بلاغت اور محاسن کلام کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اس کا معاصر ابو تمام جلیب بن اوس طائی دیوان حماسہ کا جامع تھا۔

ابوالعلا المعری ۹۶۳ء میں پیدا ہوا۔ شعر کا فیلسوف اور فیلسوفوں کا شاعر تھا۔ سلیف الدولہ بڑی قدر کرتا تھا۔

المعری کی غذا اخوان الصفا اور ہندی خیالات کے ذریعہ صرف نباتات تھی۔ اللزومیات اولزوم مالایزم اور رسالہ الغفران اس کی تصانیف سے ہیں۔ آخر الذکر تصنیف کا جو قنوطیت پر مبنی ہے ڈانٹے کی کتاب دیوانیں کو میڈی کی تائید پر گہرا اثر پڑا ہے۔ ۱۰۶۳ء میں انتقال ہوا۔

ابوطاہر محمد بن بقیۃ وزیر | ابوالطاہر محمد بن بقیۃ الملقب نصیر الدولہ عزالدولہ بختیار بن معز الدولہ زلمیہ نائب سلطنت خلیفہ مطیع لشہ عباسی کا وزیر تھا۔

ابوالطاہر معز الدولہ کے مطبخ کا داروغہ تھا۔ بختیار کا منظور نظر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے وزارت پر سرفراز ہوا۔ مگر اس کے جو دوست و کرم و عطا سے تمام عیوب پر پردہ پڑ گیا۔ کہتے ہیں کہ بیس روز میں اس نے بیس ہزار خلعت لوگوں میں تقسیم کئے۔

ابواسحق کا بیان ہے کہ ایک شب کے جلسہ میں میں بھی موجود تھا۔ ابن بقیۃ نے دوسو دفعہ پوشاک بدلی۔ پہلی پوشاک بدل کر انعام میں دے دیتا۔ ایک منہ لگی مغینہ نے کہا۔ حضور ان پوشاکوں میں شاید بھڑپیں ہوں گی جو بدن پر کچھ لمحہ لباس رہنے نہیں پاتا۔ ابن بقیۃ یہ سن کر ہنس پڑا۔ اس کی امارت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کے یہاں کا صرف موم بتی کا خرچ دو ہزار اشرفی ماہوار کا تھا۔

لے تاریخ عرب موسیٰ صنفہ ۴۵۱۔

سختی میں بے عدلی تھا۔ مگر خلیل خور تھا۔ عزالدولہ کو عضد الدولہ سے بھڑا دیا۔ عزالدولہ بھائی سے شکست کھا گیا تو اُس کو ابن بقیہ سے نفرت ہو گئی اور اس نے اس کو گرفتار کر کے عضد الدولہ شاہ اہواز کے پاس بھیج دیا۔ وہ اس کی حرکتوں سے واقف تھے اُس نے اسے پہلے تمام شہر میں تشہیر کرایا اور پھر مست ہاتھی کے پاؤں میں ڈال کر کچلوا دیا اور پھر بیرون دروازہ شہر پھانسی پر لٹکوا دیا۔ یہ واقعہ ۳۶۶ھ کا ہے۔ ابوالحسن محمد انباری اس کے دربار کا شاعر تھا۔ اس نے اپنے آقا کی لاش پھانسی پر لٹکی دیکھی مدح کے پیرایہ میں مرثیہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں ۵

غلو فی الحیوۃ و فی الممات	لحق انت احدی المعجزات
کان الناس حولک حسین قالوا	وفود نذاک ایام الصلات
کانک قائم فیہم خطیباً	وکلمہم قیام للصلوۃ
اعظمک فی النفوس تبیت ترعی	بمحافظة و حراس ثقات ۶

ترجمہ :- زندگی میں بھی تو بلند تھا اور مرنے کے بعد بھی بلند رہا۔ حق تو یہ ہے کہ تو بھی گویا ایک معجزہ ہے۔

۷۔ لوگ جو تیرے گرد اگر دکھڑے ہیں ایسے معلوم دیتے ہیں کہ تجھ سے انعامات و عطیات لینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

۸۔ تو درمیان میں استادہ ہے اور لوگ بھی کھڑے ہوئے ہیں۔ اس سے ایسا نظر آتا ہے کہ تو خطیب ہے اور لوگ نماز کے لئے کھڑے ہیں۔

۹۔ چونکہ آپ کی عظمت دلوں میں جمی ہوئی ہے اس لئے آپ سو رہے ہیں اور معتبر ہو کیدار اور دربان پہرہ دے رہے ہیں۔

# خليفة طائع لله

**نام و لقب** ابو الفضل عبد الكريم طائع لله بن الفضل مطيع بن جعفر مقتدر بالله  
اس کی پیدائش ۳۱۴ھ میں ہوئی۔ اس کی ماں کا نام ”ہنارہ“ تھا  
جو ام ولد تھی۔ خطیب کا بیان ہے :-  
”امام ولد اسمہا عتیب“ ۳۱۵ھ

**خلافت** ۴۳ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا (۳۶۳ھ) میں اراکین سلطنت  
نے بیعت کی۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ امیر سبکتگین کو نیابت کا خلعت  
عطا فرمایا اور نصر الدولہ کا خطاب اور پرچم مرحمت کیا۔ ۳۱۶ھ

**سبکتگین اور عز الدولہ** سبکتگین کے اعزاز سے عز الدولہ بگڑ بیٹھا۔ سبکتگین  
کا عز الدولہ پر غلبہ تھا وہ مقابل تو نہ آیا مگر اس نے  
اپنے چچا زاد بھائی عضد الدولہ کو بغداد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا۔  
**بغداد پر حملہ** عضد الدولہ ۳۶۳ھ میں بغداد پر حملہ آور ہوا۔ اس اثنائے  
سبکتگین نے اس دایرہ فانی سے کوچ کیا۔ ترکوں نے امیر  
افٹگین کو اس کا جانشین اور تاج و تخت کا وارث قرار دیا۔ امیر افٹگین نے  
عضد الدولہ سے دو دو ہاتھ کئے۔ ہر دو طرف کے بہادروں نے اپنے اپنے  
جوہر مردانگی دکھائے۔ مگر افٹگین کو خونریز جنگ کے بعد شکست اٹھانا پڑی۔  
معہ اپنے ترک فوج کے تکریت کی طرف ہٹ گیا۔ بغداد پر عز الدولہ قابض ہوا اور

۱۔ دائرہ المعارف البتانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۹ ۲۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۲ -

۳۔ تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۹۰ -

اس نے عزالدولہ بختیار کو گرفتار کر لیا۔ بختیار کا لڑکا عضدالدولہ سے بگڑ بیٹھا۔ اس نے عمران بن شاہین کو ساتھ لے کر عضدالدولہ کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا اور بغداد پر حملہ بول دیا۔ عضدالدولہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ اپنے مستقر چلا گیا۔ پھر سے بختیار منصب امامت پر فائز ہوا۔ مگر ابھی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ ۳۶۷ھ میں عضدالدولہ کی فتح و نصرت کا بغداد میں دوبارہ ڈنکا بجا۔ خلیفہ نے عضدالدولہ کو نائب سلطنت بنایا۔ مگر اس نے طائع کا نام خطبوں سے نکلوا دیا۔ چند ماہ بغداد میں ہی رنگ رہا۔ اس کے عہد میں رقص کا چرچا بڑھ گیا۔ نماز تراویح بند کر دی گئی۔ عضدالدولہ کی ڈیوڑھی پر فجر، مغرب، عشاء کے وقت نوبت بجا کرتی تھی۔ بختیار نے راہ فرار بغداد سے اختیار کی۔ اس کا محبوب غلام عضدالدولہ نے پکڑ لیا۔ غلام کے لئے عزالدولہ بے چین رہتا تھا۔ دو کینزیں ایک لاکھ میں خرید کر کے غلام کے بدلہ میں عزالدولہ کو دیں۔ جب غلام بختیار کے پاس پہنچا۔ بختیار ایک درجہ خمیشت باطن تھا۔ عضدالدولہ اس سے بڑھا ہوا نکلا۔ آخرش بختیار عضدالدولہ کے قبضہ میں آگیا۔ اُس نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اس کے بعد عضدالدولہ بنی حمدان کی سرکوبی کے لئے موصل پر حملہ آور ہوا۔ ابو تغلب تاب مقابلہ نہ لاسکا اور شام چلتا ہوا۔ وہیں وہ قتل ہو گیا۔ اس کے بیٹوں ابراہیم و حسین نے ۳۸۰ھ میں داد شجاعت دیکر موصل پھر واپس لے لیا۔ بغداد میں عضدالدولہ کا دور دورہ تھا۔ خلیفہ نے اس کو سات خلعتیں عطا کیں جو اہرات سے بڑھا ہوا تاج عضدالدولہ کو پہنایا۔ طوق و کنگن پہنائے اور ایک ہدایت نامہ اس کے حق میں خلیفہ نے لکھا۔ جب یہ رنگ عضدالدولہ نے دیکھا تو اب خلیفہ پر زور ڈالاکہ میرے لئے اسی طرح سے تفویض و قائم مقامی کی رسم ادا کی جائے جس طرح خود مختار گورنروں کے لئے خلفائے سابق کا دستور تھا۔

لے تاریخ الخلفاء ص ۲۸۳ ۵ ابن اثیر جلد ۸ ص ۲۱۲ ۳ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۴ -



غرضیکہ اس نے خلافت کی روایات کے خلاف تفویض کی تحریر کو لوگوں کے سامنے سنانے کے لئے خلیفہ کو آمادہ کر لیا۔ ورنہ خلیفہ کا قاعدہ تھا کہ اپنے خود مختار گورنروں کے لئے ایک تحریر لکھنا تھا اور بغیر دکھائے ہوئے سربرمکر دیتا تھا اور اس سے کہتا تھا یہ تفویض ہے جو کچھ اس میں ہے اس پر تمہیں عمل کرنا ہوگا۔ مگر عبداللہ نے جبریہ اس کے خلاف عمل کرایا۔

**خلیفہ کی زبوں حالی** | جب کبھی عبداللہ سفر سے آتا تو استقبال کے لئے خلیفہ کا باہر آنا ضروری تھا۔ ظاہرہ طور پر عام مجالس میں عبداللہ خلیفہ سے نہایت عزت و احترام سے پیش آیا کرتا تھا۔ عبداللہ ۳۴۲ھ میں سر گیا۔ اس کا لڑکا مہم الدولہ اس کا جانشین ہوا جس کو شمس الملک کا خطاب عطا کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کے بھائی شرف الدولہ نے اس پر چڑھائی کر دی۔ اور اس کو گرفتار کر کے اندھا کر دیا۔ خلیفہ نے شرف کو نائب سلطنت بنالیا۔ شرف الدولہ ۳۴۹ھ میں فوت ہوا اس کا بھائی ابونصر جانشین ہوا۔

دربار خلافت سے بہاء الدولہ اور ضیاء الملک خطاب ہوئے اور اعلیٰ حکومت کے سامنے سات خلعتیں سرمت ہوئیں۔ سیاہ عمامہ، طوق و کنگن عنایت ہوئے۔ دربار میں حاجیوں کی تلوار کے سایہ میں خلیفہ کے حضور لایا گیا۔ بہاء الدولہ نے زمین بوسی کی اور کرسی پر بیٹھا اور تفویض کی تحریر خلیفہ سے پڑھوائی۔

**بہاء الدولہ** | بہاء الدولہ نے عنان حکومت بغداد ہاتھ میں لیتے ہی شرف الدولہ کے لڑکے ابوعلی کو دھوکہ سے ہلا کر قتل کر دیا اور پھر مصم الدولہ سے بیٹھ پڑا۔ ۳۸۹ھ میں فارس کے میدان میں دودو ہاتھ ہوئے مگر صلح پر فیصلہ ہوا۔ عراق و خورستان بہاء الدولہ کے قبضے میں رہے۔ فارس اور ارجان

مصر صدام الدولہ کے قبضہ و تصرف میں آئے یہ

موصل کی حمدانی حکومت کا خاتمہ عقد الدولہ نے کر دیا تھا۔ مگر ناصر الدولہ حمدانی کے لڑکے ابوطاہر، ابراہیم، عبداللہ حسین شمر الدولہ کے پاس بغداد میں رہتے تھے تینوں بہاء الدولہ سے اجازت لے کر موصل گئے۔ اہل موصل اپنے آقا زادوں کے ہمنا ہو گئے۔ خواشنازہ والی موصل نے راہ فرار اختیار کی اور بغداد پہنچا۔ یہ تینوں بھائی موصل پر پھر قابض ہو گئے۔ باز کردی والی دیار بکر نے موصل لینا چاہا۔ مگر وہ جنگ میں گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس کے بھانجے ابوعلی حسن بن مروان نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کیا۔ اس وقت سے دیار بکر میں مروانی حکومت قائم ہوئی۔

امراء دولت مروانیہ | ابوعلی حسن بن مروان (۳۵۰ھ - ۳۸۴ھ)  
مسعود الدولہ ابونصر احمد بن مروان (۳۸۴ھ)

نصر الدولہ ابونصر احمد بن مروان (۳۸۴ھ) نظام الدولہ نصر بن احمد (۳۹۲ھ) منصور بن نصر (۳۹۹ھ) ابوعلی کے بعد نصر الدولہ اس خاندان میں جلیل القدر حکمران تھا۔ علماء کا مربی و سرپرست، امام عبداللہ گزدرونی اس کے دربار علمی کے رکن اعلیٰ تھے۔ یہ وہ ہستی تھے جنہوں نے دیار بکر کی پست قومیں تعلیم کی طرف رجوع کیں اور ان کی تمدنی حالت درست ہوئی۔ ۳۹۹ھ میں یہ دولت بھی بنی بویہ کے ملک کے ساتھ سلاجقہ کے قبضہ میں چلی گئی۔

بغداد کی مرمت | طائع کے عہد میں مسلسل غوزیریوں اور ہیم معرکہ آرائیوں نے بغداد کو ویران کر دیا تھا۔ بختیار کی نیابت میں اور خراب حالت ہو گئی تھی۔ عقد الدولہ نے ۳۲۹ھ میں تفصیل بغداد کی مرمت کرائی۔ مسجد اود با زادوں کو درست کرایا۔ طائع کے مشورے سے آٹھ، علماء، فقراء میں مال و زر تقسیم کیا۔ نہروں کو جاری کرایا۔

شفا خانہ | ۳۷۱ء میں شفا خانہ عضدی کھولا گیا۔

عضد الدولہ کی نظر خلافت پر | عضد الدولہ کا شوق سیادت اس درجہ  
بلند ہونے کے بعد بھی تشنہ تھا اس کی  
تمنا یہ تھی کہ خلافت بھی اس کے خاندان میں منتقل ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے اپنی لڑکی  
کا مائے کے ساتھ صرف اُس امید پر عقد کر دیا کہ اگر اس سے کوئی بیٹا پیدا ہوگا تو وہ  
خلافت کا وارث ہوگا مگر یہ اُمید بر نہ آئی۔

ذکر آل حمدان | آل حمدان نے بازہ کے قتل کے بعد دیار بکر پر فوج کشی کی۔ ابوعلی  
نے گرفتار کر لیا۔ مگر والی مصر کی سفارش سے ابو عبد اللہ چھوڑے  
اور مصر چلے گئے۔ اس کو والی مصر نے حاکم حلب بنادیا۔  
ابو طاہر نصیبین گیا تو وہاں کے والی محمد بن مسیب عقیلی نے اس کو گرفتار کر کے  
قتل کرادیا اور موصل پر حکمرانی کرنے لگا۔ پھر اس کی اولاد میں عقیلی حکومت ایک عرصہ  
تک رہی جس کا ذکر قادر کے حالات میں تحریر ہے۔

## دولتِ غزنویہ

طایع کے عہد میں افغانستان کی غزنوی حکومت قائم ہوئی۔ یہ حکومت ماوراءالنہر  
کی سامانی حکومت سے پیدا ہوئی۔ یہاں کا فرمانروا امیر نوح بن منصور سامانی تھا۔ اس  
کی حکومت کی بنیاد کمزور ہو چکی تھی۔ اس کے پہلو میں ایک جدید حکومت شہاب الدین  
بغراخاں کی پیدا ہو گئی۔ وہ سامانیوں کے مقابل طاقت ور تھی۔

ادھر سبکتگین کے اقبال کا ستارہ طلوع ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ وسط ایشیا سے  
لے کر ہندوستان تک پھیل گئی۔ اس حکومت کا بانی امیر سبکتگین ماوراءالنہر کی سامانی  
حکومت کے خراسانی صوبہ دار امیر الپتگین کا غلام تھا، مگر تھا سامانیوں کی نسل سے،  
اس کے بزرگ ایک عرصہ تک حکمرانی کر چکے تھے۔ زمانہ کے ہاتھوں سبکتگین کو

غلامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

سبکتگین کو شجاعت اور دُور بینی درشتہ میں ملی تھی۔ اس کے بشرے سے آثار ترقی ظاہر ہوتے تھے۔ ترقی کرتے ہوئے فوج غزنی کا سپہ سالار ہو گیا۔ ادھر ۳۸۳ھ میں بغرا خاں مذکور نے آل سامان کے نائب ابوالحسن سمجور کو جو خراسان کا امیر تھا اس نے اپنے ساتھ ملا لیا اور سجدار پر حملہ کر دیا۔ نوح بن سامان مغلوب ہو کر آمد چلا گیا۔ بغرا خاں حسن اتفاق سے بیمار ہو گیا تو نوح نے پھر اپنے گئے ملک پر قبضہ کر لیا۔ بغرا خاں اس مرض میں جاں بحق ہوا۔ اس کا بیٹا ایلک خاں اس کا جانشین ہوا۔ اس نے ۳۸۵ھ میں امیر نوح کے مرنے کے بعد اپنے سپہ سالار فائق کو سجدارے پر قبضہ کے لئے بھیجا۔

فائق نے سجدار فتح کر لیا۔ منصور بن نوح نے صلح کر لی کہ ملک ایلک خاں کا رہے اور حکومت فائق کی ہو۔ مگر فائق اور سامانی سپہ سالار بکتوزون نے باہمی میل کر کے منصور کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے عبدالملک کو تخت نشین کیا۔ ۳۸۹ھ میں خود ایلک خاں بجاہر آگیا۔ اس نے بکتوزون کو گرفتار کر لیا۔ عبدالملک بھاگ گیا مگر وہ گرفتار ہو کر انگلیں قید کر دیا گیا وہیں وہ مرا۔ اس کے بعد سے سامانی دولت کا چراغ ٹل ہو گیا جس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ سلو مانی حکومت حلوان سے حدود چین تک تھی۔

**امیر سبکتگین** | آل سامان کی طرف سے غزنی میں اسحاق بن الپتگین امیر تھا۔ سبکتگین اس کا غلام تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے اسحاق کی فوج نے اسحاق کے مرنے کے بعد سبکتگین کو اپنا سردار بنایا۔ وہ ہر سپاہی سے برادرانہ سلوک کرتا تھا۔ سبکتگین نے ہندوستان کی سرحد پر مختلف جنگیں کیں۔ راجہ جے پال سے مقابلہ رہا۔ اس کے تفصیلی حالات ”تاریخ ملت“ جلد نہم میں تحریر کئے جائیں گے۔

غرضیکہ ۳۹۴ھ میں خراسان میں فائق اور ابوعلی سمجور نے بغاوت کی۔

اس وقت امیر نوح سامانی نے سبکتگین کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان دونوں نے فخر الدولہ بنی بویہ اور امیر جرجان سے مدد مانگی۔ اس نے لشکر روانہ کیا۔ امیر سبکتگین نے نواحی جزائر پر ان سب کو شکست دی جس سے کچھ عرصہ کے لئے خراسان آل سامان کے پاس نہ گیا۔ امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بیٹے محمود کو جس نے اس جنگ میں کارنامے نمایاں کئے تھے سیف الدولہ کا خطاب عطا کر کے خراسان کا والی مقرر کیا۔ اس نے نیشاپور میں قیام کیا اور سبکتگین غزنی کی طرف واپس آ گیا۔

ابوعلی سمجور نے موقع پا کر پھر یوٹش کی۔ محمود تباہ مقابلہ نہ لاسکا۔ غزنی روانہ ہونے کو تھا سبکتگین نے خبر پا کر طوس کے متصل ابوعلی کو جالیا اور اس کی مزاج پرکاشی کی کہ پھر سر اٹھانے کی اس میں طاقت نہ رہی۔ ۳۸۶ھ میں امیر سبکتگین کا انتقال ہوا۔ یہ نہایت عادل، دیندار، مجاہد پابند عہد تھا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا اسماعیل امیر ہوا۔ امیر محمود سے چھوٹا تھا۔ امیر محمود نے اس کو لکھا کہ امامت میرا حق ہے۔ تم اپنے درجہ پر رہو۔ مگر وہ راضی نہ ہوا تو امیر محمود نے نیشاپور سے غزنی پر فوج کشی کر دی۔ اسماعیل گرفتار ہو گیا۔ محمود نے اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کیا۔ محمود نے سامانی سرداروں کو زیر کر کے مستقل سلطان بن گیا۔

عباسی خلیفہ قادر باللہ نے اس کو یمن الدولہ کا خطاب عطا فرمایا اور ولایت کا خلعت بھیجا۔ اطراف ممالک کے بادشاہوں نے سلطان محمود کی قوت کو دیکھ کر دربار میں اطاعت نامے ارسال کئے۔ ہندوستان میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور بڑے حصہ پر قبضہ کیا۔ نیرسے اور جبال وغیرہ بھی اس کی حکومت میں آ گئے۔ جرجان اور طبرستان کے ملوک نے بھی اطاعت قبول کی۔ بقیہ حالات آگے آتے ہیں۔

اس دولت کا حال پہلے کچھ آچکا ہے۔ جرجان میں مروادیج دولت زیاریہ بن زیار نے سلطنت قائم کی تھی۔

امراۓ دولت زیاریہ | مرداویج بن زیار (۳۱۶-۵۳۲۳) شمسگیر (۵۳۵۷) ظہیر الدولہ بے ستون پسر شمسگیر (۵۳۶۶) شمس المعالی قابوس پسر شمسگیر (۵۴۰۳) شمس المعالی کے ہاتھ میں جرجان اور طبرستان کی آزاد حکومت تھی۔ ۳۶۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۳۷۷ھ میں دلمیوں نے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ شمس المعالی نے سامانیوں کے یہاں پناہ لی۔ ۳۷۷ھ میں دوبارہ حکومت حاصل کی۔ ۳۷۷ھ میں بلوے میں قتل ہوا۔

شمس المعالی علم دوست حکمران تھا۔ شیخ الرئیس ابوعلی سینا اس کے دربار علمی میں اُس وقت پہنچا جب وہ انتقال کر چکا تھا۔ شمس المعالی نے البیرونی کو طلب کیا اور اپنے پاس ایک عرصہ تک رکھا۔ البیرونی کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اس نے تجرید الشفاعات اور کتاب آثار الباقیہ لکھ کر شمس المعالی کی خدمت میں ۳۹۰ھ میں پیش کی۔

شمس المعالی کے قتل کے بعد فلک المعالی منوچہر پسر بے ستون تخت نشین ہوا۔ ۳۹۰ھ تک حکمران رہا۔ اس کے بعد ابوشراف بن قابوس ہوا۔ اس کے وارث شاہان غزنویہ ہوئے۔

طائع کی گرفتاری | بہاء الدولہ دلمی حکمرانوں میں منحوس تھا۔ اس کے عہد میں خزانہ خالی تھا فوج کو تنخواہ وقت پر نہ ملتی تھی۔

چنانچہ ۳۸۱ھ میں فوج میں روپے کے لئے شورش پیدا ہو گئی۔ امیر ابوالحسن بن معلم فتنہ پرداز نے بہاء الدین سے کہا کہ طائع کے خزانہ میں کافی دولت ہے اگر طائع کو گرفتار کر لیا جائے تو اس کی دولت ہاتھ آجائے گی۔ بہاء الدولہ نے تجدید عہد کے بہانہ طائع سے باریابی کی اجازت چاہی اس نے دیدی۔

بہاء الدولہ چند دلمیوں کو ساتھ لے کر پہنچا۔ پہلے دین بوس ہوا اور گرسی پر بیٹھا۔ دلمی بھی دست بوسی کے بہانے سے آگے بڑھے اور طائع کو تخت سے کھینچ کر ظالموں نے نیچے اتار لیا اور گرفتار کر لیا۔ بہاء الدولہ نے محلات کا سامان



لوٹ لیا۔ طائع کو بہاء الدولہ کے محل میں لا کر خلافت سے معزول کر کے قاہرہ باشندہ کے محل میں نظر بند کر دیا۔ مگر قاہرہ نے دورانِ نظر بندی میں طائع کی عزت و حرمت کا پورا لحاظ رکھا اور حتیٰ الوسع آرام و آسائش کا پورا انتظام کیا۔

یہیں طائع کا شبِ عید الفطر ۳۹۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ مصافحہ میں انتقال | دفن ہوا۔ اس کی مدتِ خلافت سترہ سال آٹھ مہینے اور عمر چوبیس سال تھی۔ نماز جنازہ قادر باشندہ نے پڑھائی۔ شریعت رضی نے مرثیہ اس کے لئے لکھا۔

اوصاف | طائع شجاع تھا، خلیق و متواضع، حتیٰ المقدور انعام و اکرام سے نوازتا تھا۔ دماغی قوت اور اوصافِ جہانبانی سے محروم تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں عضد الدولہ کے اقتدار کو بڑھایا۔ مگر اس کے ساتھ قوی بڑھا۔ اس کی بہادری کا واقعہ الفخری میں یہ ہے :-

» اس کے قہرستان میں ایک پہاڑی مینڈھا مست ہو گیا۔ کوئی شخص اس کے پاس جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ طائع خود اس کو قابو میں لانے کے لئے گیا۔ مینڈھے نے اس پر حملہ کر دیا۔ طائع نے بڑھ کر اُس کے دونوں سینک پکڑ لئے اور بڑھتی کو بلا کر آدی سے سینک کٹوا دیئے جب تک سینک نہ کٹ گئے خود طائع پکڑے رہا۔ طائع کی جسمانی طاقت بہت تھی مگر دماغی حالت کمزور تھی جس کا نتیجہ اُس کی معزولی کی صورت میں رونما ہوا۔ ۳

خطبہ | طائع کی کمزوری اور ضعف سلطنت کا نتیجہ تھا کہ حرمین میں خلفائے

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۸۵ ۲۔ تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۴۹ ۳۔ الفخری ص ۲۵۹۔

۱۔ آثار الباقیہ صفحہ ۶۸۔



عباسیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ فاطمیہ مصر معز الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔  
طائغ کے وقت میں حسب ذیل علماء نے انتقال کیا :-

دو ابن السنی الحافظ۔ ابن عدی۔ قفال کبیر۔ حسن السمرانی نخوی قاضی بغداد

متوفی ۳۶۵ھ۔ ابوسہل الصعلوکی۔ احمد بن علی بن المحسین ابوبکر الرازی

الحنفی محدث متوفی ۳۷۵ھ صاحب احکام القرآن۔ ابن خالویہ۔ انہری

امام اللغۃ۔ ابوالبرہیم فارابی صاحب دیوان الادب۔ رفاد شاعر، ابوزید

الموزی الشافعی، دارکی۔ ابوبکر الابہری شیخ المالکیہ، نضر بن محمد بن احمد

ابواللیث السمرقندی محدث امام الحنفیہ۔ ابوعلی فارسی النخوی۔ ابن الحلّاب

المالکی۔ علی بن الطحاوی محدث متوفی ۳۵۱ھ۔ احمد بن محمد نیشاپوری معروف

بقاضی الحرمین متوفی ۳۵۱ھ ابن ابی یعقوب الذہبی الوراق علماء اسلام

سے تھا۔ فہرست العلوم مشہور و معروف اس کی تصنیف سے ہے۔

۳۸۵ھ، ۹۹۵ھ میں یہ جلیل القدر عالم فوت ہوا۔

ابوبکر احمد بن محمد بن موسیٰ بن ارجاء الارنجی فقیہ و محدث تھے۔ ۳۶۹ھ

میں انتقال کیا۔ ۲

ابی بکر محمد بن حسن معروف نقاش موصیٰ معتزلی شفاء الصدور کے مصنف

ہیں۔ ۳۵۱ھ میں فوت ہوئے۔



## خلیفہ قادر باللہ

**نام و لقب** | ابوالعباس احمد قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر باللہ۔ اس کی والدہ ومنہ نامی تھی۔ ۳۳۶ھ میں اس کے بطن سے پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** | شاہی گھرانے کا فرد ہوتے ہوئے آباؤ اجداد سے ورثہ میں علم عطا ہوا تھا۔ وہ بڑا فقیہ تھا۔ یہاں تک کہ اس کو تفسیر میں علامہ ابی بشر الہروی الشافعی پر ترجیح دی جاتی تھی۔

**خلافت** | طائع کی گرفتاری کے بعد ۳۸۱ھ میں باتفاق آراء قادر باللہ ابوالعباس احمد بن اسحاق بن مقتدر کے ہاتھ پر اراکین سلطنت نے بیعت کی۔

**وقائع** | طائع کی زندگی میں قادر بنے اس کو ایک مرتبہ خلافت سے معزول کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس وجہ سے طائع نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ بغداد سے بطیجہ میں مہذب الدولہ ابوالحسن کے پاس چلا گیا۔ اُس نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ طائع کی معزولی کے بعد امرائے بغداد نے قادر کو خلافت کے لئے نامزد کیا۔

بہاء الدولہ نے اپنے خواص کو قادر کے لینے کے لئے بھیجا۔ مہذب الدولہ نے شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ قادر کو بغداد روانہ کیا اور بہت بڑی رقم بھی ساتھ کر دی۔ ۱۲ رمضان ۳۸۱ھ کو بغداد میں قادر رونق افروز ہوا۔ بہاء الدولہ اور تمام امرائے سلطنت استقبال کے لئے نکلے۔ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ دربار میں لائے اور اس وقت خلافت کی بیعت ہوئی۔

**نائب سلطنت** | بہاء الدولہ بویہ نائب السلطنت بنے ہوئے تھے۔ نام کے لئے قادر خلیفہ تھے لیکن امورِ مملکت میں اُن کا کوئی دخل نہ تھا۔ مگر قادر ذی علم اور ذی لیاقت تھا۔ اُس نے علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی اور رعایا کا خبر گیریاں رہتا تھا۔ بہاء الدولہ سے کہہ سُن کر رعایا کی فلاح و بہبود کے کام کرانا۔ اس لئے رعایا میں بہت ہر دل عزیز ہو گیا۔ امراء اور حکام پر بھی اس کا اثر ہونے لگا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ قادر نے اپنے حسن تدبیر و سیاست دانی سے خلافت میں ایک تازہ روح پھونک دی اور حکام و عمال نے بھی اس کی اطاعت کی۔ آہستہ آہستہ بہاء الدولہ سے قادر اختیار لینے لگا۔

**رومیوں سے صلح** | رومیوں نے آرمینیہ کے علاقہ پر حملہ کر دیا۔ بلادِ خلاط ملاذ کرد، دار جیش کا محاصرہ کر لیا۔ امیر ابو علی حسن بن مروان نے جو بنو مروان میں حاکم تھا اُن سے پریشان کن جھٹکوں سے محفوظ رہنے کے لئے اُن سے دس سال کے لئے مصالحت کر لی۔

**نئی حکومتوں کا قیام** | حکومت بنی عباس کی کمزوری سے آٹے دن نئی نئی حکمرانیاں قائم ہو رہی تھیں۔ چنانچہ یمن کی دولت زیادہ پر آل زیاد کے ایک حبشی غلام مؤید بن جاح نے ۳۱۲ھ میں قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

۱۔ دیار بکر پر باز کر د کا قبضہ تھا۔ اس کے بھانجہ ابو علی حسن نے ۳۳۵ھ میں دولت مروانیہ قائم کی۔ ابو علی نہایت فرزند مدبر ہرادر کریم الطبع تھا۔ سیف الدولہ کی بیٹی ست الناس اس کو منسوب تھی۔ یہ دولت ۳۵۵ھ تک اس کی نسل میں رہی۔ امراء کے نام یہ ہیں :-

مؤید بن جاح (۴۱۲ - ۴۵۴ھ) سعید اھول بن جاح (۴۸۲ھ) جیاش بن جاح ۴۹۸ھ  
فامک بن جیاش (۵۰۳ھ) منصور بن فامک (۵۱۴ھ) ۵۱۴ھ میں یہ دولت ختم ہو گئی اور دولت مہدیہ کے قبضہ میں گئی۔

**بنی حمدان** | موصل میں بنی حمدان حکمران تھے ان میں حکومت کرنے کی صلاحیت نہ رہی تو ان کے کھنڈروں پر دولتِ عقیلی کی تعمیر ہوئی۔ یہ بنی بویہ کے ماتحت تھے۔

**دولت مرواسیہ** | حلب کے علاقے پر خلفائے فاطمین کے پُے درپے حملے ہوئے۔ آخرش ان کا یہاں اقتدار ہو گیا۔ ان کا خطبہ بھی یہاں جاری ہوا۔ اس علاقہ کے امراء نے عرب حسان امیر بنی طے صالح بن مرواش امیر بنی کلاب اور سان بن علیان، شجاع اور بہادر اس کے ساتھ اسلامی درد ان کے دل میں تھا۔ خلفائے بنی فاطمین کی غلط روش اور ان کی ترویج بدعات سے متاثر ہو کر ان کے مقابل آگئے۔

فوج سے دو دو ہاتھ کٹے۔ ان کو حلب بلکہ شام سے بھی بے دخل کر دیا۔ حلب سے عانہ تک صالح نے قبضہ کیا۔ مدینہ سے منفر کے حدود تک حسان کے تصرف میں آیا۔ دمشق پر سان حکمران ہوا۔

۳۴۲ھ میں فاطمی خلیفہ النظار نے انوسکین بربری کے ہمراہ ایک فوج ان امراء سے مقابلہ کے لئے بھیجی۔ صالح اس جنگ میں کام آیا لیکن اس کے بیٹے

۱۰ دولتِ عقیلی۔ حسان الدولہ مقلد بن مسیب (۳۸۶ - ۳۹۱ھ) معتد الدولہ قراش بن مقلد (۳۹۲ھ)۔

۱۱ قراش نے خلیفہ عباسی کا خطبہ ترک کر کے فاطمی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا۔ قادر نے قاضی ابوبکر باقلانی شیخ اشعریہ کو بہادر الدولہ کے پاس بھیجا۔ اس نے موصل پر فوج مرکوبی قراش کے لئے روانہ کی۔ قراش نے خود کھا کر پھر عباسی خطبہ جاری کر دیا۔

۱۲ زعم الدولہ ابوکامل برکت بن مقلد (۳۹۳ھ) علم الدولہ ابوالعالی قراش بن بدران بن مقلد (۳۹۳ھ) شرف الدولہ ابوالکلام مسلم بن قراش (۳۹۸ھ) ابراہیم بن قراش (۳۹۸ھ) علی بن مسلم بن قراش (۳۹۹ھ)۔

نصر نے مصریوں کی پوری طاقت کا مقابلہ کیا اور اُن کو مار بھگایا۔ پھر بلا شرکت غیرے نصر حلب پر حکمرانی کرنے لگا۔ اس کی اولاد میں ۲۴۴ھ تک حکمرانی رہی۔  
عراق کے حکمران قادس کے عہد میں دیالمہ میں سے یہ چار تھے :-

۱۔ بہاء الدولہ ابو نصر بن عقد الدولہ۔ اس کی حکمرانی عراق، فارس، اہواز اور کرمان پر تھی۔ اس نے ۲۴۴ھ میں انتقال کیا۔

۲۔ سلطان الدولہ ابو شجاع بن بہاؤ الدین باپ کا جانشین ہوا۔

۳۔ شرف الدولہ ابو علی بن بہاء الدولہ اس نے ۲۴۴ھ میں سلطان الدولہ سے سلطنت چھین لی اور اس نے فارس اور کرمان جا کر اپنی نئی حکومت قائم کی۔ ۲۴۶ھ میں شیرازہ میں مرآ۔ اس کا بیٹا کاسجرا اس کا جانشین ہوا۔  
شرف الدولہ نے ۲۴۶ھ میں انتقال کیا۔

۴۔ جلال الدولہ ابو طاهر بن بہاء الدولہ اشرف الدولہ کے بعد خطبہ میں اس کا نام پڑھایا گیا۔ یہ بصرہ میں مقیم تھا اس کو بلایا گیا مگر وہ نہیں آیا تو اس کے نام کے بجائے ابو کالیجہ والی فارس کا نام خطبہ میں لیا گیا۔ وہ اپنے چچا ابو الفوارس حکمران کرمان کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ اس وجہ سے بغداد آنے میں تعویق عمل میں آئی۔  
یہاں بوجہ بادشاہ نہ ہونے کے ترکوں نے شورش برپا کر دی۔ امرائے بغداد نے جلال الدولہ کو لکھا۔ اس نے ۲۴۸ھ میں آکر حکومت کو سنبھالا۔

۲۴۸ھ میں علویین مکہ میں حکمرانی کی لڑائی۔ چنانچہ ابو الفتوح الحسن جعفر علوی علویین نے اہل مکہ سے بیعت لی اور الراشد باللہ اپنا لقب رکھا۔ عبیدین

۱۔ امرائے حلب :- صالح بن مرداس (۴۱۳-۴۲۰ھ) شبل الدولہ ابو کامل نصر (۴۲۹ھ)

معز الدولہ ابو علوان طہل بن صالح (۴۲۹ھ) ابو دواہب عطیہ بن صالح (۴۵۴ھ) رشید الدولہ

دوبادہ (۴۶۸ھ) جلال الدولہ نصر بن رشید الدولہ (۴۸۲ھ) ابو الفضل سابق بن رشید الدولہ

(۴۸۲ھ) اس سے بنی عقیل نے حکومت چھین لی۔

مصر کا اقتدار مکہ سے اٹھ گیا۔ خطیبہ ابو الفتوح کا پڑھا جانے لگا۔ خلافت میں مقابلہ کا دم نہ تھا۔ مگر اقتدار حکمرانی الحسن سے سنبھال نہ سکا لہٰذا کشتی اختیار کی۔ پھر خطیبہ عبیدین (فاطین مصر) کا جاد ہی ہو گیا۔

کمرخ میں ۳۸۲ھ میں وزیر ابو نصر ساہوراد شیراز نے عظیم الشان کتب خانہ کتب خانہ کی عمارت تعمیر کی۔ اس کا نام دارالعلم رکھا۔ اس میں جملہ علوم و فنون کی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور اس کے انتظام کے لئے علماء کی مجلس بنائی اور وقف کیا۔

۳۹۲ھ میں بہاء الدولہ نے شریف ابو احمد الحسین بن موسیٰ الموصی قاضی القضاۃ کو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مقرر کیا۔ مگر قادر باللہ نے منظور نہیں کیا۔

۳۹۵ھ میں مصر کے خلیفہ حاکم نے بہت سے علماء کو قتل کر دیا اور مساجد کے دروازوں پر تبر لکھوایا اور یہ حکم دیا کہ جہاں میراثم لیا جائے تعظیم کی جائے۔  
۳۹۸ھ میں بغداد میں شیعہ سنی فساد ہو گیا۔ شیخ ابو حامد الغزالی قتل ہوتے ہوتے پہنچ گئے۔ شیعہ یا حاکم یا منصور کے نعرے لگاتے تھے۔

القادر باللہ نے اس فتنہ کو بقوت ختم کیا۔ شیعہ کثیر التعداد قتل کئے گئے۔ ۳۹۵ھ

۴۲۲ھ میں قادر باللہ اکتالیس سال تین ماہ سلطنت کر کے شب وفات دو شنبہ الرذی الحجۃ ۴۲۲ھ کو جان بحق ہوا۔ ۳۹۵ھ

اوصاف قادر باللہ عقیل و دانا خلیفہ تھا۔ بقول علامہ ابن خلدون :-

”ولیم اور ترک کے دلوں پر اس کے رعب کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔“

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۴ ۲۔ ایضاً صفحہ ۲۸۵ ۳۔ ایضاً صفحہ ۲۸۶

۴۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۶ ۵۔ تاریخ ابن خلدون جلد سیزدہم ص ۲۰۰ -

علامہ سیوطی کا بیان ہے :-

”قادر صاحب دینت و سیاست تھا۔ تہجد اُس نے کبھی قضا نہیں کی۔  
خیرات بہت کرتا تھا۔ حسن طریقت میں کیٹا تھا۔ ایک کتاب فضائل صحابہ  
اور تکفیر معتزلہ اور خلق قرآن پر لکھی۔ یہ کتاب جامع مسجد مدنی میں ہر  
جمعہ کے دن اصحاب حدیث کے حلقہ میں پڑھی جاتی“ لے  
خطیب بغدادی لکھتے ہیں :-

”علم کے ساتھ وہ باعمل بھی تھا۔ اس کی سعادت دین داری تہجد گزاری  
نیکیاں اور صدقات و خیرات کی کثرت اس قدر مشہور تھیں جس سے  
ہر شخص واقف تھا“  
خطیب دوسری جگہ لکھتے ہیں -

”قادر باللہ حکومت کی صلاحیت رکھتا تھا۔ حسن سیرت اور حسن اطوار میں  
ممتاز ہیں تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مذہبی عقائد بھی نہایت  
اچھے تھے“ لے

**اخلاق** | ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حلیم الطبع، کریم النفس تھا۔ بھلائی اور  
نیکوں کو محبوب رکھتا تھا۔ نیکی کا حکم دیتا تھا اور بُرائی سے  
روکتا تھا۔ لے

**سخاوت** | سخاوت میں قادر بہت بڑھا ہوا تھا حتیٰ کہ اپنے افطاری تک  
کے تین حصے کرتا۔ دو حصے جامع، صافہ اور بغداد کے  
مساکین کو بھیج دیتا تھا۔ لے

**علمی ترقی** | قادر باللہ کے عہد میں علمی ترقی بے پایاں تھی۔ باوجودیکہ خلافت

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۸۷ ۲۔ خطیب جلد ۳ ص ۳۳ ۳۔ تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۳۷

۴۔ ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴۴ -



بنی عباس کا دائرہ محدود تھا۔ مگر جس قدر اس کے عہد کے امراء تھے علماء کی قدرانی کرتے۔ دولت سے نوازتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قادی کے عہد میں کثرت سے قلمرو اسلامی میں علماء اور فضلاء پیدا ہوئے۔ تاریخ الخلفاء سے ان کی فہرست صرف نقل کئے دیتے ہیں۔

ابو احمد عسکری الادیب، رمانی نحوی، ابوالحسن مامریلی، شیخ الشافعیہ ابو عبد اللہ المرزبانی، داؤد قطنی الحافظ، ابن شاہین، ابوبکر اودنی الشافعی یوسف ابن السیرانی، ابن رواق مصری، ابن ابی زید مالکی، ابوطالب مکی صاحب قوت القلوب، ابن بطنہ الحنبلی، ابن شمعون الواعظ خطابی، غامی اللغوی، اوفوی ابوبکر، زاہر السرخسی شافعی، ابن غلبون المقری، معانی بن زکریا النہروی۔

**متذکرہ علماء** | قاضی ابوطاہر زید بن عبد الوہاب بن محمد الادب شاعر نیشاپور میں آکر رہے۔ ذیقعدہ ۱۵۳ھ کو وفات ہوئی (رحمہم اللہ)۔ قاضی ابوالحسن عبد الجبار بن احمد بن خلیل الاسد باذی فروع میں پابند مذہب شافعی تھے۔ اصول میں معتزلہ کے ہم خیال تھے۔ تعانیف کشیدہ یاد گار سے ہیں۔ دسے کے قاضی رہے۔ پھر بغداد آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد خراسان جا کر رہے۔ وہیں ۱۵۳ھ کے بعد وفات پائی۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۱۱)

**دولت غزنویہ** | امیر بکتگین سے ۳۶۶ھ میں غزنوی حکومت کی بنیاد پڑی۔ بڑی شخصیت اس خاندان میں سلطان محمود کی تھی جو دنیائے

۱۔ امیر بکتگین۔ امیر اسماعیل۔ سلطان محمود، امیر محمد بن محمود، مسعود بن محمود، مودود بن مسعود، علی بن مسعود، عبدالرشید بن محمود، فرخزاد بن مسعود، ابراہیم بن مسعود، مسعود بن ابراہیم، مسعود بن مسعود، بہرام شاہ بن مسعود شاہ، خسرو شاہ بن بہرام شاہ، ملک شاہ بن خسرو، مسعود بن شاہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس حکومت کا خاتمہ ہوا۔

اسلام کا مجاہد اعظم تھا۔

**سلطان محمود غزنوی** | سلطان نے سامانیہ حکومت کے خاتمہ کے بعد ان کے مقبوضات پر قبضہ کیا۔ ماوراءالنہر پر ایک خاں کا قبضہ تھا۔ محمود سے صلح ہو گئی۔ دریائے جیحون دونوں کی سرحد قرار دیا گیا۔ ۳۹۶ھ میں محمود ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا۔ ماوراءالنہر کے ترکمانوں نے حملہ کر کے نیشاپور اور ہرات پر قبضہ کر لیا۔ محمود خبر سن کر ہند سے واپس آیا۔ ترکمانوں نے بیچ کر نکلتا چاہا۔ حاکم غزنوی اور سلطان حاذب نے ناکہ بندی کر کے تلوار کے گھاٹ سب کو اتار دیا۔ بقیہ ایک خاں کے پاس گئے وہ چالیس ہزار فوج سے محمود کے مقابل آیا اور شکست کھائی۔ پھر محمود نے خود کے علاقہ پر قبضہ کیا۔ ۴۰۳ھ میں گرجستان فتح کیا۔

۴۰۵ھ میں اہل خوارزم نے اپنے فرمانروا ابوالعباس ماموں کو جو محمود کا حقیقی بہنوئی تھا قتل کر دیا۔ محمود انتقاماً خوارزم پر حملہ آور ہوا۔ سپہ سالار الپتگین بخاری کو گرفتار کر لیا اور خوارزم پر قابض ہو کر اپنے حاجب التونتاش کو یہاں کا حاکم مقرر کیا اس کے بعد ”رے“ پر قابض ہوا۔ محمد الدولہ گرفتار ہوا۔ دہلی خاندان کی بے اندازہ دولت محمود کے ہاتھ لگی۔ قرب و جوار کے جس قدر حکمران تھے وہ یکے بعد دیگرے اس کے مطیع ہو گئے۔ یوسف قدر خاں فرمانروائے ختن جو ترکستان کے حکمرانوں میں سب سے بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ کاشغر سے محمود کو ملنے سمرقند آیا۔ ہر دو میں تعلقات دوستانہ قائم ہوئے۔

**ہندوستان** | سلطان محمود نے ہندوستان پر سولہ یا سترہ حملہ کئے | راجہ اندھ پال والی پنجاب اور قنوج، کالنجر، ستھرا مالوہ، اجمیر، گوالیار، گجرات کی متحدہ افواج کو شکست دی۔

غرضیکہ پنجاب پر اپنے غلام ایانہ کو حاکم بنایا۔ سندھ و نیشاپور سے لے کر پنجاب تک زیر نگین کر لیا۔

**علمی ترقی** | سلطان محمود جہانگیر و کشوکشا تھا۔ اس نے علم و تمدن کی بھی گرانقذر خدمات انجام دیں۔ جامع کمالات فرما کر اس کے لئے مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی گئیں۔ وہ علماء کا قدر دان اور ان کا اعزاز و اکرام مرعی رکھتا۔ وہ عدل پرور اور رعایا کے ساتھ شفیق تھا۔

محمود خود بڑا صاحب علم تھا۔ ممتاز فقیہ فصاحت و بلاغت میں یگانہ، فقہ، حدیث، خطبات میں اس کی تصانیف ہیں۔ کتاب التفرید کثرت مسائل میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔

اس کے دربار کے علماء میں البیرونی، ابوالحسن خوار، ابونصر سے لوگ تھے۔ محمود خود شاعر تھا۔ اس نے شاعری کا ایک محکمہ قائم کر رکھا تھا۔ عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب دے کر شعبہ شاعری کا افسر مقرر کیا۔ چار سو شعراء اس سے منسلک تھے ابوالقاسم، حسن بن احمد عنصری، ابوالحسن علی بن قلع حرنی، حسن بن اسحاق فردوسی، ابونصر علی بن احمد سدطوسی وغیرہ مشہور درباری شعراء تھے۔ حمد اللہ مستوفی کا بیان ہے کہ محمود علماء اور شعراء کا قدر دان تھا اُن پر چار لاکھ دینار سالانہ صرف کرتا تھا۔ یہ علوم و فنون کے باب میں بڑا فیاض تھا اُس نے غزنی میں ایک عظیم الشان دارالعلوم بنایا اس کے متصل عجائب خانہ تھا۔ ایک لاکھ سالانہ محض علماء کے وظائف مقرر کئے۔ یہ نامور مجاہد ریح الشانی ۷۲۱ھ میں بمصر ۶۲ سال فوت ہوا۔ مدت حکومت تیس سال ہے۔



# خليفة قائم بامر الله

**نام ولقب** | ابو جعفر عبداللہ بن قادی باللہ بدر الدجی کے بطن سے تھا جو ارمنی کنیز تھی۔ قائم کے متعلق ابن کثیر کا بیان ہے :-

”وہ خوب صورت، عابد، زاہد عالم، خدا پر بھروسہ رکھنے والا، صدقہ دینے والا، صابر، ادیب، خوش خط، عادل احسان کرنے والا تھا۔“

**خلافت** | قادی کی وصیت کے مطابق ذی الحجہ ۲۲ھ میں اس کے ہاتھ پر اہل کین سلطنت نے بیعت کی۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۳ سال تھی۔

**وقائع** | نظام حکومت جلال الدولہ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ غیر منتظم حکمران تھا۔ فوج کو تنخواہ نہ ملتی وہ اس سے باغی ہو گئی۔ بمشکل یہ فتنہ ختم ہوا۔ جلال الدولہ نے راہ فرار اختیار کی۔ عکبرا جاکر مقیم ہوا۔ فوجی تروہوں نے اس کے برادر زادہ مصمام الدولہ ابو کالبغا بن سلطان الدولہ کو بلا بھیجا وہ متوجہ نہ ہوا تو جلال الدولہ کو ترک افسران منالائے مگر اس کا ادب و دبدبہ رخصت ہو چکا تھا۔

جلال الدولہ نے باوجود اپنی کمزوری کے ۲۲ھ میں خلافت مآب سے ملک الملوک کے خطاب کی خواہش کی۔ خلیفہ نے انکار کیا اور کہا اسلام میں اس قسم کا خطاب ممنوع ہے۔ مگر جلال الدولہ معر ہوا۔ اس وجہ سے علمائے بغداد سے فتوے طلب کیا۔ قاضی ابوطیب طبری ابو عبداللہ صیرنی، ابوالقاسم کرخی وغیرہ نے سلطان جلال الدولہ کے دباؤ سے غواز کا فتویٰ دے دیا۔ مجبوراً خلیفہ نے یہ

خطاب عطا کیا۔ لیکن قاضی القضاۃ ابوالحسن ماوردی نے جو جلال الدولہ کے ندیم تھے اور وہ اُن کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا اس فتوے کی مخالفت کی اور علماء سے بحث کی اور سلطانی دربار کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہے۔ ایک دن جلال الدولہ نے طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے تو وہ بولا۔ میرے دل میں آپ کی قدر پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ آپ حق گو عالم ہیں اور تمام اہل علم سے فائق ہیں اس لئے کمال علمی کے ساتھ تمہاری حق گوئی اور حق پرستی اور غیرت دینی کا نقش میرے قلب پر ثبت ہو گیا۔ انہوں نے الطاف شاہانہ کا شکریہ ادا کیا۔

**شہنشاہ جلال الدولہ** | آخرش جلال الدولہ نے بغداد کی حکومت سنبھالی۔ شہنشاہ کا خطاب اپنے لئے مقرر کیا۔ مگر خلافت اور سلطنت پر ضعف طاری ہو چکا تھا۔ ارد گرد کے امراء نے غارت گری شروع کر دی۔ جلال الدولہ سے انتظام سنبھل نہ سکا۔ ۳۳۵ھ میں انتقال کر گیا۔ دو سال گیارہ ماہ اُس نے انتظام سلطنت کیا۔ اس کے مرنے کے بعد ابوکالیجی ابن سلطان الدولہ بن بساء الدولہ اس کا جانشین ہوا۔ خلیفہ نے محی الدولہ خطاب دیا۔ اس سے بھی سلطنت کا انتظام سنبھل نہ سکا۔ اس زمانے میں ترکوں کی ایک جماعت نے دولت سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی۔ ان میں پہلا بادشاہ طغرل بک تھا۔

**شاہ عبد الرحیم** | ۳۳۸ھ میں بہرام گرنی عامل کرمان نے بغاوت کر دی۔ اس کی سرکوبی کے لئے ابوکالیجی نے لشکر کشی کی مگر اس اثنا میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا عبد الرحیم جانشین ہوا اور اس نے عراق، بصرہ اور خوزستان پر قبضہ جمایا۔

**السلان بسا سیری** | بہاؤ الدولہ کا ایک ملوک تھا جس کا نام بسا سیری تھا۔ اس نے اپنی یاقوت اور حسن تدبیر سے بڑی ترقی کی۔ یہاں تک

۱۰ ابن خلدون جلد سیزدہم -

کہ امیر العسکر ہو گیا اور آخر میں انبار کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ فرق باطلہ سے تھا۔ خلیفہ کے خلاف سازشیں کیں۔

## دیالمہ کا خاتمہ سلاجقتہ کا عروج

طغرل بک نے ۴۴۲ھ میں اصفہان پر قبضہ کیا۔ پھر آذربائیجان فتح کیا۔

طغرل کی بغداد میں آمد | ۴۴۲ھ میں بغداد خلیفہ کی طلبی پر آیا۔ پہلے اس نے عبدالرحیم ذیلی کو آکر قید کر لیا اور خود شہنشاہ بن بیٹھا۔

عبدالرحیم بحالت قید ۴۵۰ھ میں مر گیا۔ بغداد میں بنی بویہ نے ۱۳ سال کی فرمانروائی کی تفصیلات دولت دیالمہ میں تحریر ہیں۔ خلیفہ نے ۴۴۹ھ میں طغرل بک کے سر پر تاج رکھا اور عمامہ باندھا اور سات خلعت دیئے۔ ملک المشرق والمغرب خطاب دیا۔ طغرل بک نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔

حادثہ بسا سیری | بسا سیری نے دعوت و تبلیغ بنو فاطمہ سے ایک کثیر جماعت

بھی اس کا اثر پڑا۔ طغرل کو خبر لگی وہ اس کی سرکوبی کو گیا۔ بسا سیری کو بڑا موقعہ ملتا تھا آیا۔ اس نے ۴۵۰ھ میں قائم کے نام کو خطبہ سے نکال کر بغداد کی تمام مساجد میں پھری فاطمی کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ طغرل اپنے بھائی کی گوشمالی کر چکا تو بغداد پھر آیا۔ خلیفہ بسا سیری کی حرکات ناشائستہ سے قریش بن بدر اُن کے یہاں دوپوش تھے۔ بسا سیری طغرل کی فوج کے حملہ کی تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ آخرش اس معرکہ میں بسا سیری قتل (۴۵۰ھ) ہوا۔ اس طرح یہ فتنہ ختم ہوا۔

بغداد آتے ہوئے طغرل نے امام اہل سنت ابو بکر احمد بن محمد کو جو ابن فورک کے نام سے مشہور تھا۔ امیر قریش بن بدر اُن کے پاس بھیجا کہ خلافت مآب کو ہمراہ لے کر بغداد آئیں۔ چنانچہ ۴۵۲ھ میں سلطان طغرل اور خلیفہ دونوں بغداد

میں داخل ہوئے۔ طغرل نے بعزت و احترام تخت خلافت پر متمکن کیا۔ خلیفہ مصطفیٰ پر ہی ہونے لگا۔ دن بھر روزے سے رہتا۔ رات کو اکثر نمازیں پڑھا کرتا۔ جس جس نے اس کو اذیت دی تھی اُن کو معاف کر دیا۔

۴۵۸ھ میں سلطان ابراہیم بن سعود بن سلطان محمود بادشاہ غزنی اور سلطان جعفری بک بن سلجوق (طغرلبک) والی خراسان کی آپس میں جنگ ہوئی۔ فیصلہ صلح پر ہوا۔ اس کے بعد جعفر مر گیا۔

**۴۵۵ھ میں طغرل بک و الپ ارسلان** | تیسری بار بغداد آیا۔ بغداد پر ڈیڑھ لاکھ ٹیکس لگا کر جیل کی طرف چلا گیا لیکن منزل مقصود تک پہنچنے سے پیشتر قافلہ عمر کا سفر ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ رمضان ۴۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اس کا وارث الپ ارسلان سلطان ہوا۔ قائم نے خلعت سلطنت عطا کیا۔

سلطان الپ ارسلان نے نصاریٰ کے ملک فتح کئے۔ نظام الملک طوسی اس کا وزیر تھا۔ ۴۵۹ھ میں نظام الملک نے مدرسہ نظامیہ بغداد میں قائم کیا۔

۴۶۳ھ میں اہل روم اور مسلمانوں سے جنگ عظیم ہوئی۔ الپ ارسلان اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے تھا۔ شاہ روم و مانوس گرفتار ہوا۔ مگر بعد کو پچاس سال کی صلح پر رہا کر دیا گیا۔ ۴۶۵ھ میں الپ ارسلان قتل ہوا۔ اس کا بیٹا ملک شاہ بلقب جلال الدولہ سلطان بنا۔ سلاجقہ کے تفصیلی حالات دولت سلاجقہ میں تحریر کئے ہیں۔

**قائم کی وفات** | ۱۳ شعبان ۴۶۰ھ میں قائم نے فصد کھلوائی۔ اس میں اس کا انتقال ہوا۔ اس نے اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو ولی عہد و جانشین کیا۔ قائم باللہ نے ۴۵ سال خلافت کی لیے



**اوصاف** | قائم اوصاف جہانبانی میں اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اس نے باپ سے زیادہ خلافت کے وقار کو قائم رکھنے کی سعی کی۔ ابن طقطقی مورخ لکھتا ہے۔

» فاضل اور صالح خلیفہ تھا اس نے عباسی خلافت کے وقار و قوت میں امنافہ کیا۔ علمی حیثیت سے ممتاز تھا۔ ادب و خطاطی سے زیادہ دلچسپی تھی۔

**قائم کے عہد کے علماء** | عبداللہ بن حسین نامی فقیہ ثقہ جید شاگرد قائمی ابوالہشیم اور بعد سلطان محمد سبکتگین قائمی بنجارا رہے۔ ۴۴۳ھ میں فوت ہوئے۔

اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن جعفر بن محمد فقیہ محدث خطیب نے بیان کیا کہ میں نے کچھ علم اُن سے سیکھا ہے۔ فقہ میں محمد بن جریر طبری کے مذہب پر تھے۔ ۴۲۹ھ میں انتقال ہوا۔

ابوالقاسم عبداللہ بن حسین عکبری محدث نحوی ادیب، جن کی تصنیف اعراب القرآن ہے۔ ۴۱۶ھ میں فوت ہوئے۔

یحییٰ بن علی بن عبداللہ بخاری زیدوی، فقیہ زاہد، شاگرد ابوحنیفہ شکروری و محمد بن ابراہیم عیدانی روضۃ العلماء آپ کی تصنیف ہے۔

محمد بن موسیٰ خوارزمی ابوبکر جامع مسند الامام فقیہ و محدث قادے ابن الاثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ پانچویں صدی کے اول میں جو لوگ مجددین امت میں شمار ہیں اُن میں آپ بھی ہیں۔

حسین بن حفص بن محمد بن یوسف نسفی کنیت ابوعلی، فقیہ، محدث ابوبکر بن الفضل سے فقہ حاصل کی۔ حدیث کی سماعت عبداللہ بن عبد الرحمن الزہری بغدادی

سے۔ آپ سے جم غفیر نے فقہ اور حدیث حاصل کی۔ شعبان ۴۲۳ھ کو انتقال ہوا۔

## خلافت عباسیہ کی سیاسی حالت

نظم و نسق خلفاء کے ہاتھ میں نہ تھا۔ بلکہ وہ صرف مذہبی اجارہ دار بن کے رہ گئے تھے۔ صرف خطبہ میں اُن کا نام لیا جاتا اور سکہ اُن کے نام کا جاری رہتا۔ یا وہ امراء یا جدید فرماں رواؤں کو خطاب اور خلعت عطا کیا کرتے۔ اہل بویہ ظاہرہ طور پر محفلوں اور اجتماعات میں خلیفہ کا ادب و احترام کرتے۔ ورنہ خلیفہ کی یہ قدر و منزلت رہ گئی تھی کہ وہ ان سلاطین کا استقبال کرتا۔ ان کے سفر احوال کی تعظیم کرتا۔ یہ غرض کہ اُن کے عہد میں عباسی خلیفہ کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی بلکہ اُن کی سیاسی حیثیت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ مگر سلجوقی اقتدار سے قائم نے نئے سرے سے خلافت کے وقار کو قائم کرنے کی سعی کی۔

## وزراء خلیفہ

نصرالدولہ بن جہش خلیفہ کا وزیر اعظم تھا۔ ۴۶۰ھ میں خلافت مآب نے معزول کر دیا۔ اس کے بجائے ابوالعلیٰ وزیر ابو شجاع کو عہدہ وزارت پر مامور کیا۔ مگر وہ جلد مر گیا۔ پھر نصرالدولہ کو دوبارہ قلمدان وزارت سپرد کیا۔

## مکہ میں خطبہ

۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والی مکہ نے خلیفہ قائم اور سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ حرم میں پڑھا۔ خلیفہ عبیدی مصری کا خطبہ موقوف ہوا۔ خلیفہ کے دربارہ میں شیخ ابواسحاق شیرازیؒ، علامہ ابو نصر

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۹۱ ۲۔ ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۴۴

۳۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی فیروز آبادی ملقب بجمال الدین علم زہد و ورع و تقویٰ میں پڑھے ہوئے تھے، مہذب فی المذہب لمع وغیرہ تصانیف ہیں ۴۔ ۴۶۲ھ میں انتقال ہوا۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۱۰۰) ابو نصر عبدالسلطان محمد بن عبدالواحد معروف بربیع صاحب فقیہ کتاب شامل کے مصنف ۵۔ ۴۶۲ھ میں وفات پائی۔

شریک ہوا کرتے۔

سلجوقی فرمانروا اور خلافت مآب | آل بویہ سے بہتر طغرل سلجوقی نے  
خلافت مآب کی عظمت و بزرگی کا  
خیال کیا۔ ۴۴۷ھ میں طغرل بک موصل پر قبضہ کرنے اور دبیس بن فرید اور قریش بن  
بدران کی شورشوں کو دبا کر بغداد آیا تو خلیفہ قائم بامر اللہ کے ساتھ جو طریقہ اختیار کیا وہ  
خلیفہ کے شایان شان تھا۔

جب یہاں سے واپس جانے لگا تو بہت سے ہدایہ خلیفہ کی خدمت میں بھیجے تھے  
جس میں پچاس ہزار دینار، پچاس ہزار ترک غلام اور بہت سے گھوڑے اور اسلحہ  
وغیرہ شامل تھے۔ خلافت مآب نے سلجوقیوں کی اس دوش سے بہت اثر لیا اور اپنی  
کھوئی ہوئی عظمت پھر بحال کرنے میں قائم سرگرمی کرنا رہا۔

## سلاطین سلاجقہ

بیغوشاہ ترکستان کے دربار میں ایک شخص سلجوق نامی تھا جو بیغوشاہ کو  
مسلمانوں کی سرحد دیا۔ سمرقند میں چلا آیا تھا۔ نواحی جند میں یہ آکر ٹھہرا۔ یہاں کے  
مسلمانوں کے اخلاق اور تمدن و معاشرت کے اثر نے اس کی طبیعت کو مجبور کیا  
حتیٰ کہ وہ اپنا مذہب آبائی چھوڑ کر خالی ماوراء النہر کے استمراج سے مسلمان ہو گیا۔  
جند اس زمانے میں بیغوشاہ ترکستان کا باجگزار تھا۔ ترک سالانہ خراج لینے آئے  
تو سلجوق مزاحم ہوا۔ اُس نے کہا کفار مسلمانوں سے خراج لیں میں اُسے گوارا نہیں  
کر سکتا۔ جند کے مسلمان سلجوق کی مدد سے غالب آئے اور یہی سلجوق کی شہرت کی  
ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد حبيب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی مدد سے ایلک خاں پر

۱۔ ابن خلکان جلد ۳ ص ۳۲۵ ۲۔ ابن اثیر جلد ۹ ص ۱۶۳ -

فتح پائی تو سلجوق کا نام اور بلند ہوا۔

سلجوق کا بیٹا میکائیل ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کے دو بیٹے طغرل بیگ اور چغری بیگ اپنے دادا سلجوق کے ظلِ عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ سلجوق کے دونوں بیٹے میکائیل اور دادا اپنے باپ کے طرز پر تھے اور دونوں پوتے طغرل بیگ اور چغری بیگ تو بڑے ہی زبردست نیک۔ سلجوقیوں سے حاکم ماوراء النہر علی تلکین معروف ایک خاں اور ترکستان کے سلاطین دبے لگے۔ ایک خاں نے تمام سلاطین گردونواح کو جمع کر کے سلجوقیوں کا استیلاء کرنا چاہا۔ اس پر چغری بیگ خراسان سے ہوتا ہوا آیا۔ ارمینہ کی طرف نواح سلطنت روم میں عیسائیوں سے مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ سلطان محمود سبکتگین کا تھا۔ سلجوقیوں کو والی طوس نے اپنے ملک سے گزرنے دیا۔ اس پر وہ سلطان محمود کے عتاب کا مستوجب ہوا۔

چغری بیگ نے وہاں کئی قلعے فتح کئے اور بہت سا مالِ غنیمت لے کر آیا۔ پھر یہ دونوں بھائی ایک جا ہو کر اپنی قوت متفقہ کا زور فتح میں لگانے لگے۔ خاں کاشغر اور سلطان محمود نے باہم مل کر ایک خاں کو جب سمرقند سے بھگایا تھا۔ اس وقت سلجوقیوں کا زور گھٹ گیا تھا۔ لیکن محمود کے مرنے پر مسعود کے زمانے میں مرو اور ہرات پر چغری بیگ قابض ہو گیا اور خراسان میں یہ مقام نیشاپور طغرل بیگ نے اپنا تخت حکومت رکھا۔ اس کے بعد مسعود نے چڑھائی کی اور دونوں بھائیوں نے مل کر مسعود کا سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں اتنی خون ریزی ہوئی کہ ہزاروں برس سے نہیں ہوئی تھی۔ مسعود کو ہزیمت ہوئی اور سلجوقیوں کی سلطنت خراسان میں قائم ہوئی۔

طغرل بیگ | خوارزم شاہ سے اس کے سپہ سالار نے سرتابی کی تھی اس لئے  
طغرل بیگ کو خوارزم شاہ کی مدد کے لئے خوارزم جانا پڑا

لے ابن خلدون جلد نم۔

اور وہاں سے منصور واپس آیا۔ پھر غزوہ روم کے لئے روانہ ہوا اور وہاں سے بھی کامیاب واپس آیا۔ اس زمانے میں طغرل بیگ دو مرتبہ بغداد گیا۔ ایک مرتبہ تو ملک رحیم دہلی کا استیصال کیا۔ اور دوسری مرتبہ قائم باللہ خلیفہ بغداد کو بسا سیری کے پنجہ سے چڑھایا پھر تخت پر بٹھایا اور مستقر علوی کا نام خطبہ سے نکال کر پھر قائم باللہ کا نام خطبہ میں پڑھایا گیا۔ تیسری مرتبہ ۵۴۵ھ میں طغرل بیگ پھر بغداد گیا اور قائم باللہ کی لڑکی سے عقد کیا۔ لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی تھی کہ طغرل بیگ نے دنیا سے رحلت کی اور چغریگ اس سے پہلے مر چکا تھا۔

**چغریگ، طغرل بیگ** | یہ دونوں بادشاہ ساتھ حکمران تھے۔ باہم بہت رسم تھا ایک دل ہو کر سب کام کرتے تھے۔ صرف کہنے کو چغریگ کا آخر میں دار الحکومت مرو اور طغرل بیگ کا نیشاپور تھا۔ ورنہ مرتے دم تک ایک دل رہے۔

**الپ ارسلان بن چغریگ** | یہ بڑا نیک نام اور نیک نیت بادشاہ تھا۔ ڈاڑھی اس کی بہت بڑی تھی اور ٹوپی بہت اونچی رکھتا تھا۔ عبادان سے سوا حل بھرتک اور جیچوں سے دجلہ تک اس کے قبضہ میں تھا کئی سلاطین اس کے باجگزار تھے۔ خان ترکستان کی لڑکی سے اس نے اپنے بیٹے ملک شاہ کی شادی کی اور سلطان ابن مسعود کی لڑکی سے اپنے دوسرے بیٹے ارسلان شاہ کا بیاہ کیا۔

**قبصر روم** | اس کے وقت میں قیصر روم نے تیس لاکھ فوج لے کر اور بہت سے عیسائی سلاطین کو ساتھ لے کر بلاد اسلام پر چڑھائی کی اور نیت یہ کی کہ بغداد کو ویران کر دے اور تمام مسجدیں کھدوا دے۔ الپ ارسلان نے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ عیسائی پسپا ہوئے اور قیصر روم گرفتار ہوا۔ لیکن

پھر قیصر کو رہائی دی گئی اور قیصر نے اپنی بیٹی الپ ارسلان کے بیٹے ارسلان شاہ کے عقد میں دی۔

ارسلان شاہ کے لئے خاقان چین کی دختر بھی لی گئی اور خاقان چین بھی مطیعان کے ذمہ میں داخل ہوا۔ اس کے وقت میں نیشاپور رشک بغداد بن گیا۔ تمام سلاطین اس کے دربار میں آتے تھے اور آستانہ شاہی پر جبہ سائی کرتے تھے۔ موت اُس کی عجیب طور پر ہوئی۔ اتفاق سے قلعہ دار اسیر ہو کر آیا اور گفتگو میں مشتعل ہو کر اس کی طرف لپکا۔ لوگوں نے دو کنا چاہا لیکن اس نے اپنی شان کے خلاف سمجھا کہ کوئی غیر اُسے بچائے اُس نے لوگوں کو ہانڈ کر کہ خود کمان سیدی کی۔ تیر خالی گیا اور قلعہ دار نے پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بادشاہ کے دربار میں علماء بہت رہتے تھے۔ خود نظام الملک طوسی اس کا وزیر ایک ذبردست عالم اور بڑا مدبّر شخص تھا۔ سلجوقین نے جو زور پکڑا اس میں شمشیر تر کی کے ساتھ حکمت نظام الملکی ایک قابلِ لحاظ شے تھی۔

جلال الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان | جلال الدین تخت پر بیٹھا نظام الملک اس کے باپ کے وقت سے وزیر تھا۔ اب تو بالکل ہی سیاہ سپید کا مالک ہو گیا۔ نظام الملک بڑا مشہور شخص ہوا ہے۔ عباسیوں کے زمانہ میں برا مکہ کا خاندان تھا۔ اسی طرح کچھ دنوں کے لئے سلجوقیوں کے وقت میں نظام الملک کا خاندان عروج پر تھا۔ بغداد اور بصرہ میں مدرسہ نظامیہ اسی کا بنوایا ہوا ہے۔ اس کی یونیورسٹی کی کتابوں کا پڑھنا اس زمانہ تک طریقہ نظامیہ کا درس کہلاتا ہے۔ طوس مردم خیز جگہ ہے۔ یہاں نظام الملک غزالی، فردوسی تین بڑے مشہور شخص گزرے ہیں۔ کسی کا شعر ہے

ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود  
چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

**ملک شاہ کی گرفتاری** | یہ بادشاہ ایک مرتبہ شکار کو نکلا۔ راہ میں رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہوا۔ حالت گرفتاری میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میری عزت نہ کرنا۔ ورنہ دشمن مجھے معزز سمجھ کر ذلیل کر دیں گے۔ یہاں نظام الملک نے معاملت کا ڈھنگ ڈالا اور شرائط طے کئے کہ خود گیا قیصر روم نے ان قیدیوں کا ذکر کیا تو نظام الملک نے بڑی بے پرواہی سے سنا۔ بلکہ ملک شاہ جب نظام الملک کے سامنے لایا گیا تو اس نے کچھ التفات نہ کیا۔ نظام الملک ٹوٹا تو قیصر روم نے ملک شاہ کو مع اور قیدیوں کے اس کے ساتھ کر دیا۔ کیونکہ معاملت ہو جانے پر امیران سلطنت کی رہائی لازمی تھی۔ جب ملک شاہ رومیوں کی حد نظر سے باہر ہوا تو نظام الملک نے بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دیا۔

**قیصر روم کی گرفتاری** | اس کے بعد ملک شاہ نے رومیوں پر چڑھائی کی اور کسی حکمت سے قیصر روم گرفتار کر کے ملک شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ قیصر روم نے ملک شاہ سے کہا کہ اگر تم بادشاہ ہو تو مجھے چھوڑ دو۔ تاجر ہو تو بیچ ڈالو اور قصاب ہو تو ذبح کر ڈالو۔

ملک شاہ نے نہایت عزت سے قیصر روم کو رخصت کیا اور کہا کہ میری غرض صرف یہ تھی کہ میں تم پر ثابت کر دوں کہ میری سابق گرفتاری ایک امر اتفاقی تھی۔ میری قوم کسی طرح کمزور نہیں ہے۔ ملک شام بھی اس بادشاہ کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ شکار کا اس کو بہت شوق تھا۔ جب بادشاہ بغداد گیا تو خلیفہ مقتدی باللہ نے اس کی بڑی تواضع کی۔ اس نے خلیفہ کا ہاتھ چومنا چاہا لیکن خلیفہ نے (غالباً براہ تواضع) گوارا نہ کیا، تب ملک شاہ نے بادشاہ کی انگوٹھی لی اور اسی کے بوسہ پر اکتفا کیا۔ مقتدی نے اپنی بیٹی ملک شاہ کے عقد میں دی اور تمام بلاد اسلام کی امارت ملک شاہ کے سپرد کی۔

جلال الدین خلیفہ ہی کا عطیہ خطاب ہے۔ آخر میں بادشاہ ناخوش ہو گیا تھا ناخوشی کے نتائج پورے طو پر ظاہر نہیں ہوئے تھے کہ ایک فدائی نے نظام الملک



کو قتل کیا اور ملک شاہ نے بھی مہینہ کے اندر ہی اپنی موت سے وفات پائی ۔  
**مدرسہ نظامیہ** شیرازی اور امام غزالی ۔ نظام الملک نے یہ چاہا کہ اپنے  
 طرز زندگی پر علمائے وقت کی راہیں لکھوا کر اپنے ساتھ قبر میں بطور نیک نامی  
 کے لیتا جائے ۔ تمام علماء نے آنکھ بند کر کے نظام الملک کی خوبوں کا قصیدہ نثر  
 میں لکھ دیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نظام الملک طوسی ایسا ہی شخص تھا ۔ بخول اور  
 پھر شرع کی حدود کا لحاظ آسان امر نہیں ہوتا ۔ لیکن جب ابواسحاق کی بادی آئی تو  
 انہوں نے لکھا ۔

”خیر النظمۃ حسن ۔ کتبہ ابواسحاق“

یعنی ظالموں میں حسن اچھا ہے ۔ راقم ابواسحاق ۔

نظام الملک کا نام حسن تھا ۔ نظام الملک یہ تحریر دیکھ کر بہت رویا اور بولا کہ  
 ابواسحاق سے زیادہ کوئی دوسرا سچا نہیں ہے ۔

برکیارق بن ملک شاہ (۵۸۴ھ) نظام الملک کے بیٹے مؤید الملک و  
 فخر الملک اس کے وزیر تھے ۔ تیرہ  
 برس سلطنت کر کے یہ مرا ۔ اس کے وقت میں تخت اور حکومت کے لئے  
 سلجوقیوں میں باہمی نزاع رہا ۔ کچھ حالات مقتدی اور مستنصر باللہ کے  
 تذکرہ میں درج ہیں ۔

محمد بن ملک شاہ (۵۹۲ھ) تیرہ برس تک سلطنت کر کے  
 یہ مرا ۔

سلطان السلاطین سنجر بن ملک شاہ (۵۹۹ھ) یہ بادشاہ بڑا نیک نام ،  
 خدا ترس اور بیدار مغز  
 تھا ۔ اس کے وقت میں بہت سی لڑائیاں اور بہت سے غزوات ہوئے ۔ بہرام شاہ  
 غزنی اس کا باجگزار ہوا ۔ کور اخان ترک کی کے مقابلہ میں سلطان سنجر مغلوب ہو گیا

تھا۔ اس سے ذرا بڑھ بچیکا ہو چلا تھا۔ لیکن اس کے بعد بہرام غزنوی کو جب علاء الدین جہاں سوز غوری نے اُدایا اور سلطان سنجر نے پہنچ کر علاء الدین کو گرفتار کر لیا۔ تب پھر اس کا طنطنہ کامرانی اصلی حالت پر آگیا۔ نواحی بلخ میں ایک متنبہ ترکان غزنی کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اور چار برس تک گرفتار رہا۔ پھر حکمت علی سے نکل کر اپنے ملک میں آیا۔ یہ پہلے بھی آسکتا تھا لیکن معہ بیوی کے گرفتار تھا۔ بیوی کے ساتھ بھاگ نکلنا آسان نہ تھا اور بیوی کو چھوڑ کر بھاگنا گوارا نہ تھا۔ جب بی بی مری تو یہ کسی حکمت سے نکل بھاگا۔ اس اشنا میں غزوں نے تمام ملک ویران کر دیا تھا۔ اس کے وقت میں حاکم خوارزم نے بغاوت کر کے ایک جدا سلطنت قائم کی۔ حکمران آگے چل کر خوارزم شاہیوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس بغاوت نے سلطان سنجر کو بہت زیادہ کمزور کر دیا تھا۔ ۵۵۲ھ میں سلطان سنجر نے ۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

**محمود خاں جو اہر زادہ (۵۵۲ھ)** | بغرا خاں کی نسل میں تھا سلطان سنجر کے بعد ہی تخت نیشاپور پر بیٹھا۔ اس کے وقت میں خوارزم شاہیوں اور غوریوں کا دور ہوا۔ محمود کو اندھا کر کے کچھ ملک خوارزم نے لے لیا اور کچھ غوریوں نے لے لیا۔ اس طرح سلجوقیوں کی سلطنت کا خراسان میں خاتمہ ہو گیا۔  
اب کچھ سلجوقیوں کا حال لکھا جاتا ہے جو عراق اور عرب میں حکمران تھے۔

**محمد بن محمد بن ملک شاہ (۵۵۹ھ)** | اپنے باپ ملک شاہ کے مرنے پر یہ عراق پر حکمران ہوا اور سلطان سنجر نے کچھ زیادہ اس کی فکر نہیں کی۔ مسترشد باللہ خلیفہ بغداد سے یہ رنجیدہ ہو گیا تھا۔ اور اس نے بغداد کا محاصرہ بھی کیا تھا لیکن پھر مصالحت ہو گئی۔

**طغرل بن محمد بن ملک شاہ (۵۶۵ھ)** | بھائی کے مرنے پر سلطان سنجر کے اشارے سے یہ عراق کی ریاست پر قابض ہوا۔

مسعود بن سلطان ملک شاہ (۵۲۹ھ) اس کے وقت میں چند سلجوقیوں  
لئے اُجھارا۔ مسعود سے لڑائی ہوئی۔ خلیفہ گرفتار ہوا اور ایک فدائی نے اس کا کام  
تمام کیا۔ اس کے بعد راشد اپنے باپ کے خون بہا کے لئے نکلا اور اصفہان تک  
پہنچتے پہنچتے مارا گیا۔ پھر مسترشد کے دوسرے بیٹے مقتضی باللہ کو مسعود نے  
تخت خلافت پر بٹھایا۔

ملک شاہ بن محمود بن محمد بن سلطان ملک شاہ (۵۴۳ھ) تین مہینہ تک  
اس کے مزاج میں عیاشی تھی۔ لوگوں نے اُسے قید کر کے اس کے بھائی محمد کو  
تخت پر بٹھایا۔

محمد بن محمود (۵۴۴ھ) سلیمان شاہ سے جو اس کے بعد تخت پر بیٹھا برابر لڑتا  
ارہا۔ آل سلجوق کے ضعف کا زمانہ تھا اس لئے خلفائے  
بغداد نے بھی کچھ قوت پکڑ لی تھی۔ سات برس تک سلطنت کر کے مرا۔

سلیمان بن ملک شاہ (۵۴۵ھ) ارسلان کے ساتھ اس کا نام بھی خطبہ میں داخل کیا گیا۔  
۱۸ مہینہ تک اس کی سلطنت رہی۔

ارسلان بن طغرل (۵۴۵ھ) الموت کے فداٹیوں سے یہ لڑتا رہا۔ در غالب رہا۔  
اس کے وقت میں خوارزم شاہیوں کا زور شروع ہوا۔

طغرل بن ارسلان (۵۴۵ھ) خلیفہ مستضیٰ باللہ کے وقت میں یہ تخت نشین ہوا۔ رکن الدین  
قیم امیر المومنین کا لقب تھا۔ اس کے وزیر قزل ارسلان  
نے اس سے سرتابی کی اور عرصہ تک لڑتا رہا۔ درمیان میں طغرل کے قید ہو جانے سے  
یہ بادشاہ بن گیا تھا۔ خلیفہ ناصر دین اشدر بھی طغرل سے خوش نہیں تھا۔ تکش سلطان  
شاہ خوارزم کے مقابلہ میں یہ مارا گیا اور اس کا سر بغداد گیا اور اس کے مرنے پر عراق میں  
سلجوقیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلطان سنجر کے ایک بھائی کی نسل میں سلطان شاہ، توران شاہ، ایران شاہ، ارسلان شاہ، محمد شاہ بن ارسلان شاہ، طغرل شاہ، ارسلان شاہ طغرل شاہ، بہرام شاہ، توران شاہ، محمد شاہ بن بہرام شاہ۔ یہ دس خود مختار بادشاہ کرمان میں یکے بعد دیگرے خوارزم شاہیوں کے عروج تک حکمران رہے اور ہمدان اُس کا پایہ تخت تھا۔ اس کے بعد تمام سلجوقیوں کی طرح یہ لوگ بھی مر گئے۔

سیمان بن قلمش بن اسرائیل بن سلجوقی کو الپ ارسلان نے روم کی طرف بھیجا تھا۔ اس کی نسل سے ایک عدا بادشاہت قائم ہو گئی جس میں چودہ بادشاہ اس کے بعد تخت پر بیٹھے اور قوسیہ یا قونیہ دار الحکومت قرار پایا۔ سیمان بن قلمش، داؤد بن سیمان فلج، ارسلان بن سیمان، مسعود بن فلج، ارسلان بن فلج، ارسلان بن مسعود، غیاث الدین کینخسرو بن فلج، ارسلان، دکن الدین سلیمان بن فلج، ارسلان بن سیمان، عزیز الدین کیکاؤس بن غیاث الدین، علاء الدین کیتباد بن غیاث الدین، غیاث الدین کینخسرو بن علاء الدین، دکن الدین سلیمان بن غیاث الدین کینخسرو، کینخسرو بن دکن الدین مسعود بن کیکاؤس، کیتباد بن فرامرزد۔

اس خاندان کے بادشاہ رومیوں سے لڑتے رہے۔ خوارزم شاہیوں سے بھی لڑے۔ عراق کے سلجوقیوں سے بھی کبھی مقابل ہو گئے۔ لیکن برابر اپنی حالت پر قائم رہے۔ ساتویں صدی ہجری کے اخیر میں برسیغ غراخاں نے جس کے مطیع یہ سلطنت ہو گئی تھی کسی قصور پر کیتباد کو تخت سے اتار کر روم سے سلجوقیوں کا نام مٹا دیا۔

### طغرل بک بانی خاندان سلجوقیہ

سلاطین سلجوقیہ میں طغرل کا حال بیان کر آئے ہیں۔ اس جگہ اس کی زندگی کے چند روشن پہلو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ تاریخ اسلام ص ۲۹۹ از علامہ ابوالفضل احسان اللہ عباسی۔

» سلطان طغرل اولوالعزم بادشاہ گنہگار ہے۔ وہ ہمیشہ افراد قوم کو عدل و

تقویٰ، رفیق و احسان کی تاکید کرتا تھا اور خود بھی ان اوصاف سے محلی تھا۔

**مذہب** طغرل پنجگانہ نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتا۔ ہفتہ میں دو شنبہ و پنجشنبہ کو روزہ رکھا کرتا۔ صدقات و خیرات بکثرت کرتا۔ جگہ جگہ مسجد تعمیر کرائیں وہ کہا کرتا تھا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے لئے تو مکان تعمیر کراؤں اور خدا کے لئے اس کے پہلو میں گھر نہ بنواؤں۔

طغرل نے قسطنطنیہ میں جو ہنوز یونانیوں کے قبضہ میں تھا نماز باجماعت اور جمعہ کی اجازت مسلمان کے لئے ملکہ قسطنطنیہ سے حاصل کر لی اور جمعہ کے دن خطبہ میں خلیفہ قائم باللہ کا نام پڑھا گیا۔

طغرل شہزادی بغداد سے عقد کے لئے بغداد آیا تو نکاح کے بعد شہزادی کے حضور میں گیا۔ شہزادی سنہرے تخت پر جلوہ فرما تھی۔ طغرل بک نے پہلی ملاقات میں سامنے جا کر نہایت ادب سے شہزادی کو سلام کیا اور قیمتی تحفے پیش کئے۔ اس کے بعد مؤدبانہ سلام کر کے چلا آیا اور شہزادی کے منہ سے نقاب ہٹ نہ اٹھائی۔ طغرل کو اس رشتہ سے فخر تھا۔ عقد کے چھ ماہ بعد ربیع الاول ۵۵۵ھ میں بعمر ستر سال انتقال کر گیا۔

طغرل بک نے ایک ایسے خاندان کی بنا ڈالی جو عظمت و ہیبت کے علاوہ علم و دست اور عمدہ اوصاف کے لئے آج تک چاندانگ عالم میں مشہور ہے۔

طغرل بک کا فرزند نرینہ کوئی نہ تھا۔ الپ ارسلان بن داؤد جو اس کا بھتیجا تھا اس کو اپنا جانشین کیا۔ جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ہیں۔ الپ ارسلان کا خلف ارشد سلطان ملک شاہ تھا۔ اس کا ہی وزیر نظام الملک تھا۔ پورے حالات سلاطین سلجوقیہ میں لکھ چکے ہیں۔ یہی ملک شاہ تھا جس کے حکم سے رے نیشاپور میں ایک رصد گاہ بنائی گئی۔

لے دائرۃ المعارف ستانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱

جس کا اہتمام عمر خیام (۱۰۳۸-۱۱۲۳ء) کے سپرد تھا۔ عمر خیام رہا عیادت کی وجہ سے مشہور ہے مگر نجوم و ہنیت کا بڑا ماہر تھا۔ تارخ جلالی ملک شاہ کے نام سے مرتب کی۔ اس تارخ میں یہ خوبی ہے کہ پانچ سال میں صرف ایک دن کی غلطی پیدا ہوتی ہے ایک ان کی کتاب جبر مقابلہ پر ہے اس میں ثنائی مساواتوں کا جبری و تریسمی حل موزع و تحلیل مساوات کعبی سمجھایا گیا ہے۔

سلجوقیوں کے عہد میں علمی ترقی کمال پر تھی۔ سلجوقی خاندانوں نے علماء کو بہت کچھ نوازا جس کی تفصیل نظام الملک طوسی میں دیکھئے۔

ملک شاہ کی اولاد میں سے سلجوقی سلطان ابو الفتح ملک شاہ بن محمد تھا جس کے دربار میں ابوالروح محمد بن منصور بن عبد اللہ بن منظور الجرجانی الملقب بہ زریں دست نے نور العیون کتاب لکھ کر دربار میں پیش کی۔

**نظام الملک طوسی** حسن ابن علی بن اسحاق بن عباس کنیت ابو علی لقب نظام الملک اقوام الدین تھا۔ بروز جمعہ ۲۱ ذی قعدہ ۵۵۳ھ کو نوقان خلع

طوس میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ معمولی نہ میندا رہا تھا۔ اس نے حدیث و فقہ کی تعلیم حسن ابن علی کو دلوائی۔ حسن بن صباح اور عمر خیام ہم سبق تھے۔ سن بلوغ کو نظام الملک پہنچا تو علی بن شاقون کے پاس جا کر نوکریا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت ترک کر کے داؤد بن میکائیل سلجوقی کے پاس چلا گیا۔ داؤد کو جو بہر قابلیت اس میں نظر آیا۔ اس نے نظام کو اپنے بیٹے الب اسلاویچ کا اتالیق بنا دیا اور شہزادے کو ہدایت کی کہ نظام کو میرے برابر سمجھنا اور اس کے بلا مشورہ کے کوئی کام نہ کرنا۔ جب اسلانی نے سر پر تاج رکھا تو تدبیر مہام اور مہارہ انتظام کو نظام الملک کے ہاتھ میں دیدی۔ دس سالہ حکومت کے بعد الب اسلانی مر گیا تو ملک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے ہاتھ میں حکومت میں سے صرف تخت تھا اور شکار کے لئے جنگل۔ باقی سیاہ و سپید کا مالک نظام الملک تھا۔ اس جاہ و جلال کے ساتھ نظام الملک نے اپنی عمر کے بیس سال پورے کئے۔ نظام الملک کی مجلس ہر وقت علمائے کبار اور

صوفیائے نامدار سے بھری رہتی تھی۔ ابوالقاسم قشیری اور امام الحرمین ابوالمعالی کی تعلیم و توقیر میں نہایت غلو رکھتا تھا۔

جامعہ نظامیہ | ۵۹۹ھ میں ہوئی۔ شیخ ابوالنضر صباغ صدر مدرس مقرر ہوئے۔ پھر شیخ ابوالسحاق شیرازی کو پرنسپل کیا۔

حدیث شریف کے درس میں طالب علمانہ طور سے حاضر ہوتا۔ گاہے خود بھی روایت کیا کرتا اور کہا کرتا میرا شمار روایان حدیث میں تو ہو گا۔ تین کروڑ سالانہ کی جاگیر جامع نظامیہ کے لئے وقف کی۔

نظام الملک وزیر سلطنت اور عالم دین تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مدارس اور مراٹیں اور پل تعمیر کرائے۔ ۸۰۰ھ رمضان ۸۰۰ھ میں ایک باطنی نے قتل کر دیا۔ تاج الملک ابوالفتح خرم بھی اس سازش میں شریک تھا۔

ابوالہیجا متقی بن عطیہ نے مرثیہ میں یہ قطعہ لکھا

کان المونیر نظام الملک لؤلؤة یقیمہ صاعغا الرحمن من شرف

عزت فلم تعزت الا یام قیمتها فرادھا غیر عمنہ الی القصد

ترجمہ: نظام الملک ایک نفیس موتی تھا جسے رحمان نے دریائے شرف سے نکالا تھا۔ اس نے

دنیا کو اپنی آب و تاب دکھلائی مگر دنیا نے اس کی قدر و قیمت نہ پہچانی اس لئے

غیرت الہیہ نے اس کو پھر صدف میں ہی رکھ دیا۔

نظام الملک کی علمی یادگار سیاست نامہ ہے جو اپنے موضوع پر ایک

لاجواب تصنیف ہے۔

۶

۱۔ ابن خلکان ذکر نظام الملک طوسی



## خلیفہ مقتدی بامر اللہ

**نام و لقب** | مقتدی بامر اللہ بن ذخیرۃ الدین محمد بن قائم بامر اللہ اس کے والد محمد بن قائم اس کو محل میں چھوڑ کر قائم کی حیات میں مر گئے تھے۔ اپنے باپ کے چھ ماہ بعد اور جوان کے بطن سے پیدا ہوئے اپنے دادا کے مرنے کے بعد عمر ۹ سال چھ ماہ تخت خلافت پر بیٹھے۔

**خلافت** | بن جہیز، عمید الدولہ، شیخ ابواسحاق شیرازی، ابن الصباغ، نقیب النقباطراد، نقیب الظاہر، معمر بن محمد اور قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ دامغالی وغیرہ علماء و اراکین سلطنت نے ۴۶۶ھ میں بیعت کی۔

ابن عمید الدولہ کو ملک شاہ سے بیعت لینے بھیجا۔ سعد الدولہ کو ملک شاہ نے شمعہ کر کے بغداد کو بھیجا۔ خلیفہ نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تمام امور لب کے انسداد کا حکم دیا۔ خلافت شرع جس قدر امور تھے ان کو سختی سے بند کیا۔ تھوڑے عرصہ میں نیکیاں اور حسنات ظاہر ہونے لگی۔

**وزارت** | وزارت پر فخر الدولہ بن جہیز ممتاز تھا۔ کچھ عرصہ کے لئے معطل کر دیا گیا۔ پھر اس کو ہی تکرار وزارت سپرد ہوئی۔ کچھ روز کے لئے ابو شجاع محمد بن حسن مخاطب ظہیر الدین وزارت پر سرفراز رہا۔

**وقائع** | تاج الملک ملک شاہ کا بھائی مقتدی کا ہوا خواہ تھا۔ اس نے بھی دمشق کو تسخیر کر کے وہاں مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ ملک شاہ سے

بھڑپڑا۔ مگر صلح ہو گئی۔ خراسان، ترمذ وغیرہ پر قبضہ کر چکا تھا چھوڑ گیا۔

۴۳ھ میں ملک شاہ نے اپنی لڑکی مقتدی کی کنیزی میں پیش کی۔ خلیفہ نے اپنے نکاح سے مشرف فرمایا۔

۴۹ھ، یوسف بن تاشقین والی سبکتہ و مراکش جس کے خطاب امیر المؤمنین | حالات خلافت ہمسایہ میں لکھے جا چکے ہیں یوسف نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو شہر اس کے قبضہ میں ہیں وہ اس کو دے کر سلطان کا لقب عطا کر دیا جائے۔ چنانچہ مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس کے پاس خلعت و علم بھیجا اور اس کو امیر المؤمنین کا عظیم ترین خطاب عطا کیا۔

۵۳ھ میں بغداد میں مستوفی دولت تاج الملک نے ایک مدرسہ باب البرز کے پاس بنایا۔ اس مدرسہ کے صدر مدرس ابو بکر شاشی تھے۔

۵۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کر لیا۔ کوائف صقلیہ | یہ جزیرہ ۲۰ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ آخری بادشاہ صقلیہ کا عسیدی معزولی تھا۔

اس سال ملک شاہ بغداد آیا۔ ایک جامع مسجد بنوائی اور اس جامع مسجد کے گرد مکانات امراء نے تعمیر کرائے۔ پھر ملک شاہ اصفہان چلا گیا۔ مگر ۵۸ھ میں بغداد پہنچا اور خلیفہ سے کہلا بھیجا کہ بغداد کو خالی کر دو۔ خلیفہ نے ایک ماہ کی مہلت مانگی۔ مگر ملک شاہ نے دس دن کی مہلت دی۔ خلیفہ نے روزے رکھنے شروع کئے اور افطار زمین پر بیٹھ کر کرتا۔ تھا۔ نہایت عجز کے ساتھ ملک شاہ کے لئے دعا مانگی۔ خدا نے قبول کی کہ ملک شاہ بیمار پڑ گیا اور بعد ۳۸ سال ۵۸ھ میں مر گیا۔

۱۔ دروس التاریخ علامہ محی الدین النیاط مصری ج ۲ ص ۱۳۲ ۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۹

۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۶۔

**ملک شاہ کے آثارِ خیر** | ملک شاہ کے زمانے میں اُس کے نام کا خطبہ حدود  
 چھین سے ڈام تک اور شمال سے سین تک پڑھا جاتا  
 تھا۔ سارے قلمرو میں عدل و انصاف کی وجہ سے امن و خوشحالی تھی نہریں نکالی گئیں۔  
 پل بنائے گئے۔ مساجد آباد کی گئیں۔ مدرسے تعمیر ہوئے۔ مکہ معظمہ کے راستے میں جا بجا  
 رباط اور نگر خانہ قائم کئے۔ اس کی شوکت ہمسایہ سلطنتوں پر غالب تھی۔ ملک شاہ  
 کے چار بیٹے تھے، محمود چھوٹا تھا۔ اس کی والدہ ترکان خاتون نے جس کی بیٹی مقتدی  
 کو منسوب تھی۔ خلیفہ کے مشورہ سے محمود کو ولی عہد کر دیا۔ برکیارق کو نظام الملک فی عہد  
 کر گیا تھا۔ چنانچہ برکیارق نے محمود کو معزول کر دیا۔

**قبضہ بغداد** | برکیارق ابن ملک شاہ نے ۴۸۴ھ میں بغداد پر قبضہ کیا اور خطبہ  
 میں اپنی شہنشاہی کا اعلان کیا اور رکن الدولہ لقب اختیار کیا۔

**مقتدی کی وفات** | ۵۸۴ھ میں مقتدی نے برکیارق کے نام  
 تخت نشینی پر دستخط کرنے کے بعد چانک بصرہ ۲۸ سال  
 وفات پائی۔ کل مدت خلافت ۱۹ سال ہے۔ عمائد سلطنت نے اسی وقت مستظہر باللہ کی  
 بیعت لی۔ اس سے فریخت پاکہ تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

**اوصاف** | مؤرخین کا بیان ہے کہ مقتدی جامع اوصاف فرمانروا تھا۔ مقتدی  
 میں دین و سیاست دونوں جمع تھے۔ گو ملک شاہ خلافت پر حاوی ہو  
 گیا تھا۔ مگر مقتدی نے خلافت کے وقار کو قائم رکھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے :-

”مقتدی قوی دل اور عالی ہمت خلیفہ تھا۔ اس کا عہد بڑی ثیر و برکت  
 کا زمانہ تھا۔ خیر کی کثرت اور رزق میں کشادگی و وسعت تھی۔“ لے

**معاصر علماء** | عبدالقادر جرجانی، ابوالولید الباجی شیخ ابواسحاق شیرازی، علم النحوی،

ابن الصباغ صاحب الشامل، امام الحرمین والد المغانی حنفی۔ ابن فضل الحماشیؒ

**محدث و فقہاء** | محمد بن عبداللہ ناہی عہد سلطان الپ ارسلان میں نیشاپور کے قاضی رہے۔ شیخ ابوالمعانی بن ابومحمد حویہ نیشاپوری سے مناظرے ہوئے۔ ۴۸۲ھ میں خراسان میں انتقال کیا۔

علی بن الحسین بن علی نیشاپوریؒ الحسن مؤلف تفسیر نیشاپوری، فقیہ، مفسر، شاگرد حسین بن علی حمیری نیشاپور میں زہد اختیار کیا۔ سلاطین سے اعراض کرتے تھے۔ ایک روز ملک شاہ سلجوقی نے کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کیوں آنا ترک کر دیا۔ کہا اس لئے کہ تو عالموں کی زیادت سے بہتر بادشاہ، موادریں بادشاہوں کی زیادت سے بدتر عالم نہیں ہوں۔ ۴۸۲ھ میں انتقال کیا۔

عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح بخاری شمس الائمہ حلوانی۔ فقیہ، محدث، شاگرد شیخ ابوالحسنی۔ آپ کی تالیفات سے مبسوط و نوادر وغیرہ مشہور ہیں۔ ۴۸۲ھ میں وفات پائی۔ عبدالواحد بن علی بن برہان الدین عکبری، فقیہ نحوی متکلم لغوی، مورخ ادیب تھے۔ ابوالقاسم کنیت تھے۔ حنبلی سے حنفی ہو گئے۔ قدوری کے شاگرد ہیں۔ حدیث ابن بطل سے سماعت کی۔ ۴۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

علی بن محمد بن حسین فخر الاسلام ابوالحسن البرزدیؒ ۴۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ فقیہ ماہر اصول و فروع مرجع امام مفتی حنفیہ تھے۔ تصانیف مفیدہ بہت یادگار ہیں جیسے اصول میں متن معتمد معرف باصول، فخر الاسلام برزدی و سیل مبسوط گیادہ مجلدات میں تفسیر قرآن شرح جامعین صغیر و کبیر ۴۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

احمد بن محمد بن صاعد بن محمد استوائی، شیخ الاسلام ابومنصور قاضی القضاۃ فقیہ و محدث شاگرد صاعد بن محمد و محدث ابوسعید صیرفیؒ ۴۸۲ھ میں فوت ہوئے۔

## باطنیہ اور اُن کی حکمرانی

باطنیہ کا کچھ تذکرہ اچکا ہے کہ یہ اسماعیلی شیعہ فرقہ ہے۔ امام جعفر صادق کے صاحب زادہ امام اسماعیل کی طرف منسوب ہے۔ امام جعفر صادق تک اثنا عشری اور اسماعیلی دونوں متفق ہیں۔ امام جعفر صادق کے امام اسماعیل اور امام موسیٰ کاظم دو صاحبزادے تھے۔ اسماعیل باپ کے جانشین تھے۔ مگر اُن کا انتقال امام جعفر کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اثنا عشری کے نزدیک چونکہ امامت میں جانب اللہ یہ لوگ سمجھتے ہیں اس لئے اسماعیلی یہ رائے رکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی امام کی نامزدگی کے بعد پھر اس کا اخراج نہیں ہو سکتا اس لئے وہ ان کو ہی امام مانتے ہیں۔ لیکن شیعوں کے نزدیک متوفی کو امام نہیں کہہ سکتے اور اپنے عقیدہ بداء کی وجہ سے امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم کو مانتے ہیں۔

اسماعیلیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اسماعیل نے وفات نہیں پائی بلکہ زکھاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ ان کے نزدیک آئمہ ظاہرین کی دوسہیں ہیں۔ ظاہر اور مستور اور ان میں ہر ایک کا سات سات کا دور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اسماعیل ساتویں امام ہیں۔ اس لئے اُن پر آئمہ ظاہر کا دور ختم ہوا۔ اُن کے لڑکے محمد سے آئمہ مستور کا دور شروع ہوا۔ گویہ آئمہ مخفی رہتے ہیں۔ لیکن ان کے دعاۃ اعلانیہ اُن کی دعوت کرتے رہتے ہیں۔ عبید اللہ المہدی مغربی بانی دولت فاطمیہ سے پھر آئمہ ظاہر کا دور شروع کرتے ہیں۔ اس فرقہ کے نزدیک ہر ظاہر کا ایک باطن ہے اس لئے جماعت کو باطنی کہا گیا ہے

**تحریک آل محمد اور اسماعیلی** | تحریک آل محمد ہی نے حکومت بنو امیہ کا تختہ الٹا اور حکومت بنی عباس اسی دعوت کی بنا پر قائم ہوئی۔

مگر بنی عباس نے اہل بیت کو نظر انداز کر دیا تو یہ لوگ بنی عباس کے خلاف ہو گئے اور اپنی خلافت کے لئے کوشاں رہے۔ اہل بیت میں سے اکثر کو قربان ہونا پڑا۔ مگر بعض حضرات کو یمن افریقہ وغیرہ میں کامیابی ہوئی۔ مگر وہ حکمرانیاں دولت بنی عباس کے مقابلہ کی نہ تھیں۔ البتہ عبید اللہ فاطمی نے دولت بنی عباس کی کمزوری اور فائدہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر مغرب میں اپنی عظیم الشان حکومت قائم کر لی۔

اب ان کی نگاہیں مشرق کی طرف اٹھنے لگیں تو انہوں نے اپنا پرانا طریقہ دعوت تبلیغ کا پھر شروع کر دیا مگر اس میں کچھ اصول نئے اور نکالے اور اس تحریک کے داعی جو ملے وہ عموماً سفاک اور ظالم بھی تھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس تحریک کا صدر دفتر مصر قرار دیا۔ وہاں باقاعدہ نظام تھا۔ مریدین کو یہاں خاص تعلیم دی جاتی جن میں امامت کی دعوت سب سے مقدم تھی اور ہدایت تھی کہ جن ملکوں میں داعی پہنچیں خفیہ تعلیم دیں۔ یہ لوگ فدائی کہلاتے تھے ان کا سرغنہ داعی الدعاة تھا۔ اس کا درجہ قاضی القضاۃ کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

خلفائے فاطمین مصر کی نگاہیں خراسان اور ایران پر زیادہ تھیں۔ جو شیعیت کے گوارہ تھے۔ مصر پر اپنی حکمرانی قائم کرنے کے بعد اپنے دعاۃ انہی ممالک میں بھیجے۔ یہاں بنی بویہ کے عہد تک جابجا صاحب برید و اخبار متعین تھے جو ہر قسم کی اطلاعات دیا کرتے۔ اس پر طرہ یہ کہ گو بویہ شیعہ عقیدہ رکھتے تھے مگر اہل بیت کے حامی نہ تھے۔ البتہ شیعیت میں غلو اس قدر رکھتے تھے کہ نجف اشرف تک ننگے سر پیر بنی بویہ حکمران زیادت کو پہنچتے۔ مگر اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے خلفائے فاطمی کو نظر انداز کر جاتے۔ بلکہ کوئی داعی ہتھے چڑھ جاتا تو اس کو سخت سزا دیتے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ باطنی تحریک، خراسان وغیرہ میں عہد بویہ تک دبی نہ ہی۔ سلجوقی دور آیا۔

الپ اسلان نے جاسوسی کا محکمہ توڑ دیا۔ نظام الملک نے اس سے کہا کہ اس صیغہ کا ادھنا ضروری ہے مگر اس نے جواب دیا کہ ہر شہر میں ہمارے دشمن بھی ہیں اور دوست بھی۔ بہت ممکن ہے کہ اباب غرضی دوست کو دشمن یا دشمن کو دوست کی

شکل میں دکھلائیں۔ اس لئے میں اس بات کو جائز نہیں رکھتا۔“  
چنانچہ سلجوقیوں کے عہد میں باطنیہ پھیلے پھولے اور اُن کی تبلیغ کا حال دُور دُور  
تک پھیل گیا۔

اولاً اُن کا ظہور سادہ میں ہوا جو رے اور ہمدان کے درمیان واقع ہے۔  
وہاں کے شیخ نے دو باطنیوں کو گرفتار کیا مگر لوگوں کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ ان لوگوں  
نے ایک موذن کو اپنے مقصد کے لئے پھانسا۔ مگر وہ ہاتھ سے نکل گیا تو اس کو قتل کر دیا۔  
یہ پہلا خون تھا جو مشرق میں گروہ باطنیہ کے ہاتھ سے ہوا۔

**حسن بن صباح** | اصفہان اور نیشاپور کے وسط میں قصبہ قاشن کا رئیس باطنیوں  
کے دام میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے ایک جماعت بنائی جو  
قافلوں کو لوٹا کرتی۔ اُن کی مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اصفہان تک غارتگری  
کا دائرہ بڑھ گیا۔ پھر توباغیوں نے ملک شاہ کے تعمیر کردہ قلعہ پر قبضہ جمایا۔  
اس جماعت کا داعی اعظم احمد بن عبد الملک بن عطاش تھا۔ جماعت باطنیہ نے  
عطاش کے سر پر تاج شاہی رکھا اور اُس کے پاس چاروں طرف سے لوٹ کا  
مال لاکر جمع کیا جاتا۔

حسن اتفاق سے ایک فاضل جلیل شخص حسن بن صباح جس کا وطن ”رے“ تھا  
جو امام موفق نیشاپوری کے حلقہ درس میں شریک ہو چکا تھا، نظام الملک اور  
حکیم عمر خیام کا ہم سبق بھی تھا۔ ہندسہ، حساب، نجوم وغیرہ علوم دیا ضیہ کا بڑا ماہر فاطمی  
داعی احمد بن عطاش کے اثر سے فاطمی تحریک میں شامل ہو گیا۔ اس کے یہاں فاطمی  
دعا کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ نظام الملک کے خیر ابو مسلم نے جو رے کے رئیس  
تھے اس کو نظر میں رکھا۔ وہ گرفتاری کے خوف سے بھاگ کر مصر پہنچا۔ خلیفہ مستقر علوی  
نے اپنے گون کا سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور مشرق میں فاطمی دعوت کی تبلیغ پر  
اُس کو مامور کر دیا۔

حسن بن صباح مصر سے لوٹ کر شام آیا۔ پھر جزیرہ دیار بکر، خراسان، کاشغر اور



ماوراء النہر کا دورہ کر کے اپنے خیالات لمحدانہ ان علاقوں میں پھیلانے اور قزدین کے قریب زیالہ کا بنایا ہوا ایک سنگین قلعہ الموت اس کے مقصد کے لئے موزوں تھا۔ یہ ایک علوی کی ملکیت تھا۔ حسن بن صباح نے یہاں قیام کیا۔ اپنے ظاہری زہد و ورع سے چند دنوں میں اس نے نواح میں کافی اثر پیدا کر لیا۔ الموت کا علوی بھی ظاہری زہد سے متاثر ہوا۔ مگر کچھ دن بعد ابن صباح نے اُس کے ساتھ دغا کر کے الموت پر قبضہ جمایا اور علوی کو نکال باہر کیا۔

**قلعہ الموت** | قلعہ الموت پر قبضہ جانے کے بعد حسن بن صباح کھل کر میدان میں آگیا اور دیرانہ قتل و غارت کرنے لگا۔ اس کے داعیوں کے ہاتھ سے صد ہا اکابر علماء قتل ہوئے۔ اس کے داعی کسی کی جان لینا اور اپنی جان دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔

ملک شاہ کو باطنیوں کے حالات معلوم ہوئے۔ نظام الملک نے حسن بن صباح کے پاس سفارت بھیج کر افہام و تفہیم کے ذریعے اُسے روکنے کی سعی کی۔ لیکن وہ اپنے خود سری سے باز نہ آیا تو پھر الموت پر فوج کشی کر کے اس کا نہایت سخت محاصرہ کر لیا۔ سلجوقی اقوام کا مقابلہ ابن صباح کے بس کی بات نہ تھی۔

جب اُس نے دیکھا کہ اُس کے لئے کوئی مفر نہیں ہے تو ایک فدائی کو بھیج کر نظام الملک کو قتل کرادیا۔ فوجیں مستقر خود لوٹ آئیں۔ ابن صباح کی جان اس طرح بچ گئی۔ باطنیوں کو اب زیادہ آندادی مل گئی۔ انہوں نے قہستان اور طیس وغیرہ پر بھی تسلط کیا اور ابھر کے متصل وستم کوہ کے نامی اور محفوظ قلعہ کو قبضہ میں لا کر اپنا ماویٰ و ملجا بنایا۔ اردگرد جو قلعے تھے وہ بھی باطنیوں نے لے لئے۔

ان کی دست درازیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ سلطان برکیارق کے بہت سے امراء کو مار ڈالا۔ اس نے صد ہا باطنیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا مگر باطنیہ تحریک گھٹنے

کے بھائے روزافزون ترقی پر تھی۔ غرضیکہ باطنیوں کی دراز دستی سے خراسان میں اضطراب عظیم پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے ۴۹۵ھ میں سلطان سنجر کے سپہ سالار امیر برغش نے اُن پر حملہ کر دیا اور بہت سے ملحدوں کو قتل کر کے طیس کا محاصرہ کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو فتح کر کے باطنیوں کا استیصال نہیں کیا۔ مگر صلح کر کے لوٹ آیا۔

۵۰۰ھ میں سلطان محمد نے اصفہان کے قلعہ پر جہاں ابن عطاش رئیس رہتا تھا، محاصرہ کر لیا۔ آخر میں ابن عطاش گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ اس کی بیوی نے قلعہ سے گر کر جان دیدی۔ یہاں سے فادغ ہو کر سلطان محمد نے قلعہ الموت پر لشکر کشی کی جہاں ابن صباح ۲۶ سال سے حکمران تھا اور قرب وجوار میں لوٹ مار اور غارت گری کر رہا تھا مگر راہ میں بیمار پڑ کر فوت ہو گیا۔ امیر شگین شیرگیر والی سادہ نے بھی باطنیوں کی سرکوبی کی۔ آخر ش ظلم وجور کے بعد حسن بن صباح ۵۰۸ھ میں مر گیا۔ اس کا بیٹا کیا بزرگ تھا جو حسن بن صباح کا جانشین ہوا۔

## اُمراء حکومت باطنیہ

کیا بزرگ بن حسن (۵۰۸ھ) اپنے باپ کے مرنے پر تخت الموت پر بیٹھا۔ اس کے وقت میں ریاست نے کچھ اور زور پکڑا مگر محمود سلجوقی کے وقت میں باطنی بہت مارے گئے۔ لیکن اس کی خود مختاری میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمد جانشین ہوا۔

محمد ابن کیا (۵۱۸ھ) عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی راشد باللہ پر نگاہ رکھی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد چار فرائیوں نے خلیفہ عباسی راشد باللہ کو راہ میں موقع پا کر قتل کیا۔ مگر اس واقعہ سے ریاست اسماعیلیہ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا لیکن عام طور پر الموت میں خوشی منائی گئی۔ محمد سلطان سنجر نے محمد ابن کیا کا عقیدہ دریافت کیا۔ غرض اس کی یہ تھی کہ بے دین ہو تو مجاہدین اسلام بھیجے جائیں لیکن محمد ابن کیا

نے جواب دیں وہ باتیں لکھیں جس سے محمد سلطان سنجر بھی ساکت ہو رہا اور معلوم ہوا کہ صرت جزئیات میں اختلاف ہے مگر مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ محمد بن کیا ۲۵ برس تک حکمران رہا۔ اس کی ذات سے اسلام کو بڑا نقصان پہنچا۔

**حسن بن محمد کیا** | اس کو لوگ علی بذکرہ السلام کہتے ہیں۔ اس کو علمائے اسلام | محمد اور زندیق لکھتے ہیں۔ اس کے معتقدات اسلام کے خلاف تھے۔ یہ دہریہ مذہب رکھتا تھا اور بے تکلف لوگوں کو گمراہ کرتا کہ وہ مذہب کو کوئی چیز نہ سمجھیں۔

**محمد بن حسن بن محمد بن کیا** | الحاد میں یہ اپنے باپ سے بھی بڑھتا تھا۔ امام فخر الدین | لاذی اس زمانہ میں تھے۔ آذر بایجان سے رے میں آکر درس جادی کیا۔ مذہبی درس میں وہ مثلاً نام اسماعیلیوں کا لیتے تھے اور حسن بن محمد اور محمد بن حسن کو برا بھلا کہتے تھے تاکہ لوگ ادھر مائل نہ ہوں۔ خدایوں نے الموت سے پہنچ کر امام فخر الدین لاذی کو بہت دق کیا جس سے وہ غیاث الدین بادشاہ کے پاس غور پلے گئے اور پھر وہاں سے سلطان خوارزم کے پاس خوارزم میں جا کر زندگی بسر کی۔

**جلال الدین حسن بن محمد بن حسن** | باپ کے اعتقادات سے اس نے توبہ کی خبر تمام سلاطین مصر کے پاس بھیجی جس سے یہ جلال الدین حسن نو مسلم مشہور ہوا۔ مذہب اسلام کو اس کے وقت میں رونق ہوئی۔ اس کی ماں ایک مرتبہ حج کو گئی تو اس کے ساتھ ایک سلطان بھی تھا۔ ناصر خلیفہ بغداد کے حکم سے سلطان محمد خوارزم شاہ کے راستے سے راست جلال الدین آگے لکھا گیا۔ سلطان محمد کو جہاں اور رنج ناصر سے ہوا وہاں یہ بھی خیال تھا کہ خلیفہ نے جلال الدین سے مجھے کم سمجھا۔

**علماء الدین محمد بن جلال الدین بن حسن** | نو برس کے سن میں یہ تخت پر بیٹھا۔ یہ جو کچھ اٹا سیدھا حکم

حکم دیتا تھا، لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کے مطابق اُس کو واجب التعمیل مانتے تھے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اس کے وقت میں مذہب کھیل ہو گیا۔ "ایلان ناصری" کا مصنف ناصر الدین اسی وقت میں تھا۔

۶۵۳ھ | چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو نے رکن الدین خورشاہ بن علاء الدین اسے گرفتار کر کے ہزاروں اسماعیلیوں کو تہ تیغ کیا اور رکن الدین کو قتل کر دیا اور پھر اس کے بعد بغداد کی طرف توجہ کی۔ خاقانے بغداد اور شاہان الموت کی بربادی کا ایک زمانہ ہے۔



# خلیفہ مستنصر باللہ

**نام و لقب** | مستنصر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ ماہ شوال ۶۴۴ھ میں پیدا ہوا۔

**خلافت** | بعمر ۱۶ سال ۶۴۴ھ میں تخت خلافت پر رونق افروز ہوا۔ وزیر عمید الدولہ وغیرہ نے بیعت کی۔ لقب مستنصر باللہ قرار پایا۔ وزیر سلطان برکیارق کے پاس گیا۔ اس نے بطیب خاطر خلیفہ کی بیعت وزیر کے ہاتھ پر کی۔

**مجلس عزرا** | خلیفہ مقتدی کی موت کے تیسرے دن مجلس عزرا منعقد ہوئی۔ سلطان برکیارق مع اپنے وزیر عز الملک بن نظام الملک اور اس کے بھائی بہاء الملک کے مجلس میں حاضر ہوا اور باب مناصب سے طراد عباسی، معمر علوی اور علمائے کبار سے قاضی القضاۃ، ابو عبد اللہ وامغانی، امام غزالی اور امام شافعی وغیرہم بھی ماتم پرسی کو آئے اور تعزیت کی اور خلیفہ مستنصر کی بیعت کی اور رخصت ہو گئے۔

**تاج الملک برکیارق** | تاج الملک، ملک شاہ کا بھائی تھا۔ توسیع مملکت کی ہوس میں ۶۴۴ھ میں فوج کشی کر دی۔

بہت، موصل، دیار بکر، آذربائیجان کو زیر نگین کر لیا۔ برکیارق دکن الدولہ اس کے مقابل آیا۔ مگر ناکام اصفہان کی طرف چلا گیا۔ وہاں اس کا بھائی محمود بن ملک شاہ حاکم تھا اس نے اس کو روکا اور پھر قتل کرنے کی نیت سے داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ اتفاق قضا و قدر کہ برکیارق کے قتل ہونے سے پہلے موت نے

لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۶۔

نور سلطان محمود کا خاتمہ کر دیا اور اہل اصفہان نے متفقہ طور پر برکیارق کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ تاج الملوک تنش برکیارق سے نبٹنے کو اٹھا "رے" کے میدان میں کا دراز گرم ہوا۔ تنش اس معرکہ میں کام آیا۔ برکیارق کے لئے میدان صاف ہو گیا۔

**وزارت** وزیر عمید الدولہ کو خلیفہ مستظہر نے معزول کر کے سدید الملک ابوالمعالی بن عبدالرزاق ملقب عضد الدین کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا۔ مگر چند سال بعد ۴۹۶ھ میں وہ بھی معہ اہل و عیال کے گرفتار کیا گیا۔

وزیر موصوف کی گرفتاری کے بعد خلافت ماب نے امین الدولہ ابو سعد بن موصل کو مجلس مشورہ کا ناظر مقرر کیا اور زعمیم الرؤسا ابوالقاسم بن جہنبر کو حلقہ سے طلب کیا۔ ادباً و دولت نے اس کا پرتیاک استقبال کیا۔ دربار خلافت سے خلعت وزارت مرحمت اور قوام الدولہ کا خطاب عنایت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ان پر بھی نزلہ گرہا۔ قاضی ابوالحسن دامغانی قائم مقامی کرتا رہا۔ بعدہ ابوالمعالی بن محمد بن مطلب، ۵۰۰ھ میں عمدہ وزارت پر ممتاز ہوا۔ ۵۰۲ھ میں سلطان محمد کے اشارہ سے بھی معزول کیا گیا۔ مگر اس شرط سے بحال رہ سکتا ہے کہ :-

”آئندہ عدل و انصاف سے کام لے گا۔ رعایا کے ساتھ ظلم و جبر سے پیش نہ آئے گا اور ذبیوں میں سے کسی کو ذمہ داری کا عہدہ نہ دے گا“ لے

ابوالمعالی نے جملہ شرائط منظور کر کے وزارت کا کام انجام دینا شروع کیا مگر نباہ نہ سکا تو اس کے بجائے ابوالقاسم بن جہنبر مقرر ہوا۔ وہ ۵۰۹ھ تک فرائض وزارت انجام دیتا رہا۔ پھر ربیع ابو منصور بن وزیر ابوالشجاع محمد بن حسین وزیر سلطان محمد کو قلمدان وزارت عطا کیا۔ چند دن بعد پھر برکیارق نے نوید الملک بن نظام الملوک کو وزارت پر سرفراز کیا۔

لے ابن خلدون جلد ۹ ص ۶۷ لے ایضاً ص ۶۸ -

**زبیدہ خاتون** | اُس نے امور سیاست میں دخل دینا شروع کر دیا۔ فخر الملک بن نظام الملک نے تحفہ بھیج کر اپنا دسوخ پیدا کیا۔ اُس نے برکیارق کو موئد الملک کا مخالف بنادیا۔ اس نے موئد کو قید کیا اور فخر الملک کو وزارت عطا کی۔ موئد الملک قید زندان سے نکل کر محمد بن ملک شاہ والی اراک کے پاس پہنچا۔ اس نے تعظیم و تکریم کی اور اپنا وزیر کر لیا۔ موئد نے برکیارق پر حملہ کر دیا۔ ۴۹۱ھ سے ۴۹۲ھ تک باہمی جنگ ہوتی رہی۔ ملکی نظام کا شیرازہ بکھر گیا۔

رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرین میں برکیارق کے ام کا خطبہ جاری تھا اور آذربائیجان، اران، ارمینیہ، اصفہان اور عراق میں سلطان محمد کا بطائع میں کہیں اس کا اور کہیں اس کا اور بھرہ میں دونوں کا۔ سنجر بن ملک شاہ نے مشرق میں حدود جرجان سے بلراء النہر تک اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ یہ اہترق دیکھ کر رومی ملک شام پر ہیبت المقدس کے لئے حملہ کرنے لگے۔ اس وجہ سے بعض امراء و علماء قاضی ابوالمظفر جرجانی حنفی اور ابوالفرح احمد بن عبدالغفار ہمدانی نے برکیارق اور محمد میں صلح کرا دی اور دونوں کے حدود قائم کر دیئے۔

**وفات برکیارق** | برکیارق اس صبح کے چند دن بعد ۴۹۰ھ میں مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ ثانی تخت نشین ہوا۔ محمد نے اُس پر چڑھائی کر دی اور کامیاب ہو گیا۔ یہ

**حروب صلیبہ** | غلیفہ مستظہر کے زمانے میں جنگ صلیبی کا آغاز ہوا۔ کیونکہ عباسی خلفاء جب سے داخلی ملک کے جھگڑوں میں الجھ گئے، مہدی، ہارون، مامون جیسے جاہ و جلال والے خلفاء کا دور ختم ہو چکا تھا۔



ان کے اخلاف کی کمزور قوت اور نااہلی سے اب عباسیہ حکومت کی طاقت بالکل کمزور ہو چکی تھی۔ چنانچہ رومی سلطنت نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ ۹۶۰ء کے درمیان نقفور اور جنادین کے حملے خصوصی طور سے اہم تھے جیسا کہ اوپر ذکر تفصیلی کر چکے ہیں۔ رومیوں کی سرحدات سے متصل اسلامی علاقوں پر خاندان بنی حمدان کا قبضہ تھا۔ پوری جدوجہد کے باوجود وہ رومی فوجوں کے دباؤ کی تاب نہ لاسکے۔ یہ فوجیں شام کے ساحلی علاقہ پر قبضہ کرتے ہوئے دیائے فرات کو عبور کرنے لگیں اور خود دار الخلافہ بغداد اُن کے حملوں کی زد میں آگیا۔

عباسی خلیفہ مطیع اللہ بہت گھبرایا۔ باوجودیکہ نائب سلطنت کے کہنے پر اپنے محل کے اسباب تک کو بیچ ڈالا۔ تاہم خلافت کی خوش قسمتی سے اس وقت رومی فوجیں پسپا ہوئیں مگر یہ سلسلہ مقابلہ کا ایک عرصہ تک رہا۔ سلجوقیوں نے اپنے دور میں رومیوں کو بہت کچھ پامال کیا۔ ان کے علاقے چھین لئے۔ ان کی قوت سے آس پاس کی حکومتیں لرزہ بر اندام تھیں۔ ملک شاہ سلجوقی نے تمام سرحدی حکومتوں سے اپنے قوت کے بل پر من مانی شرمیلیں منوالیں۔ مشرقی رومن ایمپائر کا شہنشاہ کیسوس بھی ملک شاہ کے جلال و ہیبت سے کانپ رہا تھا۔

ملک شاہ کے مرتے ہی کیسوس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور سچی دنیا کے مشرقی و مغربی حصے کے باہمی رقابت اور مخالفت کو کیسر بھلا کر اپنے قاصد یورپ کے جنگجو اور جنگ آزمادہ اداروں سے درخواست کی کہ وہ میرا ساتھ دیکر سلطنت کے کھوئے ہوئے وقار اور وسعت کو دوبارہ لوٹا دیں۔

سب سے پہلے شہنشاہ کیسوس کی معاونت کے لئے ”پطرس“ راہب اٹھ کھڑا ہوا۔ پطرس فرانس کے شہر ایلیس کا رہنے والا تھا۔ جوانی میں اس نے فوجی نوکری کی۔ مگر بعد میں تادک دنیا بن گیا اور راہب کا لقب پایا۔ اس نے بیت المقدس آکر نہ یارت کی تھی۔ بغداد بھی گیا تھا۔ کچھ حقہ عالم اسلامی میں پھرا۔ یہاں سے یہ خیال لے کر گیا کہ خون حسین کے نام سے بنی فاطمہ برسرِ اقتدار ہو گئے تو اس نے

صلیب کو سامنے رکھا اور جس طرح بنی فاطمہ عیوب اور ظلم بنی امیہ و بنی عباس کے بیان کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنادے تھے اسی طرح اس نے جا کر یورپ میں ہنگامی دورہ کیا اور مسلمانوں کے مفروضہ منظام بیان کئے اور صلیب کے زیر سایہ آنے کی دعوت دی۔ خلاصہ یہ کہ صلیبی جوش کی آندھی چلی اور بڑی بے ڈھب چلی۔

مشرقی رومی ایمپائر کے شہنشاہ کا ایک قاصد پاپائے روم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے درخواست کی کہ وہ فرینک، جرمن اور انگریز وغیرہ مغربی اقوام کو دعوت دے کہ صلیب کی امداد پر آمادہ کرے اور ارض مقدس کو اُس کے دشمنوں سے چھڑائے۔ پاپائے روم نے یہ درخواست منظور کی۔ تمام یورپ کو صلیب کے نام پر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ یہ فتویٰ نائب مسیح بگولہ بن کر سارے مغربی نعرانیوں میں پھیل گیا۔

پھر تواتر میں مقدس پر قبضہ کرنے کے عزیز مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سارا یورپ تیار ہو گیا۔ اس کی مختصر تفصیل یہ ہے :-

پوپ اربن دوم نے ۱۰۸۸ء، ۱۰۹۵ء میں فرانس کے شہر کلرموں میں عیسائی دنیا کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ چند فروعی امور کے تصفیہ کے بعد پوپ نے مجمع کو مخاطب ہو کے کہا: ”مسلمانوں کا ظلم بہت بڑھ گیا ہے ان پر حملہ کرنا ضروری ہے۔ اس وقت جو شخص اپنی صلیب کو نہ اٹھائے گا اور میری ساتھ نہیں چلے گا وہ میرا پیرو نہیں ہے“ لے

پوپ کی تقریر نے حاضرین میں مجنونانہ حالت پیدا کر دی، چلا اٹھے۔ خدا کی مرضی ہی ہے اور سرخ کپڑے کی صلیبیں اپنے سینوں پر لگا کر اس عظیم الشان مہم کے لئے تیار ہو گئے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک

انبوہ کثیر پطرس راہب کی قیادت میں روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔<sup>۱</sup>  
 فرانسیسی مؤرخ لیبان نے تمدن عرب میں ان مقدس صلیبوں کا یہ  
 حال لکھا ہے :-

”وہ جنت ملنے کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا بھی ایک ذریعہ  
 نظر آتا تھا۔ کاشت کار جو زمین کے غلام اور آزادی پر جان دیتے تھے۔  
 خاندانوں کی وہ اولاد اصغر جو قانون وراثت کی رو سے محروم الارث  
 تھی۔ امراء جنہیں آبادی جائداد کا حق کم ملا تھا اور جنہیں دولت کی  
 خواہش تھی۔ راہب جو خانقاہی زندگیوں سختیوں سے عاجز آگئے تھے۔  
 غرض کل مفلوک الحال اور ممنوع الارث اشخاص جن کی تعداد بہت تھی  
 اس مقدس گروہ میں شریک تھے یہ

اے۔ جے گرانٹ کے بیان سے اس مقدس صلیبی گروہ کے مذہبی و اخلاقی حالت  
 کا یہ نقشہ نظر آتا ہے۔

اس خالص جذبہ مذہبی میں حرص و ہوا اور خود غرضی ظلم و ستم، انتقام و  
 منافرت اور جنگ و خون ریزی کے عناصر شامل ہو گئے۔ انہیں صرف مسلمانوں  
 ہی سے نفرت نہ تھی بلکہ غریب یہودی بھی جو مغرب میں آباد تھے گرفتار  
 مصیبت ہو گئے۔ مالی نقصان کے علاوہ انہیں سخت جسمانی تکلیفیں بھی  
 پہنچانی گئیں اور طرفہ تماشہ یہ تھا کہ اس بدکرداریوں کے بانی وہ لوگ  
 تھے جو اس سرزمین کو آزاد کرنے جا رہے تھے جہاں مسیح نے تمام بنی آدم  
 کے لئے اپنی جان دی تھی۔“<sup>۲</sup>

غرض کہ صلیبی مجاہدین کا یہ انبوہ کثیر جس کی تعداد ۳۵۵ لاکھ تھی پطرس راہب اور

۱۔ تاریخ یورپ اے۔ جے گرانٹ صفحہ ۳۵۵ ۲۔ تمدن عرب صفحہ ۲۹۵

۳۔ تاریخ یورپ اے۔ جے گرانٹ صفحہ ۳۵۵ (اردو)۔

ایک مفلس سردار ”گوتیر“ کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا۔ راہ میں آؤ بھگت خوب ہوئی۔ مگر بلغاریہ والوں نے ان سے دوسرے کر سودا دیا۔ مجاہدین بکڑ بیٹھے۔ دیہات لوٹ لئے۔ عیسائی باشندے قتل کئے اور صد ہا کودریا میں پھینک دیا۔ پھر قسطنطنیہ پہنچے۔ قیصر الکزیس نے ان کے مظالم سے تنگ آکر انہیں باسفورس پارہ ایشیائے کوچک روانہ کر دیا۔ پھر تو بلا امتیاز مسلمان و عیسائی سب کو جو راہ میں ملتا قتل کر دیتے۔ بچوں کی تکتا ہوئی کڑا لٹے۔ یہ وحشیانہ افعال روز افزوں ترقی پر تھے۔ امیر قلعہ اسلان سلجوقی والی قونیہ کے علاقہ میں داخل ہوئے اُس نے ان کی اس بربریت کا پورا انتقام لیا اور جانوروں کی طرح اُن کا قتل عام کیا اور قریب قریب پوری صلیبوں کی فوج برباد ہو گئی۔

یہاں ان مجاہدین کو اپنے کمر توڑ کا یہ پھل ملا۔ ادھر یورپ کی حکومتوں نے فوجیں تیار کیں اور اپنے اعزہ و امراء کی قیادت میں اُن کو روانہ کیا۔ شمالی فرانس کی فوجیں فلپ اول کے بھائی ہیگنوارٹ دتبرہ واسٹن کی قیادت میں تھیں۔ جنوبی فرانس کی ایمنڈ کاؤنٹ ٹولوزلی نامہ منوں کی شاہ انگلینڈ کے بھائی رابرٹ کی، رائن کے جرمنوں اور فرانسیسیوں کی گاڈفری دنیس بولیوں کی جنوبی اٹلی دسلی کی بوٹنڈ اور سنکر کی سرکردگی میں روانہ ہوئیں۔

ان کے علاوہ یورپ کے چھوٹے موٹے دنیس بھی شریک تھے۔ ان فوجیوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔ پہلے اس میں کچھ چٹج چلی، مگر پھر مصلحت کے تقاضے سے ۹۰ء، ۹۱ء میں تمام افواج گاڈفرے کی سرکردگی میں آگئیں اور باسفورس کو عبور کر کے اُنہوں نے قونیہ کا محاصرہ کر لیا۔ امیر قلعہ اسلان سلجوقی بڑی شجاعت سے مدافعت کرتا رہا۔ مگر آخر میں شکست کا منہ اُس کو دیکھنا پڑا یہ قونیہ کے بعد صلیبی افواج شام کی طرف بڑھیں اور انطاکیہ کو گھیر لیا۔ یہاں

کے سلجوقی دالی باغیان نے پوری مدافعت کی۔ مگر صلیبی ایک قلعہ دار سے ساند باز کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور پوری مسلمان آبادی کو انہوں نے تہ تیغ کر دیا۔ امیر قوام الدولہ کو بوغاولی موصل انطاکیہ مدد کے لئے آیا۔ مگر ناکام لوٹا۔ پھر یہ صلیبی مجاہد شمالی شام کی طرف بڑھے مصر النعمان کو فتح کیا۔ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان قتل کئے۔ اسی قدر گرفتار کئے گئے۔ معرۃ النعمان کے بعد غرقہ کا محاصرہ کیا۔ امیر منقذ والی شیرز نے صلح کر لی۔ پھر صلیبی حمص پہنچے۔ یہاں کے حاکم جناح الدولہ نے بھی صلح کر کے مسلمانوں کی ان ظالموں سے جان بچائی۔ پھر اس جہم غفیر کا رخ ”عما“ کی طرف ہوا مگر وہاں سے منہ کی کھائی لے

پھر بیت المقدس کا رخ کیا۔ جنگ صلیبی کا آغاز میں سلجوقی نگران تھے۔ انطاکیہ کے بعد ناطمیہ مصر قبضہ کر بیٹھے۔ صلیبیوں کے حملہ کے وقت ان ہی کا یہاں تسلط تھا۔

**فتح بیت المقدس** | رجب ۴۹۲ھ، ۱۰۹۹ء کو صلیبیوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے سیلاب کو روکنے کی طاقت نہ تھی۔ بالیس دن محاصرہ کے بعد شعبان ۴۹۳ھ میں صلیبیوں کا قبضہ بیت المقدس پر ہو گیا۔ کئی ہفتوں تک قتل عام رہا۔ صرف مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار مسلمان قتل ہوئے۔ مسجد کا تمام طلائی و نقرئی بیش قیمت سامان لوٹ لیا۔ غرضیکہ بیت المقدس اسلام کے آغوش سے نکل کر صلیب کے دامن میں چلا گیا۔

بیت المقدس کے قبضہ کے بعد اس کے آس پاس کے تمام شہروں صور، عکہ، دلمہ اور یافند وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ گادڈفرے کے پاس تخت و تاج بیت المقدس کا پیش کیا۔ اُس نے قبول نہیں کیا۔ محافظ قبرستان کی حیثیت رکھی۔ انطاکیہ، یوہنید کو ملا۔ دہا، بوڈوین کے حصہ میں آیا۔ طرابلس، شام زمینڈ کو دیا گیا۔ اس طرح شام کے حصے ہو کر چار عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں۔ خلافت عباسیہ کی

لے ابن اثیر جلد ۱۰ ص ۹۸۔

گزوری اور امرائے سلاجقہ کی باہمی آویزشوں، امرائے اسلام کی ذاتی غرضوں سے یہ دروید بد مسلمانوں کو دیکھنا پڑا۔ غرضیکہ ان درندوں نے تمام مسلم آبادی کو تہ تیغ اور مال و متاع اور کتب خانوں کو نذرِ آتش کیا۔ تھوڑے عرصہ میں اس وحشت اور سفاکی سے سلاشام ویران ہو گیا۔

**وقائع بغداد** | شام کے علاقے پر نصرانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سلطان محمد کو اس طرف توجہ نہ ہوئی۔ وہ بغداد پر قبضہ و تصرف کرنا چاہتا تھا چنانچہ ۴۱۰ھ میں سلطان محمد نے بغداد کی طرف کوچ کیا۔ ستان طلی (قلب الدولہ) اسماعیل بن قوتی بن داؤد، چکر مش والی موصل سیف الدولہ والی حلب اور اس کے لڑکے بدران و دبیں موکب سلطانی کے ساتھ تھے۔ ۱

امیر ایاز جو برکیہ کی طرف سے اس کے بیٹے ملک شاہ ثانی کا ولی تھا وہ اور وزیر ابوالحسن سلطان محمد کی خدمت میں پیش ہوئے۔ مسجد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان نے ملک شاہ کو گلے سے لگایا۔ پھر امیر ایاز نے سلطان کی دعوت کی۔ خلیفہ نے بھی نواشات مبذول فرمائے۔ سلطان محمد نے عمان حکومت بغداد نبھائی۔ عدل و انصاف سے کام لینے لگا۔ بیکس موقوف کئے گئے۔ لشکریوں کو جبر و تعدی سے روک دیا اور ان کو بازاریوں میں جانے کی ممانعت کر دی۔ ۲

مگر انتظام ملک کا نہ چل سکا اور شورش پھیل گئی۔ آخر ۴۱۱ھ میں وہ انتقال کر گیا۔ ۱۲ سال سلطان محمود نے حکومت کی۔ خلیفہ اور شجاع تھا۔ جانشین اس کا بیٹا محمود ہوا۔

**مستظہر کی وفات** | ۱۵ ربیع الآخر ۴۱۲ھ میں ۱۴ سال کی عمر میں مستظہر نے بھی انتقال کیا۔ مدت خلافت ۲۵ سال ہے اس

۱۔ خط الشام کرد علی جلد ۲۵۳ ۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۱۱۔



کے عہد میں تین بادشاہوں تاج الملک تنش، سلطان برکیارق، سلطان محمد کے نام کے خطبہ پڑھے گئے یہ

**حادثات** مستظہر کے عہد میں بڑے بڑے حادثات رونما ہوئے۔ مشرق میں فرقہ باطنیہ نے بے حد ظلم ڈھائے۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی اور جنگ صلیبی کی وجہ سے ملک آتش جنگ بنا ہوا تھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ :-

**اوصاف** در مستظہر نہایت ملائم طبیعت، کریم الاخلاق، نیک کاموں میں جلدی کرنے والا، خوش خط۔ انشاء پرداز تھا۔ فنون میں اپنا کوئی ہمسرہ نہ رکھتا تھا۔ علم وسیع رکھتا تھا۔ شجاع، سخی، علما و صلحاء پر جان دینے والا۔ اس کا سارا عہد اہل بغداد کے لئے آرام و راحت کا زمانہ تھا۔ ۲۱

**علمی ذوق** علمی اعتبار سے مستظہر فاضل تھا۔ ادب و انشاء کا بلند ذائق رکھتا تھا۔ اس کی مختصر توقیعات اس کے ذوق ادب کا نمونہ ہیں۔

حسن انتظام اور رعایا کے سکون و راحت و فادغ البالی کے لحاظ سے بھی اس کا دور ممتاز تھا۔ گو اس کے عہد میں امرائے سلجوقی باہمی برسر پیکار تھے۔ باطنی علیحدہ شورش پر کمر باندھے ہوئے تھے۔ جنگ صلیبی کے بادل منڈلا رہے تھے مگر مستظہر کی حسن قابلیت سے بغداد محفوظ تھا۔

**ہمعصر علماء** محمد بن احمد بن ابی ہل الشری شمس الائمہ ابو بکر امام علامہ فقیہ ابن کمال ساسا دی۔ نے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے۔ آپ کو بادشاہ وقت نے کلمہ حق کہنے پر چاہ میں قید کر دیا۔ مگر آپ کے شاگرد کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ کر استفادہ حاصل کرتے تھے۔ اس قید کی حالت

لے تاریخ الخلفاء ص ۲۲۶ ۲۷۰ دول الاسلام ذہبی جلد ۲ ص ۲۱ ابن اثیر جلد ۱ ص ۱۸۹ -



میں اپنے تلامذہ کو مبسوط اپنی زبانی شرح لکھوائی اور اسی زمانے کی کتاب "العیادات و شرح کتاب الاقراء" ہے۔ مختصر الطحاوی بھی یادگار سے ہے۔ ششہ میں انتقال کیا۔

**وزیر سدید الملک** اسدید الملک ابوالمعالی بن عبدالرزاق ملقب بہ عزیز الدین علم و فضل میں بیگانہ روزگار تھا۔ اس نے مقتدی کے عہد میں وزیر ابوالشجاع کی صحبت اٹھائی تھی۔ ابوالشجاع نہایت عادل اور منصف وزیر تھا۔ اس کا معمول تھا کہ نماز ظہر کے بعد عدالت کا اجلاس کرتا تھا اور منادی کرا دیتا تھا کہ جس کسی کو کوئی شکایت ہو وہ آکر پیش کرے یہ

جج کو گیا تو مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں مسجد نبوی کو جھاڑو دیتا اور چراغ جلانا خاص طور سے انجام دیتا۔

سدید الملک بھی ابوالشجاع کے قدم بقدم اولاً چلا۔ آخر میں بہک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مستظہر نے قید خانے بھیج دیا۔



# خلیفہ مسترشد باللہ

**نام و لقب** | مسترشد باللہ ابو المنصور الفضل مستظہر باللہ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** | ابو القاسم بن بیان اور عبد الوہاب بن ہبہ اشدر البتی سے حدیث سنی اور محمد بن عمر بن الملکی الاہوازی اس کے وزیر علی بن طراد اور اسماعیل بن طاہر الموصلی نے اس سے حدیث روایت کی۔ اس کے علم و فضل کی نسبت اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ابن صلاح اور ابن سبکی نے اس کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ ابو بکر شاشی نے ایک کتاب فقہ میں تصنیف کر کے اس کے نام سے مشہور کی اور عمدة الدین خطاب پایا ہے

نہایت خوشخط تھا اور تمام خلفائے بنی عباس پر اس فن میں سبقت لے گیا تھا۔ اکثر مشہور کتابوں کو اصلاحیں دیا کرتا۔ جرأت، ہیبت و شجاعت اور مجاہدانہ سرگرمیوں میں بڑھا ہوا تھا۔

**خلافت** | مستظہر کی وفات کے بعد ربیع الآخر ۴۹۲ھ میں مسترشد باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ تیس برس پیشتر اس کی ولی عہدی کا اعلان ہو چکا تھا۔ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہونے پر اس کے بھائی ابو عبد اللہ، محمد ابو طالب عباس اور اس کے اعمام پسران مقتدی نے بیعت کی۔ بعد ازاں فقہاء، قضاة، اراکین دولت اور امراء سلطنت سے بیعت لی گئی۔ بیعت لینے پر قاضی ابوالحسن دامغانی مامور ہوئے۔

**وزارت** قاضی ابوالحسن دامغانی کو ہی خلیفہ نے عمدہ وزارت پر بحال رکھا۔ مگر کچھ دن بعد یہ معزول کئے گئے۔ سلطان محمود کے وزیر اثوجاچ محمد بن ربیب ابو منصور کو وزارت پر ممتاز کیا۔ یہ بھی ۵۱۶ھ میں معزول کئے گئے اور ان کے بجائے جلال الدین عمید الدولہ ابو علی حسن بن علی بن صدقہ کو قلمدان وزارت مرحمت کیا۔ یہ وزیر ریاست کے نظم و نسق کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کو جلال الدین، سید الوزراء، صدر الشرق والغرب اور ظہیر امیر المؤمنین کے خطابات مسترشد نے دیئے تھے۔

**وقائع** مسترشد نے اپنے ہوش و گوش سے کالم لے کر خلافت بنی عباس میں نئے سرے سے جان ڈالنے کی سعی کی۔ اس میں حکمرانی کا مادہ تھا چنانچہ دبیس خلیفہ کے مقابل آیا۔ مگر اس کو بقوت شکست دی۔ سلطان محمد اور سنجر میں چل گئی تو خلیفہ نے اپنی قوت کو بڑھالیا اور مخالفین سے برسر پیکار ہوا۔ سلطان محمود سلجوقی کے شہنہ کو بغداد سے نکال دیا۔ اس نے محمود سے جالگائی وہ بغداد آیا مگر اپنا پہلو کمزور دیکھا تو صلح کر لی۔ امرائے محمود نے محمود کو مشورہ دیا۔ بغداد کو آگ سے بھونک دیا جائے۔ اس نے کہا کہ یہ ایسا کام ہے کہ اگر سارے عالم کی سلطنت بھی مجھے ملے تو نہیں کروں گا۔

سلطان محمود بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے خلعت اور عربی گھوڑے اس کو عطا فرمائے۔ تقریباً دو ماہ وہ قیام پذیر رہا۔ ۴ ربیع الثانی ۵۲۱ھ کو اپنے مستقر چلا گیا۔

**باطنیہ** اصفہان میں ابن عطاش باطنی کی جماعت کو سلطان محمود نے فنا کر دیا۔ لیکن پھر بھی بہت سے لوگ قلعہ الموت میں رہ گئے۔ پھر ۵۲۴ھ میں محمود نے ان کا استیصال بھی بہت کچھ کر دیا۔

**وفات سلطان محمود** | اس کے بعد ۲۲۵ھ میں سلطان محمود نے وفات پائی۔

**سلطان مسعود اور طغرل** | سلطان محمود کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے داؤد کا نام خطبہ میں لیا گیا۔ سلطان مسعود نے داؤد سے دودو ہاتھ کئے۔ مگر داؤد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سلطان سنجر والی دے نے مسعود کی گوشالی کر دی اور مقام گنج میں اس کو مجبور کر دیا اور اس کے بھائی طغرل ثانی کو تخت نشین کیا۔

مسعود نے موقع پا کر ایک جماعت اپنی ہمنوا کی اور بغداد آیا۔ خلیفہ کو متفق کر ہمدان جا کر طغرل کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد داؤد کے ساتھ اس کا نام خطبہ میں آنے لگا۔ بادشاہ خلافت سے دونوں سلجوقی امراء کو خلعت نیابت سلطنت عطا ہوئے۔ چند روز بعد خلیفہ کی مسعود سے بگڑ گئی۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ خلیفہ اور اس کے فوجوں میں خوب جہاد و قتال ہوا لیکن خلیفہ کے لشکر نے شکست کھائی اور اس کے کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

**خلیفہ کی نظر بندی** | خلیفہ معہ خواص کے ہمدان کے قلعہ میں نظر بند کیا گیا۔ جب اہل بغداد کو خلیفہ کی گرفتاری کی خبر لگی تو لوگ بازاروں میں اپنے سروں پر خاک ڈالتے، شور کرتے ہوئے نکلے۔ عورتیں سر کے بال کھولے ہوئے خلیفہ کے لئے بین کر رہی تھیں۔ بغداد میں نماز و خطبہ بند رہا۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روز بغداد میں نہ لرزہ آیا اور کئی روز تک رہا۔ سلطان سنجر کو خبر لگی اس نے اپنے برادر زادہ ملک مسعود کو خط لکھا کہ تم خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین چوم کر معافی مانگو اور اپنے کو گناہگار ہر کر دو۔ کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے قہر الہی ہے اور مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ بدو

میں نماز خطبہ بند ہے جس کا عذاب آنا یقینی ہے اس کی جلد تلافی کرو۔ خلیفہ کو بعزت بغداد پہنچاؤ جیسا کہ ہمارے آبا کی عادت تھی۔ اُن کا غاشیہ خود اُٹھا کر لاؤ۔ ملک مسعود نے سلطان سنجر کی حروف بہ حروف تعمیل کی۔ سلطان سنجر کی فوج آئی اس میں چند بالینی بھی تھے خلیفہ غیمہ میں رونق افروز تھے۔ بالینی موقعہ پا کر گھس گئے اور اُن کو مجمعہ خواص کے شہید کر دیا۔ سلطان مسعود کو اس واقعہ کا بڑا صدمہ ہوا مثل عزاداروں کے سوگ منایا۔ بغداد میں اس خبر نے حشر بپا کر دیا۔ لوگ سرو پا برہنہ کپڑے پہاڑتے گھروں سے نکل آئے۔ خلیفہ سے اہل بغداد کو دلی ہمدردی تھی۔ خلیفہ کی شجاعت و عدل و انصاف نے ہر شخص کو گرویدہ بنا رکھا تھا۔

**واقعہ قتل مسترشد** | ۱۶ ذی قعدہ ۵۲۹ھ کو مسترشد کا قتل کا واقعہ ہوا یہ سترہ سال آٹھ ماہ فرائض خلافت انجام دیئے۔

**اوصاف** | مسترشد عابد و زاہد صوف کے کپڑے پہنتا۔ اپنے مکان میں عبادت کے لئے ایک جگہ بنا رکھی تھی یہ

وہ ایک عالی ہمت، بہادر، ہرشی، صاحب الرائے اور ہیبت و جبروت کا خلیفہ تھا۔ اُس نے خلافت کے پرآئندہ نظام کو از سرِ نظم و مرتب کیا اور ارکانِ شریعت کو استوار کیا۔ یہ خلیفہ خود جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔

**نظم سلطنت** | مسترشد ملک اور رعایا کی حالت کے سدھارنے میں لگا رہتا تھا اور رعایا پر بے حد شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔ ظلم و جور کا انسداد کیا۔ ۵۱۳ھ میں اپنی خاص جاگیر کے علاقہ میں ایک ظلم و زیادتی ہوئی کہ آدمی اور حکم جاری کیا کہ کسی کاشت کار و اجارہ دار سے مقررہ محل کے علاوہ کوئی شے نہ لی جائے۔

اہلِ عرفہ پر بھاری بھاری ٹیکس لگے ہوئے تھے ان کو ہٹا دیا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۱ ۲۔ ایضاً صفحہ ۳۰۳ ۳۔ ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۰

بڑھیا قسم کے کارخانے تھے۔ اُن پر جو ٹیکس تھا اس کو سرے سے موقوف کر دیا۔  
لڑائیوں میں بنفس نفیس نکلتا تھا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے :-

”مسترشد نے بنی عباس کے وقار و عظمت کو زندہ اور امور مملکت کو منظم کیا۔“  
**مصروف اوقات** | اس کا زیادہ وقت عبادت اور تلاوتِ قرآن پاک میں گزرتا تھا۔ جس روز شہید ہوا اُس دن بھی روزہ سے تھا

اور تلاوتِ کلام پاک میں مشغول تھا۔

**شہرِ پناہ کی درستی** | اس کے آثار میں سے بغداد کی شہرِ پناہ کی نئے طور سے تعمیر ہے جو انقلاب و حوادث سے شکستہ حالت میں تھی۔

اہلِ شہر کی مالی معاونت سے درست کرائی۔ مگر پھر خود حکومت کی طرف سے سب کی رقم واپس کر دی۔

**علمی ذوق** | مسترشد کے عہد میں اس کے علمی ذوق کا بغداد پر بڑا اثر پڑا۔ کیونکہ وہ خود علماء کی جماعت میں ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ اس کے

ادوگرد اس عہد کے فضلاء و علماء رہتے تھے۔

ابن اثیر کا بیان ہے :-

”وہ بڑا فصیح و بلیغ تھا۔ خط اس کا بڑا پاکیزہ، فصاحت و بلاغت کے ساتھ

وہ زبان آواز خطیب تھا۔ شعر و شاعری میں مسترشد مذاق رکھتا تھا۔

وہ شاعر بھی تھا۔“

کہتا ہے :-

ومن يملك الدنيا بغير مزامح

باقصى بلاد الصين بفض خواص

انا الاشقر المدعوى الملاحم

ستبلغ ارضي الهم خيلي وينقني

۱۔ دول الاسلام جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ طبقات الشافعية جلد ۱ صفحہ ۲۹۱ -

ترجمہ: ”میں ایسا گھوڑا ہوں کہ جنگوں میں بلایا جاتا ہوں اور جو دنیا کو بغیر  
مزامعت قبضہ میں لے آتا ہے۔ میرا شک بہت جلدارضِ روم پر قابض ہو جائے  
گا۔ قریب ہے کہ میری تلوار کی چمک اہل چین دکھیں۔“  
قید کی حالت میں یہ اشعار ورد تھے۔

ولا عجباً للابستون ظفرت بها      كلاب الوعادی من فصيح واعجه  
فخر بته وحشی سقت حمزہ الہدی      وموت علی من حسام ابن ملجم  
ترجمہ ۱۔ اگر شیر پر گویا گونگے گتے نے فتح پائی تو کچھ عجب نہیں ہے وحشی کے ہتھیار نے  
حمزہ کو شہرت شہادت چمکایا اور ابن ملجم نے علی کو ”ملہ“

**ابوعلی حسن بن علی** اعظمی کے منصب پر مامور کیا تھا اور بڑے بڑے خطاب  
دیئے۔ سلطان سلجوقی کے وزیر کو ابوعلی کی غیر معمولی قابلیت نے اس کا حاسد بنادیا تھا۔  
اس نے خلیفہ کو بھڑکا کر اس کو معزول کرادیا۔ کچھ عرصہ بعد مسترشد نے دوبارہ اُسے  
منصب پر مامور کیا اور خلعت سے نوازا اور ارکانِ دولت کو حکم تھا کہ جب وہ دیوان  
وزارت کو روانہ ہو تو احترام میں اُس کے آگے آگے چلیں۔ یہ پہلا وزیرِ اعظم تھا جسے یہ  
اعزاز بخشا گیا تھا۔ یہ اہل قلم ہی صرف نہ تھا صاحبِ سیف بھی تھا۔ شجاع تھا۔ اس کی  
شجاعت کا اندازہ اس سے کیا جاتا ہے کہ جب سلطان سنجر نے بغداد پہنچ کر خلیفہ کے  
خلاف ہنگامہ بپا کرنے کا قصد کیا تھا تو ابوعلی نے کہا بھیجا تھا۔

”اگر تم نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی حرکت کی تو یاد رکھنا اپنی مملکت کے ایک  
ایک چپہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اگر تم ایک فرسنگ بڑھو گے تو میں دوسرے  
پیش قدمی کروں گا۔“

مسترشد کے دل میں ابوعلی کی بڑی قدر تھی جب یہ بیمار پڑا تو خلیفہ نے خود  
عیادت کو گیا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۱۔



**سیاسی حالت** | مسترشد باللہ نے مقتدی باللہ کی پالیسی، احیائے دولت عباسیہ کی نئے سرے سے اختیار کی۔ مسترشد شجاع اور بہادر تھا۔ وہ سلجوقی سلاطین کو نظر میں نہ لاتا تھا کھل کر میدان میں اترتا۔ اُس کی تمنا تھی کہ پھر یہ دولت عروج حاصل کرے۔ مگر وہ ادادہ میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ ۵۲۰ھ میں مسترشد نے سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ پر چڑھائی کر دی اور اُس کو شکست دی۔ ممکن تھا کہ اس وقت وہ سلجوقیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا۔ لیکن محمود کو حاکم بصرہ نہنگی کی ملک پہنچ گئی وہ سنبھل گیا۔ پھر اُس نے امرائے سلجوق کو آپس میں بھڑا دیا۔ پھر نہنگی کی بری طرح خبر لی اور موصل تک بھگادیا۔ مسعود کے مقابلہ میں امیر سلجوق جو خلیفہ کا ہمرکاب تھا اُس کی دغا بازی کی وجہ سے خلیفہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ غرضیکہ مسترشد نے آخری دم تک خلافت عباسیہ کو باوقار اور پر عظمت بنانے میں سعی کی۔ مگر قضا و قدر میں کس کو چارہ ہے کہ باطنیوں کے ہاتھ سے جان بحق تسلیم ہوا۔ دل کی تمنا دل ہی میں لے گیا۔

**علمائے عصر** | محمد بن بیہبہ اللہ حلبی قاضی حلب فقیہ و زاہد تھے ۵۳۲ھ میں انتقال ہوا۔

ابراہیم بن اسماعیل بن احمد بن اسحاق بن شیدت المعروف بزاہد صفار کرکن الاسلام ابوالحق فقیہ و متورع۔ سلطان نجر بن ملک شاہ سلجوقی نے شہر مرو میں آپ کو بسایا۔ کتاب تخلص الزہد و کتاب السنہ و اعمامہ تصنیف ہے ۵۳۲ھ میں انتقال ہوا۔ عبد الغافر فقیہ محدث اپنے عہد کے علمائے کبار سے تھے۔ مجمع الغرائب فی غریب الحدیث یادگار سے ہے۔ ۵۳۰ھ میں انتقال ہوا۔

## خليفة الراشد بالله

**پیدائش** | راشد بالله ابو جعفر منصور بن مسترشد ۲۵۵ھ میں پیدا ہوا۔ اس کے باپ نے ذی قعدہ ۲۹۵ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد تختِ خلافت پر بیٹھا۔

**وقائع** | خلافت ماب کے عہد کا واقعہ دبیس کا قتل ہے کیونکہ یہ امیر اس قسم کا واقعہ ہوا تھا جس نے خلفاء اور سلاطین سلاجقہ کو بے حد پریشان کر رکھا تھا۔ گو سلطان مسعود سے اور دبیس سے صلح و آشتی تھی۔ مگر مسعود باطنی طریق پر اُس کو ٹھکانے لگانا چاہتا تھا۔ چنانچہ موقع پاتے ہی دبیس کا کام تمام کر دیا۔ صدقہ بن دبیس اپنے باپ کے انتقام کے لئے اٹھا۔ مگر مسعود نے رام کر لیا۔

**راشد اور سلطان مسعود** | زکوٰۃ سلطان مسعود کے پاس سے اس سے ذریعہ نقد جس کی تعداد چار لاکھ تھی لے خلیفہ راشد نے جواب دیا۔

”پدر بزرگوار ایک جتہ خزانہ میں نہیں چھوڑ گئے۔ جو کچھ مال و اسباب

اور ذریعہ نقد تھا وہ اُن کے ہمراہ تھا وہ سب کا سب لٹ گیا۔“

پرتش یہ سن کے خاموش ہو رہا۔ لوگوں نے خلیفہ سے کہا۔ پرتش محل پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ خلیفہ یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ فوجیں فراہم کر لیں شہر بنہا کی مرست کی گئی۔ موقع موقع سے دہس اور دمدمے بندھوائے۔ پرتش نے رنگ

دیکھ کر سعدؓ امرائے بلخ محلِ سرائے خلافت کے ٹوٹنے کو نہ کلا۔ عوام اور لشکرِ خلیفہ نے مقابلہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر کار خلافت مآب کے لشکر نے پرتش کی فوج کو میدانِ جنگ سے مار بھگایا۔ پرتش نے ناکامی کے بعد خراسان کا راستہ لیا۔ امیر بک شمعہ بغداد بھی چلتا ہوا۔ عوام اور لشکریوں نے سلطان کا مکان لوٹ لیا۔ ملک داؤد بن سلطان محمود و سعدؓ لشکرِ آذر بائیجان سے ۵۳۰ھ میں آیا۔ محسراٹے سلطانی میں مقیم ہوا۔ عماد الدین زنگی موصل سے پرتش بازدارہ والی قزوین، ہنس، بکیر والی، اصفہان، صدوقہ بن دبیس والی، حله، ابن برسی اور احمد سیلی وغیرہم بھی حضورؐ خلیفہ میں آ پہنچے۔ ملک داؤد نے پرتش بازدارہ کو بغداد کا شمعہ بنایا۔ خلیفہ راشدؓ نے نامح الدولہ ابو عبد اللہ حسن بن حمیز استاد دارہ اور جمال الدین اقبال کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

**وزارت** وزیر السلطنت جلال الدین ابوالرضا بن صدوقہ کو زنگی کی سفارش سے خلافت مآب نے پھر عہدہ وزارت پر سرفراز کیا۔

**قاضی القضاۃ** قاضی القضاۃ زہیبی بھی آگیا تھا۔ مگر زنگی کے ساتھ موصل چلا گیا۔ سلطان مسعود نے پہلے راشد کی نوبت شدگی۔ پھر بغداد پر حملہ کے ارادے سے چل کھڑا ہوا۔ جن امراء نے خلیفہ کا ساتھ دیا تھا وہ یہ مذہب دیکھ کر یکے بعد دیگرے کھسکنے لگے۔ یہاں تک کہ عماد الدین زنگی والی موصل بھی جو امراء میں خلیفہ کا سب سے بڑا معاون تھا وہ بھی بغداد سے نکلنے لگا۔ راشدؓ نے یہ امراء کا رنگ دیکھا تو خود بھی عماد الدین زنگی کے ساتھ موصل چلے گئے۔

**راشد کی معزولی** سلطان مسعود کے لئے میدانِ بالکل صاف تھا۔ اُس نے بغداد میں داخل ہو کر تمام فقہاء و قضاۃ کو جمع کیا اور اُن کے سامنے راشد کا وہ دستخطی عہد نامہ پیش کیا جس میں لکھا تھا :-

۱۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۲۳ ۲۔ ایضاً ص ۱۲۴ ۳۔ ایضاً ص ۱۲۵

”میں اگر فوج جمع کروں یا بغاوت کروں یا سلطان مسعود کے کسی ساتھی کے

ساتھ مقابلہ کروں تو میں خود بخود معزول ہو جاؤں گا“

اس عہد نامہ کو پڑھنے کے بعد ابن الکرخی قاضی بلدہ نے تمام فقہاء و قضاة کی تائید سے اس کی معزولی کا فتویٰ صادر کر دیا اور گیارہ ماہ اٹھارہ دن کے بعد راشد کے عہد خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ موصل کے قاضی کمال الدین محمد بن شہروری راشد کی خلافت کے سلسلہ سے بغداد آئے مقتضی نے اُن کو گمانٹھ لیا۔ اس نے بھی ابن الکرخی کی تائید کی۔

**راشد کا قتل** راشد کو اپنی علیحدگی خلافت کی خبر لگی تو وہ موصل سے ایک بڑی فوج کے ساتھ آذر بائجان کی طرف گیا۔ فوج کو بہت کچھ مال و دولت سے نوازا۔ وہ کٹ مرنے کو تیار ہو گئی اور آذر بائجان کے اطراف میں لوٹ مار کا ہاندا گرم کر دیا۔ پھر اُن کا رخ ہمدان کی طرف ہوا۔ وہاں بھی یہی فساد مچایا۔ بہت سے باشندے قتل ہوئے اور سولی پر چڑھائے گئے۔ علماء کی تدبیر فیوجوں نے کی۔ راشد نے اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثنا میں راشد بیمار پڑا۔ ۱۹ رمضان المبارک ۵۳۲ھ کو اس کے غمی غلاموں نے آگیرا اور چھریوں سے چھید ڈالا۔ بغداد میں خبر پہنچی۔ صف ماتم بچھی۔ تلہ شہرستان میں اصفہان کے باہر دفن کیا گیا۔

**اوصاف** راشد فصیح، ادیب، شاعر، شجاع، عقیل، سخی، نیک سیرت عادل تھا۔ عماد کا تب کا بیان ہے کہ راشد حسن یوسفی اور سخا حاتم لکھتا تھا۔

**سلطان عماد الدین** ملک شاہ سلجوقی کا غلام آق سنقر سپہ سالار نامور تھا وہ برکیاروق کے زمانے میں تنش ارسلان کے مقابل

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۲ ۲۔ مقدمہ الفخری ۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۱

۴۔ ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۳ ۵۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۱۔

حلب کے متصل مارا گیا۔ اس کے بیٹے عماد الدین کو بریکاروق نے مثل اولاد اپنے پاس رکھا اور شاہانہ طور سے تعلیم و تربیت اُس کو دلوائی۔ عماد الدین اپنے باپ سے زیادہ نامور اور صاحب عزت ہوا۔ سلطان محمود نے ۵۲۱ھ میں اُس کو موصل کی ولایت پر بھیجا۔ یہاں حکمرانی قائم کر کے حما کا قصد کیا اور حمص پر قبضہ کر لیا۔

۵۲۱ھ میں موصل میں حکومت قائم کی۔ اس کے بعد سیف الدین غازی بن عماد، پھر قطب الدین داؤد بن عماد الدین زنگی (۵۶۷ھ) سیف الدین غازی بن مودود (۵۸۹ھ) عز الدین مسعود بن مودود (۵۸۹ھ) نور الدین ارسلان شاہ بن مسعود (۶۱۶ھ) نصیر الدین بن محمود بن مسعود (۶۳۱ھ) بدر الدین لؤلؤ غلام (۶۵۷ھ) اسماعیل بن لؤلؤ (۶۶۷ھ) اس کے عہد میں تاتاری اس پر قابض ہوئے۔ حلب کے حکمران نور الدین محمود بن عماد (۶۷۴ھ) اسماعیل اس سے سلطان صلاح الدین نے حلب لے لیا۔

سنباط کے حکمران: قطب الدین مودود کا بیٹا سیف الدین موصل کا حکمران تھا۔ اس کے بھائی عماد الدولہ بن قطب الدین مودود نے سنباط پر قبضہ جمایا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قطب الدین ثانی (۶۷۶ھ) میں ہوا۔ پھر عماد الدین شہنشاہ (۶۷۶ھ) میں حکمران ہوا۔ اس کے بعد عمر (۶۷۷ھ) میں ہوا جس سے سلطان صلاح الدین نے حکومت لے لی۔

جزیرہ میں عزیز الدین کے بھائی سنجر (۵۷۶ھ) نے حکمرانی قائم کی۔ معز الدین محمود بن سنجر شاہ (۶۷۸ھ) مسعود بن محمود (۶۷۸ھ) یہ حکومت بنی ایوبی ممالک میں منسلک ہو گئی۔

عماد الدین کے تین بیٹے تھے۔ نور الدین، سیف الدین، قطب الدین، عماد الدین، کے قتل کے وقت نور الدین محمود موجود نہ تھا۔ اس نے اپنے باپ کی انگوٹھی لے لی اور حلب پر جا کر قابض ہو گیا۔ اس کے بھائی سیف الدین نے شہر پر پہلے ہی سے قبضہ کر لیا تھا۔ باپ کے بعد اس نے موصل پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۵۷۷ھ میں وفات پائی۔ اس کا بھائی قطب الدین جانشین ہوا۔ نور الدین اور قطب الدین میں یہ طے ہو گیا کہ بلاد روم پر نہ الدین کا اور جزیرہ پر قطب الدین کا اقتدار رہے۔

اس نے دمشق پر کئی بار فوج کشی کی مگر ناکامیاب رہا۔

۵۳۳ھ میں بعلبک پر قبضہ کیا۔ ۵۳۴ھ میں اُس نے شہر زور کو فتح کیا جس کا حاکم قبحی بن الپ ارسلان تھا۔ ۵۳۵ھ میں اس نے قلعہ جعبر کا محاصرہ کیا جس کا حاکم علی بن مالک عقیلی تھا۔ اثناء محاصرہ ہی میں مالیک کی ایک جماعت نے اس کو قتل کر دیا۔ ۶۰ سال کی عمر پائی یہ

عماد الدین نے ہی نجم الدین ایوب جس کا سلسلہ نسب لاودی کردوں سے ملتا ہے۔ بعلبک کا عامل مقرر کیا۔ نجم الدین کا بھائی شیر کوہ وزیر مصر تھا اور نجم الدین کا بیٹا سلطان صلاح الدین ایوبی ہے۔ شیر کوہ کو نور الدین نے اپنی طرف سے محسوس وجہ کا گورنر کیا تھا۔



۱۔ دائرۃ المعارف بیتانی جلد ۱۱ صفحہ ۴۴۰ و اعلام النبلا تاریخ حلب الشہداء از ہاشم طبارخ جلدی ۱۲۰ صفحہ ۴۸۲ -

# خليفة المقتضى الامر الله

**پیدائش** المقتضى الامر الله ابو عبد الله محمد بن منتظر بالله ربيع الاول ۴۹ھ میں پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** شاہی گھرانہ میں تعلیم پائی۔ دیگر علوم کی تحصیل کے بعد مقتضى نے ابوالبركات ابن ابوالفرج بن سنی سے حدیث سنی تھی۔ اور کچھ ابوالقاسم بن بیان (استاد مترشد) سے۔ اس سے ابو منصور الجوالیقی لغوی اور وزیر ابن ہبیرہ نے روایت کی۔

**خلافت** ارشد کی معزولی کے بعد سلطان مسعود دربار خلافت میں حاضر ہوا وزیر السلطنت شرف الدین زینبی اور صاحب مخزن ابن عسقلان بھی آگئے تو ابو عبد الله محمد بن منتظر بالله کو محل سرائے شاہی سے طلب کر کے سریر خلافت پر بٹھایا گیا۔ سلطان مسعود اور جدید خلیفہ نے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسم کھائی۔ سلطان مسعود نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی۔ بعد ازاں اراکین دولت، ارباب مناصب نعتاء اور قضاة نے بیعت کی۔ ۱۲ رزی الحج ۵۳۰ھ کا یہ واقعہ ہے المقتضى الامر الله کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

**وزارت** عمدہ وزارت پر شرف الدین علی بن طراد زینبی کو ممتا ز کیا۔ اس کے بعد ابن ہبیرہ وزارت عظمیٰ کے عمدہ پر سرفراز ہوا۔ سلجوقیوں کا زور توڑنے میں اس وزیر اعظم کا بڑا دخل تھا۔ اُس نے ہدایت کی تھی کہ مجھے صرف وزیر کا ہونا چاہیے۔ کیونکہ خدا نے حضرت ہارون کو وزیر کے لقب سے خطاب

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۴ ۲۔ ایضاً صفحہ ۳۰۵ ۳۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۲۴ -



کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو وزیر کے خطاب سے یاد فرمایا تھا۔ لہذا اس لفظ سے مجھے یاد کیا جائے۔ بلند پایہ فاضل، زبردست سیاستدان تھا۔ اہل قلم اور شاعر تھا۔

ابوالقاسم علی بن حسین کو موصل سے بلا کر قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

نائب سلطنت سلطان سنجر والی خراسان اور سلطان نور الدین والی شام ہندو نائب سلطنت تھے۔

وقائع مقتضی عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی عدل و انصاف سے کام لینے لگے اور تمام موانع کو دور کر کے پورے طور پر بغداد پر قابض ہو گیا۔ سلطان مسعود نے یہ خبر باطنی کی کہ حملہ سامان محل سرائے خلافت سے معہ گھوڑے وغیرہ قبضہ میں لے کر اپنے مستقر کو چلا ہوا۔ مگر سلطان سنجر اور سلطان مسعود کے مابین جنگیں ہونے لگیں۔ اُن کے ساتھی امراء اُن سے کٹ گئے۔ حکومت سلجوقیہ نرغے میں پھنس گئی۔ خلیفہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے اثر کو کام میں لایا۔ جس سے خلافت کی حرمت بڑھ گئی اور دولت عباسیہ نے پھر نئے طور سے اقتدار حاصل کیا۔

۵۵۵ھ میں سلطان مسعود بغداد آیا اور ایک دارالضرب بنائی۔ خلیفہ نے سبکہ بنانے والے کو گرفتار کر لیا۔ سلطان نے حاجب کو قید کر لیا۔ اس پر خلیفہ بگڑ گیا۔ مساجد تین دن تک بند رہیں۔ تمام رعایا سلطان سے بگڑ بیٹھی اس پر سلطان گھبرا گیا اور اُس نے حاجب کو رہا کیا۔

۵۵۶ھ میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ نور الدین حملہ اہل فرنگ محمود زنگی والی حلب نے اُن کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں

کی فتح ہوئی۔

۵۴۵ھ میں والی مصر الحافظ الدین احمد مرگیا۔ ۵۴۵ھ میں سلطان مسعود مرگیا تو بالفاق لشکر ملک شاہ سلطان بنا۔ خاص بیگ نے اوس پر خروج کیا اور اُس کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بھائی محمد کو خوزستان سے بلایا گیا اور سلطنت سپرد کر دی۔ سلجوقیوں کی خانہ جنگی سے خلافت ماب کو آزادی کا موقع ہاتھ لگا۔ چنانچہ اب خلیفہ مطلق العنان حکمران تھا۔

فتوحات | بغداد میں کچھ افسروں نے سرکشی کی۔ خود خلیفہ لشکر لے کر ان کی سرکوبی کو پہنچ گیا اور حملہ اور کوفہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور بعد کامیابی بغداد آیا۔ اُس دن بغداد میں بڑی خوشی منائی گئی۔

۵۴۵ھ میں سلطان سنجر غزو کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا اور اُس کو سائیس کے برابر تنخواہ ملا کرتی تھی۔

محاصرہ تکریت | ۵۴۵ھ میں ہی خلیفہ نے تکریت کے محاصرہ کے لئے سپر وزیر پرغون الدولہ اور ترشک کو مع لشکر کے بھیجا۔ یہ ناکام لوٹے تو ۵۴۶ھ میں خود خلیفہ تکریت پہنچا اور مسعود جلالی شجہ نے ارسلان بن طغرل بن سلطان محمد کو ساتھ لے کر مقابلہ کیا۔ خلیفہ کو فتح ہوئی۔

علاقہ مصر پر حملہ | غرضیکہ مقتضی نے قرب وجوار کے تمام ممالک پر اپنا اقتدار مقبوط کر عرصہ میں قائم کر لیا تو خلیفہ نے اپنی طرف سے نور الدین بن محمود بن زنگی کو حکم دیا کہ فوراً خلفائے فاطمی کے علاقہ شام و مصر پر جا کر قابض ہو جاؤ۔ نور الدین فرنگیوں سے برسر پیکار تھا۔ دمشق کے متصل علاقہ فتح کر لئے تھے۔ مگر خلیفہ کے حکم پر وہ معہ فوج گراں کے علاقہ مصر پر پہنچا اور قبضہ

لے تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۵۔

کیا۔ جس سے ارگاہِ خلافت سے اس کو خطاب ملک العادل عطا ہوا۔ اس کے بعد سے دولتِ فاطمیہ کی حکومت محدود ہو کر رہ گئی۔ اس واقعے سے متفقین کی شوکت اور بھی بڑھ گئی۔ مخالف امراء خوف کھانے لگے۔ یہ

**صلیبیوں کا حملہ** | صلیبیوں نے پھر ہاتھ پیر نکالے۔ بیت المقدس لے چکے تھے۔ اب نگاہِ دمشق پر تھی چنانچہ صلیبیوں نے حملہ کر دیا۔ وہاں کا والی نور الدین آبق تھا یہ اس کی فوج اور اس کے ساتھ رنا کار جہاد کے ذوق و شوق میں شریک ہو کر نصرا نیوں کے مدافعت میں مقابل آئے۔ اس اثنا میں آبق کی استدعا پر سیف الدین زنگی اور سلطان نور الدین زنگی فوجیں لے ہوئے محض سبچے۔ فرنگی یہ دنگ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور محاصرہ اٹھا کر چلتے ہوئے۔  
۵۵۵ھ میں سلطان نور الدین نے دمشق پر خود قبضہ کر لیا اور اپنے علاقے میں اس کو بھی شامل کر لیا۔

**سلطان ملک شاہ ثانی و سلطان محمد** | آل سلجوق میں سے سلطان مسعود کے بعد اس کا بھائی محمد بن محمود تخت نشین ہوا۔ اس نے خلیفہ پر فوج کشی کی اور جا کر بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ امراء نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ادھر یہ خبر لگی ملک شاہ ایلدکزن کی مدد سے ہمدان پر قابض ہو گیا۔ ناچار محاصرہ اٹھا کر چلتا بنا۔ ملک شاہ اس کی آمد کی خبر سن کر ہمدان سے نکل گیا۔ یہ اپنے مستقر اصفہان میں آیا۔ وہیں ۵۵۵ھ میں انتقال کر گیا۔

سلطان محمد کی وفات کے بعد بعض امراء نے اس کے بیٹے سلیمان شاہ کو سلطنت کے لئے بلایا اور بعضوں نے ارسلان بن طغرل کو بڑے قصبوں کے بعد ایلدکزن نے ارسلان کو جو اس کا بیب تھا تخت نشین کیا۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰۶ ۲۔ مجیر الدین آبق بن محمود بن یوری بن طغرل کن تاپک والی دمشق

۳۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۲۳۸ -

**وفات مقتضی** | چالیس سال کی عمر میں تختِ خلافت پر بیٹھا تھا۔ ۲۴ سال دو ماہ ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں انتقال کیا۔

**اوصاف** | ابن سمعانی کا بیان ہے کہ مقتضی پسندیدہ سیرت اور حکومت میں کامیاب تھا۔ اس میں عقل و دانش، علم و فضل، تدبیر و سیاست تمام باتیں جمع تھیں۔

مقتضی زاهد متورع تھا۔ تختِ خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے اس کا سارا وقت عبادت و ریاضت، تلاوتِ کلامِ پاک اور علمی مشاغل میں گزرتا تھا۔ طبعاً بڑا نرم خو، حلیم الطبع اور نیک سیرت تھا۔ اس کا دور عدل و انصاف اور نیکیوں سے سرسبز و شاداب تھا۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے :-  
 ”مقتضی سرتاج الخلفاء، عالم، ادیب، شجاع، حلیم، خوش اخلاق، خلافت کی تمام قابلیتیں اس میں تھیں۔ ایماندار شخص تھا حتیٰ کہ اس کی نظیر ائمہ مجتہدین میں بھی کم ملتی ہے۔ اس کے عہدِ خلافت میں کوئی بات خلافِ دیانت و امانت ظاہر نہیں ہوئی۔“  
 علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”یہ نیک سیرت مشکور الدولت خلیفہ تھا۔ دیندار، عقیل، فاضل، صاحبِ الرائے و لیاست، اس نے معاملاتِ امامت کو درست کیا اور رسومِ خلافت کو قائم کیا۔ بغداد اور عراق پر اس کا کامل تسلط تھا۔ احکامِ فرامین اپنے دستخط سے صادر کرتا تھا۔ ایک فوج مستقل مرتب کی۔ آخر دم تک اس کی فوجوں کو کبھی ناکامی کا مُنہ نہیں دیکھنا پڑا۔“

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳ ۲۔ ابن اثیر جلد ۱ ص ۹۶ ۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳

**سیاسی حالت** مقتضی جامع کمالات خلیفہ تھا۔ اس میں تدبیر و سیاست، شجاعت شہامت، جرأت و حوصلہ مندی بہت تھی۔ اُس نے سلا جقہ

کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر خلافت بغداد کو اُن کے اثر سے پاک و صاف کیا۔ اور سلطان مسعود کو اس کی حد سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اُس کے کسی حکم کو بغداد میں چلنے نہ دیتا تھا۔ بہ نفس نفیس منی لفین کی سرکوبی کے لئے تیار ہو جاتا اور اس کو مغلوب کر لیتا۔ اپنے کھوئے ہوئے علاقے بقوت واپس لے لئے عراق قبضہ میں آیا۔ خبر رسانی کا سلسلہ نئے سرے سے قائم کیا۔ بے دریغ رو پیہ صرف کرتا۔ ملک کے ہر گوشہ میں نصو کی طرح اُس کے خبر خیریں بھیجا کرتے تھے۔

مؤرخین نے خلیفہ مقتضی کے اتمام جرأت و عظمت اور خلافت کے ایفاء کے لئے جو کچھ لکھا ہے الفخری میں اس کی تفصیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

مقتضی نہایت بلند پایہ خلیفہ تھا۔ اُس نے عباسیہ کے دور عروج کی تجدید میں سعی و عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ سلطان مسعود نے اُسے تخت خلافت پر متمکن کرنے کے بعد خلافت کا تمام سیم و زر اور مال و اسباب سیٹھے اور عراق کے تمام نظم و نسق کے تمام اختیارات اپنے نائبین کے تصرف میں دینے کے بعد خلیفہ مقتضی کی خدمت میں اپنا قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ آپ اور آپ کے متعلقین کے مصارف کے لئے کتنی رقم درکار ہوگی تاکہ میں جاگیر مقرر کروں تو مقتضی نے جواب میں لکھا -

میرے اور میرے متعلقین کے روزانہ پلینے کے لئے اتنی خچر و جملہ سے پانی لا کر لاتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مصارف کے لئے کیا درکار ہو گا ؟

مسعود نے یہ جواب سُن کر کہا :-

”خدا خیر کرے بڑے بے ڈھب آدمی کا میں نے انتخاب کیا ہے“

**علمی ترقی** | مفتی نے اپنے قلمرو میں دینی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا۔ خود سخی، کریم، حدیث شریف کا عاشق اور خودء الم اور علماء کا قدردان تھا۔ اُس کے عہد میں بہت کچھ شورشیں اُٹھیں مگر ڈب گئیں۔ بغداد اُس کے عہد میں علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا۔ بڑے بڑے اکابر علماء بغداد میں اپنی درس گاہیں قائم کئے ہوئے تھے۔ اس کے زمانہ میں ابن الاثیر نخوی، یونس بن مغیث، جمال الاسلام بن سلم الشافعی ابوالقاسم الاصغفانی، صاحب الترغیب، ابن برجان مازری المالکی صاحب المعلم، اشاطی صاحب الانساب، جوالیقی امام حنفیہ ابن عطیہ صاحب تفسیر، ابوالسعادات بن شجری، امام ابوبکر بن عربی، ناصح الدین الارجانی شاعر، قاضی عیاض، حافظ ابوالولید بن الدباغ، ابوالاسعد ہبہ الرحمان القشیری، ابن علام الفرس المقرئ، فاد شاعر، قیسرانی شاعر، محمد بن یحییٰ شاگرد امام غزالی، ابوالفضل بن ناصر، ابوالکرم الشہرزی المقرئ، ابوداؤد شاعر، یہ عالم اسلامی کے شہداء سے تھے۔

**محدث** | حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغینانی فقیہ محدث شاگرد برہان الدین کبیر۔ ۵۴۲ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن عثمان بن محمد علیا باوی سمرقندی لقب حسام الدین تھا۔ عالم فاضل شاگرد محمد محمود اشروشی و استاد شیخ عبدالرحیم بن عماد الدین صاحب فصول عمادیہ ہیں۔ آپ نے فتویٰ کامل اور تفسیر مطلع المعانی وغیرہ تصنیف کی ہیں۔

ابوالفتح محمد بن احمد بن محمد بن معاویہ الاندجانی خطیب امام جامع ازجاء کان فیہا عالمی عقیفاً مکتراً۔

حدیث اور فقہ مروئی ابن الفتح الموفق بن عبدالکریم لہروی اور ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد الرازی السرخسی سے حاصل کی ۵۴۳ھ میں وفات پائی۔



**دولتِ ارتقیہ** ملک شاہ کا غلام ارتق ترکمانی تھا۔ یہ تیمور اور شجاعت میں نامور تھا۔ ترقی کرتے کرتے فوج کا سپہ سالار ہو گیا۔ اس کا لڑکا

معین الدین سقمان شجاعت اور مردانگی میں اپنے باپ سے بھی فائق تھا۔ اس نے سلطان برکباروق کے عہد ۷۱۳ھ میں قلعہ کیفا پر ایک جماعت کو ہمراہ لیکر حملہ بول دیا۔ یہاں کا حاکم موئی ترکمانی تھا۔ اُس نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر سقمان کی قوت کے آگے اُسکی ایک چلی جان بچا کر بھاگا۔ سقمان نے قلعہ کیفا پر قبضہ کیا اور حکمرانی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد علاقہ اردین پر بھی ہاتھ صاف کیا جس کے حدود و حکمرانی وسیع ہو گئے۔ ۷۲۳ھ میں اس حکومت کے دو حصے ہو گئے۔ ایک کامرکز قلعہ کیفا تھا دوسرا ماردین، امر لے حصہ کیفا، معین الدولہ تعالیٰ (۷۹۵ تا ۸۰۹) ابراہیم بن سقمان، رکن الدین داؤد بن سقمان، قمر الدین قرہ ارسلان بن داؤد نور الدین محمد بن ارسلان، قطب الدین سقمان بن محمد، ناصر الدین محمود بن محمد، رکن الدین مودود بن محمد، ۷۲۲ھ میں ایویوں نے اس سے حکومت چھین لی۔

ماردین کے امراء :- نجم الدین غازی بن ارتق (۵۰۲ھ) حسام الدین تیمور تاش بن غازی، نجم الدین ابی بن تیمور تاش، قطب الدین غازی بن حسام الدین بوبوق ارسلان غازی، ناصر الدین ارتق بن ارسلان غازی، نجم الدین غازی بن ارتق ارسلان قرہ ارسلان بن غازی، شمس الدین بن داؤد بن قرہ، نجم الدین بن قرہ، شمس الدین صالح بن نجم الدین غازی، منصور احمد بن صالح، صالح محمود بن احمد، مظفر داؤد بن صالح، طاہر محمد الدین عیسیٰ بن داؤد، صالح بن داؤد سے ۸۱۳ھ میں ان سے آل عثمان نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

**اتنا بکیہ دمشق** تنش الپ ارسلان سلجوقی کا غلام ظہیر الدین طغٹکین تھا۔ شام کے قبضہ پر یہ شہر یک جنگ رہا اور بڑے کا رہائے نمایاں دکھائے۔ اس پر سیف الاسلام کا خطاب تنش نے اس کو دیا اور اپنے بیٹے دقاق سلجوقی کا اتالیق مقرر کیا۔ دقاق باپ کا جانشین ہوا تو سیف الدین نے اُس کی بے حد خدمت کی۔ جب وہ مرا تو اُس کے چھوٹے لڑکے کو تخت نشین کیا۔ مگر تنش کا بڑا لڑکا بکتاش مقابلہ کے لئے آیا اور اُس کے ساتھ اُس نے بیت المقدس کے



نصرانیوں سے مدد لی مگر ناکام واپس گیا۔ دقاق کے بعد طفتگیں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ سیف الاسلام (۵۵۲۲) تاج الملوک موری، شمس الملوک اسمعیل، شہاب الدین محمود، جمال الدین، مجیر الدین البق ۵۵۲۹ء سے لڑائیوں نے یہ حکمرانی چھین لی۔ صرف سیف الدولہ کے خاندان میں ۵۲ برس حکمرانی رہی۔

**آتابکیہ اربل** | عماد الدین زنگی کے غلام زین الدین علی کو چک جو سپہ سالار تھا اُس نے سنہ ۵۵۲۲ء میں حرا، قلعه عفر حمیدیہ نیز قلعه ہائے ہکاریہ، تکریت اور شہر نور وغیرہ سب اس کے قبضہ میں تھے مگر اس نے اپنے آقا کے بیٹے قطب الدین مودود کے سپرد کر دیا۔ صرف اربل اپنے پاس رکھا۔

اس کے بعد زین العابدین ابوالمظفر جانشین ہوا۔ اس کا بڑا بھائی مجاہد الدین قائماد سیف الدین والی موصل سے امداد کا طالب ہوا۔ اُس نے حرا عطا کیا۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے پاس آیا۔ اس نے رہا جاگیر میں دیا اور اپنی بہن کی شادی اس سے کر دی۔ صلیبی جنگوں میں سلطان کے ساتھ ۶۲۰ھ میں اربل میں وفات پائی۔

**آتابکیہ آذربائیجان** | سلطان محمود سلجوقی کے وزیر اعظم کمال سمیدی کا ایک غلام ایلیز کر نامی تھا جس کو سلطان مسعود نے ارمینیہ کا والی مقرر کیا تھا۔ اُس نے آذربائیجان پر قبضہ کیا اور پچاس ہزار فوج کا سردار بن کر کرمان اور تغلیس تک قبضہ و تصرف کیا۔ (۵۵۳۱ء سے ۵۶۲۲ء تک اُس کے خاندان میں حکومت رہی۔

شمس الدین ایلیز کر (۵۳۱ - ۵۶۱) محمد پہلوان جہاں ابن شمس الدین (۵۵۸) قزل ارسلان عمان بن شمس الدین (۵۵۸۷) ابو بکر بن محمد (۵۶۰۷) مظفر الدین ازبک بن محمد (۶۲۲ھ)۔

آخر میں یہ دولت شاہان خوارزم کے مقبوضات میں شامل ہو گئی۔



**اتابکیہ فارس** | سلفہ مشہور سپہ سالار افواج سلاطین سلاجقہ کے پوتے سنفر نے یہ حکومت قائم کی۔ ۵۴۳ھ سے ۶۸۶ھ تک اس خاندان میں حکومت رہی۔ تانادر یوں کے ہاتھ یہ حکومت ختم ہوئی۔ نوبادشاہ ہونے جس میں مشہور زنگی بن سنفر، سعد بن زنگی، ابوبکر بن سعد بن کے عہد میں شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی تھے۔ محمد بن شاہ بن محمد۔ سلجوق شاہ بن سلفہ۔ آخری بادشاہ ابیش بن سعد تھا۔

اتابکیہ لورستان :- (ہزارہ اسپہ) اتابکیہ فارس کی شاخ ہے۔ سنفر کے فوجی افسر ابوطاہر نے یہ حکومت قائم کی۔ یہ ۵۴۳ھ سے ۵۹۲ھ تک رہی۔ پہلا بادشاہ ابوطاہر بن محمد تھا۔ آخری بادشاہ عیث الدین تھا۔

**شاہان ارمن** | امیر سقمان قطبی نے جو قطب الدین اسماعیل سلجوقی کا غلام تھا۔ شہر غلاط میں حکمرانی قائم کی (۵۹۳ھ سے ۷۰۴ھ) تک امیر سقمان کی اولاد میں حکمرانی رہی۔ آخری حکمران عز الدین یلیاں تھا۔ اس حکومت کے وارث سلاطین ایوبی ہوئے۔

**دولت غوریہ** | ہرات اور غزنی کے درمیان کا علاقہ غوریہ کہلاتا ہے۔ ۵۴۳ھ میں آل سام یہاں آئے۔ ان کے سردار قطب الدین محمد بن حسین غور نے اس علاقہ پر مالکانہ قبضہ کیا۔ قطب الدین نے اس طرف اپنا اقتدار جما کہ بہرام شاہ مسعود بن ابراہیم والی غزنی سے رشتہ قائم کیا۔ مگر بہرام شاہ اس کی عظمت سے گھبرا گیا اور اس کو قتل کرا دیا۔

آل سام نے اس کے بھائی سیف الدین کو اپنا سردار منتخب کر لیا اور قہاص میں بہرام شاہ پر چڑھائی کر دی۔ تاب مقابلہ نہ لاکر بہرام ہندوستان چلتا ہوا سیف الدین نے میدان خالی پا کر غزنی پر قبضہ و تعرت کیا۔ بہرام ہندوستان سے ایک لشکر کشیر کے ہاتھ غزنی لوٹا اور سیف الدین کو معرکہ میں گرفتار کر کے سولی دے دی اور پھر غزنی پر حکمرانی کرنے لگا۔

قبیلہ غور نے علاء الدین حسین کو اپنا سردار بنایا اور اس کا لقب جہاں سوز رکھا۔

۷۵۵ء میں اس نے غزنین پر چڑھائی کر دی اور بہرام شاہ کو بے دخل کر کے اپنے بھائی سیف الدین محمد کو غزنین کا والی مقرر کیا۔ علاء الدین کا ۷۵۶ء میں انتقال ہوا تو اس کا بھائی غیاث الدین محمد بن بہاء الدین، سام بن حسن غزنوی کے تخت پر بیٹھا۔ غیاث الدین کا بھائی شہاب الدین غوری تھا۔ اس نے غزنین سے لے کر ہندوستان تک آل سبکتگین کے تمام مقبوضات پر تسلط کر لیا۔ شہاب الدین کے ہاتھوں ۷۱۳ سال کے بعد ۷۵۶ء میں غزنوی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

شہاب الدین نے مہاراجہ پرمتی رائے کو شکست دے کر دہلی کو فتح کیا اور ۷۵۷ء میں تخت پر جلوہ فرما ہوا۔ اس کے بعد اپنے غلام قطب الدین ایبک کو اپنا جانشین کر کے غور واپس ہوا۔ راہ میں انتقال کر گیا۔

قطب الدین ایبک کے خاندان میں دہلی کی سلطنت ۶۲۲ء سے ۶۸۹ء تک رہی شمس الدین التمش، ناصر الدین محمود جلیل القدر شاہان دہلی تھی۔ معز الدین کی قیاد پر اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔



# خلیفہ مستنجد باللہ

**نام و نسب** | ابوالمظفر مستنجد باللہ بن مقتضی طاؤس نامی ام ولد کے بطن سے  
۱۰۵۰ھ میں پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** | بٹانہ طور طریق سے تعلیم و تربیت ہوئی۔ علمی فضیلت حاصل  
کی۔ ادب میں ید طولی تھا۔ علم ہیئت سے دلی لگاؤ تھا۔

**خلافت** | مقتضی لامر اللہ کی وفات کے دن ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ کو سریر الیٹ  
خلافت ہوا۔

مستنجد نے بیعت خلافت لینے کے لئے دربار عام منعقد کیا اور اولاً خاندان کے  
ممبران نے بیعت کی۔ سب سے پہلے اس کے چچا ابو طالب نے بیعت کی۔ بعد ازاں  
وزیر سلطنت عون الدین بن ہبیرہ اور قاضی القضاۃ نے بیعت کی۔ بعدہ اراکین دولت  
اور علماء بیعت کرنے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ جامع مسجد میں اُس کے نام  
کا خطبہ پڑھا گیا۔

**وزارت** | عون الدین ابن ہبیرہ کو بدستور عہدہ وزارت پر سرفراز رکھا۔ گورنران  
صوبہ جات اپنے اپنے صوبہ پر بحال رکھے گئے۔

**معافی ٹیکس** | تخت نشینی کے خوشی میں ٹیکس اور محصول معاف کیا گیا۔ بیس اروس  
اور استاد وار کو خلعتیں عنایت ہوئیں یہ

**قاضی القضاۃ** | ابو الحسن علی بن احمد دامغانی قاضی القضاۃ کو معزول کر کے  
ابو جعفر عبداللہ ثقفی کو عہدہ قضا پر مامور کیا۔

**زام حکومت** | علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :-  
 ”خلیفہ مستنجد خلفائے بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس نے استقلال اور استحکام کے ساتھ زمام حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی۔ شیرازہ حکومت و خلافت مابین موصل، واسط، بصرہ، حلوان میں منتشر ہو گیا تھا اور حکمرانی کے مشین کے پُزے ڈھیلے ہو گئے تھے یہ ان پر اپنی حسن تدبیر سے غلبہ حاصل کیا اور آذادانہ خلافت کے فرائض انجام دینے لگا۔“

**وقائع** | ۵۵۲ھ میں سلطان سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلان نے ۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں نے سر اٹھایا۔ خلافت ماب نے امیر ترشک کو بلاد رنجت سے طلب کیا۔ اس نے عدم حاضری کی معافی چاہی۔ خلیفہ نے فوج بھیج کر اُس کا سر اُتر دیا۔  
 ۵۵۸ھ میں خلافت ماب نے قلعہ مالی کو سنقر ہمدانی کے ملوک کے قبضہ سے نکال لیا۔

**عربوں کی سرکشی** | ۵۵۶ھ میں خفاجہ، حله، اور کوفہ میں عرب بغاوت کر بیٹھے۔ وزیر سلطنت نے خود جا کر ان کی سرکوبی کر دی۔ پھر انہوں نے معذرت نامہ لکھ کر دربار خلافت میں روانہ کیا۔ خلافت ماب نے منظور فرمایا۔ اور اُن کے قصور معاف کئے۔

بنی اسد ساکنان حله اکثر شورش کیا کرتے اور انہوں نے سلطان محمد کا ساتھ بھی دیا تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے ۵۵۸ھ میں امیر یزدان بن قماح کو اُن کی جلاوطنی اور سرکوبی کے لئے بھیجا اُس نے جا کر اُن کو عراق سے مار کوٹ کر ہجگا دیا اور حله اور کل بلاد اسد بن معدوت کو دے دیئے گئے۔

۱۵ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۵۴ ۱۵ ایضاً ۱۵۷

**واسط میں بغاوت** | بصرہ امیر منکبرس کی جاگیر میں تھا جو خلیفہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ۵۵۱ھ میں وہ قتل ہوا یکشنبین مامور کیا گیا۔ ابن سناکبر اور زادہ شملہ والی خراسان نے بصرہ پر چڑھائی کی اور کامیاب ہو گیا۔ پھر اُس نے واسط کی طرف رخ کیا۔ مگر خطو برس سے مقابلہ ہوا اور خطلو گرفتار ہو گیا جو ۵۶۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے ابن سناکبر کی ہمت پست ہو گئی اپنے مستقر کو لوٹ گیا۔

۵۶۲ھ میں شملہ والی خوزستان نے بقصد عراق کوچ کیا۔ سفر و قیام کرتا ہوا قلعہ ماہکی تک پہنچا۔ خلافت مآب سے صوبہ بات اسلامیہ کی گورنری کی درخواست کی جو نامنظور کی گئی تو اپنے ملک لوٹ آیا۔ خلیفہ کی ہیبت طاری تھی اُس کے قدم بڑھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

**وزارت پر نیا تقرر** | جمادی الاول ۵۶۲ھ میں ابن ہبیرہ نے انتقال کیا۔ اس کا نائب وزیر کام کرتا رہا۔ ۵۶۳ھ میں شرف الدین ابو جعفر احمد بن محمد سعید معروف بہ ابن بلدجی ناظر واسط کو قلمدان وزارت سپرد فرمایا۔ اور حکم دیا کہ عضد الدین ابو الفرج بن دبیس رئیس الرؤسا امور سلطنت میں حد سے ذخیل اور پیش پیش ہے۔ اُن کی اودان کے آدروں کی دیکھ بھال رکھی جائے اور اگر اپنی حرکت سے باز نہ آوے تو کل اختیارات سلب کئے جائیں۔ وزیر نے حکم پر عمل کیا جس سے تمام عمال کے کان کھڑے ہو گئے۔ دیانت سے کام انجام دینے لگے بدظنی اور خود مری جاتی رہی۔

**واقعات سلطان نور الدین** | سلطان نور الدین کو مقتضی کے زمانہ سے مصر لینے کی تمنا تھی چنانچہ ۵۶۲ھ میں شاور وزیر عاصد

۱۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۵۹۔ ۵۲ شاور وزیر عاصد معزول کر دیا گیا تھا۔ مصر سے نور الدین کے پاس آیا اور کہا پھر مجھ کو وزارت دلو اور تو میں تیرا حقہ مصر کا دینے کو تیار ہوں۔

کی استدعا پر امیر اسد الدین شیرکوہ کو دو ہزار سوار ہمراہ کر کے مصر کی طرف روانہ کیا۔ شیرکوہ جزیرہ میں اُترا۔ پھر مصر کا دو ماہ محاصرہ کیا۔ والی ثمیر بنو فاطمی نے فرنگیوں سے امداد طلب کی۔ وہ خود ہی مصر لینے کے درپے تھے۔ چنانچہ عاضد الدین اللہ کی معاونت کے لئے دمیاط سے فرنگی آئے۔ مگر امیر اسد الدین نے صعیہ کا دُخ کیا اور وہاں مصریوں سے مقابلہ کیا۔ دشمن پر فتح پائی۔ ہزاروں فرنگی مارے گئے۔ امیر اسد الدین نے صعیہ پر قبضہ کر کے اہل شہر کا خراج معاف کر دیا۔

فرنگیوں نے اسکندریہ کا قصد کیا۔ اس پر امیر اسد الدین کا بڑا دردہ امیر صلاح الدین یوسف بن ایوب قابض ہو چکا تھا۔ فرنگیوں نے چار ماہ برابر اسکندریہ کو محصور رکھا۔ آخر امیر اسد الدین اس طرف بڑھا۔ فرنگیوں سے مقابلہ ہوا وہ شکست کھا کر راہ فرار پر مجبور ہوئے۔ یہاں سے فراغت پا کر امیر اسد الدین شام لوٹ آیا۔ ۶۱۵ھ میں فرنگیوں نے ایک فوج گراں لے کر جس میں ہزار ہا ممالک مغرب کے صلیبی جنگ جو تھے۔ دیا یہ مصر پر حملہ کیا اور ابلیس پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد قاہرہ کو محصور کر لیا۔

شاہ وزیر مصر نے صلیبیوں کے خوف سے خود قطاس میں آگ لگادی اور مجبوری درجہ عاضد فاطمی نے سلطان نور الدین سے استدعا کی کہ وہ معاونت کرے۔ اسد الدین اپنی فوجیں لے کر پہنچ گیا۔ فرنگیوں کو اُس کی آمد کی خبر لگی تو ہجاگ گئے۔ وزیر شاہ نے جو وعدے اسد الدین سے کئے تھے اُس سے منخوف ہو گیا تو عاضد نے اُس کو قتل کرادیا۔ عاضد الدین اللہ نے اسد الدین کو وزارت پر سرفراز کیا اور خلعت عطا کیا۔

اسد الدین شیرکوہ مرتے وقت ۶۱۵ھ تک وزیر مصر رہا۔ اس کے بعد عاضد الدین اللہ نے اس کے برادر زادہ صلاح الدین یوسف کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا اور ملک ناصر کا خطاب عطا کیا۔ صلاح الدین اس کے آخر وقت تک وزارت کے عہدے پر قائم رہا۔ صلاح الدین کے حسن اخلاق اور خوبی انتظام نے مصریوں



کو بالکل گرویدہ بنالیا تھا۔

**وفاتِ مستنجد** رئیس الرؤسا کا ہمنوا قطب الدین قائماز مظفری تھا۔ عضد الدین کو خلیفہ سے کچھ مخالفت سی ہو گئی۔ اتفاقاً ۵۶۶ھ میں خلافت

مآب بیمار پڑے۔ رفتہ رفتہ مرض میں اشتداد پیدا ہوا۔ عضد الدین اور قطب الدین خلافتِ مآب کی بیدار مظفری سے تنگ آ گئے تھے۔ شاہی طبیب سے سانا باز کر لی۔ اس نے ان لوگوں کی سازش سے خلافتِ مآب کی موت کی یہ تدبیر نکالی کہ خلافتِ مآب کو حمام میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔ خلیفہ کا دم گھٹ گیا۔ تھوڑی دیر میں جان بحق ہو گئے۔ یہ واقعہ ۹ ربیع الآخر ۵۶۶ھ کا ہے۔

جس وقت خلیفہ کی موت کی ہولناک خبر مشہور ہوئی وزیر السلطنت امراء لشکر کل فوجیں مسلح کر کے محلِ سرانے خلافت کے دروازے پر جمع ہو گئیں۔ عضد الدین نے یہ رنگ دیکھ کر بلند آواز سے کہا امیر المؤمنین کو غش آ گیا تھا اب افاقہ ہے اور خلیفہ کے بیٹے ابو محمد حسن کو بلا کر بیعتِ خلافت کر لی یہ مستنجد نے دس سال خلافت کی ۵۶ برس کی عمر پائی۔

**اوصاف** مستنجد، مقتضی سے بھی زیادہ عادل اور فیاض تھا اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے لئے نہایت سخت۔

ایک بار کسی باغی کو گرفتار کیا۔ ایک امیر نے اس کی سفارش کی اور دس درہم اس کی طرف سے بطور جبرمانہ پیش کئے۔ مستنجد نے کہا۔

”میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں کہ اس قسم کا کوئی دوسرا مفسد پکڑ لاؤ تاکہ میں اس کو قید کروں اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔“

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۵ ۲۔ ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۵

۳۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۶۱۔

ابن جوزی کا بیان ہے :-

”مستجد رائے صائب رکھتا تھا۔ ذکا غالب اور فضیلت ماہرہ رکھتا تھا  
نظم بدیع اور نشر بلیغ لکھتا تھا۔ علم ہیئت میں دستگاہ کامل تھی۔  
اسطراب کا استعمال بہت صحیح کرتا تھا“ ۱۷

**علمی ترقی** | مستجد نے اکابر علماء کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ نظام الملک  
کے مدرسہ کو ترقی دی۔ اس مدرسہ کے صدر المدرس حضرت عبدالقادر  
سہروردی تھے۔ مستجد نے دس سال حکمرانی کی۔ اس کے عہد میں اکابر صوفیہ کا  
بغداد میں قیام تھا۔ ان کے علمی فیض سے ان دنوں بغداد فضل و کمال کا مرکز بن  
گیا تھا۔ خانقاہیں تشنگانِ علم سے بھری ہوئی تھیں۔ اس کے زمانے میں اشاعت  
اسلام خوب ہوئی۔

**ہمعصر علماء** | دلیلی صاحبِ مسند الفردوس۔ عمرانی صاحبِ البیان ابن بزری  
شافعی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی۔ امام ابو سعید سمعانی۔  
ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی۔ ابوالحسن بن ہزلی المقرئ۔ ۱۸ ان جلیل القدر  
علماء و صوفیاء نے مستجد کے عہد میں وصال فرمایا۔



۱۷ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳۴ ۱۸ ایضاً

# خليفة مستضي بامر الله

نام ولقب | ابو محمد حسن بن مستنجد بالله من كنيز مستماه غصنه کے بطن سے ۵۳۶ھ میں پیدا ہوا۔

خلافت | مستنجد کے انتقال کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے کہ امیر عضد الدین و قطب الدین نے اپنی وزارت اور اپنے بیٹے کے لئے استاد داد اور قطب الدین کے لئے سپہ سالاری کا عہدہ طے کر کے ابو محمد حسن کو تخت خلافت پر بٹھایا۔ المستضي بامر الله کے لقب سے ملقب کیا۔ بعد ازاں خاندان خلافت سے بیعت خاصہ لی گئی۔ اگلے دن دربار عام میں بیعت عامہ ہوئی۔

وزارت | قلمدان وزارت عضد الدین کے سپرد ہوا۔ اس کا بیٹا کمال الدین استاد داد مقرر ہوا۔

امیر العسکر | اور عساکر اسلام کی سرداری قطب الدین قانماز کو دی گئی۔

وزیر خزانہ | ابو بکر بن نصر بن عطار کو وزیر خزانہ مقرر کیا اور اس کو خطاب ظہیر الدین عطا فرمایا۔

عتاب شاہی | وزیر سلطنت قدیم ابو جعفر جو خود سر تھا اس کو بلا کر قتل کرادیا اور قاضی ابن مزاحم کو گرفتار کر کے جیل خانہ بھیج دیا۔ یہ بڑا ظالم، خود سر اور غاصب تھا۔ اس واقعہ سے تمام عمال کی آنکھیں کھل گئیں اور تمام عراق پر کامل سکون ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ میں تمام قلمرو میں خوشحالی کے اثرات پھیلنے لگے۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۳ ۲۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۱۱ ۳۔ ایضاً صفحہ ۲۶۱۔

لگے۔ باشندے امن و امان سے زندگی کے دن گزارنے لگے۔ اہل بغداد کو زمانہ دراز کے بعد امن و چین نصیب ہوا۔

ابن جوزی کا بیان ہے :-

”مستفی نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی منادی کرا دی کہ آج سے تمام ٹیکس معاف کئے گئے۔ پھر رد مظالم کی طرف توجہ کی اور ایسا عدل و کرم پھیلا یا جس کی مثال کم ملتی ہے۔ ہاشمیوں اور علویوں کو دولت سے مالا مال کر دیا۔ علمائے مدارس کو پیش قرار و وظائف عطا کئے۔ مراہیں بنوائیں“۔

**سناوت** | مستفی کی طبیعت میں فطری طور سے سناوت تھی۔ وہ ہمیشہ ہر شخص پر احسان کرتا۔ حتیٰ کہ اربابِ دولت و اراکینِ سلطنت کو بھی انعام عطا کئے۔ چنانچہ مخزنِ وزری کا بیان ہے کہ ایک ہزار تین سو قباء ابریشمی لوگوں کو عطا کیں۔

جب اُس کے نام کا خطبہ بغداد کے ممبروں پر پڑھا گیا تو حسبِ رسم قدیم دینار تصدق کئے گئے۔

**قاضی** | روم بن حدیثی کو قاضی کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ سترہ غلام قاضی صاحب کو عطا کئے کہ محکمہ قضا چھ تک آنے کے لئے جلو میں رہیں اور اردلی کا کام دیں۔

ابن جوزی نے لکھا ہے :-

”مستفی نے یہ انتظام کیا تھا کہ وہ حجاب میں رہے۔ اس کے پاس سوائے خدم کے کوئی جا نہیں سکتا تھا جب کہیں تشریف لے جاتا تو خدم و حشم ساتھ ہوتا۔ لوگ اس کی زیارت کے مشتاق رہا کرتے۔

**واقع مصر** | مصر میں امیر صلاح الدین یوسف نے جامع مسجد مصر عباد و زہاد کے واسطے کھول دی۔ ورنہ عہد بنو فاطمی میں بند پڑی تھی۔ سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مستغنی بامر اللہ کے نام کا خطبہ مصر کی جامع مسجد میں پڑھوایا اور سلطان نور الدین کو اس کی اطلاع کی۔ سلطان نے شہاب الدین المنظرین العلّامہ شرف الدین کو یہ خوشخبری لے کر خلیفہ کے پاس بھیجا اور عباد کاتب کو حکم دیا کہ ایک تمنیت نامہ لکھو کہ تمام ممالک اسلامیہ میں پڑھا جائے۔ کاتب کا بیان ہے کہ میں نے اس تمنیت نامہ کو اس طرح شروع کیا :-

”خدا واحد حق کے بلند کرنے والے اور باطل کو نابود کرنے والے کا احسان ہے۔۔۔ اور آگے بڑھ کر لکھا کہ ان شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر مولانا امام مستغنی بامر اللہ امیر المؤمنین کا خطبہ نہ پڑھایا گیا ہو۔“

جب یہ تمنیت نامہ خلافت مآب کے حضور میں پیش کیا گیا تو خلیفہ معظم نے سلطان نور الدین کو خلعت و تشریفات، امیر صلاح الدین یوسف کو علم عباسیہ اور حکومت کا فرمان اور خطیبوں کو انعام اور عہد کاتب کو ایک سو دینار اور خلعت عطا فرمایا۔  
**پہراغاں** | بغداد میں اس خبر سے خوشی کی عام لہر دوڑ گئی۔ باندار سجاٹے گئے اور پہراغاں کیا گیا۔

**سند حکومت** | نور الدین محمود نے دربار خلافت میں قاضی کمال الدین ابو الفضل محمد بن عبد اللہ شہزوری کو بھیجا اور خلیفہ سے یہ استدعا کی کہ مصر، شام، جزیرہ موصل جو اس کے قبضہ و تصرف میں تھے اور دیار بکر غلاط، بلاد روم، قلع، ارسلان جو اس کے مطیع تھے ان کی سند حکومت عطا ہو اور داب ہارون اور بلاد سواد عراق کو بطور جاگیر طلب کیا جیسا کہ اُس کے باپ کو شاہی عطیہ تھا۔ خلافت مآب نے سلطان نور الدین کے سفیر کو ہم کلامی سے عزت بخشی اور بطیب خاطر

نور الدین کی درخواستیں منظوری سے شرف اندوز ہوئیں۔

**دولت فاطمیہ کا خاتمہ اور دولت ایوبیہ کا ظہور** | مستغنی کے عہد میں بڑا حادثہ دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہے۔ آخری فاطمی خلیفہ عاضد باللہ کے سارے نظم و نسق کی باگ امیر صلاح الدین کے ہاتھ

میں آچکی تھی۔ عاضد بالکل بے دست و پا ہو گیا تھا۔ اُس نے ۵۶۷ھ میں انتقال کیا۔ ۶۷۲ سال کی با عظمت سلطنت کا اس کے دم کے ساتھ خاتمہ ہو گیا اور دولت ایوبیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ مصر کے حملہ انتظام کے بعد اس کو خدشہ یہ دامن گیر ہوا کہ سلطان نور الدین مصر سے شاید مجھے ہٹا دے۔ چنانچہ یمن پر اس کی نگاہ گئی۔ اپنے بھائی توران شاہ کو فوج کے ساتھ حبش کی طرف روانہ کیا لیکن یہ سرزمین پسند نہ آئی۔ اس لئے یمن کی طرف رخ کیا اور اس کو بقوت نہیرنگین کر لیا۔ وہاں مادی اقتدار تو صلاح الدین کا قائم ہو گیا۔ لیکن مستغنی اور نور الدین کی حکمرانی کے اثرات غالب تھے۔

**وقائع** | ۵۶۹ھ میں نور الدین محمود نے نگی پندرہ سال فوت ہوا۔ اس کا بیٹا اسحاق ملک صالح گیا۔ یہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ شام کے لوگوں نے اور صلاح الدین نے تخت نشینی کو قبول کیا۔ مگر سیف الدین نے نگی نے بھائی کے مرنے کی خبر سنی۔ نصیبین، خابور، حراں، دہا پر قبضہ کر لیا۔ ملک صالح معہ فوج کے حلب روانہ ہوا کہ چچا کو آگے نہ بڑھنے دے۔ اسی اثناء میں صلاح الدین نے شام پر حملہ کر دیا اور اُس کو ۵۷۷ھ میں نہیرنگین کر لیا۔ اس کے بعد حمص، حما، بعلبک کو فتح کیا اور حلب ملک صالح کو دے دیا۔

**اوصاف** | مستغنی نیک سیرت، عادل، حلیم اور سخی تھا۔ اس نے نو سال چھ ماہ افراتض خلافت انجام دیئے۔ اس میں کسی فرد کو شکایت کا موقع نہ دیا وہ صالح اور کامیاب خلیفہ تھا۔ وسط ایشیا سے لے کر مصر و مغرب تک میں اس کے

نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اعلیٰ کا خیر خواہ تھا۔ اس کے عہد میں امیر و غریب سب خوش تھے۔  
اس کے حسن سلوک سے اکثر بادشاہ مطیع ہو گئے۔

مستضیٰ نے ۲ رزی قعدہ ۷۵۵ھ کو نو سال چھ ماہ و نصف  
مستضیٰ کی وفات | خلافت انجام دے کر وفات پائی۔

ابن الخشاب نحوی۔ ملک النجات ابو نزار الحسن بن صافی حافظ  
ابو العلاء الہمدانی۔ ناصح الدین ابن الدیان نحوی۔ حافظ الکبیر ابو القاسم

بن عساکر۔ حیض بیض شاعر۔ حافظ ابو بکر بن خیر۔

محمد بن عثمان بن علی بن محمد سکیندی بخاری۔ ابو عمرو فقیہ، محدث،  
عابد، زاہد، شاگرد امام ابو بکر۔ محمد بن ابی سہل نخعی و

استاد صاحب ہدایہ ۷۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ محمد بن مسعود بن الحسن کاشانی، شیخ ابو الفتح  
فقیہ، شاگرد تھے۔ ایک عرصہ تک عمدہ قضا پر متاثر رہے۔ ۷۵۲ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن علی بن عبدالعزیز بلخی صاحب شرح جامع صغیر ۷۵۲ھ میں فوت ہوئے۔  
محمد بن یوسف حسینی ابو القاسم ناصر الدین سمرقندی، امام جلیل القدر مفسر محدث فقیہ، مؤلف

کتاب نافع و خلاصۃ المفتی کئے تھے۔ ۷۵۶ھ میں انتقال کیا۔

محمد بن ابی بکر المعروف بہ امام زادہ جو غی مفتی بخارا شاگرد مجد لائکہ سمرقندی و شمس لائکہ  
بکر زنجری و رضی الدین نیشاپوری، تصوف میں مرید خواجہ یوسف ہمدانی کے تھے۔

شرعۃ الاسلام، ادب الصوفیہ یادگار سے ہے۔

محمد بن ابی القاسم خوارزمی ابن المشائخ بقالی فقیہ و محدث علامہ جبار اللہ زنجری  
کے شاگرد۔ ۷۵۶ھ میں انتقال کیا۔

سلطان نور الدین زنگی | مجاہد اعظم سلطان نور الدین زنگی صرف حلب کا  
حکمران تھا۔ لیکن جنگ صلیبی میں اس کی شہامت



اور شجاعت نے فرنگیوں کو مرعوب کر دیا تھا۔ آخر میں اس کی سلطنت اس قدر وسیع ہو گئی تھی کہ شام، مصر، یمن اور حرمین شریفین میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہ سلطان صلاح الدین کا آقا تھا۔ خلفائے اربعہ اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس سے بہتر کوئی حکمران مسلمانوں میں نہیں ہوا۔ نور الدین بڑا عادل، غابد و زاہد اور متقی تھا۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے نفاذ و قیام میں بڑا انہماک رکھتا تھا۔

ابن اثیر کا بیان ہے :-

وہ زمرہ سلاطین میں عدل و انصاف کے قیام، محرکات شرعیہ کے اجتناب اور اتباع سنت کا مجدد تھا۔ "سارے ممالک محروسہ میں شراب نوشی اور شراب کی تجارت قانوناً بند کر دی تھی۔ بہت سے مذہبی اور زاہد عام کے کام انجام دیئے۔ دمشق میں دارالحدیث قائم کیا۔ محدثین اور حدیث کے طلباء کے لئے بڑی جامداد و وقف کی۔ موصل اور حماہ میں ایک عظیم الشان جامع مسجد تعمیر کرائی۔ مکاتب قائم کئے۔ شفاخانے بنوائے۔ وہ صاحب علم، متقی و متورع تھا۔ اُس کا سارا وقت جہاد کی تیاری میں گزرتا۔ علماء و صوفیہ کی قدر و منزلت کرتا۔ بڑا سان کے مشہور عالم شیخ قطب الدین نیشاپوری کو دمشق بلایا اور اُس کے ساتھ تعظیم و توقیر سے پیش آیا۔ سیاست ملکی میں بھی اُس کا پایہ بہت بلند تھا۔ اس نے شوال ۵۵۹ھ میں انتقال کیا۔



# خلیفہ ناصر الدین اللہ

**نام و لقب** ابوالعباس احمد ناصر الدین اللہ بن مستعنی باللہ۔ اس کی ماں کا نام زمرہ تھا۔

**تعلیم و تربیت** علمائے عصر سے علوم کی تحصیل کی۔ شاہانہ طور طریق سے تعلیم و تربیت ہوئی۔

**خلافت** ۲۱ ذی قعدہ ۷۵۷ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۱۵۸ء کو سربراہان تخت خلافت ہوا۔ اس کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔

**وقائع** ۷۵۷ھ میں سیف الدین فرمانروائے موصل فوت ہوا اُس کا برادر عم زاد عز الدین مسعود بن مودود نہنگی جانشین ہوا۔

۷۵۷ھ میں ملک الصالح اسماعیل بن نور الدین نہنگی فرما کر وائے حلب و سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ عز الدین جانشین ہوا۔ اُس نے اپنے بھائی عماد الدین کو حلب کی حکمرانی دے دی۔

اسی سال یعنی ۷۵۷ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بلاد جزیرہ کو مفتوح کر کے موصل پر لشکر کشی کی۔ مگر کسی مصلحت سے سبھا جاکر اُس کو فتح کر لیا۔ ۷۵۹ھ میں حلب پہنچا۔ عماد الدین نہنگی نے بغیر جنگ کے حلب سلطان صلاح الدین کے سپرد کر دیا۔ سلطان صلاح الدین نے عماد الدین کو سنجار، نصیبین، خابور، دقہ، مسروج کے علاقہ کا حکمران بنا دیا۔ اس زمانہ میں شاہ ارمین فرمانروائے خلاط فوت ہوا۔ صلاح الدین میافارقین پہنچا۔ وہاں پتہ چلا کہ اُس کا غلام بکتر اس کے تخت و تاج کا مالک بن

بیٹھا ہے۔ اس نے صرف میاں فاقین پر قبضہ کر لیا۔

۵۸۳ھ سلطان طغرل بن ارسلان شاہ نے بہت سے ملک طغرل کی فتوحات | ذہیرنگیں کر لئے۔ قرل ارسلان ابن الذکر فرمانروائے آذربائیجان

ہمدان، اصفہان نے طغرل کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے دیکھا۔ خلیفہ سے مدد چاہی یہاں سے شکر گیا۔ طغرل سے معرکہ دہا۔ شاہی لشکر شکست کھا گیا۔

عزیز الدین مسعود اور عماد الدین مل کر صلاح الدین راقعات سلطان صلاح الدین | کے خلاف ہو گئے بلکہ صلاح الدین کو زیر

کرنے کے لئے عیسائیوں اور باطنیوں سے باضابطہ عہد نامہ کر لیا۔ باطنیوں سے یہ طے کیا کہ حلب میں اُن کا تبلیغی مرکز قائم کر دیا جائے گا۔ اس کی اطلاع صلاح الدین کو ہو گئی۔ مگر عماد الدین سے صلح ہو چکی تھی۔ اُس نے سکوت اختیار کیا۔

صلاح الدین مصر سے شام آیا۔ فرنگیوں نے دوا کا۔ یہ دوسری طرف سے ٹکل کر تبرید و بیان وغیرہ فرنگی علاقہ پر حملہ کرتا ہوا عکہ تک پہنچا اور فرنگیوں سے دود و ہاتھ کر کے دمشق آ گیا۔ اس کے نائب عز الدین فرخ شاہ نے دیور یہ و شقیف کے فرنگی تلے پر جو اسلامی سرحد پر واقع تھے صلاح الدین کے آنے سے پہلے فتح کر لئے تھے اور چوکیاں قائم کر دی تھیں۔ دمشق سے صلاح الدین بیروت کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ بحری و بری حملہ کیا۔ اس دوران میں خبر ملی کہ بیت المقدس کے فرنگی نثارین کا ایک جہاز و نیاط آ رہا ہے۔ چنانچہ سلطان نے بیروت چھوڑ کر جہازوں کو آیا اور حملہ کر کے ایک ہزار چھ سو فرنگی گرفتار کر لئے۔ یہ

اس کے بعد ننگی خاندان کی چھوٹی چھوٹی سرداریاں جو باہم لڑتی رہتیں یا دشمنوں سے ساز باز کرتیں۔ پہلے اُن کے ختم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ امیر منظر الدین کو کبری والی حران، عز الدین مسعود سے مخالف تھا اُس نے سلطان کو دعوت دی چنانچہ

بیروت سے واپس ہو کر فرات کو عبور کر کے جزیرہ کی طرف بڑھا اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو اعلانِ عام دیا کہ جو اطاعت کرے گا اُس کا علاقہ اُس کے لئے ہے ورنہ بزدل شمشیر قبضہ کیا جائے گا۔

سلطان کی قوت و سطوت کے آگے سب نے سر جھکا دیا۔ جس نے سرتابی کی بزورِ شمشیر مطیع کیا۔ اس طرح جزیرہ کا بڑا حصہ سلطان کا زیرِ نگیں ہو گیا۔ سنجار لیا جا چکا تھا۔ آمد پر بہاء الدین قابض تھا۔ سلطان نے حملہ بول دیا۔ ابنِ نیساں نے وزیرِ قاضی فاضل کے ذریعے چند شرائط پر شہر حوالے کر دیا۔ محرم ۷۵۹ھ میں سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں عظیم الشان کتب خانہ تھا جس میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں۔ سلطان نے قاضی فاضل کو دے دیں۔

سلطان نے محمد بن قراء کے لڑکے کو آمد کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس زمانے میں حلب لیا جا چکا تھا۔ اب شام میں سلطان کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ مکہ معظمہ سے بغداد کی مسجدوں تک اُس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

اس کے بعد حارم عماد الدین سے لیا۔ حارم کے قبضہ کے بعد سلطان دمشق لوٹا۔ تمام ممالکِ محروسہ کی فوجیں جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب افواج جمع ہو گئیں ۷۵۹ھ میں بیسان جو فرنگی علاقہ تھا اس طرف رخ کیا۔ وہ ساز و سامان چھوڑ کر نکل بھاگے اور سلطان کا قبضہ بلا مزاحمت بیسان پر ہو گیا۔ پھر جالوت میں جا کر منزل کی۔ فرنگیوں نے سلطان کی پیش قدمی کی اطلاع پا کر الفوکہ میں ایک عظیم الشان فوج جمع کی۔ اس میں ایک ہزار تین سو سیبھی ٹائٹ اور پندرہ ہزار اچھے اسلحہ رکھنے والی پیدل فوج اور یورپ کے امراء زادے ہنری، لودین کاڈیوک، مینی کارالف، اس کے علاوہ شام کے بڑے بڑے رئیس، بالڈون، علین کابالیان، صیدا کارہجی نالڈ جو مسلمانوں کا دشمن تھا۔ قیساریہ کا والٹر، کورنٹی جوسلن وغیرہ تھے۔

سلطان عین جالوت سے الفوک پہنچا۔ دونوں میں خونریز معرکہ ہوا۔ فرنگی الفوک سے ہرٹ کر عین جالوت گئے۔ سلطان بھی اُن کے عقب میں پہنچا اور چاروں طرف سے گھیر کر خوب قتل عام کیا۔ فرنگی پٹ کر بھاگے اُن کا تعاقب کیا۔ کفر بلا، بیسان اور زر عین کو ویران کر ڈالا۔

اس مہم سے فراغت پا کر ۵۷۹ھ میں اسلام کے بڑے دشمن رسیجی نالڈ کے علاقے کرک پر فوج کشی کی مگر ناکام دمشق لوٹا۔ وہاں جا کر مصر و شام و جزیرہ کی فوجیں جمع کر کے ۵۸۰ھ میں دوبارہ کرک پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔ مگر فرنگیوں کی تازہ دم فوج آگئی سلطان کو ہٹنا پڑا۔ نابلس اور سبطینہ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا دمشق لوٹ گیا۔

یروشلم کا فرمانروا امال رک مر گیا۔ اُس نے اپنے کمسن بھانجہ بالڈون کو جانشین کیا اور اُس کا نگران لو سنگان کے گائی اور طرابلس کے فرمانروا ریمینڈ کو مقرر کیا گیا۔ انہوں نے سلطان سے چار سال کے لئے صلح کر لی۔ مگر اس زمانہ میں بطریق ہیریکلیوس مسیحی مجاہدوں کی بھرتی یورپ میں کر رہا تھا۔ ادھر ریمینڈ اور گائی مین یروشلم پر حکمرانی کی وجہ سے چٹخ گئی۔ ریمینڈ سلطان سے میل کر گیا۔ سلطان نے یروشلم کا اُس کو حکمران بنانے کا وعدہ کر لیا۔ ریمینڈ کا اثر صلیبیوں پر بہت تھا۔ چنانچہ فرنگی بہت سے سلطان کی طرف ہو گئے۔

سلطان نے موصل کی طرف توجہ کی۔ معمولی جنگ کے بعد عز الدین موصل پر قبضہ | سے صلح ہو گئی اور سلطان کا اُس پر قبضہ ہو گیا۔ اب آتاہی حکومت ایوبی حکومت کے ماتحت ہو گئی۔

رسیجی نالڈ نے بدعہدی کی۔ ایک مسلمان حجاج کا قافلہ اُس نے اپنے علاقے سے گزر رہے ہوئے لوٹ لیا اور اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ سلطان نے اس کو تنبیہ کی۔ اہل قافلہ سے رسیجی نالڈ نے کہا :-

۱۔ ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۹۸ مآہ ایضاً ۔

فرنگیوں سے فیصلہ کن جنگ | سلطان نے ممالک محروسہ میں جہاد کی عام منادی کرادی۔ تمام ذریعہ علماء اور فرمانروا

جمع تھے جس میں ایک ہزار دو سو ناٹ تھے۔ گاٹی اور مینڈ ہر دو ملے اور ملبیوں میں شریک ہو گئے۔

۵۸۲ء میں سلطان نے صفوریہ کا رخ کیا اور فرنگیوں کے قریب طبریہ کی پہاڑی پر فوجیں اتار دیں۔ مگر طبریہ سے کوئی مقابلہ نہ آیا۔ سلطان نے شہر پر قبضہ کیا۔ پھر نوبیا کے میدان میں صلیبوں سے جنگ چھیڑ دی۔ ہزار ہا نصرانی تہ تیغ ہوئے ان کی قوت کمزور ہونے لگی۔ خطین کی آٹے لے کر بھاگنا چاہا مگر وہاں بھی شجاعان عرب نے آکر روک لیا۔

اُن کی مقدس صلیب جو حضرت مسیح کی سولی کی بنی ہوئی تھی چھین لی۔ اب  
 صلیبی پیچھے ہٹتے ہوئے گامی بادشاہ اوروشلم کے خمیسہ تک پہنچ گئے۔ آخر شش  
 ہفتار ڈال دیئے۔ فوج سلطانی نے بے برے بڑے امراء و حکمرانوں کو

کو گرفتار کر لیا۔<sup>۱</sup>

اختتام جنگ کے بعد تمام معزز قیدی سلطان کی خدمت میں پیش ہوئے۔ یروشلم کے بادشاہ گاٹی کو پہلو میں جگہ دی۔ باقی امراء اُن کے رتبہ کے مطابق بٹھائے گئے۔ یہ سب باد بھی پیش ہوا۔ سلطان نے اُس کا اپنے ہاتھ سے سرفرم کر دیا۔ اس کے بعد قیدیوں کو ساتھ لے کر شہر حطین کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد طبریہ بھی قبضہ میں کیا۔ پھر عسکا پر فوج کشی کی اور اس کو فتح کر کے جامع مسجد جس کو صلیبیوں نے کنیسہ بنایا تھا ایک صدی بعد سلطان نے پھر اُس کو مسجد بنا کر جمعہ کی نماز پڑھی۔<sup>۲</sup>

دوسری سمت سلطان کے بھائی ملک العادل نے مجدلیا، نابلس، قیساریہ، حیفا، صفوریہ، شقیف، فولہ وغیرہ حکم کے ملحقہ علاقے زیر نگین کر کے یافہ کی بندرگاہ فتح کر لی۔

سلطان نے اتنے میں صیدالے لیا۔ اس کے بعد بیروت پر فوج کشی کر دی۔ اہل شہر نے مقابلہ میں نقصان اٹھا کر سپرد کر دیا۔ اس کے بعد صور اور عسقلان بزدور شمشیر سلطان نے لے لئے۔

**بیت المقدس کی فتح** ۵۸۳ھ میں عسقلان سے سلطان بیت المقدس روانہ ہوا۔ سلطان کے عزم و جہاد کی خبر سن کر مصر و شام کے تمام بڑے بڑے علماء کے المقدس کی فتح کی شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ سلطان نے صلیبیوں سے کہلا بھیجا کہ میں یہاں خود نری نہیں چاہتا۔ اس کو میرے حوالہ کر دو اور معقول معاوضہ لے لو مگر وہ تیار نہیں ہوئے۔ آخر سلطان کو بدرجہ مجبوری تلوار نکالنا پڑی۔ ایک ہفتہ خوب خوب ہر دو طرف سے تلواریں چلیں۔ آخر صلیبیوں نے فدیہ دے کر نکلنا چاہا۔ فدیہ دس دینار مرد، ۵ دینار عورت، ۲ دینار بچہ دیا اور ۲۰ جب ۵۸۳ھ بروز جمعہ صلیبیوں نے ہمت ہار کر بیت المقدس

۱ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ ۲ ایضاً ص ۲۳ ۳ ایضاً ص ۲۰۴ جلد ۱۶



مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔<sup>۱۵</sup>

صلیبیوں نے ۱۰۹۲ء میں بیت المقدس پر قبضہ کرتے وقت ستر ہزار مسلمان مسجد اقصیٰ میں شہید کئے تھے جس میں ہزار ہا علماء و رہاد عبادت گزار رہتے تھے مگر مسلمانوں نے پُر امن طور پر عیسائیوں سے خالی کر لیا۔ امیر مظفر الدین کو کمری نے صندیا عیسائیوں کا فدیہ اپنی جیب سے ادا کیا۔ پھر سلطان نے معافی عام دی۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ سلطان نے عیسائیوں کو اپنی فوج کی حفاظت میں صور تک پہنچا دیا۔ ملک العادل نے ایک ہزار نصرانیوں کو بطور غلام لے کر اپنی طرف سے آزاد کر دیا۔ سلطان نے قبتہ الصخرہ اور مسجد اقصیٰ جس کو عیسائیوں نے بت خانہ تصاویر کے ذریعہ بنا رکھا تھا اُس کو مٹایا اور درست کر کے امام و قادی مقرر کئے۔ شہ جان ۸۳۵ھ کو اکانوے سال کے بعد مسجد اقصیٰ میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔ نور الدین زنگی کا بنوایا ہوا مبر حلب سے طلب کر کے مسجد اقصیٰ میں نصب کیا گیا۔

تطہیر بیت المقدس کے بعد سلطان نے مدرسہ باہین تعمیر کئے۔ رقم فدیہ کی جو وصول ہوئی تھی وہ علماء اور مستحقین میں تقسیم کر دی گئی۔ اس کے بعد صومرہ پر فوج کشی کی مگر ناکامی ہوئی مگر حصن کو کب لے لیا۔ اس کے بعد سلطان ۸۳۵ھ میں دمشق چلا گیا۔ کچھ دن بعد انطرطوس لے لیا۔ پھر لاذقیہ پر قبضہ جمایا۔

غریبک فلسطین کی نصرانی حکومت کا خاتمہ سلطان کے ہاتھوں ہوا۔ اب شام میں صرف مسیحی حکومت انطاکیہ تھی ابو ہمدن نے سلطان سے صلح کر کے جان بچائی۔ یروشلم کے زوال سے یورپ میں تسلط پکچ گیا۔ شام کا استعفیٰ اعظم دسیم صوری قیدیوں اور لہا بہوں کو لے کر روم آپہنچا۔ پاپائے روم نے مقدس جنگ کے لئے فتویٰ دے دیا۔

انگلستان میں کنٹربری کے بلڈون نے جنگ صلیبی کا وعظ کیا۔ اُس کی کوششوں

۱۵ ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۲۰۷۔

سے فرانس، انگلستان کے بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہنری دوم بادشاہ انگلستان، فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس اور فریڈرک باربروسہ بادشاہ جرمنی، ولیم بادشاہ صقلیہ اور یورپ کے نائٹس مسب یکجا ہو کر صلیبیوں کو ساتھ لے کر فلسطین روانہ ہوئے۔ ہنری دوم مر گیا اس کا لڑکا رچرڈ جانشین ہوا وہ اس جماعت کا امیر بن گیا۔ رچرڈ اور فلپ عکہ سپنجے۔ سلطان بھی فوج لے کر سپنجے۔ خوب خوب مقابلہ ہوا۔ آخر میں عکہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا اور پھر صلح ہو گئی۔ عسقلان تباہ کر دیا گیا۔ رچرڈ وغیرہ سب اپنے اپنے ملک چلے گئے۔ سلطان کامرانی کے ساتھ بیت المقدس آیا۔ عیسائیوں کو زیارت کی اجازت مل گئی۔ امیر عزیز الدین حرویک کے سپرد بیت المقدس کر کے شوال ۵۸۸ھ میں حج کے ارادہ سے دمشق گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر، شام، فلسطین، جزیرہ دموصل کو زیر نگین **وفات** کرنے کے بعد ۵۸۵ھ سال کی عمر میں ۷ صفر ۵۸۹ھ میں وفات پائی۔ صلیبی جنگوں میں اس نے بڑے کارہائے نمایاں کئے۔ عالمگیر اقتدار کا مالک تھا۔ مگر ہمیشہ خلافت عباسیہ کے دامن سے وابستہ رہا اور بارگاہ خلافت کے حلقہ اطاعت سے کبھی الگ نہیں ہوا۔ سلطان صلاح الدین کے مفصل حالات ”تاریخ ملت“ کی جلد ہفتم میں ہم نے بیان کئے ہیں۔

**وزرائے ناصر** عنان خلافت ہاتھ میں بیٹے ہی ظہیر الدین بن عطار کو جیل میں ڈال دیا۔ مجد الدین ابوالفضل بن صاحب وزیر استاد کو عہدہ وزارت پر سرفراز کیا۔ مگر ناصر نے مجد الدین سے نظام حکومت ہاتھ میں لے کر کچھ عرصہ میں ان کو معطل کر دیا تو خانیہ نے ۵۸۳ھ میں اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور زمام حکومت ہاتھ میں لے لی۔

مجد الدین کے عہد میں خلافت ابابک کچھ نہ چلتی تھی۔ علاوہ بریں اس کی ثروت اور مالدار بنی اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ لڑتے تھے۔ ماسب کے خزانہ کی اس کے مقابلہ

میں ذرا بھی وقعت نہ تھی۔ مجد الدین کے قتل کے بعد عبید اللہ بن یونس کنیت ابوالمظفر کو عمدہ وزارت عطا ہوا اور لقب جلال الدین اُس کو دیا گیا۔ یہ وزیر صاحب جلال اور با عظمت تھا۔ اس کے دربار میں تمام امراء حتیٰ کہ قاضی القضاۃ بھی دربارِ ذاری کرتے رہے۔

ممالکِ محروسہ اسلامیہ میں بیعت کے لئے قاصد روانہ کئے۔ صدر الدین شیخ الشیوخ کو ہبلوان والی ہمدان، اصفہان، رے کے پاس روانہ کیا۔ سب نے آنکوش بیعت کی۔ ہبلوان کے مرنے کے بعد اُس کا بھائی کزلی ارسلان موسوم بہ عثمان ہکران ہوا۔ طغرل اس کی نگرانی سے نکل بھاگا اور امراء والدکین کو بلالیا اور عثمان پر حملہ آور ہوا۔ عثمان نے اپنا سفیر دربارِ خلافت میں بھیجا۔ طغرل نے بھی چند شہر قبضہ میں کر کے سفیرِ خلافت مآب کی خدمت میں روانہ کیا اور دار السلطنت کی تعمیر کی مرمت کی اجازت چاہی۔

اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا سکہ بغداد و عراق میں چل رہا تھا۔ مگر مقتضی نے اُس تعلق کو منقطع کر دیا تھا اس لئے دار السلطنت بے مرمت ہو گیا تھا۔ مگر خلافت مآب نے کزلی عثمان کے سفیر کی عزت و توقیر کی اور معاونت کا وعدہ کیا اور طغرل کے سفیر کو بلا جواب کے واپس کیا۔ ان سفراء کی واپسی کے بعد خلیفہ نے سلاطین سلجوقیہ کے دار السلطنت کے انہدام کا حکم دے دیا جس پر نہایت

۱۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۶۰۔

۲۔ محمد ہبلوان ابن ایلڈ کراتابک ۵۲۳ھ میں ایلڈ کردالی رے کو قتل کر کے خود ہکران بن گیا وہ ۵۲۸ھ میں ہمدان میں فوت ہوا۔ محمد ہبلوان جانشین ہوا۔ اس کا بھائی سلطان ارسلان بن طغرل بدستور اس کی کفالت میں رہا۔ ۵۸۲ھ میں جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے طغرل کو اُس کا جانشین کیا۔ ۵۸۶ھ میں ہبلوان نے وفات پائی۔ ہمدان، رے، اصفہان، آذربائیجان اور آرمینیا وغیرہ اس کے زیرِ حکومت تھے اور طغرل مذکور نگرانی میں تھا۔

تیزی سے علحدہ آمد کیا گیا۔ ماہ صفر ۵۸۴ھ میں دربار خلافت سے وزیر السلطنت جلال الدین ابوالمنظر عبداللہ بن یونس سمراسری ایک لشکر عظیم لے کر کنول کی ملک کو روانہ ہوا۔ ہمدان میں کنول کے اجتماع سے پیشتر طغرل سے مقابلہ ہوا۔ میدان طغرل کے ہاتھ رہا۔ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ وزیر سلطنت گرفتار ہوا۔ اس کے بعد ہی کنول نے طغرل کو آیا فتح اس کو نصیب ہوئی۔ کنول نے طغرل کو گرفتار کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ کنول استحکام و استقلال کے ساتھ کل صوبہ حات پر حکمرانی کرنے لگا۔ اپنے نام کا مبرور پر خلیفہ پڑھوایا۔ دروازہ پر بیچ وقتہ نو بیت بجوائی۔ ۵۸۵ھ میں طغرل اپنی خواہ گاہ میں قتل کیا ہوا پایا گیا۔ اس کے بعد دولت سلجوقیہ کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

**نیا وزیر** خلافت ماب نے وزیر کی گرفتاری پر مؤید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی معروف بہ ابن قصاب کو عمدہ وزارت پر سرفراز کیا اور صوبہ جوزستان وغیرہ کی سند حکومت عطا کی۔ چنانچہ ۵۹۱ھ میں شملہ والی خوزستان مرا تو وزیر دار السلطنت جا پہنچا۔ تشریف پر قبضہ کر کے خوزستان بھی قبضہ میں لایا۔ ملوک بنی شملہ کو گرفتار کر کے بغداد روانہ کیا اور انتظاماً وزیر نے خوزستان کا حاکم طاش نگین کو کیا۔ یہاں سے وزیر سلطنت نے اس کی طرف بڑھا۔ پہلے ہمدان پر قابض ہوا۔ بعد اس کے خوارزم شاہ کی طرف توجہ کی۔ وہ مقابلہ سے جی جراتا رہا۔ یہ اس کے پیچھے لے تک پہنچے وہ جرجان چلا گیا۔ وزیر نے اسے پر تسلط کیا۔

شعبان ۵۹۲ھ میں وزیر نے انتقال کیا۔ خوارزم شاہ نے ہمدان پر فوج کشی کر کے وزیر کی بے مری فوج کو شکست دے کر قبضہ کیا۔ پھر اصفہان کی طرف خوارزم شاہ متوجہ ہوا۔ وہاں کے امیر صدر الدین خندی لمیس شافعیہ نے خلافت ماب کو لکھا۔ ہم آپ کے زیر حمایت آنا چاہتے ہیں۔ خلافت پناہ نے سیف الدین طغرل جاگیردار

”بلاد بخت“ کو اصفہان روانہ کیا۔ سیف الدین نے اصفہان پر قبضہ کیا اور خاطر خواہ انتظام کر دیا۔ اس کے بعد زبخان اور قزدین بھی خلیفہ کے زیر نگین آ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت بنی عباس کے قوائے حکمرانی مضبوط ہو گئے اور حکومت و شوکت کو استحکام و استقلال ہوا۔ لے

**رفاہ عام** | خلیفہ ناصر نے جن شہروں پر اپنا اقتدار قائم کیا وہاں جو اعمال تھے ان کو ہدایت عدل و انصاف کی کی۔ جگہ جگہ مدرسے کھولے گئے۔ شفا خانہ، سہان سراے، باغات لگوائے گئے۔ تجارت میں بڑی سہولت دے دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسن و امان قلمرو بنی عباس میں نظر آنے لگا۔

۶۰۲ھ میں طاش تکین امیر خوزستان مرا۔ خلیفہ نے اس کے داماد بنجر کو اس کا جانشین کر دیا۔ ۶۰۳ھ میں بنجر نے جبال ترکستان کا قصد کیا۔ یہ جبال عظیم الشان فارس، عمان، اصفہان اور خوزستان کے درمیان واقع ہیں۔ اس کا والی ابوطاہر تھا۔ اس نے اپنے داماد قشتمر کو اپنا جانشین کر دیا تھا۔ ان دنوں قشتمر حکمرانی کر رہا تھا چنانچہ بنجر نے حملہ کیا اور ناکام لوٹا۔

**وزیر کی معزولی** | نصیر الدین ناصر مہدی علوی نے اسے کا امیر تھا۔ وہ بغداد میں مقیم تھا۔ خلافت پناہ نے اس کو وزیر سلطنت کی نیابت عطا کی۔ بعد چندے اس کو وزارت عطا کی اور اس کے بیٹے کو وزیر خزانہ کیا۔

نصیر الدین نے عمدہ وزارت پاکر بحکمت عملی کل اراکین دولت کو دبا لیا۔ ان حالات کے پیش نظر خلیفہ نے اس کو معزول کر دیا اور خانہ نشین رہنے کا حکم دیا۔ اس نے اس پر عمل کیا۔ فخر الدین ابوالعبد محمد بن احمد بن اسمین واسطی بطور نائب وزیر وزارت کا کام انجام دینے لگا۔ اس زمانہ میں ابو فرس نصیر بن ناصر بن کی مدنی وزیر خزانہ نے بغداد میں انتقال کیا تو اس کے بجائے ابو القتوح مبارک بن عہد الدین

ابوالفرج بن رئیس الرضاؑ ۶۰۵ھ میں متعین کیا گیا۔ لیکن خزانہ کا کام وہ سنبھال نہ سکا تو اُس کو معزول کر دیا۔ اس کے بجائے مکین الدین محمد بن محمد بن بدر القمر کاتب انشا نائب وزیر کو مقرر کیا اور اس کو مؤید الدین کا لقب عطا کیا۔

**سنجر** | سنجر خادم خلیفہ ناصر نے بغاوت کر دی تو مؤید الدین سرکوبی کو خوزستان پہنچا اور اُس کو گرفتار کر کے بغداد لے آیا۔ خلافت مآب نے دوسرے خادم یا قوت کو خوزستان پر مامور کیا۔ پھر سنجر کو آزاد کر کے خلعت عطا کیا۔

**ولیعہد کا انتقال** | خلیفہ ناصر نے اپنے چھوٹے لڑکے ابوالحسن علی کو ولی عہد کیا تھا۔ وہ ۶۱۲ھ میں انتقال کر گیا۔ دولہ کے اُس نے چھوڑے۔ مؤید۔ متوفی۔

ان دونوں کو ۶۱۳ھ میں سند امارت خوزستان کی عطا کی۔ مولشکر کے خوزستان بھیجا۔ مؤید الدین نائب وزیر اور عز الدین شہزادی کو اتالیقی اور نگرانی کی غرض سے ساتھ کر دیا۔ ہر دو نے خوزستان جا کر حکمرانی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ بعد نائب وزیر یلور شہزادی بغداد واپس آ گئے۔

**خوارزم شاہ** | خوارزم شاہ کے تغلب سے پہلے غلمش نے بزد رتیغ و حکمت علی بلاد جبل پر قبضہ کر لیا تھا۔ خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن ملکش نجاشین سلاطین سلجوقیہ کو جو صوبہ خراسان و ماوراء النہر پر مستولی ہو رہا تھا۔ ان بلاد پر قبضہ کرنے کا شوق چرایا۔ لشکر آراستہ کر کے ادھر اُس نے فوج کشی کر دی ادھر تابک سعد بن وکلاء والی فارس بلاد جبل کے لئے بڑھا۔ پہلے تابک نے اصفہان پر قبضہ جمایا۔ پھر ”رے“ کی طرف بڑھا۔ یہاں خوارزم شاہ کی فوج سے مدبھیڑ ہوئی سخت خونریزی کے بعد تابک کو ہزیمت ہوئی۔ خوارزم شاہ نے اُس کو گرفتار کر لیا اور اُسے بڑھ کر قزوین، زہنجان اور ابراہر پر قابض ہوا۔ اہل ہمدان نے گردن اطاعت



جھکادی۔ اس کے بعد اصفہان پر متصرف ہو گیا۔ قم اور قاشان بھی خوارزم شاہ نے لے لئے۔ والی آذربائیجان اور آرمینیہ نے بغیر تحریک کے اطاعت قبول کی۔ اب اُس کے حوصلے بڑھ گئے۔ دار الخلافت میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا نامہ و پیام خلیفہ سے کیا۔ مگر دربارِ خلافت نے اس کی تموی دیکھ کر انکار کر دیا تو خوارزم شاہ نے طیش میں آکر دربارِ خلافت پر حملہ کرنا چاہا۔ امیر حلوان کو سندِ امارت عطا کر کے پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے بغداد بڑھنے کا حکم دیا۔

خلافت ماب کو خبر گئی تو خلیفہ نے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سرودی کو سفیر بنا کر بھیجا کہ خوارزم شاہ کو سمجھا دیں کہ غلط قدم نہ اٹھاوے۔ شیخ الشیوخ خوارزم شاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ مگر اُس نے کہا میں تو بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا کر چین لون گا۔ آپ اس کو بددعا دے کر چلے آئے۔ جو فوج اُس نے بغداد کے لئے روانہ کی جب وہ راستہ میں ہمدان سے آگے پہنچی تھی کہ اس قدر بڑی باری ہوئی کہ ساری فوج ہلاک ہو گئی جو باقی رہی بنو برجم ترک نے آلیا اور تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ خوارزم نے شام میں خراسان میں خلیفہ کے نام کا خطبہ ممنوع قرار دیدیا۔

چینی تاتاروں کے ان بلند اور وسیع میدان میں جو منگولیا کہلاتی تاتاریوں کا خروج ہیں بہت سی غارت و بربادیاں ہوئیں۔ نہایت خونخوار سخت دل، جنگ جو یہ لوگ تھے جن کی لوٹ کھسوٹ سے بچنے کے لئے قدیم چینوں نے دیوار چین بنائی۔

زبانہ قدیم میں ایک بادشاہ (یعنی قبائل کا سردار) لنچہ تھا اس کے دو بیٹے تو ام پیدا ہوئے۔ ایک کا نام مغول رکھا۔ دوسرے کا نام تاتار، ان کی اولاد ان کے ہی نام سے مشہور ہوئی۔ مغلوں میں ایل خان مشہور سردار تھا اور تاتاریوں میں مشہور



شخصیت سوچ غاں کی تھی۔ ایل خان کی اولاد میں بہادر غاں تھا جس کا لڑکا چنگیز غاں تھا جس کی پیدائش ۱۱۹۵ء میں ہوئی۔ چنگیز نے تمام مغلوں اور تاتاریوں کو متحد کر کے ارد گرد کے علاقے لے کر حکومت قائم کر لی اور بیس سال کے ترک تاز میں بڑی سلطنت کا مالک بن بیٹھا۔ ۱۲۰۶ء میں چنگیز نے اپنے ملک کے معزز مسلمانوں کا ایک وفد خوارزم شاہ کے پاس بھیجا کہ دونوں ممالک میں تجارت کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ خوارزم شاہ نے منظور کر لیا۔

ایک عرصہ تک دونوں طرف کا درواں تجارت آتے جاتے رہے۔ ۱۲۱۵ء میں چار سو تاتاری تاجروں کا ایک قافلہ دریائے سیحون کے ساحل پر مقام سرواریا میں اُترا۔ وہاں کے والی نے خوارزم شاہ کو لکھا کہ چنگیز غاں کے جاسوس تاجروں کے بھیس میں یہاں آئے ہیں۔ خوارزم شاہ نے حکم دیا کہ اُن کو قتل کر دو۔ والی نے اس حکم کی تعمیل کی اور وہ کل سامان تجارت خوارزم شاہ کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے سمرقند اور بخارا کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔

چنگیز غاں کو خبر لگی اُس نے لکھا کہ یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہے لہذا تمام سامان واپس کر دیا جائے اور غایر غاں والی مروا دیا کہ ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اُس سے اس کا بدلہ لیں۔ مگر خوارزم شاہ نے اس سفیر کو بھی قتل کر دیا۔ اس پر چنگیز غاں نے غضب ناک ہو کر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ خوارزم شاہ نے پہلے ہی حدود ترکستان پر حملہ کر دیا مگر ناکام رہ کر لوٹ آیا۔ راہ میں جس قدر شہر آباد تھے اُن کے باشندوں کو جلا وطنی کا حکم دے دیا جس سے وہ حقہ ملک جو دنیا کی جنت زاد تھا، ویران ہو گیا۔

خوارزم شاہ کی یہ حرکت چنگیز کے لئے زیادہ سود مند ہوئی کہ وہ بخارا تک بغیر مزاحمت ۲۰ ہزار فوج کے ساتھ آگودا۔ اہل شہر نے علامہ بدر الدین قاضی شہر کو امان

طلب کرنے کے لئے چنگیز کے پاس بھیجا۔ اُس نے نامنظور کیا۔ ۶۱۶ھ میں چنگیز بخارا میں داخل ہو گیا اور بائیس ہندوں کو نکل جانے کا حکم دیا جو پنج رہے قتل کئے گئے۔ کچھ غلام بنائے گئے۔ بخارا سے عظیم الشان شہر جلادیا گیا جو صرف کھنڈر کی صورت میں رہ گیا۔ چنگیز پھر سمرقند گیا اُس کا بھی یہی حال کیا۔ چنگیز نے ۲۰ ہزار فوج کو حکم دیا کہ خوارزم شاہ کو جہاں ہو پکڑ لایا جائے۔ یہ غزنیہ میں تھا وہاں سے نیشاپور گیا۔ تاتاری بلائے بے درماں کے مثل اُس کے ملکوں کو غارت کرتے ہوئے چلے۔ اُس نے نیشاپور بھی چھوڑا۔ پھر اس حالت میں کہ دشمن عقب میں تھے۔ اسی پر بھی خوارزم شاہ عیش و عشرت میں تھا۔ باوجودیکہ لاکھوں فوج اس کے پاس تھی ڈٹ کر مقابلہ کر سکتا تھا مگر تاتاریوں کی ہیبت اس کے قلب پرستولی ہو چکی تھی جس نے اُس کو ڈرپوک بنا دیا تھا۔

بحرہ طبرستان کے اندر اس کا ایک قلعہ تھا۔ بندرگاہ پر پہنچ کر جہاز میں سوار ہوا۔ جب روانہ ہو گیا اُس وقت تاتاری ساحل پر پہنچے اب مجبوراً اُس کا پیچھا چھوڑ کر تاتاری مازندران آئے اور ”رے“ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ پھر ہمدان کو لیا اور قزوین کو فتح کر کے چالیس ہزار باشندے تہ تیغ کر دیئے گئے۔ وہاں سے تاتاری آذربائیجان کی طرف بڑھے۔ تبریز کا محاصرہ کیا۔ اس کا امیر ازبک بن بطلان تھا جو ہر وقت شراب کے نشے میں رہتا تھا۔ وہ ملافت کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ وزراء نے تاتاریوں کو کچھ رقم دے کر صلح کر لی۔

خوارزم شاہ جزیرہ البکون میں تھا۔ یہاں بھی تاتاری آگئے تو جزیرہ میں جانے کے چند روز بعد ۶۱۷ھ میں انتقال کر گیا۔ اس غربت میں کفن تک میسر نہ آیا۔ ۶۱۷ھ خوارزم شاہ تاتاری سیلاب لانے کا سبب ہوا۔ ابن اثیر کی روایت ہے کہ اُس نے چنگیز خاں کو خود مقابلہ کی دعوت دی اور سرحد تاتاری پر فوج کشی کی۔ ہردو میں خونریز جنگ ہوئی یہ لوٹ آیا۔ ۶۱۷ھ

علاء الدین محمد خوارزم کے چار بیٹے قطب الدین ازلاق، غیاث الدین تیر شاہ، لکن الدین عور شاہ اور جلال الدین منکبر تھے۔ علاء الدین نے ان چاروں میں ملک تقسیم کر دیا اور جلال الدین کو ولی عہد کیا۔ چنانچہ علاء الدین کے بعد اُس نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ مگر بھائیوں میں چل گئی۔ یہ خوارزم چھوڑ کر نسا و جلا گیا۔ ماہ میں تاتاریوں سے سامنا ہوا مگر لڑ پھر کر غزنین نکل گیا۔ تاتاریوں کو جو خبر لگی وہ خوارزم کی طرف متوجہ ہوئے۔ قطب الدین ازلاق میں اُن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی اس لئے وہ تاتاریوں کی آمد کی خبر سن کر خوارزم سے نکل بھاگا۔ مگر راہ میں تاتاری مل گئے۔ انہوں نے اس بزدل اور نامرد کو مع خدم و حشم کے گھیر لیا اور تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ ان تاتاریوں کی کمان چغتائی اور اکتائی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ لوگ خوارزم پہنچے۔ خوارزم پر غارتگری کا حکم تھا۔ چنانچہ اس سے مقابلہ ہوا تو ہمت مردانہ سے لڑتا رہا۔

جب تاتاری مجبور ہوئے تو تفصیل شہر توڑ کر اندر گھس گئے اور شہر کو لوٹ لیا۔ اور ویران کر ڈالا۔ شہر کو فتح کرنے کے بعد دریا کے بند کو جس کے ذریعہ شہر میں پانی آتا تھا کھول دیا جس سے سارا شہر معہ آبادی کے تہ آب آ گیا۔ یہ چنگیز نے خود ترمذ پر فوج کشی کی اس پر قبضہ کر کے باشندوں کو قتل کر دیا۔ یہاں کے بعد بدخشاں کی ولایت فتح کی پھر بلخ پہنچا۔ یہاں سے تولی خان کو خراسان بھیجا۔

۱۔ شاہان خوارزم کے اسلاف میں محمد بن انوشکین تھا۔ امیر بلخا کی بلوخی نے گرجستان سے نو شکین کو خرید کیا تھا اور شہل اولاد کے اس کو تعلیم و تربیت دی۔ انوشکین نے اپنے بیٹے کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ یہ خوارزم کا ولی ہوا۔ سلطان برکیا دوق نے اس کو خوارزم شاہ کا لقب بخشا۔ اس نے اپنی لیاقت اور انصاف پسندی سے ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔ سلطان سنجر نے بھی خوارزم کی حکومت پر اس کو بجال رکھا۔ وہیں ۵۲۱ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اشرم مقرر ہوا۔ یہ نہایت مدبر اور شجاع تھا۔ سلطان مسعود کی جگہ پر یہ خوارزم کا ممتاز حکمران ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان ہوا۔

۲۔ ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۲۔

اور خود طالقان گیا۔ چنگیز خاں نے ترند اور بلخ کی طرح طالقان بامیاں کی آبادی کو بھی ختم کر دیا۔ بامیاں کے بعد چنگیز جلال الدین کے مقابلہ کے لئے غرین پہنچا جلال الدین ہندوستان چلے جانے کے لئے دریائے سندھ پہنچا۔ چنگیز نے وہاں اُس کو گھیر لیا۔ جلال الدین نے اپنی مختصر سپاہ کے ساتھ اس شجاعت سے مقابلہ کیا کہ تاتاریوں کی صفیں الٹ دیں لیکن تاتاریوں نے تین طرف سے جلال الدین کو گھیر لیا۔ آخر جس جلال الدین نے لڑتے لڑتے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور تیزی سے تیرتا ہوا نکل گیا۔ اہل و عیال کو چنگیز نے گرفتار کر لیا اور اولاد کو قتل کر دیا۔

چنگیز نے غزنہ اور غور پر قبضہ کر کے پوری آبادی کو قتل کر دیا اور ٹوٹ مار کر کے ویران کر دیا۔ جلال الدین کے تعاقب میں چنگیز نے ہندوستان فوج بھیجی۔ اُس نے پنجاب تک پہنچا کیا لیکن جلال الدین ہاتھ نہ آیا۔ تاتاری پنجاب اور ملتان کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے واپس گئے۔ تاتاری خراسان، فارس، آذربائیجان، ارمنستان، اران، کوج اور قفقاز کے سارے علاقے زیر و زبر کر کے ہوئے دوس کے علاقے تک پہنچ گئے اور تاتاری اس طرف متوجہ تھے۔ اب اقصائے چین سے عراق، بحر خضر اور حدود دوس تک اور بحر شمالی سے سرحد کا عریض و طویل رقبہ چنگیز کے قبضہ میں تھا۔<sup>۱۷</sup>

جلال الدین ۶۲۱ھ میں کرمان ہو کر واپس آیا یہ عراق اور فارس غیاث الدین سے لے کر اتابک سعد کا علاقہ اُس کے حوالے کیا اور غیاث الدین کو اپنے ماتحت کر کے عراق کی حکومت پر بحال رکھا۔ یہاں سے فارغ ہو کر خوزستان (علاقہ خلافت ماب) پر فوج کشی کر دی۔ خلیفہ ناصر نے امیر قشمر کو حکم دیا کہ اُس سے نبٹ لے چنانچہ قشمر نے

۱۷ چنگیز نے اپنے چار بیٹوں جو جی خاں، چغتائی، طولی خاں اور کدائی کو یہ تمام مقبوضہ علاقے تقسیم کر دیئے۔

۱۸ تاریخ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۸۴۔

تشر کو بچالیا۔ باقی غورستان جلال الدین کے ہاتھوں پامال ہوا۔ اُس نے چنگیز سے بڑھ کر مسلمانوں پر ظلم توڑے لیے

پھر بغداد کی طرف جلال الدین نے رخ کیا مفسر الدین کو کبریٰ والی موصل کو ناصر نے مقابلہ کے لئے بھیجا وہ اس سے ساز باز کر گیا۔ جلال الدین نے آذر بایجان لے کر تبریز پر قبضہ کیا۔ پھر گرجستان پر متصرف ہوا۔ پھر گنجه پر بھی قبضہ جمایا۔ اس سے جلال الدین کی حکومت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

علاء الدین بن بخش بن اسلام بن سلطان شاہ محمود  
علاء الدین خوازم شاہ | بن اسلام بن اتمش بن محمد بن انوشکین علاء الدین  
با عظمت فرمانروا تھا۔ اس کی سلطنت کا رقبہ نہایت وسیع تھا۔ عراق سے لے کر ایک طرف چین کی سرحد تک اور دوسری طرف کابل اور مغربی ہندوستان تک اس کی سلطنت کا دائرہ پھیلا ہوا تھا۔ سجستان، کرمان، طبرستان، جرجان، عراق، عجم خراسان اور فارس کے کچھ حصہ اس کے زیر نگیں تھا۔ خطا کے علاقے بھی تصرف میں تھے۔ علاء الدین، فاضل، فقیہ، مذہبی علوم کا ماہر، علم دوست اور علماء نواز تھا۔ اس کی ذات میں خوبیاں جمع تھیں۔ اکیس سال اس نے حکمرانی کی۔

اُس کے آستانے پر بڑے بڑے سلاطین و امراء جمع رہتے تھے۔ مگر خلافت بنی عباس کے ٹکر لینے کے ارادے نے اُس کی عظمت کو خاک میں ملا دیا۔ خلیفہ ناصر کی سیاسی چال نے چنگیز کے ہاتھوں اس کی حکومت کے ٹکڑے اڑوا دیئے اور اُس کی بدولت لاکھوں مسلمان تانادیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور جو شہر صد ہا برس میں علم و فن اور تہذیب و تمدن کے مرکز بنے تھے تباہ و برباد ہوئے۔ خلیفہ ناصر باللہ اور علاء الدین کی کش مکش کا نتیجہ ایک بڑے اسلامی علاقے کو بھگتنا پڑا۔

**وفات ناصر الدین اللہ** | خلیفہ ناصر ۶۱۹ھ میں فالج میں مبتلا ہوا۔ نقل و حرکت میں ۷۷ برس عمرانی کے دُنیائے زخمت ہو گیا۔

**اوصاف** | علامہ ابن خلدون کا بیان ہے کہ ناصر ذی علم اور صاحب فنون مختلف تھا متعدد فنون میں اُس کی تالیفات ہیں یہ

ذہبی کہتے ہیں کہ کسی عباسی خلیفہ نے الناصر الدین اللہ کے برابر خلافت نہیں کی۔ وہ ۷۷ سال خلیفہ رہا اور مدت العمر عزت و جلالت کی حالت میں رہا۔ تمام دشمنوں کو تباہ کیا۔ بادشاہوں سے اظہارِ اطاعت کرایا۔ کسی شخص کو اس سے سرکشی کی جرأت نہ ہوئی۔ اور جس نے اُس کی سرکوبی کر دی تھی۔ جس نے اس سے گستاخی کا ارادہ کیا۔ خدا نے اُسے تباہ کیا۔

عجب اقبال مندرخص تھے اور اپنے دادا کی تمام خوبیاں اس میں جمع تھیں یہ ابن طقطقی لکھتا ہے کہ :-

”وہ بڑا فاضل اور ممتاز خلیفہ تھا۔ جملہ امور میں بصیرت رکھتا تھا۔ سیاستدان باہمیست، جری، بہادر، تیز طبع، حاضر دماغ، ذہین طبع، فصیح و بلیغ کسی سے علم و فن میں کم نہ تھا“

**نظامِ مملکت** | واثق باللہ کے بعد سے دولتِ بنی عباس کا نظامِ سلطنت بگڑنا شروع ہوا۔ مگر ناصر کے دادا نے سنبھال لیا اور ناصر نے اپنے قلم و کاتبے حد انتظام کیا۔

ذہبی کا بیان ہے :-

”مصلح ملک میں سخت اہتمام کرتا تھا۔ چھوٹے بڑے غرض تمام رعایا کا حال اس سے پوشیدہ نہ تھا۔ لاتوں کو گلیوں میں پایادہ گشت لگاتا تھا۔ اس سے رعایا اور اعمال سب ڈرتے تھے۔“



**محکمہ مخبر و پرچہ نگار** | ناصر نے مخبر اور پرچہ نگار کا ایک محکمہ قائم کیا۔ ہر شہر میں اس محکمہ کی طرف سے مخبر و پرچہ نگار مقرر تھے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں :-

”روزانہ تمام بادشاہوں کی خبریں اُس کو پہنچ جاتی تھیں۔ شاہ اندر ان کا ایلچی بغداد آیا۔ اُس کا پرچہ نگار اُس کے شبینہ افعال و اعمال کا پرچہ ہر صبح خلیفہ کو پہنچا دیتا تھا۔ ایلچی کو پتہ لگ گیا۔ اُس نے یہ حالات دیکھ کر اپنے تمام کام نہایت احتیاط سے پوشیدہ طور پر کرنے شروع کئے۔ مگر جتنا کام وہ پوشیدہ کرتا تھا اتنا ہی الناصر اُس کے واقعات پیشی پر اظہار کر دیتا۔ ایک دن ایلچی نے ایک بلیسواچور دروازہ سے بلوائی۔ رات بھر وہ پاس رہی۔ صبح اُس کا پرچہ لگ گیا جو لوگ اوڑھے ہوئے تھے اُس پر ہاتھی کی تصویر بنی تھی۔ خلیفہ کی خدمت میں جب ایلچی حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس سے رات کی کیفیت بیان کر دی۔ ایلچی گھبرا گیا اور اُس کو کامل یہ یقین ہو گیا کہ خلیفہ کو علم غیب حاصل ہے۔“

خوارزم شاہ کا ایلچی اپنے بادشاہ کا مخفی سر بھر خط لے کر آیا۔ ناصر الدین اللہ نے اُسے دیکھتے ہی کہہ دیا۔

”مجھے اس خط کا مضمون معلوم ہے تم واپس جاؤ اس کا جواب پہنچ جائے گا۔“

**سخاوت** | ایک شخص ہندوستان سے خلیفہ کے واسطے ایک طوطا لے کر چلا جو اقل ہوا اللہ احد پڑھتا تھا۔ راستہ میں ایک رات کو وہ مَر گیا۔ اُس شخص کو بہت رنج ہوا۔ اتنے میں اس کی قیام گاہ پر خلیفہ کا غلام آیا اور طوطا طلب کیا۔ وہ رو پڑا اور کہنے لگا وہ مَر گیا۔ غلام نے کہا وہ مجھ کو دو اور اُس سے کہا

لے تاکہ الخلفاء صفحہ ۳۱۴ لے ایضاً -



کہ تجھ کو کتنے انعام کی توقع تھی۔ اُس نے کہا۔ پانچ سو دینار کی۔  
خادم نے وہیں پانچ سو دینار کمر سے کھول کر اُس کو دیئے اور کہا جس روز تو ہندوستان  
سے چلا ہے۔ خلیفہ کو تیری آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔ یہ  
ذہبی کا بیان ہے کہ ناصر جب کھلتا تھا یعنی لیتا دیتا تو اسودہ حال کر دیتا تھا  
جب سزا دیتا تھا تو سخت سزا دیتا۔ ۱۷

ہیبیت و جلال | الناصر ہیبیت و جلال کا خلیفہ تھا۔ اماکین سلطنت اور عمال  
حکومت ناصر سے لرزہ بر اندام رہا کرتے تھے۔ بغداد سے  
دو ہند، مصریوں کے حکمران بھی ناصر سے خوف زدہ رہتے تھے۔

عیان سلطنت ناصر کا ذکر غلو توں میں بھی وہی ہی آواز سے کرتے تھے۔  
نُحْب | بنی عباس کے قلمرو کے علاوہ چین اور اسپین میں بھی اس  
کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

نوش خلق، خوب صورت، فصیح اللسان، بلیغ البیان شخص تھا اس کے فرامین  
علم و ادب کے اچھے نمونے ہیں۔

ابن واصل کہتے ہیں :-  
”ناصر نہایت شجاع، صاحب فکر اور عقل و سام تھا۔ پولیٹیکل چالیں  
خوب چلتا۔“

ابن بخار کا بیان ہے :-  
”ناصر کے پاس سلاطین آتے تھے اُس کی اطاعت قبول کرتے مگر  
اس کے ہاتھوں ذلیل ہوتے اور اُس کی تلوار نے تمام سرکشوں کو نیچوں  
کر دیا تھا۔ اس کا ملک اس قدر وسیع ہو گیا تھا کہ آخری خلفائے  
بنو عباس میں سے کسی کا نہ تھا۔“ ۱۸

۱۷ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۱۲ ۱۸ ایضاً ۳۱۳

**درستی مزاج و حرص دولت** | ناصر میں خوبیاں نہ زیادہ تھیں۔ مگر ایک درشت مزاجی اور حرص دولت نے اس کے اوصاف

کو نمایاں نہ ہونے دیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ حصولِ زر کے لئے اُس نے رعایا پر بعض اوقات بڑی زیادتی کی۔ نئے ٹیکس جاری کئے۔ مال و جامدات کے لئے سینکڑوں آدمی کو جیل میں بھر دیا۔ خراج کی مقدار غیر معمولی حد تک بڑھادی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ناصر کے ظلم سے عراق و ایران ہو گیا۔ مگر اور کسی تاریخ سے اُس کا ثبوت نہیں ملتا۔

مگر ناصر کے واقعات زندگی بتاتے ہیں کہ ٹیکس رعایا سے لیتا اور رفاه عام میں خرچ کرتا تھا۔ خود اپنی ذات پر صرف نہ کرتا۔ لہٰذا وہ لب میں مبتلا نہ تھا۔

**علمی ترقی** | ناصر کے عہد میں بغداد علم و فضل کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اُس کے عہد میں بڑے بڑے ائمہ کبار علوم و فنون کے تھے۔

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، علامہ مرغینانی صاحب الہدایہ، قاضی خان صاحب الفتویٰ۔ ابوالفرج بن جوزی، عماد کاتب، امام فخر الدین رازی، نجم الدین کبریٰ، فخر الدین بن عساکر، ابوالقاسم البخاری العثماني صاحب الجامع الکبیر جیسے علماء تھے۔ خود ناصر فاضل یگانہ تھا۔ الموفق عبداللطیف کا بیان ہے کہ وسط ایام خلافت میں ناصر کو تحصیل علم حدیث کا شوق ہوا۔ دور دور سے محدثین بلائے گئے۔ اُن سے حدیث پڑھی اور کُسنی اور اجازت حاصل کی۔ پھر خود بہت سے بادشاہوں اور علماء کو اپنی طرف سے اجازت روایت حدیث دی۔ ایک کتاب میں ستر حدیثیں جمع کر کے حطب بھیج دیں۔

ذہبی نے ابن سکینہ، ابن الاضر، ابن البخار، ابن دامنغانی وغیرہ کو ان لوگوں میں بتلایا ہے جنہوں نے ناصر سے اجازت روایت حدیث حاصل کی ہے۔ ناصر کے عہد میں مسلمان اقطار عالم علمی چمک چمک رہے تھے۔ نئی نئی گوہر انیاں

بن گئی تھیں مگر حکمران خود علم سے دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ سارٹان لکھتا ہے :-  
 ”اس دور میں دنیا کے اہم کاروبار مسلمان ہی چادوں طرف انجام دیتے تھے  
 سب سے بڑا فیلسوف الفارابی مسلمان تھا۔ سب سے بڑا ریاضی دان ابو کامل  
 شجاع بن اسلم اور ابراہیم بن سنان مسلمان تھا۔ سب سے بڑا جغرافیہ نویس  
 اور عالم متبحر المسعودی مسلمان تھا۔ سب سے جید مؤرخ الطبری مسلمان تھا۔  
 یہ سچ ہے کہ سب سے بڑا فاضل طبیب اسحاق اسرہیلی مسلمان نہ تھا۔ لیکن عربی  
 بولنے والا اور حکمائے اسلام کا شاگرد ضرور تھا۔“

رفاہ عام | نامرنے رعایا کے لئے فلاح و بہبود کے بھی بہت سے کام  
 انجام دیئے۔

ابن طقطقی کا بیان ہے :-

”اس کے کاغذ غیر اور اوقات حدیثا سے باہر ہیں اُس نے بکثرت  
 مسجدیں، خانقاہیں اور مسافر خانہ بنوائے۔“

علمائے عہدِ ناصر | حافظ ابو طاهر سلفی۔ ابو الحسن بن القضا اللغوی، کمال الدین  
 ابو البرکات بن الانباری۔ شیخ احمد بن رفاعی نہاد،  
 ابن بشکول یونس، وہابی، یونس شافعی، ابوبکر بن طاہر الاحمد بن النحوی، ابو الفضل  
 درافعی، ابن ملکون نحوی، عبدالحق ایشلی صاحب الاحکام، ابو زید السہیلی صاحب  
 الروض المانف، حافظ ابو موسیٰ المدینی، ابن بری اللغوی، حافظ ابوبکر الحارثی،  
 شرف بن ابی عمرو، ابو القاسم البخاری عثمانی صاحب جامع البکیر، نجم الجیولی  
 المشہور بالصراح، ابو القاسم بن خیرۃ الشاطبی صاحب العقیدہ، فخر الدین ابوشجاع،  
 محمد بن علی بن شعیب بن الامام الفرغنی (رواض جدول فرائض، عبد الرحیم بن حجون الزہد،  
 ابو الولید بن رشید صاحب العلوم الفلسفیہ جمال بن فضلان شافعی، قاضی صاحب

الانشاء والترسل، شہاب طوسی ابوالفرج بن الجوزی، عماد الکاتب، ابن عظیمۃ المقرئ، حافظ عبدالغنی المقدسی صاحب العمود، لکن الطائوس صاحب اختلاف شمیم العلی ابودراغشی النحوی، امام فخر الدین رازی، ابوالسعادات ابن اثیر صاحب جامع الاہول و نہایت الغرب، عماد بن یوسف صاحب الشرح الوجیز، شرف صاحب التبیہ، حافظ ابوالحسن بن المفضل، وجہیہ الامان النحوی، ابوالیمین الکندی النحوی، معین الحاجری صاحب کفایہ شافعی، ابوالبقا العبکی صاحب الاعراب، عبدالرحیم بن سمعانی، نجم الدین کبری، ہوفی الدین قدامۃ الحبلی، فخر الدین بن عساکر۔

فقہاء و محدثین | علی بن ابراہیم ناصر الدین ابو علی غزنوی، اصولی و فقیہ و مفسر  
مؤلف شامع مع شرح منابع ۵۸۲ھ میں فوت ہوئے۔

احمد بن محمد بن عمر ابوالنضر زاهد الدین عتابی بخاری عالم زاهد مؤلف بسط شرح  
زیادات عتابی فتاویٰ عتابیہ ۵۸۲ھ میں انتقال ہوا۔

عماد الدین بن شمس الائمہ بکر زرنجی فقیہ ۵۸۴ھ میں فوت ہوئے۔  
احمد بن محمد بن عمر ابوالنضر زاهد الدین عتابی علاء الدین شاگرد علاء الدین محمد  
سمرقندی مؤلف تحفۃ الفقہاء، سلطان المبین فی اصول الدین۔ ۵۸۵ھ میں  
وفات ہوئی۔

احمد بن محمود بن ابوبکر صالونی فقیہ فاضل ہدایہ و کفایہ و مختصر ہدایہ تالیف کیں۔  
شمس الائمہ کردی آپ کے شاگرد تھے۔ ۵۹۰ھ میں انتقال کیا۔

مطہر بن الحسین بن سعد قاضی القضاۃ جمال الدین پزوی کے خاندان سے تھے  
جامع صغیرہ عفرالی کی شرح تہذیب نام لکھی اور مشکل الآثار طحاوی اور نوادر البلیث  
کو ملخص کیا۔ علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے تحت میں بارہ  
مدرسے تھے۔ ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے۔

محمد بن عمر بن عبداللہ نیشاپوری شیخ ابوبکر رشید الدین امام فقیہ مؤلف فتاویٰ  
رشید الدین ۵۹۴ھ میں انتقال ہوا۔

احمد بن محمد بن محمد خطیب خواہزم موفق الدین شاگرد نجم الدین نسفی و جواد الشافعی  
فرغشہ میں وفات پائی۔

علی بن احمد بن مکی حسام الدین رازی مؤلف شرح قدوری (غلامتہ الدلائل و  
تنقیح المسائل) فرغشہ میں فوت ہوئے۔

محمود بن عبید اللہ بزدوی کتاب عون یادگار ہے فرغشہ میں فوت ہوئے۔  
سعید بن سلمان کنندی علمائے اعلام سے تھے۔ تالیف ارجوزۃ الحدیث مسمی  
شمس المعارف و انس العارف ہے۔ فرغشہ میں فوت ہوئے۔

محمد بن احمد بن عمر بخاری ظہیر الدین شاگرد شیخ حسن بن علی ظہیر الدین مرغینانی  
فتاویٰ ظہیریہ یادگار سے ہے۔ فرغشہ میں وفات پائی۔

بدیع بن منصور قرظی، مفسر، فقیہ شاگرد نجم الدین نجم الاثمہ بخاری مؤلف  
مشیتہ الفقہاء فرغشہ میں انتقال ہوا۔ سیواس میں دفن ہوئے۔

علامہ عینی بن ملک عادل سیف الدین ابو بکر فنون فقہ اور حدیث بلاغت  
وغیرہ کے ماہر تھے۔ آٹھ برس مصر میں بادشاہ رہے شاگرد جلال الدین محمود حصدی  
اپنے وقت میں علماء کے بڑے قدردان بہت سی کتابیں جمع کیں۔

اس کے بعد میں لغت جامع کبیر، مجموعہ صحاح و جہرہ ابن ورید لکھی گئی۔ ترتیب  
مسند احمد باب الفہم المصیب فی الرد علی الخطیب وغیرہ لکھی گئیں خود  
جامع کبیر امام محمد کی شرح ضخیم لکھی۔ علاوہ اس کے کتاب عروض یادگار سے ہے  
فرغشہ میں انتقال کیا۔

ابوالحسن علی بن اسعد بن دمعانی الاستبانی المقرئ الخياط حدیث کی سماعت  
ابی الفتح محمد بن عبد الباقی بن احمد بن احمد بن سلمان سے کی۔ ماہ ربیع الاول فرغشہ  
میں وفات پائی۔

الحسن بن احمد الہمدانی مین کارہننے والا تھا۔ جغرافیہ سے دلی لگاؤ رکھتا تھا۔ اُس نے آثارِ قدیمہ کی بڑی تحقیق کی۔ الاکیلل اور صفت جزیرۃ العرب مشہور و معروف اس کی یادگار ہیں۔ حکومت نے اُن کو کسی وجہ سے قید کر دیا۔ چنانچہ صغنا کے محبس میں ۹۴۵ھ میں انتقال کیا۔

حسن بن منصور بن محمود اور جندی فخر الدین قاضی خان شاگرد، محمود بن عبدالعزیز تالیفات میں فتاویٰ قاضی خان و شرح زیادات معروف ہیں۔ ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

یوسف بن حسین بن عبداللہ بدرابیعہ شاگرد برہان بلخی دمشق میں ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے۔

علی بن احمد بن مکی حسام الدین راضی مفتی مذہب حنفیہ مولف شرح قدوری ۹۰۸ھ میں مال ہوا۔

منظف بن یوسف الارموی ادیب زمانہ سے تھے۔ اس کا لڑکا یونس فاضل اور کاتب تھا جو ناصر کے دربار سے متعلق تھا۔ ۹۰۸ھ



۱۔ مقدمہ فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری)

۲۔ معجم البلدان صفحہ ۲۰۳۔

# خلیفہ ظاہر بامر اللہ

**نام و لقب** | ابو نصر محمد بن ناصر الملقب بظاہر بامر اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** | فاضل باپ کے خلف ارشد تھے تعلیم و تربیت شہانہ طور سے ہوئی۔ اپنے والد سے روایت حدیث کی اجازت پائی اور ان سے ابو صالح بن نصر بن عبد الرحمن بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے روایت کی یہ

**خلافت** | ناصر کی وفات کے بعد پہلی شوال ۶۲۲ھ کو ابو نصر محمد تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ عمر اس وقت ۵۲ سال کی تھی۔ لوگوں نے کہا۔ آپ فتوحات کی طرف توجہ کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ میرا کھیت تو سوکھ چکا ہے۔ بیکار طمع سے کیا فائدہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ خدا آپ کی عمر میں برکت دے گا۔ جواب دیا کہ جس شخص نے شام کو دوکان کھولی وہ خاک کھائے گا۔ رحمۃ اللہ علیہ

**عدل و انصاف** | ابن کثیر کا بیان ہے کہ النظار تخت خلافت پر بیٹھے تو اتنا عدل و احسان کیا کہ بچھلے دو خلفاء نے بھی نہ کیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد ان جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا تو بالکل صحیح ہے۔ جتنے اموال و املاک ان کے باپ دادا نے ضبط کئے تھے یا کام میں لائے تھے، مستحقین کو واپس کر دیئے۔ نئے ٹیکس تمام معاف کر دیئے اور حکم دیا کہ جو قدیم میں غراج تھا وہی قائم رہے۔ ایک دفتر کا افسر واسط سے آیا۔ اس کے

لے تاریخ الخلفاء ص ۳۸۸ ۲۷ ایضاً ۔



پاس ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھے جو ظلم سے اُس نے پیدا کئے تھے۔ خلیفہ نے کہا۔ یہ تمام مالی مستحقین کو واپس کر دو۔ جو لوگ قرضہ کی علت میں تھے اُن کو رہا کر دیا اور قاضی کو دس ہزار دینار بھیج دیئے کہ اُن کا قرضہ اُتار دیا جائے۔

**سخاوت** عید الاضحیٰ کے روز علماء و صلحاء کو ایک لاکھ دینار تقسیم کر دیئے۔ اس تمام روپے میں ایک جتہ ایسا نہ تھا کہ کسی سے زبردستی یا اخلاصِ رضامندی وصول کیا گیا ہو۔

سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ :-

» ایک روز النظار خزانہ کی طرف اُنکلے۔ اُن کے غلام نے کہا کہ یہ خزانہ آپ کے والد کے وقت کا ہے اور بھر پور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر میں کیا تدبیر کروں کہ یہ خزانہ پھر بھر جائے۔ مجھے تو اُس کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے خالی کرنا آتا ہے۔ جمع کرنا سوا گم کا کام ہے۔

**وفات** ظاہر نے نو مہینے فرائضِ خلافت انجام دے کر ۱۵ رجب ۶۲۳ھ کو وفات پائی۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس نے قبل وفات بخط خاص ایک فرمان وزیر کو لکھا تھا جو اراکینِ دولت کے روبرو پڑھا گیا۔ وزیر نے تمام اراکینِ سلطنت کو جمع کیا تو خلافت مآب کے قاصد نے کھڑے ہو کر کہا ۔

» امیر المومنین فرماتے ہیں کہ ہمدانی غرض یہ نہیں ہے کہ صرف اس قدر کہنے پر اکتفا کیا جائے کہ دوبار خلافت سے یہ فرمان آیا ہے یا یہ حکم صادر ہوا ہے بعد اس کے اس کا کوئی اثر کہیں محسوس نہ ہو بلکہ اس زبانی گپ شپ کو چھوڑ دو اور اُس پر عمل درآمد کرو۔

قاصد اس قدر کہہ کے خاموش ہو گیا۔ فرمان کھولا گیا تو اس میں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا :-

## توقع عام

آگاہ ہو جاؤ کہ ہماری یہ تاخیر مہل اور بے کار نہیں ہے اور نہ ہماری یہ چشم پوشی غفلت پر مبنی ہے بلکہ ہم لوگوں کو جانچتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص اچھا کار گذار ہے۔ اس سے پیشتر ویرانی ملک، بربادی، اعلیٰ، تخریب شریعت کی کارروائیاں جو ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور نیز براہِ مکروفریب جو جھوٹی باتوں کو سچائی کے لباس میں ظاہر کیا کرتے تھے اور بیچ کنی و ہلاکتِ رعایا کو حق دسی و دادرسی سے تعبیر کرتے تھے ہم نے ان سب تمہارے افعال ذمہ و حرکاتِ قبیحہ سے درگزر کیا۔ افسوس ہے کہ تم نے اس فرصت کے وقت کو مغنات سے شمار کر کے خوفِ ناک اور مہیبِ شیر کے پنجوں اور دانتوں کی طرح سے خلقِ اللہ کو چیر بھاڑ ڈالا تم لوگ ایک ہی بات کو بالفاظ مختلفہ کہا کرتے ہو۔ حالانکہ تم مسلم خلافت کے امین اور محمد علیہ ہو۔ تم لوگ اپنی خواہشات کی طرف خلافتِ مآب کی رائے کو مائل کر لیتے ہو اور حق و باطل کو ملا جلا دیتے ہو۔ اس سے بہ مجبوری تمہاری رائے سے موافقت کی جاتی ہے۔ بظاہر مطیع اور فرمانبردار ہو لیکن حقیقت میں تم حد درجہ کے نافرمان اور متہرد ہو۔ صورتِ موافقت کا پیرایہ اختیار کرتے ہو اور حقیقتاً پورے پورے مخالفت اور سرکش ہو۔

الحمد للہ کہ اب اللہ سبحانہ نے تمہارے خوف کو امن سے محتاجی کو غنا سے اور باطل کو حق سے تبدیل کر دیا اور ایک ایسا فرمانبردار خلیفہ تم کو عنایت کیا ہے جو تمہارے عزرات کو قبول کرے گا اور اس شخص سے مواخذہ اور انتقام لے گا جو اپنی خطاؤں پر مصر ہوگا اور اپنی

حرکات نامعقول سے باز نہ آتا ہوگا۔

امیر المومنین تم کو عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں اُس کا یہی مقصد ہے کہ تم لوگ ہمیشہ عدل و انصاف سے رہو اور بے جا ظلم و کارروائی سے احتراز کرتے رہا کرو۔ امیر المومنین کو ظلم و ستم بے حد ناگوار اور ناپسند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی ناراضی سے امیر المومنین خائف و ترساں ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنی اطاعت کی ترغیب و توفیق دے گا۔

پس اگر تم نے وہ راستہ اختیار کیا جو ملک میں اللہ تعالیٰ میں اس کے نائبوں اور امینوں کا ہے تو نور علی نور ورنہ یاد رکھو کہ ہلاک و تباہ ہو جاؤ گے۔



# خليفة مستنصر بالله

ابوجعفر منصور مستنصر بالله بن ظاہر بامر اللہ ایک ترکیہ ام ولد کے بطن سے  
۵۵۵ھ میں پیدا ہوا۔

**خلافت** مستنصر ۴۳۲ھ جب ۶۳۲ھ کو سر یہ آئے تخت خلافت ہوا۔ یہ  
بھی باپ کے نقش قدم پر چلا۔ رعایا میں عدل پھیلایا اور مقدمات  
میں انصاف کیا۔ اہل علم و دین کو اپنا مقرب بنایا۔ دین کو مضبوط کیا۔ متمردين  
کا قلع قمع کیا۔ سنت کو رواج دیا۔ فتنوں کو مٹایا۔ لوگوں کو سنت کی طرف مائل کیا  
اور جہاد میں تندرہی کی۔ نصرت اسلام کے لئے لشکروں کو جمع کیا۔ سرحد کی حفاظت کی  
اور بہت قلعے فتح کئے۔ آگے جا کر نظام بگڑ گیا۔ کیونکہ خلافت سنبھل نہ سکی۔ اس کے  
سامنے امرائے دولت عباسیہ خود مری کرنے لگے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :-

”اس نے بھی اپنے مرحوم باپ کا رویہ اختیار کیا مگر یہ کہ اس کے عہد  
خلافت میں شیرازہ حکومت درہم برہم ہو گیا۔ خراج کم ہو گیا۔ صوبہ جات  
بٹ گئے۔ ان وجوہات سے لشکریوں کی تنخواہیں ادا نہیں ہو سکتی تھیں  
اور نہ ان کے وظائف دیئے جاسکے۔ مجبوراً لشکر کا حصہ کثیر موقوف  
اور تخفیف کر دیا جس سے بے حد تغیرات وقوع میں آئے۔“

تاہم ای تغلب و استیلا بڑھتا آ رہا تھا۔ انہوں نے بلاد روم کو غیاث الدین  
کیخسرو آخری بادشاہ بنی فلج السلان کے قبضہ سے نکال لیا اور اس کے بعد انہوں

نے بلادِ ارمینہ کو تاخت و تاراج کر دیا۔ غیاث الدین نے تاتاریوں سے امن طلب کی انہوں نے اپنی طرف سے بلادِ روم پر اس کو مقرر کیا۔<sup>۱۷</sup>

خلیفہ مستنصر باللہ دار الخلافہ بغداد میں انہی بلاد پر حکمرانی کر رہا تھا۔ جو گورنران صوبہات اور اطراف و جوانب کے والیان ملک کے دستبرد اور قبضہ و تصرف سے پنج رہے تھے۔ مگر زیادہ دن نہ گزرے پاسے کہ اہل صوبوں پر تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے وائیاں ملک کو زیر کر کے ان کی دولتوں اور حکومتوں کا نام منہ ہستی سے محو کر کے دار الخلافہ بغداد کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔

**جلال الدین شاہ خوارزمی** | جلال الدین کا اقتدار عراق، فارس، گجرات، آذربائیجان اور خلاط وغیرہ پر قائم ہو گیا۔

اکتائی خان نے اُس کے انسداد کی طرف توجہ کی۔<sup>۱۸</sup> میں چنگیز خاں سرچکا تھا اس کے بیٹے اپنے اپنے علاقے کی توسیع میں لگ گئے۔ چنانچہ اکتائی نے امیر حرماغوں کو استی ہزار فوج کے ساتھ جلال الدین کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ جلال الدین خلاط تھا اُسے خبر لگی اُس نے خلافت ماب اور شام کے امراء کو مدد کے لئے لکھا مگر کسی نے معاونت نہ کی۔ تاتاری خلاط پہنچے۔ یہ آمد گیا۔ یہاں بھی فوج تاتاری آگئی۔ یہ کوہستانی علاقہ میں روپوش ہوا۔ ایک کر دے اس کا تلوار سے کام تمام کر دیا۔ اس کے مرتے ہی خوارزمی حکومت ختم ہو گئی۔ تاتاری جلال الدین کے علاقہ پر قابض ہو گئے تو عباسی سرحد پر یورش کی مگر مستنصر کی فوجوں نے سپاہ کر دیا۔<sup>۱۹</sup>

**علمی ذوق** | مستنصر خانوادہ بنی عباس کا چشم و چراغ تھا۔ اسلاف سے ورثہ میں علوم دینی پاسے۔ خود عالم اور علماء کا قدردان تھا۔

۱۷ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۸۴ ۱۸ ایضاً ۱۹ تجربۃ الامصار و تجریتہ الاعمار

(تاریخ و صاوت) ۲۰ ابن خلدون جلد ۳ ص ۵۳۶ -

**مدرسہ مستنصر باللہ** ابن واصل نے لکھا ہے کہ مستنصر نے وجہ کے کنارے اشرفیہ پر ایک مدرسہ بنایا کہ اس سے بہتر دنیا میں نہ ہوگا۔ اس میں چاروں مذاہبوں کے واسطے چار مدرسے مقرر ہوئے۔ مدرسہ سے متعلق شفاخانہ اور فقراء کے لئے باورچی خانہ بنوایا اور ان کے استعمال کے لئے مکان چارپائی بستر، چراغ، تیل وغیرہ اور ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا۔ نیز حمام احمد خدمت گاہ بھی ان کے لئے مقرر تھے۔ ایسا مدرسہ دنیا میں نہ تھا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ اس مدرسہ کی خدمت کی تعمیر ۱۲۵۰ھ میں شروع ہو کر ۱۲۶۳ھ میں ختم ہوئی۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جس میں ایک سو ساٹھ آدمیوں پر لا ذکر نہایت نفیس نایاب کتابیں آئیں اور کتب خانہ میں رکھی گئیں۔ دوسروں نے اٹالیس فقیر طالب علم روزانہ کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔

مدرسہ میں چار مدرسے حدیث، نحو، طب و فرائض کے علیحدہ علیحدہ تھے۔ ان کے لئے کھانے پینے کا اہتمام بھی تھا۔ یہاں یتیموں کے لئے بھی انتظام تھا۔ مستنصر نے مالی کثیر اس کے لئے وقف کیا تھا جس میں کثیر التعداد گاؤں تھے۔

مدرسہ کا بروز پنجشنبہ ماہ رجب ۶۲۵ھ میں افتتاح ہوا۔ عماد الملک شریک تھے ۶۲۸ھ میں ملک اشرف نے دارالحدیث اشرفیہ قائم کیا جس کی تکمیل ۶۳۰ھ میں ہوئی۔

**سکھ** مستنصر نے سونے کے درہم مسکوک کرائے تاکہ سونے کے چھوٹے ٹکڑوں کا چلن موقوف کر دیا جائے۔

**قضاۃ** ۶۳۵ھ میں قاضی شمس الدین احمد الخونی قاضی دمشق کئے گئے۔ ۶۳۷ھ میں شیخ عین الدین بن عبدالسلام کو عہدہ خطابت دمشق کا ملا۔

آثار شہیر | مستنصر نے مساجد، سرائیں، مدارس شفا خانہ کثرت سے اپنے قلم و میں بنوائے یہ

وفات | مستنصر نے ۵۱۵ جمادی الآخر بروز جمعہ المبارک ۵۱۵ھ کو انتقال کیا۔

ہمعصر علماء | ابوالقاسم الرافعی جمال المصری، سکاکی صاحب المفتاح، حافظ ابوالحسن بن القطان یحییٰ بن معطی صاحب الفیہ،

موفق عبداللطیف بغدادی، حافظ ابوبکر بن نقطہ، حافظ عزیز الدین علی بن اثیر صاحب التاریخ والانساب و اسد الغابہ سیف الامری۔ ابن فضلان، عمر بن الفارض شیخ الشیوخ شہاب الدین سروردی ابو عمر و حافظ زکی الدین پرزانی، شمس الجونی حافظ ابو عبداللہ دینی ابن عربی صاحب فصوص وغیرہ۔

یا قوت حموی | یا قوت بن عبداللہ الحموی ۱۱۷۹ھ میں پیدا ہوا۔ کم سنی میں اس کو حماء کے ایک تاجر نے خرید کر تعلیم و تربیت دلائی۔ بعد کو

اپنا سفری منشی بنا کر آندہ کر دیا۔ یا قوت جا بجا پھر کرم خطوط کی نقل کرتا اور اس کو فروخت کر کے ضروریات پوری کرتا۔ ۱۲۱۹ھ میں تاتاری فوجوں نے خوارزم کو تاراج کیا تو یہ وہاں سے جان بچا کر بھاگا۔ ۱۲۲۲ھ میں حلب آیا اور یہیں معجم البلدان لکھی۔ اس کی دوسری تصنیف معجم الادباء ہے۔ حلب میں ۱۲۲۶ھ ۶۲۲ھ میں فوت ہوا۔

## ایوبی خاندان

سلطان صلاح الدین کے بعد اس کے لڑکوں نے جہاں تھے وہیں حکومت

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲۲ ۲۔ ایضاً ۔



قائم کر لی۔ عزیز نے مصر میں افضل نے دمشق میں اور ظاہر غازی نے حلب میں مستقل حکومتیں قائم کر لیں۔ ۵۹۶ء میں ملک العادل نے مصر و دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ۹۱۵ء میں عادل فوت ہوا۔ تو اُس نے مصر پر اپنے لڑکے الملک الکامل کو حاکم کیا۔ دمشق، قدس طبریہ اردن اور کرک کا علاقہ معظم عیسیٰ کو دیا۔ خلاط و جزیرہ اشرف موسیٰ کو دیا، شہاب الدین غازی کو جوہر کا قلعہ ارسلان شاہ کو عطا کیا۔ معظم کے بعد اس کا لڑکا داد و جانشین ہوا۔

مصر کے حاکم الملک کامل کے بعد عادل بن کامل ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی الملک صالح مصر کا حکمران بنا۔ ۵۴۴ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا توران الملقب بہ الملک المعظم ۶۴۸ء میں قتل ہوا تو اُس کی ماں شجرۃ الدین نے اسی جس نے امیر معز الدین ایک جاشنیک ترکمانی سپہ سالار سے عقد کر لیا اور اس کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ مگر بحری امراء موسیٰ بن یوسف ایوبی الملقب بہ الملک الاشرف فرما کر وائے مین کو لا کر مصر کا تخت نشین کیا اور امیر معز الدین کا دروازہ سلطنت نہ ہا۔ شجرۃ الدین نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کا لڑکا نور الدین علی تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد سیف الدین قطر اور اس کے بعد ملک الطاہر ہیکس بند قنداری تخت مصر پر بیٹھا۔

## دولت فرخانیہ

فرخانیوں کی قوم کرمان میں زور پکڑ گئی تھی۔ جلال الدین کے وقت میں براق صاحب امرائے دولت میں تھا۔ جلال الدین کی سلطنت زائل ہوئی تو اس نے کرمان میں ایک چھوٹی سی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں مندرجہ ذیل سلاطین حکمران ہوئے۔

”رکن الدین خواجہ حق بن براق حاجب۔ قطب الدین محمد سلطان۔  
عصمتہ الدین۔ قتلقر ترکان۔ جلال الدین سیور غمش صعوت الدین بادشاہ

فاتون۔ سلطان مظفر الدین محمد شاہ۔ قطب الدین شاہ جہاں عجمیہ الدین  
اور صفوۃ الدین، یہ دعوتیں تھیں۔ صفوۃ الدین بڑی حسینہ، شاعر اور عارفہ  
تھی۔ اس کی ایک رباعی نقل کی جاتی ہے یہ

اُن روز کہ ازل نشانِ کمرِ دند      آسائشِ جاں بید رانشِ کمرِ دند

دعویٰ لبِ نگارِ میکدِ نیات      زبانِ درو سیہ چوبِ درو ہانشِ کمرِ دند

جلال سبور غنیش نیک نام بادشاہ تھا۔ مظفر الدین کے وقت میں مولانا فخر الدین

کو لوگوں نے قتل کیا۔ قطب الدین کے عہدِ سلاطین مغل کے کسی گورنر نے قطب الدین

سے کمر مان نکال لیا اور اس طرح فرخانیوں کا ستھ میں خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد

ملک السلام ناصر کو کمر مان کی حکومت ملی اور کچھ روز تک مختلف حکام کی آمد و رفت

سے کمر مان خراب ہو کر امیر مبارز الدین محمد بن مظفر کو جو ماں کی طرف فرخانی تھا،

حکومت کمر مان کی ستھ میں ہاتھ آئی۔

مبارز الدین محمد کے عہد میں شیخ ابوالسحاق اور شیخ شجاع دو بڑے شخص تھے

مبارز الدین ان دونوں سے برابر بڑا نہ ہا۔

مبارز الدین کی حکومت سندھ سے شام تک قائم ہو گئی تھی۔ یہ بڑا زبردست

بادشاہ تھا۔ پھر اس کے بعد شیخ جلال الدین شاہ، شجاع کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔

اس کے بعد مجاہدین ذین العابدین، عماد الدین احمد، نصرت الدین یحییٰ، ایک ساتھ مختلف

مقامات پر حکمران ہوئے اور اسی زمانہ میں تیمور کا عہد شروع ہوا۔ چنگیز خاں نے تو

لوٹ مار کر اپنا راستہ لیا تھا۔ لیکن تیمور کے بعد اسلامی سلطنت ایک نئے طور

سے قائم ہوئی۔



# خلیفہ مستعصم باللہ

**نام و نسب** مستعصم باللہ ابو احمد عبداللہ بن المستنصر باللہ ۶۹۰ھ میں ہاجر کے بطن سے پیدا ہوا۔

**تعلیم و تربیت** ابن نجار، مویطوسی، ابدروح، ہروی، النجم البادری، شرف الدیلمی سے اجازت و روایت حدیث حاصل کی۔ علمی استعداد معقول تھی۔

**خلافت** امیر دیودار اور امیر شرابی اراکین سلطنت نے ابو احمد عبداللہ کو خلیفہ بنایا۔ باوجودیکہ اس کا بھائی خفاجی عباسی قابلیت اور اہلیت بھی اس سے فائق تھا اور وہی نویدادہ خلافت کا مستحق تھا۔ ان امراء نے اپنے مفاد کو زیادہ ملحوظ رکھا۔

ابو احمد حماد الشافعی ۶۴۰ھ میں تخت نشین خلافت ہوا اور مستعصم باللہ لقب اختیار کیا۔

اس کے زمانے میں تولی خاں کی سلطنت کو وسعت ہوتی جا رہی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

خلیفہ نہایت مطمئن تھا اسے تاناکہ یوں سے تشویش نہ تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ تاناکہ بغداد پر حملہ نہ کریں گے۔ اس غفلت سے دشمن نے فائدہ اٹھایا اور اس کی قوت مجتمع ہوتی رہی جس نے مستقبل میں کوہ آتش نشاں بن کر بغداد کو لپیٹ میں لے لیا۔

۱۰ تاریخ الخلفاء ذکر مستعصم باللہ۔

**وزارت** | مولانا دین محمد بن علقمی شیعی سرپرست ابی حدید معزلی شارح منہج البلاغہ کو وزارت پر سرفراز کیا۔ بڑا اقبال اور فرزندانہ لیکن اس کی طینت خراب تھی۔ بڑا بے فیض و ناقابل اعتبار تھا۔ یہ حقوڑے ہی عرصہ میں مستعصم پر علقمی حاوی ہو گیا۔ جس کا نتیجہ عباسی حکومت کی تباہی و بربادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

**تاتاری حکمران** | چنگیز کا دوسرا لڑکا تولی خاں جو سب بھائیوں میں چھوٹا تھا۔ چنگیز کے بعد دو سال ۶۲۴ھ سے ۶۲۶ھ تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد اوکتا قان تین سال حکمران رہا۔ اس کا لڑکا کھوک خاں نابالغ تھا تو اس کی ماں ملکہ تور اکنیا خاتون چودہ سال ۶۲۶ھ سے ۶۲۸ھ تک تحت چنگیزی پر بیٹھی۔ اس کے بعد منگو خاں پسر تولی خاں نے تحت حکومت سنبھال۔ قوبلا خاں کو ملک ختا پر قبضہ کرنے کو بھیجا۔ ۶۲۵ھ میں منگو خان مر گیا تو سلطنت چنگیزی چند حصص میں بٹ گئی۔

- ۱۔ ارغ بوکا پسر تولی پسر چنگیز خاں نے دارالخلافت اقرار قوم پر قبضہ کیا۔
- ۲۔ آلفو پسر بائیداد خاں پسر چغتایا پسر چنگیز خاں نے ایمالغ میں اپنی علیحدہ سلطنت قائم کی۔
- ۳۔ قوبلا خاں پسر تولی خاں پسر چنگیز لے بالیع (رچکن) کو دارالسلطنت قرار دے کر علیحدہ حکومت کرنی شروع کر دی۔
- ۴۔ قید و پسر قاشی پسر اوکتا قان پسر چنگیز نے یا سائے چنگیزی کے مطابق خود کو جائز وارث خیال کر کے علیحدہ حکومت کرنے لگا۔ بخارا کو اس نے دارالسلطنت اپنا بنایا۔

۵۔ صائٹ خاں پسر توشی پسر چنگیز اس وقت روس، جرمنی، پولینڈ اور آسٹریا کی

فتح میں مشغول تھا۔ اس نے اس طرف اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس کا دایرا الخلافہ مرقع تھا۔

**ہلاکو خان** | ہلاکو خان بن تولی خان بن چنگیز کا بھائی منگوخان ۱۲۵۱ء میں تخت نشین ہوا جس کا ذکر مختصر آچکا ہے۔ اُس نے خاقان کا لقب اختیار کیا۔ چوس کے چند سال بعد بعض بدظلمیوں کی بنا پر باطنیوں نے ایران میں بغاوت کر دی تھی۔ منگوخان نے ایک لشکر جرائد اپنے بھائی ہلاکو خان کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ہلاکو خان نے سمرقند سے گزر کر دریا ٹے اکیس کو عبور کیا اور براہ بلخ کو ہستان پر حملہ کر دیا۔ باطنیوں کا حاکم رکن الدین گر شاہ ثانی ہلاکو کا مقابلہ نہ کر سکا اور اُس نے اطاعت قبول کر لی اور ہلاکو کے کہنے سے اپنے تمام کوہستان فی علاقہ کے پچاس قلعے منہدم کر دیئے جس سے حسن بن صباح کی یادگار حکومت ختم ہو گئی۔

یہاں جس قدر باطنی آباد تھے عورت و مرد سب کو ہلاکو نے تہ تیغ کر دیا۔ آخر میں رکن الدین کو بھی قتل کر دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر خود منگوخان کے مرنے کے بعد حکومت ہاتھ میں لی۔

مراغہ کو دایرا الخلافہ قرار دے کر ایران و عراق پر اقتدار قائم کیا۔ اس کا وزیر مشہور فلسفی خواجہ نصیر الدین طوسی تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی اداکان سلطنت تھے جن میں سے علاء الدین اور شمس الدین محمد جوینی کو عراق، خراسان اور ماہند کا حاکم بنایا تھا۔

**علقمی کی تمنا** | علقمی کو حکومت بنی فاطمہ مصر کے خاتمہ کا بڑا اصرار تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ دولت بنی عباس کو مٹا کر پھر کسی بنی فاطمہ کو بر اقتدار لایا جائے۔ تاہم ایوں سے خط و کتابت کی لیے چنانچہ وہ اپنے آقا مستعصم کو تباہی کی راہ پر لگا رہا تھا۔

**شلعی سنی جھگڑا** | بغداد میں شیعہ اور سنیوں میں باہمی فساد ہو گیا اور ابو بکر بن مستعصم نے مستعصم کے حکم پر شیعوں کے محلہ کرخ کو تباہ و برباد کر دیا۔ علقمی کو اس واقعہ سے سخت غصہ آیا اور اس نے خواجہ نصیر الدین طوسی کو یہاں کا سب حال اور یہ لکھا کہ ہلاکو کو ہر صورت سے بغداد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرے اور خود نے بھی ہلاکو کو اپنے بھائی کی معرفت بغداد آنے کی دعوت دی ہے۔

مگر ہلاکو بغداد پر حملہ کرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا کہ خلیفہ ناصر کے زمانے میں جو ماغوں جس کو اوکٹا قان نے بغداد پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا تھا، دو مرتبہ فوج عباسیہ سے شکست کھا چکا تھا۔ مگر وزیر علقمی برابر ابن صلیا والی اربل کے ذریعے تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کے لئے اکساتا رہا۔  
محقق طوسی نے یہ چال چلی کہ علم نجوم کا حوالہ دے کر ہلاکو خاں کو فتح بغداد کی بشارت دی۔ ہلاکوں خاں نے خلیفہ کو لکھا کہ دویدارہ کو چپک سلیمان شاہ شروانی یا وزیر علقمی کو میرے پاس بھیج دو۔ لیکن ان کے بجائے خلیفہ نے محی الدین ابن الجوزی کو بھیج دیا۔ ہلاکو کو ناگوار گزرا۔

**بغداد پر ہلاکو کا حملہ** | ہلاکو خاں نے ہمدان سے خلیفہ کو لکھ کر بھیجا کہ بغداد پر ہلاکو کا حملہ تم اپنے کو اور دار السلطنت کو مغلوں کے حوالے کر دو ورنہ طاقت سے کام لیا جائے گا۔ اس کے جواب میں ثروت الدین بن عبد اللہ کو قاصد کی حیثیت سے ہلاکو کے دربار میں خلیفہ نے بھیجا۔ جب اُن سے تبادلہ خیالات کیا اور خلیفہ کا جواب سنا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ ذبح الوقتی کی چال ہے۔ چنانچہ اس نے تاتاری لشکر سوغو پنچاق اور باجو خان کی قیادت میں اربل کے راستہ سے بغداد روانہ کیا۔ بکریت پہنچا۔ جہاں دجلہ کی مغربی سرحد

عبود کر کے شہر انبار پر فرات کے مغربی جانب بڑھا اور فوج کے میسر منے باب  
کلوادی کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔

ہلاکو خاں ذوالحجہ ۶۵۵ھ کو خود روانہ ہوا اور آکر اس فوج کی کمان ہاتھ میں لے  
لی۔ باب کلوادی بغداد کا مشرقی پھاٹک تھا۔

ہلاکو تاتاریوں کے قلب لشکر کی کمان خود کر رہا تھا اس نے وسط محرم ۶۵۶ھ  
۱۲۵۸ء میں بغداد کی مشرقی سمت اپنی فوجیں آتا رہیں۔ اُس وقت تاتاریوں کے  
لئے شیعوں کی ریشہ دوانیوں سے آسان صورت پیدا ہو گئی۔ کرخ اور محلہ جی لکامیہ  
جوشیعوں کے مرکز تھے وہ گھلم گھلا اس سے میل کر گئے تھے۔

ہلاکو کا تیس ہزار سواروں کا لشکر دجیل پہنچا۔ اس وقت خلیفہ کی فوج کا ایک  
ہراول دستہ مجاہد الدین ابیک دویار کی قیادت میں نکلا جو قلیل تعداد میں تھا۔ ان  
دونوں کا بغداد کی مغربی جانب شہر سے قریب تصادم ہوا۔ خلیفہ کا لشکر غالب رہا  
اور ہلاکو کا لشکر سخت ہریمت کھا گیا۔ کثرت سے اس کے سپاہی ہلاک اور اسیر  
ہوئے۔ اس وقت غنیم کے لئے وہ دود بار ایک مصیبت بنی تھی جسے اُس نے  
شب میں فتح کر لیا تھا۔ کیچڑ کی زیادتی نے بھاگنے والوں کے راستے مسدود  
کر دیئے۔ صرف وہی لوگ جانبر ہو سکے جنہوں نے اپنے آپ کو پانی میں ڈال  
دیا تھا۔ وہ لوگ بچ گئے جو خشکی کے راستہ شام کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے  
لیکن دویار صحیح سالم اپنے دستہ کے ساتھ بغداد پہنچا۔

اس کے بعد بابو ایک عظیم الشان فوج لے کر مغربی جانب سے بغداد میں  
داخل ہوا اور چند روز تاج کے سامنے فروکش رہا اور اپنے جاسوسوں کے  
ذریعے حالات کا جائزہ لیا اور اپنے موافق فضا پیدا کی۔  
امیر فتح الدین، مجاہد الدین اور دویار کو چپکے سے قلعہ بغداد کا انتظام کیا۔

۱۔ مسلمانوں کا نظم و سلطنت صفحہ ۱۱۱ -



ہلاکو خان کا لشکر ۶۵۶ھ میں سیلاب کی طرح بغداد کی مشرقی طرف یعقوبی دہانے سے اُمنڈ پڑا اور پورے شہر پر چھا گیا۔ اس وقت لوگ گھبرا کر پھرتوں اور مینادوں پر چڑھ گئے۔ ہلاکو کے لشکر نے بغداد کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ سامانِ رسد بند کر دیا۔ مگر اندرونِ بغداد جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر کار مغلوں کی فوج نے اینٹوں کا پستہ بنا کر متجنیق کے ذریعے پتھر اور تیر پھینکنے لگے۔ جب حالت نازک ہونے لگی۔ مجاہد الدین، سدید الدین وغیرہ چھوڑ کر چھوڑ کر ہلاکو خان سے ساند بازہ کر گئے اور اُس کو اطاعت کا پیغام بھیجا اور کہلا بھیجا کہ :-

”حضرت علی سے ہم کو روایت پہنچی ہے کہ تم اس شہر کے مالک ہو گے۔“

ابن عمران شعی جو حاکم یعقوبیہ کا خادم تھا وہ ہلاکو خان سے جا ملا اور اُس نے اُس کی فوج کے لئے رسد کا انتظام کیا۔

ہلاکو خان نے نکلے اور علاء الدین عجمی کو بغداد میں بھیجا اور اہلِ محلہ کو پناہ دی۔ ادھر علقمی نے ہلاکو خان سے جان بخشی کر اُٹی۔ خلیفہ گھر چکا تھا اُس کے ساتھی دغا کر چکے تھے۔ صرف اس کے لئے ایک سہارا علقمی کا رہ گیا تھا اُس نے موقعہ دیکھ کر خلیفہ سے کہا کہ مقابلہ کرنا تا نا دیوں سے بے کار ہے آپ خود ہلاکو کے پاس میرے ساتھ چلئے مال و جوہر اس کی نذر فرمائیے اور اس کی لڑکی سے اپنے شہزادہ ابوبکر کو بیاہ دیجئے۔

**خلیفہ کا قتل** | خلیفہ علقمی کے جھانسنے میں آگیا اُس نے اپنے دونوں بیٹوں ابوبکر اور عبدالرحمن اور چند اراکینِ سلطنت کو لے کر ہلاکو کے پاس پہنچا۔ ہلاکو نے تمام زور و جواہر لے کر اپنی فوج میں تقسیم کر دیا اور امیر دواتی اور امیر شرابی، سلیمان شاہ و دیگر خلیفہ کے ساتھیوں کو فوراً قتل کر دیا۔ لوگوں نے ہلاکو کو راتے دی کہ خلیفہ کے خون سے ہاتھ کو نہ رنگا جائے

بلکہ ندے میں لپیٹ کر اُس کی جان نکالی جائے یہ  
چنانچہ خلیفہ کو ندرے میں لپیٹ کر ڈنڈے سے کچلا کہ خلیفہ کا دم نکل گیا۔ پھر  
ہاتھی کے پیر سے ٹھوکر پی لگوائیں۔ اس کے بعد علقمی نے اس کی لاش کو پاؤں سے  
کچلا اور کہا :-

”میں اہل بیعت رسالت کا بدلہ لے رہا ہوں“  
غرضیکہ ان میں سے کسی کو گور و کفن تک میسر نہ ہوا۔ یہ واقعہ محرم ۶۵۶ء  
میں پیش آیا۔

پہلا شخص ہلاکو خان کی طرف سے فوج لے کر بغداد میں داخل ہوا۔ وہ  
علی ہمدان تھا۔  
تاتاری بغداد میں گھس پڑے اور کئی دن تک قتل عام کرتے رہے عورتوں  
اور بچوں نے نکل جانا چاہا۔ لیکن ان مغلوں نے ان کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ شہ آبادی کو  
ختم کر کے چالیس دن تک نہایت بے دردی سے بغداد کو لوٹتے رہے۔  
علامہ ابن خلدون کا بیان ہے :-

”صرف شاہی حملات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز و سامان  
لوٹا اُس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ عباسی کتب خانہ کی تمام کتابیں جو  
صدیوں کا سرمایہ تھیں دجلہ میں ڈبو دی گئیں۔ مقتولین کی تعداد کا  
اندازہ سولہ لاکھ تھا۔“  
لیبنان فرانسیسی لکھتا ہے :-

”مغلوں نے ۶۵۶ء، ۶۵۸ء میں بغداد پر قبضہ کیا۔ شہر میں قتل عام ہوا  
اور مستعصم باللہ آخری خلیفہ عباسی، ہلاکو خان بادشاہ مغل کے ہاتھ سے

۱۔ تجریت الامصار و تجریت الاعصار ۵ ابوالفدا جلد ۳ صفحہ ۱۹۴ ۲۔ تاریخ ابن خلدون ج ۹ ص ۱۸۹

۳۔ تجریت الامصار و تجریت الاعصار ۵ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۵۲ -

ماہ اگیا۔ ساری دولت لٹ گئی۔ کتابیں کچھ جلادی گئیں اور کچھ دجلہ میں پھینک دی گئیں۔

قطب الدین الحنفی لکھتا ہے :-

ان شائقین علوم و فنون نے اس واقعہ سے پہلے اس قدر علمی ذخیرہ جمع کیا تھا کہ جس وقت مغلوں نے مدائن کی کتابوں کو دجلہ میں ڈال دیا تو اس سے ایک پل تیار ہو گیا جس پر سے سواہ پیدل بخوبی گزر سکتے تھے اور دریا کا پانی بالکل سیاہ ہو گیا۔

مسلمانوں کا یہ عظیم الشان شہر جو صدیوں خلافت کا صدر مقام تھا۔ علم و فن کا مرکز، علماء اور فقہاء کا مرجع، دولت و ثروت کا مخزن تھا وہ تاتاریوں کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ بیس لاکھ کی آبادی میں سے صرف چار لاکھ بچ رہے جس میں زیادہ تعداد شیعہ کی تھی۔ سوا پانچ صدی کے بعد دولت سنی عباس کا خاتمہ مستعصم کی ذات پر ہوا۔ ۱۹ محرم ۶۵۶ھ کو بابس کلوازی کی جانب برج عظمیٰ پر مغلوں کا پرچم لہرایا گیا۔

عباسی خلافت کے خاتمہ کے بعد ابن علقمی نے تاتاریوں کو علوی خلافت قائم کرنے پر آمادہ کرنا چاہا مگر ہلاکو نے ٹھکرا دیا۔

ابن علقمی کا حشر | ابن عمران کو بغداد کا حاکم بنایا اور عسقی کو اس کا چپر سی کیا۔ اور علی بہادر کو شیعہ بغداد کیا۔ صنعی الدین بن عبدالمومن شیعہ نے ہنڈئی اور گانا سنا کہ ہلاکو کے ہاتھوں جان پہچانی بلکہ انعام و اکرام حاصل کئے بمحقق طوسی کی فرمائش پر شیعہ کی جان بخشی ہوئی اور ان کے محلے لوٹ سے بچ رہے۔

ہلاکو خان قصر مونیہ میں جو مشرقی بغداد میں تھا خود ٹھہرا۔ تمام شاہی خاندان

کے افراد گرفتار کر لئے گئے اور سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ پھر شہر میں آگ لگا دی گئی۔ اس آگ نے خلیفہ کی مسجد، امام موسیٰ کاظم کا مشہد، صافہ کا شاہی قبرستان اور بڑی بڑی عمارتوں کو خاکستر کر دیا اور چند وزیروں میں یہ بہشت الدنئی (بغداد) کھنڈرات نظر آنے لگا۔

دکان ماسان مجالست اذکرہ

فلن خیر اولو تسال عن الخیر

ترجمہ :- اس دن جو کچھ ہوا میں اُس کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ تم گمان اچھا ہی رکھو اور حالات کو نہ پوچھو۔

دبیر بلاد کا حشر | ہلاکونے انتظام بغداد کے بعد محقق طوسی سے فرمان لکھوا کر مختلف ممالک میں بھیجے۔ ملک کامل ناظم حلب نے جس نے خلیفہ کی مدد کے لئے فوج بھیجی تھی۔ مگر خلیفہ کی شکست کی خبر سن کر واپس ہو گئی تھی لڑائی کا سامان تیار کیا۔ ہلاکونے ملک کامل کے مقابلہ کے لئے بشت کو فوج دے کر بھیجا۔ ملک کامل گھبرا گیا اور خزانہ وغیرہ چھوڑ کر قلعہ انکلیک وینانیہ میں جا کر پناہ لی۔ بشت حلب پہنچا۔ اہل شہر نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ بشت شہر پر قابض ہو گیا۔ حلب کا بڑا خزانہ اُس کے ہاتھ آیا۔

دوسری طرف ہلاکونے کیدلوقا کو فوج دے کر شام بھیجا۔ اہل شام خوفزدہ ہو گئے۔ ملک ناصر الدین کی دمشق کی لڑائی سے کچھ امراء واڈی ریل چلے گئے۔ جب دمشق والوں نے مقابلہ کی تاب نہ پائی تو اطاعت قبول کی۔ کیدلوقا سات مہینے یہاں رہا۔ ناصر الدین نے قاہرہ کے حاکم ملک ظفر کو مدد کے لئے لکھا۔ ادھر علامہ تقی الدین حرانی نے تانادیوں کے مظالم دیکھ کر مسلمان عوام میں وعظ کہہ کر جہاد کے لئے جذبہ پیدا کر دیا۔ حاکم قاہرہ نے فوج بھیجی۔ علامہ معہ مجاہدین کے فوج میں شامل رہتے آ کر فوج تانادی سے

مقابل ہوئے اور کید لوقا کو تلوار پر رکھ لیا۔ ہزار ہا تاراری کھیت رہے اور اُس کو شکست فاش اٹھانا پڑی۔ ہلاکو در بند پر حملہ آور ہوا اور ہر کہ انمول کی فوج کو تہ تیغ کیا۔ پھر موصل، دیار بکر وغیرہ بھی فتح کر لئے۔ مراغہ جا کر اُس نے محقق طوسی سے ۶۳۵ھ میں شمالی رخ رصد تیار کرائی۔ اس کی تیاری کے لئے بنجم الدین کاتب کو قزوین نے مؤید الدین عرمی کو، دمشق سے فخر الدین مراحمی کو موصل سے اور فخر الدین اعلاطی کو قلعہ سیس سے بلوایا۔ یہ رصد گاہ تعمیر ہو گئی تو ہلاکو نے سب کو انعامات عطا کئے۔ ۶۳۳ھ میں ہلاکو فوت ہوا بہت سی حسین لڑکیوں کے ساتھ دفن کیا گیا تاکہ اُس کی روح کو تسکین ہو۔

سوغو سچاق نوئیں وزیر ہلاکو تا بجو کے ساتھ بغداد  
**الہ کار سلطنت ہلاکو** | پر حملہ آور ہوا تھا۔ تا بجو امیر العسکر، قیغبتائی، تنفور، سلوک سفرائے ہلاکو خاں۔ کید لوقا فذیر جنگ، علماء میں علاء الدین شمس الدین کرت نصیر الدین، طوسی اس کے مشیر کار تھے۔

مستعصم میں بہت زیادہ اخلاقی خوبیاں تھیں مگر علقمی نے  
**اوصاف مستعصم** | اُس کو عیش و عشرت پر لگا دیا تھا۔

مستعصم احسان فراموش نہ تھا۔ نیک سیرت، متدین، نرم خو، نیک طبیعت، گفتگو میں محتاط، خوش اخلاق اور مر سبھاں مرنج انسان تھا۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فہم و فراست سے بڑی حد تک بے بہرہ، فوجی صلاحیتوں سے

۱۔ ہلاکو کے باپ لٹکے تھے۔ ۲۔ ابا قاخان۔ ۳۔ بشت۔ ۴۔ تبتش۔ ۵۔ منگو تھور۔ ۶۔ یزداد۔ ۷۔ اوجائے۔ ۸۔ تکتش سلطان نکودار۔ ۹۔ جو شکب۔ ۱۰۔ قنقراتائی۔ ۱۱۔ سیودار۔ ۱۲۔ چومغار۔

۱۳۔ نصیر الدین محمد بن الحسن طوسی فیلسوف ۵۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ ہدیت و ریاضی کا بڑا ماہر، تجزیہ و شرح مجملی وغیرہ یادگار سے ہیں مرض عیلاں میں مبتلا ہو کر ۶۴۶ھ میں بغداد میں مرا (دائرہ المعارف) الدینی جلد ۱ صفحہ ۴۵۹۔ ماخوذ از تجزیہ الامصار و تجزیہ الامصار۔

عاری، امور سلطنت سے بے خبر، لالچیوں کی امید گاہ اور بے رعب و دبدبہ کا خلیفہ تھا اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اس کا زیادہ وقت غم و سرود اور مسخروں کی صحبت میں گزرتا تھا۔

علامہ طقطقی مویہ الدین بن علقمی کی بہت تعریف فرماتے ہیں کہ وہ خلیفہ کو فوجی استحکامات، بیدار مغزی اور احتیاط کا مشورہ دیتا تھا۔<sup>۱</sup> دوسری طرف بقول علامہ ابن خلدون شاہ اہل کی معرفت علقمی ہلاکو کو بغداد آنے کی دعوت دیتا تھا۔<sup>۲</sup>

علامہ طقطقی اُس کے اوصاف یہ لکھتے ہیں :-

”مستعصم میں خوبیاں بہت تھیں۔ نیک فطرت، نرم خو، شیریں زبان، پاک باز و خوش خلق۔ مگر اوصاف جہاں بانی سے کورہا تھا۔ طبیعت کا کمزور، رائے کا کچا اور مملکت سے نابلد، رعب داب نہ تھا۔ اس کا مشغلہ ہنسی، مذاق اور تفریح تھا۔ اُس کے مصاحب و حاشیہ نشین ادنیٰ درجہ کے جاہل عوام تھے“<sup>۳</sup>

خلیفہ مستعصم باللہ کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ اس نے وادی دجلہ میں شکار کئی میل لمبا احاطہ بنا رکھا تھا۔ لوگ حلقہ باندھ کر جانوروں کو اس حصار میں داخل کر دیتے۔ پھر خلیفہ اور اس کے رفقاء جہاں تک شکار کر سکتے تھے شکار کرتے اور بقیہ کو چھوڑ دیتے۔<sup>۴</sup>

علامہ طقطقی لکھتے ہیں :-

”مستعصم لہو ولعب اور رقص و سرود کا بڑا دلدادہ تھا۔ اُس نے بدرالدین لولو والی موصل کو آلاتِ سرود اور مطرب بھیجنے کے لئے لکھا اور ہلاکو خاں

<sup>۱</sup> الفخری صفحہ ۲۶۲ <sup>۲</sup> ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۸۸ <sup>۳</sup> مقدمہ الفخری ص

<sup>۴</sup> مقدمہ الفخری -

نے اُس سے منجیق اور دیگر آلات قلعہ شکن طلب کئے تو بدرالدین نے سرپیٹ لیا اور کہا: ”وہ نے کامیاب ہونے کا مقام ہے کہ ہمارے خلیفہ کو کن چیزوں کی ضرورت ہے اور ہمارا کیا طلب کر رہا ہے۔“

**مستعصم کا واقعہ** ایک شخص عبدالغنی خلیفہ مستعصم کے زمانہ میں قلعہ کے پہرہ داروں میں تھا۔ جب خلیفہ نے اپنے بیٹے مستعصم کو قفا ہو کر اس قلعہ میں نظر بند کر دیا تو عبدالغنی نے شہزادے کی خلوص و گرجوشی سے خدمت کی۔ جب مستعصم باپ کے بجائے خلیفہ ہوا تو اُس نے عبدالغنی کو قلعہ کی پہرہ داری سے نکال کر اپنے پاس رکھا اور اُس کو کچھ عرصہ میں اپنا خاص الخاص ملازم قرار دیا۔

**علمائے عہد مستعصم** حافظ تقی الدین صریقی، حافظ ابوالقاسم بن الطیلان شمس الائمہ کردی حنفی، تقی الدین بن الصلاح، علم السناوی، حافظ محب الدین بن النجار مؤرخ بغداد، مفتاح الدین شارجہ المفصل، ابن القیس النحوی، ابوالحجاج الاقصی زاهد، ابوعلی الشلوبینی النحوی، ابن بربطار صاحب المفردات، امام علامہ جمال الدین بن حاجب امام مالکیہ، ابوالحسن بن وباح نحوی، قفطی صاحب تاریخ السیاسة، افضل الدین النورجی صاحب المنطق، بہادر بن بنت الحمیری، جمال عمرو بن نحوی الرضی لصنفا فی اللغوی، کمال عبدالواحد الزمکانی صاحب المعانی والبیان واعجاز القرآن، شمس خسرو شاہی، مجدد بن تیمیہ، یوسف بسط بن الجوزی صاحب مرآة الزمان، ابن مالیش شافعی، ابن ابوالفضل المرسی صاحب التفسیر، عبدالعظیم المنذری، شیخ ابوالحسن شاذلی، شعلتہ المقرئ فارسی شارجہ الشاطبیہ، سعد الدین بن الفرغی شاعر، مصری شاعر، ابن الہارم مؤرخ اسپین ۷۷۵ھ



## محدثین و فقہاء

عبید اللہ بن ابراہیم جمال محبوبی شاگرد امام زادہ محمد ابن ابی بکر و شمس الائمہ عمر بن بکر زنجری و قاضی خاں اور آپ کے تلامذہ پسر خود و الاتاج الشریعہ مؤلف و فاء و حافظ الدین کبیر بخاری وغیرہ ۶۳۳ھ میں انتقال ہوا۔

محمد بن عبدالستار شمس الائمہ کمدری شاگرد امام زادہ مؤلف شریعت الاسلام آپ نے امام غزالی کی کتاب منحول کی رد میں رسالہ لکھا۔ وجیز کمدی آپ کی تالیف ہے۔

بکر ترکی ناصری نجم الدین فقیہ عارف سعید شاگرد عبدالرحمن بن شجاع مؤلف حاوی (فقہ) ۶۵۲ھ میں انتقال کیا۔

علی بن محمد نجم العلماء حمید الدین العزیز، فقیہ معروف مستند شاگرد شمس الائمہ کمدری و استاد حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی صاحب کنز الدقائق و مؤلف شرح جامع الکبیر و نافع وغیرہ۔

محمد بن سلیمان بن الحسن القدس معروف بن النقیب، فقیہ، زاہد عالم مفسر جامع فنون مختلفہ مؤلف تفسیر ضخیم۔ اس میں پچاس تفسیریں جمع ہیں اس کا نام تحریر و تجزیہ اقوال ائمہ التفسیر ہے۔ ۶۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن محمود بن مودود و موصلی ابوالفضل محمد الدین شاگرد شیخ جمال الدین حمیری مؤلف مختار و شرح آل اختیار۔ ۶۸۳ھ میں فوت ہوئے۔



# خلفائے عباسیہ

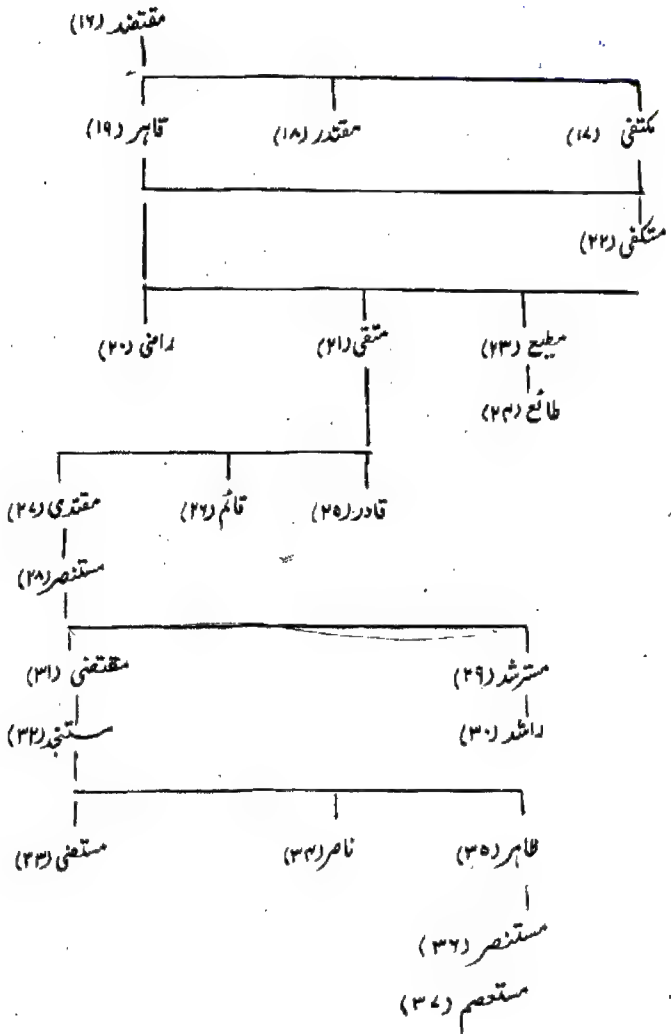
۱۳۲ھ، ۴۵۰ھ سے ۶۵۶ھ، ۱۲۵۸ھ

۳۲۹ھ	۳۲۲ھ	راضی	۱۳۲ھ، ۴۵۰ھ	سفاح
۳۳۳ھ	۳۲۹ھ	متقی	۴۵۵ھ	منصور
۳۳۴ھ	۳۳۳ھ	متکفی	۴۶۵ھ	مہدی
۳۴۳ھ	۳۳۴ھ	مطیع	۴۸۵ھ	ہادی
۳۸۱ھ	۳۴۳ھ	طائع	۴۸۶ھ	ہارون
۴۲۲ھ	۳۸۱ھ	قادر	۸۰۹ھ	امین
۴۶۶ھ	۴۲۲ھ	قائم	۸۱۳ھ	مامون
۴۸۶ھ	۴۶۶ھ	مقتدی	۸۳۳ھ	معتمد
۵۱۲ھ	۴۸۶ھ	مستظہر	۸۴۲ھ	واثق
۵۲۹ھ	۵۱۲ھ	مسترشد	۸۵۶ھ	متوکل
۵۳۰ھ	۵۱۱ھ	راشد	۸۶۱ھ	مستنصر
۵۵۵ھ	۵۳۰ھ	مقتضی	۸۶۲ھ	مستعین
۵۵۶ھ	۵۵۵ھ	مستفید	۸۶۶ھ	معتمد
۵۶۵ھ	۵۶۶ھ	مستفی	۸۶۹ھ	مہدی
۶۲۲ھ	۵۶۵ھ	ناصر	۸۹۲ھ	معتمد
۶۲۲ھ	۶۲۲ھ	ظاہر	۹۱۲ھ	معتمد
۶۴۰ھ	۶۲۲ھ	مستنصر	۹۰۲ھ	متکفی
۶۵۶ھ	۶۴۰ھ	مستعصم	۹۰۸ھ	مقتدر
۱۲۵۸ھ	۱۲۵۸ھ		۹۳۲ھ	۱۳۲ھ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

امام علی





## بغداد کا حشر

بغداد پر تاتاری سیلاب ۶۵۶ھ کے بعد مسلمانوں کا دار السلطنت پھر نہ بن سکا۔ ایک عرصہ تک جلال مرے خاندان کے سردار شیخ حسن بورزگ بغداد پر قابض ہو گیا۔ پچاس برس بعد ۱۳۹۳ء میں تیمور کا تسلط بغداد پر ہو گیا۔ جس وقت جانے لگا اپنی طرف سے گوند مرزا ابو بکر کو کرتا گیا۔ تھوڑے عرصہ بعد سلطان احمد جلائری پھر بغداد پر قابض ہو گیا۔ اس کی حکومت ۱۴۱۲ء تک رہی۔ پھر ترکمان شاہ سودا نے قبضہ کیا ۱۴۶۹ء تک اس کے خاندان حکمران رہے۔ ترکمان شاہ بیضہ کے قبضہ میں آ گیا۔ ۱۵۰۸ء میں اسماعیل صفوی شاہ ایران کی افواج بغداد میں داخل ہوئیں۔ ۱۵۳۲ء میں سلمان قانونی کے دورِ حکومت میں ایک ترکی جنرل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ عثمانیوں کی حکومت بغداد پر قائم ہو گئی۔ لیکن شاہ عباس کے زمانے میں ترکوں سے صفویوں نے پھر اسے چھین لیا۔ یہ بیکر آغا انکشاری کی غداری کا نتیجہ تھا۔ ۱۶۳۸ء میں ترکوں نے ایرانیوں سے اسے دوبارہ لے لیا۔

**سیاسی حالت** ۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ ختم ہوئی۔ نظام خلافت کا بھی اختتام ہو گیا۔ اب ہر طاقت ور حاکم خود مدعی خلافت تھا اس کو اب سند حکومت کی بھی ضرورت نہ تھی۔

فارس میں غازیان مسلمان ہونے کے بعد سلطان اعظم، سلطان الاسلام و المسلمین بن گیا۔ شاہ رخ اور تونس کا حاکم ابو عبد اللہ محمد حفصی نے خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ ابو عنان فارس مراکش کے خانوادہ مرینیہ کے ایک فرد نے اپنے لئے خلیفہ امیر المومنین اور امام کا لقب اختیار کیا۔ سلطان علاؤ الدین خلجی اور اوزن حسن ترکمانی بھی خلافت

کے مدعی تھے۔ بلا و ماوراء النہر میں دولت ازبک نے بانی محمد شیبانی اور مصر کے مملوک  
سلاطین قایتباٹی اور قالفوہ غوری نے بھی اپنے لئے امامت کا دعویٰ کیا تھا۔  
سقوط بغداد کے بعد عالم اسلامی میں ہر طاقت ور اور ہر فرماں روا خلافت  
کا مدعی تھا۔

## سلطنت ایران

حضرت عمر خلیفہ دوم کے وقت میں یہ ملک مسلمانوں نے فتح کیا۔ اس کے بعد مدینہ،  
دشوق اور بغداد کے خلفاء اس پر حکمران رہے۔ خلافت بغداد کے ضعیف ہونے پر  
سلاطین صفادیہ، سامانیہ، دیلمہ، غزوید، سلجوقیہ اور خوارزم شاہی اس پر حکمران ہوئے۔  
اس کے بعد چنگیز کا زمانہ آیا۔ چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کی آٹھویں پشت میں  
ابوسعید کے زمانے میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوئیں جس کو مٹاکر امیر تیمور نے  
ایران کو ایک صوبہ قرار دیا۔ تیمور کے بعد اس کے خاندان میں دسویں صدی ہجری کے  
آغاز تک ایران کی حکومت تھی۔ یہ سب حالات اور مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

خاندان تیموری کا دور وسط ایشیا میں دسویں صدی ہجری کے شروع میں گھٹا اس  
کے بعد کے حالات مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک سید بزرگ شاہ صفی نے  
پیشوا کے مذہب کی حیثیت سے اہلن میں عروج پکڑا۔ تمام دعایا شاہ صفی کی معتقد  
تھی اس لئے شاہ صفی نے ایک رنگ حکومت کا پیدا کیا۔ پھر اس کی نسل میں شاہ اسماعیل بڑا  
زبردست بادشاہ ہوا اور دو صدی تک صفوی خاندان ایران پر قابض رہا۔

شیعوں، سنیوں کو بالکل الگ قائم کرنا، اسماعیل صفوی اور اس کے مابعد جانشینوں  
کی حکمت عملی تھی۔ شاہان صفوی نے بہت زیادہ کوشش اس امر میں کی کہ شیعوں کا  
گردہ سنیوں سے بالکل الگ ہو جائے۔ اپنی پالیسی میں سلاطین صفوی پورے طور

لے انظم الاسلامیہ۔

پر کامیاب ہوئے اور ایران کی فوج اور ایران کی رعایا اس نئے جوش میں عرصہ تک کار نمایاں کرتی رہیں اور شاہی خاندان استقلال کے ساتھ حکمران رہا۔

اسماعیل ۹۸۰ھ - خاندان صفوی کا پہلا خود مختار بادشاہ ہے۔ سلطان ترکی سے اس نے خوب لڑائی کی اور زکون کو بھی اس نے زیر کیا۔

شاہ طہماسپ ابن اسماعیل: ۹۹۳ھ - ہمایوں بادشاہ ہند نے اسی سے مدد چاہی تھی۔ یہ بھی بڑا نامی بادشاہ ہوا ہے۔

شاہ اسماعیل ثانی بن طہماسپ: ۹۸۹ھ - مدت سلطنت ۹ سال رہی۔

محمد خدا بندہ بن طہماسپ: ۹۸۸ھ - یہ اپنے بھائی اسماعیل ثانی کے مرنے پر تخت پر بیٹھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔

حمزہ بن محمد خدا بندہ: ۹۹۴ھ - اس نے برائے نام سلطنت کی۔

شاہ اسماعیل ثالث: ۹۹۲ھ - اس نے بھی برائے نام سلطنت کی۔

شاہ عباس: ۹۹۴ھ - اسماعیل اول اور شاہ طہماسپ کی طرح یہ بھی

زبردست بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

شاہ صفی: ۹۹۴ھ - اس کے وقت میں خاندان صفوی نے کوئی نمایاں کام

نہیں کیا۔

شاہ عباس ثانی: ۹۸۰ھ - اسماعیل، طہماسپ، عباس اول کی طرح یہ بھی بڑا زبردست

بادشاہ ہوا ہے۔ غیر مذہب والوں سے لڑنے کی وجہ سے غازی اس کو لقب ملا۔

سلیمان تک خیریت تھی۔ اس کے بعد

غلجیوں اور ابدالیوں نے اس خاندان

کو کمزور کر دیا۔

{ سلیمان ۹۸۰ھ  
شاہ حسین ۱۱۰۶ھ  
شاہ طہماسپ ۲۵ھ

خاندان صفوی کے انحطاط کے زمانہ میں ابدالیوں اور غلجیوں کو کچھ زور ہوا۔ ابدالی

اور درانی ایک ہی قوم ہے اور غور کے پہاڑوں پر اس کا ٹھکانہ تھا۔ لیکن اس وقت

ہرات کے آس پاس آباد ہو گئے تھے۔



خلجیوں کی قوم اس زمانے میں قندھار کے گرد و نواح میں کستی تھی۔ خلجی اور ابدالی آپس میں بھی لڑتے تھے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے لئے خلجیوں اور ابدالیوں نے مل کر ایران کی سلطنت کو کمزور کر دیا اور پھر اس کے بعد خلجیوں نے جاگیر ایران پر قبضہ کر لیا۔ خلجیوں کا سردار محمود قندھار سے روانہ ہو کر ایران میں داخل ہوا اور ۱۲۲ھ کو تخت نشین ہوا۔ خلجیوں اور ایرانیوں کی جنگ کی ابتدا شاہ حسنین کے وقت میں ہوئی اور اس کے بیٹے شاہ طہماسپ ثانی نے محاصرے کی تکلیف سے گھبرا کر تاج شاہی محمود خلجی کے حوالے کر دیا۔

اپنے چچا محمود کے مرنے پر اشرف خاں تخت پر بیٹھا۔ سلطان ترک نے سلطان روس سے مل کر اشرف خاں کو دبا ناپا کیا۔ شمالی ملک کا روس خواہاں تھا اور مغربی حصہ کو سلطان ترک دبا ناپا ہوتا تھا۔ اشرف خاں نے لڑائیوں میں بڑی بہادری دکھائی۔ ان دونوں سلطنتوں نے اس کی سلطنت تسلیم کی۔ لیکن اشرف خاں ان حصوں کو واپس نہ لے سکا جو دشمنوں کے قبضے میں آگئے تھے۔

مرزا طہماسپ جب تاج سلطنت محمود شاہ کے حوالہ کر کے علیحدہ ہوا کسی طرح مادر قلی درانی کے قبضہ میں آگیا اور نادر شاہ نے اپنے کو اس کا سپہ سالار بنا کر ملکی فتوحات شروع کر دی۔ مادر قلی پہلے قزاقوں کی طرح ٹوٹ مار کرتا تھا اب طہماسپ کی سپہ سالاری نے اس کی حالت میں بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا۔ نادر شاہ کے عہد میں (۱۱۷۱ھ) اشرف خاں قتل کیا گیا۔ جو ملک اشرف خاں کے عہد نامہ سے سلطنت ترک میں داخل ہو گئے تھے اسے نادر شاہ نے بزورِ شمشیر لے لیا۔

**نادر شاہ کا عروج** | نادر شاہ نے طہماسپ شاہ شہر نج کو تخت سے اتار کر اس کے شیر خوار بچے کو تخت پر بٹھایا اور ۱۱۷۳ھ میں تمام لوگوں کی صلاح سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا۔ نادر شاہ نے اپنا مذہب بدل ڈالا۔ پہلے شیعوں کا تھا اب سنی ہوا اور چاہا کہ خاندان صفویہ کی محبت لوگوں کے دل سے نکل جائے۔ اور اس کے وقت سے ایک نیارنگ پیدا ہوا لیکن تہجد اچھا نہ ہوا۔ لوگ اس سے بدول ہونے لگے۔ فوج کے خوش کرنے

کے لئے اُس نے قندھار پر چڑھائی کی اور غلجیوں کو وہاں سے نکالا۔ پھر کابل غزنی ہوتے ہوئے ہندوستان پر اُس نے چڑھائی کی اور یہاں کی دولت سے اپنی فوج کو مالا مال کرنا چاہا۔ دلی نادر شاہ کے وقت میں تباہ ہوئی۔ تیمور کے حملوں کی طرح اب بھی دلی میں قتل عام ہوا۔ ہند سے واپس جا کر نادر شاہ نے اور بھی فتوحات کیں۔ ہند میں جو کچھ خورنیزی نادر شاہ سے ہوئی زیادہ تر دلی والوں کا قصور تھا۔ لیکن اس کے بعد نادر شاہ میں سفاکی اور خورنیزی کی عادت ہو گئی اور کچھ مایخولیا کا دخل بھی اس میں شروع ہوا۔ ایزدوں نے ۱۱۶۰ھ، ۱۱۶۱ھ میں اُسے قتل کیا۔

نادر شاہ کے بعد افغانستان میں احمد شاہ درانی (ابدالی) حکمران ہوا اور ایران میں نادر شاہ کے مخالف اعلیٰ کا بھتیجا عادل شاہ تخت نشین ہوا۔ عادل شاہ دو برس کے بعد مر گیا اور پھر پچاس برس کے اندر ہی اندر کوئی آٹھ بادشاہ ابراہیم، شاہ رخ، مرزا، اسماعیل، محمد کریم خاں، ذکی خاں، صادق خاں، جعفر خاں، لطف علی یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے اور سلطنت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ ان بادشاہوں میں کریم خاں زندہ رہے ۲۰ برس تک سلطنت کی اور باقی نے برائے نام سلطنت کی۔

آغا شاہ قاجار نے ۱۲۱۲ھ میں کئی لڑائیاں فتح کر کے سلطنت ایران پر قبضہ کر لیا۔ شاہ روس سے بھی اس نے کئی لڑائیاں لڑیں۔ اس کے بعد اس کا بیٹا فتح علی قاجار تخت ایران پر بیٹھا اور شاہ روس سے برابر لڑتا رہا۔ ۱۲۵۸ھ میں محمد شاہ قاجار تخت پر بیٹھا۔ بادشاہ اور رعایا کا مذہب شیعہ تھا۔ افغانوں نے ان پر جہاد کی نیت سے حملہ کیا تھا۔ ۱۲۶۰ھ میں ترکی کے گورنر نجیب بادشاہ حاکم بغداد نے کربلا پر چڑھائی کی اور ۹ ہزار آدمیوں کو مذہبی تعصب سے ہلاک کیا۔ محمد شاہ قاجار یہ سن کر غضب ناک ہوا۔

۱۲۶۴ھ میں سلطان محمد شاہ قاجار نے وفات پائی۔

تاریخ ایران ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ یہاں صرف مختصر حالات لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ عہد بنی عباس میں ایران کے مسلم حکمرانوں کا جو ذکر گذر چکا ہے اس کا سلسلہ قائم رہے۔

# خلافت عباسیہ پر ایک سیاسی و تاریخی نظر

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد بنی امیہ اپنے جبروت اور سیاسی ڈپلومسی سے خلفائے راشدین کے جانشین بن کر عظیم الشان حکومت کے بانی ہوئے اور خلفائے راشدین کی فتوحات پر اپنی دولت قائم کی۔ امیر معاویہ اُس کے موسس اول تھے۔

”یہ دولت بنی امیہ ۴۰ سالہ میں قائم ہوئی اور ۳۲ھ میں ختم ہو گئی۔ خلافت راشدہ جمہوری نظام پر قائم تھی مگر امیر معاویہ نے خلافت راشدہ کا نظام سیاسی ختم کر دیا جس کی بنیاد شوریٰ پر قائم تھی۔ اس کی جگہ انہوں نے موروثی نظام کی داغ بیل ڈالی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت عظمیٰ حکومت کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ خلفاء خلافت راشدہ عظمیٰ کی سی سادگی کی بجائے امیرانہ کمزور اختیار کر گئے۔ وہ حضرات قدسی جنہوں نے خلفائے راشدین کا عہد مبارک پایا تھا ان کو گراں خاطر ہوا مگر امیر معاویہ کی تدبیر سیاسی سے کچھ عرصہ کے لئے بے دلی کے ساتھ ساکت رہے لیکن یزید کی ولی عہدی پر اجلہ قریش (ابن زبیر وغیرہ) بگڑ بیٹھے مگر تلوار اُن کے سروں پر نہ لکھ دی گئی۔ انہوں نے پھر بھی بیعت نہیں کی۔ لیکن جان کے خطرہ سے خاموش رہے یہ ان کے سکوت سے یزید کی کچھ نہ بیعت کی اور اہل مدینہ یزید سے بنیاد ہی رہے۔

امیر معاویہ کی وفات کے بعد ہی ۴۰ھ میں یزید تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ سب سے پہلے اُس نے یہ کیا کہ امیر معاویہ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن

زبیر، حضرت حسین بن علیؑ، عبدالرحمن بن ابوبکرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت سے انکار کیا تھا۔ ان سے اپنی بیعت کے لئے مدینہ کھلا بھیجا تو عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ نے باجبر واکراہ بیعت کر لی۔ مگر امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف طور سے بیعت سے انکار کر دیا اور مدینہ سے نکل آئے۔ اس اثناء میں امام حسینؑ کے پاس اہل کوفہ کے خط آئے جس میں انہیں عراق آنے کی دعوت دی گئی اور ان سے بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا۔ آپ نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ باوجودیکہ عبداللہ بن عباسؓ نے کوفہ جانے سے انکار اور یمن جانے کا مشورہ دیا مگر آپ کوفیوں کی طلبی پر تشریف لے گئے جہاں کہ بلا کا روح گزار واقعہ پیش آیا۔

اس واقعہ نے بنی امیہ کے خلاف بنی ہاشم میں سرگرمی عمل پیدا کر دی اور حصول خلافت کے لئے ”دعوت آل محمد“ کی بنیاد پڑی۔ اس دعوت کی بدولت تباہی اور بربادی کے ساتھ دولت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا۔ گو علویین نے اس سلسلہ میں بڑی بڑی جان کی قربانیاں دیں۔ اس تحریک کو ہاتھ میں لے کر بنی عباسؓ کامرانی کے درجہ کو پہنچے مگر جب انہوں نے علویین کو نظر انداز کر دیا۔ انہوں نے اس دعوت کی بدولت قلمرو دولت بنی عباسؓ سے علاقہ لے کر دولت اور لیبیہ۔ دولت زیدیہ دولت بنی فاطمہ کے نام سے حکمرانیاں قائم کر لیں۔ یہ بھی ایک سبب دولت بنی عباسؓ کے زوال کا ہے۔

نکٹہ یہ ہے کہ اس دعوت کی آڑ لے کر خلافت بنی عباسؓ قائم ہوئی اور اس دعوت کی مخالفت کر کے دولت بنی عباسؓ نے زوال کی راہ اختیار کی۔ اس سے بڑھ کر دوسرا سبب زوال کا تاہم یہ بتاتی ہے کہ بنی عباسؓ نے عربوں کو نظر انداز کیا۔ عجمیوں اور ترکوں کو نوازا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کی عصبیت پائمال ہو کے رہ گئی اور وہی باتیں عربوں میں عود کر آئیں جن کو اسلام نے ختم کیا تھا۔ اسلام نے عرب کے متفرق اور متنازع قبائل میں وحدت اور اخوت پیدا کر دی تھی جس کی بدولت تمام قبائل بھائی بھائی اور شیر و شکر ہو گئے تھے۔ ان کے پیش نظر

صرف ایک چیز تھی۔ رضائے الہی اور اعلائے کلمۃ الحق۔ اس متحدہ عربی عصبيت اور قوميت سے خلفاء راشدین کے عہد میں اسلام کی شوکت و عظمت قائم ہوئی اور اسی کی بدولت شام، ایران، مصر وغیرہ زیر نگین اسلام آئے۔ گو بنی امیہ میں سے آل مروان نے قبائلی عصبيت کو بھڑکا دیا۔ مگر عربی عصبيت اس قدر کمزور نہیں پڑی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ دولت بنی امیہ میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا مگر قبائلی عصبيت کی آگ جو روشن کر چکے تھے اس کے شعلوں میں آپ جل اُٹھے۔

داعیانِ دعوتِ آلِ محمد نے عربی عصبيت پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انہوں نے قرابتِ رسول کا واسطہ دے کر عرب ہو یا عجم اس کو اپنایا اور مہنوا بنایا اور جب عجمیوں اور عرب سے کام نکل گیا تو صاحبِ اقتدار عجمیوں سے عربوں کو کچلوا دیا۔ گویا انہوں نے ہاتھ پیر اپنے اقتدار کے لئے چلائے مگر حکومت کا باغی قرار دے کر ان کی طاقت کو ابھرنے نہ دیا۔ آخر شری عربی عصبيت پاٹمال ہو کے رہ گئی۔

## خلافتِ عباسیہ

خلفائے بنی عباس اپنی شان و شوکہ اور عظمت و وقار اور شجاعت و سیاست دانی میں ایک امتیازی شان کے حامل نظر آتے ہیں۔

”تمہذیب و تمدنِ علوم و فنون کی ترقی و ایجاد، مردہ علوم کے زندہ رکھنے میں خلفاء کی کاہر فرائی کو زیادہ دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤرخین اس عہدِ زریں کا ذکر کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں۔ عباسی خلافت کا پہلا خلیفہ سفاح اعظم تھا“

ثعالبی نے لطائف المعارف میں لکھا ہے کہ :

”اگرچہ ابوالعباس السفاح بنی عباس کا پہلا خلیفہ تھا۔ اس کا بھائی ابو جعفر المنصور اس خاندان کا حقیقی آغاز کرنے والا تھا۔ المامون اس کے

وسطی دور کا قائد تھا۔ المعتضد ۸۹۲ھ، ۹۰۲ھ اس کو ختم کرنے والا تھا۔ اگرچہ یہ خاندان المستعصم پر جو ۳۰۷ھ خلیفہ تھا ۱۲۵۸ھ میں تاتاریوں کے ظلم و ستم سے ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ جاتا ہے۔

لاریب دنیائے اسلام میں بنو عباس کی حکومت عربوں کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور اس خلافت شرقی کے عہد زریں کا جواب بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے یہاں بھی نہ تھا بنی امیہ دمشق اور بنو فاطمہ مصر کے تزک و احتشام اس کے مقابلے میں گرد تھے بنو امیہ کی فتوحات کی یاد المہدی کے عہد نے کچھ تازہ کر دی تھی جبکہ عرب فوجیں ۷۸۲ھ میں قسطنطنیہ کے دروازہ پر پہنچ گئیں اور اس جنگ میں ہارون الرشید نے دادِ شجاعت دی اور اپنے خلافت کے عہد میں ”روما“ کے غور کو نیچا دکھایا، نیسی فورس اول کو کامل شکست دی۔ علاوہ ہرقلہ اور الطواز پر قبضہ کر لینے کے ۸۰۶ھ میں نہ صرف روم سے سابقہ مقررہ خراج وصول کیا۔ بلکہ نیسی فورس کی ذات پر محصول عائد کیا۔ غرضیکہ ہارون کے دور اقبال میں مطلع سیاست صاف تھا تو علم کی ترویج اور اشاعت کی طرف مبذول کی۔

دلائل الخلافہ بغداد کی شان و شوکت اس کی علمی وسعت، تجارت اور ترقی صنعت و حرفت کا الاغانی، عقد الفرید الفہرست کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے۔

## بنی عباس کے سیاسی افکار

حقیقتاً دولت بنی عباس دعوت آل محمد کی وجہ سے قائم ہوئی۔ آل ہاشم میں بنی عباس سیاسی دماغ رکھتے تھے۔ ان کی حصول خلافت میں اس قدر قربانی نہیں ہے جس قدر علویین کی ہے بلکہ علویین نے جو حصول خلافت کے لئے میدان تیار کیا تھا۔ اس سے بنی عباس نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ علویین میں سے ہی ایک ہزرگ نے امام محمد بن علی عباسی کو اپنا جانشین کیا اور ان کی معاونت کے لئے اپنے انصار و حامی



کو وصیت کر گئے۔ چنانچہ ان حضرات نے اپنے امام کے حکم کی پوری پوری اطاعت کی۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امام محمد کی اعلیٰ قابلیت اور سیاسی دور بینی نے دولت بنی عباس کے قیام کے لئے راہیں کھولیں۔

## دعوت بنی عباس

آل ہاشم میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بڑا سیاست دان اور قوموں کی نفسیات کا واقف کار تھا۔ اس بزرگوار نے حمیمہ سے بیٹھ کر حصول خلافت کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ کامیاب رہا۔ چنانچہ ابن قتیبہ لکھتا ہے :-

”محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے مبلغین کو اپنی دعوت کے لئے منتخب

کیا تو ان کے سامنے مختلف مقامات اور مختلف خصوصیات وضاحت

سے بیان کیں۔ انہوں نے اپنے سلسلہ بیان میں کہا کہ کوفہ اور اُس کے

مضافات میں شیعہ آباد ہیں، بصرے میں عثمان کی طبیعت کے لوگ

ہیں جو جنگ و جدل کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ عبداللہ مقتول

بنو عبداللہ قاتل مرت بنو۔ جزیرے کے لوگ یا تو خارجی ہیں یا ہیوقون

بَدَو، یا ایسے مسلمان جن کے اخلاق عیسائیوں کے سے ہیں۔ اہل شام

سوائے ابوسفیان کی اولاد اور بنی مروان کی اطاعت کے اور کچھ نہیں

جانتے۔ ہمارے پورے دشمن اور پورے جاہل ہیں۔ مکے اور مدینہ والوں

پر ابو بکرؓ اور عمرؓ کا اثر ہے۔ لیکن خراسان کو نہ جھولنا۔ یہاں کے ہر منے

والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ ان کی بہادری مشہور ہے۔ ان کے سینے

پاک و صاف ہیں۔ ان کے دل بُرائیوں سے خالی ہیں خواہشات فرقیہ بنی

اور مذہبیت نے انہیں تقسیم نہیں کیا ہے اور نہ اُن میں فساد نے راہ

پائی ہے۔ ان میں نہ تو عرب کی طرح نام و نمود کی خواہش ہے اور نہ



ان میں متبعین سادات کی طرح ایک دوسرے کی طرفداری کا جذبہ ہے یا جیسا کہ قبیلوں میں باہم عہد و پیمان ہوتا ہے یا ہر قبیلے میں اپنے قبیلے کی عصبيت ہوتی ہے۔ ان میں یہ بات بھی نہیں کہ ان پر برابر ظلم کیا جاتا ہے اور انہیں ذلیل و خوار کیا جاتا ہے اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔

وہ ایک ایسا لشکر ہیں جن کے بھاری بھر کم جسم ہیں، شاندار کندھے اور شانے ہیں بڑے بڑے سر ہیں ڈاڑھیاں ہیں اور مونچھیں ہیں اونچی آواز ہے شاندار زبان ہے جو ڈراؤنے منہ سے نکلتی ہے۔“ لے

دعاۃ نے خراسان جا کر دولت بنی اُمیہ کے خلاف میدان تیار کیا۔ ابو مسلم خراسانی کو امام محمد نے بھیجا جس نے تھوڑے عرصہ میں دور دور تک یہ تحریک پھیلا دی۔ امام محمد کے بعد ابراہیم امام ہوئے۔ انہوں نے ابو مسلم کو یہ خط لکھا :-

”اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ خراسان میں کسی کو بھی جو عربی زبان بولتا ہو نہ چھوڑو اور قتل کر دو تو ایسا ضرور کرو اور ہر عربی لڑکا جو قد میں پانچ بالشت تک پہنچ گیا ہو اُسے قتل کر دو۔ مگر کاغذ میں یہ خیال رکھنا چاہئے یہ ایسے دشمن ہیں کہ تمہارے گھر سے قریب ہیں ان کی ہری بھری کھیتی تباہ کر دو، ان میں سے کوئی زندہ نہ چھوڑو۔ عربوں کا قتل عام ابو مسلم کے ہاتھوں ہوا۔ ۶ لاکھ عرب قتل ہوئے۔“ لے

جن عرب دعاۃ نے ابو مسلم کا ساتھ دیا تھا قحطیہ الطائی سے حضرات کو اُس نے قتل کر دیا۔ منظور کی ہمدردیاں خراسانیوں کے ساتھ بہت تھیں عجمی حکومت پر چھا گئے۔ دولت بنی عباس کی شان و شوکت مثل ساسانی شہنشاہی کے ماند بن گئی۔

۱۔ عیون الاخبار صفحہ ۲۰۴ ۲۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۹ ۳۔ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۷

۴۔ طبری جلد ۹ صفحہ ۹۷ -

جاہظ نے اسی وجہ سے لکھا ہے :-

”عباسی حکومت عجیبی خراسانی ہے اور اموی حکومت عربی بدوی“<sup>۱</sup>  
گو بنی عباس کی حکومت شاندار قائم ہو گئی مگر کمزور خلفاء کے عہد میں یہی خراسانی  
عجیبی وبال جان بن گئے۔

**خلافت عباسیہ کے امتیازات خصوصی** | بنی امیہ کا آفتاب حکومت<sup>۱۳۲</sup>  
میں نذاب کے معرکہ میں غروب  
ہو گیا اور عباسی اقتدار کا آفتاب طلوع ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پانچ صدی تک نہایت  
شان و شکوہ سے دولت عباسیہ قائم رہی۔

باوجودیکہ ان کے ہی زمانہ میں دولت بنی بویہ، سلاجقہ اور خوارزم شاہی زبردست  
سلطنتیں تھیں۔ لیکن ان کی نہ بنی عباس کی سی مملکت وسیع تھی اور نہ ان کی حکومت  
عام ہوتی تھی۔

دولت عباسیہ عظیم الشان حکومت تھی۔ اس کی عالمگیر حکومت کی سیاست کا  
امتزاج مذہب و ملوکیت دونوں سے تھا۔ نیک اور اچھے افراد اس کی اطاعت اس  
کی دین پرستی و مذہب نوازی کی وجہ سے کرتے تھے اور باقی لوگ اس کے ہیبت و جلال  
یا اپنے حرص و طمع کی وجہ سے اس کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

چند خلفاء خلافت بنی عباس میں ایسے عالی مرتبت تھے جن کی مثال حضرت عمر  
بن عبدالعزیز کے بعد بنی امیہ میں نہیں ملتی اور بنی فاطمی تو پیش ہی نہیں کر سکتے۔ ان  
کے عدل و انصاف نہ ہر دور کا جواب نہیں۔ البتہ چند خلفاء ایسے تھے جن کی اخلاقی  
کمزوری سے امراء نے فائدہ اٹھایا اور ان کے ہاتھوں باندہ بچہ اطفال بن گئے۔

سفاح سے واثق تک تمام خلفاء اپنے کردار اور اولوالعزمانہ روش کے  
اعتبار سے دیگانہ روزگار تھے۔ ان میں کچھ کمزوریاں ضرور تھیں مگر اسی کے ساتھ ان

کے کارنامے بہت ہی روشن ہیں۔ البتہ منصور سے جو کوتاہی عربوں کے حق میں ہوئی یا بادون نے ولی عہد مقرر کر کے حکومت کو تین حصوں میں تقسیم کیا اس نے خاندانِ شامی میں رقیبانہ کشمکش اور باہمی بغض و عداوت پیدا کر دی۔ جس سے خاندان کا شیرازہ بکھر گیا اور یہی دولتِ عباسیہ کے زوال کا پیش خیمہ تھا۔

متوکل اپنے بیٹے کے ہاتھوں کام آئے جو امرائے ترک شریک سازش تھے ان کی بن آئی اور وہ اس قدر حاوی تھے کہ جس کو چاہتے خلیفہ کرتے۔ جس کو چاہتے معزول کر دیتے۔ غرضیکہ خلیفہ ترکوں کے ہاتھ میں کھلونہ تھے۔ زندگی موت اور خلافت ترکوں کے ہاتھ میں تھی انہوں نے مضر کو ٹرپا ٹرپا کر مارا۔ یہ مہدی کو خلیفہ بنایا یہ پاکیزہ سیرت، زہد و تقویٰ اور عبادت گزاری کے لحاظ سے نہایت ممتاز خلیفہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز اموی سے اس کی سیرت بہت ملتی جلتی تھی۔ مگر جاہل ترکوں نے اس مقدس خلیفہ کو معطل کر دیا اور آخر میں اسے ترکوں نے مار ڈالا۔ اس کے بعد محمد خلیفہ ہوا اس کو اپنی دلچسپیوں سے فرصت نہ تھی مگر اس کا بھائی موفق عباسی نائب سلطنت ہوا۔ اس نے حکومت کو سنبھالا۔ جب اس کا بیٹا ابو العباس خلیفہ ہوا نہایت جاہ و جلال اور ہیبت و دبدبہ کا خلیفہ تھا۔ معتقد باللہ لقب تھا اس نے خلافت عباسیہ کے بے روح جسم میں جان ڈال دی۔ سناح ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ مکتفی نااہل ثابت ہوا۔ مقتدر کے زمانہ میں پھر فتنے اور شورشیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ایک خادم سپہ سالار موتس نے ۳۱۸ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی۔ خلیفہ بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ آخر کار قاہرہ خلیفہ بنائے گئے مگر پھر دوبارہ مقتدر کو خلافت ملی۔

یہ ضرور ہے کہ اس کے عہد میں اندرونی شورشوں اور بیرونی فتنوں کے ہوتے ہوئے شان و شکوہ اور عظمت و جلال کا دور تھا۔ اس کے زمانہ میں شہنشاہِ روم کا سفیر مصالحت کی غرض سے بغداد آیا اور یہاں وہ نقشہ دیکھا جو شہنشاہِ روم کے

۱۔ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۶۰ ۲۔ الغزری ص ۲۶۶ ۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳ ۴۔ الغزری ص ۲۲۶۔

یہاں خواب خیال تھا۔ مگر اس کی زندگی کا خاتمہ فوجیوں کے ہاتھوں ہوا۔ اس کے بعد قاہرہ خلیفہ ہوا۔ عنان خلافت سپہ سالار مونس اور وزیر اعظم ابن مقلہ کے ہاتھوں تھی۔ ان کے ہاتھوں خلیفہ اندھا کیا گیا۔ ایک دن جامع منصور میں قاہرہ نے صدقہ کا سوال کیا۔ ایک ہاشمی کو غیرت آئی۔ پانچ سو درہم دیئے اور سوال کرنے سے منع کیا۔ یہ مسئلہ کے بعد راضی تخت خلافت پر بیٹھا مگر اقتدار کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ مرکز خلافت میں ترک جنرلوں کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا۔ دوسری طرف خود مختار حکمرانیاں خلافت کے لئے مستقل خطرہ تھیں۔ فارس میں علی بن بویہ کا اقتدار تھا۔ رے، اصفہان و بلاد الجبل پر اس کا بھائی حسن مستولی تھا۔ موصل دیار بکر، دیار ربیعہ بنو حسان کے قبضہ میں تھا۔ مصر و شام میں انشید کی آزاد حکمرانی تھی۔ خراسان میں سامانی خود مختار سلطنت قائم تھی۔ یہ اندلس میں عبدالرحمان ثالث خلیفہ تھا۔ اس سے بڑھ کر اس وقت عالم اسلامی میں تین خلافتیں تھیں۔ بغداد، اندلس، تیسری خلافت بلاد مغرب میں خلافت فاطمیہ کی تھی۔

راضی نے ایک عہدہ امیر الامراء کا نیا قائم کیا۔ بصرہ اور واسط کا گورنر ابن رائق کو مقرر کیا مگر نظم و نسق سلطنت سدھرنے کے بجائے اور بگڑ گیا۔ ابن رائق کی آمرانہ حیثیت تھی۔ خلیفہ نے جس غرض کے لئے ابن رائق کو یہ منصب دیا تھا وہ تو پورا ہوا نہیں بلکہ خود عضو معطل ہو کے رہ گئے تو اس کے طاقت و حریت کو کھڑا کر دیا۔ وہ دونوں آپس میں کٹ مرے مگر رائق پھر برسر اقتدار آیا اُس نے خلیفہ سے انتقام لیا۔ متقی سرسبز آراء خلافت ہوئے۔ ابو عبد اللہ نیریدی والی اہواز کو امیر الامراء بننے کی تمنا ہوئی۔ وہ رائق سے بھڑا مگر ابن رائق کامیاب ہوا۔ پھر اس نے بجکم کے خلاف صف آرائی کی بجکم قتل ہوا۔ اور ابن رائق دوبارہ عہدہ پر شمع ہوا اب بریدی دوبارہ حریت بن کر بغداد پر حملہ آور ہوا۔ ابن رائق اور خلیفہ ناصر الدولہ حمادی

کے یہاں موصل میں پناہ گیر ہوئے۔ ناصر نے ابن رائق کو قتل کر دیا۔ یہ غلام تھا جو اُس کے چل کر آقا بن گیا تھا۔ ناصر خلیفہ کو لے کر بغداد پہنچا اور بریدی کو نکال کر خود امیر الامراء بن گیا۔ مگر پولیس افرتوزون ترکی نے اس کو بے دخل کر دیا اور خود امیر الامراء بن بیٹھا مگر متقی کو توزون گراں خاطر تھا اس کے خلافت کچھ کرنا چاہا اُس نے خلیفہ کو حراست میں لے کر عبداللہ بن مکتفی کو خلیفہ کر دیا اور متکفی کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی۔ مکتفی عبداللہ بن مکتفی سربراہ آراء خلافت ہوا۔ گو مکتفی خلیفہ تھا مگر بالکل بے بس اور کچھ دن بعد توزون مر گیا تو ابو جعفر بن شیرزاد اس عہدے پر متمکن ہوا۔ وہ توزون سے بھی زیادہ آمر تھا۔ علی بن بویہ نے بریدی کی مدد ابن رائق کے مقابلہ میں کی تھی۔ اب شیرزاد پر احمد بن بویہ چڑھ دوڑا اور وہ دو پوش ہو گیا۔ خلیفہ نے احمد کو امیر الامراء کر دیا۔ مطیع اور طائع کے زمانہ میں احمد معز الدولہ نے خلافت کے نظم و نسق پر پورا اقتدار جمایا۔ صرف پانچ ہزار درہم روزانہ خلیفہ کو ملتے۔ ابن بویہ نے خلیفہ کے ساتھ نادا و اسلوک جائزہ رکھے۔

عبداللہ دولہ دلیلی نے طائع کو اس قدر مجبور و لاچار کر دیا تھا کہ جب وہ سفر سے آتا خلیفہ استقبال کو نکلتے۔ جب ہر دو کے تعلقات بگڑ گئے تو دو ماہ تک طائع کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور خلیفہ کو مجبور کر کے اپنی ڈیوڑھی پر تین وقت نوبت بجنے کا حکم صادر کر دیا مگر عام مجلسوں میں یاد رہا کہ میں عبداللہ دولہ نیا زمانہ حیثیت سے پیش آتا تھا یہ عہد کے مرنے پر اس کا بیٹا مصمام الدولہ جانشین ہوا۔ پھر شرف الدولہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے مصمام کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور وہ اندھا ہو گیا تو خلیفہ نے شرف الدولہ کو نوازا۔ اس کے مرنے پر ابو نصر جانشین ہوا۔ طائع نے سات خلیفہیں مرحمت کیں۔ تلوار کے سایہ میں خلیفہ کے حضور میں لایا گیا۔ زمین بوس ہو کر

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۶۳ ۲۔ ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۷ ۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۰-۲۷۱

کرسی پر بیٹھا۔ اُس نے ہی طائع کو معزول کیا اور قادر کو خلیفہ مقرر کیا۔ قادر حکومت کی صلاحیت رکھتا تھا تب نگراں تھا خیرات و صدقات کا خوگر تھا، حسن سیرت اور حسن اطوار میں ممتاز تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مذہبی عہد نہایت اچھے تھے یہ

مگر ابو نصر بہاء الدولہ نے اپنا اقتدار بڑھایا۔ خلیفہ معطل سے تھے قادر کے بعد قائم خلیفہ ہوا مگر سیاسی حیثیت ان کی کچھ نہ تھی۔ وہ عالم اسلامی پر حکومت ضرور کرتے تھے مگر نظم و نسق میں کوئی دخل نہ تھا۔ بہاء الدولہ کا غلام ابو الحارث ارسلان بن عبد اللہ ساکن بسا (فارس) جو بسا سیری کے نام سے مشہور ہے ۵۵۰ھ میں بغداد پر چڑھائی کر دی اور آل بویہ کا اقتدار بھی ختم ہو گیا۔ بسا سیری نے خلیفہ کو نظر بند کر دیا اور ظلم و ستم ایسے توڑے کہ تنگ آکر خلیفہ نے طغرل بک سلجوقی سے امداد چاہی۔ اُس نے آکر بسا سیری کو نکال باہر کیا اور آل بویہ کی سلطنت کا جنازہ بھی عراق میں دفن کر دیا۔

سلاجقہ کے دورِ اقتدار میں خلفاء کی سبے چارگی آل بویہ کے دور سے کچھ کم نہ تھی۔ انہوں نے بھی خلفاء کی معیشت اور گزشتہ اوقات کے لئے جاگیریں مقرر کر دی تھیں۔ حکومت کے نظم و نسق میں دخل نہ دے سکتے تھے خطبہ میں نام ضرور پڑھا جاتا البتہ یہ اپنے اوقات محلات کی تعمیر اور مرمت میں صرف کرتے تھے یہ سلاجقہ تحفہ و ہدایہ خلیفہ کی خدمت میں بہت بھیجتے تھے۔ اس کے علاوہ طغرل نے قائم کی لڑکی سے شادی کی۔ مقتدی نے اس پر ارسلان کی بیٹی سے مستنظر نے ملک شاہ کی بیٹی سے اور مقتضی نے سلطان محمود کی بہن سے شادی کی اس قدر تعلقات قائم ہو گئے مگر ملک شاہ کے دل میں خلیفہ کا یہ احترام تھا کہ مقتدی کو دار الخلافہ سے نکل جانے کا حکم دیا اور صرف دس دن کی مہلت دی۔ بنائے مخلصیت یہ تھی کہ خلیفہ کے دوا لڑکے تھے

۱۔ تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۳۷ ۲۔ بغدادی زیدہ الفکر صفحہ ۱۹۴ -



مستظہر اور ابوالفضل جعفر ابن بنت ملک شاہ خلیفہ نے مستظہر کو ولی عہد کیا۔ ملک شاہ اپنے نواسے کو ولی عہد کرانا چاہتا تھا۔ اس پر ملک شاہ نے کہا کہ مستظہر کو ولی عہدی سے خارج کر دو اور بغداد جعفر کو سوئپ کر خود بھرے چلے جاؤ۔ یہ مقتدی نے اپنے عہد میں نئے سرے سے اقتدار قائم کرنے کی پہل کی۔ ولی عہدی کے مسئلہ میں ملک شاہ کے کہنے کو ٹھکرا دیا۔ مستظہر نے کچھ اور ہاتھ پیر نکالے۔ مسترشد کھل کے سلاجقہ کے سامنے آگیا۔

سیلوٹی کا بیان ہے :-

» وہ بلند ہمت نہایت بہادر، جری، مدبر اور بڑا باہمت خلیفہ تھا۔ اس نے خلافت کے نظم و نسق کو درست کیا اور اس میں صحیح اور بہتر تنظیم و تربیت قائم کی۔ خلافت کے امتیازات کو زندہ کیا اور اس کی عظمت کو بڑھایا۔ اگر کان شریعت کو مستحکم کیا۔ یہ خلیفہ بذاتِ خود جنگوں میں شریک ہوتا تھا۔ «

مسترشد نے سلطان محمد بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی پر چڑھائی کر دی اور اسے شکست دی۔ ممکن تھا کہ اس وقت وہ سلجوقیوں کا خانہ کر دیتا۔ مگر حاکم بصرہ زندگی کی ملک آگئی جس سے وہ سنبھل گیا۔ سلطان محمود مرا تو خلیفہ نے سلجوقی امراء کو باہم لڑوا دیا کہ وہ دست و گریباں ہو گئے۔ ادھر زندگی کی خبر لی موصول تک اسے بھگا دیا۔ مسعود سے مقابلہ ہوا۔ ایک امیر سلجوقی نے خلیفہ سے دغا کی جس کی وجہ سے شکست کاٹھ دیکھنا پڑا اور اسیر ہو کر غیبہ میں مجبوس ہوئے جہاں باطنی گروہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ خلیفہ راشد نے بھی باپ کے قدم پر قدم رکھا۔ اس کے بعد مقتضی خلیفہ ہوا۔

ذہبی کا بیان ہے :-



”مقتضیٰ اعظم خلفاء میں سے تھا، شجاع و بردبار تھا۔ اس نے خلافت کے امتیازات کے ابھرنے کی راہ کو ہموار کیا۔ وہ حکومت کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا اور ایک سے زائد بار فوج کی کامیاب قیادت کر چکا تھا۔ مستعصم کے عہد کے بعد اب تک کوئی ایسا خلیفہ نہیں ہوا تھا جو باوجود چشم پوشی نرم خوئی اور رحمت و رافت کے اس قدر صاحب جاہ و جلال طبیعت کا صاف اور شجاع ہو۔ یہ نہایت عابد زاہد اور پرہیزگار خلیفہ تھا۔ آخر دم تک اس کی فوجوں کو کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا“۔

علامہ طقطقی بھی یہی کہتا ہے کہ

”مقتضیٰ نہایت بلند مرتبہ خلیفہ تھا۔ اس نے عباسیہ کے دور عروج کی تجدید میں سعی عمل کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا“۔

مستنجد اور مستضیٰ خلیفہ ہوئے۔

اس کے بعد ناصر خلیفہ ہوا اُس نے خوارزم شاہ کو منہ نہ لگایا۔ اُس نے بغداد پر حملہ کرنا چاہا تو چنگیز خاں کو خفیہ خط لکھ کر اُس نے بھڑا دیا۔ ظاہر اور مستنصر کے عہد کا قابل ذکر تذکرہ نہیں ہے۔ مستعصم آخری خلیفہ ہے جو تاتاریوں کے ہاتھوں غم ہوا۔ اس پر آگے اظہار خیالی کرتے ہیں۔ یہ تھی پانچ سو سالہ مختصر تاریخ دولت بنی عباس کی۔

اب اس بحث پر آتے ہیں کہ عجمیوں اور ترکوں کو نوازنے نے خلفاء کی کیا حالت کر دی تھی؟ یہ تمام باتیں عربوں کو نظر انداز کرنے سے پیش آئیں کیونکہ دعوت بنی عباس کے آغاز سے ہی عرب پائمال کے جا رہے تھے۔ بہت کچھ پہلے لکھ چکے ہیں ب کچھ باتیں تائید میں پیش کرتے ہیں۔

## عربوں کی ریاست و قیادت کا خاتمہ

علامہ سیوطی کا بیان ہے :-  
 ”خلیفہ منصور پہلا شخص ہے جس نے موالی کو بہت سے کاموں پر مامور کیا اور انہیں عربوں پر تہہ تیغ دی۔ بعد میں تو یہ چیز اتنی عام ہو گئی کہ عربوں کی ریاست اور قیادت ہی سرے سے فنا ہو گئی۔“  
 علامہ مسعودی منصور کے بارے میں لکھتا ہے :-

”وہ پہلا خلیفہ ہے جس نے اپنے موالی اور غلاموں کو غافل بنایا اور بڑی بڑی مہمات ان کو تفویض کیں۔ اس چیز کو بعد کے خلفائے جو اس کی اولاد تھے بطور آبائی سنت کے اختیار کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب تباہ ہو گئے ان کی شان و شوکت اور عزت و مرتبہ سب ختم ہو گیا یہ بادی النظر میں یہ کہا جائے گا کہ اشک شونی اور عام مخالفت کی وجہ سے منصور عربوں کو سلسلہ سے لگا دیا کہ تانتھا۔ جس طرح مسلم بن قتیبہ الباہلی کو بصرہ کا والی بنایا مگر اس کے ساتھ ایک مولیٰ کو بصرہ اور انبہ کے علاقے کی ولایت پر بھی مامور کیا۔“

طبری کا بیان ہے :-

”خلیفہ منصور کا ایک غلام گندمی رنگ کا تھا۔ اپنے کام میں خوب ماہر تھا اور اس میں کوئی عیب نہیں تھا۔ ایک دن خلیفہ منصور نے اس سے پوچھا تم کس نسل سے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ حولاں سے ہوں میں قید کیا گیا۔ دشمنوں نے قید کر کے مجھے غلام بنا دیا۔ پہلے آپ بنی امیہ کے

خانمان میں آیا اور وہاں سے آپ کی خدمت میں منصور نے کہا۔ اس میں  
 تو شک نہیں کہ تم بہت اچھے غلام ہو لیکن میرے محل میں میری حرم کی محبت  
 کرنے کے لئے کوئی عربی داخل نہیں ہو سکتا اس لئے تم یہاں سے نکل جاؤ۔  
 اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ خدا تمہیں معاف کرے۔“  
 منصور کا ہی صرف یہ عمل نہ تھا منصور کے بعد کے خلفاء کا بھی یہی طریقہ رہا۔  
 مجبوری درجہ عربوں سے تعلق رکھتے تھے۔

## زوال کا سبب اصلی

دوسرے اسباب کے علاوہ دولت بنی عباس کے زوال کا سبب عربوں کو غلامانہ  
 کر دینا تھا۔ عرب عہدوں وغیرہ سے الگ ہو کر زادیہ خاموش میں چھپ گئے اس پر  
 طرہ یہ اور تھا کہ منصور سے لے کر مامون تک تو عجمی سراہے جاتے تھے معتصم نے  
 جاہل ترکوں کو بھرنا شروع کر دیا۔ پھر تو ان کے ہاتھ میں حکومت کی باگ لگئی۔ حتیٰ کہ  
 خلفاء کے عزل و نصب کے ان کو حقوق تھے۔ جب بنی بویہ نے حکومت بغداد ہاتھ  
 میں لی پھر تو اور بھی گئی گزری حالت ہو گئی حتیٰ کہ آخری خلفائے بنی عباس اس  
 قدر کمزور ہو گئے تھے کہ ان کی حکومت صرف مملکت عراق پر رہ گئی تھی۔ یہاں تک کہ  
 قلعہ اہل جو قریب ہی تھا ان کی حکومت سے نکل گیا تھا۔ جب مستنصر کے زمانے  
 میں والی اہل کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ نے اسے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور جب  
 وہ بمشکل تمام فتح ہوا تو بغداد میں خوشیاں منائی گئیں۔ خلیفہ کے دروازہ پر نقارے  
 بجے اور شہر آلا ستہ کیا گیا۔

یہ ضرور ہے کہ احترام خلفاء کا قائم تھا۔ علامہ طوطی لکھتے ہیں :-

ملوک اطراف پر ان خلفاء کا دینی احترام و اقتدار آخر تک باقی رہا اور  
 شام و مصر کے بادشاہ ہر سال ان کو بڑے بڑے تحفے بھیجتے اور ان سے

اپنی اپنی ولایتوں پر حکومت کرنے کی اجازت حاصل کرتے۔ خلفاء نے صرف خطبہ و سکتہ پر اکتفا کر لیا تھا۔“ لے

## خلفاء عباسیہ کا مذہبی اقتدار

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خلفائے بنی عباس کا مذہبی اقتدار ہر زمانے میں قائم رہا۔ پہلے خلیفہ بنی عباس سفاح نے بیعت کے وقت خطبہ میں کہا تھا:-  
 ”اب اللہ رسول اُن کے عم محترم عباس کا ذمہ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ کتاب و سنت کے مطابق برتاؤ کریں گے اور وہی طریقہ رکھیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔“

تاریخ گواہ ہے کہ کہاں تک خلفاء کا اس پر عمل ہوا۔ یہ ضرور ہے کہ بنی امیہ کے مقابلہ میں وہ کچھ امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ خیرات و مہرے میں شاہان عالم سے سبقت لے گئے تھے۔ شعائر دین کا احترام ملحوظ رکھتے۔ ان کے عہد میں اکثر ممالک میں اسلام پھیلا۔ تمدنی اور معاشرتی ترقی ہوئی۔ پست قومیں بلند درجہ پر پہنچی۔ مگر حقیقت ہے کہ اسلامی روح اُن میں وہ نہ تھی جس کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ جمہوریت کے بجائے اس میں استبداد تھا۔ استبداد کے جو لازمی نقائص ہیں اُن سے وہ بچ نہ سکے۔ عجمیوں اور ترکوں کو بڑھا کہ اُن کے ہاتھوں مثل کٹ تیلی کے بنے ماہم اُن کا مذہبی اقتدار اور حیثیت ہر زمانے میں قائم رہی۔

پروفیسر علی ابراہیم حسن ایم اے نے النظم اسلامیہ میں لکھا ہے :-  
 ”دیہ ذہنوں میں جاگزین تھا کہ خلافت ایک ایسا نظام ہے جو اصلاح عالم اور دنیا کے نظام کو صحیح حالت میں رکھنے کے لئے ناگزیر ہے اور خلیفہ اس

لے مقدر الفخری

نظام خلافت اور اس اقتدار کا مرکز اور سرچشمہ ہے۔ جب خلیفہ عباسی سے دنیوی اقتدار سلب ہو چکا تھا اور طاقت و امراء ترک اور بنی بویہ و سلاجقہ نے جب جمی چاہا معزول کر دیا اور جمی میں آیا تو قتل کر دیا۔ اہل وقت بھی یہ عالمگیر ذہنیت فنانہیں ہوئی تھی اور خلیفہ کا مذہبی اقتدار اپنی جگہ پر تھا۔“

ایک زمانہ خلفاء پر وہ بھی گزرا تھا جب صدقات پر ان کی زندگی قائم تھی۔ اس وقت بھی ان کی مذہبی فرمانروائی پر کوئی اثر نہ پڑا تھا۔ مسلمانوں کے بہت سے حکمران اس زبوں حالی میں بھی اس کے اقتدار کے معترف اور اس سے تفویض (نیابت) کی التجا کرتے تھے کہ ان کے عقیدہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ تھا۔ ان امراء کی حکمت عملی اس تفویض سے یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنی بزورِ شمشیر حکومت کو مذہبی حیثیت دے دیں۔ اسی پالیسی کے ماتحت سلطان محمود غزنوی نے خلیفہ مقتدی با اللہ کی خلافت کے سامنے سر جھکایا تھا۔ اور یوسف بن تاشفین شاہ ”مرابطین“ نے اس کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور اس سے شمرعی تفویض کی التجا کی تھی۔ خلیفہ مقتدی نے اسے ”تفویض“ عنایت کی اور اس کے اختیار کردہ لقب امیر المسلمین کو برقرار رکھا۔

غرضیکہ عباس خلیفہ عالمگیر مذہبی احترام کا مرکز تھا حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا۔ مگر اس جلیل القدر سلطان نے بھی عباسی خلیفہ مستغنی کے نام کا خطبہ مصر بلاد مغرب میں اور سورہ (شام) کے منبروں پر پڑھوایا۔ خلیفہ نے بطور اظہارِ خوشنودی اسے ان ممالک کی نیابت کا شرف بخشا تھا۔ خلیفہ مستنصر نے نور الدین عمر کو بلادِ یمن کی نیابت عنایت کی۔ اس خلیفہ نے شمس الدین التمش کو ہندوستان کی نیابت اور سلطان کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ التمش نے بھی اپنی سلطنت میں سکہ خلیفہ کے نام سے جاری کیا تھا۔

اس بحث و نظر کے بعد عباسی خلفاء کے عالمگیر مذہبی اقتدار کا اندازہ

دشوار نہیں تھا۔

خطبہ وسکھہ | آخر میں خطبہ وسکھہ ہی خلفاء کا طغرائے امتیاز رہ گئے تھے۔

**خطاب والقاب** | خلفاء کے دربار سے القاب و خطابات حاصل کرنا

شانِ ریاست کی تکمیل کے لئے بالعموم منظور ہوتا تھا۔ پھر تودہ بارِ خلافت سے خطابات اس دریا دلی سے عطا ہوئے کہ دوست دشمن سب ہی خطاب یافتہ نظر آتے۔

علامہ البیرونی نے الآثار الباقیہ میں لکھا ہے :-  
 ”خطابات کی اتنی کثرت تھی کہ اس کی وجہ سے ان کی توقیر بالکل جاتی رہی تھی“

## علوین اور بنی عباس

علوین اور بنی عباس بنی ہاشم کے عیشم و چراغ تھے۔ بنی امیہ نے جو کچھ علوین پر ظلم توڑے اس کا انتقام بھی عباس نے دل کھول کر لیا۔ مگر بنی عباس نے بھی ان اپنے اہل خاندان سے جو سلوک روا رکھے دعوتِ آل محمد میں اس پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علوین نے اپنی جان فروشی سے ان کے مد مقابل دولتِ فاطمی قائم کی۔ علامہ طقطقی مقدمہ الفخری میں لکھتے ہیں :-

”علویوں کے پے درپے خروج سے دولتِ عباسیہ کی چولیں ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ یہاں تک حالت ہو چکی تھی کہ آخری خلفاء کے عہد میں رعایا اپنے گھروں میں امن امان کی نیند نہیں سوتی تھی۔

قرزین کا یہ حال تھا کہ جب رات آتی تو ملحدہ (قرمطی و اسمعیلی) کے خوف کے مارے لوگ اپنا اپنا اثاثہ اور متاعِ تہ خانہ زمین دوز میں چھپا دیتے تھے“

۱۔ مسلمانوں کا نظم مملکت مطبوعہ ندوۃ المصنفین صفحہ ۱۰۳ ۲۔ الآثار الباقیہ صفحہ ۲۳۲ ۳۔ مقدمہ الفخری۔

قرمطہ کے بعد باطنیہ اسمعیلیہ نے جو کچھ مسلمانوں پر ظلم توڑے وہ بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ تاریخ میں تفصیلی حالات ہم لکھ آئے ہیں۔

## خلفاء کا غلط اقدام

بنی عباس نے اپنی دولت کے تحفظ کے لئے عربوں کے مقابلہ میں عجمیوں، ترکوں سے امداد لی۔ پھر بویہ اور سلجوقیہ سے معاونت چاہی۔ خواہ زمی مقابل آئے تو ان کے مقابلہ میں چنگیز کو دعوت دی۔ آخر ش خلیفہ ناصر کے اس کارنامہ سے اس کے پوتے ہلاکو کے ہاتھوں ان کے پوتے مستعصم کا خاتمہ ہوا۔ اگر عرب پائمال نہ کئے جاتے، علوین نظر انداز نہ ہوتے تو سیلاب تاتار کو عرب ہی روک سکتے تھے۔

بغداد کی تباہی تاتاریوں اور مسلمان امراء کے ہاتھوں ختم کرانے میں

علقی ونواجہ نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تھا ہی مگر اور مسلمان امراء بھی شریک تھے۔ چنانچہ پروفیسر براؤن لٹریچر آف پرسیا میں لکھتا ہے :-

”د نومبر ۱۲۵۸ء، ۶۵۵ھ میں ہلاکوں کا بغداد پر حملہ کے ارادہ سے روانہ ہوا اس کے ہمراہ بہت سے مسلمان امراء بھی تھے۔ ابوسعذر زنگی اتابک شیراز بدر الدین ٹوٹوا تاتابک موصل، عطا ملک جوینی مصنف تاریخ ”گوہاں گوشا“ مشہور فلسفی اور ماہر فلکیات نصیر الدین طوسی کے نام قابل ذکر ہیں۔“  
غریبکہ دولت عباسیہ کے خاتمہ کے ذمہ دار جس قدر خود خلفائے عباسیہ تھے اتنے ہی امراء اسلام اور سب سے بڑھ کر شیعہ سنی قضیہ کی کارفرما تھے۔  
فا اعتبار و یا اولی البصائر۔

۱۔ الآثار الباقیہ صفحہ ۲۳۲ ۲۔ ابن خلدون کتاب ثانی جلد نہم صفحہ ۱۸۴۔



اسپین سے سمٹ کر غناط مرکز  
 سقوط بغداد کے وقت اسلامی حکمرانیاں | تھا۔ یوسف بن نصر خلیفہ تھا  
 شمالی افریقہ میں عمر مرقیٰ اپنی حکمرانی کا ڈنکا بجا رہا تھا۔ الجزائر میں دولت زبانیہ  
 کا دور دورہ تھا۔ تونس میں ابو عبد اللہ محمد مستنصر باللہ امر تھا۔ مراکش میں ابو یوسف  
 یعقوب بن عبد الحق حکمران تھا۔ مصر میں نور الدین علی فرمانروا تھا۔  
 یمن میں مظفر بن یوسف برہس حکومت تھا۔  
 صفاء میں متوکل شمس الدین احمد تھا۔

روم میں سلجوقہ میں سے رکن الدین قزل ارسلان چہارم کا عہد تھا۔ فارس میں  
 ابوبکر بن سعد زنگی حکمران تھا۔ کرمان پر قتلغ خاتون حکومت کر رہی تھی۔ ہند میں  
 نصیر الدین محمود شاہ دہلی تھا۔

دولت بنی عباس کے خاتمہ پر یہ حکمرانیاں موجود تھیں۔ ہر جگہ علم کے چرچے تھے۔  
 علماء کی چہل پہل تھی۔ یہ تھے عباسیوں کے عروج اور زوال کے اسباب۔ مگر باعتبار شہنشاہ کے  
 کیسے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حکماء نے جو بادشاہوں کے لئے رموز مملکت مقرر کئے ہیں۔  
 اگر ان کو سامنے رکھا جائے سوائے چند کے باقی خلفاء پورے اُترتے ہیں۔ اس کے لئے  
 الفخری کا مقدمہ دیکھنا کافی ہے۔

سلطنت عباسیہ کا اقبال غروب ہوا مگر علم و حکمت کا مہر درخشاں طلوع ہوا۔ گو اس  
 وقت حکومت مختلف ملکوں میں تقسیم تھی مگر علمی ترقی کو فروغ تھا۔ پہلے بغداد مرکز تھا اس کے  
 بعد علم و فن کے سرپرستی کے متعدد مرکز ہو گئے تھے۔

## خلفائے عباسیہ کے عہد کی علمی ترقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درود مسعود کے کچھ عرصہ بعد ہی جزیرہ نمائے عرب

۱۔ مقدمہ الفخری از علامہ طعفی متوفی ۷۰۳ھ۔

سے حق پرستی کا نور مشرق سے مغرب تک برق لامعہ کی طرح پھیلا اور حضور کے وصال سے ایک سو برس تک کے اندر ہی اندر تہذیب و تمدن و عدل و انصاف کے ساتھ علم و ہنر کی ترویج، اشاعت میں عرب مل عالم سے گونے سبقت لے گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد بنی امیہ کے تقریباً صد سالہ دور کے اختتام تک یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عرب چین سے لے کر بحر الہند تک حکمران ہو گئے تھے حتیٰ کہ بحر و بر پر ان کا کوئی مد مقابل نہ رہا۔ اگر عرب خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوتے تو کیا عجب ربع مسکون پر ان کا ہی تسلط نظر آتا۔ بنی امیہ کے ابن عم بنی عباس نے عنان فرمانروائی ان سے بقوت حاصل کی یہ دینی علم و فضل کا گھرانہ تھا۔ دنیا نے علم و حکمت پر بھی انہوں نے فاتحانہ قبضہ جمایا۔

قاضی صاعدین احمد اندلسی کا بیان ہے :-  
 ”صدر اسلام میں اہل عرب نے علوم و فنون کی طرف توجہ زیادہ نہیں کی  
 ان کی دل چسپی کامرکنہ ان کی زبان تھی یا احکام شریعت۔ ہاں طب و سیر  
 اس سے مستثنیٰ تھے۔“

خليفة سفيان کے بعد منصور سریر آرائے خلافت ہوا اس نے بغداد کی بنا ڈالی  
 اور دار الحکومت قرار دیا جو نصف صدی کے اندر عظیم الشان تہذیب و تمدن کا شہر  
 بن گیا۔ اس کی شان و شکوہ وسعت تجارت اور ترقی صنعت و حرفت اور علم و فن  
 کا مرقع دیکھنا ہے تو ”الآغانی، عقد الفرید الفہرست“ کا مطالعہ کافی ہے۔  
 خلفائے بنی عباس میں بیشتر حضرات کشور کشائی اور جہاں بانی عدل و انصاف کے  
 پیکر مجسم تھے اس کے ساتھ ہی وہ فضل و کمال کے بھی یگانہ روزگار تھے۔ ان کے

۱۔ الآغانی ابو الفرج علی بن الحسین القرطبی الاصفہانی متوفی ۹۶۷ھ، ۳۵۶ھ عقد الفرید۔

ابن عبد ربہ قرطبی متوفی ۹۳۰ھ۔

الفہرست العلوم۔ ابن ابی یعقوب النذیم الوراق متوفی ۹۹۵ھ۔

دربار میں دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ قدیم یونانی، ایرانی، ہندی علوم و فنون کا جو ایک عرصہ سے مُردہ حالت میں پڑے ہوئے تھے اچھا ہوا۔ چنانچہ جملہ علوم و فنون عربی میں ترجمہ کے ذریعے منتقل کر لئے گئے۔ عرب دماغ نے اپنے تحقیق و کاوش سے ان کو ترقی کی راہ پر لگا کر زندہ جاوید بنایا۔ خلیفہ منصور خود دینی علوم کا فاضل جلیل تھا۔ اس کے عہد میں حدیث و فقہ کے تمام اجزاء یکجا کئے گئے۔ چنانچہ امام مالک سے منصور نے ہی موطا کی تالیف کرائی۔ اس زمانے میں اور بھی مجموعہ حدیث کے مرتب ہوئے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی ترتیب و تصنیف کے لئے قلم اٹھایا۔ محمد ابن اسحاق نے معاذی کی طرف توجہ کی۔ شیخ التفسیر ابن جریر، شیخ الحدیث اوزاعی، حضرت سفیان ثوری، حماد بن سلمہ وغیرہ نے مختلف علوم و فنون میں ہمیشہ بہا اور نادر تصنیفات و تالیفات تیار کیں۔

ان کے علاوہ لغت، نحو، معانی بیان کے تمام ذخیرے جن کا دار و مدار اب تک زیادہ تر روایت اور حافظہ پر تھا۔ کتابی صورت میں محفوظ ہونے لگا۔ منصور کی توجہ علوم حکمت کی طرف بھی ہوئی۔ اس نے روم سے کتابیں منگائیں۔ پھر تو یونانی زبان سے سریانی (سامی) میں اور سریانی سے عربی میں قدیم یونانی علوم و حکمت کی کتابیں منتقل ہوئیں۔

ابتداءً ترجمے کسی قدر ناقص ضرور تھے لیکن علم کے پیاسے عربوں نے ان ہی کو پڑھا اور سمجھا۔ حسن اتفاق سے ۷۵۰ھ میں ایک ہندی سیاح بغداد پہنچا۔ اس کے پاس ہنیت کے متعلق کتاب ”سند ہند“ تھی، منصور کے نذر گزار دی۔ منصور نے محمد بن ابراہیم بن حبیب فرازی سے اس کا عربی میں ترجمہ کرایا۔ ابن ابراہیم عربوں میں پہلا منجم اور محقق ہنیت تھا۔ اس کی تحقیقات پر موسیٰ خوارزمی نے اپنی شہرہ آفاق ذریعہ تیار کی اور یونانی ہندی متون کو باہم دیگر منطبق کیا۔ فارسی ہنیت

کی کتابوں کا عربی میں الفضل بن نونجست متوفی ۳۱۵ھ نے جو الرشید کا مہتمم کتب خانہ تھا ترجمہ کیا۔

مذکور الذکر ہندوستانی سیاح کے ساتھ ریاضی کی کتاب بھی تھی اس میں اعداد کی کتابت ہندی طریقہ پر سمجھائی گئی تھی عربوں کا مروجہ طریقہ اگرچہ دو من طریقہ سے بہتر تھا لیکن صفر کی ایجاد سے محروم ہونے سے ہندی طریقہ کے برابر سودمند نہ تھا۔ عربوں نے اس کو اپنایا۔ پھر نویں صدی میں جب ہندو حساب دانوں نے اعشاریہ کا طریقہ رائج کیا تو عربوں نے اس کے فوائد کے مد نظر اس کو بھی اختیار کر لیا۔ ہندی فنون کے علاوہ بغداد میں ایرانی علوم سے بھی استفادہ کیا۔ وہ ادب اور فنون لطیفہ تک محدود تھے۔ حکیم بید پائے کا افسانہ کلید و دمنہ کو ابن المقفع نے عربی جامہ پہنایا۔ اس کے علاوہ اس نے آئین نامہ مزدک۔ التاج فی سیرت نوشیرواں الادب الکبر ادب الصغیر فارسی کتب عربی میں زیادہ ترجمہ ہوئیں۔ البتہ یونانی ادب مثلاً تصانیف ہومرو سوفوکلیس وغیرہ کو عربوں نے زیادہ توجہ سے نہیں دیکھا۔

عربوں کو یونان کی حکمت، طب، ریاضیات اور ہیئت، منطق بہت زیادہ پسند آئی۔ چنانچہ چند ہی سال کے اندر حکمائے یونان کے ان مضامین کے شاہکار سمعہ شرح و تفسیر کے عربی میں منتقل کر لئے گئے۔ ابویسعیٰ ابن البطریق نے جالینوس (۲۲۶ ق م) کی کفر تصانیف بطیموس کی الجسطی اور اقلیدس کے عناصر کا ترجمہ کیا۔ ایک دوسرے مترجم شامی عیسائی یوحنا بن مالویہ متوفی ۷۵۴ھ نے ۳۲۲ھ میں نونجست لیسوع کے شاگرد اور حنین بن اسحاق کے استاد نے چند طبی خطوط کو عربی کا جامہ پہنایا۔

موسیو سید یوفرائیسی لکھتا ہے کہ منصور فخر عرب خلفاء کے زمرہ میں ہے اس نے سب سے پہلے عربوں کو دماغی اور ذہنی مشاغل میں مشغول کیا یہ

”گو“ عربوں میں اکتسابِ علوم اور علمی ترقیوں کا میلان طبعاً موجود تھا، علمی مشاغل ان کے مرغوب ترین شغل تھے۔ ان میں اس بات کی طبعی استعداد تھی۔“ ۱

منصور کے جانشین خلفاء بھی علوم و معارف کی سرپرستی اور سعی ترقی میں منصور ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے اور اپنے مفتوحہ ملکوں سے طیلِ نقد علماء کو بلوا کر دربار میں رکھا۔ ان سے یونانی کتابوں کے ترجمے عربی زبان میں کرائے۔ کتب خانے قائم کئے۔ درس گاہیں بنوائیں تعلیم کو عام کیا۔ شاہی مدارس میں اور نیز دیگر تعلیم گاہوں میں عام و خاص ہر طبقے اور درجے کے ادبوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی اور ان مدارس میں ارسطو، بقراط، جالینوس و اسکوریڈوس اقلیدس، اذخمیدس، بطیموس اور پلوینیوس وغیرہ حکماء کی کتابیں برابر پڑھائی جاتی تھیں جن کے ساتھ ساتھ متن قرآن شریف اور اس کی تفسیر کا درس بھی دیا جاتا تھا۔

علماء و حکماء کی خاص خاص مجلسیں اور مجالس مذاکرہ علمیہ قائم کیں۔ ان مجالس میں مشکل مسائل علمیہ پر غور اور بحث ہوا کرتی تھی۔ خلیفہ مہدی اور ہارون الرشید نے چیدہ چیدہ نصرانی علماء کو اپنے درباروں میں بلوایا یہ علماء ممالکِ ایشیا میں باہج پہلے پڑھے تھے ان پر شاہانہ انعام و اکرام کا مینہ برسایا اور ان سے یونانی اور فارسی زبانوں کی کتابیں عربی اور سریانی زبانوں میں ترجمہ کرائیں۔ ۲

اور ان علماء میں مشاہیر یہ تھے :-

۱۔ ماشاء اللہ فلکی جس نے اصطرب اور اس کے دائرہ مناسبت پر کتاب لکھی۔  
۲۔ احمد بن محمد نوافل فلکی۔ یہ بھی مشاہدات و رصدات کے مسائل پر کتاب لکھی۔

۱۔ تاریخ عرب ۲۔ تاریخ عرب صفحہ ۳۰۴۔

معدون رہا عربوں میں یہ علوم فلیکھ کے سب سے بڑے ماہر اور قدیم عالم تھے۔  
 ہارون الرشید نے بطیموس کی الجسطی کا ترجمہ یحییٰ بن خالد برمکی کی زیر نگرانی حجاج  
 بن یوسف وغیرہ سے کرایا۔ ابن یوسف مطہر نے اقلیدس کا بھی ترجمہ کیا۔  
 اس زمانہ میں صالح بن بہلہ ہندی عراقی آیا۔ اس کا معاشرتن (چنپاک)  
 جس کی کتاب سنسکرت کا منکہ ہندی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ پھر یحییٰ بن خالد کے  
 حکم سے ابو حاتم یحییٰ نے عربی جاسہ بنایا۔  
 مذکور الذکر منکہ ہندی نے اسماء عتقا قیر الهند، کتاب سیروفی الطب کا  
 ترجمہ کیا۔

کلیلہ و منہ کے مترجم نے ارسطو کی بعض منطقی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا۔ ان کے  
 معاصر فاضل مترجم یہ تھے :-

یوحنا بن اسویہ - سلام الا برش - سیل المطران - عہد ہارون میں عربوں کی  
 دماغی، ذہنی ترقیات اور ان کے علوم و فنون کی مہارت کا جو درجہ تھا اس کے  
 اظہار کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کے علمی عروج و کمال کی شہادت میں وہ بچے  
 والی گھڑی پیش کر دیں جو خلیفہ رشید نے شامین شاہ فرانس کو ہدیہ ارسال کی تھی۔  
 یہ گھڑی نادرہ روزگار صنعت تھی اور پانی کے ذریعہ سے چلتی تھی۔  
 ”گھڑی کا موجد یونس کا تہی متوفی ۲۶۵ھ تھا۔ جب سریر آرائے خلافت  
 مامون اعظم ہوا تو اس نے اپنے باپ اور دادا کے قائم کردہ علمی ادارہ  
 کو بہت زیادہ ترقی دی۔ یہ بیت الحکمت مامون کے ہاتھوں کچھ سے  
 کچھ ہو گیا۔ ہارون نے اور وزرائے برامکہ نے جس قدر بیت الحکمت میں  
 علمی ذخیرہ جمع کیا تھا اس سے بھی اور زیادہ مامون نے اس کو وسعت

۱۔ کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۴۲۸ ۲۔ الفہرست ابن ندیم ۳۔ تاریخ عرب بیرونی ۴۔  
 ۵۔ علوم عرب جرجی زیران جلد ۲ صفحہ ۱۷۱۔



دی۔ رسول بن ہارون اس کا مہتمم تھا۔“

موسو سید لکھتا ہے :-

”وہ خلیفہ آفتاب فضل تھا اور بے شمار بڑے بڑے باکمال علمائے نجوم و فلک کی طرح اس آفتاب علم کو اپنے حلقے میں لئے رہتے تھے۔ مامون نے قیصر روم سے دوستی اس بنا پر کی کہ علوم و معارف کا خزانہ اس سے حاصل کرے۔ مامون نے قسطنطنیہ اور اسکندریہ، اتھینہ صقلیہ سے کتابیں علوم حکمت کی منگائیں اور ان کے تراجم پر بے شمار مال و زر خرچ کیا۔ یہ منصور سے ہارون تک کا پہلا دور تھا دوسرا دور علمی مامون سے واثق تک کا تھا۔ اس عہد کے مترجمین کی نمایاں شخصیتیں یہ تھیں :-  
یوحنا بن بطریق۔ حجاج بن مطر۔ قطابن لوطا بعلبکی۔ عبدالمسخ بن ناظم۔  
ناظم قمص۔ حنین بن اسحاق۔ اسحاق بن حنین۔ ثابت بن قرہ صابی۔ جیش بن الحسن ابن البطریق۔ سلما۔

الحجاج بن مطر و ابن البطریق و سلما صاحب بیت الحکمۃ ۱۰

ثابت بن قرہ شیخ المترجمین تھا۔ جبران کے صابیون میں سے تھا جو زمانہ قدیم سے ستارہ پرست چلے آ رہے تھے اور ہیئت اور ریاضی کے بالطبع دلدلہ رحیمے ثابت اور اس کے ساتھیوں نے اٹمیکس متوفی ۲۱۲ ق م اور ابولونیس پرکائی (۲۲۳ ق م) کے ریاضی کے شاہکاروں کا ترجمہ کر ڈالا اور پہلے ترجموں کی تصحیح کی۔

حنین بن اسحاق جو غریب عبادی (نصطوری) عیسائی کالڑ کا تھا۔ بنو موسیٰ بن شاہر نے اپنے علمی ذوق سے دالالت ترجمہ قائم کر رکھا تھا۔ اس میں حنین بمعہ ساتھیوں کے ملازم ہو گیا تو ماہانہ ۵۰ دینار مشاہرہ پاتا تھا۔ ابن خلکان نے اس کی خوشحالی کا اذیات الاعیان میں ذکر کیا ہے۔ پھر حنین بیت الحکمۃ سے متعلق ہو گیا۔ مامونی دربار شاہی

۱۰ تاریخ عرب صفحہ ۲۷۲ ۱۱ کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۷۷۷۔



سے کتاب کے برابر وزن کا سونا انعام میں اس کو ملا کرتا۔

بقراط، جالینوس اور ارسطو کی کتابیں اور کچھ افلاطون کی کتب کے ترجمے اس عہد میں ہوئے۔

کتب بقراط :- کتاب فصول (ترجمہ حنین) الکسر (حنین) تقدمة المعرفة (حنین و عیسیٰ بن یحییٰ) قاطیطون (حنین) الماء والهوا (حنین و جیش) کتاب طبیعۃ الانسان (حنین و عیسیٰ) کتاب عہد بقراط (جیش و عیسیٰ)

کتب جالینوس :- کتاب الفرق - النضاع النبیض شفاء الامراض - المزاج الطبیعی العلل والامراض - تصرف علل، الاعضاء الباطنة، الحمایات، البحران (مترجم حنین) جیش نے ۱۸ جالینوس کی کتب کا ترجمہ کیا۔ ۱۰ مصنفان نے ۵ کا اور حنین نے مذکورہ کتب کے علاوہ ۶ کتب کا اردو ترجمہ کیا۔ بقیہ کتب کا عیسیٰ ابن صلت، ثابت ابن البطرین نے ترجمہ کیا۔

کتب ارسطو :- قاطیفوریاس (حنین) کتاب العبارة سریانی میں حنین نے متی نے عربی کا جامہ پہنایا۔

البرہان (اسحاق) نے سریانی میں متی نے عربی میں کیا۔ کتاب الجدل (یحییٰ) تحلیل القیاس (ثیادورس)۔

کتاب المغالطات :- اوا حکمتہ المومنتہ (ابن ناعمہ اور ابو ثمیر نے سریانی میں، عربی میں یحییٰ نے ترجمہ کیا۔

الخطابۃ - کتاب العشر - اسماع طبعی - اسماء والعالم - الکون و انشاء العالم العلویہ النفس - الحيوان الاخلاق المرأة اثولوجیا (اسحاق ابراہیم - ابوروح - حنین - قطا - ابن ناعمہ ابن بطریق حجاج بن مطر نے مل جل کر ترجمہ کیا۔

کتب افلاطون :- کتاب السیاسیہ (حنین) منہبات (یحییٰ بن عدی النوا میس (حنین و یحییٰ) طیماوس (ابن بطریق) مکتوب افلاطون بنام افرطون و کتاب التوحید الحس والمذات (یحییٰ بن عدی) اصول ہندسہ (قطا بن بوقا) ان کے علاوہ

دیگر فلاسفہ یونانی کی کتب عہد مامون میں کثرت سے ترجمہ ہوئیں۔

ان ترجموں نے عربوں کے عقل و دماغ پر اثر کیا۔ پھر عربی فصاحت و تمدن پر اپنے نقوش قائم کئے۔ ہارون، مامون نے علماء و اطباء و حکماء کی مجلسی قدر و منزلت کی اس کی مثال کم تاریخ میں ملتی ہے۔ جبریل بن بختیشوع ہارون و مامون کا درباری طبیب تھا۔ وزرائے براکد کا بھی معالج تھا۔ جب یہ مراہے بقول علامہ جلال الدین قفطی آٹھ لاکھ درہم اپنے پسپاندوں کے لئے چھوڑے تھے۔

**ہستییت** | مامون کے عہد میں یحییٰ بن ابی منصور نے ایک فلکی ذائچہ مرتب کیا جس کی تیاری میں سند بن علی کی شرکت تھی اور سند بن علی نے ۸۱۲ء میں خالد بن عبد الملک مروزی کے ساتھ ہی کام کیا تھا۔ اس نے رصدین بھی تالیف کیں اور ان دونوں علماء نے علی بن عیسیٰ اور علی بن البختری کو اپنے ساتھ لے کر فلکی مشاہدات کئے اور شہر قدہ اور شہر تدمر کے مابین خط نصف النہار کا قیاس ۱۰ اندازہ کیا۔ احمد بن عبد اللہ بن حبیش نے تین ذائچہ کو اکب کی حرکات کے بارے میں تالیف کئے اور مامونی عہد کے اسی عرب علماء فلک نے سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع اور مدارستاروں کے طلوع و غروب وغیرہ کا حساب لگایا اور ان سیاہ دھبوں کو دریافت کیا جو قمر ص آفتاب میں ہیں۔ اعتدال ربیع، اعتدال خریفی کو رصد کے ذریعے درست طور پر جانچا اور فلک البروج کے منطقہ کا میل اندازہ لگا کر دریافت کیا۔

مذکورہ بالا عرب علماء میں درجہ اجتہاد اور رتبہ امامت محمد بن ابراہیم بن حبیب الغزالی کا تھا۔ صاحب کشف الظنون لکھتا ہے :-  
 رد و اول من علمہ فی الاسلام ابراہیم بن حبیب الغزالی ومن الکتاب المصنف

۱۔ ماخوذ از کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اخبار الحکماء قفطی ذکر بخشیو

۲۔ تاریخ ۶ مئی ۱۰۷۵ء -

فیه تحفۃ الناظر و بہجتہ الذکار و ضیاء الغیث ۱۰۰

احمد بن محمد نہادندی نے شہر جندی ساہور میں اجرام سماویہ کو رصد کیا اور ۱۰۰۳  
شہ میں کئی جدید زائچہ تالیف کئے جن کا نام ”المستعل“ رکھا۔ یہ فلکی تحقیقات  
میں عہد ہادون سے لگا ہوا تھا۔ موسیٰ خواندزی جس کا ذکر آچکا ہے اس کا ہی  
معاصر فیلسوف عرب کنڈی تھا جس نے مدارس اسکندریہ و رشیدیہ کی کتابوں کی  
مدد سے حساب ہندسہ حکمت نجوم حوادث۔ جوتیہ اور طب وغیرہ علوم و فنون میں  
دوسو کتابیں ترجمہ و تصنیف و تالیف کیں۔ کنڈی کا شاگرد ابو معشر فلکی تھا جس کی  
زائچہ ابو معشر مشہور ہے۔

فلکیات میں موسیٰ بن شاہر کے بیٹے محمد احمد حسن جو امرائے عہد سے تھے انہوں  
نے خود اس فن میں اپنی تمام مساعی صرف کر دیں اور عرب علماء کی زبجوں کو صحیح کیا  
اور اس کا مکملہ کیا۔ نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ فادسی ستہ شمس میں حرکت آفتاب  
کا صحیح اوسط دریافت کیا۔ شہر بغداد کے مشہور دروازہ طاق کے متصل دریائے  
دجلہ کے ایک پل پر جو رصد خانہ تھا اس رصد خانہ میں یہ برابر فلکی مشاہدات کرتے  
رہتے اور منطقۃ البروج کے وسط کا میل انہوں نے دریافت کیا اور اس کی حد  
بھی مقرر کر دی کہ یہ میل (جھکاؤ) اتنا ہوتا ہے۔ اسی طرح عرض قمر سے عرض اکبر  
کے حسابوں کا فرق بھی معلوم کر لیا۔ ان بھائیوں میں بڑا محمد تھا جس نے گواکب  
سیارہ کی تقویمیں تیار کیں۔ ثابت بن قرہ علم الفلک میں اس کا ہی شاگرد تھا۔  
۹۰۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی ماہرین علم ہئیت تھے جنہوں نے  
علم الفلک میں گراں قدر سرمایہ چھوڑا۔

اس فن میں عربوں کی مہارت فن اور کمال کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے  
کہ بعض فلکی علماء نے ایسے مکانات بنائے تھے جن میں آسمان تھا، آسمان پر تارے

تھے۔ بادل تھے۔ بجلیاں تھیں، سب ہی کچھ تھا۔ دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سچ مچ آسمان کے نیچے کھڑا ہے۔<sup>۱۷</sup>

غرضیکہ عربوں نے علم ہیئت کو بھی دیگر فنون کی طرح کمال پر پہنچا دیا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آفتاب زمین سے کتنی بلند ہے اس کا حساب بھی عربوں ہی کا کاڑنا ہے۔ یہ آلات رصد میں اسطرلاب بھی عربوں کا ایجاد کردہ ہے۔ الفزاری کے متعلق ابن ندیم کا بیان ہے۔

”وہ واول من عمل فی الاسلام اسطرلاباً وعل مبطلی و مسطی“<sup>۱۸</sup>

ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی جتنی توصیف کی جائے وہ کم ہے جہاں اس نے الجبر مقابلہ ایجاد کیا ہیئت کا بھی بڑا ماہر تھا۔

وہومن اصحاب علوم الہیۃ۔<sup>۱۹</sup>

متوکل باللہ کے زمانہ میں ممتازہ سربر آوردہ ہیئت دان ماوراء النہر کا ابو العباس احمد الفرغانی تھا جس نے متوکل کے لئے فسطاط مصر میں ایک نیل پیمائیا کیا تھا۔ اس کی بے نظیر کتاب المدخل الی ہیئۃ الافلاک ہے۔

موجبات آلات رصد میں ۳۳۶ھ - ۳۵۶ھ موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں نے اپنے

مکان میں بنایا تھا۔ بغداد میں ہی نائب سلطنت سلطان شرف الدولہ بویہ نے ۹۸۲ھ میں اپنے قصر میں رصد گاہ قائم کی تھی۔ جہاں عبدالرحمن الصوفی، احمد العاغانی اور ابو الوفا برسر عمل تھے۔ الصوفی کی کتاب الکواکب الثابتہ المنصور اس کی یادگار ہے۔ اس زمانہ میں علی بن یونس متوفی ۳۹۹ھ اور دوسرا الفیگ سمرقندی ۳۹۳ھ ایک دوسرے بویہ رکن الدولہ (۳۳۳ھ) کے دربار میں ابو جعفر الخازن الخراسانی نے

<sup>۱۷</sup> المقریٰ نصح الطیب جلد ۲ صفحہ ۲۳۱۔ تاریخ فلک العربی صفحہ ۴۴۔ الفہرست ص ۳۸۱، ص ۳۸۳

<sup>۱۸</sup> کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۳۷۹۔

میل طریق الشمس کی از سر نو تعین کی اور اشمیدس کے ایک پرانے سوال کا بھی مساوات کے ذریعے حل شائع کیا۔

علامہ ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی  $۹۷۳$  -  $۱۰۴۸$ ھ کی عمر کا بڑا حقہ ہئیت و نجوم کے مطالعہ میں گزرا۔ اس کی کتاب القانون المسعودی فی الہیئۃ والنجوم اس وقت کی ہئیت کے سارے شعبوں پر حاوی ہے۔ البیرونی حساب میں بھی اتنا ہی ماہر تھا۔ التفہیم لاوائل صناعة النجوم ہندسہ و ہئیت میں اس کی ایک دوسری کتاب الانا بالباء ریڈورڈ و ناخا و پروفیسر جامعہ برلن نے اس کتاب کی بڑی تعریف کی ہے اور اس زمانہ کے عرب اور دیگر مسلمان محققین کے کارناموں کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے کہ اگر چوتھی صدی ہجری میں امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو حامد غزالی کا ذہبی اور صوفیانہ رنگ مسلمانوں پر نہ چھا جاتا تو عرب قوم گلیلو، کپلر اور نیوٹن جیسے بلند پایہ محقق پیدا کرنے والی قوم ہوتی۔“

سلجوق سلطان، جلال الدین ملک شاہ کی رصد گاہ واقع رے یا نیشاپور میں عمر بن ابراہیم الجیمی  $۱۲۳۰$  -  $۱۲۳۵$ ھ کے کارنامے اب ذر سے لکھنے سے قابل ہیں۔ اس کی تاریخ الجلالی کی خوبیاں جس سے پانچ ہزار سال میں صرف ایک دن کی غلطی پیدا ہوتی ہے اور جبر و مقابلہ کی کتاب جس میں ثنائی مساواتوں کا جبری و ترمیمی حل مع ترتیب تحلیل مساوات بھی سمجھایا گیا ہے۔

تیسرا علمی دور المتوکل سے متعصم تک کا ہے۔ آخری خلیفہ بنی عباس کو ہلاکو کے ہاتھوں پائمال کرانے والا محقق طوسی جس نے  $۱۲۵۹$ ھ میں مقام مراغہ اپنی زیر نگرانی بحکم ہلاکو رصد گاہ بنوائی۔ یہی ”دیج ایٹانی“ کا مصنف ہے۔ اس نے اقلیدس کی تعریفات و اصول موضوعہ پر تنقید کی علم الثلثات، کتاب المتوسطات بین الهندسہ والہیئہ، نزہت المناظر التذکرہ فی علم الہیہ اس کے علمی کارنامہ ہیں اس کے شریک کار رصد خانہ

کشف الظہور

میں علامہ قطب الدین شیرازی اور کمال الدین فارسی مولف تنقیح النظر جس نے قوس قرن جو ہندی توجہ کی ہے وہی ہے جو سوہوین صدی عیسوی ے ڈیکارٹس نے شائع کی ہے۔

**ریاضی** ابن ریاضی پر عرب علماء نے جو علمی نظریہ ہندسہ میں قائم کئے جس کا تذکرہ  
اوپر کیا جا چکا ہے جبر و مقابلہ کا موجد خوارزمی تھا اس کے بعد اس علم کا  
بڑا ماہر ابو کامل شجاع بن اسلم ہے جس کی مشہور کتاب الشامل ہے۔

”ابو کامل شجاع بن اسلم کتابہ الشامل و ہومن احسن الکتاب فیہ و ہومن  
احسن شروحه شرح القرشی“ ۱۷

فن ریاضی کے سلسلہ میں علم مثلثات میں بھی عربوں نے بہت کچھ کام کیا۔ نسبت  
مثلثہ کے عداو میں عربوں ہی نے سب سے پہلے حماس (ٹنجینٹ) کو داخل کیا تناسب  
جیوب کا قانون بھی عربوں ہی کے انکشاف کا نتیجہ ہے اور ان کے فخر کو یہ کافی ہے کہ کوی  
مثلثات کے حل کا عام قاعدہ انہی نے بنایا۔ نظیر حماس اور قاطع اور اس کی نظیر ان چیزوں  
کے لئے جدولیں بھی سب سے پہلے عربوں نے تیار کیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ علم المثلثات  
میں عربوں نے کوئی ایسی چیز نہیں بھڑائی کہ اس پر اضافہ ہو سکے۔“

## کیمیا

فن کیمیا کے ایجاد کا سہرا شہزادہ خالد بن یزید اموی کے سر ہے۔ موس کے ذوق  
میں یہ کام اُس نے شروع کیا مگر نئی راہیں سامنے آئیں جس سے جدید کیمیاوی انکشافات  
ہوئے تو اس نے ایک عمل قائم کیا اور علماء کو بلوا کر کتب طب کے بھی ترجمہ کرائے۔  
ابن ندیم کا بیان ہے :-

”و خالد نے چند معری علماء طلب کئے جنہوں نے دمشق میں رہ کر علمی کتابوں کے  
ترجمہ کئے۔ ان علماء میں ایک پادری مرنا یونس تھا جس نے خالد کو علم کیمیا

۱۷ قرون وسطیٰ میں عرب و عجم کے کما کی علمی تحقیقات ۱۷ از علامہ محمد عبدالرحمن صدر حیدر آباد اکادمی۔



کی تعلیم دی اور اصطقان نے اس فن کی کتابیں عربی میں خالد کے لئے نقل کیں۔ ۱۷

البیرونی خالد کو اسلام کا سب سے پہلا حکیم لکھتا ہے۔  
 ”خالد کے شاگرد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تھے جن کے فن کیمیا پر چند مسائل تھے۔ جابر بن حیان جو فن کیمیا کا امام کہا جاتا ہے وہ ان کا ہی شاگرد تھا۔ عبد بنی عباس میں جابر کے شاگردوں نے اس فن کو ترقی دی۔ یہی لوگ بُنیادی اصول کے قائم کرنے والے تھے۔ ان عرب کیمیاء گروں نے اپنے تجربی تحقیقات اور ان کے مختلف ذرائع مثلاً تحلیل، کشیدہ قلماد کُناؤ، تبخیر، تَخْلِیص و ترسیب وغیرہ کی کامل توضیح کی اور متعدد نئے مرکبات خالص حالت میں تیار کئے اور ان کے صحیح خواص بھی دریافت کئے۔“

معدنی تیزاب اور نباتاتی قلیویات انہوں نے معلوم کئے۔ ان تمام پر وہ مجتہدانہ نظر رکھتے تھے اور ان عربوں نے بہت سے قدیم کیمیاءوی نظریات کو باطل کر دیا تھا۔ بابدو کو مرکب کی صورت میں دنیا کے سامنے عربوں نے پیش کیا۔ ابن اثیر کا قول ہے کہ عربوں نے بعض ایسی دوا میں ایجاد کی تھیں کہ اگر وہ لکڑی پر مل دی جائیں تو آگ ان پر اثر نہیں کرتی تھی۔  
 مؤرخ موسیٰ یوسید یو اپنی تاریخ میں لکھتا ہے :-

**دوا سازی** | کیمیاءوی طریقہ پر دوا سازی کرنے والے دواخانہ عرب ہی نے قائم کئے اور فن دوا سازی جسے آج کل قواعد تخصیص الادویہ کے نام سے شہرت دی جاتی ہے یہ عرب کے کیمیاءوی دوا سازوں ہی کا متروکہ ہے۔“



بہت سے نادر معدنی استکشافات عربوں کے ذریعے ظہور میں آئے۔ کیرتیک، ماء معشر اور ماء ملکی کی ترکیب اور پارہ نکالنے اور ان کو ہل کے جوہروں کا خمیر اٹھانے اور ایسی ہی دیگر کیمیاوی باتوں کا پتہ ابو موسیٰ جعفر کو فی کی تالیفات سے ملتا ہے۔ صمدی عیسوی میں مشہور عالم ہوا ہے۔ ابن وحشید کی بھی فن کیمیا پر تصنیف، کتاب الاصول الکبیر فی الصنعتہ مشہور ہے۔ یہ عثمان بن سعید ابو حری الاخمسی جس کی کتاب الکبریت الاحمر ہے یہ

**معدنیات، حیوانیات و نباتیات** | محمد الحاسب کی کتاب منافع الاحجار سے بھی عربوں کو رنگاؤ تھا۔ عطار دین اس کے سوا شہاب الدین التفاشی کی ازہار الافکار فن جواہر ہے۔ اس میں ۲۴ قیمتی پتھروں کا محل وقوع جغرافی حالات صفائی حقیقی و خیالی اثرات بیان کئے ہیں۔ بلینوس اور ارسلو کے نام ہندو رسالوں کے سوا صرف عرب مصنفین ہی کے حوالے درج ہیں۔ البیرونی کے بھی اس بحث پر ایک کتاب ہے۔ علم نباتات میں عربوں نے ایک استناد کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اس علم میں ابو عثمان ابن بيطار اور رشید الدین ابن صدری غیر فانی شہرت کے مالک ہیں۔ رشید کے ساتھ معصوم رہتا تھا جو بڑی بوٹیوں کی تصویر کھینچتا تھا۔ یہ ماہرین علم نباتات میں ابن الصوری کا جواب نہیں ملتا۔

## طبیعیات

عربوں نے اولاً طبیعیات میں تجربہ اور مشاہدہ اور آلات کے ذریعہ سے کسی چیز کے ثبوت کرنے کے بجائے باریک اور دقیق منطقی استدلال سے کام لیا۔ غلطیاں

۱۔ الفہرست ابن ندیم صفحہ ۵۰۴ ۲۔ ایضاً

۳۔ ابن الی اصیبہ طبقات الاطباء جلد ۲ صفحہ ۲۱۹

۴۔ محون الانبانی طبقات الاطباء جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ شیخ موافق الدین بن قاسم بن الی اصیبہ متوفی ۶۵۲ھ۔

اس سے درست نہ ہو سکیں۔ اس واسطے ہیولی اور جزلا بتجربی اور صورت نوعیہ و جسمیہ اور حرطبی اور خلاء کی نازک بحثوں کو اور بھی دقیق کر دیا اور کائنات الجوا اور اجرام فلکی اور عناصر الاربعہ کی ماہیت کی تحقیق کرنے سے قاصر رہے۔ باایں ہمہ انہوں نے اس علم میں بعض نہایت کاملہ و عمدہ چیزوں کی تحقیق کی ہے۔ جیسا کہ محمد بن ذکریا نے اسباب قوت جاذبہ مقناطیسی پر نہایت عمدہ رسالہ لکھا ہے۔ پھر تو عربوں نے مکملہ یونان کی تحقیقات نظر انداز کر کے حسب علت اس میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ آلات بنائے جن کے ذریعہ نقل نوعی نمک کا حساب رکھتے۔ ایسے ایسے پیمانہ تیار کئے کہ ایک گرم ۱۰۰ حصے کم وزن کا فرق تک معلوم کر لیتے تھے۔ نظریہ جذب کے متعلق بھی سب سے بہت سے اقوال ملتے ہیں۔

لوشی کے متعلق بھی ان کے مستقل نظریات ہیں کہ اس سے پہلے کسی کی رسائی ذہن وہاں تک نہ ہوتی تھی۔ اس کی بدولت دور بین کی ایجاد ہوئی۔ یہ امر اہل چشم اور ان کی تشریح سے متعلق بھی عربوں کا بہت سا تحریری مسامحہ ہے۔

**طیارہ کا اولین تصور** | فناء آسمانی میں پرواز کا خیال بھی سب سے پہلے عربوں کا آیا۔ سب سے پیشتر اس معاملہ کی طرف توجہ دہن

منتقل ہوا وہ عباس ابن فرناس تھا۔ نفع الطیب میں تحریر ہے کہ :  
 ”عباس نے اپنے جسم کو فضا میں اڑانے کی کوشش کی۔ پہلے تو اس نے اپنے بدن پر پیر جڑے۔ پھر دو بازو تیار کئے جیسے چڑیوں کے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے فضا میں کافی عرصہ تک پرواز کی۔ لیکن یہ پہلا تجربہ اس کے لئے ایک حد تک تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اترتے وقت اس کے جسم کے پھلچھلچھ میں کچھ چوٹ آئی۔ اسے یہ نہیں خیال رہا کہ پرندہ اترتے وقت اپنے پھلچھلچھ سے زیادہ مدد لیتا ہے۔ عباس نے یہ غلطی کی کہ دم نہیں بنائی۔“

۱۔ بساط علم الفلا صفحہ ۱۲ ۲۔ مائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۳۔ تاریخ الفزکیں صفحہ ۲۳ ۴۔ ایضاً

**قانون** | قانون باجہ بھی عربوں کی ایجاد ہے اور نہ رباب بغدادی نے موسیقی میں

دور خاس ایجاد کیا۔ قانون کی ابتدائی شکل معلم الثانی ابو نصر فارابی کی دی ہوئی ہے۔ فارابی نے دو لکڑیوں سے ایک باجہ ایجاد کیا تھا۔ ان لکڑی کی ترتیب میں جب ذرا سا تغیر کر دیا جاتا تھا تو مختلف قسم کے راگ نکلتے تھے۔ فارابی امیر سیف الدولہ حمدانی والی موصل کے دربار سے متعلق تھا۔ حمدانی نے اس سے سوال کیا کہ تم کو گانے بجانے کا بھی شوق ہے۔ فارابی نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر انہی جیب سے ایک خریطہ نکالا اُسے کھولا اور اس میں سے دو لکڑیاں نکالیں انہیں ایک خاص انداز میں ترتیب دیا اور بجانا شروع کیا۔ اہل محفل پر یہ اثر ہوا کہ تمام لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے۔ اس کے بعد لکڑیوں میں خفیف سا تغیر کر دیا اور بجانے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضار مجلس پر غنودگی طاری ہو گئی اور سب سو گئے۔ فارابی نے لکڑیاں جیب میں رکھیں اور چلتا ہوا۔ جب سیف الدولہ کو ہوش آیا تو معلم الثانی کو ڈھنڈوا کر بلایا اور انعام و اکرام سے نوازا۔

**طب** | طب میں عہد نبی عباس میں بہت سی تصانیف ہوئیں۔ ہارون کے طبیب یحییٰ بن ماسویہ تھے جس نے کتب طب کی شرحیں لکھیں جس میں نے مامون کے عہد میں بقراط جالینوس کی کتب کا ترجمہ کیا۔ جیسا کہ ذکر آچکا ہے۔ محمد بن زکریا رازی علی بن عباس مشہور طبیب تھے۔ آخر الذکر نے دس جلدوں میں قواعد طب کے لکھے۔ ابن سینا مشہور و معروف ہے ابن سینا اور زکریا کی تالیفات کثیر التعداد ہیں سینا نے ۳۷۰ میں وفات پائی۔

**علم جراحی** | ناصر باللہ کے زمانہ میں علم جراحی نے خاص ترقی کی اس سے پہلے عہد معتمد میں یوحنا بن مالویہ نے ۳۳۶ھ میں نو بیہ سے ایک ہندو تختہ میں آیا تھا۔ اس کی نقش پر عمل جراحی کر کے چند ابتدائی باتیں معلوم کیں۔ مگر ناصر کے عہد میں بغداد میں حکیم عبداللطیف المصری نے بارہویں صدی میں اس علم کی طرف توجہ

۱۲۵ھ ابن خلکان جلد ۲ ص ۱۲۵ تاریخ اطبا ص ۱۲۵ تاریخ عرب میو ص ۱۲۵

کی۔ حسن اتفاق کہ اس کو ایک جگہ انسانی ہڈیوں کا ایک بڑا انبار مل گیا۔ اُس نے ہر ہڈی کی تحقیق کی اور اُن کی ساخت ترتیب وغیرہ سے متعلق متعدد نئی معلومات فراہم کیں۔ وہی علم تشریح کے بنیادی اصول قرار پائے۔ اس نے مفصل ایک رسالہ اس فن پر لکھا۔

سب سے زیادہ علم جراحات سے متعلق انکشاف ذکر یا رازی نے کیا۔ عمل بالید، سرجری اور آلات وغیرہ کے استعمال میں یدِ طولی تھا۔ ابوالقاسم بن عباس الزہاہروی کو خاص امتیازی درجہ حاصل ہے۔

جہڑی بوئی | جہڑی بوئی کی تحقیق و تفتیش میں عربوں نے اپنی توجہ مبذول کی اور اس کو بھی کمال پر پہنچایا۔ غرضیکہ فنِ دوا سازی کے بانی ہونے کا فخر عربوں ہی کو حاصل ہے۔

جغرافیہ | فنِ جغرافیہ میں بھی عربوں کو تقدم کا شرف حاصل ہے۔ یونانی وغیرہ کتابوں کے ترجمے کئے مگر وہ ناکافی تھے خود اس فن پر توجہ کی۔ اپنے

مشاہدات و تجربات سے اس کو وسیع معلومات کیا۔ بطلمیوس کی اغلاط کی تصحیح کی۔ یعقوب کندی نے بلینیوس کے جغرافیہ کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد سے خود انہوں نے اپنی تحقیق سے کتابیں لکھنا شروع کیں۔ کیونکہ عرب حج بیت اللہ کے سوق سمت کعبہ کی صیغہ تعیین کی ضرورت اور سیروساحت و تجارت کے شغلوں سے ان کی جغرافیہ معلومات بہت وسیع ہو گئی تھیں۔ متعدد شہروں کے عرض بلد اور طول بلد انہوں نے دریافت کئے۔

ساتویں اور نویں صدی میں مسلمان تجارت ایک طرف مشرق میں بری اور بحری راہوں سے چین پہنچے۔ دوسری طرف جنوب میں البخارا اور افریقہ کے بعد ترین سواحل کا پتہ چلایا۔ مغرب میں بحر ظلمات کے کناروں تک جا پہنچے اور شمال میں روس کے اندر تک

۱۔ آلات الطب والجراحات عند العرب ص ۴۴ ۲۔ تاریخ تمدن الاسلامی جلد ۳ ص ۱۸۱

۳۔ تاریخ تمدن الاسلامی جلد ۳ ص ۱۸۱

سرايت کر گئے۔ سیرات کے سلمان التاجر نے مشرق بعید کی سیاحتوں کا حال ۱۱۵۱ھ میں لکھا۔ یہ پہلی کتاب ہے جس سے ہند کے ساحل کی نسبت عربوں کی معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ ابن واضح یعقوبی نے اپنی کتاب البلدان میں معمولی جغرافیہ معلومات کے ساتھ معاش معلومات کا اعناذ کیا۔ قدامہ جو عیسائی پیدا ہوا اور مشرق باسلام ہو کر بغداد میں ۸۲۸ھ کے بعد مالگزار کی کامحاسب تھا اور اپنی کتاب الخراج میں خلافت بنی عباس کے صوبجات کی تقسیم سالانہ آمدنی اور نظام دہل و رسائل پر بحث کی ہے اس نوع کی جغرافی کتابوں میں ابن رستاقی الاعلاق النفیسیہ ۹۰۲ھ اور ابن العلقم الیہدانی کی کتاب البلدان بھی قابل ذکر ہیں۔

الاصطخری ۹۵۰ھ کی للمساکن والممالک کے جغرافیہ میں مختلف ملکوں کے نقشے مختلف رنگوں میں دیئے گئے ہیں۔ مسعودی کے بعد وہ دوسرا مصنف ہے جو سجتاں کی ہوا چکیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے کہنے پر ابن حوقل ۹۴۳ھ نے جو اسپین تک سفر کیا تھا اس کی کتاب اور نقشوں کی نظر ثانی کی۔ المقدس کی کتاب احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم بڑی دلچسپ بیان کی جاتی ہے۔ اس دور کا مین کا جغرافیہ دان اور آثار قدیمہ کا تذکرہ نویس الحسن بن احمد الہمدانی جو صفا کے محبس میں ۹۴۷ھ فوت ہوا اپنی تصنیفات الکلیل اور صنعت جزیرۃ العرب کی وجہ سے قابل ذکر ہے۔ اس دور میں سیاح الارض المسعودی نے بھی نشوونما پائی جس کا ذکر مؤرخین میں آئے گا۔

بنی عباسیہ کی خلافت کے آخری زمانہ یا قوت بن عبداللہ الحموی ۱۱۷۹ھ مطابق ۵۷۵ھ مشرقی مسلمانوں میں سب سے بڑا جغرافیہ نویس تھا۔ اس کی کتاب معجم البلدان حلب میں مکمل ہوئی۔

یہ انسائیکلو پیڈیا نہ صرف اس زمانے کی جغرافی معلومات کا معدن ہے بلکہ تاریخ اقوام و بنی نوع انسان اور حیوانیات و نباتات کی گراں قدر معلومات سے مملو ہے۔ یا قوت کی دوسری تصنیف معجم الادب بھی اس پایہ کی کتاب ہے۔ ابو معشر بغدادی متوفی ۱۱۷۲ھ کا تہذیبی جغرافیہ جس میں سمندروں کے مد و جزر کا تقریباً صحیح نظریہ

یعنی شمس و قمر کا سمندر کے پانی پر اثر نہیں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

**تاریخ عربی** تاریخ کا سرچشمہ صرف عرب کے اشعاروں کی ضرب الثلثوں کے مجموعے اور آغانی ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں بے شمار مؤرخ بھی گزرے ہیں جنہوں نے

مختصر و مفصل تاریخیں قابلیت کے ساتھ تالیف و تصنیف کی ہیں اور ان سے عربوں کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حاجی خلیفہ نے عرب مؤرخین کی ایک ہزار تین سو تاریخی تصانیف کا شمار کرایا ہے اور یحییٰ آفندی نے اپنی کتاب اُتارِج میں لکھا ہے کہ عرب مؤرخین کی تصانیف تاریخیہ نہایت خوش ترتیب ہیں۔

تاریخ دوسرے مسلمانوں کو دلی شغف تھا۔ دولت بنی امیہ کے عہد میں اس پر خاص توجہ ہوئی۔

محمد بن اسحاق (۱۵۹ھ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبات لکھی جو ابن ہشام کی صورت میں (۳۳۹ھ) شہرت پذیر ہوئی۔ ابن قیرہ صابی نے ۱۹۰ھ میں تاریخ لکھی اور موسیٰ ابن عقبہ (۴۵۸ھ) الواقدی (۸۲۳ھ) کی کتاب المغازی۔ ابن سعد (۲۴۵ھ) کی طبقات عبدالحکم (۲۵۷ھ) کی فتوح مصر اخبار یا احمد بن یحییٰ البلاذری (۲۵۷ھ) مصنف فتوح البلدان و انساب الاشراف ابی عمر بن محمد بن یوسف الکندی ۲۲۶ھ تاریخ قضا و مصر ابن قتیبہ (محمد بن مسلم الدیوری (۲۷۹ھ) کی کتاب المعارف احمد بن داود الدیوری (۲۸۲ھ) کے اخبار الطوال حمزہ الاعصانی متوفی ۲۹۱ھ اور ابن واضح البیہقی ابن مکویہ صاحب بخارب الامم ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۲۲۳ھ کی اخبار الرسل والملوک۔ ابوالحسن عزالدین ابن الاثیر مولیٰ مصنف الکامل فی التاریخ ۱۲ جلد (۱۲۳۴ھ) ابوالخضر (۱۳۳۱ھ) البدایہ و النہایہ علامہ شمس الدین بن محمد بن احمد مصری الذہبی (۱۳۴۵ھ) مصنف دول الاسلام۔

۱۔ قرون وسطیٰ میں عرب اور عجم کے حکماء کی تحقیقات صفحہ ۱۹ ۲۔ تاریخ عرب ص ۲۵۳

۳۔ کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۲۲۶۔



الطبری نے اپنی معلومات فراہم کرانے کے لئے ایران، عراق، شام اور مصر کا سفر کیا بقول یاقوت حمیری الطبری نے ۴۰ سال تک روزانہ ۴۰ ورق لکھے۔ ابوالحسن علی المسعودی نے تاریخ نویسی کے قدیم طریقہ سند داری اور واقعہ نگاری کو چھوڑ کر تنقیدی و سلسلہ داری طریقہ کو رواج دیا۔ ابن خلدون نے بھی اس طریقہ کی تقلید کی۔ ۹۵۶ء، ۳۵۰ھ مسعودی کی تیس جلدوں والی تصنیف کا ایک خلاصہ موسوم بہ مروج الذهب و معاون الجواہر جو تاریخی واقعات کو ۳۳۹ء، ۹۴۴ھ تک پہنچاتا ہے۔

بنی عباسیہ کے آخری دور میں شمس الدین احمد بن محمد بن خلکان (۱۲۸۲ھ) شام کے صدر قاضی مصنف وفيات الدعیان و انباء انباء الزمان تھا۔ اس کتاب میں ۶۶۵ سربراہ اور وہ تاریخی مسلمانوں کے سوانح حیات نہایت صحت کے ساتھ لکھے ہیں۔

علامہ احمد نویدی شافعی کی نہایت العرب فی فنون الادب ۱۰ جلدوں میں ہے۔ تفسیر و حدیث، فقہ و ادب وغیرہ ذکر کیا جائے تو مضمون بہت بڑھ جائے گا۔ بہتر اور جامع تفسیر اور حدیث کے مجموعہ عمد بنی عباس میں ہی مرتب ہوئے۔ ان کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے الفہرست ابن ندیم اور کشف الظنون کا مطالعہ ضروری ہے۔

دعولوم و فنون کی ترقی کا یہ مختصر تذکرہ عمد بنی عباس کا ہے جو اس جگہ پیش کیا گیا۔ اس نے ہی عربوں کے نظریات و خیالات کی ندرت کا دیوں سے ایک عالم کو محو حیرت بنا رکھا تھا۔

جب عرب عیش و عشرت کے میدان میں اترے تو اس میں بھی وہ سب سے بازی لے گئے اور ان کی بزم آرائیاں آج تک لوگوں کی زبانوں پر اور کتابوں کے اوراق پر محفوظ ہیں۔ انہوں نے جب شعرو شاعری کی طرف توجہ کی تو اس میں ایسا کمال پیدا کیا کہ میدان میں کوئی حریف نہیں رہ گیا۔

فنون لطیفہ میں بھی ان کے کارنامے مشہور و معروف ہیں۔ جب انہوں نے تعمیر پر نظر عنایت کی تو ایسے تصور و محلات تیار کئے کہ دنیا میں جنت کا نمونہ قائم کر دیا۔ ان کی عمارتوں کی خوبی و خوشنمائی، سنگینی و استحکام اور تناسب و تناسب پر جب نظر پڑتی



ہے تو عقل حیران رہ جاتی ہے۔ بغداد و سامرہ بصرہ موصل رقبہ سمرقند کے محلات سے شعراء اور ادبا کے لئے اچھا خاصا میدان ہاتھ آ گیا تھا۔ مختلف شعراء نے اپنے اشعار میں اور ادبا نے اپنی نثر میں ان علامات کے کمالات اور خصوصیات حسن و جمال تشریح و تعبیر اور اہل تصویر کشی نے میں اپنا پورا زور قلم صرف کر دیا تھا۔

غرضیکہ ممالک اسلامیہ میں حضارت و تمدن کے جو نمونہ قائم کئے وہ ایسے ہیں کہ عصر حاضر کے بڑے بڑے علماء بھی ان کا اعتراف کرتے ہیں۔

## خلفائے عباسیہ کی شان و شوکت

خلفائے عباسیہ کے پاس بے شمار دولت تھی لشکر و فوج ان کے یہاں ہمیشہ نہیں رہتے تھے۔ جس پر وہ روپیہ خرچ کرتے۔ اس سے وہ زیبائش و آرائش کی طرف متوجہ ہو گئے۔ زیب و زینت کی انہوں نے عجیب و غریب چیزیں پیدا کر دیں۔ لوگوں کو انعام و اکرام بے انتہا دیئے۔

منصور حج کو سریر خلافت پر متمکن ہونے کے بعد گیا تو لاکھ روپیہ اہل مکہ و مدینہ میں تقسیم کیا۔ ہمدی نے حج کے موقع پر ساٹھ لاکھ دینار خرچ کر ڈالے۔ ستیدہ زبیدہ عباسی بادون کی ملکہ نے مکے تک پانی لانے کے لئے نہر کھدوائی جس میں ۳۵ لاکھ سے زیادہ دینار صرف ہوئے۔ زبیدہ عموماً لباس دیا کا پہنتی جس کے استر میں سمور یا قماش زربفت لگایا جاتا تھا۔ اس کے کفش پا میں قیمتی موتی جڑے ہوئے تھے غلیفہ مامون نے ایک ہی دن میں چار لاکھ دینار خرچ کر دیئے۔ جب یونان کا سفیر آیا تو اپنی مجلس میں ایک درخت ملائی کھڑا کیا جس میں موتیوں کے پھل لگے ہوئے تھے۔ دو سو آدمیوں سے زیادہ کے لئے چٹھیاں لکھی تھیں جس کسی نے اس چٹھی کو پایا اسکی چٹھی کی تحریر کے مطابق قلعہ زمین اور اس کی زراعت کے لئے غلام وغیرہ مایحتاج مل گئے۔

کہتے ہیں کہ اُس کے قصر میں اڑتالیس ہزار بساط تھے جن میں ساڑھے بارہ ہزار زربفتی اور طلائی تھے۔ نیز اس قصر میں سات ہزار خوابہ سرائے تھے جن میں سے تین ہزار زندگی تھے سات سو چوکیدار سپاہی تھے جو قصر کے باہر قصر کی حراست کرتے تھے۔

خلیفہ معتصم نے بغداد کے قریب شہر سامروہ کو ایک اونچی زمین پر آباد کیا تھا اس کی آبادی میں بے انتہاء وسیعہ صرف کیا اور اس میں گھوڑوں وغیرہ کے لئے اصطل بنائے تھے جن میں لوگ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ گھوڑے باندھے جاسکتے تھے۔

خلفائے عباسیہ کی قیامت و شوکت حاصل ہو گئی تو شارنمیں بادشاہ فرانس نے ہارون الرشید کو تحفہ و ہدایہ بھیجے۔ خلیفہ نے بھی اس کے مقابلہ میں اقمشہ نفیسہ، عط آگ نکالنے والی لکڑی ایک ہاتھی اور ایک عظیم الشان خیمہ بھیجا اور ایک آواز دینے والی لکڑی بھیجی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

عہد بنی عباس میں برقی صنعت و حرفت و تجارت منصور سے لے کر متوکل تک مسلمانوں کی معاشرت انتہائے کمال پر پہنچ گئی تھی۔ یہ مسلمات سے ہے کہ راستوں میں پوری سہولتیں حاصل، تاجر محفوظ، بری و بحری بار برداری کا انتظام معقول لازمی طور پر تجارت میں ترقی ہونا چاہیے۔ برکات خلافت نے رعایا ملک کو تحفہ امن و امان بیکر اپنی شان و شوکت کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا تھا۔ دارالخلافہ بغداد اعلیٰ شہریت میں ڈھلا ہوا تھا۔ بغداد سے شام و مصر متصل، فارس حدود کابل تک راستے محفوظ تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد تجارت کا مرکز بن گیا جس سے دولت و تمول میں بے حد ترقی ہوئی۔ بغداد کے بعد بصرہ تجارتی منڈی تھا۔ کیونکہ بصرہ سے دجلہ کے راستے آمد تھی اور بصرہ سے دوسری جگہ مال بھی جاتا تھا۔ کھجوریں سفید کچی شکر فولاد روٹی، شیشہ آلات، کپڑا وغیرہ دوسرے ممالک جلتے اور دوسرے ملکوں ہندوستان اور چین تک سے مسلمان تاجر مال لاکر بغداد کے بازار میں فروخت کرتے۔ تجارتی گرم بازاری نے ملکی مصنوعات کی مانگ کو

۱۔ تاریخ عرب موسیو ص ۱۹۵۔

بڑھا دیا۔ جگہ جگہ صنعتی کارخانے کھل گئے اور تھوڑے عرصہ میں عربوں نے معمولی صنعتوں کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا اور بہت سی اشیاء ایجاد کیں۔ گو بعض صنعتیں عہد بنی امیہ میں ترقی کی راہ پر لگ گئی تھیں۔ مگر عہد بنی عباس میں ان کو کمال تک پہنچا دیا۔ صنعت پادچہ بانی کو سلمان بن عبدالملک کے زمانہ میں ترقی ہوئی۔ چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے :-

» اور اس کے زمانہ میں یمن کوفہ، اسکندریہ میں رنگین اور عہدہ کپڑے بنے گئے اور لوگوں نے ان کپڑوں کے مجتہ، چادریں، پاجامے، عمامے اور ٹوپیاں پہنیں۔ «

**پادچہ بانی** | چنانچہ عباسیوں کے زمانے میں پادچہ بانی کی صنعت عروج پر تھی۔ خلافت کے ہر بڑے صوبے میں کپڑا اتنا تیار ہوتا تھا کہ مقامی طور ضروریات پوری کر کے بڑی مقدار میں منڈیوں کو بھیجا جاتا تھا اور ہر صوبہ کا خاص کپڑا ہوتا تھا جس کو بڑی شہرت ہوتی تھی۔ جنوبی عرب کے چادریں بہت مشہور تھیں۔ یہی چادریں بعد کے زمانے میں رداء عدنی کہلانے لگیں۔ کیونکہ یہ عدن میں بنائی جاتی تھیں اور وہیں سے دساور کی جاتی تھیں۔

عراق، ایران، یزد، ابرقوسہ میں بھی کپڑے بنے جاتے اور دساور ہوتے تھے۔ ہرات کے بنے ہوئے کپڑوں کی بڑی شہرت تھی۔ کوفہ اور اسکندریہ میں لٹیمی کپڑے بنے جاتے تھے۔ شہر تینس میں بیش قیمت کپڑے وشی۔ کتان کا کپڑا دیمقی زربفت اطلس محمل۔ خراسانی وغیرہ تیار ہوتے تھے۔ تینس اور دمیاط (مصر) میں باریک تن زیب تیار کی جاتی اور سفید کپڑے کا تھان جس پر زرد دوزی کا کام ہوتا تھا جس کی قیمت تین سو دینار تھی، مسدیں اور شموخ رنگ فرش بھی دمیاط میں تیار ہوتے تھے۔ مسد

۱۔ موج الذهب ص ۱۱۲ ۲۔ ابن حمدون ص ۲۱۴ ۳۔ ابن حوقل ص ۲۱۴ ۴۔ کامل ص ۶۵۶

۵۔ مسعودی جلد ۵ ص ۱۱۲ ۶۔ مقریزی جلد ۱ ص ۱۱۲ ۷۔ معجم البلدان -

کی بناوٹ میں ندری کا تار استعمال ہوتا۔ خالص لیشیم کا نہایت بیش قیمت کپڑا دیاج بھی تیار ہوتا۔ طالقان میں اونی کپڑے تیار ہوتے۔ نمدا طالقان کا بہت مشہور تھا۔ اونی فرش قالین یہاں بنتے۔ یہاں کے بنے ہوئے گرم کپڑوں کی بہت شہرت تھی جو جوتوں میں استعمال ہوتے۔ لیشیم اور کلاتوں تیار کرنے کی صنعت کو بڑا فروغ ہوا۔ بغداد میں حکومت کی طرف سے ایک محکمہ صاحب الطراز قائم ہوا جو پارہ چہ بانی کے کارخانوں کا نگران تھا شاہی لباس بھی وہیں تیار ہوتے۔

لہ یور | لہ یور بنانے کی صنعت کو بھی بڑا فروغ تھا۔ سادہ کار اپنے کمالات لہ یورو تک محدود نہ رکھتے تھے بلکہ بعض جانوروں کے مجسمہ بنا کر خلیفہ کے حضور پیش کئے جاتے۔ مقریزی نے لکھا ہے کہ :-

دھر جان کے موقعہ پر ایک مرتبہ دربارِ خلافت کے ایک امیر کو سونے کا بنا ہوا ہاتھی عطا کیا گیا تھا جس کی آنکھیں لعل کی تھیں لے۔ فاطمی خلیفہ جو عہد بنی عباس میں مصر کے حکمران عرصہ تک رہے۔ ان کے خزانہ میں اس قسم کی ضاعی کے نوادر بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مثلاً سونے کا ایک مور جس کی آنکھیں لعل مینی کی تھیں مینا کاری شیشے (الزجاج المیتا) کے پتھر تھے اور ان پر سونے کا ملمع کیا ہوا تھا ایک مرغ تھا جس کی کلغی لعل مرادید اور دیگر جواہرات سے مرصع تھی ایک ہرن تھا جس کے پیٹ کو سفید رگم دینے کے لئے موتیوں سے بنایا گیا تھا ان سے زیادہ قیمتی سمجھوڑ کا ایک درخت اور طلائی باغ تھا جو صنایعی کے شاہکار سمجھے جاتے تھے۔ تمام باغ سونے اور چاندی سے بنایا گیا تھا اور جواہرات کی مینا کاری سے مرصع تھا۔ مقریزی نے ایک سنگ لیشب کی چنیر کا ذکر کیا ہے جو مادہ کہلاتی تھی۔

۱۔ مقریزی جلد ۸، ص ۲۷۲ ۲۔ مقریزی جلد ۶، صفحہ ۴۱۶۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بنیذینے کے جام "بادزہر" کے تھے۔ چھریوں اور چھچھوں کے دستے لیشب اور عقیق کے تھے۔ بلور صافی کے برتن پلچی آفتابے بھی بنائے جاتے تھے۔

خلیفہ کے اُئینہ کا پورا دستہ زمرہ کا تھا۔

ہاتھی دانت اور آنکھوں کی شطرنج کے مہرے اور نرد سے کھیلنے والے کھیلوں کی نردیں اور بساط بہت بنتی تھیں۔

ذہب بھشک (جالی دار) کام بھی چاندی سے کیا جاتا تھا۔

ہتھیاروں، تلواروں، بھالوں، خودوں ڈھالوں وغیرہ پر سونے چاندی کا کام ہوتا تھا۔ محلات شاہی و امراء کے دولت کدوں کی دیواروں کو مزین کرنے کے لئے مطلقہ و مذہب کرنے اور تصویریں بنانے کا رواج تھا اس سے اس صنعت نے بھی خوب ترقی پائی۔

**مصنوری** | گوعام رواج مصوری کا نہ تھا مگر اس فن میں بھی ترقی ہوئی۔ ساموئیل

جو محلات تھے اس کی دیواروں پر تصاویر بنائی گئی تھیں۔ مقریزی نے بعمرہ میں تصویر کشی کے فن کا ذکر کیا ہے۔ مصوروں کا خاندان تھا جو نبو علم کہلاتا تھا اس عہد کے مشہور مصو قریعہ اور ابن عزیز تھے۔ یہ دونوں وزیر بازوری کے زمانہ میں تھے۔

مقوری کے ساتھ ساتھ فن سنگ ساندی اور لکڑی پر مینا کاری کو بھی فروغ ہوا۔ مطلقہ و مذہب عمارت کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ قلمی کتابوں میں بھی نقش و نگار کے کمالات دکھائے جاتے تھے۔ مامون کے عہد میں اس فن کے بڑے بڑے صنایع تھے۔

**کاغذ سازی** | گوعہد بنی امیہ میں کاغذ سازی کے کارخانے قائم ہو گئے تھے مگر عہد بنی عباس میں اس کو بڑا فروغ ہوا۔ اس صنعت کا مرکز دربیٹے نیل کے ڈیلٹا اور علاقہ دمیاط کے چھوٹے ساحلی شہر مبرا میں تھا۔ کیونکہ کاغذ کے لئے

پے پرس درخت کی ضرورت نہ تھی تھی وہ اس علاقہ میں بہت پیدا ہوتا تھا۔ پیرس کو  
 فایر عرب کہتے تھے اس سے جو کاغذ بنتا اس کو قرطاس کہتے تھے

معتمد کے زمانے میں سامرا میں کاغذ سازی کا کارخانہ قائم ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ  
 کاغذ اس قدر بازا میں آہتا تھا کہ مصنف کو فراہم کرنے کی وقت نہ تھی۔ عہد  
 بنی عباس میں لاکھوں کتابیں تھیں۔ خلفائے بنی عباس کا کتب خانہ مشہور ہے۔ آمد  
 میں صلاح الدین کو کتب خانہ ملا جس میں دس لاکھ کتابیں تھیں۔ بنی فاطمہ کے  
 کتب خانہ میں دواڑھائی لاکھ کتابیں تھیں اور اسپین کا کتب خانہ جدا تھا۔ غرضیکہ  
 کاغذ سازی کی صنعت کو بہت ہی فروغ ہوا۔

تاریخ و تمدن کے نقطہ نظر سے کاغذ کی صنعت اس کی تجارت اور اس کے  
 ساتھ ہی ساتھ لکھنے کے سامان کی اہمیت کا واقعہ ہے۔

**جلد سازی** | صنعت جلد بندی کا فروغ عہد مامون ہے۔ ابتدا میں جلدیں  
 بد نما بنتی تھیں۔ ان میں ایسا چمڑا لگایا جاتا تھا جو چوڑے سے  
 کمایا جاتا مگر کوفہ میں کھجوروں سے دباغت کا نیا طریقہ ایجاد ہوا جس سے نرم  
 اور اچھا چمڑا بننے لگا۔ جلدیں تیار کرنے اور ان کو مزین کرنے میں بڑی صنعت  
 دکھائی جانے لگی اور اس فن کو بڑی سرعت سے ترقی ہوئی۔ قرآن مجید کی ایسی  
 جلدیں بننے لگیں کہ وہ سنہرے نقش و نگار سے دیدہ زیب اور سونے کا ڈالا  
 معلوم ہوتی تھیں۔

**کتب فروش** | عہد بنی عباس میں بڑے بڑے کتب فروش تھے جن کے  
 یہاں بڑے بڑے خطاط کام کرتے تھے۔ یا قوت حموی جو  
 معجم البلدان اور ارشاد الاریب کا مصنف ہے ایک کتب فروش کے یہاں کتابیں نقل  
 کرنے پر مامور تھا۔ بغداد کے ایک کتب فروش کے یہاں تین سو رطل قلمی کتابیں بکری کے

۱۷۷ ابن بیطار صفحہ ۱۷۷ ۱۷۸ الفہرست صفحہ ۲۱ ۱۷۹ صفحہ ۲۱ جلد ۲ صفحہ ۷۷ -



لئے یقین۔ ابن ندیم نے اس کے متعلق لکھا ہے :-  
 دو ابتدائے عہد اسلام کے بہت سے مشہور تادیبی اشخاص کی تحریریں اس  
 کے پاس محفوظ تھیں۔<sup>۱</sup>

عہد بنی عباس میں کثرت سے کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں۔ ان  
 کتابت کی نقول کے لئے ہزار ہا کاتب پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے خوشنویسی  
 کو بڑا فروغ ہوا۔

مامون کے عہد خلافت میں جب علم و ادب کی کتابوں کی تالیف و تصنیف و تجارت  
 کا زور ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ طرز تحریر کے خوش بنانے پر بھی توجہ ہوئی۔  
 مشہور عالم و مدیر وزیر ابن مقلہ متوفی ۲۲۸ھ نے عربی رسم الخط کو مدور اور خوب صورت  
 بنانے پر خاص توجہ کی۔ اس کے بعد ابن بواب متوفی ۳۲۳ھ مشہور خوش نویس تھا جس  
 نے حرفوں کو مدور اور جوڑنے کے عمل کو مکمل کر کے رسم الخط کی خوشنمائی کو کمال پر پہنچایا۔  
 مشہور خطاط یا قوت متوفی ۳۶۸ھ نے اور بھی اس میں کمال دکھایا۔<sup>۲</sup>

عربوں کی نفاست طبع نے عطر سازی کو ترقی دی۔ ایران کے علاقہ  
 عطر سازی [فارس اور خاص کر خورستان عطریات بنانے کے لئے مشہور تھا۔ اس کے  
 علاوہ ہرمز میں خوشبودار تیل ڈالنے کا کارخانہ ایران کے شہر گور میں تھا اور ہرمز میں  
 بھی عمدہ خوشبودار تیل ڈالنے کا کارخانہ ایران کے شہر گور میں تھا۔ خوشبودار تیلوں  
 اور عطوروں کے بنانے کی صنعت بہت جلد ان تمام ملکوں میں جو خلافت بنی عباس کے  
 محروسہ میں شامل تھے وہاں عام ہو گئی۔

بعض خلفائے بنی عباس کو زراعت سے دلچسپی تھی  
 زراعت و فلاحت [چنانچہ حکومت کی طرف سے زراعت پیشہ لوگوں کو  
 بڑی سہولت بہم پہنچائی جاتی۔ دریا ئے فرات کے کنارے زرعی خطے کچھ عرصہ میں بن گئے

۱۔ الفہرست صفحہ ۴۰ ۲۔ مسلمانوں کی صنعت و حرفت زراعت و تجارت صفحہ ۲۱۳ ۳۔ ابن حوقل صفحہ ۲۱۳



مصر سے چاول لاکر ان علاقوں میں بویا گیا۔ ماش بن میں ہوتی تھی وہ دوسرے ملکوں میں بھی بوئی جانے لگی۔ گنے کی کاشت کو بھی ترقی ہوئی۔ قطن عموماً با یونیہ میں زیادہ ہوتی تھی وہاں سے دوسری جگہ سپنائی گئی مختلف درختوں اور نباتات کی داشت و پروخت اور انہیں دُور دراز ملکوں میں عربوں نے رواج دیا۔

**آبِ باش** | عبد بنی عباس میں آبِ باش کو بھی بڑی ترقی ہوئی۔ نہریں جگہ جگہ جاری کیں۔ بغداد کی نہر صراط میں ایک پن چکی تھی جو تیز چلتی تھی اسے رجا البطریق کہتے تھے۔

**رنگ** | زعفران کو اہل عرب نے اپنے مالک میں خود کاشت کی۔ جنانا کا پودا عربوں کی کوشش سے دنیا میں پھیلا۔

**شیشہ** | شیشہ بنانے کی صنعت کو عبد عباسیہ میں بڑا فروغ ہوا۔ ملک شام کا شیشہ مشہور تھا۔ خاص بغداد میں بھی اس صنعت نے فروغ حاصل کیا۔ یہ صنعت شیشہ سازی کو جلد ہی فنِ لطیف کا درجہ حاصل ہو گیا۔ بہت سا بیش قیمت سامانِ تعیش و تکلف شیشے سے بننے لگا۔ شیشہ پر مینا کاری کا رواج بھی ہو گیا۔ بغداد میں اس کے کارخانے تھے۔ مقریزی نے لکھا ہے :-

«وفاطین مصر کے خزانہ میں ایک بلوری جام تھا جو تین سو ساٹھ دینار کا فروخت ہوا تھا»

عراق میں سفید شیشہ کی قندیل بنتی تھی جو مساجد میں ٹانگی جاتیں۔ امر بنی عباس کے یہاں شیشہ آلات کا رواج بہت بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ فاطمین مصر کے یہاں کے شیشہ کے برتن وغیرہ اٹھارہ ہزار میں فروخت کئے گئے۔

**کانیں** | عبد بنی عباس میں لوہے وغیرہ کی کانیں بھی کھدوائیں۔ چنانچہ موسیٰ سیدیو لکھتا ہے :-

لہ یعقوبی ۱۰۰ مسعودی طبع ۱۰۰۰ مکمل ص ۶۹۲ مقریزی خط جلد ۱ ص ۱۴۰

» خلفائے عباسیہ نے کانیں بھی نکلوائیں، خراسان میں لوہے کی کان  
تھی، کمران میں سیسہ کی کان تھی، انہوں نے قارہ اور لفظ (مٹی کا تیل)  
نکلوایا۔ چینی کے برتنوں کی مٹی پیدا کی۔ طورس کا سنگ مرمر، اندرانی نمک  
اور گندھک عربوں نے ہی برآمد کئے تھے۔<sup>۱</sup>

کارخانہ آہن | لوہے کے بالعموم برتن بنانے کے کارخانے قائم ہوئے۔ فرغانہ  
اس کے لئے مشہور تھا۔ یہیں سے لوہے کی اشیاء بن کر  
بغداد آتیں اور بکتیں۔<sup>۲</sup>

بحرین، عمان، یمن اور خاص کر عراق میں ہتھیار اور زرہیں تیار ہوتی تھیں۔  
یمن کی سیف مشہور تھی۔ دمشق میں اس کے بڑے بڑے کارخانے تھے یہیں بنتی اور  
ایران میں برہمیوں کا کارخانہ تھا۔

مطلبا و مذہب جو شبنم بنتے تھے۔ اس کے علاوہ فولاد سے بھی اسلحہ  
بنائے جاتے تھے۔<sup>۳</sup>

غرضیکہ عہد بنی عباس کے عربوں نے بالعموم دھاتوں کے کام میں اتنی ترقی کی  
تھی کہ اسے انتہائی کمال تک پہنچا دیا تھا۔  
مسلمانوں کی صنعت و حرفت پر ایک ضخیم جلد لکھی جاسکتی ہے۔ مگر اس جگہ  
صرف مختصر اعمدہ عباسیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔



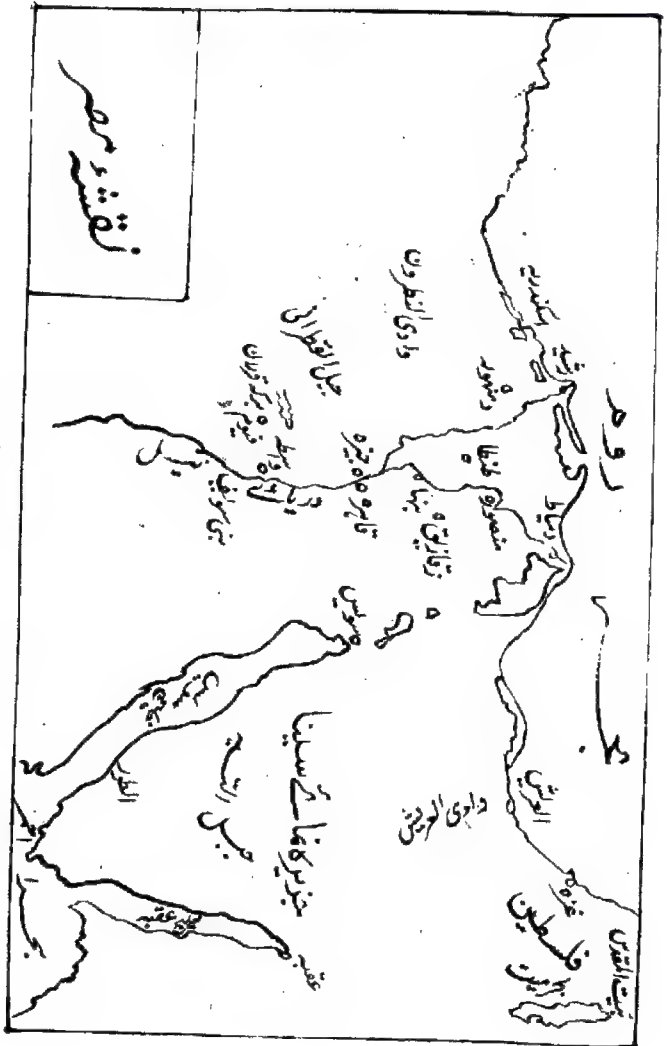
۱۔ تاریخ عرب صفحہ ۱۹۲ ۲۔ ابن حوقل صفحہ ۳۸۴ -

۳۔ مقررہ جلد ۴۱۵ -

(۷)

# تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ

جس میں فراعنہ، بطالسہ، دول اسلامیہ اعلیٰ، اداریہ  
طولونیز، اخشیذیہ، دولت بنو فاطمہ، ایوبیہ، دولت ممالیک  
بحریہ، خلفاء عباسیہ مصر (ممالک چرکسیہ) کے تفصیلی حالات  
درج ہیں





# مصر قدیم

قدیم زمانہ میں تاریخی معلومات کا انحصار زبانی روایات اور لکھی ہوئی تحریروں پر تھا۔ آثارِ عتیقہ سے معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ اثری تحقیق نے مصر کی قدامت کو دوسرے ممالک پر فائق قرار دیا۔ کیونکہ سب سے پہلے شہنشاہی مصر ہی میں قائم ہوئی۔

**اہل مصر** | علامہ ابن خلدون نے قدیم اہل مصر کو حام بن نوح کے بیٹے مصرایم کی اولاد سے لکھا ہے۔ اثری محققین لکھتے ہیں کہ مجری عہد میں پہاڑوں کے باشندے نیچے آکر بسے۔

مصرایم کی اولاد شام سے جا کر وادی نیل میں آباد ہوئی۔ ایک عرصہ بعد ان کے پانچ طبقے ہو گئے۔ کاہن، جنگی جماعت، تاجر، کاشت کار اور گلہ بان کاہن دینی پیشوا تھے۔ ان کے حکم کو مثل معبود کے حکم کے سمجھا جاتا تھا۔ جنگی جماعت دشمنوں سے مقابلہ کے لئے، کاہنوں اور جنگی جماعت کے سوا دوسرا زمین کی ملکیت کا حق دار نہ تھا۔ تینوں طبقہ تاجر وغیرہ یا ٹھیکہ یا کما یہ پر ان سے زمین لیتے تھے۔

غرضیکہ باشندوں کا بڑا مشغلہ کھیتی باڑی تھا۔ پھر ان میں عرصہ دراز بعد چھوٹی چھوٹی سرداریاں بن گئیں تو آپس میں برسرِ پیکار ہوتے رہے۔ آخر میں دو بڑی سرداریاں بن گئیں۔ چھوٹی سرداریاں ان میں ختم ہو گئیں۔ ان کی تشکیل حکومت کی صورت میں تھی۔ بالائی مصر کا دار الحکومت تہبس اور حکومت کے نشان کا رنگ سفید تھا۔ دوسرا وسط مصر جس کا مستقر منفس اور اس کے نشان کا رنگ سرخ تھا۔ قدامت کے اعتبار سے تو بالائی مصر کا شہر تہبس پہلا شہر کہا جاتا ہے۔

مقامی حکمرانوں نے بڑے بڑے محل، مندر اور پچھے پچھے بُت اور وسیع تر خانے

بنائے۔ مگر وسط مصر کے شہر منفس کو آگے چل کر مرکزیت کا موقع ملا تو وہ تہسبی سے ترقی میں سہولت لے گیا۔ شہر ق م یہ منفس شہنشاہ منیس کا دار الحکومت تھا جو مصر قدیم کا سب سے پہلا شہنشاہ کہلاتا ہے۔ اس نے مصریوں کے لئے آداب و رسوم مذہبی مرتب کئے۔ اکیسھ سال تک حکومت کر کے ایک دریائی گھوڑے کے حملے سے ہلاک ہوا۔

و خبہ تسمیہ مصر | زبان قطبی میں مصر کو خم کہتے تھے۔ عجائی میں مصریم کہا جاتا تھا۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ٹوکڑے میں بہتے ہوئے دریائے نیل سے نکالا تھا۔ اس جگہ کو مصریم کہتے تھے۔ آگے چل کر مصر کہا جانے لگا۔

ازمنہ قدیم میں ملک مصر کے مستقر تہیب، ممصفت اور اسکندریہ تھے۔ بطالمہ یونانی الاصل تھے جو اسکندریہ کے بعد ملک کے والی ہوئے۔ انہوں نے اسکندریہ کو مستقر بنالیا جو فتح اسلام تک راج دھانی بنا رہا۔

رقبہ | ملک مصر کا مجموعہ رقبہ تین لاکھ تراسی ہزار مربع میل ہے۔

حدود اربعہ | شمال میں بحر اربعین، مشرق میں بلاد شام و عرب اور بحر احمر جنوب میں بلاد نوبیہ، عرب میں طرابلس الغرب و صحراء۔

۱۰ شہر منفس کو نیل کے سیلابوں سے بچانے کے لئے اس زمانے میں ایک مضبوط بند باندھا گیا تھا وہ شہر تو بعد میں سنہ میں برباد ہو گیا اور اس کے محلہ سے ہی شہر قاہرہ تعمیر ہوا۔ البتہ یہ بذمیر سات ہزار سال بعد اب تک موجود ہے۔

منفس فرائض مصر کا عظیم الشان شہر تھا جس کے ایک شرقی دروازے سے غری دروازے تک پہنچنے میں کامل نصف دن صرفت ہو جاتا تھا۔

یہاں ایک بارہ دری موسومہ قمر لایقین ایک سالم چٹان کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ یہاں بانی کا بختہ اکتیس فٹ اونچا ہے۔ اس شہر میں مقوقس والی مصریالوں سے فرار ہو کر پناہ گزین ہوا تھا اور وہیں حضرت عمرو بن عاص سے صلح کی تھی۔ ۱۲



## قدیم شاہانِ مصر

شاہِ میس نے جس سلطنت کی بنا ڈالی اس پر تیس شاہی خاندانوں نے حکومت کی۔ جن کے بادشاہوں کی تعداد دو سو ستر ہوئی۔ ان کی حکومت ۵۲۵ ق م تک رجبہ مصر کو ایرانیوں نے فتح کر لیا۔ ابھی البتہ درمیان میں غیر ملکیوں کے ایک خاندان نامی ہائیکسوس (شاہانِ بادیہ) نے دو سو سال تک مصر میں حکومت کی تھی جس کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔ مگر انہوں نے بھی جو حکومت کی وہ مصریوں کے طریقے اور رسوم اختیار کر کے اور مصری شہنشاہ بن کر کی، نہ کہ اجنبی رہ کر۔

مگر باوجود اعلیٰ مرتبہ کے وسیع شاہی حکومت ہو جانے کے اس میں زیادہ قدیم کی آبائی معاشرت کی خصوصیات قائم رہیں۔ یعنی یہ کہ خود مختار شہنشاہ کے رئیس میں یہ داخل رہا کہ وہ رعایا کی غذا کی ان کے جان و مال کی حفاظت کا، ان میں انصاف قائم رکھنے اور مذہب کی حفاظت کرنے کا ذمہ دار ہے۔

**حکومت کے کام** | مصر میں بادش کا نام نہ تھا تاہم وہ دنیا کا سب سے زیادہ زرخیز اور شاداب ملک تھا۔ یہ سب کچھ دریائے نیل کے سیلابوں کی بدولت تھا۔ جو جون سے ستمبر تک آتے رہتے تھے۔ مگر ان سیلابوں میں بالعموم پانی دنیا کے کناروں سے زیادہ باہر نہ نکلتا تھا اس لئے نہروں کے ذریعہ آب پاشی کی

۱۔ دریائے نیل ۳، ۴ میل لمبا ہے۔ ملک حبش کے قریب اس میں دو دریا گرتے ہیں۔ ۲۔ بحر الزمات اور بحر الغزال۔ اور گرد اس کے آبادی زراعت ہے۔ دریائے نیل نہ ہوتا تو مصر کی فرعونیت بھی نہ ہوتی۔

قریہ قلیوب کے آگے دریائے نیل کی دو شاخیں ہو گئی ہیں۔ اس قریہ کے آگے ایک عظیم الشان بند دریائے نیل کا ہر دو شاخوں پر باندھا ہے۔ اس وجہ سے یہاں زرخیزی بہت ہے۔ ۱۲ مہ

جاتی تھی۔ ان نہروں کی تیاری کا اور پانی کا انتظام بڑے پیمانہ پر حکومت کرتی تھی اور اس کی بدولت تمام ملک میں زراعت و فلاحیت کی ترقی سے عام خوشحالی اور رونق تھی۔ کہا جاتا ہے کہ انہی نہروں کی تیاری میں علم مساحت و ہندسہ کی بنیاد پڑی۔

کاشت کاری کا انحصار چونکہ موسموں پر ہوتا ہے اس لئے چاند کے مہینوں کی جگہ مہر میں سورج کے مہینوں سے حساب لگایا جانے لگا۔ اس سے قبل گلہ بانی کے زمانہ میں چاند کے مہینوں کی جنتری کا رواج تھا۔ اس زمانے میں بادشاہوں کا محلات اور مندروں سے کہیں زیادہ اہرام بنوانے کا شوق تھا۔ یہ بادشاہوں کے مقبرے تھے جو ہزاروں سال سے آج تک بعینہ کھڑے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ زندہ انسان کے لئے محلات بنانے سے قبل انسان نے اپنے مرحوم اجداد کے لئے کیا عظیم الشان شہر خوشاں آباد کیا تھا۔ یہ اہرام چاروں طرف سے مثلث نظر آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مہریوں کو دریائے نیل کے مثلث اس قدر محبوب تھے کہ انہوں نے سب سے زیادہ قیمتی یادگاریں بھی اسی صورت کی بنائی تھیں۔

ان اہرام کی تعداد ۳۸ کے قریب ہے اور ان میں سب سے بڑا ہرم جیولس کا ہے جو ۳۵۷ ق م میں چوتھے خاندان کا بادشاہ تھا۔ یہ ہرم ۸۰ فٹ اونچا ہے اور اس میں ستر ستر من وزن کے ۲۳ لاکھ پتھر لگے ہوئے ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ اگر اس ہرم کے طبقہ سے ایک دیوار چار فٹ اونچی اور ایک فٹ موٹی بنائے جائے تو اس کی لمبائی ۴۴ میل ہوگی۔ تخمینہ یہ ہے کہ اس ہرم کے بنانے میں ایک لاکھ آدمی بیس سال تک لگائے گئے ہوں گے۔ ۱۰

۱۱ اہرام میں سے جیزہ میں تین سرنگ اہرام ہیں۔ بڑے کا نام ہرم خیفو۔ ہرم خیفم اور ہرم نیگورہ ہے۔ چھ چھوٹے اہرام ہیں۔

۱۲ سورج ہیروڈوٹس نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ ان ہرم کے بنانے میں ایک لاکھ بیگاری عمال کی سخت گیری سے پانچواں گرفتار ہو کر آتے تھے اور تین ماہ تک محض ایک عدد پیاز، ایک کاجر ایک بسن دو نانہ اجرت کا پاتے تھے۔

غالباً اس وجہ سے کہ اس کام میں محنت زیادہ تھی اس کے مزدور ہر تین مہینے بعد سب کے سب بدل دیئے جاتے تھے۔ ہزاروں سال تک یہ کوہسار عمارتیں بالکل لائینی سمجھی جاتی رہیں۔ مگر سائنس دانوں نے جب مختلف طریقوں سے ان کی جانچ کی تو معلوم ہوا کہ ان کا ایک ایک پتھر علم ریاضی کے حساب سے لگایا گیا ہے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ زمین کے گول ہونے سے اس کی جسامت سے اور اس امر سے کہ قطر کے دائرہ سے کیا نسبت ہے واقف تھے۔

سائنس کے بعض اصول جو سولہویں صدی میں جا کر دریافت ہوئے انہی اصولوں کے مطابق پانچ ہزار سال قبل یہ ہرم تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے سورج کا فاصلہ مختلف پتھروں کی تبدیلیوں کی کیفیتیں اور دوسرے عملی حسابات معلوم ہوتے ہیں۔ تمام تعمیر سنگین ہے جس کے باعث اسے پتھر کی کرامات کہا جاتا ہے۔ نویں صدی عیسوی تک تو وہ پتھروں کا محض ایک انبار معلوم ہوتا تھا۔ اتفاق سے خلیفہ مامون عباسی کے زمانے میں ایک انجینئر کو بڑی کوشش سے ایک کھڑکی مل گئی جس میں داخل ہونے پر پتہ چلا کہ اس کے اندر کے تنگ راستوں اور زمینوں سے گزر کر مختلف رقبوں کے کمرے بنے ہیں۔ ان میں سے ایک خندق جہنم کے نام سے ہے۔ دو وسیع کمرے بادشاہ اور ملکہ کے نام کے ہیں۔ اندر پتھر کا ایک خالی صندوق دکھا ہے۔ اس میں ۶۸ درجہ کی حرارت اور ۳۰ اینچ ہوا کے دباؤ میں پورا ایک ٹن پانی آسکتا ہے۔

غرضیکہ وہاں جو کچھ بھی ہے وہ سب حسابات کی دوسے بنا ہے جس سے ریاضی دین اپنی اپنی ذہانت کے مطابق عملی نتیجے نکال کر اس زمانہ کی معلومات پر حیرت کرتے ہیں۔ یہ تو سب سے بڑے ہرلم کی کیفیت ہوئی۔ اس کے علاوہ جو اہرام ہیں ان میں اور نیز دیگر عمارات میں بادشاہوں، امراء اور عوام کے اجسام کی لرغون شدہ میاں بکثرت رکھی ہیں جو ہزاروں سال سے اپنی اہل حالت میں چلی آتی ہیں۔

مذہب تخلیق کائنات | مصریوں کے عقیدہ کے مطابق دنیا کی ابتدا پانی سے ہوئی اسی میں سے خشک زمین نکلی۔ اسی سے سورج

دیوتا نکلا۔ چنانچہ سورج دیوتا کا نور و زور دے یا ٹے نیل کے سیلاب سے پہلے دن مٹایا جاتا ہے۔ وہاں کے مندروں کے متصل تالاب اور بیچ میں ٹیلہ ہوتا تھا جو اس بات کی یادگار تھی کہ ابتداء میں پانی سے خشک زمین نکلی تھی۔ ہندوستان میں بھی تالاب کے وسط میں ٹیلہ پر کوئی مندر بنا ہوتا ہے تو وہ زیادہ مقدس سمجھا جاتا ہے۔ مصریوں کی روایات کے مطابق قدیم زمانہ میں ایک طوفان آیا تھا جس نے تمام خشک زمین ڈوب گئی تھی۔

**مصری عقائد کی خصوصیات** | ان کے عقائد کی چند خصوصیات تھیں جن میں

سے پہلی خصوصیت یہ تھی کہ ان کے مقامی دیوتا بالعموم جانوروں کے اجسام میں رہتے تھے۔ مثلاً شہر منفس کے دیوتا، پٹاہ یا فاتہ کی شکل نیل کی سی تھی۔ یعنی دیوتا شکرہ اور بعض بھورہ کی شکل میں تھے۔ بالعموم بڑے دیوتا اپنی بیوی اور بچہ کے ساتھ مل کر مانے جاتے تھے۔ مثلاً سب دیوتاؤں کا جدا مبدعہ مٹھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا شوا اور ایک لڑکی ٹیفنٹ پیدا ہوئے۔ یہ تینوں مل کر ایک سمجھے جاتے تھے۔ غالباً اسی سے تثلیث کے عقیدہ کی ابتدا ہوئی اور وہاں سے وہ بابل، فلسطین اور ایران سے گزرتا ہوا ہندوستان اور چین تک پہنچا۔ سب سے زیادہ اس کی نشوونما فلسطین میں ہوا۔ جہاں کہ مذہب عیسوی کے پیروؤں نے اس عام پسند عقیدہ تثلیث کو اپنا کر اپنی تعداد خوب بڑھائی۔

موجودہ رسم و رواج کے اعتبار سے مصری عقائد میں ایک تکلیف دہ بات یہ تھی کہ دیوتا شوا اور ٹیفنٹ جو حقیقی بھائی اور بہن تھے ان کا باہمی تعلق زن و شوہر کا سمجھا جاتا ہے۔ ان کے ملنے سے ایک لڑکا جبیب اور ایک لڑکی نٹ پیدا ہوئے اور چہر ان دونوں بھائی بہن کے میل سے مشہور دیوتا آسیرس پیدا ہوا اور آسیرس کی بہن کے بطن سے جو اس کی بیوی بھی تھی اُئی سین دبی پیدا ہوئی۔ آسیرس مذکور مردوں کی دنیا کا سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ مصریوں کے مندرجہ بالا عقیدہ کی وجہ سے بالخصوص شاہی

خاندان میں حقیقی بھائی بہن کی شادی نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھی جاتی تھی اور یہ رسم اس ملک میں عرصہ تک جاری رہی۔ بالآخر چھٹے خاندان سے وزیر اعظم شاہی خاندان سے باہر کا آدمی مقرر ہونے لگا اور اس کی لڑکی سے بادشاہ شادی کرتا تھا۔ تب سے خاندان سے باہر بھی شادی کرنے کا رواج ہوا۔

مصری عقائد کی دوسری خصوصیت تسلسل اور تجدید حیات تھی۔ یہ عقیدہ نہایت قدیم زمانوں سے ان میں چلا آتا تھا۔ پُرانی قوموں نے مرے ہوئے انسان کی نسبت کبھی نہیں سمجھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے مر گیا ہے اس لئے وہ لاش کے پاس کھانا رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اُس کی روح کھانا کھاتی ہے اور کھا کر وہ زندہ رہتی ہے۔ وہ ہر سال یا دوسرے مقررہ اوقات پر اپنے بزرگ یا بادشاہ کی لاش پر یا اس کی قبر پر ناچتے اور گاتے اور خوب کھانے کھلاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس سے مُردہ میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ مصر میں اس پرانے عقیدے کی خوب جلا ہوئی۔ مصری اپنے مردہ بادشاہوں اور بزرگوں کی میاں بنا کر رکھتے تھے ان کی تجدید حیات کے لئے ان کے سامنے گاتے اور ناچتے تھے۔ ان کی تاج پوشی اور شادی کی رسوم ادا کرتے تھے۔ یہی قدیم زمانے کے عرس تھے۔

اوپر عرض کیا گیا ہے کہ خضر منفس کا دیوتا پٹاہ بیل کی صورت میں تھا اور وہ اپیس بھی کہلاتا تھا اور گائے کی دیوی ہے تھر کہلاتی تھی۔ اپیس دیوتا کی تجدید حیات کی سالانہ رسم بڑے اہتمام سے اس طرح ادا کی جاتی تھی کہ سال رواں کے دیوتا بیل یا بجا کو اس کی معیاد پوری ہونے پر قتل کر کے اس کی جگہ ایک نیا بیل پوجا کے لئے قائم کیا جاتا تھا اور مقتول بیل کا ہر سال ایک مقبرہ بنایا جاتا تھا۔ ان مقبروں کی تعداد تین ہزار بیان کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین ہزار سال تک دیوتا اپیس کی اسی طرح پر تجدید حیات کی جاتی رہی۔ بوجہ اس کے کہ مصر کے لوگ گائے کا دودھ پینے میں اور بیل کو ہل چلانے کے کام میں لاتے تھے اس جانور کی نہایت قدر تھی۔ گائے کے دودھ سے چھوٹے بچوں کی پرورش ہوتی تھی اس لئے وہ گنوماتا

کھلاتی تھی اور بیل جس کا نام پٹاہ تھا باپ سمجھا جاتا تھا۔ مصر کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ چاند کے اثر سے عورت کے پیٹ میں جان پڑتی ہے اور چونکہ بچہ گائے کے دودھ سے پرورش پاتا تھا اس لئے چاند کا تعلق گائے سے اس درجہ مانا گیا کہ گائے کی مورتی کے سینگوں کے درمیان چاند بنایا جاتا تھا۔

مصری عقائد کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ ان کے نزدیک مرنے کے بعد دوسری زندگی کی بڑی اہمیت تھی۔ اس زندگی کے لئے ایک جداگانہ نظام مانا جاتا تھا جس کا چلانے والا دیوتا اسیرس تھا۔ اس کے ماتحت بے شمار دیوتا تھے اور ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ ابتدائی انسان میں حیات بعد الممات (دوسری زندگی) کا عقیدہ مدتوں سے چلا آتا تھا۔ مگر مصریوں نے اسے پوری طرح متعین کر کے مادی شکل دے دی۔ اسی طرح زندگی کے لئے مردوں کے جسموں پر روغن کر کے انہیں ہزاروں برس تک درست حالت میں رہنے کے قابل بنایا جاتا تھا۔ ان کے رہنے کے لئے ایسے مکانات بنائے جاتے تھے جو زندگی میں رہنے کے مکالوں سے بہتر تھے۔ ان مکانات میں ان کی تصویریں بنائی جاتی تھیں جو اب ہزاروں سال سے قائم ہیں اور ان کے ساتھ ان کی آرائش اور آرائش اور کھانے پینے کا سامان رکھا جاتا تھا۔ ہر مردہ کے ساتھ کتاب الموتی لکھی جاتی تھی جس میں دوسری زندگی کے حالات درج ہوتے تھے اور مردہ کے لئے آسمان پر جانے کا مکمل نقشہ بنا ہوتا تھا تاکہ اسے اس سفر میں دقت نہ ہو۔ یہ سفر گائے کی پیٹھ پر بیٹھ کر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ گائے کی پرانی مورتیوں پر مردہ انسان کی تصویر بنی ہے۔ اس کے پیچھے پرندہ کی شکل میں مردہ کی روح ہے اور دونوں گائے کی پیٹھ پر سوار چلے جا رہے ہیں۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسان کا دل ایک کپر سے تولا جاتا ہے۔ ان کے پرانے قبرستانوں میں ایک قصور بنی ہوتی ہے جس میں دیوتا "طوطا" ایک بڑی ترانہ میں انسان کا دل تول رہا ہے اور پاس ایک جانور ہے جو گناہگار کو کھا جانے کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ اس کا منہ مگر مچھکا، دھڑکھڑکا اور



بچھلا حصہ قدیم زمانہ کے ہاتھی کا سا ہے۔ ایک تصویر میں بنٹے ہوئے آدمی غلہ کاٹ رہے ہیں۔ اناج کے پودے بارہ بارہ فٹ لمبے بنے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں غلہ کی بڑی افراط ہے۔ دوسری تصویر میں کچھ آدمی ناؤ میں بیٹھے ہوئے دریا میں سیر کر رہے ہیں۔

مصری عقائد کی چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ جن نسبت سے کثیر التعداد چھوٹے سرداروں کے ختم ہونے پر قلیل التعداد بڑے سردار یا بادشاہ بنتے تھے اسی نسبت سے پیشمار دیوتاؤں کی جگہ چند طاقت ور دیوتا قائم ہوتے گئے۔ مثلاً جب مصر میں صرف دو حکومتیں رہ گئیں تو بالائی مصر کی حکومت کے دارالحکومت طب کا دیوتا محمون یعنی سورج مقرر ہوا اور زیریں حکومت کے دارالحکومت منفس کا دیوتا پتہا قرار پایا جو ان کے عقیدہ کے مطابق ہوا اور پانی کو پیدا کرنے والا تھا۔

ان کے علاوہ طوط یعنی چاند قانون اور علم کا دیوتا تھا اور دوسرے دیوتاؤں کا کاتب ہونے اور مقدس کتابوں کا مصنف ہونے کی وجہ سے اس کا بڑا رتبہ تھا۔ اس زمانہ میں کاتبوں اور محروں کی بڑی عزت و وقعت تھی۔ ان لوگوں کا سرپرست طوط دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ قدیم تمدنوں میں لکھنے پڑھنے کے فن نے سب سے اول ترقی کی تھی۔ کاتبوں اور منشیوں کو امور سلطنت میں بہت دخل تھا۔ وہ لوگ درخت یا پیپروس کی چھال یا پتوں پر لکھتے تھے جو مین کی شکل میں لپیٹ کر رکھے جاتے تھے اسی سے پیپر کا لفظ نکلا جو کاغذ کا ہم معنی ہے۔

آخر کار تمام مصر میں ایک فرعون کی حکومت قائم ہونے پر ملک کا ایک ہی بڑا دیوتا سورج قرار پایا جسے رع یا حمون سرائے کہتے تھے۔ یہ اگرچہ شاہی دیوتا تھا مگر لوگوں کو اس بات کی ممانعت تھی کہ وہ اپنے اپنے دیوتا کی پوجا کریں اور اس کی حمد و ثنا اور تعریف کریں۔ تعریف بالعموم ایسے الفاظ میں ہوتی تھی کہ اگر اس میں سے دیوتا کا نام نکال دیا جائے تو وہ بالکل خدا سے واحد کے لئے معلوم ہوتی ہے۔ مصر کے اس قسم کے عقیدہ کو ”ہینوتھیزم“ یا ناقص توحید قرار دیا گیا ہے۔ دراصل



کامل توحید وہ ہے جس میں ایک معبود کے سوا دوسرے معبودوں کے وجود سے قطعی انکار کیا جائے۔ اور ناقص توحید وہ ہے جس میں صرف ایک معبود کی حمد یا پرستش ملاحظہ ہو اور دوسرے دیوتاؤں کے وجود سے انکار نہ ہو۔

مصر کی توحید ثانی الذکر قسم کی تھی۔ تاہم آبائی معاشرت کے زمانہ کی کثرت پرستی اور بت پرستی کے مقابلہ میں بہت ترقی یافتہ تھی اور بظاہر تمام ملک کا ایک بادشاہ ہو جانے کا نتیجہ تھی۔ مگر چودھویں صدی قبل مسیح میں شاہ عمون ہو تب چہادیم نے اپنے دارالحکومت طبع میں دیوتا آتون کا مندر بنا کر اس کی پرستش شروع کی اور ”رع“ کی پوجا سے جو اس شہر میں چلی آتی تھی منع کر دیا۔ اگرچہ عمون اور آتون دونوں کے معنی سورج کے تھے۔ مگر چونکہ آتون نام کا دیوتا ملک مصر سے باہر شہر مٹانی واقع عراق عرب سے لایا گیا تھا جو شاہ عمون ہو تب کی والدہ کا وطن تھا۔ اس لئے مصر والوں میں اس نئے دیوتا کا مندر قائم ہونے سے سخت ناراضی ہوئی اور بادشاہ اور رعایا میں سخت کشاکش ہوئی۔

بادشاہ کو اپنے عقیدے میں اس قدر غلو تھا کہ اُس نے سمجھ آتون کے سب دیوتاؤں کے مندر بند کر دیئے۔ ان کی مورتی بنانے کی ممانعت کر دی حتیٰ کہ آتون کی مورتی بھی نہیں بنائی جاسکتی تھی بلکہ محض سورج اور اس کی کرنیں بنائی جاتی تھیں۔ بادشاہ نے اپنا نام بجائے عمون ہو تب کے آخن آتون یا فخر آتون رکھ لیا تھا۔

بالآخر پرمختوں اور رعایا کی سخت مخالفت کی وجہ سے اسے شہر طبع چھوڑ کر ظل الامارہ میں منتقل ہونا پڑا۔ چونکہ شاہ آخن آتون یا آخناتون کو دیوتاؤں کی تنہا پرستش پر امر تھا اس لئے اس کی مناجاتوں میں توحید کامل کی جھلک پائی جاتی تھی جیسا کہ حسب ذیل مناجات سے جو دیوتاؤں کے لئے تھی معلوم ہو گا۔

”تجھ ہی نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ انسان تیری آنکھ سے اور دیوتا تیرے منہ سے نکلے ہیں۔ تجھ ہی نے موشیوں کے لئے نباتات اور آدمیوں کے لئے پھلوں کے درخت پیدا کئے ہیں، تو ہی دریا میں مچھلیوں کو اور آسمانوں

ہیں پرندوں کو غذا پہنچاتا ہے۔ تو ہی اٹلوں کے اندر جانوروں کو ہوا پہنچاتا ہے اور کیڑوں کے بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ مکھیوں اور سپوٹوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔“

ان کی بعض مناجاتوں کا مضمون بالکل زیور سے مشابہ ہے جو تین صدی بعد حضرت داؤد پر نازل ہوئی اس لئے انھن آتون کو بعض لوگ پیغمبر کہتے ہیں اور حضرت اخاتون مہری کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

پ نے فرمایا کہ آتون کو قربانیوں کے دھوئیں میں مت تلاش کرو۔ انہوں نے صحرا و افسوس ساندی کو بند کر دیا جن کا مصر میں بڑا دور تھا۔ باوجود شاہ وقت ہونے کے حضرت اخاتون مثل عوام الناس کے بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے۔ غرباد سے ملتے تھے اور ان میں توحید کی تبلیغ کرتے تھے۔ وہ جنگ سے نفرت تھے اور اس قدر نرم دل تھے کہ انہوں نے سرکش شام پر چڑھائی کرنے کے مقابلہ میں اس کا اپنی حکومت سے نکل جانا گوارا کیا۔

مختصر یہ کہ مصر قدیم میں کثرت پرستی سے تثلیث کا عقیدہ ہوا۔ پھر دو حکومتوں کے زمانہ میں دودیوتاؤں کی پرستش ہوئی جو بمنزلہ تثویث کے تھی۔ اس کے بعد کل ملک میں ایک حکومت ہو جانے پر مینو تھزم یا توحید ناقص ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت اخاتون کے عہد میں توحید کامل کا عقیدہ سب عقیدوں پر غالب آگیا۔ آپ نے ستر سال حکومت کر کے مسالقم میں صرف تیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ کا جانشین آپ کا نواسہ ہوا۔ جس کا نام آپ نے اپنے معبود آتون کے نام پر توتنخ آتون رکھا تھا۔ مگر تخت نشین ہونے پر سبجاریوں نے اس کا نام بدل کر توتنخ امین رکھ دیا۔

حضرت اخاتون کی مومی (مومیائی شدہ جسم) کو برباد اور مقبرہ کو سمارکر دیا اور دین آتون کو ختم کر دیا۔ تب سے اہل مصر اپنے پرانے عقائد کی طرف واپس آگئے۔

**اخلاقی حالت** | اس سلسلہ میں مصریوں کی اخلاقی حالت کا کچھ مختصر حال لکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ مصر کی ملوکیت اور جاگیرداری کے زمانے میں عوام پر سخت مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ مگر کتاب الموتی کے اقتباسات سے جو مردوں کے ساتھ قبر میں رکھی جاتی تھی مصریوں کے اعلیٰ اخلاقی محسوسات کا پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے معلوم ہوگا۔

”میں نے اپنے خاندان والوں پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے صداقت کی جگہ برائی نہیں کی۔ میں نے یہ کسی دن اصول قرار نہیں دیا کہ میرے لئے حد درجہ جنت کی جائے۔ میں نے اپنے نوکروں کے ساتھ خراب برتاؤ نہیں کیا۔ میں نے تکلیف نہیں دی۔ میں نے کسی شخص کو بھوکا نہیں رکھا۔ میں نے کسی شخص کو رولایا نہیں۔ میں پاک ہوں۔ میں پاک ہوں۔ میں پاک ہوں۔“

اس زمانے کے گورنروں کی قبروں پر حسب ذیل مضمون کی عباتیں لکھی ہیں۔

”وہ بھوکے گورنری دیتا تھا، پیاسے کو پانی پلاتا تھا اور نیچے کو کپڑا دیتا تھا۔“

یہ کتبے اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ مصریوں کا اخلاقی معیار کس قدر بلند تھا بے شک اس وقت ملوکیت کا دور دورہ تھا مگر بادشاہ اور جاگیردار دونوں اپنے اپنے حدود میں اپنے کو عوام کی عافیت و صحت و خوشحالی اور فارغ البالی کے ذمہ دار سمجھتے تھے۔ عام تہذیب کی یہ کیفیت تھی کہ بچپن سے یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ:

”اگر کوئی شخص جو تم سے عمر میں یا مرتبہ میں بڑا ہو اور وہ کھڑا ہوا ہو تو اس کے سامنے بیٹھے مت رہو۔ تمہارے مکان میں جو آدمی آئے اس سے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ اور اُسے کھانا کھلاؤ۔ اپنے سے کمزوروں کے ساتھ بُری طرح پیش نہ آؤ۔ اگر تم دولت مند یا بڑے آدمی ہو گئے ہو تو غریبوں کی طرف سے اپنا دل سخت نہ کرو۔ کیونکہ خدا کی نعمتوں کے تم امانت داد ہو مالک نہیں ہو۔ حرص سے بچو جو بھائی بھائی اور باپ

بیٹے کے دلوں میں نفاق ڈالتی ہے۔ کسی سے سختی سے بات کر کے اس کے دل میں خوف نہ پیدا کرو۔ عورتوں کے پیچھے مت پھرو۔ اجنبی عورت کے پاس مت پھٹکو۔ جس عورت کا شوہر دور ہو گیا ہو اس کے دام میں نہ پھنسو۔

ماں کے تین سال دودھ پلانے اور اس کے تمام احسانات کو گنا کر کہا ہے کہ جبکہ تم بیوی کے اور گھر کے مالک ہو گئے ہو تو ماں کو مت بھولو اور اسے شکایت کا موقع نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ دیوتا اس کی شکایت سن کر تم سے ناراض ہو جائیں۔ اگرچہ پرانے معریوں کے نزدیک شراب اچھی چیز سمجھی جاتی تھی تاہم دیوتا کی

طرف سے کہا گیا ہے کہ :-  
”شراب کی دوکان کے قریب نہ جاؤ۔ اپنے لئے قبرستان میں ایک قبر بنی ہوئی رکھو۔ نیک آدمیوں کو بھی موت نہیں چھوڑتی۔ وہ تمہارے لئے اب بھی تیار کھڑی ہے۔ تمہیں نہیں معلوم کس طرح سے مر گے۔ ان باتوں پر غور کر کے عمل کرو تو تمہیں خوشی حاصل ہوگی اور برائی تم سے دور رہے گی۔“  
مندرجہ بالا نصائح سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی سب سے پرانی شہنشاہیت میں اس وقت سے چار ہزار سال قبل لوگوں کی اخلاقی حالت کیسی تھی ؟<sup>۱</sup>

## ادوار تاریخی

معری تمدن کا آغاز ۳۵۰۰ ق م سے شروع ہوتا ہے۔<sup>۲</sup> معری بادشاہوں کے پہلے دس خاندان شہر منفس میں ایک ہزار سال تک حکمران رہے۔  
۳۵۰۰ ق م میں شہر طب کو حکومت منتقل ہونے پر دوبارہ ترقی شروع ہوئی۔

۱۔ معری قدیم کی پہلی شہنشاہی از مولانا فضل احمد بی اے منٹھوری صفحہ ۲-۱۳۔

۲۔ دائرہ المعارف جلد ۱۷ ص ۱۵۔

اس وقت تمام دنیا میں تادمی حکومتوں کی تعداد آٹھ تھی۔ ان میں سے تہا مصری حکومت کا رقبہ ۴ فیصدی تھا۔ باقی ۵۵ فیصدی رقبہ سات حکومتوں کمرٹ، ہٹیا، بابل، ایران، ہند، ہنس اور چین میں تقسیم تھا۔ جس سے اس زمانے کی مصری حکومت کی وسعت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

سکہ ۴۴ ق م سے ۳۳۲ ق م عہد سکندر یونانی تک ۳۱ مختلف خاندان مصر پر فرما رہا ہے۔

پہلا خاندان ۴۴۰ ق م سے ۳۳۲ ق م تک رہا۔ پہلا بادشاہ منس تھا اس کی قبر زمانہ حال میں دریافت ہوئی ہے۔ دوسرا تھا جس نے منف میں شاہی قصر تعمیر کرایا۔ چوتھا وفس اول جس نے کوکمہ ہرم تعمیر کرایا۔ ساتواں بادشاہ اس خاندان کا متسوع تھا۔ آخر میں فواشل کی گرم بازاری اور فتنے برپا ہوئے۔ طینی حکومت جاتی رہی منفی دور دورا ہوا بصاد بوٹوس، اس کا پہلا حکمران تھا۔

دوسرا خاندان ۳۳۲ ق م سے ۳۹۰ ق م تک بصاد، کا کاود، بنوترس و منس استنس خائرس، نفر خرس، نفر کاسکر، خزر رس حکمران ہوئے۔ کا کاود دوسرے کے عہد میں گا و پرستی ہوئی۔ بنوترس دیوتا اپنے کو سمجھتا تھا۔

تیسرا خاندان ۳۹۰ ق م سے ۳۶۶ ق م تک اس کا خاندان کا ناما مور بادشاہ ترسم تھا اس نے سقارہ میں ایک ہرم تیار کرایا جو موجودہ اہرام میں سب سے پرانا ہے۔ اس کے عہد میں فن نقاشی اور جبرائثقال کو ترقی ہوئی۔ یہ سحر و فوس ماہر طب، صنوفرکس، نفر کارع، آخری اسنفرد تھا جس کے ہاتھ سے حکومت گئی۔ ابوالہول کا عظیم الشان بت اس کے عہد کی یادگار ہے۔

۱۰ نوویانی ہرم کی ایک اور عمارت موصوم بہ نحت خوف ہے جو خوف کی خواب گاہ ہے۔ بیس سال میں ایک لاکھ مزدور کی شبانہ روز محنت شاقہ کے بعد دو لاکھ اشرفی کی لاگت پر چوبیس ہجری ادا منی کے رقبہ پڑیس لاکھ سسٹی اینٹوں سے بنی۔

چوتھا خاندان ۳۵۶۶ء سے ۳۵۶۷ء تک۔ پہلا بادشاہ اسنی فیرو تھا۔ دیگستان کے غارت گروں سے جنگ کی۔ جزیرہ نماسینا پر قبضہ کیا۔ اس کے جانشین خوف نے بمقام قسط ایک ہرم تیار کرایا۔ اس کے بعد ۳۵۶۷ء میں خافرا (خافرع) نے ایک بڑا ہرم بنوایا۔ اس کے وارث منکورا (من کا ورع) نے دو اہرام بنوائے اور ان میں سے ایک میں خود مدفون ہوا۔ یہ عادل اور رعیت پرور بادشاہ تھا۔ ایک ہرم جزیرہ میں تعمیر کرایا تھا جو ۲۰۳ قدم بلند اور ۲۵۲ قدم عرض تھا بلکہ نیتو کر س نے جو خاندان ششم کی آخری فرمانروا تھی اس کی تکمیل کرائی۔ اسکا اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا وہ ہندسہ اور آلات رصد کا شائق تھا۔ نو سال حکمراں رہا۔

پانچواں خاندان ۳۵۶۷ء سے ۳۵۶۸ء تک اس خاندان نے جزیرہ نماسینا کو زیر نگین رکھا اور متعدد اہرام تیار کرائے۔ اسکا، سحر، کا، نفوس، خبیس کا ورع، جنوہر، نکاحور، دوکارع، اناہی حکمراں رہے۔ علمی ترقی کے لئے یہ عہد مشہور ہے۔

چھٹا خاندان ۳۵۶۸ء سے ۳۵۶۹ء تک۔ اس خاندان کا سب سے زیادہ نامور بادشاہ (مریرع) پینچی اول تھا۔ اس نے سقارہ میں اہرام بنوایا ملکہ منکالا نیتو کر لیں اس کی جانشین ہوئی۔ ائی، مریرع، مترع اول، فیولس، مترع ثانی، شام تک اس کا اقتدار تھا جنگی کشتیاں تیار کی گئیں۔

مترع ثانی اپنے امراء کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کی بہن نیتو کر لیں جو اس کی بیوی تھی تھی تخت نشین ہوئی۔ اس کے امراء کو مروا ڈالا اور خود بھی آگ میں جل کر مری۔

ساتواں۔ آٹھواں۔ نوواں اور دسواں خاندان ۳۵۶۹ء سے ۳۵۷۰ء تک

۱۔ دائرة المعارف جلد ۱ صفحہ ۱۹

۲۔ مریرع (بہی اول) شام اور فربیا کو محکوم کیا۔ بہی ثانی (فیولس) کے زمانہ میں فیروزہ، توتیا تانبے کی کالیں اور کوہ لود سے قیمتی پتھر لعل و زمرد نکالے گئے۔



چار خاندان حکمران رہے مگر ان کے حالات سے تاریخ خاموش ہے۔  
 گیارہواں خاندان ۲۲۶ ق م سے ۲۲۱ ق م تک۔ اس خاندان کا سب سے  
 زیادہ با عظمت بادشاہ (منتوحتب) متھوٹپ سوم تھا۔ اس نے ہرم بنوایا اور متعدد  
 یادگاریں چھوڑیں۔ مدت تک اس کی پرستش ہوتی رہی مصر و عرب کے راستے درست  
 کرائے۔ منزلیں بنوائیں۔

بارہواں خاندان ۲۲۶ ق م سے ۲۲۰ ق م تک اس عہد میں مصر نے تعمیرات  
 اور علوم و فنون میں ترقی کی۔ قبروں پر تاریخی یادداشتیں کندہ کرائیں۔ اس خاندان کے  
 نامور بادشاہ اُسرتیس (اسرس) سوم نے حبش فتح کیا۔ وادی حلفا میں قلعے بنوائے جو  
 قمنہ و سمنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کے جانشین اینیم ہاٹ سوم نے ایک بھول بھلیاں  
 محل بنوایا۔ اوسرس نے طیبہ کا ہیکل تعمیر کرایا اور نیوم میں ایک تالاب کھدوایا جس کا  
 نام موس تھا۔

تیسرے خاندان سے سترھویں خاندان تک۔ طیبی، سخاوی، دارسی (عالمقہ) صانی  
 (عالمقہ) اس دور کی مدت بعض مورخ چار سو برس اور بعض ایک ہزار برس تک بتاتے  
 ہیں لیکن بقول بتانی اس کا زمانہ ۲۲۵ ق م سے ۱۲۵ ق م تک ہے۔  
 عرب کے حدود سے ایک سامی قوم (مجموعہ قبائل عاد و ثمود و مہین) عالمقہ، حنین  
 نے شاہ اینیم ہٹ بادشاہ مصر پر حملہ کیا اور مصر پر قابض ہو گئے۔ یہ لوگ شاشویاک  
 شاش (شاہان بادید) کہلاتے تھے۔ پہلا بادشاہ سلاطیس تھا جس کا صدر مقام نفیس  
 تھا۔ پھر اس نے ادریس قلعہ بنایا۔ اس کے پاس دو لاکھ فوج تھی۔ اس کے بعد کے بادشاہ  
 ابوماس (ربانی اول)، ابوقیس یا نا آخری شاہ اسیس تھا۔

مصر پر سامی بادشاہ ابوملک (اقیون) تھا جس کے پاس ۲۲۰ ق م میں  
 حضرت ابراہیم خلیل اللہ آئے تھے اور آپ کے پرپوتے سالی بادشاہ اباجی اول ریان بن

لہ توریت مقدس



دینید (دع کا بن) کے عہد میں مصر آئے یہ اس کا وزیر قطفیر (دو فرہدیہ الشمس) جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خرید لیا تھا آگے چل کر حضرت یوسف دیان کے وزیر مال مقرر ہوئے۔

حضرت یعقوبؑ معہ ۹۳ نفوس کے کنعان سے مصر آئے۔ وادی غسان (مقام عین شمس) میں آباد ہوئے۔ عمالقہ کا دور ظالمانہ رہا۔ مصریوں نے قوت پیدا کر کے اپنا سردار تاعا کو بنایا اور وطنی حکومت قائم کر دی۔

اٹھارہ شاہوں خاندان ۱۲۳۵ ق م سے ۱۳۶۵ ق م تک۔ اس خاندان کے ایک بادشاہ (امنفس اول) تھیوٹی بیس اول نے ایشیا پر حملہ کیا اور دریائے فرات تک فتوحات حاصل کر لیں۔ تھیوٹی بیس سوم مشہور فاتح تھا۔ اس نے پندرہ بار شام پر حملہ کیا۔ اس کے عہد میں عمالقہ بہت کمزور ہو گئے۔ امنفس، تھوٹس اول، تھوٹس ثانی، ملکہ تھوٹس، تھوٹس ثالث ایونفس ثانی، تھوٹس رابع، ایونفس ثالث یہ ایونفس رابع (قوت عنخ آمین) حور محب بادشاہ ہوئے۔

انیسواں خاندان ۱۳۶۵ ق م سے ۱۳۳۹ ق م تک۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ رامیسس اول تھا۔ تیسرا بادشاہ رامیسس دوم ۱۳۵۰ ق م میں تخت نشین ہوا۔ یہی وہ فرعون تھا جس نے بنی اسرائیل پر مظالم کئے۔ چوتھا بادشاہ منفتاح اول (دپا) نام ۱۲۸۵ ق م میں سریر آدائے سلطنت ہوا۔ اس فرعون کے عہد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے گئے۔ یہ اس کے بعد چھٹی ۱۲۵۰ ق م

۱۔ دائرۃ المعارف جلد ۱، صفحہ ۲۲۔

۲۔ امیتوس ثالث نے نوویل کے بائیں جانب ایک بُت خانہ بنوایا تھا اس میں ایک بُت ایسے پتھر سے تراش کے بنایا گیا تھا جس کی طبعی خاصیت یہ تھی کہ شبنم کے بعد اس پر آفتاب کی شعاع پڑتی تو اس میں سے آواز پیدا ہوتی تھی۔

۳۔ دائرۃ المعارف جلد ۱، ۱۸، صفحہ ۳۰۔ رامیسس ثانی کو یونانی میزوسٹریس کہتے ہیں اس کا لقب (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳۷ پر)

میں تخت نشین ہوا مگر حکومت پر زوال آ گیا۔ اس کے بعد امن مس، منفتح ثانی بادشاہ تھے۔ دسویں اول جو رحمت کا سپہ سالار تھا۔ اس نے لیاقت سے حکومت پر قبضہ کیا اور برقعہ فتح کیا۔

بیسواں خاندان (دسویں) ۱۲۳۵ھ سے ۱۲۷۵ھ ق م تک، اس خاندان کے دوسرے بادشاہ دسویں سوم نے سلطنت کو دوبارہ مستحکم کیا اور بحری و بری فتوحات حاصل کیں۔ ایشیائے کوچک اور لیبیا قبضے میں کئے۔ آلو کی عظیم الشان سرائے اس کی تعمیر کردہ ہے جس کی دیواروں پر اس کی فتوحات کی تصاویر بنی ہوئی ہیں۔ قصر کی ہیکل کی مرمت کرائی۔ آخری بادشاہ دسویں سیزوہم کے عہد میں امون کے معبد کے کاموں کا سرگزہ حرور قابض ہو گیا۔

اکیسواں خاندان (کنہ) ۱۲۷۵ھ ق م سے ۱۳۰۵ھ ق م تک۔ پہلا بادشاہ حرور تھا۔ اس کے بعد بیوزم بادشاہ ہوا۔ بنجیندرع کے زمانہ میں سمندس نے جدا حکمرانی قائم کی اس خاندان کے ایک بادشاہ پسپ خانو دوم کی لڑکی سے حضرت سلیمان نے شادی کی تھی۔ غرضیکہ فرودنے یہیں وفات پائی۔ عربہ میں مدفون ہوا۔ اس کے بیٹے نے شہر بسطہ میں سکونت اختیار کی اور ان سے بھی مصر میں بابل و اشور کی تہذیب آئی۔

بیسواں خاندان (بسطی، نمرودی) ۱۳۰۵ھ ق م سے ۱۳۵۰ھ ق م تک۔ اس

(بقیہ حاشیہ ص ۷۳ سے آگے) دسویں اکبر تھا۔ پشکوہ بلاشاہ تھا۔ مصری اسکی عظمت اس قدر کرتے تھے کہ مجوس بناد رکھا تھا۔ شام، برقعہ فتح کیا۔ کنفانیوں پر ایک لکھ فوج سے حملہ کیا۔ چھٹے ہو گئی۔ چاندی کے پتروں پر صلنامہ لکھا گیا۔ لندن کے میوزیم میں محفوظ ہے۔ ہیکل اور عبادت خانہ تعمیر کیا۔ پایہ تخت خان تھا۔ اسکی می بقصرے نکلی ہے معری عجائب میں موجود ہے۔ منفتح اول نے باپ سے زیادہ خود مری دکھائی۔ اس کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ مرگم ہی ہوئے۔ اس نے بنی اسرائیل رآل یعقوب پر بڑے ظلم توڑے۔ یہ سمندر میں غرق ہوا۔ ۱۳۵۰ھ میں برآمد ہوئی۔ جیزہ کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ ۱۳۵۰

خاندان کے پہلے بادشاہ شیشنق اول نے حضرت سلیمان کے وصال کے بعد کنعان پر حملہ کیا اور یروشلم پر عارضی فتح پائی، خزانے وغیرہ لوٹ لئے اور مصر آکر کرناک کی ہیکل کی چار دیواری پر اپنی مورت بنوائی۔ شیشنق رابع کے زمانے میں باسیس رئیس نے قبضہ کیا۔

تیسواں اور چوبیسواں خاندان (تانیسی) صادی ۵۰۰ ق م سے ۴۲۰ ق م تک۔ اس کی اولاد میں چار بادشاہ ہوئے آخری ذت تھا، اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر تغخت بادشاہ ہوا۔ یہ صادی حکومت کا بانی تھا۔

پچیسواں خاندان (دثیوی) ۴۲۰ ق م سے ۳۵۰ ق م تک پہلا بادشاہ بساتیک اول تھا اور اس خاندان کا نامور بادشاہ ترقاق تھا جو ۳۵۰ ق م میں تخت نشین

(بقیہ نوٹ ص ۷۷ سے آگے) دانیس دوم نے ہی تہیب کو ایک صوبہ کا شہر بنا کر مرکز عالم بنایا۔ اس نے ہی اپنے قومی وملکی دیوتا مٹون کے نام پر قرقاق کا کوہ پیکر ہیکل تعمیر کرا کر اکیا کی ہزار غلام اس پر نثار کر دیئے۔ اس کا عظیم الشان ۲۵ فٹ کا مجسمہ قریہ مت راہن میں موجود ہے۔

جزیرہ صومند :- حضرت موسیٰ کو فرعون کی بیوی نے میں نیل کے کنارے پر ٹوکرے سے نکالا تھا۔ ایک کھجور کا درخت اس جگہ آج بھی موجود ہے۔ یہاں مقیاس النیل بھی ہے۔

۱۷۔ پچیسویں خاندان میں سابقون، سلینگون، طہراق اور وائین، نوات، میامون بادشاہ تھے۔ سابقون نے مصر پر قبضہ کر کے تہرون کے پل بنوائے۔ ہیکلوں کی مرمت کرائی اور اشور پر فوج کشی کرنی چاہی۔ فلسطین کے حکمران حانون اسرائیلی مردار ہوشے اور یہودا کے امیر حرقیا کو مالا یا۔ بادشاہ اشور سلامنصر کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے حانون کو قید کر دیا جس سے اشور کا حملہ رک گیا۔ جب مرجون اشور کا بادشاہ ہوا تو سابقون نے حملہ کر دیا مگر شکست کھائی۔ اہل مصر منحرف ہو گئے اور استغنا تیش کو تخت پر بٹھالیا۔ گمر بیغون نے اس سے مصر چھین لیا۔ وائین آخری اس خاندان کا بادشاہ تھا جس کی بدانتظامی سے ملک والے پریشان تھے۔ بسایتیک نے یونانی بحری غارت گروں کو ملکہ مصر پر قبضہ کیا اور شہر صاء کو دار الحکومت بنایا۔ یہ صادی خاندان کا بانی ہے۔

ہوا۔ اسی عہد میں سہاریب بادشاہ نینوانے فلسطین پر حملہ کیا اور سہاریب کے جانشین نے مصر پر فوج کشی کی۔ بسامیتیک اول نے یونانیوں کو آباد کیا اور تعلیم پھیلائی۔ زمانہ مابعد سولن، فیثاغورس، افلاطون، اودوکس انہی مصری درس گاہوں سے نکلے۔ بسامیتیک کے بعد نکاڈ، بسامیتیک ثانی، ایریس، امانیس، آخری بسامیتیک ثالث تھا۔

چھبیسواں خاندان (صادی) ۶۵۵ء سے ۵۴۷ء ق م تک۔ پہلے بادشاہ شامتیک اول نے شام پر حملہ کیا۔ اس کے جانشین نیکودوم نے دریائے نیل اور بحر احمر کے درمیان نہر بنوانے کی کوشش کی۔ شام پر حملہ کیا۔ بادشاہ اسرائیل کو میدان جنگ میں قتل کیا۔ دریائے فرات تک دھاوے کئے۔ قار قیش کی مشہور لڑائی میں بخت نصر شے شکست پائی۔ اس خاندان کے پانچویں بادشاہ رامیس دوم کے عہد میں بخت نصر کے وارثوں نے مصر پر حملہ کیا۔ سامتیک سوم کے دارالسلطنت میں مصر کی خود مختاری ختم ہوئی اور یہ قدیم ایران کا ایک صوبہ ہو گیا۔

ستائیسواں خاندان ۵۲۵ء سے ۴۸۵ء ق م تک ایران کی ماتحتی۔  
اٹھائیسواں خاندان ۴۸۵ء سے ۳۹۹ء ق م تک۔ ایک شہزادہ ایران سے باغی ہو کر مصر کا خود مختار بادشاہ بنا مگر چھ سال کے بعد مر گیا۔  
اتیسواں خاندان ۳۹۹ء سے ۳۳۶ء ق م تک۔ ایران سے جوگ نہی۔

۱۰۔ بسامیتیک سوم (سامتیک سوم) کے عہد میں ایرانی بادشاہ قمبیز نے مصر پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ قمبیز کو ایرانی بہن پسر اسفندیار کہتے ہیں جس نے ہفت اقلیم کو مسخر کیا تھا۔ مگر یہ داسے صحیح نہیں ہے۔ قمبیز نے مصر کا انتظام بہترین کیا اور اس نے بقول مورخ ہیرو دوت تین مختلف اقوام سے ایک ساتھ جنگ کی۔ قرطاجہ فتح کیا اور ہیکل مشتری منہدم کی۔ اس کے بعد قرب وجوار کے ملک قبضہ میں لایا۔ اس کے بعد دارا اولیٰ ہوا۔ اس کے بعد شاہ اول، ارتخشار شاہ اول، سیٹش ثانی، سوفیانوس۔ آخر میں دارا ثانی۔ اس کے عہد میں سکندر مقدونی نے ایران فتح کیا۔

تیسواں خاندان ۳۷۸ء سے ۳۴۰ء ق م تک۔ ایران سے بغاوت اور لڑائی

کا سلسلہ جاری رہا۔

اکتیسواں خاندان ۳۴۰ء سے ۳۲۲ء ق م تک۔ سکندر نے مصر فتح کیا اور مصریوں کی بادشاہی ختم ہوئی۔ سکندر کی وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت ججزلوں میں تقسیم ہوئی۔ مصر طالمی (بطلمیوس) کے قبضہ میں آیا اور تقریباً تین سو برس تک اس کے وارثوں کے قبضہ میں رہا۔ اس عہد کے بادشاہوں کی فہرست حسب ذیل ہے :-

بطلمیوس (طالمی اول) لگیس ۳۲۳ ق م سے ۲۸۵ ق م تک

فیلارڈلفوس (فلپیڈلفس) ۳۸۵ " " ۲۴۷ " " "

فرحیت اول (برگیٹس) ۲۴۷ " " ۲۲۲ " " "

قیلو باطورا (قلوپٹر) ۲۲۲ " " ۲۰۴ " " "

ایفیان (ایپی فنیس) ۲۰۴ " " ۱۸۱ " " "

قیلوماترا (قلومٹر) ۱۸۱ " " ۱۴۶ " " "

فرحیت ثانی (راگیٹس دوم) ۱۴۶ " " ۱۱۷ " " "

سوٹر دوس سکندر اول (۱۰۷) سوٹر دوم۔ برنیس۔ سکندر دوم۔ اولیئس طالمی کلاں طالمی خودد۔ ملکہ کلوپٹرا ۴۴ء سے ۳۰ ق م تک۔

(نوٹ) بطلمیوس نے اسکندریہ کو پایہ تخت بنایا۔ پھر نوبیا اور مصری سرحد

۱۷ سکندر مقدونیہ کے فرماں روا اقلیپس کا بیٹا تھا اور حکیم ارسطو طالیس کا شاگرد۔ تیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے دروانیاں سے اتر کر اناطولیہ میں دریائے غرانیکوس پر مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ کے بعد ایرانی شکست کھا گئے۔ سکندر وہاں سے کامیابی کے بعد مصر آیا اور قبضہ کیا۔ اپنے ایک ہندس قرطیس سے ساحل بحر پر اپنے نام سے شہر تعمیر کرایا۔ اور مصر میں اقلیونیکس کو اپنا نائب مقرر کیا۔ بطلمیوس سکندر کی طرف سے بابل کا حاکم تھا۔ سکندر کے مرنے کے بعد مصر آگیا اور حکومت مصر قبضہ میں لی۔ ۱۲

کے متصل بلادِ عربیہ پر قبضہ کیا۔ اسکندریہ میں عظیم الشان منارۃ نور تعمیر کیا۔ ایک مدرسہ اور ایک کتب خانہ قائم کیا۔ یہ شہر علوم و معارف کا مرکز بن گیا جس کی تفصیل اسکندریہ کے بیان میں کی ہے۔ اس کا بیٹا بطلمیوس ثانی نے توریت کا ترجمہ عبرانی سے یونانی میں کرایا۔ اس کے عہد میں مانیٹو کاہن نے مصر کی تاریخ لکھی۔ آخری فرمانروا ملکہ قلوپٹر تھی۔ اسے اس کے عہد بھائی بطلمیوس (ثالثی خود) سے حکومت کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا۔ وہ شام گئی۔ جولیس قیصر نے اس کی مدد کی اس کے بھائی کو غرق نیل کرادیا اور اس کو حکمران مصر کا کیا۔

قیصر نے ہی کتب خانہ اسکندریہ جلایا۔ پھر اس نے اپنے بھائی بطلمیوس سینروہم سے شادی کی مگر اس کو چھوڑ کر قیصر کے پاس چلی گئی۔ دو سال بعد وہاں سے آکر زہر سے بطلمیوس کا کام تمام کر کے قلوپٹرہ خود حکمران بن گئی۔ ان دنوں دو رومی امیر انٹونیوس اور آکتا فیوس، بروٹس سے برسرِ پیکار تھے۔ ملکہ نے بروٹس کی اپنے بھری بیڑے سے مدد کی۔ پھر انٹونیوس سے شادی کر لی اور وہ مصر آ گیا۔ رومی مجلس نے واقعات سے اطلاع پا کر ۳۲ ق م میں مصر پر زیرِ سرِ کردگی اور آکتا فیوس فوج بھری بھیجی تو ملکہ نے اور آکتا فیوس سے تعلقات قائم کرنے چاہے مگر وہ دام میں نہ پھنسا۔

اس نے اس کو موت کا فرمان سُنا دیا۔ اس نے زہر پی کر جان دے دی۔

۳۰ ق م میں مصر میں یونانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے بعد سے مصر سلطنت روم کے قبضہ میں آئی۔ رومی حکومت سنہ ۳۳۵ء سے  
سنہ ۳۹۵ء تک رہی۔ رومن فاتح اوکٹاویوس جو قیصر اگسٹس کے لقب سے مشہور ہوا مصر پر قبضہ  
کر کے امور حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا۔ اس کے عہد سے مصر رومی سلطنت کا صوبہ  
بن گیا۔ دربار روما سے یہاں کے حسب ذیل والی مقرر ہوئے۔

فورنیلوس غالوس بطرینوس، اس نے اگسٹس کے حکم سے بلاد عرب پر فوج کشی  
کی۔ قیصر اگسٹس کے عہد حکومت کے تیسویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔  
بطرینوس کے بعد طیبیاریوس ہوا جس کے نام سے شام میں شہر طیباریہ ہے۔ اس کے  
بعد قلیودیکس ہوا۔ اس کے عہد میں شمعون بن یاس قید ہوئے۔ پھر قالدون حکمران ہوا۔ پولس  
اور پطرس داعیان مسیحیت کو قتل کرادیا۔ اس کے بعد طیطوس آیا جس نے بیت المقدس  
پر حملہ کیا اور یہودیوں کو گرفتار کر کے فروغت کر دیا۔ اس کے بعد دومطیانوس تھا وہ  
بھی بڑا ظالم تھا اور یانوس حکمران ہوا۔ اس کے عہد میں حکیم بطلیموس تھا جس نے کتاب  
مجسطی لکھی۔ اس کے بعد قوموروس ہوا۔ اس کا معاصر جالینوس حکیم یونانی تھا۔ اس  
کے عہد میں نصرانیت پھیلی۔ قیطیانوس نے اپنے عہد میں مصری باشندوں کو قتل  
کیا۔ اس کے بعد سے مسیحی دور مصر میں شروع ہوا۔

رومی عہد میں مصری ٹیکسوں میں دب گئے تھے۔ ان میں جمالت پھیل گئی تھی۔  
قسطنطین اعظم نے ۳۱۳ء میں عیسویت اختیار کی تو اہل مصر کے دن پھرے ۳۶۴ء  
میں قیصر تھیودوسس تخت روما پر بیٹھا۔ اس نے فرمان جاری کیا کہ تمام سلطنت کے  
باشندے عیسائی بنائے جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصری بت پرستوں کے معبد ڈھا دیئے گئے۔  
اور ان پر بڑے بڑے مظالم کئے گئے۔ اسی زمانہ میں ہپاتیا زہرہ جیوں کو جو علوم و فنون کی  
ماہر تھی حضرت مریم کے بت کے سامنے عیسائیوں نے لائیوں سے مار ڈالا۔ اس کے  
بعد نصاریٰ میں تفرقہ پڑ گیا۔ یعقوبی اور ملکی فرقوں میں جھگڑا ہوا۔ آخرش رومی سلطنت  
۳۹۵ء میں دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مغربی حصہ کا پایہ تخت رومہ الکبریٰ رہا



اور مشرقی کا قسطنطنیہ قرار پایا جس کے تحت شام کے ساتھ مصر آیا۔ ۶۲۰ء میں ہرقل، قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اس کے زمانہ میں ایرانیوں کا پھر اقتدار مصر پر ہو گیا۔ ۶۱۶ء میں خسرو دوم نے دمشق، یروشلم، مصر سب فتح کر لئے مگر ققودے عرصہ کے بعد ہرقل نے اپنا ملک ۶۲۸ء میں ایرانیوں سے نینوا میں مقابلہ کر کے چھین لیا۔ اس شکست سے ایرانی شہنشاہیت ختم ہو گئی۔ ہرقل نے ایک قبلی نژاد میں مقوقس کو اپنے پاس رکھ کر تعلیم و تربیت دی اور مصر کا والی مقرر کیا۔ ۶۲۹ء میں نامہ نبوی اسی عظیم القبط کے نام گیا۔ اسلام تو لایا نہیں مگر تحفے میں دلدل سواری کے لئے اور دو عورتیں قبطیہ تھیں۔ ان میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جن کے بطن مبارک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے۔

## مصر لوہ کی علمی ترقی

اہل مصر کو جہاں پہلی شہنشاہی قائم کرنے کا فخر حاصل ہے اسی طرح علوم و فنون کے ایجاد اور ترقی کا بھی ان کو افتخار حاصل ہے۔ مشرادلن اپنی تاریخ مصر میں لکھتا ہے :-

”مصر فنون اور آداب سلطنت کا ایک عمدہ مدرسہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ یونان کے بڑے بڑے لوگ مثل ہومر، فیثاغورث، افلاطون اور وہاں کے اچھے اچھے مقنن مثل لائیکرگس، سولن جیسے حضرات نے یہ نظر تکمیل علوم مصر کا سفر اختیار کیا“

حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے متعلق کتاب مقدس میں ہے کہ وہ مصریوں کے ہر طرح کے کام میں نئی نئی ایجادیں کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں ایجاد کا مادہ تھا اور مفید کاموں کی طرف زیادہ توجہ کیا کرتے تھے۔ علمائے مصر جو کہ مرکزی کہلاتے تھے۔ مصر کو عجیب عجیب ایجادوں سے

معمور کر دیا تھا۔ ان کی سب سے بڑی سعی یہ تھی کہ طبیعت انسانی کی تکمیل جس سے آرام و خوشی حاصل ہو اس سے مصری محروم نہ رہیں؟

**علم ہنریت** | مصری سیادوں کی حرکات پر سب سے پہلے مطلع ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلے انہوں نے ہی علم ہندسہ ایجاد کیا۔ موجوداتِ عالم کے حالات اور خواص دریافت کرنے میں یہ لوگ بہت کوشش کرتے تھے۔

**فنِ عمارت** | مصریوں نے فنِ عمارت اور رنگ آمیزی اور سنگ تراشی اور تمام متعلقہ فنون کو کمال پر پہنچایا تھا۔

**حکمت و حکومت** | جن لوگوں نے قواعد حکمت و حکومت کو خوب سمجھا ان میں سب سے اول مصری تھے۔

اس قوم نے یہ بات سب سے پہلے دریافت کی کہ فنون قواعد کا اصلی مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی مزے کے ساتھ کٹے اور رعیت آباد رہے جس کی مختصر تفصیل پہلے لکھ چکے ہیں۔

غرضیکہ علوم و فنون کی ایجادات میں مصریوں کی کار فرمائی کو بڑا دخل ہے۔ تفصیلات مصر کی تاریخوں میں موجود ہیں۔

## مصر کی حالت

اسلام سے پہلے مصر میں یہودیوں اور بدعتی عیسائیوں کا غلبہ تھا۔ بجائے اس کے کہ ان سے مصری عقیدوں کی اصلاح ہوتی یہ خود گمراہی کی نذر ہو گئے اور مصریوں کی بہت پرستی سے ان کے قدم آگے ہی تھے۔ قدرت نے انتقاماً رومی ظالموں کو مسلط کر دیا تھا۔ جن کے ظلم و جفا کی داستان سرولیم میور کی زبانی پڑھیے۔ ”عروج و زوال خلافت“ میں لکھتا ہے :-

”سلسلہ میں ہر قل نے کیروس کو ملکی اور مذہبی حاکم کیا۔ اس نے اپنے

دس سالہ دور حکومت میں سخت جور و ظلم کئے اور قبطیوں کو ترک عقیدہ یعقوبی پر مجبور کیا اور طرح طرح ان غریبوں پر ظلم کئے۔

اس سے بڑھ کر ظلم رومیوں کا یہ تھا کہ مہر میں آب پاشی سے سیراب شاداب کھیتوں کی پیٹ بھرنے والی پیداوار صرف سلطنت روم کے بڑے بڑے شہروں کا پیٹ بھرنے کے کام آتی تھی۔

رومی جو مہر میں آباد تھے وہ خود دو ٹکڑوں میں تھے۔ ایک ازارقہ (کبود) اور اخاضہ (سبز) کہلاتے تھے جو خود آپس میں آٹے دن لڑتے رہتے تھے۔ یہ تمام اسباب ایسے تھے کہ ملک میں بغاوت کی آگ سلگتی رہی۔ چنانچہ قبطی بغوض رومیوں سے بجات پانے کے منتظر ہر موقع کا خیر مقدم کرنے کو تیار تھے۔“ ۱

غریبہ مصر کے یہودیوں اور بدعتی عیسائی فرقوں پر رومیوں کا جو ظلم و ستم، جور و تشدد ہوتا تھا اس کی داستان شام کے رومی جبر و تعدی سے کہیں بڑھ کر ہولناک و دردناک ہے۔ اسی جور و جفا کا نتیجہ تھا کہ اہالی شام نے بہ جبر و اکراہ اہل اسلام سے تعاون حاصل کیا۔ ایسے ہی مصر کے عیسائی اور یہودی مسلمانوں کے غائبانہ ہمدرد تھے۔ علامہ بلاذری فرماتے ہیں :-

”والمقوقس نے جو ہر قل شہنشاہ روم کا گورنر اور اسکندریہ کا بطریق تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جو بغرض دعوت اسلام اس کے نام آیا تو با احترام اس کو لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفے روانہ کئے۔“  
خليفة اول کے بعد خليفہ دوم سرور آدائے خلافت ہونے تو عمرو بن عاص نے مصر کی طرف توجہ کی۔

۱

۱۔ عرب و ذوال خلافت از سرولیم مطبوعہ ایڈنبرج ۱۹۱۵ء۔

## مصر کی فتح

مصر بھی جیسا کہ اوپر تحریر کیا جا چکا ہے رومی حکومت کے ماتحت تھا۔ حضرت عمرو بن العاص شام کی فتوحات میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ مگر مصر کی فتح میں تنہا اپنی تلوار کے جوہر دکھانا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ شام کی حفاظت کے لئے اس پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔ مصر کے حالات سے وہ واقف بھی تھے۔ اس کی شادابی کا علم تھا۔ اس وجہ سے خلیفہ اعظم حضرت عمرؓ سے مصر کی طرف پیش قدمی کی اجازت چاہی۔ چنانچہ پس و پیش کے بعد اجازت مرحمت کی اور چار ہزار فوج دے کر انہیں مصر کی طرف روانہ کیا۔ پوری تفصیل فتح مصر کی تاریخ ملت کے دوسرے حصہ میں آچکی ہے۔

غرضیکہ رومیوں سے مقابلہ عمرو بن عاص کا شہر ”فرما“ میں ہوا۔ ایک ماہ جنگ ہوتی رہی۔ آخر رومیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ مسلمان آگے بڑھ کر کامرانی و کامیابی کے ساتھ مصر تک پہنچ گئے۔ المقوقس نے خبریں سن کر مقابلہ کی تیاری کمری۔ جب مسلمان قریب آگئے تو قلعہ میں جم کر بیٹھ گیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ جب زیادہ دن لگ گئے تو حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرات مقدادؓ کو معہ دس ہزار فوج کے بھیجا۔ سات مہینے تک اسلامی فوجیں قلعہ کو گھیرے پڑی رہیں لیکن کوئی صورت نہ نکلی۔ آخر ایک دن حضرت زبیرؓ زمین لگا کر قلعہ کی تفصیل پر چڑھ گئے اور اندر اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اب کیا تھا مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ مقوقس مسلمانوں کے آگے بھجک گیا اور طالب امان ہوا۔ عمرو بن عاصؓ نے امان منظور کر لی۔

مقوقس نے عمرو بن عاصؓ سے ان شرائط پر صلح کی کہ وہ (عمرو بن عاصؓ) ان یونانیوں کو جو جانا چاہیں جانے سے نہ روکیں اور قبطیوں پر دودینا نہ فی کس سے

زیادہ ٹیکس نہ لگائیں۔ شہنشاہ روم ہرقل کو اس کی خبر ہوئی تو بہت جھلیا اور فوجیں روانہ کیں جنہوں نے اسکندریہ کے دروازے بند کر کے آمادگی جنگ کا اعلان کر دیا۔ المقوقس حضرت عمرو بن عاص کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں تین التجائیں لیکر حاضر ہوا ہوں :-

۱۔ یہ کہ ان یونانیوں سے اپنی شرائط پر صلح نہ کریں جن پر مجھ سے کی گئی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں نے بے اعتدالی کا اظہار کیا اور نقص کیا ہے۔

۲۔ یہ کہ قبطیوں کے ساتھ شرائط صلح نہ توڑیے۔ کیونکہ نقص عہد ان کی جانب سے شروع نہیں ہوا۔

۳۔ یہ کہ جب میں مروں تو حکم دیجئے کہ اسکندریہ کے فلاں گرجے میں دفن کیا جاؤں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آخر الذکر میرے لئے سب سے سہل ہے۔ ۱۰

حضرت عمرو بن عاص کے صاحبِ مذاصے صلح نامہ مقوقس کی دوسری شرط کا ذکر کر کے فرماتے ہیں :-

”لہذا میرے والد نے غریبوں کو مستثنیٰ کر کے ہر بالغ پر دو دینار جزیرہ قرار کیا۔“  
علاوہ ازیں ان زمینداروں کو جن کے حقوق مالکانہ باقی رکھے گئے تھے ایک دینار اور تین ادوب گیہوں فی جریب ادا کرنے پڑتے تھے ۱۱  
قسط سال کے زمانے میں نہ بھرا قابل کمی و واگداشت تھا۔ علامہ مقریزی فرماتے ہیں :-

”جہایت یعنی تحصیل لگان کا کام حضرت عمرو بن العاص نے قبطیوں ہی کے سپرد کر رکھا تھا اور وہ ہر ضلع اور گاؤں کی شرح لگان وہاں کے بڑے

۱۰ بلاغدی بیان فتح اسکندریہ ۱۱ فتح البلدان فتح مصر

بڑے زمینداروں، پدھانوں اور مکھیوں کے مشورہ سے مقرر کیا کرتے تھے اور ان زمینوں کو جو جاموں اور گر جاؤں کی پدراخت کے لئے وقف ہوتیں لگان سے معاف رکھتے تھے۔“

حضرت عمرو بن العاص نے تھوڑے عرصہ میں مصر کو گوارہ امن و امان بنا دیا تھا۔ اتفاقاً عمرو بن عاص کے صاحب زادے نے کسی قبیلے کو مار دیا۔ اس واقعہ کو علامہ بلاذریؒ نے لکھا ہے کہ وہ قبیلے مدینہ پہنچا اور اُس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حضرت عمرو بن عاص کے صاحب زادہ کے خلاف مار پیٹ کا استغاثہ پیش کیا۔ بادشاہ خلافت سے مجرم اور مجرم کے باپ دونوں کے حاضر ہونے کا حکم صادر ہوا۔ حاضر ہونے پر مجرم کو تو مدعی کے ہاتھ سے زد و کوب کرائی گئی اور باپ کو یوں اعلانیہ مرز نش کی گئی :-

مَنْ ذَاكَ تَعْبَدُ تَعْبُدُ النَّاسَ وَقَدْ  
وَلَدْتَهُمْ اِمَّا تَعْبُدُ اَحْصَارَ -  
مے تم نے لوگوں کو غلام کیسے بنایا حالانکہ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد بنا تھا۔“

حضرت عمرو بن عاص نے مصر کا انتظام اسلامی عدل و انصاف کے اصول پر قائم کیا۔ ہر قسم کے ظلم و ستم جو حکمران طبقہ کے رعایا پر ہوتے تھے یک قلم موقوف کر دیئے گئے۔ رومیوں، قبطیوں کو شل غلام سمجھتے تھے۔ اُن کو اپنا بھائی سمجھا اور اُن کے اُلم و آسائش کا پورا لحاظ رکھا۔ دینی امور میں وہ پورے آزاد تھے۔ جزیرہ کے بعد جان مال جائداد، اولاد، عزت و حرمت ہر چیز کی حفاظت کا ذمہ لیا اور ان کے پشواؤ بنیامن کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے ڈر سے مخفی تھا اس کو امان دے کر اسکندریہ کا بطریق کر دیا اور اس نے گر جگے متعلق جو درخواست دی اُسے منظور کیا۔

نظم و نسق | ملکی نظم و نسق کے لئے لائق افراد مقرر کئے۔ جگہ جگہ قضاۃ مقرر کئے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ خراج کی تحصیل خود قبطیوں کے سپرد کی دفاتر

ان کی زبان میں قائم رہے۔

مصر میں یعقوبی، ملکی، یہودی، نصرانی، ستارہ پرست وغیرہ رہتے تھے۔ ان کے ساتھ یکساں سلوک تھا اور ان سے ہمدردی اور شفقت اس طرح کی جو ان کے خواب میں بھی نہ تھی۔ مسلمانوں کی سادہ زندگی اور ان کے حسن اخلاق نے غھوڑے ہی عرصہ میں ان مصریوں کو ایسا گرویدہ کر لیا کہ جوق در جوق برضا و رغبت داخل اسلام ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ عربی اخلاق، لباس، زبان تک مصریوں نے اختیار کر لی۔ باہم جھگڑا کرتے رہتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھائی بھائی بن گئے۔ ان کو اس حکومت میں وہ آرام ملا جو رمیوں کے عہد میں خواب و خیال تھا۔ عروج و زوال خلافت میں سرولیم پیور سامعقب انگریز لکھنے پر مجبور ہوا کہ :-

”مصر میں اس زمانہ میں بدوی قبیلے نہ تھے جو عربوں اور مسلم فاتحوں کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہوں مگر ان سے بھی کہیں بڑھ کر پڑھنا مصریوں کا۔  
تھے جنہوں نے تبادلاً حکومت کو بادی النظر میں خوش آئند بنا دیا تھا۔“ لے  
لیبان لکھتا ہے :-

”و مذہبی مناقشوں سے مجروح حکام کے مقال اور مطالبوں سے تباہ مصر کو اپنے حکمرانوں سے ایک نفرت کلی ہو گئی تھی اور اس نے عربوں کو جنہوں نے اسے سلطنت مشرقی کے پنجے سے چمڑایا اپنا محسن اور نجات دینے والا سمجھا۔  
حقیقت میں یہ تعریف عربوں پر بالکل صادق تھی۔“ لے

عروبن عامس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے شہر قسطنطین کو آباد کیا۔  
فسطاط اور اپنا دارالامارۃ وہاں قائم کیا۔ یہ ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ اُس کی

لے عروج و زوال خلافت صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰ لے تمدن عرب

لے حضرت عمرو بن عاص فتح بابلون کے بعد جب اسکندریہ پر فوج کشی کے لئے روانہ ہونے لگے اور ڈیرے خیمے اکھاڑے جانے لگے تو ایک خیمہ میں دیکھا گیا کہ کبوتر نے انڈے دیدیئے ہیں فراش (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



دست ۲، ۳ میل سے زائد تھی۔ بنی امیہ نے اور ترقی دی۔ محمد بنی عباس میں زوال آیا۔ عاصد فاطم کے عہد میں شاور نے شہر کو چھوٹا کر دیا۔

**نہر امیر المومنین** ایک نہر دریائے نیل سے سلسلہ میں نکال کر قلزم سے نکلا دی۔ یہ نہر سیسی اول فرعون کی بنائی ہوئی تھی۔ اس کو حضرت عمرو بن عاص نے صاف کرایا۔ فسطاط کے کنارے سے عین شمس اور وادی ملیکات ہو کر شہر قلزم ہو کے بحیرہ میں یہ نہر گہری ہے۔ اسی میل اس کا طول ہے۔ چھ ماہ درست کرنے میں لگے یہ

اس نہر کے ذریعے ایک ہی سال میں ساٹھ ہزار ادوب غلہ عرب بھیجا گیا عمرو بن عاص نے سرزمین مصر کی کیفیت دربار خلافت کو لکھ کر بھیجی۔ جواب تک علم و ادب میں مشہور ہے۔ یہ خط النجوم الزاہرہ فی اخبار المصر والقاہرہ میں ثبت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خط دیکھ کر بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور کہا۔ ابن عاص نے تو گویا مصر کی زمین میری آنکھوں تلے رکھ دی۔

**نامہ حضرت عمرو بن عاص** مصر کی زمین سیر حاصل اور بار آور درختوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کا طول ایک ماہ عرض دس روز کی مسافت ہے۔ اس کے وسط میں سے وہ دریا گزرتا ہے جس کی خرام سحری

(بقیہ حاشیہ ص ۴۹ سے آئے) نے عن کیا۔ فاتح مصر نے فرمایا۔ خیمے کو دہنے دو، اسکندریہ کے بعد دیکھا جائے گا۔ جب اسکندریہ فتح کر کے لوٹے، فالوق اعظم کے حکم سے وہیں شہر آباد کیا اور مستقر بنایا اور جہاں خیمہ تھا وہاں مسجد بنی جو جامع عمر کہلائی۔

۱۵ پھر نہر کے بند ہونے کا یہ واقعہ عجیب و غریب حادثہ یوں میں ہے۔ ۱۶ میں نفس زکیہ نے دعوائے خلافت کیا۔ خلیفہ منصور عباسی نے یہ نہر بند کرادی تاکہ ملک فراعنہ سے ان کو کسی کی امداد نہ پہنچ سکے۔ اٹھائی سو برس بعد فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ ادرمتوجہ ہوا اور شہر طوموم تک کا حلقہ صاف کرایا۔

فرخ فرجام اور روانی شام مبارک انجام ہے۔ اس کے فیضان میں مہر و ماہ کی طرح کبھی زیادتی ہو جاتی ہے اور کبھی کمی۔ جس وقت چڑھتا ہے اور اُس کی موجیں سر اٹھاتی ہیں اُس وقت تمام نہریں اور چشمے لبالب بھر جاتے ہیں اور باشندوں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بجز کشتیوں کے گزرنے کی کوئی سبیل نہیں رہتی۔ پھر جب اس کا جوش پورا ہو جاتا ہے تو پلٹا کھاتا ہے اور تیزی کے ساتھ اتر کر اپنی حد پر آ جاتا ہے۔ اس وقت کاشت کار اس کے ساحلوں کے فراز اور دامنوں کے نشیب میں نکل پڑتے ہیں، دانے بوتے ہیں اور خرمن کے آڈو مند ہوتے ہیں۔

جب دانے جھے اور کھیتیاں اُگیں اور نیچے زمین کی نمی اور اوپر بادش کی تری سے پرورش پا کر ان میں نشو و نما اور بالیدگی ہوئی تو ہرے ہرے کھیت اہلما نے لگتے ہیں اور زمین کی دولت اس کے شکم سے اس کی پشت پر آ جاتی ہے۔ امیر المومنین! میں ایسی زمین کا کیا حال لکھوں جو ابھی گوہر سفید ہے ابھی عنبر سیاہ اور ابھی زمرہ سبز، یہ قدرت الہی کے کرشمے ہیں جس نے اس میں یہ صلاحیت رکھ دی ہے اور باشندوں کی معیشت کے لئے اس کو ایسا بنا دیا ہے۔

یہاں کا خراج پیداوار سے قبل وصول نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ محاصل کا کم سے کم ایک ثلث یہاں کی نہروں اور ریلوں کی تعمیر و ترمیم میں صرف کیا جائے کیونکہ اس سے آبادی بڑھے گی اور ملک کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

**بندوبست آراضی** | فراعنہ کے عہد میں مصر میں چہار سالہ بندوبست کا دستور تھا۔ اوسط نکال لیتے تھے اور خراج نقد و جنس دونوں میں وصول کرتے تھے بلکہ ان محال کے علاوہ فوج کے اخراجات کے لئے کثیر تعداد میں غلہ بھی لیتے تھے۔ لیکن مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی زراعت کا مدار نیل کے فیضان پر ہے اور اس میں اکثر تفاوت رہتا ہے جس سے پیداوار میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ اسی لئے وہاں ہر سال آب نیل کی کمی زیادتی کے مطابق خراج کی تعیین قرین انصاف تھی۔ اسی

بناء پر انہوں نے خلیفہ سے استصواب کر کے ان کے حکم کے مطابق حلوان مقیاناں بنوایا جو ابھی تک باقی ہے۔ اسی پیمانہ سے پیداوار کا اندازہ پوچھ کر اسی سے لگان کا تخمینہ لیتے۔ اسی حساب سے ہر جگہ کی تحصیل ہوتی۔ جہاں جہاں کنبے اور کام ہوتے ان کے اخراجات نیز مسلمانوں کی ضیافت کے صرفے منہا کر دیئے جاتے۔ کاشتکار ان ہی کی شرح لگان کی مقدار سے پیشہ وروں سے بھی خراج لیا جاتا۔ رُویوں کے عہد میں دوسرے محامل جو رعایا سے وصول کئے جاتے تھے یک قلم موقوف کر دیئے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہاجرہ کے قدیم رشتہ سے جو حضرت اسمعیل اور عدنانی عربوں کی ماں تھیں مصریوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ ان وجہ سے بند و بست اراہنی میں خصوصیت کے ساتھ نرمی برتی گئی اور شرح لگان کم کم رکھی۔ یعنی زیادہ سے زیادہ فی جریب ایک دینار یا تین ادوب غلہ۔

مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدید رشتہ کا بھی لحاظ رکھا اور قریب حقن کو جو توابع الفنا میں ہے اور جہاں کی رہنے والی حضرت ماریہ قبطیہ سرتیہ رسول تھیں خراج سے بری کر دیا۔ اس سالانہ بند و بست کی وجہ سے ہر سال کی وصولی کی

جامع عمرو : متعدد صحابہ و تابعین کے ہاتھوں بنیاد مسجد عمرو بن عاص کی رکھی گئی۔ تیس گز لمبی اور انیس گز چوڑی مسجد تھی۔ نہ محراب تھی نہ منارہ، معمولی چھت اور احاطہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ حتیٰ کہ ایک منبر فاح مصر نے اپنے لئے لکھوایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس تہدید پر نکال دیا کہ جب مصلی بیٹھ ہوئے ہیں تو تم کو بلند منبر پر کھڑے ہونے سے کیا فائدہ ؟

یہ مسجد ۶۴۲ء میں تعمیر ہوئی۔ اس کی توسیع ۶۴۳ء میں مسلمہ والی مصر نے کرائی۔ دونوں طرف برج بنوائے۔ ۶۹۵ء میں عبدالعزیز ابن مروان نے تمام مسجد شہید کر کے از سر نو بنوائی۔ پھر امیر عبداللہ بن طاہر نے بہت وسعت دی۔ ۵۶۴ء میں شاہ وزیر عاضد فاطمی نے فسطاط میں آگ لگوائی۔ مسجد کو بھی نقصان پہنچا۔ سلطان صلاح الدین نے اس مسجد کی مرمت کرا دی۔ اس مسجد کے ۲۳۰ ستون ہیں۔

کوئی رقم متعین نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ عدم پیداوار کی وجہ سے کبھی کبھی بہت سے ہیر گنوں اور دیہاتوں کا خراج معاف کر دینا پڑتا تھا۔ اس لئے رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی وصولی میں کمی ناگزیر تھی۔ چنانچہ سال اول میں تمام ملک معمر سے ایک کروڑ بیس لاکھ دینار وصول ہوئے۔ بجا لیکہ سال ماضی میں مقوقس نے دو کروڑ دینار وصول کئے تھے لیکن باوجود اس نرمی کے زمانہ مابعد میں کبھی اس قدر وصول نہیں ہوئے۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک سال عبداللہ بن سعد نے دو کروڑ دینار وصول کئے۔ امیر معاویہ کے زمانے میں بھی تحصیل ۹۰ لاکھ سے زیادہ نہیں بڑھی۔ ان کے بعد بنی امیہ اور بنی عباس تو چالیس بلکہ تیس لاکھ ہی وصول کرتے رہے۔ خلفاء بنی فاطمہ نے اپنے عہد میں شرح لگان بھی بہ نسبت سابق کے دگنی کر دی تھی۔ مگر پھر بھی ۲۴ لاکھ سے زائد نہ وصول کر سکے۔

## عہدِ خلافت حضرت عثمان غنی رضی

حضرت عثمانؓ سریرِ آمانے خلافت ہوئے تو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا۔ عمرو بن عامر بدستور والی مصر رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے تبدیلی چاہی یہ رضامند نہ ہوئے اس بنا پر معزول کر دیئے گئے اور ابن سعد والی مصر کر دیئے گئے۔ ابن سعد نے چالیس ہزار فوج لے کر شمالی افریقہ کے علاقہ کو فتح کرنا شروع کیا۔ تیونس، الجزائر، مراکش طنبجہ فتح کر لئے۔

۳۳ھ میں اہل نوبیہ نے عہد شکنی کی۔ ان سے معرکہ رہا۔ ان کے سردار اقلیدروس نے راج ہو کر صلح کر لی۔ ۳۳ھ میں ابن سعد قضیہ حضرت عثمانؓ میں مدینہ گئے۔ عقبہ بن عامر کو جانشین کر گئے۔ پھر لوٹ کر آئے۔ مصریوں نے آنے نہ دیا۔ حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت سعد بن عبادہؓ نہیں انصار کے بیٹے قیس کو مصر کا والی مقرر کیا۔ پھر

ان کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر صدیق کو والی مصر مقرر کیا۔ وہاں اختلاف شروع ہو گیا۔ ادھر امیر معاویہ ہمدرد اقتدار ہو گئے۔ انہوں نے عمرو بن عاص کو بھیجا۔ یہ مصر کی خاطر حضرت علیؑ کو کھینچ بیٹھے۔

مصر بارہ سال بعد ۳۳ھ میں آئے۔ انہوں نے محمد بن ابوبکرؓ کو مقابلہ پر شکست دی اور ان کو مروا ڈالا۔ ۳۳ھ سے ۳۴ھ تک حکمرانی کی اور فسطاط میں فوت ہوئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ کو والی مصر کیا۔ کچھ مصالح کی بنا پر امیر معاویہ نے اپنے بھائی عتبہ بن ابوسفیان کو والی مصر بنایا۔ ۳۴ھ میں وہ فوت ہوئے تو مسلم بن مخلد مقرر ہوئے۔ ۳۶ھ میں امیر معاویہ فوت ہوئے۔ یزید جانشین ہوا۔ ۳۶ھ میں مکہ میں عبداللہ بن زبیر خلیفہ منتخب ہوئے۔ انہوں نے عبدالرحمان بن عتبہ کو والی مقرر کیا۔ مروان بن الحکم کا دور آیا۔ اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو والی مصر کیا۔ ۶۵ھ میں عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا۔ عبدالعزیز نے مصر کا معقول انتظام کیا۔ بیس سال مصر کے والی رہے۔

## والیان مصر دولت بنی امیہ

عبدالعزیز بن مروان متوفی ۶۸ھ۔ عہد مروان و عبدالملک بن مروان اموی۔

عبداللہ بن عبدالملک اموی (۶۸ھ) عہد عبدالملک و ولید

عبدالرحمن عمر ؑ ولید ؑ

مرہ بن ثریب ؑ ۹۰ھ ؑ

عبدالملک بن رفاع ؑ ۹۶ھ ؑ ولید و سلیمان بن عبدالملک

واسامہ بن یزید (محصل خراج)

ایوب بن ثمر ؑ ۹۹ھ ؑ حضرت عمر بن عبدالعزیز

بشر بن صفوان (۱۰۰ھ) ؑ یزید بن عبدالملک

حنظلہ بن صفوان (۱۰۳ھ) ؑ ؑ ؑ

محمد بن عبدالملک	(۱۰۴ھ) عہد یزید بن عبدالملک
حزبن یوسف	(۱۰۵ھ) ہشام
حفص بن ولید	(۱۰۶ھ) " "
ولید بن زفاع	(۱۰۷ھ) " "
عبدالرحمن بن خالد فہمی	(۱۰۸ھ) " "
عیسیٰ بن عطاء	(۱۰۹ھ) ولید بن یزید
عتاہیہ بن عقیب	(۱۱۰ھ) مروان الحمار
حوشبہ بن سہل	" "
مغیرہ بن عبداللہ	(۱۱۱ھ) " "
عبدالملک بن موسیٰ	" "

یہ آخری والی بنی امیہ کی طرف سے تھا۔

## والیانِ مصر عہدِ دولتِ عباسیہ

خلیفہ سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو والی مصر کیا۔ کچھ عرصہ بعد اُس نے اپنی جگہ ابوعون بن عبدالملک بن یزید جبرجانی کو مقرر کیا۔

منصور نے سات والی ۱۳۶ھ کے بعد سے ۱۴۴ھ تک مقرر کئے۔ پھر اس نے یزید بن حاتم مہلبی کو بھیجا۔ یہ آٹھ سال امیر رہا اور ۱۵۲ھ میں فوت ہوا۔ پھر والی غیر مستقل ہوتے رہے۔ ۱۵۸ھ میں ممدی خلیفہ ہوا تو اس کے عہد میں ہی صورت یہ ہوئی جس سے ملکی نظام درہم برہم ہو گیا تو ۱۶۲ھ میں ابوصالح یحییٰ بن داؤد والی مصر ہوا۔ اس نے انتظام درست کیا۔ مگر اس کو بھی معزول کر دیا تو سوارہ قہیبی کا تقرر ہوا۔ پھر ابراہیم بن صالح بن علی امیر ہوا۔ اس کے زمانے میں وحیہ بن مصعب اموی نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اور سارے سواحلی علاقہ پر قابض ہو گیا تو صالح



کو معزول کر کے موسیٰ بن مصعب کو مقرر کیا۔ یہ وصیہ کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا  
تو ۱۶۹ھ میں فضل بن صالح نے آکر وصیہ کو شکست دی اور اس کا سر کاٹ کر مہدی  
کے پاس بھیجا۔ ہادی خلیفہ ہوا۔ فضل معزول کیا گیا۔ علی بن سلیمان کو امارت پر بھیجا۔  
اس نے ملک کا انتظام کیا۔ پھر خوش حالی کا دور دورہ ہو گیا۔ ہادون الرشید کے  
عہد تک برقرار رہا۔ مگر اہل مصر نے اس کو مصر کا خلیفہ بنانا چاہا۔ ہادون کو خبر لگی  
اُس نے معزول کر دیا۔

۱۷۰ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ علوی کو امارت کا فرمان دے کر بھیجا۔ پانچ سال  
بعد ہادون نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو امارت مصر تفویض کی۔ جعفر نے اپنی طرف سے  
عمران بن مہران کو جو نہایت حقیر صورت تھا والی مصر کیا۔ اس نے مصر کی حالت کو  
بہت درست کیا۔ اس کے بعد محمد بن زہیر پھر داؤد بن یزید۔

جب ان سے انتظام نہ چل سکا دوبارہ موسیٰ بن عیسیٰ کو بھیجا گیا مگر چند ماہ بعد  
ابراہیم بن صالح امیر کر دیا گیا۔ پھر ولایت عبداللہ بن مسیب کے سپرد کی گئی۔ اس نے  
محصول میں اس قدر اضافہ کیا کہ رعایا بگڑ بیٹھی تو خلیفہ نے ہر بن اعین کو فوج کے  
ساتھ روانہ کیا۔ اُس نے یہ بغاوت فرو کی۔ ہادون کے آخری زمانے میں نصیب  
بن عبدالحمید امیر خراج تھا۔

امین اور مامون کے زمانہ میں سری بن الحکم تھا جس نے اہل مصر سے مامون  
کی بیعت لی۔ جس پر مامون نے اس کو ہی امارت پر قائم رکھا۔ ۲۱۰ھ میں سری  
نے فسطاط میں وفات پائی۔ اس کا لڑکا محمد خود والی بن بیٹھا۔ عبداللہ بن طاہر  
معاہ فوج کے مصر آیا اور محمد کو شکست دی۔ ۲۱۳ھ میں مامون نے مصر و شام کی  
ولایت پر اپنے بھائی معتصم کو مقرر کیا۔ معتصم نے عمیر بن ولید کو اپنا نائب بنا کر  
مصر بھیج دیا۔ اہل خوف نے مقابلہ کیا اور وہ اس میں کام آیا۔ عیسیٰ علودی مقرر  
ہوا وہ بھی شکست کھا گیا۔  
معتصم خود چار ہزار لاکھوں کی فوج لے کر آیا۔ اہل خوف کی سرکوبی کر دی اور



علی بن منصور کو مقرر کیا۔ اس کے پاس ترک فوج چھوڑ کر جس کا امیر افشین حیدر بن کاؤس تھا۔ خود شام کی طرف چلا گیا۔ مگر اہل حوف اس کے مقابل آئے ملک کا سارا نظام ابتر ہو گیا۔ اس وجہ سے ۳۱ھ میں مامون رومیوں کی جنگ سے واپس ہوتے ہوئے خود مصر آیا۔ علی بن منصور کو معزول کر کے کید رصفدری کو معتصم کے نائب کی حیثیت سے والی مقرر کیا۔ مامون نے مقیاس روضہ کی مرمت کرائی اور ایک جامع کی تعمیر کرائی۔

والی ابو جعفر اشناس	عهد	خلیفہ معتصم
علی بن یحییٰ الدینی	"	والثق
علی بن منصور	"	"
حاتم بن ہرثمہ	"	متوکل - اہل نوبہ کی بغاوت فرو کی اور
علیہ ابن اسحاق	"	ومباط، فرما، تانیس کے قلعے تعمیر کئے۔
یزید بن عبداللہ	"	منتصراور مستعین
مزاحم بن غاقان	"	معتز
احمد بن مزاحم	"	"
امیر بالنگباک	"	مہندی۔ اس نے احمد بن طولون کو
	"	امیر الجیش مقرر کیا اور احمد بن مدبر کو امیر خراج
	"	مقرر کر کے بھیجا۔

## ملوک اعلیہ

افریقہ کی شمالی ریاستوں میں بربری قوم رہتی تھی جو ابتدائے زمانہ اسلام میں مسلمان ہو گئی۔ ان کی طبیعتوں میں آزادی تھی اور خود مختارانہ زندگی گزار رہے تھے۔ عبد عباسیہ میں ان کا تعلق خلفاء سے ہو گیا اور یہاں عرب آکر آباد ہوئے تو ان

سے قرابتیں قائم ہو گئیں۔

عبدالرحمن بن حلیب نے عرب اور بربروں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اموی حکومت رخصت ہو رہی تھی اور بنی عباس کی حکمرانی کا آغاز تھا۔ ۵۳ء میں یہ لوگ بھی بنی عباس کے مطیع ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد خلیفہ منصور عباسی نے ۵۵ء میں عبدالرحمن سے بہت زیادہ محفل طلب کئے تو اس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور شہر قیروان کی مسجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔

عبدالرحمن کے بھائی الیاس کو حکومت کی طمع دامن گیر ہوئی تو اس نے عرب اور بربریوں میں فساد پیدا کر دیا۔ سخت کشت و خون کے بعد آخر کار یہ جنگ عربوں کی فتح پر ۵۷ء میں ختم ہوئی۔

اس کے بعد ان کے امیر اغلب نے کوشش کی اور تمام بربریوں کو منصور کی اطاعت و انقیاد کے لئے مجبور کیا۔ پھر مہدی اور ہارون الرشید کے زمانہ میں بربریوں نے بغاوت کی اور عباسی حکومت سے مقابلہ کرتے رہے۔ آخر ۱۸۸ء میں رشید نے ابراہیم بن الاغلب کی ریاست ہائے مغربی میں حکومت مستقل طور پر مان لی۔ چنانچہ اغلبیہ خاندان ۱۸۸ء سے ۹۱۱ء تک وہاں کا خود مختار حاکم رہا۔ اس خاندان نے ازدواج و مناکحت کے ذریعہ سے عرب اور بربر دونوں کے خون کو باہم مخلوط و منزوج کر دیا۔ اب ان کا اخلاق اور ان کا دین بھی متحد ہو گیا اور غربت کی وجہ سے ان میں جو تباہی و تباہی و تباہی سب مٹا رہا۔

ابراہیم بن اغلب کے زیر حکومت وہ تمام ملک تھا جو سواحل بحرا و قیانس سے لے کر حدود ریاست مصر پر مغربہ تک چلا گیا ہے اور اس وسیع مملکت کے خطبوں میں خلیفہ عباسی کے نام کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا تھا اور ان کا دار الخلافہ تونس تھا۔

ابوہریرہ بن العلب ۱۸۳ - ۱۹۶ھ

ابوالعباس بن ابراهيم  
١٩٤ - ٢٠١ هـ

زيادة الله بن ابراهيم

ابو عقال اغلب بن ابراهيم  
 ۲۲۳ - ۲۶۶ هـ

٢٢٢ - ٢٢٣ هـ

ابو البراءة هـ ٢٤٢ - ٢٤٩ هـ

زيادة القدين ابى ابراهيم احمد  
٢٢٩ - ٢٥٠ د

ابوالفرائق بن ابراهيم احمد ۲۵۰ - ۲۶۱ھ

ابراہیم بن احمد بن ابوالعاس ۲۶۱ - ۲۸۹

ابوالعباس عبد اللہ بن ابراہیم

٢٩٠ - ٢٩٤ ابو حفرة زيادة الدين ابى العباس

بنی اغلب سواحل بحر متوسط پر غزوات کرتے رہے۔ جنگی جہازوں پر فوجیں بھیجتے رہے جو مملکت اٹلی، اور فرانس اور نیز جزائر کادیسیکا، ساردینیا اور سیلیر تاخت کرتی تھیں۔

حاکم سسلی کے افسر اوفیمیس نے زیادۃ اللہ بن ابراہیم کے پاس جا کر معاونت چاہی کہ سسلی کو فتح کر لو۔ اس نے قاضی اسد بن فرات جو اسدیہ کا مولف سے اور جو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر متانت تھا لشکر دے کر اوفیمیس کی مدد کو بھیجا۔

قاضی اسد بن فرات جہازوں میں بندرگاہ سوس روانہ ہو کر ۳۲ھ میں بندرگاہ مزادہ میں پہنچا اور حاکم سسلی سے مقابلہ ہوا۔ کچھ حصہ صقلیہ (سسلی) کا فتح کر لیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔ پالرمہ، سراغوسہ اور قهریانی یہ فتح نہ کر سکے۔ قاضی ایک معرکہ میں زخمی ہوئے اور اسی میں انتقال ہو گیا تو امیر العسکر نے اپنے جہاز جلواد بیٹے اور کہا یا تو سسلی کو فتح کرو یا سمندر میں ڈوب مرو۔ چنانچہ سب مسلمانوں نے قسم کھائی کہ اب سسلی کو جیتے جی بغیر لئے نہ چھوڑیں گے۔

حاکم سسلی کی طاقت زیادہ تھی۔ یہ لوگ بھی مقابلہ کرتے رہے۔ محمد بن الاغلب تین سو کشتیاں لے کر سسلی میں مدد کو آ موجود ہوا۔ پھر تو مسلمانوں نے جرجی اور مزادہ فتح کر لئے۔ پھر ۳۳ھ میں پالرمہ پر بھی قبضہ کیا۔ اہل سسلی کو یقین ہو گیا کہ یہ عرب تمام جزیرے فتح کر لیں گے۔ ان جزائر کی امداد کے لئے قسطنطنیہ کے یونانی امیر اطور نے فوج بھیجی۔ مگر عربوں نے ۳۴ھ میں قهریانی کے قریب شکست دی۔ اس کے بعد پرنوتو، طارومینہ، قطانہ، سراقطہ ۳۵ھ تک اغلیوں نے لے لئے اور باشندوں سے وہ سلوک اور روادادی برتی کہ وہ اپنی نصرانیت کو خیر باد کہہ گئے۔

بادجو دیکہ مسلمانوں کے قبضہ میں کنیسہ و دیر آ گئے تھے عیسائیوں کو عبادت کی عام اجازت تھی البتہ وہ راہب جو ننوں کی زندگی کو اپنی ہوس رانی کا شکار بنائے ہوئے تھے ان کو کنیسوں میں رہنے کی اجازت نہ تھی۔ عیسائی مسلمانوں کی محبت سے ان کے اخلاق و عادات کے گرویدہ ہو گئے اور خود جوق در جوق داخل اسلام ہو گئے۔

عربوں نے خراج اور دیگر محاصل کی تحصیل وصول کا عمدہ انتظام کیا اور باطلین یونانی کے وزراء جو محاصل کہ اپنی ذات خاص کے لئے زیادہ لیا کرتے تھے ان کا بار بھی رعایا پر سے اٹھ گیا۔

## انتظامِ سلطنت

عربوں نے ان ملکوں کو دو صوبوں میں تقسیم کیا۔ ایک کا نام سرراغوی اور دوسرے کا نام پانربتانی رکھا۔

مزارہ، نوتو، مونہ تین شہروں میں تین والی مقرر کئے۔ ہروالی کے ماتحت ایک ایک حاکم تھا۔ اس حاکم کے ماتحت اور سپہ سالار تھے جو ان ولایتوں کے اطراف کی نگرانی کا کام کرتے تھے۔ غرض عربوں نے ان ملکوں کی جو ترتیب دی اور ان کو تقسیم کیا وہ بہت ہی اچھی طرح کیا۔

فلاحیت و زراعت، صنعت و حرفت کو بڑی ترقی دی۔ شام سے کپاس کے درخت لے گئے۔ طرابلس الغرب سے نیشکر لائے۔ وہاں دونوں کی کاشت کرا دی۔ دردار اور پستہ کے درخت لگائے۔ چاندی، لوہے، تانبے، گندھک اور ننگ کی کانیں نکالیں۔ انواع انواع کے سنگ رخام فرفری، صوان، لیشب کو عمالتوں میں استعمال کیا۔ چنانچہ پالرمہ میں عظیم الشان قلعہ تعمیر کیا جس سے ان کے فنِ عمارت کی اعلیٰ واقفیت پائی جاتی ہے۔

غرضیکہ عربوں نے سسلی کے علاقہ کو اونچے درجہ پر پہنچا دیا اور علمی درس گاہیں قائم کیں۔

اغلیبیوں نے جزیرہ سسلی کو لے کر جزائر پونز اور ایشیا کی طرف توجہ کی۔ سواحل اقلیم فلبرہ کو قبضہ میں کیا۔ یہاں کے لوگ عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ تمدنی اور معاشرتی حالت بہت خراب تھی۔ تھوڑے عرصہ میں ان کی حالت سدھ گئی۔ زیادہ باشندے بخوش دلی دائرۂ اسلام میں آ گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی دریائے تبر کے گرد و نواح کے

۱۔ تاریخ عرب موسیو سید یوسف ص ۴۴۴۔

لوگ خود دعوت دینے لگے۔ ۸۳۶ء میں شہر پارمہ پر عرب اغالہ قابض ہو گئے۔ اب ان کی توجہ اٹلی کی طرف تھی۔ یونانیوں سے ایولیا س اور امرائے لمبرونہ نے جو بیوان کے مالک تھے جنگ کی تھی۔

موسیوسدوی کی روایت یہ ہے کہ ”اس زمانے میں اٹلی میں بد نظمی اور اختلافِ باہمی کا زور تھا۔ اس وجہ سے عربوں نے ۸۴۰ء میں شہر ترمزہ پر جا کر قبضہ کر لیا اور بیوان کے وچی کو غارت کیا اور ایک بڑے گرجے کو جس کا نام دیر کوہ قیض تھا اور جہاں بہت کچھ مال و متاع تھا جا کر خراب کیا۔ یہ مگر عربی مؤرخین کہتے ہیں کہ مذکور الذکر گرجے کو مورچہ بنایا تھا جو زرد میں آکر تباہ و برباد ہوا۔

عرب یہاں سے فارغ ہو کر اسی طرح بادشاہ فرانس سے جو شارلمین کے بعد بادشاہ تھا اس سے دو ڈوہاتھ کئے اور اس سے شہر مزنسیں کو لے لیا۔ پھر ۸۳۹ء میں شہر پاریس کے مالک ہو گئے۔ اب عربوں کی فتوحات بحر اڈریاٹک کی بندرگاہ تک پھیل گئیں تو ان کا ارادہ یہ ہوا کہ سواحل ڈیلماسیا اور اٹلی کے سواحل مشرقی کو بھی اپنے قلمرو میں داخل کر کے باشندوں کے معیار زندگی کو اونچا بنائیں۔ چنانچہ بلا دیپلو، نونیسہ اور جزائر یونان پر بھی قابض ہونے کا ارادہ کر لیا۔ غارتہ اور اقلی شہروں پر بھی حملہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سالرنہ اور نیپلس خطرے میں پڑ گئے۔ پہلے سے عربوں نے گاریلیا نوندی کے دہانہ پر ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ پھر انہوں نے چاہا کہ دریائے تیر کے ذریعہ سے سفر کر میں اور ملک کے اندر وئی حصے میں داخل ہو جائیں۔

روم کا پوپ عربوں کی فاسخانہ سرگرمی سے گھبرا گیا اور اس نے شہر استیہ کے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی حفاظت کا پورا بندوبست کریں۔ مگر اعلیٰ عرب نواحی شہر روم

پرفاغانہ قدم بڑھا رہے تھے۔ سینٹ پطرس اور سینٹ پولس کے گرجوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنادیا۔ اس کی آڑ لے کر نعرانی عربوں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ مجبوری درجہ وہ کیا جو نہ کرنا تھا۔ مال غنیمت ہاتھ لگا جو غرباء پر تقسیم کر دیا گیا۔ ۱۱۶۶ء میں عرب بڑے غنائم کے ساتھ واپس ہوئے۔ پھر سویطا اور یکیشیا کے مستحکم مقامات کو گریا کر آئندہ کے لئے راہیں فتح کرنے کی کھول دیں۔

۱۱۶۷ء میں عربوں کی جنگ و تازا اٹلی کے صوبوں پر تھی۔ لوئی ثانی بادشاہ اٹلی عظیم الشان لشکر لے کر عربوں سے مقابل ہوا۔ ۱۱۶۸ء تک جنگ کا سلسلہ رہا۔ لواحی شہر لوسیرو سے عرب ہٹ گئے۔ ۱۱۶۸ء میں مدینہ یادی بھی قبضہ سے نکال لیا۔ عرب صرف اٹلی کے ملک میں بجز شہر ترمنتہ کے اور کوئی مقام نہ رکھ سکے۔ وجہ یہ ہوئی کہ غانہ جنگی اعلیوں میں شروع ہو گئی عربوں نے نیپلس، املقی اور سالرنہ کے لوگوں سے صلح کر لی اور ان کے ساتھ مراعات برتیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر روم کے کنیسہ کہی کی جانب متوجہ ہوئے۔ پوپ حنا مقابلہ سپرڈٹ نہ سکا۔ دہ بتا چلا گیا حتیٰ کہ شہر رومہ اور ادینیہ ان کے قدموں میں تھے مگر ان کی عظمت کا خیال کر کے عرب اپنے مراحم خسروانہ سے جزیرہ پر صلح کر بیٹھے جس کی مقدار پچیس ہزار رطل چاندی تھی۔

پوپ نے ۱۱۶۸ء میں بادشاہ فرانس و جرمنی کے پاس جا کر فریاد کی اور مردمانگی مگر عربوں نے خود جزیرہ کی شرط کے بعد اٹلی کے ملک پر تاخت و تاراج کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

موسیوسد یو کا بیان ہے :-

”اغلیوں نے بحر متوسط کے کنارے جو اپنے مسکن اور اقامت گاہیں بنالی تھیں وہ بہت اہمیت رکھتی تھیں۔ مقاصد حکمرانی و سیاست

لے رٹل آئندہ ادنیہ کا ہوتا ہے۔



کے لحاظ سے بھی مفید تھیں اور ضرورتِ تجارتی کے لئے بھی بہت نافع تھیں۔ کیونکہ ان قلعوں کے پاس تجارتی مکاتب ہوتے تھے۔ عرب اور لمبارڈ دونوں ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ املقی کے باشندوں نے عربوں سے کچھ ٹمر طیس ٹھہرائی تھیں جن کے بموجب انہوں نے ٹمر پالمر کے اطراف میں ایک جگہ اپنے استعمال کے لئے لے لی تھی۔“

جزیرہ کسلی کے علاوہ عربوں نے جزیرہ مالٹا، غزو، کانیوا اور پتلا یہ کو بھی لے لیا۔ پالمر کے بعد جزیرہ سارڈینیا بھی اُن کے ہاتھ آ گیا۔ امریکنیٹ بھی لے لیا۔ اس سے عربوں کے لئے کوہستان الپہ کو جانا آسان ہو گیا تھا۔ اس کے سوا جزائر کارسیکا اور بلیارہ بھی عربوں کے قبضہ میں آ گئے تھے۔

جو فتوحات بحر متوسط پر اُغلبیوں کو حاصل ہوئی تھیں وہ افریقہ اور ہسپانیہ کے عربوں کی فتوحات سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ اُغلبی لوگ معاملہ کے اچھے تھے۔ مخلوق خدا سے بہ نرمی و رفق پیش آتے تھے۔ اس سے ان کی حکمرانی کا زمانہ بہت ہی اچھا رہا۔ ۷۹۰ء سے ۸۰۰ء تک ابواسحاق بادشاہ ہوا۔ اس نے ایسے ایسے ظلم و ستم کئے کہ لوگ اس خاندان سے برگشتہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر علویوں نے اپنے داعی بھیج کر وہاں کے لوگوں کو براہِ انگیزتہ کیا۔ ابوالنصر زیادۃ اللہ اُغلبی کے عہد میں عبید اللہ فاطمی نے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

# ترقی علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں بنی اغلب کا حصہ

اغلیبیوں کے قبضہ میں جس قدر افریقہ وغیرہ کا ملک تھا وہاں اسلامی تہذیب و تمدن کو پھیلا یا۔ چنانچہ موسیو سدیر کا بیان ہے :-

”اغلیبیوں نے اقالیم افریقہ کو مہذب بنایا۔ جو اسلامی تمدن شام اور عراق میں جاری تھا وہی انہوں نے وہاں بھی جاری کیا۔ قصر قدیم اور ”اصادہ“ دو شہر نے آباد کئے۔ وہ کبھی تونس کبھی قیروان اور کبھی طرابلس میں رہتے جس سے یہ سب شہر ایسی عمارتوں سے معمور ہو گئے جن میں حادہ قوسین بنائی جاتیں اور بڑے بڑے آداستہ و پیراستہ ستون قائم کئے جاتے تھے جو عمارات رومانی کے طرز پر ہوتے تھے۔ ایسی ندیوں پر جہاں بارش کی وجہ سے دفعتاً تیز و سیلاب جاری ہو جاتے تھے، انہوں نے پل بنوائے۔

غرض ان لوگوں کے سبب سے تمام ملک میں تہذیب پھیلی۔ انہوں نے علوم و فنون، صنعت و حرفت اور تجارت و فلاحت کی ترقی میں بڑی کوشش کی۔ جگہ جگہ تجارت کی منڈیاں قائم کیں جس سے صحرائی قوموں اور سواحل کے باشندوں کے مابین آمد و رفت کی سہولتیں ہو گئیں۔ نئی نئی ٹرکیں نکالیں، ان میں امن و امان کا بڑا بندوبست کیا۔ ڈاک کے راستوں اور مقاموں کی نگرانی شہروں کے عمائد اور اعیان کو سپرد کی نیز ان مقامات میں خاص نگہبان مقرر کئے۔ ان میں پیدل ہرکارے اور سوار قاصد ڈاک لے جایا کرتے تھے اور یہ ڈاک حدود مغرب کی ابتداء سے مملکت مصر کے حدود تک برابر آ جاتی تھی۔ علاوہ بریں اغلیبیوں نے بڑی کشتیوں کا

بیڑہ بھی تیار کیا جس کے ذریعہ سے بحر متوسط پر حکومت کرتے تھے۔“

## فاتح صقلیہ قاضی اسد بن فرات

قاضی ابو عبد اللہ اسد بن فرات بن سنان کا وطن نیشاپور تھا۔ فرات حران (دیار بکر) آ رہے تھے۔ ۳۸۷ھ میں اسد پیدا ہوئے۔ فرات کا آبائی پیشہ سپہ گری تھا۔ محمد بن اشعث کی فوج کے ہمراہ فرات افریقہ آ گئے اور قیروان میں قیام کیا۔ یہاں سے تیونس چلے گئے۔ اسد نے تیونس میں دینی علوم کی تکمیل کی۔ ان دنوں تیونس میں علی بن زیاد کی مسند درس بھی ہوئی تھی۔ یہ بھی درس میں شامل ہوئے۔ علم حدیث و فقہ کی تحصیل کی۔ ۳۹۷ھ میں یدینہ ہجرت کر امام مالک کے درس میں شریک ہوئے۔ موطا سبقاً سبقاً پڑھی۔

پھر مدینہ سے عراق آئے۔ یہاں امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ کی مجلس درس قائم تھی۔ امام ابو یوسف و امام محمد بن حسن اور اسد بن عمرو کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ تحصیل علوم سے فارغ ہو کر وطن کے لئے رخصت ہو کر بغداد آئے۔ ولی عہد امین الرشید نے امام محمدؒ کی سفارش سے زاد راہ عطا کیا۔ یہاں سے مصر روانہ ہو گئے۔ مصر میں عبد اللہ بن وہب اشہب اور عبد الرحمن بن قاسم کی بساط علمی بھی ہوئی تھی۔ یہ امام مالک کے ارشد تلامذہ ہیں سے تھے۔ ان کے درس میں اسد شریک ہوئے مگر ان سے بھی نہیں۔ یہیں مصر میں فقہ مالکی کی پہلی کتاب ”الاسد“ کے نام سے مرتب کی۔

۴۱۸ھ میں مصر سے قیروان آ گئے۔ یہیں قاضی القضاۃ کے عہدے پر سرفراز ہوئے۔ اعیان افریقہ سب آپ کا احترام کرتے تھے۔ ۴۱۲ھ میں

قاضی اسد کی رائے کے مطابق صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اعلیٰ  
فرماں روانہ زیادہ اللہ نے قاضی صاحب کو امیر صقلیہ بنانا چاہا تو آپ نے کہا۔  
”مجھے منصب قضاۃ سے علیحدہ کر کے امارت عسکر سپرد کی جاتی ہے۔“  
زیادہ اللہ نے کہا۔ آپ بحیثیت قاضی کے امیر بھی رہیں گے اور عمارت  
فوج و منصب قضاء کی سند لکھ کر قاضی صاحب کے حوالے کی۔

آپ دس ہزار فوج کو لے کر سوسہ پہنچے اور سوسہ سے جہازوں پر سوار ہوئے  
اور صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ بیڑا تقریباً ستویں جہازوں  
پر مشتمل تھا۔ یہ جنگی بیڑا ۸۲۷ء کو ساحلی شہر مازہ پر لنگر انداز ہوا۔ لشکر مجاہدانہ  
سرگرمی سے اتر کر اہل مازہ گھبرا گئے اور شہر چھوڑ گئے۔ قاضی صاحب نے قبضہ  
کیا اور قلعہ پر پرچم اسلام لہرایا۔ ابوذر کنانی کو ”مازر“ کا حاکم مقرر کیا۔ ادھر  
یازنطی حکومت نے مرج پر ایک لاکھ فوج جمع کر لی تھی جس میں قسطنطنیہ وینس اور  
صقلیہ کے لوگ تھے۔

قاضی اسد کے پاس صرف دس ہزار مجاہد نفوس تھے۔ ان کو لے کر مرج پہنچے  
اور اسلامی لشکر کی صف بندی کی اور لوٹے جنگ خود اپنے ہاتھ میں لیا۔ سخت  
مقابلہ ہوا۔ قاضی صاحب نے بڑی داد شجاعت دی زخمی ہوئے مگر لوٹے اسلام  
کو نہ چھوڑا۔ آخر شش رومی فوج شکست کھا گئی۔ صقلیہ کا پہلا میدان قاضی صاحب  
کے ہاتھ رہا۔

شاہ دولت غالبہ زیادہ اللہ نے قاضی صاحب کی فتح و ظفر کا مژدہ خلیفہ  
وقت مامون المرشید کو بھیجا۔ مرج لینے کے بعد قاضی صاحب کیلہ کی جانب بڑھے  
وہ بھی بلا دقت قبضہ میں آ گیا تو اور آگے بڑھ کر ”کنسہ مسلین“ میں مقیم ہو گئے۔  
قاضی صاحب کی شجاعانہ سرگرمی نے صقلیہ کے علاقہ میں ہیبت پیدا کر دی۔

ادھر ہر جگہ کامرانی اور فتوحات قدموں تلے تھی۔ قاضی صاحب نے فوجوں کو اس قدر دولت سے مالا مال کیا کہ اُن کے قدم آگے بڑھنے لگے۔ پھر قلعہ کراشا کو تاناکا وہاں کے لوگوں کو نصیر لگی وہ گھبرا گئے اور انہوں نے امان طلب کی۔ جزیرہ پرفیصلہ ہوا۔ کراٹھ کا سر قوسہ کا حفاظتی قلعہ تھا۔ چنانچہ لشکر اسلامی نے سر قوسہ کے قرب و جوار پر بھی قبضہ کیا اور قلعہ کا گھیرا ڈال دیا۔ محاصرہ میں قاضی اسد زخمی ہوئے اور ربیع الاول ۱۲۱۳ھ میں انتقال کیا اور فاتح مصلیہ اسی سر زمین میں تہ خاک ہوا۔ ان کی قبر پر مسجد تعمیر کرا دی گئی اور ایک یادگار قیروان میں مسجد کی صورت میں زیادۃ اللہ نے تعمیر کرا دی۔ اس پر ”اسد بن فرات“ کندہ ہے یہ

## مراکش میں حکومت یکناسیہ صافیہ

یہ حکومت مراکش میں ۳۱۱ھ سے ۳۶۳ھ تک تیرپن سال قائم رہی۔ اس حکومت میں چار بادشاہ ہوئے۔  
موشی بن علی العافیہ مکناسی جس نے ۳۱۱ھ سے ۳۴۱ھ تک تیس سال حکمرانی کی۔

ابراہیم بن موسیٰ ۳۴۱ھ سے ۳۵۰ھ تک نو برس حکمران رہا۔  
عبداللہ بن ابراہیم ۳۵۰ھ سے ۳۶۰ھ تک۔  
محمد بن عبداللہ ۳۶۰ھ سے ۳۶۳ھ تک حکمران رہا۔

# دولتِ طولونہ

## ۲۵۷ھ سے ۲۹۲ھ تک

دولتِ طولونہ کا بانی احمد بن طولون تھا۔ طولون ایک ترک کی غلام تھا۔ ۲۵۷ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون الرشید کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔ طولون نے مامون کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ مامون نے بھی مساواتِ اسلامی کا وہ نمونہ دکھایا کہ غلام کو امراء کے پہلو میں جگہ دی۔ طولون کے یہاں سامرا میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام احمد رکھا گیا۔ طولون نے اس کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانے پر کرائی۔ احمد بن طولون شاہی خاندان کے شہزادوں میں رہا۔ وہی خوب اس میں پیدا ہو گئی۔ علم سے اس کو دلچسپی تھی۔ علمِ حدیث سے اس کو بڑا شغف تھا۔ طرطوس کے محدثین سے سماعِ حدیث کے لئے کئی مرتبہ وہاں کا سفر کیا۔ احمد فطرۃً صالح و سعید تھا۔ صلحاء و اخیار کی صحبت نے اس میں فضل و کمال پیدا کر دیا۔ دربارِ خلافت میں اس کو رسوخ تھا۔

عباسی وزیر عبید اللہ بن یحییٰ نے طرطوس کا عامل کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد احمد بن طولون اپنی ماں سے ملنے سرزمینِ اراء آ رہا تھا۔ قافلہ میں ایک شاہی خادم مستعین باللہ بھی تھا۔ اس کے پاس خلیفہ کی چند فرمائشیں تھیں۔ راہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹا۔ احمد نے ان کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر ان سے مال چھین لیا اور خادم مستعین کو دے دیا۔ اس نے سامرا آ کر تمام واقعہ خلیفہ کے گوش گزار کیا۔ خلیفہ

نے احمد کو شرف بادیاہی بخشا۔ اب احمد پر مستعین کی نوازشات اور اکرام دن بدن بڑھنے لگیں۔ مستعین کو معزول کر کے واسطہ روانہ کیا گیا۔ ابن طولون رفاقت میں بھاگے۔ کچھ عرصہ ابن طولون امیر باندباک کی فوج میں بھی رہا۔ امیر مذکور ۵۳۲ھ میں بحکم معزز مصر کا والی مقرر ہوا تو اس نے ابن طولون کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا۔ فوج ابھی اس کے ساتھ کر دی۔ رمضان ۵۳۲ھ کو احمد بن طولون مصر میں داخل ہوا۔ اس وقت حاکم خراج ابن مدبر کا مصر میں اقتدار تھا۔ ابن طولون نے حقوڑے ہی عرصہ میں اپنے اثرات قائم کر لئے۔

ابن خلدکان کا بیان ہے کہ احمد میں عدل، بدوی فیاضی، شجاعت و بہادری، حسن سیرت، فراست تمام اوصاف جمع تھے وہ اپنے فرائض کو خود تندہی سے انجام دیتا۔ رعایا کی خبر گیری اہل علم سے ہر معاملہ میں مشورہ کرتا اور اس کا دسترخوان علوم و خواص شہرخص کے لئے وسیع تھا۔ اس کے علاوہ ایک ہزار دینار یومیہ خیرات کرتا۔

اہل ملک اس کے گرویدہ ہو گئے۔ مہندی تک اس کے اوصاف کی خبر پہنچی تو اس نے اسکندریہ کی حکومت بھی اس سے ہی متعلق کر دی۔

معمد نے خراج کا شعبہ بھی احمد سے ہی منسک کر دیا اور علی بن شیخ والی شام کی بغاوت فرو ہونے کے بعد شام کی ولایت بھی اُس کے سپرد کر دی گئی۔ اس سے ابن طولون کی اہمیت بہت بڑھ گئی اور اس کا آفتاب اقبال نصف النہار تک پہنچ گیا۔ ابن مدبر نے ابن طولون کے خلاف خفیہ سازش کی مگر ناکام رہا۔

ابن طولون نے اپنی حکومت کے ہر شعبہ کو نبھا لیا اور

## ابن طولون کا عروج

اس کو بے حد ترقی دی۔ اس کے پاس کثرت سے

۱۔ مقررہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ ۲۔ تاریخ الیقوتی تالیف ابن واخ ابناہری جلد ۱ صفحہ ۲۲۵

۳۔ ابن خلدکان جلد ۱ صفحہ ۵۵ و اعلام النبلاء بتاریخ حلب جلد ۱ صفحہ ۲۱۸ -



غلام ہو گئے۔ آلات واسلحہ کے ذخائر جمع کر لئے۔ سپاہ کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ دارالامارہ کی ذسعت ان کے لئے ناکافی ثابت ہوئی۔

**نیا شہر قطائع** | ابن طولون نے وقت کے تقاضے سے ایک خوب صورت شہر آباد کیا جس کا ایک ہر افسطاط سے ملتا تھا۔ اس میں ہر قوم و مذہب کے لوگ آباد کئے۔ ہر طبقہ کے محلے الگ تھے۔ پیشہ وروں کے بازار جدا جدا شہر میں وسیع سڑکیں اور ستھری گلیاں، جا۔ بجا خوب صورت مساجد اور حمام اور رفاہ عام کے کام کئے۔

**جامع مسجد** | بڑے شان وشوکت کی عظیم ترین جامع مسجد تعمیر کرائی۔ یہ جبل مقطم پر تنور فرعون کے قریب لیشکر نامی ٹیکمری پر بنی مسجد کی تعمیر کے وقت یہاں خزانہ نکلا۔ دو سال کی کوشش میں ۳۳۰۰۰ میں یہ جامع تیار ہوئی۔ گویہ مسجد نہایت سادہ وضع کی ہے۔ ایک مربع محن اور اس کے دونوں جانب دو دالان محرابوں پر، یہ محرابیں بالکل نوکدار ہیں اور ان کے نیچے کا حصہ زیادہ تر فعل کی صورت ہے۔ یہ محرابیں بعض معمولی ستونوں پر قائم ہونے کے پائے ستونوں پر قائم ہیں جن کے چاروں کونوں پر ایک ایک ستون ہے۔ ان ستونوں کا اوپر والا حصہ شرقی وضع کا ہے۔ محرابوں کے اوپر کی چھت مسجد عمر کی چھت کی طرح بنی ہوئی ہے۔ کوئی کتبہ چھت کے نیچے ہیں مسجد کی باہر کی دیوار نگہ دار ہے۔ آرائشیں اور نقش و نگار مسجد کا گچ ہے۔ اس کے میناروں میں سے اب ایک باقی ہے۔ محن مسجد کے بیچ میں ایک خوبصورت فوارہ ہے۔

**محل** | ابن طولون نے اپنے لئے شاندار محل تعمیر کرایا۔ وسعت اور خوب صورتی کے اعتبار سے اپنا جواب آپ تھا۔ شہر سے متعلق ایک نہایت گاہ تھی۔ ان تعمیری ترقیوں کے ساتھ اس نے حکومت کے ہر شعبہ کو ترقی دیکر

دولت طولونیہ کو اس عہد کی مہذب ترین حکومتوں کے پہلو بہ پہلو کر دیا۔

**بیمارستان** | افسطاط میں ابن طولون نے بڑے پیمانہ پر بیمارستان قائم کیا۔  
مصر کا یہ پہلا شفا خانہ تھا۔ بیمارستان سے متعلق اطباء کے مکانات

تھے اور دوکانیں تعمیر کرائی تھیں تاکہ اُن کے کرایہ سے بیمارستان کا صرف چلتا رہے۔  
بیمارستان سے متعلق نسخا س کی ساری آمدنی کر دی اور اس کو وقف کر دیا۔ ابن طولون  
اطباء اور ان کے معالجات کو ملاحظہ کرنے خود آتا۔ مریضوں کی عیادت کرتا۔

**رفاہ عام** | روضہ کا مقیاس خراب ہو گیا تھا دس ہزار دینار لگا کر اس کو ابھی  
طرح مضبوط کر دیا۔

متعدد پل بنوائے۔ اسکندریہ کی نہر صاف کرائی اور اس میں جا بسجا حوض اور  
سقاوے بنوائے اور منارہ کو ازہ میر نو تعمیر کرایا۔

**مدارس** | ابن طولون نے تعلیم پر خاص توجہ کی۔ جگہ جگہ مکاتب و مدارس کھلوائے  
جہاں پسماندہ اقوام کو بھی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔

**درس حدیث** | جامع مسجد میں علامہ محمد بن ربیع مقرر کئے گئے جنہوں نے  
درس حدیث کا آغاز کیا۔ ان کے درس میں خود ابن طولون اور  
اس کا بیٹا مثل طالب علم کے حاضر ہوتے تھے۔

**فوجی نظام** | ابن طولون نے بے پناہ فوج سوڈانیوں اور رومیوں کی تیار کی۔  
ان کے رہنے کے لئے مدینۃ القطار آباد کیا۔

ابن طولون نے اپنے محل میں ایک ایسی جگہ بنوائی تھی جہاں سے وہ اپنی  
فوج کا مظاہرہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ جب ابن طولون باب اوسط سے باہر نکلتا  
اور اس کی فوج دوسرے دونوں دروازوں سے نکلتی تو اس کے نظام اور ڈپلن  
کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی یہ

**بحری نظام** | احمد بن طولون نے جہاں فوج کا نظام درست کیا۔ اُس کے ساتھ نیل میں چلنے والے جہازوں کی طرف توجہ مبذول کی۔ اس نے جنگی جہازوں کی صنعت کو زیادہ ترقی دی۔ جزیرہ دوضہ کے قریب چند کارخانے قائم کئے جو صناعت البحریرہ کے نام سے معروف تھے۔ محمد بن طغج اخشید کے وقت تک باقی تھے۔

**ملکی اصلاحات** | احمد عزم و ہمت اور پختہ کاری میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے آمدنی کی ایک بہت بڑی مقدار ملکی اصلاحات پر صرف کی۔ زراعت کی طرف توجہ کی، نہریں جاری کیں اور زراعت کی ترقی و اصلاح کی دوسری تدبیریں اختیار کیں۔ اس نے صنعت و حرفت کا احیاء کیا۔ ان صنعتوں کا ثمرہ یہ نکلا کہ ریاست کی آمدنی ..... ۳۳ لاکھ دینار تک پہنچ گئی۔ ابن طولون کے زمانے میں غلہ بہت سستا ہو گیا۔ گیسوں اس کے دور میں فی دینار دس ادوب تک فروخت ہوئے۔

ابن طولون نے ہمہ گیر اصلاح و ترقی سے ایسا ماحول پیدا کر دیا کہ اُسے خراج کی وصولی میں کبھی سختی کرنے کی نوبت نہ آئی۔

**وزارت** | احمد بن طولون نے احمد بن محمد واسطی کو اپنا کاتب مقرر کیا اور حکومت کے نظم و ضبط میں اس سے مشورہ لیا کرتا۔ یہ کاتب ایک وزیر اعظم کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔

احمد بن محمد کاتب جب سامرا گیا تو جعفر بن عبدالغفار مصری کو کتا بہت کے عہدے پر مرفراز کیا۔ ابن طولون کا ایک پرائیویٹ سیکرٹری اور ایک فارن سیکرٹری تھا۔

۱۶۸ مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۹۲-۲۹۷

۱۶۸ مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۹۷

۱۶۸ مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۲۹۷

**موفق اور ابن طولون** | خلیفہ معتمد کے بھائی موفق جس نے حکومت بنی عباس کو سنبھال رکھا تھا۔ ابن طولون سے اس کی ناچاقتی ہو گئی۔ موفق کو ابن طولون کا بڑھتا ہوا اقتدار ناپسند ہوا۔ موفق نے ابن طولون کو معزولی کی دھمکی دی۔ ابن طولون نے بھی جواب سخت دیا۔ اس نے موسیٰ بن بقا کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ ابن طولون نے مقابلہ کی تیاری کر دی۔ ایک قلعہ بنانا شروع کیا جس میں وہ خود معزاد کا نسلطنت کے مثل مزدور کے کام کرتا۔ فوج ابن بقا مقام دقہ تک پہنچی تھی۔ کئی رسد کی وجہ سے رک گئی۔ دس ماہ اس کو ٹھہرنا پڑا۔ آخر شمس واپس بغداد ہوئی۔ یہ خبر مصر پہنچی، قلعہ کی تعمیر بند کر دی اور خدا کی جناب میں شکریہ ادا کیا کہ اُس نے جنگ سے نجات دی اور غرباء میں صدقہ و خیرات تقسیم کی۔

**ولایت شام** | شام کے ساحل پر رومی حملہ کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ میں مدافعت کی قوت نہ تھی۔ اس نے ۶۲۳ھ میں ابن طولون کو طرطوس کی ولایت کا فرمان بھیجا اور دمیوں کی سرکوبی کا حکم دیا۔ اس نے جاگیر محدود کو مضبوط کیا اور سارے شام پر قبضہ کر لیا۔ اب اس کی سلطنت برقہ سے ساحل فرات تک پہنچ گئی اور خلیفہ معتمد کا دائرہ حکومت صرف عراق، جزیرہ اور اہواز تک رہ گیا۔ موفق حبشیوں کی جنگ میں لگا ہوا تھا۔ ابن طولون نے اپنی قوت کو اور بڑھالیا۔ اس کے ساتھ ہی خلیفہ کی خدمت میں بہت کچھ تحفے دے کر استدعا کی کہ آپ مصر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ خلیفہ سامرا سے روانہ ہو کر پہلی منزل تک پہنچے تھے کہ موفق کو خبر مل گئی۔ اس نے ادائیں سلطنت کو بھیج کر خلافت مآب کو روک کر دار الخلافہ واپس بلا لیا۔ موفق کو ابن طولون کی یہ بات بہت ناگوار گذری۔ اس نے خلیفہ سے ائمہ مساجد کے نام حکم بھجوایا کہ اس پر لعنت بھیجی جائے۔

ابن طولون شام کے انتظام کے لئے گیا ہوا تھا کہ اس کا بیٹا عباس خزانہ

سے بیس لاکھ دینار نکال کر باغی ہو گیا اور برقعہ جا کر فوجیں جمع کرنے لگا۔ اس کو سمجھایا گیا۔ جب وہ اپنی حرکت سے کٹا رہ کش نہ ہوا تو اس کی گوشمالی کے لئے فوج بھیج دی۔ عباس بھاگ کر افریقہ چلا گیا۔ وہاں عمال سے لڑائیاں کیں۔ آخر ہزیمتیں اٹھا کر برقعہ آگیا اور گرفتار ہو گیا۔ اب طولون نے سو کوڑے اس کے لگوائے اور قید کر دیا۔

**قاضی بکار بن قتیبہ** | طولونیوں کے زمانے میں قاضی بکار کی شخصیت بہت ممتاز ہے۔ فقہ اسلامی میں غیر معمولی تبحر تھا۔ موفق اور ابن طولون میں رنجش بڑھی ہوئی تھی تو ابن طولون نے قاضی صاحب سے کہا کہ موفق پر لعنت کی جائے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ بار بار اصرار پر بھی وہ رضامند نہ ہوئے۔ ابن طولون سخت غضب ناک ہوا تو اس نے کہا کہ میں سالانہ ہزار دینار ہدیہ بھیجتا تھا وہ عطایا کہاں ہیں؟ قاضی صاحب نے سولہ تھیلیاں جوں کی توں مہر شدہ ابن طولون کے پاس بھیج دیں۔ ابن طولون نے دکھ لیں۔ قاضی بکار فیصلہ کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۰ ذیقعدہ شب یک شنبہ ۴۷۲ھ میں احمد ابن طولون نے انتقال فرمایا۔

**وفات** | کیا۔ قلعہ کے باب مجاورت میں دفن کیا گیا۔ ۳

## ابوالجیش خمارویہ

خمارویہ باپ کی جگہ سریر آرائے حکومت ہوا۔ سب نے بیعت کی۔ مگر والی دمشق نے انکار کیا۔ مصری فوجیں اس کے سر پر پہنچ گئیں۔ وہ تاب مقابلہ نہ لاکر شیراز چلتا ہوا۔ سب سے پہلے خمارویہ نے اسکندریہ کے بطریق کو قید خانہ سے رہا کیا جس کو ابن طولون نے مجبوس کر دیا تھا۔ مصری عیسائی خمارویہ سے بے حد خوش ہو گئے۔

۱۔ اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہا جزا اول ص ۲۱ ۲۔ کتاب الولاء والافتاء ص ۵۱۳ ۳۔ اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہا جزا اول ص ۲۱ -

**خليفة سے تعلقات** | معتقد جب سریر آدا نے خلافت ہو تو اس نے غمارویہ کو نوازہ نام شروع کیا۔ اس نے تحفہ میں بیس غجر اثرفیوں

سے لے دے ہوئے دس غلام دو صندوق زیور، سترہ اس اسب معہ طلائی ساز سینتیس<sup>۲</sup> شتر جن کی جھولیں زربفت کی تھیں۔ خلافت مآب کی سوادہی کے لئے پانچ غجر اور ایک زرافہ بیتیں اس کے ساتھ سوادہ تھے جن کی قبائیں لیشی اور کمریں مرصع بہ جواہر تھیں ارسال خدمت کیا اور مزید تقرب کے لئے اپنی بیٹی قطر الندی کو معتقد کے جہالہ عقد میں پیش کیا۔ یہ شادی ۲۸۲ھ میں ہوئی یہ

قطر الندی کے جہیز میں اس قدر ساز و سامان دیا گیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے بیٹھنے کے لئے طلائی تخت بنوایا جس کے چاروں گوشوں پر مرصع ستون تھے ان پر جالی دار طلائی قبة تھا جس کے ہر ہر حلقہ میں بڑے بڑے موتی سونے کے تار میں لٹکے ہوئے تھے۔ جو گڑوں کی قیمت کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک ہزار ازار بند تھے جن کا صرف بارہ ہزار دینار تھا۔ یہ معتقد نے اس کے صلہ میں مصر کے خراج کی باقی ماندہ رقم میں سے کل دو لاکھ دینار سالانہ کے حساب سے لے کر مزید تین لاکھ سالانہ پرفرات سے برقہ تک حکومت کا قبالہ لکھ دیا اور بالہ پارچے کا خلعت۔

قطر الندی کی نصیحتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر ایک منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک ایک قعر تعمیر کرا کے سامان وغیرہ سے آراستہ کر دیا تھا عروس بغداد تک اپنے محلات میں قیام کرتی ہوئی آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑے شان و شکوہ سے بغداد پہنچی۔ خلافت مآب نے بھی عروس کا شایان شان استقبال کیا۔

**نظام حکومت** | غمارویہ نے باپ کے قدم بقدم حکومت کا انتظام کیا تھا۔ اس کے عمال اپنے فرائض باحسن خوبی انجام دے رہے تھے۔



**باغات** | خمارویہ کو عمارت کی تعمیر کا بڑا شوق تھا۔ اس کے ساتھ نہر بہت گاہوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ سرکاری نہر بہت گاہ میں دُور دُور سے درخت منگوا کر لگوائے اور قسم قسم کے پھولدار درخت اور میوے کے درخت اس باغ میں نصب کرائے۔ پھولوں کی چمن بندی کرائی۔ طرح طرح کے خوشنما اور خوش رنگ پرند منگا کر اس باغ میں رکھے۔ اس نے ایسے کئی باغ اپنے قلمرو میں تیار کرائے۔

**چڑیا خانہ** | ایک بڑے احاطہ میں چڑیا خانہ (باغ حیوانات) بنوایا۔ جہاں جنگلی جانوروں کے رکھنے کا معقول انتظام تھا۔ شیر اور چیتے ایسے سعدائے گئے تھے کہ دربار میں اس کے ساتھ آکر ادھر دھر کھلے بندوں بیٹھے رہتے اور باغ میں غمالدیہ چھل قدمی کو جانا تو بیچھے بیچھے ساتھ رہتے۔

**قصر خمارویہ** | خمارویہ نے اپنے لئے ایک محل خاص بنوایا تھا۔ محل کی دیواروں کو لاجورد محلول و طلا اور مختلف قسم کی چوہی تصویروں سے آراستہ کیا تھا اور اپنے استراحت کے لئے ایک حضور محل میں بنوایا تھا جس میں پارہ پھرا ہوا تھا۔ اس کے دونوں کناروں پر ریشم کی ڈوریاں چاندی کے کڑوں میں بندی ہوئی تھیں جن کے اوپر چرمی گدّا ہوا سے بھر کر ڈال دیا گیا تھا۔ اس گدے پر خمارویہ آرام کیا کرتا۔

خمارویہ نے عمان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی یہ انتظام کیا کہ احمد واسطی اور سعدالایسر کو فوجیں دے کر شام بھیج دیا۔ اس کو موفق عباسی کی طرف سے اندیشہ تھا۔ اس کے سوا ساحل کی حفاظت بھی منظور تھی۔ احمد واسطی نے موفق کو مطلع کیا کہ خمارویہ کی قوت کمزور ہے آپ شام پر قبضہ کر لیں۔

اسحق بن کندیہ جیق والی موصل و جزیرہ اور محمد بن دیوداد ابن ابی الساج معروف بالافشین کو شام کے لینے کی تمنا ہوئی۔ انہوں نے بھی موفق سے



معاونت چاہی۔ اس نے فوراً دونوں کو پیش قدمی کا حکم دے دیا اور خود مدد کے لئے پہنچی اور ان دونوں کے ساتھ ۲۷۲ھ میں رقبہ آیا۔ قنسرین اور عوام کے لوگوں نے بلا مزاحمت شہر ان کے حوالے کر دیا۔ دمشق البتہ مقابل ہوا۔ لیکن موفق نے اس کی مزاج پرسی کر دی اور شہر میں داخل ہو گیا۔

خمارویہ مصر ۲۷۱ھ میں مصر سے شام آیا۔ ارض فلسطین میں لب نہر ہر دوسے مقابلہ ہو گیا۔ خمارویہ تاب مقابلہ نہ لاسکا اور فسطاط لوٹ آیا۔ سعد الایسر خمارویہ کی فوج لے کر میدان میں آکودا اور موفق کو شکست دے کر دمشق پر قبضہ کر لیا اور خمارویہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ ۱۷

۲۷۲ھ میں خمارویہ دورے پر شام آیا اور ایک جرم پر سعد الایسر کو قتل کر دیا اور دمشق میں داخل ہوا۔ اسحق بن کنداجیق سے دو دو ہاتھ سکے۔ آخر کار صلح ہو گئی۔ اس نے موفق سے بھی صلح کرادی۔ موفق نے تیس سال کے لئے خمارویہ اور اس کے اولاد کے نام مصر و شام کی حکومت کا قبائلیہ لکھ دیا اور خمارویہ نے اس کے نام کا خطبہ اپنے یہاں جاری کر دیا۔ ۱۷

وفات :- خمارویہ کو اس کے خدام نے سوتے میں ۲۸۳ھ میں قتل کر دیا۔ ۱۷

## جیش بن خمارویہ

خمارویہ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ابو العساکر جیش کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی۔ مگر اس کی کم سنی کی وجہ سے حاکم شام طغج بن جغت نے بیعت نہیں کی۔ معری افواج بھی طغج کے ساتھ ہو گئی اور اس نے محل پر چڑھائی کر کے لوٹ لیا اور شہر میں آگ لگا دی اور جیش کو قتل کر ڈالا۔ ۱۷

۱۷ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ ۱۸ معری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ ۱۹ دائرۃ المعارف جلد ۱۷ معری جلد ۲

## ہارون ابن خمارویہ

فوج نے ہارون بن خمارویہ کو بادشاہ بنالیا مگر حکومت سنبھل نہ سکی۔ اسکی نااہلی سے صرف عجمی حکومت ہی سے تعلقات خراب نہیں ہوئے بلکہ اس کے امراء اور اعزاء بھی خلافت ہوا ہے تھے۔ خلیفہ معتضد کو معلوم ہوا تو اس نے لشکر کشی کر دی جب شہر امیدہ میں وارد ہوئے تو وہاں کے عامل محمد بن احمد نے اطاعت قبول کر لی۔ ہارون نے خلیفہ کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ میں فرمانبردار ہوں۔ اور ولایت طرطوس بطور نذر پیش ہے۔ معتضد نے قبول کیا مگر کچھ عرصہ بعد ہی خلافت ماب نے قنسرین اور عوام پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب اس کی ولایت شام اور مصر پر محدود ہو کر رہ گئی۔ مگر شرط یہ طے پائی کہ سالانہ چار لاکھ دینار خزانہ خلافت میں داخل کیا کرے گا۔ امراء دولت بدر الکمالی اور امیر قائل طولونی نے جو شام کے حاکم تھے ہارون سے بد دل ہو کر عباسی امیر محمد بن سلمان کو مصر پر فوج کشی کی دعوت دی اور معاونت کے لئے تیار ہو گئے۔

مکتفی باللہ ہارون سے خوش نہ تھا وہ آمادہ ہو گیا اور ۲۹۲ھ میں محمد بن سلمان نے بری اور امیر میانہ والی سرحد نے بحری سمیت سے مصر پر فوج کشی کر دی اور طولونی امراء کو خلیفہ کی اطاعت کی دعوت دی۔ بدلا الجالی، امیر صیغ بن صواد تلکین اور امیر صافی امراء مصر ہارون سے علیحدہ ہو کر امیر محمد بن سلمان سے میل کر گئے۔ ہارون نے خلیفہ کی فوج کی آمد سن کر امیر صیغ قطر منیر اور خصیب بربری کو امیر میانہ کو روکنے کے لئے روانہ کیا۔ تیونس میں ہمدان و افواج مقابل ہوئیں۔ قطر منیر اور خصیب کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور امیر میانہ کامرانی سے تیونس پر قابض ہو گیا۔ قطر منیر نے دمیاط جا کر پناہ لی کہ امیر میانہ

سر پر پہنچا اور اس نے امرائے دمیاط کو اطاعت خلیفہ کی دعوت دی وہ انکاری ہوئے اس لئے امیر دمیانہ نے دمیاط پر حملہ کر دیا۔ قطر منیر اور خسیب کو مقابلہ کی تاب نہ رہی۔ راہ فرار اختیار کرنے کو تھے کہ گرفتار ہو گئے اور ان کا بحری بیڑہ امیر دمیانہ کے قبضہ میں آ گیا۔

ہادون بن خمار وہ فسطاط میں رنگیلیوں میں بست تھا۔ امیر دمیانہ کی بہیم کامیابیوں کو دیکھ کر فسطاط سے عباسیہ آیا۔ یہاں امراء اس کی حرکتوں سے بیزارہ ہو کر کناہہ کش ہو گئے۔ مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو اس کے چچا شیبان اور عدی کو جو عرصہ سے اس کے خلاف تھے موقع مل گیا۔ انہوں نے ایک دن جب ہادون شراب پی کر غافل تھا اس کو قتل کر دیا۔

یہ واقعہ صفر ۲۹۲ھ کا ہے اور خود شیبان نے تاج و تخت سنبھالا۔ مگر جو امراء ہادون کے ساتھی تھے شیبان کی اس حرکت سے اس کے خلاف ہو گئے۔ چنانچہ امیر طغج بن حنف، امیر فائق اور بعض دوسرے ممتاز امیر محمد بن سلمان سے مل گئے۔ یہ ان کی ہمارہی میں فسطاط آیا۔ دوسری طرف سے امیر دمیانہ فسطاط کے ساحل پر لشکر انداز ہوا۔ شیبان نے یہ رنگ دیکھ کر کہ کوئی امیر اس کا ساتھی نہیں ہے امیر محمد بن سلمان کی اطاعت قبول کر لی۔ آخر ۲۹۲ھ میں فسطاط دائرہ حکومت بنی عباس میں آ گیا اور یہاں بکتفی باللہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ محمد بن سلمان نے طولونی خاندان اور اس کے جملہ ارکان کو یہاں سے ہٹا دیا اور خود نیا انتظام کیا۔ غرضیکہ مفروشہ سے طولونی حکومت ختم ہو گئی۔

امراء مصر | بکتفی نے عیسیٰ بن شیری کو امیر مصر مقرر کیا۔ مقتدر کے عہد میں امیر مصر ۳۰۵ھ میں عیسیٰ بن شیری کو امیر مصر مقرر کیا۔ اس کے بعد محمد بن تکیں امیر ہوا۔ قاہرہ نے احمد بن طغج کو امیر مصر و حلب مقرر کیا۔ راضی کے عہد میں محمد بن طغج امیر مصر مقرر کیا گیا۔

۱۔ لخص کتاب الولاء لکندی ۲۴۴ ۲۴۹ ۲۵۹ ۲۶۹ ۲۷۹ ۲۸۹ ۲۹۹ ۳۰۹ ۳۱۹ ۳۲۹ ۳۳۹ ۳۴۹ ۳۵۹ ۳۶۹ ۳۷۹ ۳۸۹ ۳۹۹ ۴۰۹ ۴۱۹ ۴۲۹ ۴۳۹ ۴۴۹ ۴۵۹ ۴۶۹ ۴۷۹ ۴۸۹ ۴۹۹ ۵۰۹ ۵۱۹ ۵۲۹ ۵۳۹ ۵۴۹ ۵۵۹ ۵۶۹ ۵۷۹ ۵۸۹ ۵۹۹ ۶۰۹ ۶۱۹ ۶۲۹ ۶۳۹ ۶۴۹ ۶۵۹ ۶۶۹ ۶۷۹ ۶۸۹ ۶۹۹ ۷۰۹ ۷۱۹ ۷۲۹ ۷۳۹ ۷۴۹ ۷۵۹ ۷۶۹ ۷۷۹ ۷۸۹ ۷۹۹ ۸۰۹ ۸۱۹ ۸۲۹ ۸۳۹ ۸۴۹ ۸۵۹ ۸۶۹ ۸۷۹ ۸۸۹ ۸۹۹ ۹۰۹ ۹۱۹ ۹۲۹ ۹۳۹ ۹۴۹ ۹۵۹ ۹۶۹ ۹۷۹ ۹۸۹ ۹۹۹

## دولت انخشیہ

ابوبکر محمد بن طغج ملوک فرغانہ سے تھا۔ عہد معتصم باللہ میں ملوک فرغانہ کی نسل سے جت ترکی نہیں ترکستان خلیفہ کی طلبی سے سامرا آکر رہا۔ جت بہادر اور شجاع تھا۔ خلیفہ اس کا احترام و اکرام کرتا تھا۔ ۲۴۱ھ میں اُس کے یہاں طغج پیدا ہوا۔ ۲۴۲ھ میں جت بغداد میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد طغج معاش کی خاطر احمد بن طولون کے غلام لولو کے پاس جزیرہ چلا گیا۔ غمادویہ کی نظر طغج پر پڑی اور اس کے خاندانی اعزاز سے واقف ہوا تو اس کو اپنے حشم کا سرخیل کر دیا۔ پھر طبریہ کا امیر کر دیا۔ غمادویہ کے قتل کے بعد خلیفہ معتفی باللہ نے طغج کو اپنے پاس بلالیا اور خلعت و امارت عطا کر کے درباری امراء میں شامل کر لیا۔

عباس بن حسین وزارت پر ممتاز تھا۔ طغج کے اعزاز و اکرام سے جل گیا اور اس نے موقعہ پا کر طغج اور اس کے بیٹے محمد کو قید کر دیا۔ امیر طغج کا انتقال قید خانہ میں ہوا۔ محمد بن طغج کو رہا کر دیا گیا۔ محمد نے اپنے بھائی عبید اللہ کی مدد سے ۲۹۶ھ میں عباس بن حسین کا کام تمام کر دیا اور بغداد سے راہ فرار اختیار کر کے بادیہ شام میں تکیں خزری کے یہاں روپوش ہو گیا۔ تکیں خزری کے ساتھ رہ کر اکثر معرکے سر کئے جس کی دُور دُور شہرت ہو گئی۔ ۳۰۶ھ میں قافلہ حجاج کو راہزنوں کے حملہ سے پہنچایا۔ خلیفہ مقتدر باللہ کو محمد بن طغج کی بہادری اور کاہن گزاری کی خبر ہوئی۔ خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا کیا۔

محمد بن طغج ۳۱۲ھ میں تکیں خزری سے بگڑ کر رملہ پہنچا۔ خلیفہ مقتدر کو معلوم

۱۔ ”انخشیہ“ کے معنی فرغانی زبان میں شہنشاہ کے ہیں ۲۔ دائرۃ المعارف جلد ۱ ص ۷۱

۳۔ اعلام النبلاء تاریخ حلب الشہید جلد ۱ ص ۲۶۹ ۴۔ دائرۃ المعارف جلد ۱ ص ۷۱

ہوا تو ۳۱۰ھ میں رملہ کی امارت کا فرمان ابن طفج کے نام بھیج دیا۔ ۳۲۱ھ میں قاہرہ باللہ نے مصر کی ولایت سپرد کرنا چاہی مگر وہ نہ جاسکا۔ آخر کار ۳۲۲ھ میں خلافت ماب راضی باللہ نے فرمان بھیجا اور حکم دیا کہ مصر کی ولایت کو سنہا لو۔

ابن طفج وہاں پہنچا اور امارت پر قبضہ کیا۔ تھوڑے عرصہ میں مصر کی حالت کو ایسا سدھا کہ تمام اہل مصر اس کے حسن انتظام سے خوش ہو گئے۔ تمام ارکان سلطنت نے ابن طفج کو سراہا۔ موقع پا کر اپنے استقلال کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ راضی نے بھی مجبوراً اس کے استقلال کو تسلیم کیا اور ۳۲۴ھ میں ابن طفج کو اخشید کا لقب عطا کیا۔ مگر ابن رائق کو دیار مصر حیران اور رہا کا والی مقرر کیا۔

مصر کے انتظام و انصرام کے بعد اخشید نے شام پر قبضہ کیا۔ صرف سرحدی مقامات براہ راست عباسی حکومت کے قبضہ میں تھے۔

امیر الامراء محمد بن رائق نے خلافت ماب کی طرف سے ۳۲۸ھ میں شام پر فوج کشی کر دی۔ وہاں کے عامل بدر نے مقابلہ کیا مگر اس کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر حمص و دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن رائق مصر کی طرف بڑھا۔

العریش میں ابن طفج فوج لے کر مقابل ہوا مگر شکست کھا گیا۔ ابن رائق کی فوجیں لوٹ مار میں مشغول ہوئیں۔ ابن طفج کی فوجیں کمین گاہ سے نکل کر ان پر ٹوٹ پڑیں۔ ابن رائق کو شکست ہو گئی۔ وہ دمشق واپس گیا۔ اخشید نے اپنے بھائی ابو نصر کو مع فوج کے دمشق بھیجا وہاں ابو نصر مارا گیا۔ ابن رائق نے اس کی لاش اپنے لڑکے کے ہاتھ مصر بھیجی کہ یہ اتفاقیہ واقعہ ہو اسے اور بدلہ میں میرا لڑکا حاضر ہے۔ اخشید پر رائق کی تحریر کا اثر ہوا اور مصالحت سے کام لیا اور طے ہوا کہ اخشید مصر سے رملہ تک قابض رہے اور دمشق سے دست بردار ہو جائے جس کا سالانہ ایک لاکھ چالیس ہزار دینار خراج وہ اخشید کے پاس پہنچاتا رہے گا۔ ہر دو فریق نے منقولہ کر لیا اور شام کا پورا علاقہ رائق کی حکومت میں چلا گیا۔

راضی کے بعد متقی سریر آراء نے خلافت ہوسے انہوں نے بھی اخشید کی امارت

کو سابقہ قرار داد پر بحال رکھا۔ ناصر الدولہ حمدانی والی موصل نے امیر الاملرائی حاصل کرنے کے خیال سے ابن رائق کو قتل کر ڈالا۔ اخشید کے آگے سے کانٹا ہٹا۔ اُس نے فوجیں بھیج کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے ۳۳۳ھ میں اخشید کے مقبوضہ حلب پر حملہ کر دیا۔ اخشید نے اپنے غلام کافور کے ساتھ فوج بھیجی مگر سیف الدولہ اس کو شکست دے کر حلب کے بعد حمص پر بھی قابض ہو گیا۔ اب سیف الدولہ کی نظر میں دمشق پر پڑ رہی تھیں۔ فلسطین میں طرفین نے صف آرائی کی مگر دونوں مقابلہ میں برابر رہے۔ آخر کار باہمی مصلحت اس صورت سے ہوئی کہ دمشق اخشید کے پاس رہے۔ حمص اور حلب سیف الدولہ حمدانی کے علاقہ میں شامل رہے۔ اخشید نے مصر کا راستہ لیا اور حمدانی اپنے مستقر پر چلا گیا۔

**فوج** | اخشید سپاہی منش تھا۔ اس نے چار لاکھ فوج مرتب کی تھی اور ہر سپاہی کا خود خیال رکھتا تھا۔ بہادر اور شجاع ہونے کے ساتھ ملائم طبیعت بہت تھا۔

**وفاداری** | خلیفہ متقی کو امیر الامراء تورون نے پریشان کیا وہ بغداد سے رخصت ہو کر بنی حمدان کے یہاں مقیم ہو گئے مگر بنی حمدان نے بدسلوکی کی تو متقی نے تورون سے پھر تعلقات قائم کرنے کے لئے سعی کی۔ اس کے ساتھ ہی اخشید کو بھی لکھا۔ وہ فوراً خلیفہ کے حضور میں پہنچا اور اطاعت و خدمت کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اور بہت کچھ تحفے پیش کئے۔ اور کہا کہ مصر و شام میں رونق افروز ہو جائے مگر متقی رضامند نہ ہوا۔ اور تورون کے بلاوے پر بغداد چلا گیا۔

اخشید نے کہا تھا کہ تورون اس کے ساتھ دعا سے پیش آئے گا وہی ہوا جس کی تفصیل ہم خلافت عباسیہ میں لکھ چکے ہیں۔

**وفات** | ۳۳۴ھ میں گیارہ سال تین ماہ حکومت کرنے کے بعد محمد بن طنج



نے دمشق میں وفات پائی۔ قدس شریف میں دفن کیا گیا۔

## ابوالقاسم انوجور بن اخشید

اخشید کے انتقال کے بعد ۳۳۴ھ میں انوجور تخت نشین ہوا۔ انوجور کم سن تھا، مگر اس کا فور مقرر ہوا۔ کافور نے زمام حکومت ہاتھ میں لے کر انتظامِ مملکت شروع کر دیا۔ سیف الدولہ کو اخشید کے مرنے کی خبر ملنے کے فوراً کے دمشق پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گیا۔ کافور نے جو نا تو وہ ایک عظیم الشان لشکر جو اخشید کی تربیت پائے ہوئے تھا لیکر سیف الدولہ پر جا پڑا۔ سیف الدولہ تاب مقابلہ نہ لاسکا۔ شکست کھا کر موصل چلتا ہوا۔ کافور نے بدرِ اخشیدی کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور مصر لوٹ آیا۔

۳۴۰ھ میں شاہِ نوبیا نے مصر پر چڑھائی کر دی۔ کافور نے ایسی شکست دی کہ اصول پر جا کر دم لیا۔

انوجور نے ۸ ذیقعدہ ۳۴۱ھ میں انتقال کیا۔

## علی بن اخشید

انوجور کے انتقال کے بعد علی بن اخشید جانشین ہوا۔

اس کے عہد میں مصر قحط میں مبتلا ہو گیا اور اندرونی جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ فوجی قوت ختم ہو گئی۔

چھ برس حکمرانی کر کے علی بن اخشید ۳۵۵ھ میں فوت ہو گیا۔



## کافور

اخشید نے ۳۱۲ھ میں ایک مصری رئیس سے کافور کو خرید لیا تھا۔ اخشید کے ساتھ اکثر معرکوں میں رہا اور اس نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے تھے اہل مصر اور اراکان سلطنت نے علی بن اخشید کے بعد اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ اس نے انتظام سلطنت کو سنبھالا۔ اس کے علاوہ حجاز اور شام میں اس کے نام کا خطبوں میں ذکر آنے لگا۔ دو سال چار ماہ تک اس نے حکومت کی تھی کہ بیماری نے عمر بھر نہ ہو گیا اور اس نے ۳۳۵ھ میں انتقال کیا۔

باوجود جہشی ہونے کے نہایت باادب تھا اور اہل علم کی توقیر و منزلت کرتا تھا۔ شاعر متقی سیف الدولہ حمدانی کے یہاں سے کافور کے پاس آ گیا۔ اس نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی جس پر متبنی نے اس کی شان میں بھی قصیدے کہے جس میں تعریف بھی ہے اور ہجو بھی۔

## احمد بن علی اخشید

کافور کے بعد اخشید کا پوتا احمد امیر بنایا گیا۔ مگر اہل شام نے اس کی امانت تسلیم نہیں کی اور حسن اخشیدی کو امیر شام مان لیا۔ مگر اس نے نہ مام حکومت ہاتھ میں لی ہی تھی کہ قرامطہ نے شام پر حملہ کر دیا۔ حسن نے مقابلہ کیا مگر شکست اٹھانا پڑی۔ مصر آیا اور احمد سے حکومت مصر لینا چاہی۔ یہ رنگ دیکھ کر اراکان حکومت نے قاطمی خلیفہ معز الدین کو قبضہ مصر کی دعوت دی۔ چنانچہ معز کی طرف سے جوہر متقی نے ۳۳۵ھ میں بلا مقابلہ مصر پر قبضہ کیا۔ اس طرح دولت اخشیدیہ کا خاتمہ ہوا۔



# اخشیدیوں کا نظامِ مملکت

**وزارت** | ابوالفضل بن جعفر فرات وزارت کے عہدہ پر اخشیدی حکومت میں سر فرات تھا۔ ابوالفضل لائق وزیر تھا۔ یہ

**خراج** | مہر کا خراج اخشید کے زمانے میں بنیں لاکھ دینار تھا اور کافور کے عہد میں تیس لاکھ ۲۷ ہزار دینار تھا۔ یہ

**فوجی نظام** | اخشیدیہ کے عہد میں مہر فوجی قوت اور مال و دولت کی زیادتی کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اس وقت فوج کی تعداد چار لاکھ نفوس تھی جو ترکی اور رومی سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ اس میں اخشید کی خاص یا ڈی گارڈ فوج شامل نہ تھی۔ اس فوج کے سپاہیوں کو تنخواہ باقاعدہ دی جاتی تھی۔ یہ

**ترقی زراعت** | کافور نے زراعت کی ترقی میں نہایت جدوجہد سے کام لیا جس کی وجہ سے مہر کے خراج کی آمدنی چالیس لاکھ دینار ہو گئی۔ مگر قحط کے پڑنے سے آخر میں بہت کم ہو گئی کہ فوج کی تنخواہیں نہ دی جاسکیں۔

## ادارہ ملوک مغرب اقصیٰ

حکومت ادریسہ کا بانی مبانی ادریس بن حسن مثلث بن حسن مثلث بن حسن سبط ہے۔ عہد خلافت مہدی ۱۶۹ھ میں ادریس کے برادر زادہ حسین بن علی بن حسن مثلث نے دعوائے خلافت کیا اور مقام فجہ پر فوج مہدی سے معرکہ لہا جس میں حسین کام آئے۔ ادریس اور اس کے بھائی یحییٰ بھی معرکہ میں شریک تھے۔ بعد ہزیمت یحییٰ دہلیم چلے گئے وہاں سے خروج کیا۔ ادریس مصر تشریف لے گئے۔

محکمہ ڈاک پر واضح معروف بسکین صالح بن منصور کا خادم مامور تھا اس نے ادریس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کو ملک مغرب روانہ کر دیا۔ ادریس کے ساتھ ان کا خادم راشد تھا۔ مغرب اقصیٰ پہنچ کر ۱۷۲ھ میں مقام بولسیہ میں جا کر اقامت اختیار کی۔ ان دنوں اسحاق بن محمد بن عبد الحمید امیر تھا اس نے ادریس کی عزت و توقیر بہت کی اور برابر کو ان کی خلافت و حکومت قائم کرنے کی ترغیب دی۔

کچھ عرصہ گزرا تھا کہ دواغہ، لواتہ، سدراتہ، غیاسہ، نفرہ، مکناسہ، عمارہ اور مغرب کے تقریباً کل بربروں نے مجتمع ہو کر ادریس کی خلافت و حکومت کی بیعت کی۔ اس نے خطبہ دیا جس میں بعد حمد باری و صلوة رسول اللہ یہ بیان کیا:-  
 ”اے لوگو! تم اپنی گردنیں اٹھا کے ہمارے سوا غیروں کو نہ دیکھو کیونکہ جو ہدایت اور راہ راست کی اتباع ہمارے پاس پاؤ گے اس کو تم دوسروں کے پاس ہرگز نہ پاؤ گے۔“

ادریس میں حکمرانی کی صلاحیت تھی۔ بہت جلد حکومت کو استحکام واستقلال حاصل ہو گیا تو فوجیں آراستہ کرنی شروع کیں۔ جب کافی فوج جمع کر لی تو فوج کو لے کر مغرب کے ان بربروں کی طرف بڑھا جو مذہباً مجوس یہودی نصرانی تھے۔ یہ لوگ تاسمانا، شالہ اور مادہ میں آباد تھے بزور تیغ مفتوح کیا۔ بہت سے بربری قندلاوہ، ہلمدانہ، مدیونہ نے ادریس کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ۱۷۱ھ میں تلمسان کا رخ کیا۔ یہاں کا امیر محمد بن جریر ابن حزلان تھا اور وہ اطاعت گزاری کے ساتھ ادریس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانبرداری قبول کی۔ کل نہ ناذ کو امان دی اور تلمسان کی مسجد بنوائی اور منبر بنوانے کا حکم دیا اور اپنے نام کو منبر پر کندہ کرایا۔ علامہ ابن خلدون نے اس منبر کو دیکھا ہے۔

خدیجہ بادون الرشید کو ادریس کے عروج کی خبر لگی۔ اس نے مہدی کے غلام سلمان بن جریر مشورہ شامخ کو متعین کیا کہ اس کو ٹھکانے لگا دے۔ چنانچہ وہ ادریس کے پاس آیا۔ مساجدوں میں شامل ہو گیا۔ اتفاقاً ادریس کے دانتوں میں درد اٹھا۔ شامخ نے ایک منجن دیا جس کے ٹکٹے ہی اس کا دم گھٹ گیا جان بحق تسلیم کر دی۔ ۱۷۱ھ میں مقام بولیلی میں دفن کیا گیا۔

ادریس کے مرنے کے بعد بربروں نے مجتمع ہو کر اس کے بیٹے ادریس اصغر کی حکومت کی بنا ڈالی۔ یہ کمر عمر تھا۔ آخر کار ۱۸۸ھ میں عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ کل بربروں نے اس کی حکومت و امارت بطیب خاطر قبول کی۔ ادریس اصغر عالی دماغ تھا اس نے شاہی قوانین سیاست و تمدن کی غرض سے مرتب کئے اور رفتہ رفتہ کل بلاد مغرب کو مفتوح کر لیا۔ قلدان وزارت مصعب بن عیسیٰ از دی موسوم بہ بلجوم کے سپرد کیا۔

وزیر مصعب بہت دانا و بینا تھا اس نے وزارت سنبھال کر ایسا حسن تدبیر کیا کہ اکثر قبائل عرب و اندلس نے ادریس کے علم حکومت کی اطاعت

قبول کر لی اور پانچ سو سے زائد امراء عرب و اندلس آ آ کے مجتمع ہو گئے۔ حکومت کی اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں۔ بولیلی مقام دارالسلطنت کے لئے چھوڑا تھا، فاس کو تجویز کیا۔ یہاں بنی بوغش اور بنی خسیرو زائد رہتے تھے۔ اس کے موضع بنبوہہ میں مجوس کا آتش کدہ تھا۔ یہاں کے لوگ ادریس کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے۔ ادریس اصغر نے اپنے کاتب ابوالحسن عبدالملک بن مالک خزاجی کو فاس بھیجا۔ پھر خود فاس آگیا اور کزوادہ کی بنا ڈالی۔

۱۹۲ھ میں اندلس کی سرحد بندی کرائی۔ بعد اس کے ۱۹۳ھ میں قزوین کی سرحد دیواریں اور منارے بنوائے اور قزوین ہی میں مملکت کی تعمیر ہوئی۔ جب شہر آباد ہو گیا تو بولیلی سے دارالحکومت بدل کر یہاں آگیا۔ جامع شرفاء کی تعمیر ہوئی قزوین کے حدود باب سلسلہ سے نہر جو زنا و جرف تک تھے۔ یہاں شاہی ترک و احتشام کا بندوبست کیا۔

۱۹۷ھ میں بقعید جہاد ادریس حصادہ کے لئے فوجیں لے کر چل کھڑا ہوا اور حصادہ لے لیا۔ پھر تلمسان پر قبضہ کیا۔ ثموس الاقطی سے شلف تک خلافت عباسیہ کی حکومت منقطع ہو گئی۔ مگر ابراہیم بن اغلب نے ادریس کے امراء کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ چنانچہ ہلول بن عبدالواحد مغیری ادریس سے منحرف ہو گیا اور غلیف ہادون الرشید کے علم حکومت کے آگے گردن اطاعت جھکا دی۔ ادریس کو بربروں کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گا اس نے ابراہیم اغلب سے مصالحت کر لی جس سے پھر ادریس کا اثر مغرب اقصیٰ پر ہو گیا۔

ادریس اصغر نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا محمد سخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو اپنی قلمرو کے حصے بانٹ دیئے۔ ۲۳۱ھ میں انتقال کر گیا اور اپنے بیٹے امیر محمد علی بن محمد کو اپنے سامنے حکومت سپرد کر گیا۔ اذکین دولت نے اس کی حکومت مان لی۔ اس نے کمال مستعدی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا۔ رعایا امن و چین سے رہنے لگی۔ اس نے ۲۳۲ھ میں وفات پائی۔ اس کا

بھائی یحییٰ جانشین ہوا جس نے اپنی حکومت کو بہت وسیع کر لیا۔ فارس کی آبادی میں ترقی ہوئی۔ متعدد حمام اور منڈیاں کاروبار تجارت کے لئے بنائی گئیں۔ دُور دراز ملک سے تجارت پیشہ اور ذی علم اصحاب فاس آ آ کے مجتمع ہوئے۔ ام بنین بنت محمد فہری نے سرحد قرین میں ۳۴۵ھ میں عظیم الشان مسجد تعمیر کی۔ جس کو احمد بن سعید بن ابوبکر سفیرنی نے ۳۴۵ھ میں اپنی خاتواہ بنالیا۔ جامع ادریس سے نماز جمعہ موقوف ہو کر اس جامع مسجد میں ہونے لگی۔ منصور بن ابی عامر نے اس کی تعمیر میں اور زیادتی کی۔ یحییٰ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا کرسی امارت پر متمکن ہوا۔ لیکن بد چلن تھا۔ امراء نے دولت نے معزول کر دیا اور اس کے اعمام میں سے علی بن عمر (جس نے سب بھائیوں کے علاقے لے لئے تھے) کو بلا کر حکومت ادریسہ سپرد کی۔ اس پر عبدالرزاق خارجی نے خروج کیا۔ علی اس سے شکست کھا کر ادوسیہ چلا گیا۔ علی بن عمر مذکور کا برادر زادہ یحییٰ بن ادریس بن عمر نے حکومت ادریسہ پر بقوت قبضہ کر لیا۔ تمام صوبجات مغرب کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

یہ ملوک بنی ادریس کا ایک نامور حکمران تھا۔ باعتبار سیاست کے بھی کامیابی کے ساتھ حکمرانی کی۔ فقیہ اور محدث تھا۔ ادریسیوں میں کوئی بادشاہ اس کی بادشاہی اور دولت کی برابری نہیں کر سکا۔

۳۵۵ھ میں حسن عبداللہ شعی نے مکناسہ اور کتامہ کی فوجیں یحییٰ بن ادریس کے مقابلہ پر روانہ کیں۔ دونوں حریف کا کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ یحییٰ شکست کھا کر فاس لوٹ آیا۔ مصالحت کے نام و پیام شروع ہوئے۔ آخر الامریہ طے پایا کہ یحییٰ کچھ نہ نقد سالانہ بطور خراج ادا کیا کرے اور نیز حسن بن عبداللہ شعی کی اطاعت قبول کرے۔ فریقین نے ان شرائط مصالحت کو منظور و قبول کیا۔ ادریسہ آزاد حکومت ختم ہوئی۔ دولت عبیدین کے تابع ہو گئی۔

## دعوتِ اسماعیلیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی شیعہ ذہنیت پیدا ہو گئی۔ عبداللہ ابن سبا یہودی کی کاہ فرمائی کہ اس میں زیادہ دخل ہے۔ عہدِ عثمانی میں شیعہ ذہنیت اوج کمال کو پہنچ گئی تھی۔ لیکن اس وقت تک اس کی حیثیت ایک نظریہ عقیدہ کی تھی۔ اس نظریہ نے عملی شکل واقعہ کربلا کے بعد اختیار کی۔ اس الم انجیز سانحہ سے شیعوں کی سیاسی زندگی کی ابتدا ہوئی۔ اور وہ اپنے نظریہ خلافت کو عملی شکل دینے میں منہمک ہو گئے۔ اس وقت اُن میں دو طبقے پیدا ہو گئے تھے۔ ایک کیسانہ جو محمد بن حنفیہ بن علی کی جانشینی کا حامی تھا۔

دوسرا امامیہ :- امامیہ کے اندر چند اور فرقے پیدا ہو گئے تھے ان میں دو فرقے امتیازی درجہ رکھتے تھے۔

ایک اثنا عشری جو حضرت حسینؑ کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کا قائل تھا اور ان کے بعد ان کی اولاد کو سلسلہ بہ سلسلہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ تک اس منصب کا مستحق سمجھتا تھا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بعد ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مرتبہ ان کے باہر میں امام کو ملنا چاہیئے اور وہ ان کے امام منتظر محمد ہیں۔

دوسرا فرقہ امامیہ اسماعیلیہ کے نام سے موسوم تھا۔ یہ فرقہ امام جعفر صادقؑ تک اثنا عشریہ کا ہم آہنگ تھا۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں اسے اختلاف تھا۔ وہ امام جعفر کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت اسماعیلؑ کو امامت کا مستحق خیال کرتا اور ان کے بعد ان کی اولاد کو نسل بعد نسل اس منصب کا حقدار سمجھتا اور محمد الجلیب کی ذات پر اس سلسلہ کو ختم کر دیتا۔ فاطمی خلفاء اسی اسماعیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لئے ان کو اسماعیلیہ بھی کہا جاتا ہے۔

۱۔ مسلمانوں کا نظمِ مملکت صفحہ ۱۱۷۔



## محمد الحبیب

محمد الحبیب بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن امام جعفر صادق، محمد الحبیب کے صاحبزادے عبد اللہ مہدی تھے۔ اسماعیلی فرقہ کا نام آگے چل کر جدیدی کہلایا۔ اس فرقہ کے داعیوں نے یمن، حجاز، بحرین، خراسان اور عراق میں اپنے مؤیدین کثرت سے پیدا کر لئے۔ پھر مغرب کو اس تحریک کے لئے تاکا تو وہاں یہ دعوت محمد الحبیب کے ذریعہ پھیلی اور کامیاب ہوئی۔

محمد الحبیب کا قیام حمص کے ایک مقام سلمیہ میں تھا۔ وہیں ان کا ایک حلقہ تھا جہاں اس خیال کے لوگ جمع ہوا کرتے۔ اپنی امامت اور حکومت کے حاصل کرنے کے جوڑ توڑ لگاتے رہتے۔ ان کے مذہب و عبادت کی دور دور تک شہرت پھیلادی گئی تھی۔ جو لوگ شام کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے آتے وہ محمد الحبیب کی زیارت سے بھی شرف ہوتے۔ محمد الحبیب نے اپنے داعی یمن اور مغرب میں بھیج رکھے تھے۔ ان میں ایک داعی رستم بن حسین بن حوشب تھا جو بڑا ہوشیار اور محبت اہل بیت میں سرشار تھا۔ اس نے اپنی سعی سے یمن میں یہ دعوت پھیلادی اور یہی شیعوں کے ذریعے یمن کے اکثر علاقوں پر قابض و متصرف ہو گئے۔

محمد الحبیب نے جب یمن داعی روانہ کئے تھے مغرب میں ابوسفیان اور جلولائی کو بربری قبیلہ میں بھیجا۔ یہ ہر دو داعی افریقہ پہنچ کر قبیلہ کتامہ میں ٹھہرے اور بہت مقبوطے عرصہ میں ان کو ہم خیال بنالیا۔ بربری اجد قوم ان کے لاسہ پر لگ گئی۔ کچھ عرصہ بعد ہردو کا انتقال ہو گیا تو اس کی خبر رستم بن حسین کو یمن میں لگی۔ اس نے ایک یمنی داعی (ابو عبد اللہ حسن بن محمد المعروف بہ محتسب) کو مغرب کا داعی مقرر کیا۔ حج کے سلسلہ میں مغربی قبائل مکہ میں آیا کرتے تھے اس لئے ابو عبد اللہ حسن افریقہ جانے سے پہلے مکہ آگیا۔ مغربی حجاج کے قافلہ میں کتامہ کے

امراء بھی تھے ان سے ملا جلا اور اپنا ہمنوا بنالیا۔ حج کے بعد کتاہ کے لوگ واپس وطن ہوئے جس نے پوچھا کہ آپ کہاں جائیں گے؟ اس نے کہا مصر۔ چنانچہ قبیلہ کتاہ نے اس کو ہمراہ لے لیا جس نے راستہ میں مغرب کے قبائل کے حالات سے پوری پوری واقفیت پیدا کر لی۔ سترہ<sup>۲۷</sup> میں ابو عبد اللہ حسن نے مغرب میں قدم رکھا۔ امراء کتاہ اس کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ حسن قبیلہ کتاہ کے ایک سردار کے یہاں مہمان ہوا۔ اس نے مسجد کی امامت اور اپنے لڑکے کی تعلیم اس کے سپرد کی۔ اس نے بڑی دسوزی سے تعلیم دی۔

سردار نے اس کے صلہ میں چالیس دینار دینا چاہے اُس نے واپس کر دیئے۔ بلکہ خود اس نے اس سردار کے سامنے پانچ سو دینار کی تھیلی ڈال دی اور اس سردار سے اپنا مدعا ظاہر کیا۔ سردار مذکور بھی فاطمی دعوت میں شامل ہو کر اس کا مبلغ بن گیا اور اس سردار کے ذریعہ بہت سے مغربی ہم خیال ہو گئے اس زمانہ میں حسن بن ہادون حسن کو مل گیا۔ چنانچہ اس کو ہمراہ لے کر جبل الکلبان جا کر مقیم ہوا اور تلامذہ و توفیق کو اپنا مرکز بنایا۔

والی مغرب ان دنوں ابراہیم بن احمد غلبی تھا۔ اس کے علم میں حسن کے واقعات آئے۔ مگر اس کی نیکی اور ظاہر عبادت گزاردی دیکھ کر اس نے توجہ نہ کی مگر حسن کو دعوت فاطمی میں یہاں اس قدر کامیابی ہوئی کہ ایک بڑی جماعت کا پیشوا بن گیا۔

ابو عبد اللہ حسن نے لوگوں کو یہ تعلیم دینی شروع کی کہ میرے پاس امام زمان مہدی کے یہاں پر قیام کرنے کی نص موجود ہے اور عنقریب وہ بھی ہجرت کر کے اس مقام پر چلے آئیں گے اور ان کے انصاف و معاون اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں میں سے ہوں گے اور وہ اس شہر کے رہنے والوں میں سے ہوں گے۔ جن کا نام کتمان سے مشتق ہو گا۔ تھوڑے دنوں میں اہل کتاہ کا ایک گردہ کینہ اس کے پاس مجتمع ہو گیا۔ بعض علماء بھی اس کے دام ترویر میں آ گئے۔ پھر امت اہل بیت کے تذکرے اعلانیہ ہونے لگے۔ ایک دوسرے کو کسم کھد حمایت

آل محمد کی تلقین و ہدایت کرنے لگا۔ لوگ اس کو ابو عبد اللہ حسن شیعہ مشرقی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

ابراہیم ثانی اعلیٰ کے آخر زمانہ میں اُس نے شہر میلہ پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم نے فتح بن یحییٰ اور ابراہیم بن موسیٰ کی ترغیب سے حسن کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے ابو خوال کو بھیجا۔ اُس نے حسن اور اس کے ساتھیوں کو مار بھگایا اور میلہ اور تارودت کو نذر آتش کیا۔ یہ حسن جبل الکبجان چلا گیا اور یہاں ایک بستی آباد کر کے اس کا نام دالہ ہجرت رکھا۔

اعلیٰ ۲۸۹ھ میں فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا عبد اللہ جانشین ہوا۔ مگر اس کے بڑے زیادہ اللہ نے سازش کر کے اپنے باپ کو تلوار کے گھاٹ لگوا دیا اور خود جانشین ہو بیٹھا۔ یہ نا اہل تھا اور دن رات لہو و لہب میں مبتلا رہتا۔ یہ زمانہ ابو عبد اللہ حسن کو دعوتِ فاطمی کے پھیلاپنے کے لئے سازگار ہوا۔ چاروں طرف اپنے داعی پھیلا دیئے اور اپنے معتقدوں کو یہ سمجھایا کہ مہدی کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے۔

## عبید اللہ مہدی

سلمیہ میں محمد الجبیب نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹے عبید اللہ کو اپنا ولی عہد بنایا اور یہ ارشاد کیا کہ :-

”تم ہی مہدی موعود ہو اور میرے بعد تم یہاں سے دور دراز ملک کی جانب ہجرت کرو گے اور بڑے بڑے مصائب کا تم کو سامنا کرنا پڑے گا۔“

۱۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۶ صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ص ۲۷۲ ۴۔ ایضاً

چنانچہ بعد وفات محمد الجبیب کی یہ خبر مدعیانِ فاطمی نے یمن اور مغرب میں پھیلا دی۔

ابو عبد اللہ حسن نے ایک وفد عبد اللہ المہدی کے پاس سلمیہ بھیجا کہ ہم یہاں ہمدن آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں۔ شدہ شدہ یہ خبریں دار الخلافہ پہنچیں۔ اس وقت سربراہ خلافت پر مکتفی باللہ جلوہ افروز تھا۔ عبد اللہ المہدی کی گرفتاری اور اس کی بڑھتی ہوئی قوت کی روک تھام کا حکم صادر فرمایا۔ عبد اللہ یہ خبر پا کر ملک شام سے عراق کی طرف چلا گیا۔ پھر عراق سے مصر میں جا کر دم لیا۔ اس کے ہمراہ اس کا بیٹا ابوالقاسم اور ایک نو عمر غلام تھا۔ مصر پہنچ کر عبد اللہ المہدی نے یمن کا قصد کیا۔ مگر یہ سن کر کہ علی بن فضل نے بعد ابن جوشب کے اپنی کج ادائی سے اہل یمن کو برا بیگنہ کر دیا ابو عبد اللہ حسن شیعہ کے پاس مغرب چلے جانے کا عزم ہوا۔ حسن کا بھائی ابوالعباس مہدی کے پاس آچکا تھا۔ اس کے ساتھ مغرب روانہ ہو گئے۔ عیسیٰ نوشیری والی مصر کے نام بھی مکتفی باللہ کا فرمان پہنچ چکا تھا۔ وہ عبد اللہ کی تلاش میں تھا اس لئے وہ مصر ہوتے ہی عبد اللہ گرفتار کر لئے گئے مگر نوشیری نے چھوڑ دیا۔ وہ تاجر کے بھیس میں چل دیئے۔ یہاں زیادۃ اللہ مغرب کے تمام حکام کے نام عبد اللہ المہدی کی گرفتاری کا حکم بھیج چکا تھا۔ عبد اللہ پہنچ گئے۔ ابوالعباس ان کا ساتھی پکڑا گیا۔ عبد اللہ نے سجلا سے حکم سیح کے ہاں پناہ لی۔ مگر زیادۃ اللہ کو خبر لگ گئی۔ اس نے سیح کو کہا۔ اس نے عبد اللہ و ابوالقاسم کو مریم بنت مدراء کے یہاں قید کر دیا۔

زیادۃ اللہ کو روز بروز فاطمی تحریک کے پھیلنے کی اطلاع مل رہی تھی۔ حسن غلبی فوج کو شکست دے کر بلزمہ، طنبہ، باغابہ، مراجنہ، قسطنطینیہ وغیرہ شمالی افریقہ کے بڑے حصے کو قبضہ میں لا چکا تھا اور بربری قبیلے اس کے تابع ہو چکے

تھے۔ ۲۹۲ھ میں اہلبیوں سے آخری معرکہ تھا۔ اس پر حسن کا قبضہ ہو گیا۔ صوفیہ جامع مسجد میں تیس ہزار آدمی حسن کے ساتھیوں نے قتل کئے تھے۔ زیادۃ اللہ رقادہ میں تھا وہ گھبرا گیا اور مغرب سے مہر چلا گیا۔<sup>۱</sup>

حسن کئی لاکھ فوج لے کر قیروان پہنچا۔ اہل شہر نے بڑا خیر مقدم کیا۔ اس نے سب کو امان دی اور قیروان پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد رقادہ لے لیا۔ زیادۃ اللہ کا کل سامان قبضہ میں کیا اور یہاں شیعہ رسوم و شعائر جاری کئے۔ فجر کی اذان میں ”حی علی خیر العمل“ داخل کیا۔ درود میں بنجمن کے نام شامل کئے گئے۔ تراویح بند کر دی گئی اور شیعیت جبریہ پھیلانی لگئی۔<sup>۲</sup>

حسن کئی لاکھ فوج لے کر سجلماسہ پہنچا اور عبداللہ اور ابوالقاسم کو چھڑا لیا۔ حسن نے پہلی بار ان باپ بیٹوں کو دیکھا تھا حسن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ وہ انہیں جلوس کی شکل میں خیمہ تک لایا۔ عبید اللہ سواری پر تھے۔ شیعہ عمائد پا پیادہ جلوس میں تھے۔ حسن بآواز بلند اعلان کرتا جاتا تھا کہ :-  
”ہمارے آقا یہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو حق اور غلبہ عطا فرمایا۔“<sup>۳</sup>

## خلافت عبداللہ المہدی

عبید اللہ المہدی سجلماسہ سے ربیع الاول ۲۹۷ھ میں دو لاکھ فوج کے ساتھ رقادہ آئے۔ یہاں اُن کی عام بیعت ہوئی اور افریقہ کے تمام شہروں میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ عبید اللہ نے امیر المومنین مہدی

۱۔ ۲۔ ۳۔

ابن عدون جلد ۳ صفحہ ۳۶۲ دین شیر جلد ۳۔ ۴۔ البیان للغرب جلد ۲۵ ابن عذاری الدو

۵۔ ابن عدون جلد ۳۔

لقب اختیار کیا ۔

عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی مراکش سے ادرسی (جو اہل بیت سے تھے ان کی حکومت کو ختم کیا۔ سادات کو قتل کیا۔ ائمہ میں ابوالقاسم بن عبید اللہ نے برقعہ، اسکندریہ اور فیوم پر قبضہ کیا۔ مگر مشہور امیر مونس نے ان کو مار بھگایا اور ہر دو جگہ سے بے دخل کر دیا۔ ۱۷

## بانی دولتِ فاطمی حسن ابو عبد اللہ شعی کا انجام

حسن کی سعی کا نتیجہ تھا کہ افریقہ میں عبید اللہ مہدی کی حکومت قائم ہوئی۔ جب عبید اللہ کی حکمرانی کو ایک گو نہ استقلال و استحکام حاصل ہو گیا اور اس کے دُعب و داب کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ ابو عبد اللہ شعی اور اس کا بھائی ابو العباس امورِ سلطنت و سیاست پر مستوفی و متغلب تھے۔ کیونکہ انہی نے حکومت قائم کی تھی۔ ان کے تغلب کو مہدی چیرہ دستی سمجھنے لگا اور ان دونوں کو مغزول کرنا چاہا۔ یہ امر ہر دو کو ناگوار گذرا اور دونوں بھائیوں نے چاہا کہ مہدی کو نکال باہر کریں۔ مہدی کو خبر لگ گئی اس نے ان سے چالاک برتی۔ ظاہر ملائمت کا برتاؤ باطن میں اُن کے ختم کرنے کی تدبیر حسن ابو عبد اللہ شعی نے کتا مہ کو مہدی کے خلاف اُجھار دیا اور اُن کو سمجھایا کہ ۔

”یہ وہ امام معصوم نہیں ہے جس کی امارت و حکومت کی ہم نے تم کو دعوت دی تھی۔ ہم اس کے ظاہری برتاؤ سے دھوکہ کھا گئے۔ یہ بڑا طماع اور دنیا دار ہے دیکھو تمہارا اس قدر مال و اسباب جس کو انجمن میں ہم نے امام معصوم کے لئے تم سے لیا تھا اس نے وہاں لٹا ۱۸

۱۷ ابن خلدون جلد ۴ کتاب ثانی ص ۲۱۶ ۱۸ ایضاً ص ۲۸

تم لوگ اگر مستعد ہو جاؤ تو ہم اس کو ابھی نکال باہر کرتے ہیں۔ اہل کتاب اس کے ہاتھ میں کاٹھ کی پتلی تھے فوراً بھڑا گئے۔ چنانچہ اس نے انہی میں سے ایک شخص کو جو شیخ المشائخ کے لقب سے معروف تھا عبید اللہ المہدی کے پاس روانہ کیا۔ شیخ المشائخ نے مہدی کے پاس جا کر سوال کیا ”چونکہ ہم لوگوں کو آپ کی بابت شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ آپ امام معصوم نہیں ہیں اس وجہ سے آپ ہم کو اپنی امامت کی کوئی نشانی دکھائیے۔“

عبید اللہ مہدی تاڑ گیا کہ یہ گل حسن کا کھلایا ہوا ہے۔ جواب کچھ نہ دیا۔ ایک غلام کو اشارہ کیا اُس نے شیخ المشائخ کو قتل کر دیا۔

اہل کتاب کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ان کا شبہ قوی ہو گیا۔ سب کے سب مہدی کے قتل پر تل گئے۔ اس کام میں ابو ترکی تمام بن مبارک وغیرہ سرداران قبائل کتاب بھی شریک تھے۔ مہدی نے سرداران قبائل کو توڑ لیا اور ان کو بڑے بڑے عہدے دے کر دوسری جگہ بھیج دیا۔ ابن مبارک کو طرابلس روانہ کیا اور اپنے عامل ماکنون کو لکھ بھیجا کہ جس وقت ابن مبارک پہنچے قتل کر دو۔ چنانچہ ماکنون نے ابن مبارک کا قصہ تمام کیا۔

ابن المفریم بھی اس سازش میں شریک تھا وہ بھی قتل کیا گیا۔ ان تدبیروں پر بھی ان دونوں بھائیوں کا جوش فرو نہ ہوا۔ برابر اپنی کوشش کرتے رہے۔ تب مہدی نے عروہ بن یوسف اور اس کے بھائی جباسہ کو خلوت میں بلا کر ابو عبد اللہ شعی اور اس کے بھائی کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ قہر امارت کے گوشہ میں جا چھپے۔ جس وقت ابو عبد اللہ شعی نکلا ہر دو نے نکل کر حملہ کیا۔ ابو عبد اللہ بولا۔

”تم یہ فعل کس کے حکم سے کرتے ہو؟“

اس نے جواب دیا۔

”جس کی اطاعت کا تم نے مجھ کو حکم دیا تھا اسی نے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔“



ابوعبداللہ کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلنے پایا تھا کہ عروبہ اور حباسہ شیر کی طرح جھپٹے اور ابوعبداللہ کو معہ اس کے بھائی کے مار کر ڈھیر کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵ جمادی الثانی ۲۹۸ھ کا ہے۔

ان دونوں کے مارے جانے کے بعد عام شورش پھیلی مگر مہدی نے بقوت اس کو دبا دیا اور ہزار با شیعہ جو ہر دو بھائیوں کے ساتھی تھے تلوار کے گھاٹ اتار دیئے۔ مہدی کے لئے اب میدان صاف تھا اُس نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کی ولی عہدی کا باضابطہ اعلان کیا اور برقعہ اور اس کے تعلقات کی سند حکومت حباسہ بن یوسف کو مرحمت کی۔

اس کے بعد شیعانِ کتامہ نے ایک نو عمر لڑکے کو مہدی کا لقب دے کر اپنا امیر بنالیا۔ عبید اللہ مہدی نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو شیعانِ کتامہ کو ہوش میں لانے پر مامور کیا۔ شیعانِ کتامہ اور ابوالقاسم میں خونریز جنگ ہوئی۔ اہل کتامہ ہزیمت کھا گئے۔ نو عمر مہدی قتل کر دیا گیا۔ ابوالقاسم نے اس کے بعد اہل کتامہ کو بالکل پائمال کر دیا۔ سترہ میں اہل طرابلس حسن کے خون کا بدلہ لینے آئے ان کو بھی بزور تیغ زیر کیا اور تین لاکھ دینار سرخ تاوان جنگ وصول کیا۔

**توسیع سلطنت** عبید اللہ مہدی کو مصر کے لینے کی تمنا تھی۔ خانہ جنگیوں کے خاتمہ کے بعد اس نے مصر اور مغرب کے ممالک کی طرف

توجہ مبذول کی۔ ابوالقاسم نے فوجیں مرتب کیں اور جنگی کشتیوں کا بیڑا درست کیا۔ اپنے بزرگ باپ مہدی سے اجازت حاصل کر کے ۳۰۱ھ میں اسکندریہ اور مصر کی طرف بڑھا۔ دوسو کشتیوں کا بیڑا براہِ دریا روانہ کیا جس کا مردار حباسہ بن یوسف تھا۔ حباسہ نے برقعہ، اسکندریہ اور فیوم پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ دار الخلافہ بغداد میں اس کی خبر پہنچی، خلیفہ مقتدر باللہ نے امیر سبکتگین اور

مونس خادم کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔

آخر کار ان دونوں نے جباسہ کا مقابلہ کر کے اس کو نکال باہر کیا۔ ۳۰۲ھ میں جباسہ نے دوبارہ اسکندریہ پر فوج کشی کی۔ مگر مونس نے آکر پھر اس کی سرکوبی کر دی۔ آخرش جباسہ مغرب لوٹ آیا۔ مہدی نے جھوٹا سچا الزام لگا کر اس کو قتل کر دیا۔ عروبہ کو بھائی کے مارے جانے سے جوش انتقام پیدا ہوا اس نے کتاہ اور بربریوں کو لے کر مہدی سے مقابلہ کرنا چاہا۔ مہدی نے اپنے خادم غالب کو اس طوفان کے فرو کرنے پر مامور کیا۔ غالب نے عروبہ کو شکست دی اور گروہ کثیر قتل کر ڈالا۔

**صقلیہ** عروبہ کے مارے جانے کے بعد صقلیہ میں بغاوت چھوٹ نکلی۔ گورنر صقلیہ علی بن عمرو کو معزول کر کے ملک سے نکال دیا اور باشیوں نے ۳۰۴ھ میں احمد بن قہرب کو اپنا امیر منتخب کیا اور مہدی سے منعت ہو کر مقتدر عباسی کی اطاعت کی۔ مہدی نے جنگی بیڑا بسر افری حسن بن ابی خزیمہ صقلیہ کی بغاوت فرو کرنے کو بھیجا۔ احمد بن قہرب کے بیڑے سے مڑ بھیڑ ہو گئی۔ فتح یا با کا سہرا احمد بن قہرب کے سر ہا۔ حسن بن ابی خزیمہ کو ہزیمت ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اہل صقلیہ نے مہدی کی طاقت سے خوف کھا کر احمد بن قہرب کو پابہ زنجیر مہدی کے پاس بھیج دیا۔ اس نے حسن کی قبر پر اس کو زنجیر کر دیا اور اپنی طرف سے صقلیہ کی سند امارت علی بن محمد بن ابی فواس کو عطا کی اور ایک فوج کتاہ کے ساتھ صقلیہ روانہ کی۔ مغرب کے علاقے قراتہ، مطاطہ، ہوارہ، بلاد باطنیہ، صغریہ اور اطراف دارالحکومت مغرب اوسط کو ابوالقاسم نے ۳۱۵ھ تک فتح کر لئے۔

**فاس** موسیٰ بن ابی العافیہ والی فاس و مغرب نے تعلقات حکومت شیعہ سے منعت ہو کر دولت امویہ اندلس سے میل کر لیا۔ مہدی نے احمد بن بصلین مکناسی کو فوج لے کر اس کی سرکوبی کو بھیجا۔ دونوں میں گھسان کی لڑائی

ہوئی۔ آخر کار احمد نے موسیٰ کو بزور تیغ مجبور کر کے ملک مغرب سے نکال دیا۔ اور جی کھول کر قتل عام کیا اور فاس کو تاراج کر کے مہدی کے پاس واپس آیا۔ مہدی نے قیروان کے قریب ایک شہر آباد کیا اس کا نام مہدیہ رکھا۔  
**مہدیہ** وہیں عبید اللہ نے مرکز حکومت قائم کیا۔

۳۰۴ھ میں ابوالقاسم کی ماتحتی میں مصر فتح کرنے کے لئے لشکر بھیجا۔ امیر مصر تکلین نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ ابوالقاسم کو واپس ہونا پڑا۔

عبید اللہ نے پچیس سال حکومت کی۔ علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ علماء و فقہاء اسلام کو غارت کیا تاکہ خلقت کو اغواء نہ نا آسان ہو جائے۔ دراصل طبیعت میں خبیث تھا۔ مگر بہادر و شجاع تھا۔ البتہ اہل بیت کرام کی خوبیاں اس سے جاتی رہی تھیں۔ جس ابو عبد اللہ حسن نے اس کو اس مرتبہ پہنچایا۔ اس کے ساتھ سلوک اچھا نہیں کیا۔

وفات :- عبید اللہ نے ۳۲۲ھ میں انتقال کیا۔

## ابوالقاسم محمد قائم بامر اللہ

ابوالقاسم عبید اللہ کے مرنے کے بعد تخت خلافت مہدیہ پر بیٹھا۔ اس کی بڑی تمنا مصر کے لینے کی تھی۔ خلیفہ داعی بائیں نے محمد بن طغج کو والی مصر بنا کر بھیجا اس نے وہاں جا کر احمد کیفطی کو نکال دیا۔ وہ قائم بامر اللہ کے پاس پہنچا اور فتح مصر کے لئے آمادہ کیا۔ قائم نے ایک لشکر مصر روانہ کیا۔ ابن طغج نے مقابلہ کیا مگر اسکندریہ ہاتھ سے جاتا رہا۔

علامہ سیوطی قائم کو اعتقاد اندر ندیق بتاتے ہیں اور ان کا بیان ہے کہ قائم نے

انبیاء کو گالیاں دلوائیں۔ ہزاروں علماء کو قتل کر آیا۔  
**وفات** ۳۲۲ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کا ولی عہد منصور باللہ  
 اسمعیل تھا۔

**ابو یزید خاجی کا خروج** | ابو یزید مغلہ کیراد کا بیٹا تھا۔ وطن قسطلیہ مضائقہ  
 (نواز) تھا۔ مشغلہ اس کا تجارت تھا، سوڈان آیا  
 جایا کرتا تھا، مذہبی تعلیم اوسط درجہ کی پائی۔ نکادیہ خواجه (مضر یہ) سے میل جول  
 تھا۔ خاجی عقیدہ اختیار کیا اور تاہرت چلا گیا اور وہاں معلمی اختیار کی۔ ابو عبد اللہ  
 شیعہ اپنے مسلک شیعہ کی اشاعت کر رہا تھا۔ ابو یزید نے اس کے مقابلے میں  
 اپنے خاجی عقیدے کی اشاعت کرنا چاہی۔ دونوں کی بنا تیرہ پر تھی ایک صحابہ کو  
 مورد طعن بنانا تھا دوسرا اہل بیت کو۔ بربری جاہل قوم ابو عبد اللہ کے کہنے  
 میں آگئی۔ ابو یزید نے وعظ و پند شروع کیا۔ ۳۱۶ھ میں اعلانیہ منہیات شرعیہ کے  
 دو کئے اور لوگوں کی اصلاح پر کمر باندھ لی۔ رفتہ رفتہ اس کے مقلدوں کی جماعت  
 بڑھ گئی تو ممدی کے خلاف اس نے علم بناوت بلند کیا۔

اس کا یہ اعتقاد تھا کہ ان مذہب والوں کا مال اور خون مباح ہے۔ چنانچہ  
 گدھے پر سوار ہو کر نکلا کہ تا۔ شیخ المؤمنین کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔ جس طرح  
 عبد اللہ ممدی امیر المؤمنین بن گئے۔ یہ شیخ المؤمنین ہو گئے۔

ابو یزید نے خلیفہ اموی ناصر باللہ والی اندلس کی حکومت کی بنا ڈالی۔ بربریوں  
 کے ایک گروہ نے اس کی اتباع کر لی۔ گورنر باغیہ نے اس سے دُود ڈہا تھ کئے۔  
 اور منہ کی کھائی۔ ابو یزید نے باغیہ پر قبضہ کر کے ۳۳۳ھ میں تلسہ، مجانہ، ایس  
 یہ سب علاقے اپنے تصرف میں کئے۔ ایس میں آگ لگادی۔ جن لوگوں نے  
 جامع مسجد میں پناہ لی وہاں بھی شکریوں نے تیز تلواریں کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں

سے فارغ ہو کر ”شیبہ“ گیا اور اس کو فتح کر لیا۔ پھر راجہ کی طرف متوجہ ہوا اس کو بھی قبضہ میں لیا اور ایک شخص کو معہ فوج کے قیروان بھیجا۔ آخر کار خود بھی قیروان گیا اور اس کو بھی تاخت و تاراج کیا۔

پھر سوجہ گیا وہاں کی بستی کو تباہ و برباد کیا۔ باسندے مہدیہ آئے۔ یہاں سے کتارہ اور بربری فوج بھیجی گئی اس کو بھی شکست دی اور باب مہدیہ تک ابو یزید آگیا۔ اس کے پاس بربری، نعوسہ، ذاب مغرب کے لوگ آ گئے۔ مگر کچھ دن بعد اس سے باغی ہو گئے۔ یہ ۳۳۳ھ میں قیروان لوٹ گیا۔ قائم بامر اللہ نے فوج بھیجی۔ جس نے سوکہ میں مقیم ہو کر ابو یزید سے مقابلہ کیا۔ یزید نے سوکہ کا سخت محاصرہ کر لیا۔ اس زمانہ میں قائم فوت ہو گیا منصور تخت نشین ہوا۔ ابو یزید کے بیٹے فضل نے سر اٹھایا۔ منصور نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

۳۳۹ھ میں منصور نے حلیل بن اسحاق والی صقلیہ کو معزول کر کے حسین صقلیہ بن علی بن ابوالحسن کلبیہ کو صوبہ صقلیہ کا گورنر کیا۔ چنانچہ ابن حسین کلبیہ نے استقلال کے ساتھ اپنی حکومت و سلطنت کی صقلیہ میں بنیاد ڈالی۔ لہ



# ابوالغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن کلبی

## بانی دولت کلبیہ صقلیہ

ابوالغنائم ایک معزز قبیلہ بنو کلب کا ممتاز رکن تھا۔ نہایت شجاع اور ذکی فہیم تھا۔ ابو ترید کے معرکہ میں پیش پیش رہا جس کی وجہ سے منصور کا مقرب ہو گیا۔ صقلیہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کی جملہ شورشیں ختم کیں اور رعایا کے لئے اس نے بہتر سے بہتر کام کئے جس کی وجہ سے ہر دل عزیز ہو گیا۔ اس نے اٹلی کی طرف توجہ کی۔ مگر اتفاقیہ قیصر روم نے جنگی بیڑہ صقلیہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ابوالغنائم نے مقابلہ کے لئے انتظام کیا اور منصور کو اطلاع دی۔

اس نے فرج صقلی کی سرکردگی میں بحری فوج بھیج دی۔ مگر قیصر کا بیڑا راہ میں تھا۔ ابوالغنائم نے خود پہل کی، دیو پہنچا۔ یہاں اسلامی آبادی تھی اس کو فوجی مرکز بنا کر قلوریہ کے مختلف شہروں پر فوجیں روانہ کیں خود عظیم الشان لشکر لے کر جراجہ پہنچا۔ یہ دیو سے شمال مشرق میں چونتیس میل پر تھا۔ ابوالغنائم حسن نے معاہدہ کر لیا۔ جراجہ والے گھبرا گئے۔ متعینہ رقم پر صلح کر لی۔ رومی لشکر نے سنا تو فراد ہو گیا۔ اس نے صوبہ قلوریہ کے مختلف شہروں کو تاخت و تاراج کیا۔ قلعہ قسانہ کے لوگوں سے معقول رقم پر صلح کر لی۔

منصور کا حکم پہنچا کہ قلوریہ پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ ۳۳۰ھ میں حسن مسینا سے روانہ ہوا۔ جراجہ پر برنطی لشکر پہنچ چکا تھا۔ حسن نے اس طرف رخ کیا۔ وہاں عیسائی حکمران مروغوس کی معیت میں اور برنطی لشکر بحری قائد لمجان کی سرکردگی میں موجود تھا۔ ہر دو مقابل ہوئے۔ معرکہ کا اندازہ نہ کر سکا ہوا عیسائی شکست کھا گئے۔

مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ پھر حسن نے ترمذی اور بطریقہ پر حملہ کر کے قبضہ کیا اور امیر البحر بن زبلی کو گرفتار کیا جس کو سولی دی گئی یہ  
حسن پھر جراجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ۳۴۱ھ میں سخت محاصرہ کیا۔ شہنشاہ قسطنطین ہفتم  
پاد فیروجنیٹس نے اصر و بلس راہب کو نمائندہ بنا کر حسن کے پاس بھیجا جس نے مشرقی  
دوم کے فرماں بردار کی طرف سے ایک عامضی صلح کی درخواست پیش کی جو  
منظور ہوئی۔

حسن نے دیو میں مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد صقلیہ لوٹ گیا۔  
منصور انتقال کر گیا۔ معاویہ بن عبد اللہ بن العزیز نے تخت نشین ہوا تو ابوالغنائم اپنے  
بیٹے حسن کو جانشین کر کے افریقہ پہنچا اور المعز سے ۳۴۳ھ میں اپنے بیٹے احمد کے نام  
فرمان ولایت صقلیہ بھیجوا دیا اور المعز کے پاس رہ کر بڑی فتوحات کیں۔ ۱۸ رزی تقد  
۳۵۳ھ میں انتقال کر گیا۔

۱۰ ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۳۵۶

۱۱ امرائے صقلیہ :-

(نوٹ) ابوالحسن احمد بن حسن کلبی ۳۴۳ھ - ۳۵۸ھ

یعیش غلام ابوالغنائم حسن کلبی ۳۵۸ - ۳۵۹

ابوالحسن احمد بن حسن کلبی (دوسری مرتبہ) ۳۵۹ - طرابلس الشام میں ۳۵۹ھ میں فوت ہوا۔

ابوالقاسم بن حسن کلبی ۳۶۰ - ۳۶۲

جابر بن ابوالقاسم کلبی ۳۶۲ - ۳۶۳

جعفر بن محمد کلبی ۳۶۳ - ۳۶۵ جابر بن ابوالقاسم کا چچا ناد بھائی۔

عبداللہ بن محمد کلبی ۳۶۵ - ۳۶۹

ثقة الدولة ابو الفتوح یوسف بن عبداللہ کلبی ۳۶۹ - ۳۸۸

تاج الدولہ سیف الملتہ جعفر بن ثقة الدولة کلبی ۳۸۸ - ۴۱۰

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)



# ابوطاہر اسماعیل بن ابی القاسم المنصور بن النعمان فاطمی

اسماعیل المنصور بتیس برس کی عمر میں تختِ حکومت پر بیٹھا۔ اُس نے جس پر آشوب زمانہ میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی اس وقت دولتِ فاطمیہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی۔ اس لئے سریرِ آرائے حکومت ہوتے وقت ابویزید خادجی سوسہ پر محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ منصور نے واقعات کی نزاکت دیکھ کر ابویزید خادجی کے مقابلہ کی تیاری کر دی۔ چنانچہ اس نے چند بیڑے جہازات کے مہدیہ سے سوسہ روانہ کئے جس پر سامانِ جنگ فوجیں اور غلہ بھرا ہوا تھا۔ بیڑہ کا سردار رشیق کاتب اور یعقوب بن اسماعیل تھا۔ اس بیڑہ کی روانگی کے بعد خود بھی تھوڑی سی فوج لے کر روانہ ہوا مگر اراکینِ سلطنت نے مشورہ دیا کہ آپ مہدیہ میں رہیں تو مناسب ہے چنانچہ منصور مہدیہ لوٹ آیا۔

جنگی بیڑہ سوسہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوا اور فوجیں ابویزید کے مقابل آگئیں سخت معرکہ رہا۔ ابویزید کو کامل شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اُس نے راہِ فرار اختیار کی۔ اس کا لشکر گمراہ لوٹ لیا گیا اور جلا ڈالا گیا۔ ابویزید قیروان پہنچا۔ یہاں کے لوگوں نے اس کے گورنر کو مار کر نکال دیا۔ وہ آکر اس سے مل کر اپنی ناکامی پر روتے

(بقیہ حاشیہ ص ۸۰۶ سے آگے) - تأیید الدولہ احمد اکمل بن ثقفی الدولہ یوسف ۴۱۰-۴۲۴

مصمّ الدولہ حسین بن ثقفی الدولہ یوسف ۴۲۴-۴۳۱ - دولتِ کلبیہ کا آخری امیر تھا۔

۳۳۶ھ سے ۳۴۱ھ تک کلبیہ امراء چھپانے برسِ متعلیہ پر حکمران رہے۔ اپنے دورِ فرمانروائی میں

کلبیہ نے متعلیہ کو تمدن کی جہتیں لگیوں سے آراستہ کیا۔

(ابن اثیر و ابوالفداء و ابن خلدون)

رہے۔ سوال ۳۳۴ میں ابو یزید سبیہ چلا گیا۔

منصور قیروان آیا اور اہل قیروان کو امان دی اور اپنے دامنِ عاطفت سے ان کے آنسو پونچھے۔ ابو یزید کے اہل و عیال قیروان میں تھے۔ منصور نے اپنی بے نظیر فیاضی و مردانگی سے ان کی حفاظت و نگرانی کی اور ان کی گزران کے لئے وظائف مقرر کئے۔ پھر ابو یزید مقابل آیا مگر ناکام رہا۔ اس نے اپنے بال بچوں کو منصور سے مانگا۔ منصور نے اس کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد پھر فوج لے کر آیا مگر شکست کھا گیا اور جبال کتاہ اور عجبینہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ منصور نے وہاں تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کار منصور نے قلعہ کو فتح کر لیا۔ ابو یزید زخمی ہوا اور محرم ۳۳۵ء میں انتقال کر گیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر منصور نے قیروان اور مہدیہ کی جانب مراجعت کی۔

**مصر پر فوج کشی** | منصور نے بھی مصر کی تسخیر کی طرف توجہ کی۔ وجہ یہ تھی کہ مصر فوجی اور سیاسی دونوں لحاظ سے نہایت اہم مقام تھا۔ مصر کے فرمانروا کا دائرہ حکومت شام اور حجاز تک وسیع تھا اس لئے مصر پر تسلط قائم کرنے کا مفہوم شام و حجاز پر قبضہ تھا۔ چنانچہ منصور نے مصر کو فتح کرنے کے لئے فوجی مہم بھیجی مگر ناکامی ہوئی۔ منصور کا زمانہ زیادہ خوشگوار نظر نہیں آتا۔ وہ اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ البتہ بقول علامہ سیوطی اس کے زمانہ میں شراب و زنا کی ترویج زیادہ ہوئی۔

**وفات** | آخر کار منصور ۳۳۵ء میں فوت ہوا۔

# ابو تمیم معد معز لدین اللہ فاطمی

ابو تمیم معد معز لدین اللہ بن منصور باللہ اسمعیل اور رمضان ۳۱۹ھ کو مہدیہ میں پیدا ہوا اور منصور کے مرنے کے بعد مہدیہ میں تخت نشین ہوا۔ ۱۱۱ھ معز لدین اللہ اپنا لقب اختیار کیا۔ دائرہ حکومت بصرہ سے عراق اور واسطہ، سارڈینیا، صقلیہ نیز اکثر جزائر بحر متوسط پر قبضہ ہو چکا تھا۔

**فتوحات** | معز نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی فتوحات کی طرف توجہ کی ۳۲۲ھ میں معز نے کوہ پرفوج کشی کی۔ اہل ہوادہ، بنو کلمان زیر ہو گئے اور امان مانگی۔ معز نے درخواست منظور کی اور بعزرتہ و احترام پیش آیا۔ اور انعامات سے نوازا۔ پھر معز قیروان آگیا اور اپنے خادم قیصر کو فوج کی سرداری دے کر باغایہ کی سند حکومت اس کو عطا کی۔ اس نے تمام بربریوں پر ہلہ بول دیا۔ سب خوف کھا کر علم حکومت کے زیر سایہ آ گئے۔ معز نے مال و دولت سے ان کی تالیف قلوب کی جاگیں دیں۔ اس زمانہ میں محمد بن خزرج والی مقراوہ و فدیکر آیا۔ معز نے اس کو محل ہرائے میں ٹھہرایا۔ وہ ۳۲۴ھ میں یہیں فوت ہوا۔

**وقائع** | ۳۲۳ھ میں معز نے ہری بن مناد (امیر صہاجہ) کو بلا بھیجا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ آیا اس کو دولت سے مالا مال کیا۔ وہ واپس چل گیا۔ ۳۲۴ھ میں حسین بن علی گورنر صقلیہ کو معز نے لکھا تم جنگی بیڑہ لے کر صاؤ اور ساحل مریہ بلاد اندلس پر حملہ کر دو۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور کامرانی کے ساتھ معہ مال و اسباب کے لوٹا۔ اس کے جواب میں ناصر والی اندلس نے جنگی جہازات

۱۔ تاریخ الکامل جلد ۸ صفحہ ۳۶۲ - مطبوعہ مصر -

۲۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۳۰۲ -

کا بیڑا اپنے خادم غالب کی ماتحتی میں سواحل افریقہ کی جانب روانہ کیا۔ معز کی فوج نے اندلسی فوج کو خشکی پر اترنے نہ دیا اور نہایت ناکامی کے ساتھ والی اندلس کے بیڑے کو واپس کیا۔ مگر پھر ۳۴۲ھ میں جنرل غالب آیا اور اس نے غزہ کے دارالحکومت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا حتیٰ کہ سوسہ اور طبریہ بھی اندلسی فوج کے ہاتھوں تاخت و تاراج ہوئے۔ معز نے تازہ دم فوج بھیجی اور اندلسی افواج کا بیڑہٹا ہوا قدم روک دیا اور وہ واپس چلی گئیں۔ ہر دو افواج مسلمان تھیں۔

**تقرری عمال** صوبہ ایفکان اور تاہرت کی گورنری پر یعلیٰ بن محمد لغیرنی کو مامور کیا۔ صوبہ اشیر کی حکومت پر زہری بن مناد صنهاجی ہسبلہ کے صوبہ پر جعفر بن علی اندلسی کو اور باغایہ کے صوبہ پر قیس صقلی کو برقرار رکھا۔ فاس کی حکومت پر احمد بن بکر بن ابی سہل حذامی اور سجلماسہ کی گورنری پر محمد بن واسول کناسی کو مقرر کیا۔

**فاس کی فتح** فاس کی زمام حکومت احمد بن بکر ابی سہل حذامی کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ معز نے جوہر کو فتح کرنے بھیجا اس نے محاصرہ کر لیا۔ مگر کچھ سمجھ کر سجلماسہ ٹوٹ آیا اور ۳۴۸ھ میں بزور تیغ فاس کو فتح کر لیا۔ ہزار ہا مسلمان جوہر کی تلوار کے گھاٹ اترے اور احمد گرفتار ہوا۔ عمال بنی امیہ نکال باہر کئے گئے۔ صوبہ تاہرات کو زہری بن مناد کے صوبے سے ملحق کر دیا۔ پھر مظفر منصور جوہر قیروان آیا اور احمد بن بکر کو آہنی پنجبرے میں قید کئے ہوئے منصورہ میں داخل ہوا۔

۳۴۹ھ میں قیسر و مظفر کو جو معز کے منہ لگے تھے ان کو جوہر نے مروا ڈالا۔

**کریٹ پر عیساٹیوں کا حملہ** حکم بن ہشام والی اندلس کی طرف سے کریٹ (اقریطش) میں ایک امیر رہتا تھا۔ یہاں عبداللہ بن طاہر کے ظلم کے شکار اسکندری مسلمان آباد ہو گئے تھے۔ ۳۵۰ھ میں عیساٹیوں نے سات سو جنگی کشتیوں کا بیڑہ تیار کر کے چڑھائی کی اور

ہزار ہا مسلمانوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ بے شمار مسلمان قید کر کے لے گئے۔ معز کو خبر لگی لیکن اُس کے کان پر جوں تک نہ رہی۔ اگر وہ چاہتا تو بحری فوج بھیج کر مسلمانوں کو بچا سکتا تھا۔

۳۵۱ھ میں والی صقلیہ نے قلعہ طرین قبضہ میں کیا اور اس کا نام معز لدین **معزریہ** کے نام پر "معزریہ" رکھا۔

والی صقلیہ احمد بن حسن بن علی بن حسن نے رملہ پر چڑھائی کر دی۔ شاہِ قسطنطنیہ نے والی قلعہ رملہ کی ملک کے لئے بحری بیڑہ بھیجا۔ والی صقلیہ نے معز کو لکھا اس نے ایک عظیم الشان لشکر اپنے بیٹے حسن فاطمی کی افسری میں بھیجا جو والی صقلیہ کے پاس پہنچا۔ پھر تو اس عسکرِ اسلامی نے رومیوں کے لشکر کے مُنہ پھیر دیئے اور جی کھول کر ان کی مزاج پر سی کی۔ حسن بن عمار امیرِ عسکر تھا۔ کامرائی کے ساتھ قلعہ پر قابض ہو گیا۔ امیر احمد بن حسن نے خداداد کامیابی پر عسا کرِ اسلامیہ کو بلا دروم میں پھیلا دیا جنہوں نے بلا دروم کی پامالی اور غارت گری میں انتقام کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ آخر شش والی روم نے جزیہ دینا منظور کیا اور ۳۵۴ھ میں باہم مصالحت ہو گئی تھی۔

**مصر کی فتح** معز لدین اللہ نے ان فتوحات اور کامرائیوں کے بعد مصر کی طرف توجہ کی۔ اس نے جوہر کو جو عبداللہ حسن شیعہ کے ساتھ بھی رہ کر فاس اور سجلماسہ وغیرہ فتوحات سے بڑی عظمت حاصل کر چکا تھا۔ خلعتِ شامانہ سے سرفراز کیا۔ ایک لاکھ سوار اور بے شمار مال و متاع اور ساز و سامان دے کر ۳۵۳ھ میں مصر روانہ کیا۔ خود معز معہ ظہرادوں اور امراء کے مشائعت کے لئے فوج کے ہمراہ نکلا اور جوہر کو سوار پر سوار کر کے رخصت کیا۔

مصر میں کانور کے بعد اخشید کا پوتا احمد امیر تھا جس کا سن صرف گیارہ

۱۔ ابن خلدون جلد ۱ کتاب ثانی ص ۲۰۰ ۲۔ ایضاً ص ۲۰۱

سال کا تھا۔ شامیوں نے اس کو امیر نہیں مانا اور حسن اخشیدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قرامطہ نے شام پر حملہ کیا اور حسن کو شکست دی جس میں مصر بھاگ آیا کہ احمد سے لڑتے چھینے۔

ادھر اہل مصر قوط میں مبتلا تھے۔ چھ لاکھ آدمی مر چکے تھے، مقابلہ کی ان میں طاقت نہ تھی۔ انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ دولتِ فاطمیہ سے تعلق پیدا کیا جائے۔ اراکینِ سلطنت نے خلیفہ معز لدین اللہ کو قبضہ مصر کی دعوت دی۔ چنانچہ ۳۵۰ھ میں جوہر صقلی مصر میں داخل ہوا۔ امراء، وزراء اور علماء وقضاۃ نے فسطاط کے دروازہ پر جوہر کا استقبال کیا۔ مجمع کے دن اس نے جامع عمرو بن عاص میں فاطمی کے نام کا خطبہ پڑھا اور عباسی شعراء کے بجائے فاطمی سفید شعراء مقرر کئے اور اذان میں حتیٰ علیٰ خیر العمل پکارنے کا حکم دیا۔

۳۵۰ھ میں جوہر نے بغداد کے نقشہ پر قاہرہ کی داغ بیل ڈالی۔ وسط **قاہرہ** میں خلیفہ کے لئے دو عظیم الشان محل تعمیر کرائے اور جامع الازہر کی بنیاد رکھی۔

جب مصر پر کامل تسلط ہو گیا تو جعفر بن فلاح کتامی کو فوج دے کر شام کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں قبضہ کر کے سب سے فاطمیوں کی بیعت لی، جس نے انکار کیا اس کی توبیخ کی گئی۔

ان کا گزاردیوں کے بعد جوہر نے معز کو مصر آنے کی دعوت دی۔ وہ ۵ صفر ۳۶۲ھ کو مدینہ سے روانہ ہوا اور ۲۴ شعبان کو اسکندریہ میں داخل ہوا۔ جملہ عائدین شہر نے پر تپاک خیر مقدم کیا۔ مجمع کے سامنے طویل تقریر کی :-  
 ”ہم کو مصر کے قبضہ سے زیادتی مال یا توسیع ملک مقصود نہیں بلکہ اقامتِ حق اور جہاد فی سبیل اللہ مد نظر ہے۔“

معز لدین اللہ اسکندر یہ سے جیزہ آیا۔ یہاں پہلے سے جو ہر عقلی معر فوج کے موجود تھا اس نے سلامی دی۔ ۵۔ رمضان کو معز قاہرہ میں داخل ہوا اور قصر کبریٰ میں ایک عام جشن کیا۔ تمام عمائد شہر شریک ہوئے اور معز کو مبارک باد دی گئی۔ اس کے بعد سے قاہرہ ہی دار الحکومت قرار دیا گیا۔

**قرا مطہ کا حملہ** ۳۶۳ھ میں قرا مطہ نے حسن بن احمد کی قیادت میں مصر اٹھے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو پورا کیا اور اہل بیت کو خلافت مل گئی تو سبھائے حمایت کے مخالفت پر کیوں کر باندھی ہے۔ مگر قرا مطہ نے اس کو اہلبیت سے ہی نہ گردانا اور جنگ کے لئے آگے بڑھا۔ جس کا ارادہ یہ تھا کہ اس نئی حکومت کو ختم کر کے اپنی بادشاہی قائم کرے۔ معز قرا مطہ کی طاقت اور قوت سے خوفزدہ ہوا۔ وزیروں سے مشورہ کیا۔ طے یہ ہوا کہ حسان بن جراح عربی رئیس شام جو قرا مطہ کے ساتھ تھا اس کے ساتھ جمعیت بھی کافی تھی اس کو ایک لاکھ دینار دے کر توڑ لیا جائے۔ چنانچہ جب ہردوافواج مقابل ہوئیں حسان نے وقت پر قرا مطہ سے علیحدگی اختیار کر لی جس کو شکست فاش ہوئی۔ ابو محمد ابراہیم نے تعاقب میں جا کر قرا مطہ کا قتل عام کیا اور ڈیڑھ ہزار افراد گرفتار کر لیا جن کو معز کے آگے قتل کر دیا گیا۔

خلافتِ فاطمیہ کے قیام سے عباسی خلفاء کے لئے بے حد خلفشار تھا اور عوام کی توجہ اس طرف بڑھ رہی تھی۔ انہوں نے علماء و اعیان و سادات سے ایک دستخطی محضر تیار کرایا کہ یہ لوگ فاطمی نہیں ہیں اور اس کی اس قدر شہرت کی گئی کہ معز قاہرہ میں داخل ہوا تو سرکردہ سادات عبداللہ بن طباطبائے معز سے اس کے نسب کی بابت سوال کیا۔ بولا کہ میں مجلس عام میں جواب دوں گا۔ جب مجلس منعقد ہوئی جملہ سادات و اشراف جمع ہوئے۔ اس وقت معز نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کہا کہ یہ میرا نسب ہے اور اشرافیوں کے توڑے سب کے سامنے ڈال دیئے اور



کہا کہ لو یہ میرا حسب ہے۔ اہل مجلس نے متفقہ کہا کہ ہم آپ کے خادم ہیں۔  
 عبید اللہ ہمدی کے نسب میں بہت اختلاف ہے۔ بعض مورخ ابن خلدون  
 جیسے حضرات ان کو بنی فاطمہ کہتے ہیں اور علامہ سیوطی جیسے لوگ ان کو محوسی النسل  
 قرار دیتے ہیں یہ واللہ اعلم بالصواب۔  
دمشق پر قبضہ مصر کے بعد دمشق پر بھی دولت بنو فاطمہ کا قبضہ  
 ہو گیا۔

وزارت ابوالفضل جعفر بن فرات وزارت عظمیٰ پر مامور تھا۔ یہ انشیدیوں  
 کے زمانے میں رہا۔ نہایت پکاستی مسلمان تھا۔ معز الدین نے  
 اسے ہٹانا مصلحت کے خلاف سمجھا لیکن اندرونی طور سے اختیارات سلب کر  
 رکھے تھے۔ آخر میں صرف نام کا وزیر رہ گیا تھا۔ یہ ادھر جوہر صقلی نے اس کی  
 کڑی نگرانی کی۔ یہ مستغنی ہو گیا۔

دیوان خراج معز نے یعقوب بن کلس کو دیوان خراج (احساب) مقرر کیا۔  
 اساحلوں کا نظم و نسق، اوقات، انتظام، میراث، سب  
 یعقوب کے سپرد تھے۔ ابن کلس نے اپنا معتمد علیہ ابن فرات کو بنایا۔ خراج کے  
 افسروں کا محاسبہ اس کے سپرد تھا۔ یہ

افسر پولیس علوج بن حسن کو افسر پولیس کیا۔

عمدہ کتابت معز الدین نے ۳۴۲ھ میں جوہر صقلی کو اپنا کاتب مقرر  
 کیا۔ معز نے اس عمدہ کو وزارت کے ہم پایہ بنادیا تھا۔  
 جوہر جہاں صاحب سیف تھا وہاں اہل قلم بھی تھا۔ بلند پایہ ادیب، اس کے علاوہ

۱۶ تادیخ ابن خلدون جلد نہم ۲۵ تادیخ الخلفاء ۲۵ مقررہ بڑی جلد ۱۷ ابن خلدون جلد ۱۶  
 ۲۵ مسلمانوں کا نظم مملکت۔

شجاع، بہادر اور سیرت کی پاکیزگی میں اس کی نظیر شیعوں میں ملنا دشوار تھی۔ اس کو صاحب الواسطہ سے بھی خطاب کیا جاتا تھا۔ مگر اس کو شیعیت میں غلو ضرور تھا جو جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔

**صاحب قلم الدقیق** | صاحب قلم الدقیق کا عہدہ ہم درتبہ فادن سیکرٹری کے تھا۔ ڈیڑھ سو دینار تنخواہ ہوتی تھی۔ خلافت عظمیٰ اور فوجدارہ کے معاملات اس کے سپرد تھے۔

**صاحب قلم الجلیل** | صاحب قلم الدقیق کے برابر درتبہ ہوتا اور محافظ کاغذات اور خلیفہ کے سامنے کاغذات کا پیش کرنا اس کے ذمہ ہوتا تھا۔

**جوہر مقلی معزالدین** | جوہر مقلی معزالدین پر چھایا گیا تھا اس نے تسخیر مصر کے بعد تھوڑے عرصہ میں بڑے بڑے عہدوں پر سنیوں کے بجائے مغرب کے شیعوں کو مقرر کر دیا۔ اس کے سوا اس نے اپنی سیاست کو عمل میں لانے کے لئے سنی مذہب کے تمام آثار مٹا دیئے خواہ وہ مذہبی تھے یا ان کا تعلق تمدن و تہذیب سے تھا۔ سنیوں کو وہ دشمنان اسلام خیال کرتا تھا۔

جوہر بلاد مصر پر خلیفہ فاطمی کے قائم مقام کی حیثیت سے حکومت کرتا تھا۔ معزالدین زیادہ عقیل اور دانا تھا جوہر کی کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ کیونکہ جوہر مقلی نے ہی حکومت فاطمی کو مضبوط بنایا۔

**شلیحہ مذہب کی اشاعت** | جوہر کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے شیعیت کی ترویج میں سعی بلیغ کی۔ کہیں لالچ دے کر شیعہ کیا کہیں جبر سے کام لیا۔

جوہر نے حکومت کے تمام عہدے داروں پر لازمی قرار دیا تھا کہ وہ مذہب

۱۔ جوہر مقلی علی ابراہیم بن صفور، (مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۲۰)

شیعہ کے احکام پر عملدرآمد کریں جو حکومت کا مذہب ہے۔ اس حکمتِ عملی سے مصر کے سنی عہدہ داروں میں شیعہ مذہب کی اشاعت ہوئی۔ وہ جبر و استبداد کے خطرہ یا اعلیٰ عہدوں کی امید میں شیعہ بن گئے۔ یہی حال یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کا تھا۔ ۱۷

## نظامِ سلطنت

۳۲۳ء میں حکومت کے نظم و نسق میں چند تبدیلیاں کیں۔ پولیس کا ایک اور محکمہ قاہرہ منتقل کر دیا گیا۔ پولیس کا افسر اعلیٰ جمیرہ کو مقرر کیا۔ قاہرہ میں عمرو بن ابراہیم اور شبل معمر مقرر کئے گئے۔

معمر نے جامع عمرو بن عامر کی خطابت کا منصب بنی عبد السمیع سے **خطیب** لے کر جعفر بن حسن شیعہ کو دیا۔ بنی عبد السمیع کا خاندان چونسٹھ سال سے اس خطابت پر مامور تھا۔ ۳۶۹ء میں خلیفہ نے جامع الازہر کا خطیب اپنے بھائی کو مقرر کیا۔

افسر مالیات محمد بن حسین بن مہذب شیعہ مقرر ہوا۔ اس دور میں **مالیات** شیعہوں کے قبضہ میں تمام اہم محکمے تھے۔ ان میں محکمہ مال اور وزارت عدالت اور احتساب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

فاطمیوں کے عہد میں متعدد دفاتر و دواوین تھے جو علیحدہ علیحدہ افسروں کے ماتحت تھے۔ یہ افسر بہت بڑے عہدے دار خیال کئے جاتے تھے ان میں قابل ذکر یہ تھے :-

**فوجی دفتر** | فوجی دفتر کا افسر، جس کے سامنے فوجیں اور گھوڑے وغیرہ پیش کئے جاتے تھے۔

۱۷ مسلمانوں کا نظم و ملکیت ص ۲۰۹ -

**دفتر فوجی لباس** | فوجوں کی وردیوں وغیرہ کا انتظام اس کا سپرد تھا

تنخواہوں کو تقسیم کرتا اور ملازموں کی تنخواہوں، کارگزاروں کی سالانہ رپورٹ مرتب کرتا تھا۔ یہ رپورٹ خلیفہ کے سامنے پیش کی جاتی تھی یہ

پروفیسر علی ابراہیم حسن ایم اے ”النظم الاسلامیہ“ میں لکھتے ہیں :-

”فاطمی عہد کے بڑے بڑے عہدہ داروں میں ”صاحب الباب“

(شاہی دربان) ”حامل مظلة الخلیفہ“ (محفتری بردار) ”صاحب رسالہ“

خلیفہ کے خطوط وزیر اور دوسرے اعلیٰ عہدے داروں کو پہنچاتا

تھا۔ ”افسر مالیات“ عہد حاضر کا وزیر مالیات اور ”حامل دوات

خلیفہ“ تھے۔

مذہبی اعلیٰ عہدے داروں میں قابل ذکر یہ تھے :-

**قاضی القضاة** | اس کا فرض احکام شریعت کا تحفظ اور سکہ کی نگرانی

بھی تھا۔ پہلے سنی ابوطاہر محمد بن احمد تھا مگر اس کے

ساتھ ابوسعید عبداللہ بن محمد بن ابی ثوبان شیعہ کو مقرر کیا۔ بعد میں ابوسعید

مستقل ہو گیا۔

**قضاة کے حالات** | نعمان بن محمد بن منصور بن احمد بن جیون، زمانہ

حکومت معز لدین اللہ علوی میں قیروان کا قاضی

تھا۔ جب معز مصر میں آیا تو نعمان بھی اس کے لکاب میں تھا۔ مصر میں پہنچ کر معز

نے نعمان کو عہدہ قضاہ محنت کیا تا آنکہ اس نے اسی عہدہ پر وفات پائی۔ بجلت

اس کے اس کا بیٹا علی مامور ہوا۔ ۳۳ھ میں یہ بھی مر گیا تو عزیز نے اس کے

بھائی ابوعبداللہ محمد کو عہدہ قضاہ پر مامور کیا۔ خلعت دیا اور اپنے ہاتھ سے اس

یہ الخط جلد ۲ صفحہ ۹۹ (مسلمانوں کا نظم ملکیت ص ۲۰۹)

کی کمر میں تلوار جمائل کی۔

معز نے اس کے باپ سے اسی محمد کو مصر میں عہدہ قضا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ۳۸۹ھ عہد خلافت حاکم میں اس نے بھی وفات پائی۔

یہ شخص بہت بڑا جلیل القدر، کثیر الاحسان اور عدالت و افتاء میں بجد محتاط تھا۔ اس کا زمانہ قضا خلافت کے لئے رحمت الہی کا ایک نمونہ تھا۔

**داعی الدعاة** | قاضی القضاۃ کے قریب ہم رتبہ ہوتا تھا۔ اس کا منصبی فرض مساجد و مدارس میں فاطیوں کی دعوت و تبلیغ کرنا تھا۔

**محتسب** | محتسب کا فرض بانداؤں کا نگرانی کرنا تھا۔ اس کے علاوہ قوانین بیع و ثمرہ کی پابندی کرنا تھا۔ پیمانوں اور وزنوں کی جانچ کرنا بھی تھا۔

محتسب قرضوں کو وصول کرتا تھا اور قیام امن کے لئے مناسب تدابیر اور کارروائیاں عمل میں لاتا تھا۔ محتسب کا انتخاب عموماً ممتاز مسلمانوں اور سربراہ آوردہ لوگوں میں سے کیا جاتا۔ اس کی تنخواہ تیس دینار ہوتی تھی۔ ۳۱۳ھ میں قاضی علی بن نعمان شیعہ کو مقرر کیا۔

**نائب صاحب الباب** | سفراء کے استقبال اور ان کے قیام و طعام کا انتظام بھی اس کے سپرد تھا۔

**قراء الحضرۃ** | ایک جماعت قادیوں کی تھی جن کو حکومت سے تنخواہ ملتی تھی جن کا کام یہ تھا کہ وہ مجلس اور جلوس کے وقت خلیفہ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کہیں۔

**افسر خراج** | علی بن یحییٰ اخشیدیوں کے عہد میں افسر خراج تھا۔ جو ہرنے ارعابن صولاب کو مقرر کر دیا۔ پھر اس کی جگہ یعقوب بن کلس مقرر ہوا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

**خراج** | جوہر متقی نے پہلے سال ۴۰۰۔۴۰۱ھ دینار خراج ملک مصر وصول کیا۔

**مزد و عہد رقبہ مصر** | معز الدین کے عہد میں مصر کا مزد و عہد رقبہ ۲۸۵۴۱۲ فدان تھا۔

**جدید انتظام ٹیکس** | معز کے زمانے میں یعقوب بن کلس نے ٹیکس کا جدید نظام مرتب کیا۔ ان دونوں نے پیداوار کی مختلف اقسام کا جائزہ لیا۔ اس کے بعد نظام ٹیکس کا ایک جدید خاکہ بنایا۔ ترتیب کے وقت مختلف دوروں کے ٹیکس بھی ان کے پیش نظر تھے۔

حکومت نے اس خاکہ پر عمل کرنے کی پوری کوشش کی۔ اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور پیداوار میں اس وجہ سے معتد بہ اضافہ ہو گیا۔

**افواج فاطمیہ** | حسن عبید اللہ شیعہ نے عباسیوں کے مقابلہ میں فاطمی خلافت کی دعوت مغرب میں شروع کی۔ کتا مرہ ضہاجہ، ہوارہ قبائل

نے ساتھ دیا اور ان کی جان بازی سے عبید اللہ مہدی خلیفہ بنے۔

۳۹۷ھ میں مہدی نے تمام امراء اور اراکین دولت انہی میں سے منتخب کئے۔ منصور اور معز کا بھی یہی رنگ رہا۔ بربروں ہی کی بدولت جوہر صقلی نے مصر فتح کیا۔ اس نے پھر اس فوج کو نئے انداز سے آراستہ کیا۔

**وفات معز** | معز نے ۱۲ ربیع الثانی یوم جمعہ ۳۶۵ھ ہجری میں انتقال کیا۔

## القائد ابو الحسن جوہر صقلی

جوہر صارب صقلی کا غلام تھا۔ صارب بھی غلام تھا۔ صقلیہ اور اٹلی کے جماد میں کارہائے نمایاں کئے۔ جوہر ساتھ رہا۔ اس کو عاقل اور فرزندانہ سمجھ کر

لے مسلمانوں کا نظم ملک ۳۹۹ ۵۷ دائرۃ المعارف جلد ۱۱ صفحہ ۷۲ -

اپنے خادم بخیران کے سپرد کر دیا۔ اس نے خضیف کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے المنصور قاطمی کی خدمت میں پیش کیا۔

منصور نے اس کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی۔ چنانچہ جوہر کچھ دنوں میں سر بلندی حاصل کرنے لگا اور حکومت کے معاملات میں دخیل ہوتے ہوئے معزز کے عہد میں عہدہ کتابت پر فائز ہوا اور وزیر جنگ ہو گیا۔ اس کے بہت کچھ کارنامے معزز کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جوہر نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔

مصلیہ کے امیر غلام کو اسلام کے طفیل یہ اعزاز نصیب ہوا۔ اس کے مرنے پر ابن عذاری اور ابن خلکان کے بقول اس کے عہد کا کوئی شاعر ایسا نہ تھا جس نے اس کا مرثیہ نہ کہا ہو اور اس کی خدمت کا اعتراف نہ کیا ہو۔ اپنے وقت کا بڑا جنرل تھا۔ اس کا بڑا لڑکا حسن بن جوہر جو الحکم کے عہد میں قائد القواعد اور وزیر اعظم تھا۔ دوسرے لڑکے ابو عبد اللہ حسین بن جوہر کو برقعہ طرابلس الغرب کی عنان حکومت عطا ہوئی۔

**نماز جمعہ** | خلیفہ معز الدین نے یہ طور اختیار کیا تھا کہ جمعہ کو جاہ و جلال کے ساتھ جس میں شان و شکوہ نمایاں ہو نماز کو جاتا۔ خلیفہ کے پیشتر قاضی القضاۃ جامع مسجد میں داخل ہوتا اور منبر اور اس قبة کو جس کے نیچے خلیفہ خطبہ دیتے وقت کھڑا ہوتا تھا۔ سخودات کی خوشبوؤں سے معطر کرتا تھا۔ خلیفہ اس روز سفید ریشمی لباس زیب تن کرتا تھا اور نہایت نفیس ریشمی صافہ باندھتا تھا۔ شاہی عصا ہاتھ میں ہوتا اور خاص محافظ پولیس افسروں اور ممتاز امراء کے جلو میں جامع مسجد روانہ ہوتا۔ پیچھے پیچھے عام لوگوں کا جم غفیر ساتھ ہوتا۔ شاہی جلوس کے ساتھ چھا پنچھ اور نقارہ بجاتا ہوتا اور قرت انگیز



آواز میں کلام پاک کی تلاوت ہوتی رہتی۔ یہاں تک کہ وہ ایک خاص نشست گاہ تک پہنچ جاتا تھا جہاں امیر العسکر، حاجب اور شاہی پولیس کے افسر حفاظت کے لئے کھڑے رہتے۔

اذان کے بعد قاضی القضاة نکلتا اور باوانہ بلند کہتا۔

السلام علی امیر المؤمنین الشریف القاضی ورحمۃ اللہ  
ویرکاتہ القلوۃ یرحمہ اللہ۔

یہ سن کر خلیفہ اپنے خاص حجرہ سے برآمد ہوتا پیچھے پیچھے وزیر اعظم اور مسلح شاہی باڈی گارڈ ہوتا تھا۔ خلیفہ منبر کے پاس اپنی خاص نشست گاہ تک اسی ہیئت میں پہنچتا اور منبر کے قریب بیٹھ جاتا اس وقت مسلح شاہی باڈی گارڈ اس کے آس پاس منتشر ہو جاتا اور وزیر اعظم منبر کے پاس خلیفہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جاتا۔ جب خلیفہ اشارہ کرتا تو وہ اس کے ہاتھ پیروں کو بوسہ دینے کے بعد منبر کے سامنے دوپروے چھوڑ دیتا اور اس کی وجہ سے منبر کا قبة ہودج کی شکل کا نظر آنے لگتا۔ اب خلیفہ خطبہ شروع کرتا اور وزیر اعظم کھڑا ہوتا خلیفہ خطبہ کے خاتمہ پر وزیر اعظم اور مسلمان فوجوں کی کامیابی کے لئے دعا مانگتا اور خطبہ کے آخر میں کہتا۔ اذکر اللہ یدکما کہد (خدا کو یاد کرو وہ تم کو یاد کرے گا)۔

خطبہ کے خاتمہ پر وزیر اعظم محراب کے پردوں کو چھوڑ دیتا اور وہ قاضی القضاة محراب کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے۔ کابینہ کے ممبر ممتاز فوجی اور سولین افسر بھی محراب کی حفاظت کے لئے آس پاس کھڑے ہو جاتے۔ خلیفہ نماز شروع کرتا تو وزیر اعظم قاضی القضاة اور مؤذن حسب ترتیب تکبیر کا فرمان انجام دیتے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد جب جامع مسجد کا مجمع کم ہو جاتا تو خلیفہ اس شان سے نکلتا کہ دائیں جانب وزیر اعظم ہوتا اور بائیں جانب قاضی القضاة، داعی الدعاة اور شاہی باڈی گارڈ ساتھ ساتھ چلتا۔ اس ہیئت و جلال سے جامع مسجد سے محل پہنچتا رہا۔

۱۔ مسلمانوں کا نظم مملکت صفحہ ۱۲۱۔

## وزیر اعظم یعقوب بن کلس

یعقوب بن کلس یہودی تھا۔ بغداد میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما ہوئی۔  
 علما نے اسلام سے علم و فضل حاصل کیا۔ سن ۲۳۱ھ میں شام چلا گیا۔ ۳۳۱ھ میں مصر آیا۔  
 انشید کا زمانہ تھا کافور کا جب عہد آیا۔ اس سے پہلے سے مراسم تھے اس نے اپنے  
 محل کی تعمیر کا نگران یعقوب کو کر دیا۔ مگر اس نے اپنے طریق کار سے کافور کو بہت زیادہ  
 مہربان کر لیا اور اس کی عنایت اس پر زیادہ ہونے لگی تو اس نے اپنے دیوان خاص  
 میں اس کا تعزیر کر دیا اور اس پر اس قدر اعتماد ہو گیا کہ اس نے تمام محکمہ افسران  
 کے نام حکم جاری کر دیا کہ خزانے سے ایک پیسہ بھی بغیر ابن کلس کے دستخط کے  
 نہ نکالا جائے۔

ابن کلس پر کافور کی رواداری کا اثر پڑے بغیر نہ رہا۔ اس نے اپنے قدیم  
 مذہب سے بے زاد ہو کر اسلام قبول کر لیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔  
 پھر تو اس کا یہ عالم ہوا کہ نماز جمعہ کی بڑی پابندی کرتا۔ کافور کی توجہ ابن کلس پر  
 اور بڑھ گئی۔ اس کا معمول تھا کہ نماز و تلاوت میں زیادہ مصروف رہتا۔ ایک  
 متبحر عالم قرآن کی تفسیر کا مطالعہ کرتا اور ایک قادی اس کا ہم جلس تھا جس کے  
 ساتھ پنج وقتہ نماز پڑھتا۔ اس کے ساتھ کھانا کھاتا اور اس کے پاس سوتا تھا۔  
 کافور اپنی وفات تک (۳۵۶ھ) برابر اُسے عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا  
 رہا۔ کافور کے مرنے کے بعد مصر میں جی نہ لگا۔ بلا و مغرب چلا گیا خلیفہ معز الدین  
 کی خدمت میں باد یاب ہوا۔ معز نے بھی اس کی تواضع و مدارت بہت کی ۳۶۳ھ  
 میں معز کے ساتھ مصر آگیا۔

محرم ۳۶۳ھ میں معز نے اُسے اور علوج بن حسن کو چنگی اور مدنی معاملات  
 کا اپنا راج مقرر کیا اور وہ ترقی کرتا ہوا وزارت پر سرفراز ہوا۔

ابن کلس کا معمول تھا کہ اپنے قصر میں ہر ہفتہ اور پانچ شنبہ کے روز ایک بہت بڑی مجلس منعقد کرتا جس میں اس کی تالیفات سنائی جاتی تھیں۔ اس مجلس میں قضاۃ فقہاء، اساتذہ قراء و تجوید، محدثین، شعراء اور ممتاز ارکانِ دولت کا اجتماع ہوتا تھا۔

اس نے اپنے محل میں ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جہاں بہت سے کاتب قرآن کے نسخوں اور حدیث، فقہ، ادب اور دوسرے علوم و فنون کی کتابوں کی نقلیں کرنے پر مامور تھے۔

اپنے قصر میں ایک کشادہ مہمان خانہ بھی بنوایا جس میں حمام اور دوسری ضروریات کا انتظام تھا۔ ابن کلس نماز مغرب کے بعد ہر روز یہاں کرسی عدالت پر جلوہ فرما ہوتا تھا اور شہریوں کی شکایات اور ضروریات کے بارے میں مناسب طور کا دروایاں کرتا تھا۔

ابن کلس کے محل میں محکمہ فوج، شعبہ مالیات، دیوانی خراج اور دیگر کارڈانس اور دوسرے صیغے قائم تھے۔ ہر شعبہ میں اس صیغہ کے ماہر افراد کی ایک معقول تعداد کام کرتی تھی۔ علماء شعراء اداء فقہاء اور متکلمین اور ماہرین فن کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر تھیں۔ ادب باب فن اس کے محل میں سکونِ قلب سے علمی کاموں میں لگے رہتے تھے۔

افادہ عام کی غرض سے ایک شفا خانہ قائم کیا تھا جس میں صد ہا حاذق اطباء ملازم تھے جو مریضوں کا مفت علاج کیا کرتے تھے۔

ابن کلس نے اپنے زمانہ میں فراغِ وزارت ایسے حسن و خوبی سے ادا کئے اور سخاوت کے وہ مظاہر دکھائے اور صلہ گستری سے علماء و شعراء کو نوازا کہ شعرائے

عہد نے قصائد شاندار لکھے جو اس دورِ تاریخ میں محفوظ ہیں۔

**جامع الزہیر** | جامع الزہر کو جو ہر نے شیعہ تبلیغ و اشاعت کا مرکز بنا رکھا تھا۔  
مگر ابن کلس نے عزیز کو مشورہ دیا کہ جامع الزہر کو دعوتِ شیعہ کے مرکز کے بجائے ایک یونیورسٹی کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے جہاں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم دی جائے۔ خلیفہ نے اسے شرفِ قبولیت بخشا اور جامع الزہر کی دانش چاندی کے فرائض ابن کلس کو تفویض کئے۔

یہ واقعہ ۳۲۵ھ کا ہے۔

ابن کلس نے ۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔ عزیز نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تجہیز و تکفین میں شریک ہوا۔ اس کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کیا اور اس کی مفوضہ خدمات کو یوں تقسیم کیا کہ عدالتی و انتظامی خدمت حسن بن سخامزادہ کے تفویض ہوئی اور مالیات کا صیغہ عیسیٰ بن نسطورس کو سپرد کیا گیا۔

## عزیز بدین اللہ

عزیز بدین اللہ ۱۴ محرم ۳۲۴ھ کو بمقامِ مدینہ پیدا ہوا۔ ۳۶۵ھ میں عمر اکیس سال خلیفہ ہوا۔ اس کا نام نزار بن معد ابو منصور تھا اور لقب عزیز بدین اللہ تھا۔

**وزیر** | وزیر اس کا یعقوب بن کلس تھا۔ اس کے مرنے کے بعد وزارت کا کام دو حصوں میں کر دیا اور امیر العسکر جوہر صقلی مقرر ہوا۔  
عزیز کی طبیعت زیادہ تر عیش و عشرت کی طرف تھی۔ ویسے عادل اور خوبیوں کا خلیفہ تھا۔

۱۔ ابن خلدون جلد ۵ ص ۲ ۲۔ ایضاً ۳۔ دائرۃ المعارف جلد ۱ ص ۴۷ -

**عدالتی و مالی انتظام** | عدالتی و انتظامی خدمت حسن بن سخا ز مردا کتا مرد اور مالی خدمت علی بن نسطورس کو سپرد کی گئی۔

**قضاۃ** | علی بن نعمان بن محمد قاضی القضاۃ مقرر کیا گیا۔ جب یہ ۳۴۴ھ میں مرا تو اس کے بجائی ابو عبد اللہ محمد کو عہدۂ قضا پر مامور کیا اور اپنے ہاتھ سے عزیز نے اس کے گلے میں تلوار حائل کی۔

**گورنر** | بلکین بن زہری کو گورنری افریقہ پر بحال و قائم رکھا اور اس کا نائب عبد اللہ بن خلف کتامی کو جو طرابلس، سمرت اور جرابلس کا گورنر تھا، کیا۔

**مکہ معظمہ پر یورش** | اہالی مکہ و مدینہ نے گذشتہ موسم حج میں معز کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔ مگر عزیز کی تخت نشینی پر عزیز کے نام کا خطبہ نہ پڑھا اس بنا پر عزیز نے مرزہ بن حمانہ پر فوج کشی کر دی۔ چنانچہ فاطمی لشکر نے مکہ و مدینہ پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ سد و غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ اہل حریم نے مجبور ہو کر اطاعت قبول کی۔ پھر مکہ معظمہ میں اس کا نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان دنوں مکہ معظمہ کا عامل عیسیٰ بن جعفر تھا اور مدینہ منورہ پر طاہر بن مسلم عامل تھا۔

**افتکین کے کارنامے** | افتکین ایک بہادر ترک تھا۔ اس کو بھی یہ لنگ تھی کہ اپنے علاقہ کو وسعت دے اور بنو فاطمہ اور بنو عباس کی باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھائے۔ چنانچہ اس نے فوجیں فراہم کر کے عظیم مخالفت بلند کر دیا اور اس نے ان بلاد پر یغاء کر دیا جو بحال شام پر واقع تھے۔ چنانچہ سب پہلے صیدا کا محاصرہ کیا۔

ابن الشیخ اور ظالم بن مہوب عقیلی مع مردا کتا بن مغاہہ اس وقت صیدا

لے ابن خلدون جلد ۱۰ کتاب ثانی صفحہ ۱۳ ۲۰ ایضاً صفحہ ۲۔

میں موجود تھے فوجیں مرتب کر کے افنگین سے مقابلہ کرنے کو نکل پڑے۔ سید سخت اور خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ افنگین لڑتے لڑتے پیچھے ہٹا۔ مغربی فوجیں کامیابی اور کثرت کے جوش میں آگے بڑھتی چلی آئیں۔ یہاں تک کہ اپنے مورچے سے بہت دور نکل آئیں۔ اس وقت افنگین اپنی فوج کو مجتمع کر کے مغربی فوجوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر کیا تھا مغربی فوجیں گھونگٹ کھا گئیں۔ چار ہزار فوج کھپت رہی۔ اس سے افنگین کے حوصلے بڑھ گئے۔ عکہ کا قصد کیا اور اس پر محاصرہ ڈال کے طریقہ کی جانب بڑھا۔ یہاں کے باشندوں کے ساتھ بھی وہی معاملات کئے جو اہل صیدا کے ساتھ کئے تھے۔

بعدہ دمشق کی طرف لوٹ کھڑا ہوا۔ عزیز نے اس کی بابت اپنے وزیر یعقوب بن کلس سے مشورہ کیا۔ یعقوب نے یہ رائے دی کہ اس کے مقابلہ پر جوہر کا تب بھیجا جائے۔ عزیز نے اس رائے کے مطابق فوجیں آہستہ کر کے جوہر کو افنگین کی لڑکی تمام کرنے کو روانہ کیا۔

اس اثنا میں افنگین دمشق پہنچ گیا تھا اس کو اس کی خبر لگی تو اس نے اہل دمشق کو مجتمع کر کے کہا تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں نے تمہاری رضا مندی سے تم پر حکومت کی اور تمہاری استدعا پر ایسے بڑے ذمہ داری کے کام کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اب چونکہ عزیز والی مصر و افریقہ کا مقابلہ ہے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم لوگ کسی مصیبت میں مبتلا ہو۔ اس وجہ سے میں تم لوگوں سے علیحدہ ہوا چاہتا ہوں۔ اہل دمشق یہ سن کر متحد الکلمہ ہو کر بولے۔

”ہم لوگ آپ سے جدا نہ ہوں گے اور جان و مال کو آپ پر تصدق

کر دیں گے۔“

افنگین نے اس عہد و اقرار پر ان لوگوں سے قسم لی اور جوہر کا مقابلہ کرنے پر تہل گیا۔ ماہ ذیقعد ۳۶ھ کو جوہر مع اپنی سپاہ کے دمشق پہنچ گیا اور نہایت حزم و احتیاط سے اس پر محاصرہ ڈال دیا۔ دو ماہ کامل محاصرہ کئے رہا لڑائیاں



ہوتی رہیں۔ فریقین کے ہزار ہا آدمی مارے گئے بالآخر افنگین نے طولِ محاصرہ سے گھبرا کر اعظم بادشاہ قرامطہ کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور اس سے مدد طلب کی۔ چنانچہ بادشاہ قرامطہ اپنا لشکر مرتب کر کے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ شام و عرب کا جم غفیر اس کے پاس آئے جمع ہو گیا جس کی تعداد پچاس ہزار کے قریب تھی۔ جوہر نے یہ خبر پاکہ و مشق کا محاصرہ اٹھالیا اس خوف سے کہ مبادا دو دشمنوں کے درمیان نہ آ جاؤں چلتا پھرتا نظر آیا۔ مگر افنگین اور بادشاہ قرامطہ نے نہایت تیزی سے طبعی مسافت کر کے جوہر کو ملے میں جا کر گھیر لیا اور اس کا پانی بند کر دیا۔

جوہر ملے چھوڑ کر عسقلان چلا گیا۔ افنگین اور بادشاہ قرامطہ نے عسقلان پر بھی دھاوا بول دیا اور اس پر بھی محاصرہ ڈال دیا۔ سد و غلہ کی آمد بند ہو گئی نہایت سختی سے بسر ہونے لگی۔ جوہر نے افنگین سے مصالحت اور سازش کی بابت خط و کتابت شروع کی اور بادشاہ قرامطہ اس کو اس سے روک رہا تھا۔ آخر کار جوہر نے ملاقات کرنے کی درخواست کی افنگین نے منظور کر لی۔ دونوں ایک مقام موعود پر ملے جوہر کہنے لگا۔ یہ قتل و خون نہیری تمہاری وجہ سے ہوئی ہے تم کو برابر مصالحت کا پیام دے رہا تھا۔

افنگین نے جواب دیا۔ میں اس معاملہ میں معذور ہوں۔ یہ سارا ساختہ پرداختہ بادشاہ قرامطہ کا ہے۔ اسی قسم کی دونوں میں گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں یہ طے پایا کہ افنگین محاصرہ اٹھالے اور جوہر اپنے آقائے نامدار عزیز سے اس حسن سلوک کا معاوضہ دلوائے۔ اس امر کے طے ہونے پر جوہر نے ایفاء

۱۔ شہر ملے سے تین کوس کے فاصلہ پر طواسین ندی تھی اس سے شہر میں پانی جاتا تھا۔ افنگین اور بادشاہ قرامطہ نے اسی ندی پر اپنے مورچے قائم کئے تھے اور شہر میں پانی کا جانا بند کر دیا۔ (تاریخ کامل اثیر جلد ۲۶ ص ۲۶۱ مطبوعہ مصر)۔



عہد کی قسم کھائی۔

افنگین اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا اور بادشاہ قرامطہ کو کل حالات بتائے۔ بادشاہ قرامطہ نے افنگین کو اس پر نصیحت و فضیحت کی۔ جوہر کی چالاکیاں و مکاریاں بیان کرتے ہوئے کہا کہ محاصرہ اٹھالینے کے بعد جوہر اپنے آقا کے ناماد عزیز کے پاس جائے گا اور اس تیار دی سے ہم لوگوں پر حملہ کرے گا کہ جس کا جواب دینا ہمارے امکان سے باہر ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے قول و اقرار سے منحرف ہو جاؤ۔ افنگین نے بادشاہ قرامطہ کی اس نصیحت پر توجہ نہ کی اور جوہر کو معہ اس کے ہمراہیوں کے مصر جانے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ جوہر محاصرہ سے نجات پا کے مصر کی جانب روانہ ہوا۔ عزیز کے دربار میں پہنچ کر کل واقعات عرض کئے اور سمجھا بھجا کر ان لوگوں پر فوج کشی کرنے کے لئے اُتھا دیا۔ عزیز نے جوہر کے کہنے کے مطابق فوجیں آراستہ کر کے پڑھائی کر دی۔ مقدمۃ الجیش پر جوہر بٹھا۔ افنگین اور بادشاہ قرامطہ یہ خبر پا کر دمہ چلے آئے تھے اور فراہمی لشکر کی فکریں کرنے لگے۔ اس عرصہ میں عزیز نے محرم ۳۶۶ھ میں دمہ پہنچ کر مورچے قائم کئے اور افنگین سے کہلا بھجا کہ تم میری اطاعت قبول کر لو میں تم کو اپنے لشکر کا سردار مقرر کر دوں گا۔ جس ملک کو پسند کرو گے اس کی حکومت عطا کروں گا اور ان امور کے طے کرنے کے لئے مجھ سے آکر مل جاؤ۔

افنگین صفت لشکر سے نکل کر پیادہ پادو نوں لشکروں کے درمیان میں آکر کھڑا ہوا اور عزیز کے قاصد سے کہا تم جا کر امیر المؤمنین سے یہ ادب تمام میرا یہ پیام کہ دو کہ اگر چند ساعت پیشتر یہ پیام مجھے مل جاتا تو اس کی تعمیل میں عذر نہ ہوتا مگر اب یہ ناممکن ہے۔“

قاصد افنگین سے انصت ہو کر عزیز کے لشکر کی جانب روانہ ہوا اور افنگین نے عزیز کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں عزیز کے میسرہ کو ہر میت ہوئی

ایک گروہ کثیر کام آیا عزیز نے اس امر کا احساس کر کے اپنے میمنہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور خود بھی حملہ آور ہوا۔ افنگین اور شاہ قرامطہ کو ہزیمت ہوئی، مغربی فوجوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ منہزم گروہ کی بیس ہزار فوج کھپت رہی۔ کامیابی کے بعد عزیز اپنے خیمہ میں واپس آیا۔ فتح مند گروہ نے جنگی قیدیوں کو پیش کرنا شروع کیا۔ جو شخص قیدی پیش کرتا تھا اس کو خلعت دی جاتی تھی عزیز نے منادی کرادی کہ جو شخص افنگین کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار دیئے جائیں گے۔ اتفاق سے مفرج بن فضل طائی سے اور افنگین سے ملاقات ہو گئی۔ افنگین نے پیاس کی شکایت کی۔ مفرج نے اس کو پانی پلایا۔ اپنے جائے قیام میں ٹھہرا کے عزیز کے پاس گیا اور اس کو افنگین کا پتہ بتلا کے ایک لاکھ دینار وصول کر لئے۔

پس جس وقت افنگین کو عزیز کے روبرو پیش کیا گیا۔ چونکہ عزیز کو اس کے مارے جانے کا یقین کامل ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے بے حد مسرت ہوئی اور کمال توقیر سے افنگین کے لئے خیمہ نصب کرایا۔ جو کچھ مال و اسباب لوٹ لیا گیا تھا وہ سب کا سب واپس کر دیا اور معاہدے کے مراجعت کر کے مہر لیا اپنے خاص مصاحب کا اعزاز عنایت کیا۔

بعد اس کے ایک شخص کو اعصم قرمطی بادشاہ قرامطہ کو بھی واپس لانے کی غرض سے مامور کیا۔ چنانچہ اس شخص نے اعصم قرمطی سے طبریہ میں جا کر ملاقات کی اور اس سے عزیز کے پاس مہر چلنے کو کہا۔ اعصم نے مصر جانے سے انکار کیا۔ اس شخص نے عزیز کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ عزیز نے بیس ہزار دینار اعصم کو بھیجے اور اسی قدر ہر سال دینے کا وعدہ کیا گیا۔ اعصم اس پر بھی مہر نہ گیا اور اس وقت طبریہ سے احسا چلا گیا۔

ان واقعات کے بعد افنگین کو وزیر یعقوب بن کلس نے اس وجہ سے کہ افنگین عزیز کی ناک کا بال ہوا تھا نہ ہر دے دیا۔ عزیز کو اس کی خبر لگ گئی۔

گرفتار کر کے چالیس روز تک قید میں رکھا اور پانچ لاکھ دینار جرمانہ لے کر رہا کر دیا اور بدستور عمدہ وزارت پر مامور کیا۔

ماہ ذی قعدہ ۳۳۵ھ میں جوہر کاتب نے وفات پائی۔ بجائے اس کے اس کا بیٹا حسن مقرر کیا گیا۔ ”قائد القواد“ کا مبارک لقب مرحمت ہوا۔

افتکین نے اپنے زمانہ حکومت میں قسام نامی ایک شخص کو دمشق میں اپنی نیابت پر مامور کیا تھا۔ افتکین کے دمشق چھوڑنے کے بعد اس کا رغب داب بڑھ گیا۔ کچھ لوگ اس کے مطیع و تابع ہو گئے۔ رفتہ رفتہ چند شہریوں پر قابض بھی ہو گیا اور جب افتکین اور قرامطہ کو ہزیمت ہوئی تو عزیز نے اپنے نامی سپہ سالار ابو محمود بن ابراہیم کو دالی دمشق مقرر کر کے دمشق روانہ کیا۔ اس وقت دمشق اور اس کے قرب و جوار کے شہروں پر قسام قابض و متصرف ہو رہا تھا۔ عزیز کے نام کا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اس کی موجودگی میں ابو محمود کی کچھ پیش نہ گئی۔ قسام بدستور کرسی حکومت پر بیٹھ رہا۔ اسی اثنا میں ابو تغلب بن حمدان والی موصل عہد الدولہ سے شکست کھا کر دمشق کی طرف آیا۔ قسام نے اس کو داخل نہ ہونے دیا۔

اس کے باعث مابین ابو تغلب اور قسام ناچاقی پیدا ہو گئی اور فوجت جدال و قتال کی پہنچ گئی۔ بالآخر ابو تغلب طبریہ چلا گیا۔ اس کے بعد عزیز کا لشکر بسرمدگی سپہ سالار افضل دمشق آپہنچا اور قسام پر دمشق میں محاصرہ ڈال دیا۔ مگر اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ یہ لشکر بے نیل و مرام عزیز کے پاس چلا گیا۔ تب عزیز نے ۳۳۵ھ میں ایک دوسری فوج بہ سرمدگی سلیمان بن جعفر بن فلاح دمشق روانہ کی۔ سلیمان نے دمشق کے باہر ٹپراؤ کیا۔ قسام نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا۔ انہوں نے لڑ کر سلیمان کو اس مقام سے جہاں کہ اُس نے پڑاؤ کیا تھا ہٹا دیا۔

انہی دنوں مفرج بن جراح امیر بنی طے اور مکی عرب سرزمین فلسطین میں مقیم تھے اس کی جماعت اور نیز شوکت و شان بڑھ گئی تھی۔ قرب و جوار کے

سمرقند شہروں کو قتل و غارت گری سے پامال کر رہے تھے۔ عزیز نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لئے بہ افسری اپنے سپہ سالار بلتگین ترک کی کے روانہ کیا۔ چنانچہ یہ لشکر کوچ و قیام کرتا ہوا ملکہ کی طرف روانہ ہوا۔ قبیلہ قیس کا ایک گروہ کثیر اس کے لشکر میں آ ملا۔ بعد ازاں مفرج بن جراح اور بلتگین سے ڈبھٹڑ ہو گئی۔ بلتگین نے چند دستہ فوج کو پہلے سے کہیں گاہ میں بٹھا رکھا تھا۔ مفرج کو اسی وجہ سے ہزیمت ہوئی۔ یہ بھاگ کر انطاکیہ پہنچا۔

والی انطاکیہ نے اس کو پناہ دے دی۔ اسی عرصہ میں بادشاہ روم نے قسطنطنیہ سے بلاد شام کی جانب خروج کیا۔ مفرج کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ بکچور خادم سیف الدولہ والی محض کو اس واقعہ سے مطلع کر کے امداد طلب کی۔ بکچور نے مفرج کی استدعا منظور کی اور کما حقہ اس کی مدد کی۔ بعد اس کے بلتگین نے دمشق کی جانب رخ کیا اور قسام سے کہلا بھیجا کہ میں کسی اور غرض سے نہیں آیا۔ محض اصلاح حال شہر کی وجہ سے آیا ہوا ہوں۔ قسام کے ساتھ قیس بن صمصام ہمشیر زادہ ابو محمود بھی دمشق ہی میں موجود تھا اور ابو محمود کی سند حکومت دمشق اسی کو مرحمت ہوئی تھی۔

غرض قسام شہر دمشق سے نکل کے بلتگین کے پاس آیا۔ بلتگین نے اس کو معہ اس کے ہمراہیوں کے شہر کے باہر قیام کرنے کو کہا۔ اس سے قسام کو خطرہ پیدا ہوا۔ فوراً شہر کی جانب لوٹ کھڑا ہوا اور لڑائی کی تیاری کر دی۔ خیم ٹھونک ٹھونک کر دونوں حریف میدان جنگ میں آ گئے۔

اتفاق یہ کہ اس معرکہ میں قسام کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی۔ بلتگین نے اطراف شہر میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ مکانات میں آگ لگا دی۔ اہل شہر نے گھبرا کر بلتگین سے امن کی درخواست کرنے کی رائے قائم کی اور اس غرض سے اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ بلتگین نے ان کو حاضری کی اجازت دے دی۔ قسام کو اس واقعہ کی اطلاع

ہوئی۔ سُنتے ہی بدحواس ہو گیا مگر چارہ کا کچھ نہ تھا۔ اہل شہر نے بلتگین کی محنت میں حاضر ہو کر اپنے لئے، نیز قسام کے لئے امن حاصل کر لی۔ ہنگامہ کا زارہ فرد ہو گیا۔ خلاق اپنے اپنے مکانات میں آ کر آباد ہوئی۔ بلتگین نے اپنی جانب سے فطوح نامی ایک امیر کو شہر کی حکومت پر مامور کیا۔ چنانچہ فطوح محرم ۳۷۲ھ میں امارت کا جھنڈا لئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اس کے دوسرے دن قسام کسی خیال سے لوٹ لے گیا۔ بلتگین کے ہمراہیوں نے قسام اور اس کے مصاحبوں کے مکانات لوٹ لئے۔ قسام نے یہ خیال کر کے کہ اب جانبی دشوار ہے اپنے کو بلتگین کے دربار میں حاضر کر دیا اور معذرت کی۔ بلتگین نے اس کی معذرت قبول کر لی۔ اور اس کو بعزت و احترام مہر روانہ کیا۔ عزیز نے اپنی بے نظیر فیاضی و رحمہ کی سے اس کو بھی امن عنایت کی۔

بکچور جو کہ سیف الدولہ کا خادم اور اس کی جانب سے حمص کا گورنر تھا، ان دنوں جبکہ دمشق عزیز اور قسام کی فوجوں کا میدان کا زارہ بنا ہوا تھا حمص سے عزیز کے لشکر کو رسد و غلہ بھیج رہا تھا اور اپنی اس حسن خدمت کی اطلاع عزیز کو دیتا جاتا تھا۔ بعد ان واقعات کے ۳۷۳ھ میں ابوالمعالی اور بکچور میں چل گئی۔ بکچور نے عزیز سے اس کی شکایت کی۔ عزیز نے ابوالمعالی کی گوشمالی کی اور اس کو حکومت دمشق دینے کا وعدہ کیا۔ اسی اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مغربیوں نے مہر میں وزیر سلطنت ابن کلث کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کے قتل پر تہل گئے۔

اس ہنگامہ کے فرو کرنے کی غرض سے عزیز کو دمشق سے بلتگین بلانے کی ضرورت پیش آئی۔

چنانچہ عزیز نے بلتگین کو دمشق سے طلب فرمایا اور بجائے اُس کے بکچور کو دمشق کی زمام حکومت سپرد کی۔ ماہ رجب ۳۷۳ھ میں بکچور علم حکومت لئے ہوئے دمشق میں داخل ہوا۔ چونکہ اس کو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ

ابن کلس وزیر السلطنت عزیز کو منع کر رہا تھا کہ بکچور کو حکومت دمشق نہ دی جائے۔ اس عداوت و کینہ سے بکچور نے دمشق میں داخل ہوتے ہی ابن کلس کے آوردوں اور اس کے ہوا خواہوں کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑے دنوں بعد رعایائے دمشق کو بھی ایذا میں پہنچانے لگا۔

ابن کلس کو اس کی خبر لگ گئی۔ موقع پا کر عزیز نے اس کی شکایت کر دی کہ بکچور والی دمشق بڑا متروک سرکش ہو گیا ہے۔ ظلم و جفا کا روی اس کا شیوہ ہو رہا ہے اگر معزول نہ کیا جائے گا تو صوبہ دمشق ویران ہو جائے گا۔

پس عزیز نے ۳۷ھ میں ایک لشکر عظیم بسرافسری تیر خادم کو بکچور کے ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا اور نزال والی طرابلس کو اس کی امداد کرنے کو لکھا۔ بکچور نے بھی اس واقعے سے مطلع ہو کر گرد و نواح کے عرب کو مجتمع کر لیا اور آلات حرب سے ان کو مسلح کر کے خم ٹھونک کر میدان جنگ میں آگیا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر بکچور یہ خیال کر کے کہ مبادا نزال نہ آجائے۔ اہل دمشق کے لئے امان حاصل کر کے رقبہ چلا گیا اور اس پر ستولی و متصرف ہو گیا۔ ادھر نیر نے بھی دمشق میں داخل ہو کر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا اور استقلال و استحکام سے حکمرانی کرنے لگا۔

اس واقعہ کے بعد بکچور نے دمشق سے رقبہ میں پہنچ کر سعد الدولہ والی حلب سے حمص کی حکومت کی درخواست کی۔ سعد الدولہ نے کسی مصلحت سے اس کو منظور نہ کیا۔ اس بنا پر بکچور نے عزیز سے سعد الدولہ پر فوج کشی کرنے کی اجازت طلب کی۔ عزیز نے بکچور کی درخواست منظور فرما کے فوجیں عنایت کیں اور نزال والی طرابلس کو اس کی کمک اور امداد کرنے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ بکچور نے فوجوں کو مرتب کر کے سعد الدولہ پر چڑھائی کر دی۔

سعد الدولہ نے بھی مدافعت و مقابلہ کی غرض سے فوجیں فراہم کر لیں اور حلب سے نکل کر میدان جنگ میں آگیا۔ نزال نے اپنے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ



جس طرح سے ممکن ہو جنگ کے وقت بکچور کو دغا دی جائے۔ اس کو اس امر پر علی بن ابی اسطویس وزیر السلطنت نے ابھارا تھا جو بعد ابن کلس کے قتل ابن وزارت کا مالک ہوا تھا۔ انہی دنوں عامل انطاکیہ نے بادشاہ دوم سے امداد کی درخواست کی تھی اور ایک فوج کثیر التعداد اس کی کمک پر بھیج دی تھی۔

الفرغی نزال نے اپنے منصوبہ کے مطابق ان عربوں سے جو بکچور کی دکاب میں تھے معرکہ جنگ کے وقت بھاگ جانے کی بابت سازش کر لی اور ان سے اس معاملہ کے انجام ہو جانے پر بڑے بڑے وعدے کئے۔

پس جس وقت دونوں فوجیں مقابل ہوئیں بکچور کو کسی ذریعہ سے اس سازش کا حال معلوم ہو گیا۔ مرنے پر کمر بستہ ہو کر سیف الدولہ پر حملہ آور ہوا اور لولوئے کبیر (سیف الدولہ کے خادم) کا ایک ہی وار سے کام تمام کر دیا۔ سیف الدولہ نے لولوئے کبیر کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ کر بکچور پر حملہ کیا۔ بکچور شکست کھا کر بعض قبائل عرب میں جا چھپا اور دو چار روز کے بعد اپنی حالت درست کر کے سیف الدولہ پر پھر حملہ آور ہوا۔ مگر پہلے ہی حملہ میں خود بکچور کے میدان جنگ سے پاؤں اکھڑ گئے اور اثناء واد و گیر میں مارا گیا۔ سعد الدولہ نے اس کے مال و اسباب کو ضبط کر کے لاقہ کی جانب کوچ کیا اور اس پر قابض و متصرف ہو گیا۔

بکچور کے لڑکوں نے عزیز کو اپنے باپ کے مارے جانے کا واقعہ لکھ بھیجا اور سعد الدولہ سے سفارش کرنے کی بابت تحریک کی۔ چنانچہ عزیز نے سعد الدولہ کے پاس بکچور کے لڑکوں کی سفارش کا خط بذریعہ ایک قاصد کے روانہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ بکچور کے لڑکوں کو میرے پاس مہر بھیجو۔ بصورت اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کے دھمکی بھی دی۔

سعد الدولہ نے ایک بھی نہ سنی۔ عزیز کی سفارت کو نہایت بری طور سے واپس کیا۔ عزیز نے طیش میں آ کر ایک جہاز لشکر بمبر افسری منجو تگین حلب کا محاصرہ کرنے کو روانہ کیا۔ منجو تگین نے حلب پہنچ کر محاصرہ ڈال دیا۔ ان دنوں حلب میں ابوالفضل ابن



سعد الدولہ اور لولوٹے صغیر خادم سیف الدولہ تھا۔ دونوں نے سیل بادشاہ روم کی خدمت میں بغرض اُستمداد سفارت بھیجی۔ اگرچہ اس وقت یہ جنگ بلغاریہ میں مہم تھی مگر پھر بھی ابوالفضائل کی سفارت پہنچنے پر والی انطاکیہ کو حلب کے محصوروں کی امداد کرنے کو لکھ بھیجا۔

والی انطاکیہ اس حکم کے مطابق پچاس ہزار فوج لے کر حلب کے پہچانے کو روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ حصین عاصی پہنچا۔ منجوتگین کو اس کی خبر مل گئی۔ حلب سے محاصرہ اٹھا کر کوچ کر دیا۔ اثنائے راہ میں اس کی رومیوں سے مل جھڑپ ہو گئی۔ منجوتگین نے ان کو شکست دے دی اور قتل و قید کر کے انطاکیہ کی طرف بڑھا۔ اطراف انطاکیہ میں ہنگامہ نمودار قیامت برپا ہو گیا۔

اس زمانہ غیر حاضری منجوتگین میں ابوالفضائل اطراف حلب میں بغرض فراہمی غلہ نکل کھڑا ہوا۔ جس سے بے حد گرائی پیدا ہو گئی۔ جس قدر فراہم کر سکا فراہم کر لیا۔ باقی جو رہ گیا اس میں آگ لگا دی۔ پس جب منجوتگین حصار حلب کو پھر واپس آیا اور سر کرنے کی غرض سے فوجوں کو حلب کے ارد گرد پھیلادیا۔ لولوٹے صغیر نے ابوالحسن مغربی کی خدمت میں پیام مصالحت بھیجا۔ شرائط صلح طے ہو جانے پر باہم صلح ہو گئی۔ منجوتگین نے دمشق کی جانب مراجعت کی۔ عزیز کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی سخت برہم ہوا۔ اس وقت منجوتگین کو محاصرہ حلب پر واپس جانے اور وزیر ابوالحسن مغربی کے معزول کرنے کو لکھ بھیجا اور براستہ دریا رسد غلہ بھی روانہ کیا۔

چنانچہ منجوتگین نے پھر حلب کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حلب نے بادشاہ روم کے پاس استمداد اور استعانت کی غرض سے سفارت بھیجی اور اس کو اس سلوک کا معاوضہ دینے کا وعدہ کیا۔ رومی بادشاہ نہایت عجلت سے فوجوں کو آراستہ کر کے حلب کی جانب روانہ ہوا۔ لولوٹے صغیر نے اس خیال سے کہ مسلمانوں اور اسلام کو اس سے سخت صدمہ اور نقصان پہنچ جائے گا۔ منجوتگین کو بادشاہ روم کے

آنے سے مطلع کر دیا۔

علاوہ بریں جاسوس نے بھی یہی خبر منجوتگین تک پہنچادی۔ منجوتگین نے مصلحتاً  
محاصرہ اٹھالیا۔ متعدد بازاء، محل سرا میں اور حمام اثناء محاصرہ میں ویران و برباد ہو  
گئے۔ اس کے بعد بادشاہ روم حلب پہنچا۔ ابوالفضل اور لولوٹے صغیر طے کو آئے۔  
دو چار روز قیام کر کے ملک شام کی طرف کوچ کیا۔ حمص اور شیراز کو مفتوح کر کے  
تاخست و تاراج کر دیا۔ چالیس یوم تک طرابلس کا محاصرہ کئے رہا۔ مگر کامیابی کی صورت  
نظر نہ آئی۔ مجبور ہو کر اپنے ملک کو واپس گیا۔

ان واقعات کی خبر عزیز تک پہنچی۔ بے حد شاق گذرا۔ جہاد کا اعلان کر کے  
۳۸۱ھ میں قاہرہ سے خروج کر دیا۔ اتنے میں نیر نے دمشق میں عزیز کے خلاف  
علم بغاوت بلند کیا۔ منجوتگین نے اس سے مطلع ہو کر اس ہنگامہ کے فرو کرنے  
کو دمشق کی جانب قدم بڑھایا۔

عیسیٰ بن نستورس اور یہودی مشیا نے مسلمانوں سے عناد برتنا شروع کیا  
اور اپنی قوم کو سراہنے لگے۔ اس پر عزیز نے ان کو معزول کر دیا اور عیسیٰ سے  
تین لاکھ دینار وصول کئے۔

۳۸۱ھ میں عزیز نے جہاد کا اعلان کیا اور فوجیں آراستہ کر کے  
**وفات** کوچ کیا۔ بلیس پہنچا کہ وہیں بیمار پڑا اور ۲۸ رمضان ۳۸۷ھ میں  
عزیز نے وفات پائی۔ ساڑھے گیارہ سال حکمرانی کی۔

کیریم الطبع اور شجاع تھا۔ اس کی طبیعت داد و دہش کی طرف بہت  
**اوصاف** تھی۔ علمی ذوق کا خلیفہ تھا۔ شعر و ادب سے دل چسپی رکھتا تھا۔  
جامع انداز میں جملہ علوم و فنون کی تقریباً دو لاکھ کتابیں جمع کیں۔ اس کی تفصیل  
آگے بیان کی جائے گی۔

۱۰ ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۰۰ ۱۱ ایضاً -

**کتب خانہ** | خلیفہ عزیز باللہ کے عہد میں شاہی کتب خانہ مصر میں قائم ہوا۔ یہ کتب خانہ شاہی محل کا حقہ تھا اور چالیس جدا جدا کتب خانوں پر مشتمل تھا جن میں سے ایک کتب خانہ میں صرف علوم قدیمہ یعنی فلسفہ وغیرہ کی اٹھارہ ہزار کتابیں تھیں۔ بعض مؤرخوں نے دعویٰ کیا ہے کہ کل اسلامی دنیا میں اس کے برابر کوئی کتب خانہ نہ تھا۔ ابن السطویر نے دولاکھ اور ابن ابی طے نے چھ لاکھ ایک ہزار کتب بیان کی ہیں۔

ایک مرتبہ عزیز کے دربار میں کتاب العین کا ذکر آیا تو اس کے حکم سے داروغہ کتب خانہ نے کتاب مذکور کے تیس نسخے نکال کر پیش کئے۔ جن میں سے ایک خود مصنف خلیل بن احمد بصری موجد نسخہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اسپین کے نامور کتب خانہ کا یہ کتب خانہ حریف اور مقابل تھا۔

**قاعة الذهب** | عزیز فاطمی کو تعمیرات سے خاصی دلچسپی تھی اور اس نے قاعة الذهب دیوان خانہ اس شان کا تعمیر کرایا جس کا جواب نہ تھا جو بہترین فرش و فرش، قیمتی پردوں اور لٹیمی حاشیہ کے قالینوں سے سجایا گیا تھا۔ ان پردوں اور قالینوں کے رنگ اور نقش و نگار ایک طرح کے تھے۔

قاعة الذهب کے وسط میں گدے دار فرش پر خلیفہ کا تخت بچھا تھا جو پردوں سے مستور رہتا تھا۔

**در بار** | شاہی دربار کے وقت جب خلیفہ تخت پر بیٹھ جاتا تھا تو یہ پردے اٹھا دیئے جاتے تھے۔

شاہی عظمت و سطوت اس وقت قابل دید ہوتی تھی جب وہ معتمد وزیر ان دونوں لٹیمی پردوں کو زمیں القصر کے اشارہ سے جو زمام القصر کے نام

سے مشہور تھا الٹ دیتے تھے اور خلیفہ کی شخصیت ایک بیک نمودار ہو جاتی تھی اور اس کے ارد گرد قادیوں کے ایک جماعت کلام پاک کی تر تیل کے ساتھ بلند آواز سے تلاوت کرتی ہوتی تھی۔ تلاوت کے بعد حامل دوات آتا اور گدے دار فرش کے ایک کنارے دوات لاکر رکھ دیتا جو خاص اسی کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ جب سب درباری اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جاتے تو رئیس قصر افسر بیت المال حاجب اور معتمد امراء دروازوں کے پاس اپنی اپنی جگہوں پر چلے جاتے۔ اس وقت ایک معتمد امیر مرتبہ کے لحاظ سے ایک ایک شخص کو خلیفہ کے سامنے باریابی کے لئے پیش کرتا۔

سب سے پہلے وزیر اعظم کی بادی آتی وہ خلیفہ کی طرف بڑھتا، خلیفہ کو سلام کرتا اس کے دست و پا کو چومتا۔ پھر اپنی جگہ پر واپس آتا اور کھڑا ہو جاتا۔ پھر اس کے بعد اسے ایک گاؤ تکیہ کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا جاتا جو خلیفہ کے دائیں جانب ہوتا تھا۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ کی بادی آتی اور وہ خلیفہ کے قریب جا کر اپنا دایاں ہاتھ اٹھاتا اور سلام کرتا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے کہتا۔

”السلام علیکم یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

جب وزیر اعظم محسوس کرتا کہ خلیفہ سے کسی امر میں مشورہ کرنا چاہیئے تو وہ اس سے قریب ہو جاتا اور تلوار پر سہارا لے کر نہایت ادب و توقیر سے گفتگو کرتا۔ خلیفہ کا دربار معمولاً تین گھنٹے تک جاری رہتا۔ اس میں مہمات حکومت پر بحث و مباحثہ ہوتا اور ان کے بارے میں خلیفہ کے احکام حاصل کئے جاتے اور وزیر اعظم ان لوگوں کے لئے عطائے خلعت و مناصب کی تجویز پیش کرتا جن کے نام زیر غور ہوتے۔ جب دربار ختم ہو جاتا تو حاضرین منتشر ہو جاتے۔

وزیر اعظم خلیفہ کے دست و پا کو دوبارہ بوسہ دینے کے بعد سب سے آخر میں دربار کو چھوڑتا اور تمام اراکین مجلس کے جلوس میں اپنے گھر کو لوٹ جاتا۔ اب

خلیفہ اپنے تخت سے نزول فرماتا اور ایوان سے روانہ ہو جاتا۔ اس روانگی کے بعد پردے چھوڑ دیئے جاتے اور دروازہ مقفل کر دیا جاتا۔<sup>۱</sup>

## حاکم بامر اللہ

نام ولقب | ابوعلی منصور ابن عزیز لدین اللہ لقب حاکم بامر اللہ تھا۔

پیدائش | ۱۷ ربیع الاول ۳۴۵ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوا۔ ۳۸۶ھ میں تخت خلافت پر شمعن ہوا۔ اس وقت عمر گیارہ سال کی تھی۔ اس وجہ سے ادجون خادم مدبر دولت قرار پایا۔<sup>۲</sup>

ادجون | ادجون خادم اس کے عہد حکومت میں امور سلطنت کا کامل منصرم اور اس پرستولی و متغلب ہو گیا۔ جیسا کہ اس کے باپ عزیز کے عہد حکومت میں تھا اور ابو محمد حسن بن عمار ہر کام میں ادجون کا ولیف و شریک تھا۔ ادجون محل سرائے شاہی میں حاکم کے سامعہ رہتا تھا۔ ابو محمد حسن امور سلطنت کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ کل انتظامی امور اور مالی صیغوں پر قبضہ کر لیا۔ "امین الدولہ" کے لقب سے اپنے کو ملقب کیا۔ کتامہ کی بن آئی۔ رعایا کے مال اور عزت کو اپنی خواہشات نفسانی کا شکار کرنے لگے۔

منجوتگین کو یہ امر اور ابو محمد کا ہر کام میں پیش ہونا ناگوار گذرا۔ ادجون کو لکھ بھیجا کہ اگر تم میری موافقت نہ تو میں حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دوں۔ ادجون کا دل ابو محمد سے تو یک ہی گیا تھا منجوتگین سے سازش کر لی۔ چنانچہ منجوتگین نے خود سری کا اظہار کر کے ایک فوج دمشق سے مصر کو

۱۔ مسلمانوں کا نظم مملکت ص ۱۲۲ ۲۔ کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۸۳ مطبوعہ لندن۔

دوانہ کی جس کا سردار سلیمان بن جعفر بن فلاح تھا۔ ابو محمد کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی مصری لشکر کو اس طوفان کی روک تھام کرنے کو دوانہ کیا مقام مستقل میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک سخت و خونریز جنگ کے بعد متجولین کو ہزیمت ہوئی۔ دو ہزار آدمی اس کے کھیت رہے اور خود بھی اثناء داد و گیر میں گرفتار کر لیا گیا اور پابز بخیر مصر بھیج دیا گیا۔ ابو محمد نے مصلحتاً مشرقی فوجوں کو ملانے کی غرض سے متجولین کو دہا کہہ دیا اور اپنی طرف سے ملک شام پر ابومیم بن فلاح کتانی کو مامور کیا۔ اُس نے طبریہ میں پہنچ کر اپنے بھائی علی کو سند حکومت عطا کر کے دمشق بھیجا۔ اہل دمشق نے علی کی سرداری تسلیم نہ کی لڑنے پر آمادہ ہوئے۔ ابومیم نے اہل دمشق کے پاس اپنی سفارت بھیجی اور ان کو سرکشی اور مخالفت کے عواقب امور سے ڈراتے ہوئے اپنے جاہ و جلال کی دہکی بھی دی۔ اہل دمشق نے ڈر کر اطاعت قبول کر لی اور علی کی سرداری و حکومت تسلیم کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔

علی نے شہر پناہ میں داخل ہوتے ہی دُند مچادی۔ خونریزی و غارت گری کا باز آگرم کر دیا۔ کئی کو قتل کیا۔ ابومیم کو اس کی خبر لگی۔ فوراً دمشق آ پہنچا اور اہل دمشق کو علی کے پنجہ غضب سے نجات دے کر علی کو دمشق سے طرابلس کی حکومت پر تبدیل کر دیا اور طرابلس کے سابق حکمران جیش بن مصاصمہ کو معزول کر دیا۔ جیش نے معزولی کے بعد مصر کا راستہ لیا۔ تھوڑے دنوں کے سفر کے بعد مصر میں داخل ہوا۔ ارجون کے پاس آمد و رفت شروع کی۔ جیش اور ارجون نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کی کہ ابو محمد اور کل سردارانِ کتامہ کو جو اس کے مصاحب و مشیر ہیں جس طرح سے ممکن ہو مملکتِ مصر سے نکال دینا چاہیئے۔ اس سازش میں شکر خادم عضد الدولہ بھی شریک تھا۔ شکر عضد الدولہ کا خادم خاص تھا۔ بعد وفات عضد الدولہ وادبارِ ثروت الدولہ برادرِ عضد الدولہ مصر چلا آیا اور عزیز کے دربار میں پہنچ کر ایک قسم کا سوخ پیدا کر لیا تھا۔ اسی تعلق



سے یہ ادجون اور جلیش کے ساتھ ہاکر تاتھا۔

اتفاق سے ابو محمد کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی۔ ادھر ادجون نے اس کے زیر کرنے کی تدبیر نکالی۔ الغرض مغربی و مشرقی فوجیں ہمدرد کی گتھ گئیں۔ ابو محمد روپوش ہو گیا۔ ادجون حاکم کے پاس آ گیا اور تمام واقعات گوش گزار کئے اور اس کو سریر خلافت پر جلوہ افروز کر کے اس کی خلافت اور حکومت کے دوبارہ بیعت لی۔

ادجون نے دمشق کے سپہ سالاروں کو خفیہ خط لکھا کہ ابو تمیم کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ اس کا گھربار لوٹ لیا گیا۔ اس کے بعد ادجون نے ابو محمد کی تقصیر معاف کر دی۔ ادجون نے خود سری پر کمر باندھ رکھی تھی۔ آخر کار حاکم نے ۳۸۹ھ میں اس کا کام تمام کر دیا۔<sup>۱</sup>

**وزارت** حاکم کے ابتدائی دور میں عیسیٰ بن نسطورس وزارت پر مرفراز تھا پھر اس کو معزول کر کے حسین بن عمار کا تقرر عمل میں آیا۔ ایک عرصہ تک ادجون بھی وزیر رہا۔

**قاضی القضاة** عبداللہ حسین علی بن نعمان قاضی القضاة تھا۔ ۳۹۴ھ میں معزول کر کے حاکم نے قتل کر دیا اور لاش کو جلوا دیا۔

اس کے بعد معید الفاروقی مامور ہوا۔ ۳۹۵ھ میں اس کو بھی سزائے موت دی گئی باوجودیکہ خلیفہ حاکم کی نظروں میں اس کی بہت عزت تھی امور سلطنت میں اس کو دخل تمام تھا اور غلوت و جلوت میں خلیفہ کا ہمارا و مصاحب تھا۔ اس کے بعد احمد بن عبداللہ بن ابی العوام عمدہ قضا سے مرفراز کیا گیا۔<sup>۲</sup>

حاکم نے ادجون کے قتل کے بعد حکومت ہاتھ میں لی اور انتظام سلطنت میں لگ گیا۔

۱ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۶۸ ۲ ایضاً جلد ۱۰ صفحہ ۲۔



**احکام** ۳۹۱ء میں حاکم نے حکم جاری کیا کہ دن کو کادہ و بار نہ کیا جائے۔ رات کو دکانیں کھلیں اور خود رات کو گھوما کر تا۔ شراب مطلقاً اٹھادی۔ اس کے ظروف تڑوا دیئے۔ شہر کے تمام کتوؤں کو مروا ڈالا۔ کادہ آمد پیل اور گائے بجز قربانی کے ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔ امیر معاویہ اور متوکل جو پھل اور ترکاری پسند کرتے تھے ان کی خرید و فروخت ممنوع کر دی گئی شہر میں گدھا آ نہیں سکتا تھا۔

**عیسائیوں کا عروج و نزوال** حاکم نے عیسائیوں کو بہت عزت دی وہ سر چڑھ گئے اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے۔ حاکم کو اطلاع ہوئی۔ ان کے سردار قتل کرادیئے۔ کنیسے تڑوا دیئے گئے۔ اور بیت المقدس کا کنیسہ قمامہ بھی منہم کرادیا۔ عیسائی یہاں کی خبریں شام و روم کے نصرائیوں کو دیا کرتے تھے اور انہوں نے مسجدیں منہم کیں اس کا یہ انتقام تھا۔

۳۹۵ء میں صحابہ کرام کے نام پر گالیاں لکھوا کر مساجد، مقابر اور شوارع تبرا عام پر لگوائیں۔ عام مخالفت کی وجہ سے دو برس کے بعد یہ حکم واپس لے لیا گیا۔

**جدید شریعت** حاکم مرقی واقع ہوا تھا۔ ضراد نامی نے ایک جدید شریعت نکالی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ حج کا بدل صرف تین کے مقام طالب کی زیارت کافی تھی۔ ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ بھی نکاح ہو سکتا تھا۔ اس کا شاگرد حمزہ بن احمد اس کا نقیب تھا۔ حاکم بھی ضراد کا معاون ہو گیا اور غیب دانی کا دعویٰ کر بیٹھا۔ جبل مقطم پر روزانہ جا کر مناجات پڑھتا اور جس راستہ سے گزرتا حکم دیا کہ لوگ سجدہ میں جھک جائیں، خطبہ میں نام آئے تو ہر ایک نمازی سجدہ کرے۔ پھر خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اہل مصر نے مذاق اڑایا۔ شہر میں آگ لگوا دی اور رعایا میں بہت سے تہ تیغ کئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو مدینہ سے منگو کر مصر میں دفن کرنا چاہتا تھا۔ امیر ابو الفتح مدینہ گیا۔ سخت اندھی آتی خوف زدہ ہو کر امیر مصر بھاگ آیا۔

**ابوزکوة** | اس زمانہ میں خلفائے بنی امیہ اندلس میں سے ایک شہزادہ ابوزکوة آگیا۔ اُس نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس کے ساتھ بڑی جماعت ہو گئی۔ حاکم کی افواج سے خوب خوب مقابلے کئے۔ آخر میں فضل بن صالح نے سخت خونریزی کے بعد اس کو گرفتار کر لیا۔ مصر لائے، سولی پر چڑھانے چلے۔ راہ میں طائر روح قفس عنبری سے پرواز کر گیا۔

**قتیل حاکم** | حاکم نے اپنی بہن شہزادی ست الملوک پر اہتمام تراشا۔ اس نے ابن دواس کے ذریعہ جبل مقلم پر حاکم کو مروا ڈالا اور جب دواس انعام لینے آیا تو اُس کو بھائی کے انتقام میں ذبح کر دیا۔ یلہ اور حاکم کے بیٹے ابوالحسن علی کو تخت پر بٹھا کر خود نے زمام حکومت ہاتھ میں لے لی۔

**علمی ترقی** | حاکم خطی ہونے کے ساتھ علمی ذوق رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے بغداد کے بیت الحکمۃ کے مقابلہ پر اپنے قصر کے متصل دارالحکمت کے نام سے ایک عمارت بنوائی جس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع تھیں اور یہ انتظام تھا۔ جو کسی کتاب کی نقل لینا چاہے اس کو نقل کے لئے جملہ سامان دارالحکمت سے ملتا تھا۔ رصد گاہ، انجمن، اخوان الصفا اس کی علمی سرپرستی کی شاہد ہیں۔

**دار المناظرہ** | اہل علم کا مناظرہ یہاں ہوا کرتا تھا۔ حاکم خود بھی اس میں شریک ہوتا۔

**تراویح کی بندش** | ایک مرتبہ تراویح پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ مگر پھر خیال آیا تو ایک فرمان جاری کیا کہ تراویح پڑھی جاسکتی ہیں۔

**افواج** | حاکم کے دربار میں سفرائے فرنگی باریاب ہوئے۔ ان کا استقبال ان کے شایان شان کیا گیا۔

**افواج** عزیز کے زمانے سے فوج میں بربروں کے علاوہ ترک بھی بھرتی کئے جانے لگے۔ حاکم کو بربروں کے خلاف اکسا دیا۔ اس نے ابن عمار اور بڑے بڑے بربری رئیسوں کو قتل کرا دیا جس سے بربری دُب گئے اور ترک مسلط ہو گئے جس کا نتیجہ آئندہ اچھا نہ نکلا۔

**جامع حاکمی** جامع کی بنیاد عزیز نے ڈال تھی مگر تکمیل حاکم کے زمانہ میں ہوئی۔ اس جامع میں ایک لاکھ روپیہ کی قیمت کی جاننا اور معنے تھے۔ بارہ سو بیسوں کا عظیم الشان جھاڑ مسجد میں لگوا یا۔

**اوصاف** علامہ ابن خلدان کا بیان ہے کہ ”حاکم متکون طبع غیر مستقل مزاج آدمی تھا۔ اس کے واقعات عجیب و غریب ہیں۔“

**ترویج شیعیت** حاکم کا سب سے بڑا کارنامہ دعوتِ فاطمی کے دونوں پہلوؤں سیاسی و دینی کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ اس نے اپنی حکمتِ عملی اور جابرانہ قوانین کے ذریعے شیعیت کا دائرہ بہت وسیع کر دیا اور رعایا کی بہت بڑی تعداد نے شیعہ مذہب قبول کر لیا۔ حاکم نے حکم دے رکھا تھا کہ ہفتہ میں دو بار شیعہ مجلس میں اہل مصر شریک ہو کر رہیں۔

**معاصر علماء** ابوعلی محمد بن حسن کا وطن بصرہ تھا۔ علمِ ریاضی و طب کے ماہر تھے۔ حاکم بامراۃ فاطمی نے مصر بلایا۔ دریائے نیل کی طغیانی کو مفید طریقہ سے استعمال کرنے کے لئے مقرر کیا۔ مگر یہ کام ان سے نہ چل سکا تو دربار سے علیحدہ ہو گئے اور خطاطی پر گزر اوقات کرنے لگے۔

شرح اصول اقلیدس، شرح محسوطی، الجامع فی اصول الحساب، المسائل العدیدہ بجمہ جبر و مقابله، کتاب فی حساب المعاملات کتاب فی الآلات النطل،

مجموعہ مسائل ہندسیہ و عددیہ یادگار سے ہیں۔ ۳۷۱ھ میں انتقال ہوا۔  
ابن رضوان ابو الحسن علی ابن رضوان ملک مصر کے جیزہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ فن  
طب حاصل کیا۔ حاکم بامر اللہ کے افسر الاطباء تھے۔ شرح کتاب الفرق جالینوس،  
کتاب الصناعۃ، رسالہ فی علاج الجزام مقالہ فی الرد علی افراہیم و ابن زرعہ فی  
الاختلاف الملل کتاب فی الرد علی الرازی فی العلم الالہی و اثبات الرسل ۳۵۲ھ  
میں انتقال کیا۔

ابو الحسن علی بن الامام الحافظ ابن سعید بن یونس صاحب تاریخ مصر، ابن  
اثیر کا بیان ہے کہ اعلیٰ درجہ کا منجم تھا اور رصد پر عبور کامل تھا، اس نے  
”تہیح حاکمی“ بنائی۔ ۳۷۱ھ میں فوت ہوا۔ ۳۷۱ھ

## ظاہر لاغزاز دین اللہ

شہزادی ست الملوک نے امراٹے سلطنت کو قہقہے چٹاکر ہمنوا بنالیا اور  
اپنے برادر زادے ابو الحسن علی جس کی عمر سولہ سال کی تھی شاہی لباس پہنا کر  
دربار میں بھیجا اور تخت نشین کیا۔ اس کے بعد حاکم کے مرنے کی خبر عام مشتہر کی گئی۔  
اس کے بعد بیعت عام ہوئی اور تمام صوبوں میں اطلاع بھیج دی گئی۔  
**وزارت** ابو القاسم علی بن احمد جرجری کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔  
شہزادی فاطمی خاندان میں بڑی عقید اور دانا اور تعلیم یافتہ خاتون تھی۔  
**شہزادی ست الملوک** اس کے جوڑ توڑ سے امرٹے سلطنت بھی اس کے مطیع و منقاد تھے۔  
چار سال زمام حکومت ہاتھ میں رکھی اور بہترین انتظام مہر کیا۔ ۳۷۱ھ

۱۔ ابن ابی اصیبعہ و اخبار الحکماء قحطی ۲۔ حسن المحاصرہ سیوطی صفحہ ۲۳۲۔

۳۔ ابن خلدون جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۔

صاحب النظم الاسلام کہتے ہیں :-

”چار برس تک حکومت کا نظم و نسق اس کی چھوٹی کی زیر ہدایت چلتا رہا جس نے ریاست کا نظم و نسق نہایت قابلیت سے چلایا۔ نظامِ حکومت میں نہایت اچھی اصلاحیں کیں۔ فوجوں پر مال و دولت بے دریغ صرف کیا۔ اس نے اپنی غیر معمولی انتظامی صلاحیت سے حکومت کے تمام شعبوں کی سطح بہت بلند کر دی تھی۔ اس بیدار مغز خاتون نے ۱۱۵ھ میں وفات پائی“ لے

ظاہر نے چھوٹی کے مرتے ہی ہاتھ پیرزکالے۔ عیش و عشرت میں لگ گئے۔ ظاہر ضعیف الہائے تھا، امراء اس پر چھا گئے۔ اس نے خلوت نشینی اختیار کر رکھی تھی۔ تمام انتظام و وزراء اور عمال حکومت کے ہاتھ میں تھا۔ مخصوص ارکان سلطنت اس کی حکومت میں با دیاب ہو سکتے تھے۔ اس کی عدم توجہی سے عمال کا استبداد بڑھ گیا۔ مخلوق پر ہر قسم کے ظلم ہونے لگے جس سے ملک میں ابتری پھیل گئی۔

ظاہر ایسا مبارک قدم اس حکومت پر آیا کہ قحط اور وباء کا نزول ہوا۔ گرانی غلہ اور قلاشی نے راہزنی عام کر دی جس سے رعایا کا بڑا حصہ تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ رنگ دیکھ کر ظاہر اصلاح پر متوجہ ہوا۔ اس نے زراعت کی ترقی کے لئے ۱۱۵ھ میں تمام ملک میں منشور شائع کیا کہ کوئی گائے اور بیل جو زراعت کے کام کے لائق ہوں وہ ذبح نہ کئے جائیں۔

حاکم نے عیسائیوں پر جو قیود لگائے تھے وہ اٹھا دیئے گئے اور منہدم کنیسوں کی تعمیر کی اجازت دے دی۔ ظاہر انصاف دوست تھا۔ اس کی طبیعت میں جور و ظلم نہ تھا۔

لے مسلمانوں کا نظمِ مملکت صفحہ ۱۳۲۔

**وقائع** | ظاہر کے عہد میں ملک شام میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ بنی کلاب سے صالح بن مرداس نے حلب پر قبضہ کر لیا۔ بنو جراح نے اس کے گمزد و نواح کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ ظاہر کو اس کی اطلاع ہوئی۔ فوجیں مرتب و آراستہ کر کے ۴۲۰ھ کو زہیری والی فلسطین کو شام کی جانب روانہ کیا۔ صالح بن مرداس سے اور اس سے مقابلہ ہوا۔ صالح اور اس کا چھوٹا بیٹا کاملاً اکیلا۔ زہیری نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور حلب کو بھی شبل الدولہ نصر بن صالح کے قبضہ سے نکال کر اس کو قتل کر ڈالا۔

**وفات** | ۱۵ شعبان ۴۲۴ھ کو خلیفہ ظاہر نے وفات پائی۔ عمر ۳۳ سال کی تھی۔ دورِ خلافت سولہ سال رہا۔

## مستنصر باللہ

**نام و لقب** | ابونعیم معد بن ابوالحسن علی بن حاکم علوی لقب المستنصر باللہ تھا۔ اس کی والدہ حبشی کنیز تھی جس کو ظاہر نے ایک یہودی بردہ فروش سے خریدا تھا۔

**خلافت** | ظاہر کے مرنے کے بعد مستنصر نے تختِ خلافت پر قدم رکھا۔ عمر اس وقت سات سال تھی۔ تمام اراکینِ سلطنت نے بیعت کی۔ لقب المستنصر باللہ اختیار کیا۔

**وزارت** | ابوالقاسم بن احمد جراری وزارت کے عہدہ پر بحال رہا۔

**ابوسعید تستری** | تستری کو بلا کر مستشارِ دولت اور سیاہ و سفید

کا مالک بنا دیا۔

**زدریری کے کارنامے** | زدریری کا نام انوشنگین تھا۔ حکومت دمشق اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس کے عادلانہ برتاؤ سے ملک میں امن و سکون تھا۔ مگر وزیر سلطنت ابوالقاسم کو اس بہادر سے کد تھی۔ اس نے اس کے خلاف اس کے فوجی افسروں کو بھڑکا دیا۔ اس نے یہ رنگ دیکھ کر دمشق کو خیر باد کہا۔ بعلبک گیا وہاں کے حاکم نے بھی بے رخی برقی۔ حماۃ پہنچا وہاں بھی سرد مہری دیکھی۔ یہ واقعہ ۳۳۳ھ کا ہے۔

آخر کار زدریری والی کفر طاب سے مدد لے کر حلب کو فتح کرنے جا رہا تھا کہ راہ میں جاں بحق تسلیم ہوا۔ زدریری کے مرنے سے شام کے امن عامہ میں خلل واقع ہوا۔ ابوالقاسم نے دمشق پر حسین بن حمدانؒ کو مامور کیا تھا۔ اس نے بہت چاہا کہ امن قائم رہے مگر کامیاب نہیں ہوا۔ حسان بن مفرج طائی نے فلسطین کو دبا لیا۔ معز الدولہ بن صالح کلابی نے حلب پر قبضہ کر لیا۔

**معز بن باریس** | ۳۳۸ھ میں معز بن باریس نے ملک افریقہ میں مستنصر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور خلیفہ مستنصر علوی کا خطبہ و سکہ موقوف کر کے عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ خلیفہ مستنصر نے اس کو تہدید آمیز خط لکھے جس کا جواب معز نے ترکی بہ ترکی دیا۔

اس واقعہ کے بعد ابوالقاسم کو علیحدہ کر کے حسین بن علی تانہ دارہی کو قلمدان وزارت عطا کیا۔ مگر اس کو ”صلعۃ“ کہا کرتا۔ وہ خلیفہ سے بے زار ہو گیا اور اس نے اس علویہ حکومت کی بیخ کنی شروع کر دی اور معز بن باریس سے ساز باز کرنے لگا۔ قبائل رغبہ اور رباح بطون ہلال میں ایک عرصہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی ان میں مصالحت کر کے ان کو افریقہ روانہ کیا۔ یہ گروہ عرب بقرہ

لہ اعلام النبلاء بتاریخ الشہداء ۵۷ ابن خلدون جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۰۔



کی سرزمین میں پہنچے۔ ملک سرسبز و شاداب تھا مگر ویران پڑا ہوا تھا۔ یہیں پر مقیم ہو گئے۔ معز کو خبر لگی اس نے غلاموں کی خریداری شروع کر دی اور بیس ہزار غلام خرید لئے۔

۴۴۲ھ میں بنو غلبہ نے طرابلس پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف عربوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ بمجبوری معز نے منہاجہ اور سوڈان کے بیس ہزار جنگ آوروں کو لے کر عربوں سے مقابل ہوا مگر شکست کھا گیا اور قیروان آ کر دم لیا۔

۴۴۶ھ میں عربوں نے قیروان پر حملہ کیا۔ یونس بن یحییٰ سردار عرب نے شہر باجہ پر قبضہ کیا اور تمام علاقہ کو روند ڈالا۔ مہدیہ میں معز کا بیٹا تمیم حکمران تھا اس کے پاس چلا گیا۔

**ملکہ ظاہر کا اقتدار** | باوجودیکہ ملکہ ظاہر حبشی کنیز تھی مگر تھی بڑی عاقلہ اور دانا۔ اس نے حبشیوں کو بہت سرچڑھا رکھا تھا۔ کثرت سے حبشی غلام محلات میں رکھ چھوڑے تھے اور اس نے فوج میں کثرت سے حبشی بھرتی کئے۔ ملکہ امورِ مملکت میں بڑی دھیل تھی۔ اس کی مرضی پر وزیراء کی معزولی و تقرری تھی جس امیر سلطنت سے خفا ہوتی بیٹے سے کہہ کر مروا دیتی۔

**وزیراء** | ابوالفتح فلاحی وزیر بنایا گیا۔ ملکہ کسی بات پر اس سے خفا ہو گئی اس کو معزول کر کے قتل کر دیا۔ ابوالبرکات حسن بن محمد کو عہدہ وزارت عطا ہوا۔ وہ بھی معزول کر دیا گیا۔ پھر ابو محمد تانوری ہوا وہ مار ڈالا گیا۔ پھر ابو عبد حسین بن بابلی کو قلمدان وزارت تفویض ہوا۔ ۴۵۰ھ

**جلیشیوں اور ترکوں میں جنگ** | دولتِ علویہ میں ترکوں کو بھی بڑے کثرت سے ترک تھے۔ حبشی ملکہ ظاہر کی وجہ سے خود سر تھے۔ ترکوں کا بڑا سردار

ناصر الدولہ بن حمدان تھا۔ ترکوں اور حبشیوں میں کسی بات پر چل گئی۔ ان کی جماعت پچاس ہزار کے قریب تھی۔ ترک چند ہزار تھے مگر ترکوں نے ان کو تلوار پر رکھ لیا۔ ہزاروں حبشی کھیت رہے۔

اس معرکہ کے بعد ترکوں کے نظام حکومت میں گڑبڑ پیدا کرنے کا سبب یہ ہوا کہ شاہی لشکر اور ناصر میں چل گئی۔ ناصر کامیاب ہوا۔ ملکہ نے یہ رنگ دیکھ کر پچاس ہزار دینار دے کر صلح کر لی۔ مگر دھوکے سے ناصر کو ترکوں کے ہاتھوں مروا ڈالا۔ یہ واقعہ ۴۶۵ھ کا ہے۔

**بدر جمالی** | ترکوں اور حبشیوں کی چپقلش کو دیکھ کر خلیفہ نے بدر جمالی کو دمشق سے بلایا۔ یہ ایک فوج بحری انہوں کی بھرتی کر کے ساتھ لایا تھا۔ مصر میں جب داخل ہوا تو بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خلافت مآب کی دست بوی کا شرف حاصل کیا۔ خلیفہ نے محل سرانے خلافت کے سوا کل شہروں کی حکومت عنایت کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور جو اہر کا گلو بند مرحمت فرمایا۔ السید الاجل امیر الجیوش کا خطاب دیا۔ قضاۃ المسلمین اور داعی دعاۃ المؤمنین کے عہدے تفویض کئے قلمدان وزارت عطا ہوا۔ غرضیکہ علم اور قلم دونوں کا مالک بنایا۔

بدر نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہوئے سلطنت کا نظم و نسق شروع کیا۔ بنی عقیل اور پر قابض تھے۔ ابن عمادہ کا قبضہ طرابلس پر تھا۔ ابن معویہ عثمان پر حکمرانی کر رہے تھے اس نے ان سب کو نکال باہر کیا۔ دیماط پر عرب تولی تھے انکی سرکوبی کر کے ان کے لڑکوں کو غلام بنالیا۔ پھر اہواز پر کنز الدولہ حمزہ قابض تھا اسکو قتل کر دیا۔ غرضیکہ اندرونی اور بیرونی دولت علویہ کی حالت درست کی اور ایک تمدن باسیا سلطنت کچھ عرصہ میں اپنی حسن لیاقت سے بنادی تیس سال کا خرچ معاف کر دیا جس سے دولت علویہ اس عروج و شائستگی پر ہو گئی جیسا کہ اس سے پیشتر تھی۔

۱۔ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۳۵۔

۲۔ تاریخ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۲۔ مطبوعہ لندن۔

**شام پر سلاجقہ کا قبضہ** | بغداد پر طغرل بیگ سلجوقی کا اقتدار تھا۔ جب ملک شاہ کا زمانہ آیا اس کے افسر اتسز (افسن) نے شام پر ۶۳۳ھ میں حملہ کر دیا۔ مدینہ اور بیت المقدس بقوت لے لئے۔ پھر دمشق پر بڑھا، ناکام لوٹا۔ کچھ عرصہ بعد دمشق پر خلافت عباسیہ کے نامور امیر قدس نے قبضہ کر لیا اور یہاں کے والی وزیر الدولہ کو قلعہ بانیاں میں نظر بند رکھا۔ خلافت عباسیہ کے نامور امیر قدس قلعہ پر اڑایا گیا۔ جامع مسجد میں خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

۶۶۲ھ میں اتسز نے مصر پر فوج کشی کی۔ بدر نے زبردست مقابلہ کیا۔ آخر کار شام لوٹ گیا۔ اہل دمشق کو نوازا اور اہل قدس قتل و غارت کی لپیٹ میں آئے۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۶۶۶ھ میں اپنے بھائی تلش کو بلا و شام کی زمام حکومت سپرد کر دی تھی چنانچہ اس نے حلب پر قبضہ کرنا چاہا۔ ادھر مصری فوجیں دمشق پہنچ کر اس کو گھیرے ہوئے تھیں۔ اتسز نے تلش سے معاونت چاہی اس نے دمشق کا رخ کر دیا۔ مصری فوجوں نے راہ فرار اختیار کی۔ اتسز تلش کی خبر سن کر اُس کے پاس آیا اُس نے اس حرکت پر کہ مصری فوج موجود نہیں اس نے بلا وجہ حلب سے بلالیا۔ غصہ میں اُس نے تلش کو قتل کر دیا۔ اور شہر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ پھر حلب تصرف میں لایا۔ اس طرح تمام شام پر قابض و متصرف ہو گیا۔

تلش تاج الدولہ نے دمشق میں قیام کیا۔ امیر الجیوش بدر جمالی نے فوج بھیجی مگر غائب و غاصر لوٹ آئی۔

۶۷۲ھ میں مصری فوج نے ملک شام پر پھر بلغاد کی اور صور کو قاضی عبید الدولہ بن ابی عقیل کے قبضہ سے لے لیا۔ پھر صید اور جمیل کو فتح کر کے عمال اپنے مقرہ کئے۔

**صقلیہ پر فرانسیسی قبضہ** | صقلیہ پر گورنر دولت علویہ کی طرف سے مقرر ہوا کرتے تھے۔ ۱۸۴۲ء میں فرانس نے جزیرہ صقلیہ کو دولتِ فاطمیہ کے قبضہ سے نکال لیا۔

**والی صور کی بغاوت** | منیر الدولہ جیوش کو بدر نے صور کی ولایت پر مامور کیا تھا لیکن اُس نے بغاوت کی۔ اس کی سرکوبی کے لئے بدر نے فوج روانہ کی وہ تابِ مقابلہ نہ لاسکا۔ راہِ فرار اختیار کی مگر راہ میں گرفتار ہوا۔ مہر لایا گیا، خلیفہ نے اُسے قتل کرا دیا۔ ۱۸۴۲ء میں امیر الجیوش بدر جمالی نے انتقال کیا۔ اسی برس کی عمر پائی۔ اس کے دو خالہ زاد بھائی امین الدولہ اور نصیر الدولہ۔ خلیفہ امین الدولہ کو وزیر بنانا چاہتا تھا۔ مگر نصیر الدولہ نے ہٹ مچا دیا۔ آخر شش بدر کے لڑکے محمد ملک ابو القاسم کو عہدہ وزارت پر مقرر کیا۔ اس نے بھی مثل اپنے باپ کے وزارت کے فرائض انجام دیئے۔

**وفات** | خلیفہ مستنصر نے ۸ رذی الحجہ کو انتقال کیا اور ساٹھ برس تک حکمرانی کی۔

**اوصاف** | یہ خلیفہ نیک تھا اور سیدھا۔ امراء کے ہاتھوں بڑے بڑے مصائب اٹھائے۔ مالِ کٹا، خزانہ ہاتھ سے جاتا۔ ہا اور بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ ایک فرش تھا جس پر سوتا تھا اور بیٹھتا تھا مگر ہوشمند تھا اس نے بدر جمالی کو بلا کر حکومت کی حالت درست کر لی۔

**آثار** | خلیفہ مستنصر نے ۱۸۴۲ء میں قاہرہ میں بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ جامع عمرو بن عاص کی مرمت کرائی اور اس میں جدید منبر اور منارے تعمیر کرائے۔

**خراج** | بدرجہالی کی وزارت عظمیٰ کے دور میں خراج کی آمدنی تیس لاکھ اسی ہزار دینار تھی۔ مستنصر کے عہد میں مزدوعہ رقبہ چھتر ہزار پانچ سو پچیس (۷۵۲۵) فدان تھا۔

**کاشت کاروں سے سلوک** | فاطمیوں کے عہد میں مصر میں ۱۲۲۸ گاون کاشت کاروں کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کیا اور ان کی فلاح و بہبود اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

**امیر الجیوش بدرجہالی** | وزیر اعلیٰ اسلام میں بدرجہالی بھی اعلیٰ لیاقت کا حامل تھا۔ بدرجہالی اصل دولت علویہ کا ساختہ پرواختہ اور خلیفہ مستنصر کا خادم تھا۔ پہلے بدرجہالی دمشق کا حاجب مقرر کیا گیا۔ بعد چندے دارالامارت کے سوا سارے شہر کی نظامت پر مامور ہوا۔ پھر جب والی دمشق نے وفات پائی تو اُس نے زمام حکومت سنبھالی۔ ابن امیر والی دمشق ہو کر آیا یہ مصر آگیا۔ پھر عکہ کا والی مقرر ہوا۔ پھر مستنصر نے بلاک وزارت عظمیٰ کے منصب پر مرفوز کیا۔ بدرجہالی کا کفایت شعار تھا۔ نہایت قابلیت سے حکومت کی۔ قابل حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۵۱۰  
ماہ ربیع الاول ۵۱۰ھ میں فوت ہوا۔

## مستعلی باللہ

**نام و لقب** | ابو القاسم احمد بن مستنصر باللہ علوی۔ لقب مستعلی باللہ۔

**خلافت** | ابوالقاسم تھے۔ مستنصر نے نزار کو ولی عہد بنایا مگر محمد ملک ابوالقاسم فضل بن بدر جمالی وزیر سلطنت اور نزار سے اُن بن تھی۔ اس نے مستنصر کی بہن کو پٹی دی کہ آپ ابوالقاسم کی خلافت کی تحریک کیجئے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ امور سلطنت ہمیشہ آپ کی رائے اور ذمہ داری سے انجام پذیر ہوا کریں گے۔ مستنصر کی بہن نے اس بنا پر قاضی اور داعی کے دو برو ابوالقاسم کی ولی عہدی کا اظہار کر دیا اور قسم بھی کھائی۔ پس اراکین دولت نے ابوالقاسم کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کمر لی المستعلی باللہ کے لقب سے مخاطب کیا۔  
نزار کو یہ امر ناگوار نہ ہوا۔ مصر سے اسکندریہ چلا گیا۔ نصیر الدولہ افغانی بدر جمالی کا غلام والی تھا۔ اس نے اس کو خلیفہ بنایا اور المصطفیٰ لدین اللہ خطاب سے مخاطب کیا۔

نزار کے خلاف مصر سے فوج روانہ کی گئی۔ سر عسکر وزیر سلطنت تھا اور اسکندریہ کا سخت محاصرہ کیا۔ آخر کار شہر وزیر کے حوالے کر دیا گیا۔ نزار اور افغانی کو لے کر مصر آیا۔ نزار کو خلیفہ نے قید حیات سے سبکدوش کر دیا۔  
**وزارت** | مستعلی برائے نام خلیفہ تھا۔

مستعلی کے زمانہ میں جنگ صلیبی کا آغاز ہوا اور عیسائیوں کا بیت المقدس پر قبضہ ہو گیا۔ جنگ صلیبی کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

## محاربات صلیبیہ

۱۰۹۶ء میں صلیبی لڑائیوں کی ابتدا ہوئی۔ اس سال عیسائیوں کے

ٹھٹھ کے ٹھٹھ میدان جنگ میں پہنچے مگر کوئی مہم سمر نہ کر سکے۔ اس کے ایک سال بعد ۱۰۹۴ء میں ان کی امداد کے لئے مزید عساکر یورپ کے چار بڑے نوابوں کی قیادت میں روانہ ہوئے۔ یہ چار نواب گاڈفری (امیر لویوینا) ریمان (نواب بلوگوس) بالڈوین (گاڈفری کا بھائی) اور یونانڈ (دایرٹ گاڈ مگارڈ کا بیٹا اور جنوبی اٹلی اور سسلی کا نائین نواب) تھے، ان لوگوں کی امداد کے لئے دوسرے امراء اور ہمسوار بھی موجود تھے۔

قسطنطنیہ پہنچنے پر پہلے تو شہنشاہ نے ان سے یہ اطمینان حاصل کر لیا کہ ان کا مقصد شہنشاہ کو مسلمانوں سے اُس کے علاقے واپس دلانا ہے اور اس کے بعد انہیں اپنے ملک سے گزرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ عساکر دشوار گزارہ دروں کو عبور کرتے ہوئے ایشیا کے میدانوں میں پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے مسلمان فوج کے بڑے بڑے امراء واپس ہو چکے تھے۔ فوجیوں کی بہت معمولی تعداد غیر منظم حالت میں باقی تھی۔ عیسائی سوراؤں نے ایک دم حملہ کیا اور فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے ملک شام تک پہنچے۔

ان معرکوں میں سب سے اہم معرکہ ایشیائے کوچک کے مغرب میں دوریلیوم کے پاس کا تھا۔ جو علاقے انہوں نے مسلمانوں سے ہتھیائے تھے ان میں چار ریاستیں قائم کیں جن کے مراکز دوبا، انطاکیہ، طرابلس اور بیت المقدس کا حاکم گاڈفری اس نئی مملکت کا سلطان اعظم قرار پایا اور باقی تین اس کے ماتحت اور حلیف ٹھہرے۔ یورپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا۔ اسلامی فتوحات کے ریلے کو دھکا لگا اور قسطنطنیہ کی فصیلوں سے یہ حملہ کافی دور ہٹا دیا گیا اور دوبارہ اسلامی فوجیں اس فصیل پر دھاوا بولنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ ساڑھے تین سو سال کے بعد کہیں جا کر ترکوں میں حوصلہ پیدا ہوا اور وہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے رومی شہنشاہیت کے مشرقی مرکز پر اسلامی جھنڈا گاڑنے میں کامیاب ہوئے۔



**وفات** | ۱۵ صفر ۴۹۵ھ کو انتقال کیا۔ سات سال خلافت کی اس کا عہد شورشِ زعماء ہی کا رہا۔ اس کا بیٹا ابوعلی جس کی عمر ۵ سال تھی سریرِ خلافت پر متمکن کیا گیا۔ لے

## افضل بن بدر جمالی وزیر

مستنصر کی وفات کے بعد افضل بن بدر جمالی سیاہ سفید کا مالک تھا۔ اس وقت اُس نے ولی عہدِ خلافت نزار کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ اُس کے بھائی مستعلی کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا۔ عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ اس کینہ کا عملی اظہار تھا جو نزار کی طرف سے اس کے دل میں مدت سے بیٹھا ہوا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ افضل قعرِ مستنصر کے دروازہ کے اندر خچر پر سوار ہو کر داخل ہو گیا۔ نزار کو یہ حبارت ناگوار گزری اور اس نے نہایت حقارت سے اس سے کہا ادا منی! نجس کہیں کے اتر آ۔

افضل اس وقت تو مصلحت و وقت سے خاموش ہو گیا۔ مگر اس کے دل میں کینہ بیٹھ گیا۔ مستنصر کی وفات کے بعد اُسے انتقام کا موقع ملا اور اس نے اسے معزول کر کے مستعلی کو خلافت کے لئے منتخب کر لیا۔ نزار نے جب دیکھا کہ خلافت اُس کے ہاتھوں سے جاتی رہی تو وہ اسکندریہ چلا گیا۔ وہاں کے گورنر نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور گورنر اور اہل اسکندریہ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مصطفیٰ الدین اللہ لقب پایا۔ افضل کو اس کی اطلاع ہوئی تو ایک زبردست فوج لے کر اسکندریہ

پر چڑھائی کر دی۔ ابتداء میں افضل کو کامیابی نہیں ہوئی اور اُسے قاہرہ لوٹنا پڑا۔ یہاں مزید تیاریاں کی پھر دوبارہ نزار پر چڑھائی کر دی۔ اس دفعہ نزار کو شکست ہوئی اور وہ امان کی درخواست کرنے پر مجبور ہوا۔ افضل نے نزار کو دو دیواروں کے درمیان زندہ چنوا دیا۔ یہ ”امان“ کی التجا کا جواب تھا۔ افضل علم دوست انسان تھا۔ مرنے کے بعد اُس نے ایک کتب خانہ چھوڑا جس میں مختلف علوم و فنون کی پانچ لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ یہ شعراء علماء اور اہل علم کا قدر دان تھا اور دوسری بہت سی خوبیوں کا حامل تھا۔ اس کے پاس بے شمار دولت تھی۔ سترہ، سترہ میں صرف کثیر سے ایک شاندار محل تعمیر کرایا۔ اس کے لئے بیش قیمت فرنیچر اور سامان آرائش کے علاوہ نہایت اعلیٰ قسم کے آلات اور نادرا اشیاء کا ایک بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ اس سے اس کی خوش مذاقی اور فنی ذوق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ افضل نے حکومت کے دفاتر اپنے محل میں منتقل کر لئے تھے۔ اس میں ہر شعبہ کے لئے ایک وسیع کمرہ تھا۔

یہاں ایک کمرہ مجلس عطا کے نام سے موسوم تھا جس میں افضل بذاتِ خود بیٹھتا تھا اور اپنے ہاتھ سے ہر مصیبت زدہ اور مفلس شخص کو ایک ایک دینار عطا کرتا تھا۔ مجلس عطا میں اس مقصد کے لئے آٹھ تھیلیاں روزانہ رکھی جاتی تھیں جس میں پینتیس ہزار دینار ہوتے تھے۔ دو تھیلیاں زنان خانہ میں رکھی رہتی تھیں۔ ایک میں دینار ہوتے تھے دوسری میں درہم۔ مقصد یہ تھا کہ کسی وقت عطاء سے ہاتھ خالی نہ رہے۔

اس وقت افضل کی حیثیت امیرانہ تھی۔ اس کے قبضہ میں خراج کا محکمہ تھا۔ اس کے قصر میں گورنمنٹ قائم تھی۔ تمام حکومت کا نظم و ضبط اسی کے زیرِ اقتدار تھا۔ مستعلیٰ کی حیثیت اس کے سامنے ایک بے دست و پا انسان کی تھی۔ حکومت کے نظم و نسق میں اس کا مطلق اثر نہ تھا۔ وزیرِ اعظم کی جنبش

لب سے حکومت کی مشینری حرکت کرتی تھی۔ خلیفہ آمر (۳۹۵ھ، ۵۲۴ء) کے عہد تک اسی شان و شوکت کے ساتھ وہ ڈکٹیٹر رہا۔ آمر کے عہد میں اُسے قتل کر دیا گیا۔ یہ عید کی صبح کا واقعہ ہے۔ خلیفہ کے حکم سے اس کی دولت خزانہ خلافت میں منتقل کر دی گئی۔ اس دولت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ غشیوں کی ایک بہت بڑی تعداد دو ماہ کی مسلسل محنت کے بعد اس کا گوشوارہ مرتب کر سکی تھی۔ یہ

## الامر باحکام اللہ

نام و لقب | ابو علی بن ابوالقاسم مستعلی بن مستنصر باللہ علوی لقب الامر باحکام اللہ تھا۔

خلافت | ۳۹۵ھ میں سربراہ آرائے خلافت ہوا۔

حروب صلیبیہ | اس سال صلیبیوں نے عکہ پر قبضہ کیا۔ پھر طرابلس الشام لے لیا۔ اس کے بعد سلسلہ وار سال سال تک یکے بعد دیگرے شام اور فلسطین کے بلاد پر قبضہ کرتے رہے اور رہا اور انطاکیہ اور بیت المقدس تین مستقل ریاستیں قائم کر لیں۔ خلیفہ عباسی کی طرح خلفائے فاطمی بھی خاموش بیٹھے رہے اور مسلمانوں کا قتل ہوتا رہا۔

وقائع | ۱۱۵۸ھ میں شاہ بلدوین قدس سے ایک جمعیت لے کر فتح مہر کے لئے نکلا اور ”فرما“ میں پہنچ کر وہاں کے رہنے والوں کو تہ تیغ کیا۔ ان کے مکانات لوٹ لئے۔ مسجدیں جلا دیں۔ آمر کو اپنے عشرت کدہ سے فرصت کہاں تھی جو اس طرف توجہ کرتا۔ حسن اتفاق سے بلدوین خود بیمار پڑ گیا جس سے اس کو اپنے مستقر کو لوٹنا پڑا۔ راہ میں فوت ہو گیا۔

۱۔ مسلمانوں کا نظام مملکت صفحہ ۱۴۲۔

قتل امیر الجیش فضل بدر جمالی | افضل وزرائے اسلام میں اعلیٰ  
مرتبہ وزیر تھا۔ اس کے باپ

نے علوی حکومت کو مضبوط کیا۔ افضل نے اس کی حالت درست کی۔ مگر آمر  
نے یہ انعام دیا کہ اس کو رمضان ۱۰۵۵ھ میں قتل کر کے اس کا مال قبضہ میں کیا اور  
چالیس دن تک مال و متاع خجروں پر خلیفہ کے محل میں ڈھلتا رہا۔  
افضل کے بعد ابن الطالحی کو وزیر سلطنت مقرر کیا۔

قتل آمر | باطنیہ جن کو علویوں کا نقیب کہنا چاہیے مستنصر نے ہی حسن  
ابن صباح کو اپنا داعی مقرر کیا تھا جس کے حالات تاریخ ملت  
جلد ششم میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

غرضیکہ باطنیوں کا شام پر اقتدار تھا۔ پڑے بڑے قلعہ بنائے تھے انہی میں  
سے ایک باطنی نے ۲۰ ذی قعدہ ۱۰۵۲ھ کو اپنے امام آمر کو قتل کر دیا۔

اوصاف | آمر عیاش اور بد طینت تھا۔ بھائی کو مروا ڈالا۔ فضل جس نے  
صلیبیوں سے مقابلہ کیا ورنہ مصر پر بھی وہ قابض ہو گئے ہوتے۔  
خدا م قصر کے کہنے سننے سے محسن کو قتل کر دیا۔ اس میں حکمرانی کی لیاقت نہ تھی  
مہات سلطنت سے بے خبر رہتا تھا۔

شعر گوئی | آمر کی طبیعت موزوں تھی۔ اس جگہ اس کے نتیجہ فکر کو پیش  
کرتے ہیں۔

اصبحت لاسراج و لادخشی | اوالہی ولہ الفضل

جدی نبی و اما می ابی | و مذہبی التوحید والعدل

ترجمہ: مجھ کو نہ کسی سے کوئی تمنا ہے اور نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں سوائے اپنے اللہ کے اور  
وہ فضل والا ہے میرا دادا نبی ہے اور میرا باپ امام ہے اور میرا مذہب توحید اور عدل ہے۔

## حافظ لدین اللہ

**نام و لقب** میمون عبدالمجید بن امیر ابوالقاسم بن خلیفہ مستنصر باللہ، لقب حافظ لدین اللہ تھا۔

**خلافت** آمر کے کوئی اولاد ذکر نہ تھی۔ اس کے چچا کے بیٹے میمون کو سریر خلافت پر متمکن کیا۔ اراکین سلطنت نے بیعت کمری اور حافظ لدین اللہ خطاب دیا۔

**وزارت** مرحوم خلیفہ کی وصیت پر ہنر برالملوک کو قلمدان وزارت تفویض ہوا۔ سعید یانس جو افضل کے خدام سے تھا اس کو داروغہ محسّرائے خلافت بنایا۔

**کوائف وزارت** ہنر برالملوک کی وزارت پر رضوان بن غش امیر العسکر افواج فاطمیہ بگڑ گیا۔ ہنگامہ بپا ہو گیا۔ ابوعلی بن افضل قصر میں تھا وہ باہر آیا اس کو فوجیوں نے ہاتھوں ہاتھ لے کر وزارت پر سرفراز کرنا چاہا۔ مجبوری درجہ میمون نے اس کو ہی عمدہ وزارت عطا کیا۔ اور ہنر بر کو معزول کر کے قتل کر دیا۔

ابوعلی نے انتظام سلطنت سنبھالا۔ کچھ عرصہ میں خلیفہ کو معطل کر دیا۔ اس کے اختیارات چھین لئے۔ خزانہ اور ذخائر شاہی اپنے مکان پر اٹھالیا۔ غالی شیعہ تھا۔ قائم منتظر (مہدی موعود) کی دعوت قائم کی۔ اسماعیل اور خلیفہ حافظ کے ناموں کو خط سے نکال دیا اور اس کا ارادہ تھا کہ حافظ کو قتل کرادے۔ منبروں پر اپنی تعریف و توصیف کرتا۔ آخر کار خلیفہ کو معزول کر کے قید کر دیا۔

۱۰ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۵۶، ۵۷ ۱۱ ایضاً صفحہ -

اس کے ہم مسلک حضرات اس سے بگڑ بیٹھے۔

ایک دن ابوعلی چوگان کھیلنے گیا۔ کچھ فوجیوں نے گھیر کر قتل کر دیا اور امرائے لشکر حافظ کو قید سے نکال لائے اور اُس کے ہاتھ پر خلافت اور امارت کی بیعت کی۔ وزیر کا تمام سامان قہر خلافت میں اٹھوایا اور قلمدان وزارت ابو الفتح یانس حافظی کے سپرد ہوا۔ مگر ۵۲۶ھ میں اس کو زہر دے کر مار ڈالا۔ پھر اپنے بیٹے سلمان کو وزیر سلطنت کیا۔ وہ مر گیا تو دوسرے بیٹے حسن کو وزیر کیا۔ اس نے یگل کھلایا کہ باپ کو قید کر کے خود خلیفہ بننا چاہا۔ خلیفہ نے چالیس آدمی اُس کے قتل کرنے کو مقرر کئے مگر سب کام آئے۔ آخر کار خلیفہ نے بہرام اذنی کو رضا مند کیا کہ فوج لے کر حسن کو گھیر کر مار لو۔ چنانچہ حسن گرفتار ہوا اور حافظ نے خود بیٹے کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ کا ہے۔

پھر بہرام کو وزیر بنا لیا۔ اس سے اور رضوان بن ویش سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ بہرام نے رضوان کو صوبہ غربہ کی سند حکومت دے کر قاہرہ سے ہٹانا چاہا۔ اس نے فوج جمع کر کے قاہرہ کو گھیر لیا۔ بہرام اذنی قبرص بھاگ گیا۔ رضوان نے اپنے بھائی ابراہیم اوحد کے ذریعہ اس کو پکڑوا بلایا۔ خلیفہ نے نظربند کر دیا وہ وہیں مر گیا۔ رضوان نے قلمدان وزارت سنبھالا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امور سلطنت پر غالب ہو گیا۔ ٹیکس معاف کر دیئے۔ خلیفہ کو اس کا انتظام پسند نہ آیا۔ داعی الدعاة سے اس کی معزولی کا مشورہ کیا۔ انہوں نے اختلاف کیا۔ مگر خلیفہ نے پچاس سوار مقرر کئے کہ رضوان کو قتل کر دیں۔

رضوان کو پتہ لگا تو وہ شام کی طرف چلتا ہوا۔ اس کے ہمراہیوں میں شاور نامی آدمی تھا جو اس کا معتمد تھا۔ امیر بن مضیال اس کے سمجھانے کو گیا اور لے آیا۔ خلیفہ نے قید کر دیا۔ یہ قید سے فراہ ہو کر حیرہ پہنچا۔ مغربیوں کی فوج لیکر قاہرہ لے آیا۔ جامع ابن طولون کے قریب شاہی لشکر سے ٹکرا ہوا۔ شاہی لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ کامیابی کا جھنڈا لے ہوئے قاہرہ میں داخل ہوا اور حافظ کو

کہلا بھیجا۔ بیس ہزار دینار لشکریوں کے لئے بھیجے اُس نے دو مرتبہ روانہ کئے۔ رضوان کو عہدہ پر بحال کیا۔ موقع پا کر حافظ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حافظ نے خود ہی اپنی دولت سلطنت کے کاؤ بار کو سنبھال لیا اور اپنا ولی عہد ابو منصور اسمعیل کو کیا۔

**اہلِ صقلیہ کا حملہ** | دروہر ثانی فرمانروائے صقلیہ نے اڑھائی سو جنگی کشتیاں لے کر افریقہ پر حملہ کر دیا۔ پہلے برقہ پر فوجیں اتار دیں۔ وہاں مسلمان قتل کئے اور بچے عورتیں پکڑ لے گئے۔ پھر ۵۴۱ھ میں طرابلس الغرب پر قبضہ کیا۔ اس کے دو سال بعد مہدیہ لے لیا۔ اسکندریہ لینے بڑھا۔ اہل مصر خوفزدہ تھے۔ رومیوں نے سسلی پر حملہ کر دیا۔ دروہر واپس لوٹ گیا۔

**وفات** | ۵۴۳ھ میں بعمر اکیس سال حافظ الدین اللہ نے انتقال کیا اور ساٹھ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا تھا۔ بسجڑ دستخط کرنے کے کوئی بیاقت اُس میں نہ تھی۔

اس کو عارضہ در و قولنج تھا۔ موسیٰ طیب نے سات دھاتوں سے ایک طبل تیار کر لیا۔ اس پر سات سیاروں کے نقوش تھے جس وقت وہ طبل بجنا خلیفہ کی ریاح خارج ہوتی اور درد جاتا رہتا۔

## ظافر بامر اللہ

**نام و لقب** | ابو المنصور اسمعیل بن حافظ الدین اللہ ملقب ظافر بامر اللہ۔

**خلافت** | ۵۴۳ھ میں سریرہ آرائے خلافتِ علویہ ہوا۔

**وزارت** | خلیفہ نے مرتے وقت امیر بن مضیال کی وزارت کی وصیت کی تھی۔ پس خلیفہ ظافر نے چالیس روز ابن مضیال سے وزارت کا کام لیا۔ یہ وزیر سوڈان کا رسلطنت پر گیا۔ عادل بن ارسلان والی اسکندریہ



عہدہ وزارت کی غرض سے قاہرہ آیا اور قصر وزارت پر قبضہ کر لیا اور قلمدان وزارت کا مالک ہو گیا۔

عادل نے قلمدان وزارت ہاتھ میں لے کر عباس بن ابوالفتوح بن طے بن تمیم بن معمر بن بادس ضہاجی کو جو کہ اس کا ازبیب تھا ایک لشکر کے ساتھ ابن مضیال کے استیصال کے لئے بھیجا۔ عباس نے بزور تیغ اس پر قابو حاصل کیا اور اس کو مار ڈالا۔ ابوالفتوح کی بیوی نے شوہر کے مرنے پر عادل بن ارسلان سے نکاح کر لیا تھا۔ عباس نے اس کے پاس نشوونما پائی تھی۔

عادل نے رتبہ وزارت حاصل کر کے امور سلطنت کی نگرانی کی جانب توجہ کی۔ خلافت ماب عضو معطل تھے ان کو عادل سے پر خاش پیدا ہو گئی۔ ایک مرتبہ اپنی لونڈیوں سے وزیر کو قتل کرانا چاہا مگر اندازش ہو گیا اور وہ قتل کر دی گئیں۔

اسی زمانہ میں عسقلان پر صلیبیوں نے حملہ کر دیا۔ وزیر نے فوجیں روانہ کیں مگر عیسائی قابض ہو گئے۔ عوام نے وزیر کی غفلت پر بحول کیا۔

عباس بن ابوالفتوح کا ایک لڑکا نصیر نامی تھا۔ خلیفہ ظافر ایک علت میں مبتلا تھے اس کو محبت کی آنکھوں سے دیکھتے۔ اس کی شہرت عام ہو گئی۔ عادل نے اس کی دادی سے کہا۔ ظافر کو اگر نصیر ٹھکانے لگا دے تو یہ بدنامی ہٹ جائے گی۔ چنانچہ اٹا اثر پڑا۔ عباس نے خلیفہ ظافر سے عادل کے ارادے کو ظاہر کر دیا۔ عباس کا دوست مؤد الدولہ اسامہ بن منقذ امیر شیرز بھی دربار خلافت میں موجود تھا۔ اس نے بھی عادل کے قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔

عباس کو عسقلان صلیبیوں سے جنگ کرنے نے عادل نے بھیجا۔ یہ بلبیس پہنچا۔ نصیر نے خلیفہ کی اجازت سے اپنی دادی کی خواب گاہ میں جا کر عادل کو ٹھکانے لگا دیا۔

عباس کو بلبیس خبر لگی لوٹ آیا اور خلیفہ ظافر کے قلمدان وزارت کا مالک بن گیا۔ زمام حکومت ہاتھ میں لے کر انتظام کرنے لگا۔

نصیر اور ظافر کے تعلقات نے نصیر کو عوام کی نگاہوں میں حقیر کر دیا۔ وزیر سلطنت پر بھی حقارت کی نظریں پڑنے لگیں۔ اسامہ نے عباس سے کہا ظافر کا خاتمہ کر دو تو اس تنگ وعار سے تم کو نجات مل جائے۔

عباس نے بیٹے کو سمجھایا کہ تم کسی حیلہ سے بلا کر خلیفہ کا کام تمام کر دو۔ اس نے دعوت کے بہانہ سے خلیفہ کو اپنے مکان پر بلا کر معہ اُس کے ساتھیوں کے قتل کر کے زمین میں دفن کر دیا۔ یہ واقعہ ۵۴۹ھ میں گزرا۔

**اولادِ ظافر کا قتل** | خلیفہ ظافر کے قتل کے دوسرے دن عباس قصرِ خلافت میں گیا۔ خدام سے پوچھا خلیفہ کہاں ہے؟ سب نے لاعلمی ظاہر کی۔ ظافر کے لڑکے یوسف اور جبریل نے کہا کہ تمہارے لڑکے کے یہاں دعوت میں گئے تھے۔ اُس نے کہا تم بھی شریکِ سازش ہو اور ان کو بھی قتل کر دیا۔ اور ظافر کے بیٹے ابوالقاسم عیسیٰ کو محلِ سرانے خلافت سے کندھے پر لاکر سریرِ خلافت پر بٹھایا جس کی عمر اسی وقت پانچ سال تھی۔ مال و اسباب اور خزانہ قصرِ خلافت سے اپنے مکان پر اٹھالایا۔

## الفائز بن نصر اللہ

نام و لقب | ابوالقاسم عیسیٰ بن ظافر لقب الفائز بن نصر اللہ تھا۔

**وزارت ابن زریک** | بیگمات قصرِ خلافت نے عباس کے ظلم و جور کی اطلاع ملا، ثع بن زریک کو لکھ بھیجی۔ وہ

بہنسہ کا والی تھا۔ فوج لے کر قاہرہ آیا۔ عباس اور نصیر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابن زریک نے ماتی لباس پہن رکھا تھا۔ نیروں پر ان بالوں کا گچھ تھا جو بیگمات

نے اظہارِ ماتم کے لئے بھیجے تھے، ۵۵۹ھ میں قاہرہ میں جلوس کی صورت میں داخل ہوا۔ قصر عباس میں جا کر ظافر کی نعش کا پتہ لگایا اور نکال کر اس کے اجداد کے مقابر میں دھن کی خلیفہ نے خوش ہو کر وزارت کا عہدہ سپرد کیا اور الملک الصالح خطاب مرحمت کیا۔

صالح شیعہ بہت بڑا ادیب اور خوشنویس تھا۔ عمدہ وزارت پر ممتاز ہو کر امورِ سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ خراج کی فراہمی اور صوبجات کے گورنروں کی نگرانی کرنے لگا۔ قاہرہ میں مسجد صالح طاعیہ کے نام سے تعمیر کرائی۔

**عباس کا قتل** | عباس اور نصیر مال و زر کے ساتھ قاہرہ سے شام روانہ ہوئے۔ راہ میں عیسائیوں سے مڑبھٹڑ ہو گئی۔

ایک دوسرے سے گتھ گتھ۔ عباس مارا گیا۔ نصیر گرفتار ہوا۔ اسامہ جان بچا کر شام چلا گیا۔ صالح نے عیسائیوں سے نصیر کو ذریعہ معاوضہ دے کر لے لیا۔ اور قاہرہ میں بابِ زویلہ پر اس کو صلیب دے دی اور عاشورہ کے دن اس کو جلادیا۔

اس کے بعد تاج الملک قائماد اور ابن غالب کی خبر لی اور تمام امراء پر اپنی ہلیبت کا سکہ بٹھا دیا۔ خلیفہ کی پھوپھی اس سے بگڑ بیٹھی۔ اس کو خبر لگی تو اس سیدانی کو قتل کر دیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔

لطف یہ ہے کہ ایک طرف یہ مہمانِ اہل بیت کرام خلفائے فاطمیہ کو خلیفہ سمجھتے اور اپنا امام کہتے اور جب ضرورت ہوتی قتل کر دیتے۔

قائماد اپنی چھوٹی پھوپھی کی کفالت میں پرورش پانے لگا۔ رفتہ رفتہ سن شباب کو پہنچا اور امورِ سلطنت کے نیک اور بد کو سمجھنے لگا۔ امراء اور اداکینِ دولت کو علی قدر مراتب حکومتیں عطا کیں۔ اہلِ ادب کی ایک مجلس قائم کی جس کا کام

محض داستان گوئی تھا۔ کبھی کبھی کچھ نظم بھی کر لیتا۔ شاہ و سیدی شعر گوئی کے لئے مقرر کیا گیا۔ ۱۵۵۵ء میں فائز نے وفات پائی۔ چھ سال خلافت کی یہ

## خلافت فاطمیہ کا زوال

مستنصر کے عہد میں وزراء کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ وزیر اعظم اپنے لئے ملک (بادشاہ) کا لقب اختیار کرنے لگا۔ وزیر کے انتخاب میں امراء خلافت میں دستکشی ہوتی۔ خود ہی وزیر بن جاتے۔ خلیفہ کا انتخاب ان کی مرضی پر تھا۔ عموماً خلیفہ کم عمر بلکہ بچے مقرر کئے جاتے جب تک خلیفہ بدوشعور تک پہنچے اس وقت تک خود آمرانہ طور سے وزارت انجام دیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شدید باہمی رقیبانہ کش مکش شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ اپنے حصول اقتدار کے لئے نصرانی حکمرانوں سے مدد لینے لگے یا کسی طاقتور مسلمان حکمران سے جیسا کہ شاہ و سیدی نے نور الدین زنگی سے اپنی وزارت کے لئے مدد چاہی بغرضیکہ دولت علویہ کی بربادی میں وزراء کی کشمکش کا بہت بڑا دخل تھا۔

## صلیبیوں کے مقابل دول اسلامیہ

اس زمانہ (گیارہویں صدی کے اواخر اور بارہویں صدی کی ابتداء) میں عالم اسلام کے تین بڑے حصے تھے اور ہر ایک کے کئی ٹکڑے اور ریاستوں پر مشتمل تھے۔ مغرب میں اندلس کی سلطنت تھی جہاں مراہطین کی جماعت نے افریقہ سے پہنچ کر اندلسی عیسائیوں کو شکست دی تھی اور اموی سلطنت سے کچھ ملتی جلتی شان و شوکت والی حکومت قائم کی تھی۔ مراہطین کے بعد موحدین

نے بھی افریقہ سے وہاں پہنچ کر بارہویں صدی کے آخر تک اسلامی سلطنت کے جھنڈے کو سرنگوں ہونے سے بچا لیا تھا۔

موحدین پر اندلس کی اسلامی حکومت ختم ہوئی۔ مسلمان سارے اندلس سے بے دخل ہوئے صرف غرناطہ کی عملداری کا ایک چھوٹا سا خطہ باقی رہا۔ جس کی قسمت میں اندلس کے آخری حسرتناک اور افسوسناک انجام کا تماشاہ دیکھنا لگتا تھا۔

شمالی افریقہ میں مغرب کی طرف وہ خاندان حکمران تھا جس کی تاریخ مرابطین اور موحدین کے خاندانوں سے وابستہ ہے اور شرق کی طرف فاطمیوں کی حکومت تھی جسے بارہویں صدی کے اواخر میں مجاہد اعظم صلاح الدین یوسف ابن ایوب نے ختم کر دیا اور فاطمیوں کی سادی قلمرو کو خلافت عباسیہ میں شامل کر دیا۔

مشرق میں خلافت عباسیہ کا وہ وسیع خطہ تھا جو سلجوقی حکمرانوں کے مخصوص طرز حکومت یا آپس کی نا اتفاقی کی بدولت متعدد ریاستوں میں بٹ گیا تھا۔ یہ سلجوقی حکمران کچھ تو ملک شاہ سلجوقی کی اپنی اولاد تھی اور کچھ اس کے الاءیکین سلطنت اور فوجی سپہ سالاروں کی اولاد، خلافت کا اقتدار حکمرانوں پر برائے نام تھا یعنی صرف سکہ اور خطبہ تک محدود تھا۔

عالم اسلام کے ان تینوں حصوں میں باہم کوئی مضبوط رابطہ موجود نہ تھا۔ ان دو یعنی خلافت عباسیہ اور خلافت فاطمیہ کے درمیان تو سخت مخالفت اور رقابت تھی۔ بنی عباس سنی تھے اور فاطمی شیعہ اور ان میں ہر ایک اپنی ذات کو اس بات کا مستحق سمجھتا تھا کہ عالم اسلام کے سب منبروں پر ان کا خطبہ پڑھا جائے۔ ان اختلافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب گیاہہویں صدی کے اخیر میں اسلام کو صلیبی محاربوں سے دوچار ہونا پڑا تو اس وقت اس صدمہ کو برداشت کرنے اور دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کے لئے مسلمانوں کے پاس کوئی متحدہ طاقت موجود نہیں تھی۔ اسلامی سلطنت کو آپس کی رقابتوں سے فرصت ہی نہ ملتی تھی اور سب سے بڑی اسلامی سلطنت یعنی خلافت عباسیہ صحیح

معنوں میں سلطنت ہی نہ تھی بلکہ کئی مستقل ریاستوں میں بٹی ہوئی تھی اور ان میں باہمی تعلق ہر اٹھ نام تھا۔

صلیبیوں کے حملہ کا مقابلہ براہ راست سلطنت عباسیہ ہی کو کرنا تھا مگر یہ سلطنت اس حملہ کے ذور کی تاب نہ لاسکی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ شکست کھاتے کھاتے ختم ہونے والی ہے۔ سلطنت کی ریاستوں کے حکمران آپس میں ہر سر پر یکا کرتے۔ فاطمیوں کو ان کے ساتھ پہلے ہی سے عداوت تھی۔ یہ شمالی افریقہ اور اندلس کے حکمران تو اول تو وہ بہت دور تھے اور ان کے اور عباسی سلطنت کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ مسدود تھا۔ دوسرے ان کو اپنے ہی دھندوں سے سر اٹھانے کی فرصت کہاں ملتی تھی۔ الغرض دولت عباسیہ کو کہیں سے بھی مدد ملنی دشوار بلکہ ناممکن ہو گئی تھی۔ مگر عباسیہ کی شکست سرسری تھی۔ صلیبیوں کے دھیلے سے عالم اسلام کے ستون ہل تو گئے مگر ٹوٹے نہیں تھے۔ اس مصیبت کے دور میں بھی کوئی گھڑی ایسی نہیں آئی تھی کہ مسلمانوں کے عقیدے میں تزلزل آیا ہو اور آخری نصرت و فتح حاصل کرنے کی امید ٹوٹ گئی ہو۔

عامۃ المسلمین کا یہ سچہ یقین تھا کہ سمندر پار سے آنے والی موجوں کا یہ تھپڑا وقتی ہے۔ آخر میں اُسے کمزور ہو کر اپنے اصل مقام کی طرف لوٹنا پڑے گا اور مسلمان اس امتحان سے کامیاب ہو کر نکلیں گے اور جب چند سالوں کے بعد صلیبی حملوں کی شدت میں جب ذرا کمی واقع ہو گئی اور قوم کو ذرا سنبھلنے کا موقع مل گیا تو مسلمان زعماء اور قائدین نے اپنے اس اعتقاد کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا اور جوابی حملے کرنے لگے۔ ان زعماء میں سب سے پہلا نمبر تائبک عماد الدین والی موصل کا تھا جس نے ۱۱۴۷ء و ۱۱۴۸ء میں عیسائیوں کو شکست دے کر ان کی ریاست دہا پر قبضہ کر لیا۔ بے شک یورپ نے دہا کے سقوط پر بجز کچھ صلیب کے کھوٹے ہوئے علاقے واپس لینے کے بے شک آرائی کی۔ لیکن



اس دوسری لڑائی کے حالات پر غور کرنے والا یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہے کہ اب یورپ والوں کے دلوں میں مذہبی جوش کسی قدر سرد پڑ گیا تھا۔ لڑائی میں دو بڑے شہنشاہوں (مقدس دومی سلطنت کے تاجدار شہنشاہ کراڈ اور شاہ فرانس لوئی ہفتم) کی شرکت کرنے کے باوجود عیسائی لشکر ہار اؤڈیسیہ کو واپس لینے میں کامیاب نہ ہوا اور اسلامی سلطنت نے اجنبیوں کے تسلط سے اپنے علاقوں کو نکال لانے کی جدوجہد مسلسل جاری رکھی۔

اس اثنا میں عماد الدین زنگی کا بیٹا نور الدین زنگی میدان میں آیا۔ اس مجاہد کبیر نے اپنی زندگی جہاد کے لئے وقف کر کے دنیا کو یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کرادی کہ مسلمان اپنی کامیابی کے متعلق خدا تعالیٰ پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں یہ

## عاضد الدین اللہ

نام و لقب | عبداللہ بن یوسف بن حافظ الدین اللہ لقب  
عاضد الدین اللہ۔

خلافت | وزیر سلطنت صالح نے خود سال شہزادہ عبداللہ کو عاضد کا لقب دیا اور اسے خلیفہ بنایا اور مہمات سلطنت خود بلا شرکت غیرے انجام دیتے لگا۔

وزارت | صالح نے خود وزارت اپنے قبضہ میں کی تھی۔ مزید اقتدار کے لئے اپنی بیٹی کو عاضد سے بیاہ دیا۔ شخصیت کے وقت بیش قیمت جہیز دیا۔ مگر وزیر نے استبداد شروع کر دیا۔ اس کی خود سری سے تمام امرا نے



ماہند اور یہ خدمت نالاں تھے۔ عاصد کی پھوپھی نے اپنے غلاموں کے ہاتھوں اس دیکھ کر ادا کیا۔ یہ واقعہ ۵۵۶ھ کا ہے۔ مگر مرتے وقت اپنے بیٹے کے لئے وزارت کی ہدایت کر گیا۔ چنانچہ زریک کو عمدہ وزارت عطا کیا اور عادل خطاب دیا۔

وزارت ماب نے عاصد کی پھوپھی اور اس کے شریک مشورہ امیر ابن قوام الدولہ اور استاد عنبر یعنی کوسرا نے موت دی اور حکومت و سلطنت کا نظم و نسق کرنے لگا۔

شاور والی صعید جس کو صاحب نے والی کیا تھا اس کو معزول کرنا چاہا بلکہ امیر بن رقعہ کو اس کے بجائے والی صعید مقرر کیا۔ شاور کہ سخت ناگوار گزرا اور فوجیں مرتب کر کے قاہرہ کی طرف بڑھا۔ زریک مع اسباب اور غلاموں کے نکل بھاگا۔ طیفیہ پہنچا۔ اتفاقیہ ابن نصیر بن ابوالفتح مل گیا اس نے زریک کو گرفتار کر کے شاور کے پاس حاضر کیا۔ شاور نے اس کو نظر بند کر دیا۔ پھر اس کو قتل کر دیا۔

۵۵۷ھ میں شاور مظفر و منصور

وزارت شاور اور ضرغام

قاہرہ میں داخل ہوا۔ سعید السعداء کے مکان پر جا اُترا۔ اس کے ساتھ اس کے تینوں بیٹے علی، طے اور کامل بھی تھے۔ دارالوزارت پر شاور کے قابض ہو جانے کی وجہ سے خلیفہ عاصد نے قلمدان وزارت شاور کے حوالے کیا۔ چنانچہ وزارت ماب نے زریک کے مال و اسباب اور مکانات و خزانہ پر قبضہ کیا۔ بنظر تالیف قلوب و طیفہ خواران دولت علویہ کے وظائف بڑھائے اور اراکین دولت کو انعامات اور صلے دیئے۔

نوماہ بھی وزارت کو ہاتھ میں لئے نہ گزرے تھے کہ صالح نے امراء کا ایک گروہ برقیہ کے نام سے بنایا تھا۔ اس کا سرگروہ ضرغام داروغہ محل مدائے خلافت تھا۔ اس نے خود وزارت پر آنا چاہا۔ اس نے اپنے گروہ سے شاور پر یلغار بول دی۔ شاور مصر سے نکل بھاگا۔ ضرغام دارالوزارت پر قابض ہو گیا اور امرائے مصر کو تیغ کمر ڈالا۔ اس میں ہی شاور کا بیٹا علی قتل ہوا۔ اس واقعہ سے دولت علویہ بہت کمزور ہو گئی۔

**شیرکوہ کی آمد مصر میں** اشور نے شام پہنچ کر الملک العادل سلطان انور الدین محمود لنگی کی شرف حضوری دمشق میں حاصل کی اور امداد کا خواست کیا۔ اور شرط یہ کی کہ اگر وزارت پر بحال ہو گیا تو مصر کا تین چوتھائی حصہ دولت نوریہ کا مسلمہ مقبوضہ سے متعلق کر دے گا۔ نور الدین کے پاس خلیفہ عباسی کا حکم مصر پر حملہ کے آچکا تھا۔ اس موقع کو مناسب سمجھا۔ اپنے سپہ سالار فوج شیرکوہ کو جہادی الاخر ۵۵۹ھ میں معہ عظیم فوج کے شاور کی ملک پر مصر روانہ کیا اور خود سلطان نور الدین فوجیں آلاستہ کر کے عیسائی ملک کی طرف بڑھا تا کہ عیسائی اس سے الجھ کر مصر کی جانب رخ نہ

لے۔ اسد الدین شیرکوہ کا باپ شادی بن مردان نسل کرد اور آذربائیجان کے علاقہ دین کے عمائد میں تھا۔

شادی کا دوست مجاہد الدین بہروز سلطان مسعود جو قی کے یہاں ملازم ہو گیا اور اپنی لیاقت سے اعلیٰ عہدہ پر ممتاز ہوا۔ جمال الدولہ لقب ہوا۔ اس نے اپنے دوست شادی کو بھی بلایا۔ سلطان مسعود نے جمال الدولہ کا بغداد کا سمنہ مقرر کیا۔ شادی بھی معہ اپنے خاندان کے ہمراہ تھا۔ اس کو نکمریت کے قلعہ کا حاکم بنا دیا۔ کچھ عرصہ بعد شادی فوت ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ اسد الدین شیرکوہ اور نجم الدین ایوب، نجم الدین بڑا تھا۔ باپ کی جگہ نکمریت کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کا لڑکا سلطان صلاح الدین ایوبی تھا۔ (ابن خلدان جلد اول صفحہ ۸۵)

کر سکیں۔ امیر اسد الدین شیرکوہ اور شاہ قلع مسافت کمر کے بلبلیں پہنچے۔ ضرغام کے بھائی ناصر الدین ہمام اور فخر الدین ہمام مصری فوج لے کر مقابلہ پر آئے مگر شیرکوہ نے شجاعانہ سرگرمی سے ہرد کو فاش شکست دی۔ مصری فوج کو پامال اور امراے برقیہ کو تہ تیغ کر دیا ہوا شیرکوہ قاہرہ کی طرف بڑھا۔ ناصر اور فخر گمراہ کر لئے گئے تھے وہ ہمراہ تھے۔

شیرکوہ مظفر و منصور بعزت و جلال قاہرہ میں داخل ہوا۔ ضرغام دارالوزارت چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ پل پر قریب مشہد سیدہ نفیسہ شامی فوج نے گھیر کر مار ڈالا۔ اس کے بعد وہ دونوں بھائی بھی تہ تیغ کر دیئے گئے اور ضرغامی فتنہ ختم ہو گیا۔ شاہرہ بدستور سابق عمدہ وزارت پر مامور کیا گیا۔ کچھ دن بعد سلطان نور الدین زندگی سے جو وعدہ کیا تھا اس کو ٹال گیا۔ شیرکوہ کچھ مصالح کے پیش نظر شام لوٹ گیا۔

**شیرکوہ اور شاہرہ** | ۵۶۲ھ میں نور الدین محمود سے مصر پر فوج کشی کی

اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دے دی۔ چنانچہ شیرکوہ فوجیں متب و آہستہ کمر کے مصر روانہ ہوا۔ عیسائی ممالک سے گزرتا ہوا اقطاع (بلاد مصر) پہنچ کر ٹھہر گیا۔ دریائے نیل کے غریبی ساحل کو عبور کر کے حبیہ میں قیام کیا۔ پچاس دن کے اندر بلاد وقت مصر کے غریبی بلاد پر تصرف اور قبضہ حاصل کر لیا۔ شاہرہ نے شام کے نصرانی حکمرانوں سے مدد طلب کی۔ ان کی دیرینہ تمنا مصر کے لینے کی تھی وہ چل کھڑے ہوئے اور مصر پہنچ گئے۔ شاہرہ نصرانی فوج کو لے کر مقام صعیہ پر مقابل آیا۔ شیرکوہ مصری اور عیسائیوں کی فوج سے گھبرایا مگر ثر الدین برغش کے کہنے سے ہمت مردانہ سے ہرد و فوجوں پر ٹوٹ پڑا۔ شیرکوہ کی فوج صرف دو ہزار تھی اور مصری و نصرانی فوج ہزار ہا تھی۔ ان کو بہادروں نے تلوار کی نوک پر رکھ لیا۔ ان ہرد و طاقتوں کو ہزیمت ہوئی شیرکوہ

کامیابی کے بعد اسکندریہ پہنچی۔ اہل شہر نے بطیب خاطر شہر حوالے کر دیا۔ شیر کوہ اپنے بھائی نجم الدین ایوب کے بیٹے امیر صلاح الدین کو اسکندریہ کا حاکم مقرر کر کے صعیدہ لوطاء مصری و عیسائیوں نے پھر نئے سرے سے فوجیں آراستہ کر کے اسکندریہ کو جالیا۔ امیر صلاح الدین محصور ہو گیا۔ شیر کوہ کو خبر لگ گئی وہ اسکندریہ پلٹا تو مصریوں نے اور عیسائیوں نے مصالحت کا پیغام بھیجا۔ شیر کوہ نے اسکندریہ کو چند شرائط پہ ان کے حوالے کر دیا اور تاوان جنگ لے کر دمشق کی جانب مراجعت کر دی۔ ماہ ذیقعدہ ۵۶۲ھ کو دمشق واپس آ گیا۔

عیسائیوں نے شیر کوہ کی واپسی کے بعد پھر مصریوں کے روبرو شرائط ذیل پر معاملات طے کر لئے۔

- ۱۔ عیسائی فوجیں قاہرہ میں مقیم رہیں گی۔
- ۲۔ ان کی طرف سے ایک سیاسی ناظم قاہرہ میں رہے گا۔
- ۳۔ شہر پناہ کے دروازوں پر عیسائیوں کا قبضہ رہے گا تاکہ نور الدین کا لشکر شہر میں داخل نہ ہو سکے۔

۴۔ اس انتظام اور حسن کارگزاری کے معاوضہ میں ایک لاکھ دینار سالانہ حکومت مصر عیسائی بادشاہ کو ادا کرے۔

سینٹ لین پول اپنی کتاب صلاح الدین میں لکھتا ہے :-

”حاکم قیسا ریہیمو اور جوزفی ٹمبر شاہ الملک کی طرف سے اس شرائط نامہ کی تکمیل کے لئے سفیر مقرر ہوئے۔ وزیر شاہ اور خود ان کو عاصد کے پاس شاہی محل میں لے گیا اور مشرقی رسوم و عادات اور شاہی محل میں داخلہ کے سارے قوانین تفصیل کے ساتھ ان سے ادا کرائے۔ دروازوں پر مضبوط حبشی دربان کھڑے تھے جو ننگی تلواروں سے سلامی دیتے تھے۔ دروازوں سے گزر کر وسیع صحن میں پہنچے جن کے ستون سنگ مرمر کے تھے اور چھتیں زرد رنگ اور طرح طرح کے نقش و نگار

سے آراستہ تھیں۔ زمین پر بہترین ٹائل کا فرش تھا۔ کہیں کہیں سنگ مرمر کے فوارے تھے جن کے ارد گرد مشرق کے مخصوص پرندوں کے جھنڈے تھے بہت سے موڑوں اور پیچ در پیچ راستوں سے گزرا کروہ شاہی دیوان خاص تک پہنچے۔ حاشیہ نشین خادموں کی ایک کثیر تعداد زرد نگار خلعتیں زیب تن کئے کھڑی تھی۔ ان کے پہنچنے پر انہوں نے بلند آواز سے اپنی حاضری کی اطلاع دی۔ اس کے بعد وزیر تلوار الگ کمرے آگے بڑھا اور تین دفعہ اس طرح زمین بوس ہوا گویا وہ سجدہ کر رہا ہے۔ اس کے بعد سونے اور موتیوں کے انبار سے بوجھل بڑے زردق برق والے پردے یک دم اٹھلے گئے۔ پیچھے سے خلیفہ کا جلوہ نظر آیا۔ خلیفہ وہ لباس اور سامان (حلے) زیب تن کئے ہوئے تھا جس کے سامنے بادشاہوں کے لباس خیرہ ہو رہے تھے۔

اس کے بعد وزیر (شاہد) نے نہایت تواضع کے ساتھ دونوں سفیروں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور پست آوازیں ملک کو گھیرنے والے خطرات اور شاہ بیت المقدس کی دوستی کا حال سنایا۔

خلیفہ گندمی رنگ کا جوان تھا اور بچپن سے نکل کر جوانی کی طرف پہلا قدم رکھ چکا تھا۔ وزیر کے جواب میں اس نے کہا کہ میں اپنے عزیز دوست شاہ بیت المقدس کے ساتھ معاہدہ کو منظور کرتا ہوں۔ سفیروں نے یہ مطالبہ کیا کہ خلیفہ اپنے وعدے کی تصدیق کے لئے دلیل کے طور پر اپنا ہاتھ بڑھائے۔ اس خلاف ادب کالم پر درباریوں کو بھی غصہ آیا اور خلیفہ بھی پس و پیش کرنے لگا۔ مگر تھوڑی دیر بعد اس نے مرنیو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ہیونے دیکھا کہ خلیفہ کے ہاتھ پر دستا ہے۔ عرض کی کہ قبیلہ عالم حق بات کی

تصدیق میں کوئی پردہ نہیں ہونا چاہیے۔ بادشاہوں کے وعدوں میں تو ہر ایک چیز کھلی اور بر ملا ہوا کرتی ہے۔

خلیفہ نے ایک زہر خند کیا اور بادلِ خواستہ دست سے نکال کر بیوی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور قسم اٹھائی کہ اپنے وعدہ کو بچائی اور اخلاص کے ساتھ پورا کرے گا؟

یہی دولتی علویہ کی ذہنیت کہ عیسائیوں کا عمل دخل رہے مگر مسلمان بادشاہ کا قبضہ مصر پر نہ ہو۔

**وقائع شیرکوہ** | عیسائیوں نے شاور اور عاصد کی حماقت اور غداري اسلام سے فائدہ اٹھا کر مصر پر کامل قبضہ کرنے کے ڈول

ڈالے۔ ادھر اہل مصر پر سختیاں شروع کر دیں اور جاوید حکمرانی کرنے لگے۔ بلبیس پر قبضہ کر لیا۔ قاہرہ پر تسلط جما نا چاہا، اب شاور کی آنکھیں کھلیں اس نے عیسائیوں کے خوف سے مصر کو ویران کر دیا۔ شہر فسطاط میں آگ لگا دی۔ بانداروں کو اہل شہر نے لوٹ لیا۔ اس اثنا میں عیسائی افواج قبضہ کرنے کے قصد سے قاہرہ پر اتر آئیں۔

خلیفہ عاصد نے مخصوص امراء کے مشورہ سے اور اپنا آگاہ بچپا سوچ کر سلطان نور الدین کو ان واقعات کی اطلاع دی۔ شاور نے پھر عیسائیوں سے مصالحت کا نامہ و پیام شروع کر دیا۔ بالآخر دو لاکھ دینار نقد اور دس لاکھ ادب غلہ پر معاملہ طے ہوا مگر یہ رقم کا فراہم ہونا مشکل تھا۔

شاور اور عیسائیوں میں سفارت کا کام جلیس بن عبد القوی اور شیخ موفق کاتب سروری کر رہا تھا۔ خلیفہ عاصد اس مصالحت کا مخالف تھا۔ شاور نے قاضی فاضل عبد الرحیم بیسانی کو خلافت ماب کو سمجھانے اور صلح پر راضی کرنے کی

غرض سے دربار خلافت میں روانہ کیا اور کہلا یا کہ علیا میوں کو خنزیر و خراج دنیا بہتر ہے اس سے کہ ترکوں کا تسلط اور دخل ان شہروں میں ہو۔

خلیفہ عاصد نے کچھ جواب نہ دیا اور شاور فراہمی مال و زر میں لگا دیا۔ محمد فرید ابوحید کتاب صلاح الدین میں لکھتے ہیں کہ شاور نے پانچ لاکھ اشرفیاں ان کو دے دیں۔ پانچ لاکھ کا اور انتظام کر دیا تھا اور عیسیٰ لشکر قاہرہ کے باہر دم کا منتظر تھا۔

خلیفہ عاصد کے قاصد کے پہنچنے پر نور الدین محمود نے لشکر کو تیار کیا اور امیر اسد الدین شیرکوہ کو بہت سا مال و اسباب جنگ مرحمت کر کے مصر کی جانب خلیفہ عاصد کی استدعا پر روانہ کیا۔ اس مہم میں صلاح الدین برادر زادہ شیرکوہ کو بھی نور الدین نے ساتھ کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک جماعت امرائے نوید کی شیرکوہ کے ہمراہ مصر آئی۔ جس وقت عیسیٰ میوں کو خبر لگی سر پر پیر رکھ کر قاہرہ کو چھوڑ کر اپنے ملک کی طرف رہا ہی ہوئے۔

ابن طویل مورخ دولت عبید میں لکھتا ہے :-

» شیرکوہ نے قاہرہ میں عیسیٰ میوں کے لشکر سے مقابلہ کر کے شکست دی اور اس کے کیمپ کو لوٹ لیا۔

غرضیکہ جمادی الاول ۶۹۵ھ میں منظر منصور شیرکوہ قاہرہ میں داخل ہوا۔

خلیفہ عاصد کی خدمت میں باہر آیا ہوا۔ خلیفہ نے خلعت خوشنودی عطا کیا۔

**قتل شاور** شاور بدلتور اپنے عہدہ پر تھا۔ خلیفہ عاصد اس کی حرکتوں سے بےزار تھا، اس نے شیرکوہ کو شاور کے قتل کا اشارہ کیا اور

یہ ارشاد فرمایا کہ

» شاور ہمارا خانہ زاد ہے اس کے باقی رکھنے میں نہ مابدولت و

۱۰ جلد ۱ صفحہ ۴۳، ۴۲ ۱۰ ایضاً ۱۰ ایضاً



اقبال کا فائدہ ہے اور نہ آپ کا ۱۰

ادھر شاور شیر کوہ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ شیر کوہ نے حسب الحکم خلیفہ عاصد  
غدار اسلام شاور کے قتل کرنے کو صلاح الدین اور عزیز دین جبردیک مقرر کئے۔

ایک روز شاور حسب دستور شیر کوہ سے ملنے آیا۔ شیر کوہ امام شافعیؒ کے  
مزار پر فاسخ پڑھنے گیا ہوا تھا۔ شاور بھی مقبرہ امام کی طرف گیا۔ راہ میں صلاح الدین  
اور عزیز الدین جبردیک سے ملاقات ہو گئی۔ ان دونوں نے غدار ملک و ملت  
کا سر اتار لیا اور خلیفہ عاصد کی خدمت میں پیش کر دیا۔ عوام الناس اس سے  
بے حد ناخوش تھے۔ انہوں نے اس کے مکانات لوٹ لئے۔ اس کے دونوں  
بیٹے کامل اور طے معہ دیگر اہل خاندان کے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیئے گئے۔

**وزارت پر سر فرازی** | خلیفہ عاصد شیر کوہ سے بہت خوش تھا اور  
شاور کی تباہی اس کی دلی مسرت کا باعث  
تھی۔ چنانچہ شیر کوہ کو وزارت کے عہدے پر سر فراز کیا۔ المنصور امیر الجیوش  
کا خطاب مرحمت کیا۔ ۱۱

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :-

”شیر کوہ نے عہدہ وزارت سے ممتاز ہو کر قصر وزارت میں اجلاس  
کیا۔ ملک کے نظم و نسق کی جانب توجہ کی۔ دولت و حکومت علویہ پر  
متغلب و متصرف ہوا۔ لشکریوں کو جاگیریں دیں۔ اپنے مصاحبوں اور  
امرائے لشکر کو حکومتیں عطا کیں۔“

شیر کوہ خلیفہ عاصد سے ملنے حاضر ہوا۔ ایک روز جوہر استاد نے عاصد کی  
طرف سے شیر کوہ سے کہا -

۱۰ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۷۳ ، ۱۱ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۷۳ ،

۱۲ حسن الحامزہ فی الاخبار مصر والقاہرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰ -

”مولانا سبرنہ نیر، فرماتے ہیں کہ ہم کو یقین کامل ہے کہ اللہ جل شانہ نے بقا بدو، نان خلافت ہماری مدد کا سہرا تمہارے سر پر باندھا ہے ہم کو امید ہے کہ تم ہمیشہ اپنی خیر خواہی کا دولتِ علویہ کو عمدہ ثبوت دیتے رہو گے۔“

شیرکوہ نے اس نذر افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا :-  
 ”انشاء اللہ تعالیٰ جیسی توقع ہے اس سے زیادہ میں اپنے کو ثابت کرتا رہوں گا۔“

خليفة عاصد نے خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور جلیس بن عبد القوی کے برابر بیٹھنے کی جگہ مقرر کی۔

جلیس بن عبد القوی داعی الدعاة اور قاضی القضاة بھی تھا، شیرکوہ نے اس کو اس کے عہدہ پر بحال و قائم رکھا۔

**شیرکوہ کی وفات** | شیرکوہ مدینے وزارت پر سرفراز نہ کر رہی ملک ابقا ہوا۔ بوقت وصال اپنے مصاحبوں اور امراء لشکر کو وصیت کر گیا کہ کسی وقت میں تم لوگ قاہرہ چھوڑنے کا قصد نہ کرتا۔

**صلاح الدین کی وزارت** | شیرکوہ کے مرتے ہی امراء نوریہ سے عین الدولہ باروقی، قطب الدین نیال،

سیف الدین مشطوب ہکا دی اور شہاب الدین محمود حامی ہر ایک متمنی وزارت ہوا مگر عاصد نے اس خیال سے کہ صلاح الدین بوجہ کم سنی امور سلطنت کو بغیر مشورہ اراکین دولت انجام نہیں دے سکے گا، صلاح الدین کی وزارت کی طرف مائل ہوا۔ اکثر اراکین سلطنت نے عاصد کی تائید کی۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ترکوں کا لشکر بلادِ شرقیہ کی طرف واپس کر دیا جائے اور ان پر قاتوس

کو حکومت دی جائے۔ مگر خلیفہ نے کثرتِ رائے پر صلاح الدین کو محلِ مراٹے خلافت میں طلب کر کے قلمدانِ وزارتِ مرحمت کیا۔ امرائے نوریہ بگڑ بیٹھے مگر فقیہ عیسیٰ ہرکاری نے تمام امراء کو صلاح الدین کا ہمنوا بنادیا۔ البتہ عین الدولہ ترکِ رفاقت کر کے شام چلا گیا۔

## نبایت سلطنت

صلاح الدین نے عنانِ وزارت ہاتھ میں لے کر نور الدین کو تمام واقعات کی اطلاع دیدی اور اس کے نائب کے بطورِ مہر میں متمکن رہا۔ نور الدین اس کو ”امیر سپہ سالارِ جمیع امرائے نوریہ“ مقرر کیا۔ خط میں تحریر کرنے پر اکتفا کیا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ صلاح الدین کل امورِ سلطنت کے سیاہ سفید کرنے کے اختیارات اپنے قبضہ اقتدار میں لیتا گیا اور خلیفہ عاضد کے قوائے حکمرانی کمزور و مضحل ہوتے گئے۔

مہر کے دارالمعونہ کو جو کو تو ال مہر کے رہنے کا مکان اور نیز جیل تھا منہدم کر دیا۔ شافعیہ کا مدرسہ تعمیر کرایا۔ اس طرح دارالعرفل کو بھی سمار کرا کے مالکیہ کا مدرسہ بنوایا۔ شیعہ قاضیوں کو معزول کر کے شافعی قضاۃ مقرر کئے اور اپنی طرف سے کل بلادِ مہر میں ایک ایک نائب مامور کیا۔

عیسائیوں کا محاصرہ دمیاط | عیسائی شیکوہ کے مقابلہ میں مصر سے جو بھاگے تو شام جا کر دم لیا اور بیت المقدس

پر قبضہ رکھنے میں خطرہ نظر آنے لگا تو انہوں نے صقلیہ اور اندلس واقعات لکھ بھیجے اور ان سے امداد طلب کی۔ اس پر صلیبیوں کا ایک عظیم گروہ شام کی کمک پر آموجود ہوا۔ چنانچہ ۵۶۵ھ میں دمیاط کو گھیر لیا۔ دمیاط کا والی شمس الخواص منکور تھا۔ اس نے صلاح الدین کو مطلع کیا۔ صلاح الدین نے بہاء الدین قراقوش کو معہ فوج کے اہل دمیاط کی مدد کو روانہ کیا اور سلطان نور الدین سے بھی امداد طلب کی۔ شیعوں اور سوڈانیوں کی وجہ سے مصر نہ چھوڑنے اور اس مہم پر نہ جانے کی معذرت لکھی۔ نور الدین نے بھی دمیاط فوجیں بھیج دیں

اور خود شام کے سوا محل پر حملہ کر دیا۔ صلیبی سپاس یوم محاصرہ کر کے وطن کی حفاظت کے لئے محاصرہ چھوڑ کر چلتے بنے۔ لوٹ کر آئے تو اپنے شہر ویران اور خراب پائے۔ خلیفہ عاصد نے اس کامیابی پر صلاح الدین کی بے حد مدح و ثنا کی۔ اس کے بعد صلاح الدین نے اپنے باپ نجم الدین اور اپنے کل اصحاب اور احباب کو شام سے مصر بلا لیا۔ خلیفہ نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور خود ملنے آیا۔

**امرائے دولت علویہ کی بغاوت** | صلاح الدین کے قدم استقلال حکومت مصر پر امرائے علویہ اور ان کے

بھائیوں کو سخت صدمہ تھا۔ چنانچہ عوہرش قاضی القضاۃ ابن کامل، امیر معروف عبدالصمد کاتب اور عمارہ یمنی زہیدی شاعر ان لوگوں نے خفیہ جلسہ کیا اور طے یہ کیا کہ مصر سے ترکوں کو نکال دیا جائے اور نصرانیوں سے امداد لی جائے۔ اس میں مصر کے مالیہ سے ان کا ایک حصہ مقرر کر دیا جائے۔ اس مشورہ میں ہودانی غلام اور قصر خلافت کے خدام بھی شریک تھے۔

مؤمن الخلافہ خدام قصر کا سردار تھا اور عاصد کا پروردہ اور اس کی لڑکی کو خلیفہ عاصد نے شریف زوجیت بخشا تھا۔ چنانچہ مؤمن الخلافہ نے اپنے مکان میں عیسائی سفیر کو ایک مصنوعی خلیفہ عاصد سے ملایا۔ عیسائی سفیر یہ خیال کر کے کہ خلیفہ نے میرے ساتھ عہد و پیمان کر لیا ہے خوشی خوشی اپنے مستقر کو روانہ ہوا۔

**انکشاف سازش** | نجم الدین بن مفضیل جو شیعوں کا نامور سرگروہ تھا اس کی بہاء الدین قراقوش سے چٹخ گئی تھی۔

امرائے علویہ یہ خیال کر کے کہ نجم الدین کو صلاح الدین سے ہمدردی نہ ہوگی۔ صلاح الدین نے اس کو اسکندریہ کی حکومت عطا کی تھی۔ اس وجہ سے وہ

اس کا خیر خواہ تھا۔ چنانچہ جمال الدین سے کہا گیا کہ تم کو وزارت دی جائے گی۔  
عمارہ مبینی کا تب، فاضل بن کامل قاضی القضاۃ داعی الدعات موقوف کر دیا  
جائے گا۔ عبدالصمد خراج پر متعین ہو گا اور عوریش اس کی نگرانی کرتا رہے گا۔  
بخم الدین نے یس کر مسرت ظاہر کی اور رائے سے موافقت کا اظہار کیا اور  
موقعہ پاکر صلاح الدین کو تمام حالات سے مطلع کر دیا۔

صلاح الدین نے ان کو اور نیز عیسائیوں کے سفیر کو گرہ فساد کرا لیا اور  
تحقیقات کرائی۔ معلوم ہوا عاصد نے محل سرائے سے قدم بھی باہر نہ نکالا بلکہ  
بخاج موتمن الدولہ نے بحالت کہا کہ یہ خیر غلط آپ تک پہنچائی گئی۔ عاصد  
سے صلاح الدین کا دل صاف ہو گیا یہ مگر صلاح الدین نے سب فتنہ پردازوں  
کو سولی دے دی اور عبرت ناک سزائیں دیں۔ موتمن خلافت نے نصرانیوں  
کو جو خط لکھا تھا وہ پکڑا گیا۔ اس بنا پر وہ تہ تیغ کر دیا گیا اور قراقوش کو داروغہ  
محل سرائے کیا۔ اس پر سوڈانی بگڑ بیٹھے۔ تم کوں نے ان کی سرکوبی کر دی اس طرح  
امرائے علویہ کی قوت ختم ہو گئی۔

**دولت علویہ کا خاتمہ** | صلاح الدین کے لئے تحفظ مصر کا مسئلہ صرف اس  
طرح طے ہو سکتا ہے کہ دولت علویہ جو دم توڑ  
رہی تھی اور اس کے ہوا خواہ جو اسلام دشمنی میں نصرانیوں سے ساند باز کر رہے  
تھے اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ادھر سلطان نور الدین یہاں کے حالات سے  
مطلع ہو کر تحریک کر رہا تھا کہ مصر میں اُس کے اصلی وارث خلیفہ مستضیٰ کے نام  
کا خطبہ پڑھا جائے مگر صلاح الدین بطلائف الحیل اس مسئلہ کو معرض التواء میں  
ڈال رہا تھا۔ اس زمانہ میں علمائے عجم کی طرف سے فقیہ جشائی بطور وفد  
صلاح الدین کی خدمت میں آیا ہوا تھا۔ یہ شخص الامیر العالم کے لقب سے مخاطب

کیا جاتا تھا۔ اُس نے صلاح الدین سے کہا۔ میں نور الدین کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ چنانچہ محرم ۵۶۱ھ کے پہلے جمعہ میں خطیب سے پیشتر ممبر پر چڑھ گیا اور خلیفہ مستفی بالند کے نام کا خطبہ پڑھا اور اس کے لئے دعا کی۔ امرائے علویہ ختم ہو چکے تھے۔ اہل مصر نے بطیب خاطر خطبہ سنا۔ اس کے بعد صلاح الدین نے خلیفہ عاضد کا خطبہ حکماً بند کیا اور مصر و قاہرہ کے خطبوں میں خلیفہ مستفی کے نام کا خطبہ پڑھنے کا فرمان صادر کیا۔ چنانچہ کل خطیبوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

**وفاتِ عاضد** | اس واقعہ کی عاضد کو خبر نہیں کی گئی۔ عاضد مرض الموت میں مبتلا تھا۔ دسویں محرم ۵۶۴ھ کو انتقال کر گیا۔ صلاح الدین نے عزاداری کا دربار کیا اور قصرِ خلافت کے کل مال و اسباب کو بحق حکومت ضبطی میں لایا۔

**خلفائے فاطمیہ کا مال و زر** | فاطمی خلفاء تنہا دنیاوی بادشاہ نہ تھے بلکہ خلفائے بغداد کی طرح ان کو ایک طبقہ کی مذہبی سیادت و پیشوائی کا منصب بھی حاصل تھا۔ ان کے محلاتِ زرد و جواہر اور بیش قیمت ساز و سامان اور نادرہ روزگارہ عجائبات سے معمور تھے۔ یہ سارا ذخیرہ صلاح الدین کے قبضہ میں آیا۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ فاطمیوں کا ساز و سامان حد شمار سے باہر تھا، ان کے پاس ایسے بیش بہا جواہرات اور نادرہ روزگارہ چیزیں تھیں جن کی مثال دُنیا میں ناپید تھی۔ سالم زمرہ کی چھڑی کی ایک موٹھ تھی۔ سترہ مشعال کا ایک یاقوت تھا۔ ایک ہار میں چار انگلی لمبا اور اسی طرح چوڑا زمرہ تھا۔ ایسے درتیم تھے کہ دُنیا میں ان کا جوڑ نہ مل سکتا تھا۔ ایک لاکھ نادرہ نایاب کتابوں کا بیش قیمت کتب خانہ تھا جو فاطمی کا بھی مرقع تھیں۔

لین پول کے بیان سے فاطمیوں کی شوکت و عظمت اور اُن کی بے اندازہ دولت کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے فاطمیوں کے قصر کبیر میں چار



ہنر اور ایک بڑا عالی شان ایوان طلا کا رہتا تھا جس میں سونے کی جالی کے کپشت پر سونے کا تخت بچھا ہوا تھا جہاں خلیفہ جلوس کرتا تھا۔ خلیفہ کے ارد گرد دربار کے خادم اور اشراف حاضر رہتے تھے۔ عیدین میں جب خلیفہ جلوس کرتا تو اسی جالی سے اپنے درباریوں کو دیکھتا تھا۔ قصر زمردین جس میں سنگ مرمر کے ستون تھے دیوان خاص کا کام دیتا تھا۔

قصر کے اندر جاہ و حشم کے جو سامان تھے ان کا ذکر مؤرخوں نے کم کیا ہے لیکن قیسا یہ کہ ہیوگ نے وہاں کے خزانہ اور جواہرات کا جو عجیب و غریب حال دیکھ کر بیان کیا ہے اس سے وہاں کی دولت کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔ خلیفہ عاصد کے انتقال پر صلاح الدین نے اس کے جواہرات میں سے ایک زمرد دیکھا جو بارہ انگشت کا تھا اور ایک یا قوت نظر سے گزرا جس کا نام جبلِ نور تھا۔ اس یا قوت کا وزن انگریزی حساب سے دو ہزار چار سو کیرٹ تھا۔ اس یا قوت کا خود ابن اثیر نے وزن کیا تھا۔ فاطمیین کی دولت جو جواہرات یا زیورات کی شکل میں تھی، مدتوں ضرب المثل رہی۔

ان ہی خلفاء میں سے ایک خلیفہ کے جواہرات کی فہرست میں کثرت سے موتیوں اور زمردوں کی تعداد پڑھنے میں آتی ہے۔ اسی طرح بلور کے تراشیدہ ظروف نقشین اور مینا کاری کی طلائی چیزیں، صندوق، صندوقچے جن پر طرح طرح کی سونے کی پیچیدگاری تھی، کمرسیاں اور کمروں کا دیگر سامان آرائش کی چیزیں جو آب و ہوا، ہاتھی دانت اور صندل کی تھیں درج ملتی ہیں۔ اعلیٰ ترین قسم کی چینی کے پیالے اور صراحیاں جن میں کافور اور مشک بھرا ہوتا تھا، فولاد کے آئینے جن کے چوکھٹے سونے اور چاندی کے تھے اور چوکھٹوں کے حاشیوں پر زمرد اور لعل جڑے تھے۔ سنگ سماق کی میزیں بے شمار پر بھی ظروف جن پر سونے چاندی کا کام تھا۔ دیوار پوش بھاری زری کے لیشمی پارچے جن پر بادشاہوں کی شبیہیں زری میں بنی ہوئی تھیں۔ یہ کل دولت جو صلاح الدین



کو ملی اس میں ایک چیز بھی اُس نے اپنے پاس نہ رکھی۔ کچھ چیزیں سلطان نور الدین زندگی کے پاس بھیج دیں۔ کچھ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں۔ کتب خانہ میں ایک لاکھ بیس ہزار قلمی نسخے تھے۔ یہ کل کتابیں اس نے اپنے وزیر قاضی فاضل کو نذر کر دیں باقی کل سامان فروخت کر کے اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جو سب کے نفع کے لئے تھا یہ

۵۶۷ء میں فاطمی خلافت کو ختم کرنے کے بعد صلاح الدین شوق جہاد کے دل میں فرنگیوں سے نبرد آزما ہونے کا خیال پیدا ہوا۔

فلسطین کی طرف پیش قدمی کی اور قلعہ شویک کا محاصرہ کیا۔ یہ قلعہ کرک سے ایک دن کی مسافت پر تھا۔ نور الدین کو صلاح الدین کی پیش قدمی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوج لے کر اس کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ قلعہ پر صلاح الدین کا قبضہ ہوا ہی چاہتا تھا کہ نور الدین کی آمد کی خبر لگ گئی۔ مہر لوط آیا اور عذر لنگ کھلا بھیجا۔ مگر نور الدین کھٹکا اور میر کش امیر کو مصر کی حکومت سے بے دخل کرنے کے خیال سے مہر سہنچے کا ارادہ کیا۔ صلاح الدین کو خبر لگی اُس نے اپنے اہل شوریٰ سے مشورہ کیا۔ اس کے باپ نے کہا ہم نور الدین ہی کے امیر بنائے ہوئے ہیں لہذا تم سلطان سے کھلا بھیجو کہ :-

وہ اگر اس غلام کی طرف سے کدورت ہے تو گو شمالی کے لئے قدم بچھ فرمانے کی ضرورت نہیں۔ حضور ایک لو کہ بھیج کر غلام کو گردن میں دتی ڈالے ہوئے اپنے دربار میں بلا سکتے ہیں۔“

امرائے نور یہ نے یہ دوداد اپنے طور سے لکھ بھیجی۔ نور الدین خاموش ہو گیا اور یہ طے کیا کہ ۵۶۸ء میں قلعہ کرک پر ملے جلے چڑھائی کریں۔ اگلا سال آیا، صلاح الدین نے جا کر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ جب نور الدین کے آنے کی خبر لگی پھر

مصر لوٹ آیا اور اظہارِ معذرت کے لئے نور الدین کے پاس اپنے دوست عیسیٰ الہکاری کو بھیجا اور عذر یہ کیا کہ میں اپنے باپ کو مصر کا نائب الحکومت کر کے جہاد کے لئے نکلا تھا۔ اس وقت باپ کی بیماری کی خبر سن کر اور یہ خیال کر کے کہ مصر کی مملکت کہیں نکل نہ جائے مصر لوٹ گیا اور تحفے اور ہدیے بہت کچھ روانہ کئے۔ نور الدین کی تسلی تو کیا ہوئی مگر زبان بند ہو گئی۔

**سوڈان و یمن کی فتح** | شوبک اور کرک کی مہم کے بعد صلاح الدین نے اپنے بڑے بھائی شمس الدولہ کو سوڈان فتح کرنے کو بھیجا مگر یہ مہم ناکام رہی۔ پھر ۵۶۹ء میں نور الدین کی اجازت سے یمن کو فتح کرنے کے لئے شمس الدولہ توران شاہ کو بھیجا جس نے جلتے ہی یمن فتح کر لیا اور مضبوط حکومت قائم کر لی جو ابوہی خانہ میں بیچاس برس رہی اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر نور الدین نے لے لیا تو یہ پناہ گاہ کا کام دے گی۔

**دولتِ علویہ کا ششدر** | خلیفہ عاصد کے مرنے پر مصر میں خلافت عباسیہ کی حکومت کا پھریرہ کامیابی کی ہوا میں اُٹنے لگا۔ اہل کتامہ کی قوت منتشر تھی۔ البتہ مصر میں کچھ ہوا خواہانِ علویین نے داؤد بن عاصد کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کی مگر صلاح الدین نے مرغیوں کو پکڑ کر ٹھکانے لگوادیا اور داؤد کو ہلا کر تنبیہ کی اور اس کو ۵۶۹ء میں قمر خلافت میں آنے سے منع کر دیا۔

داؤد کے بیٹے سلیمان نے صعید میں جا کر جہاں حبشی فوج کے لوگ مصر سے نکال کر آباد کر دیئے گئے تھے وہاں ادعائے حکومت کیا عمال حکومت نے گرفتار کر لیا۔ وہیں اپنی طبعی موت سے مر گیا۔ فارس کے اطراف میں محمد بن عبدالشہر بن عاصد نے خلافت و امارت کا دعویٰ کیا اور اپنا لقب مہدی رکھا مگر

کوئی مہدویت کے پھندے میں پھنسا نہیں اور اٹھتی کونسل تراش دی گئی۔ اس کے بعد علیدین میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ البتہ علویہ کے نقباء حسن بن صباح کے لوگ قلعہ الموت میں باقی رہ گئے تھے جن کو ہلاکو خان نے ۶۵۵ھ میں تہ تیغ کر دیا۔

اب صلاح الدین نے مصر کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ کی اور عاصد کی زندگی میں امور سلطنت کا انتظام مکمل کر چکا تھا۔ باوجود کہ صلاح الدین کٹر سنی تھا اور عاصد کٹر شیعہ، مگر اس نے آخر تک کسی شکایت کا موقع نہ دیا اور عاصد اس سے خوش رہا اور مرتے دم تک اس کے ساتھ اخلاص اور قدر دانی کا سلوک کرتا رہا۔ مرض الموت میں صلاح الدین کو بلایا مگر قصر کی سازش کے خیال سے ملاقات نہ کر سکا جس کا افسوس صلاح الدین کو رہا۔

اس جگہ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اُس نے ایک طرف عاصد کو اپنی لیاقت کا گم ویدہ کر لیا تو دوسری طرف اپنے آقا نور الدین کی مرضی کا تابع رہا۔ دونوں اس سے اپنی جگہ مطمئن رہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ مصر کا مستقل حکمران بن چکا تھا۔ مگر اپنے کو نور الدین کا نائب ہی تصور کرتا تھا۔

**شامی امراء کی رقابت** | مصر کے شامی امراء صلاح الدین کی نیک نیتی اور خوبیوں کو دیکھتے ہوئے اس

کے ہمنوا ہو گئے تھے۔ مگر بعض امراء نور الدین کے پاس رہ کر اس کے خلاف زہر اگلاتے تھے جس میں امیر عین الدولہ یاروقی تھا مگر نور الدین کو صلاح الدین پر پورا بھروسہ تھا۔

صلاح الدین نے اپنی سیاسی حکمت عملی سے ایسا میدان تیار کیا تھا کہ اہل مصر اس کے گم ویدہ ہو گئے تھے اس لئے اس کی حکومت مصر میں قائم ہو گئی نام

کو وہ خلافت عباسیہ کے ماتحت تھا۔

**خلافت فاطمیہ کا جائزہ** | خلافت فاطمیہ بھی دعوت آل محمد کی اڑے کر  
 بنی مگر خلافت بنی عباس کی حریت بن کر عالم  
 وجود میں آئی۔ اپنی شوکت و عظمت میں ایک امتیازی درجہ رکھتی تھی۔ اس کا  
 دائرہ عمل مغرب میں بحر اخصر، مشرق میں دریائے فرات، شمال میں ایشیائے  
 کوچک اور جنوب میں بلادِ نوبیہ تک وسیع تھا۔ دوسری طرف صقلیہ اور بلادِ جازہ  
 اس کی قلمرو میں داخل تھے۔ یمن، موصل اور بلادِ ماوراء النہر میں فاطمی خلیفہ کے  
 نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔

قاہرہ بغداد کے بعد شان و شوکت کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا تھا  
 فاطمی خلفاء نے وسیع سلطنت قائم کی۔ مصر ان کے زمانہ میں گمراہ تہذیب و  
 تمدن اور علم و فن تھا۔ فاطمیوں کا کتب خانہ قرطبہ، بغداد وغیرہ کے کتب خانوں کی  
 نظیر تھا۔ دولت و ثروت میں آخری خلفاء بنی عباس سے بڑھے ہوئے تھے۔

## سُلطان صلاح الدین ایوبی

صلاح الدین بن نجم الدین ایوب تکریت میں ۵۳۲ھ میں پیدا ہوا۔ نجم الدین  
 جب دمشق آیا تو صلاح الدین کی عمر سولہ سال کی تھی تعلیم و تربیت امیرانہ طور  
 طریق سے ہوئی۔ نور الدین زنگی کی توجہ صلاح الدین کی طرف زیادہ تھی چنانچہ  
 اس کا بڑا وقت نور الدین کی خدمت میں گزرتا تھا۔

نور الدین کی بہادری، شجاعت اور عبادت گزاری کا اثر صلاح الدین پر

۱۔ کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین جلد ۱ صفحہ ۱۰۰

پڑے بغیر نہ رہا۔ نور الدین کے فیضِ صحبت و تربیت سے صلاح الدین میں وہ کمال پیدا ہوا جس نے گئے چل کر صلاح الدین اعظم بنا دیا۔  
 نور الدین ۵۹۹ھ میں فوت ہوا۔ اتابکی امراء نے اس کے گیارہ سالہ بیٹے اسماعیل الملقب بہ الملک الصالح کو تخت نشین کیا اور شمس الدین محمد المعروف بہ ابن مقدم کا دروازہ سلطنت قرار پایا۔ مگر اور امراء نے نور یہ بگڑ بیٹھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتابکیہ حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔

سیف الدین غازی والی موصل جو نور الدین کا بھتیجا تھا اُس نے جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ صلاح الدین نے الملک الصالح کو لکھا کہ اس واقعہ کی خبر مجھ کو کیوں نہ دی۔ اس دوران میں امیر سعد الدین بن کفتگیں الملک الصالح کو لے کر حلب گیا اور امیر الامراء شمس الدین ابن دایہ اور حلب کے دوسرے اتابکی امراء کو گرفتار کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ابن مقدم دمشق میں رہ گیا تھا اس نے جوشِ انتقام میں سیف الدین کو دمشق کے حوالے کرنے کے لئے بلایا مگر وہ گیا نہیں۔ دمشق کے تمام امراء نے سعد الدین کے اقتدار اور استبداد کی وجہ سے صلاح الدین کو دمشق آنے کی دعوت دی فتوحات کی غرض سے نہیں، مصالحت کی بنا پر صلاح الدین سات سو سواروں کا دستلے کر دمشق پہنچا۔ یہ رنگ دیکھ کر سیف الدین نے فرنگیوں سے میل کر لیا۔

صلاح الدین کو دمشق میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس نے دمشق پر قابض ہو کر حصص و حما کی طرف توجہ کی۔ ان کو بقوت لینا پڑا۔ پھر حلب روانہ ہوا۔ مگر الملک الصالح نے اہل حلب کو دروانگیز فریاد سے متاثر کیا تھا وہ پوری قوت سے مقابل ہوئے۔ ادھر صلیبیوں نے امراء اتابکی کے اشارے سے حصص پر دھاوا بول دیا۔ صلاح الدین انہیں روکنے بڑھا وہ پیٹھ دکھائے۔ اس

۱۰ صلاح الدین بن پول صفحہ ۱۱۹ ۲۰ ایضاً

کے بعد عیسیٰ پر قابض ہو گیا۔ صالح نے سیف الدین سے میل کر لیا۔ سیف الدین خود مقابل تو نہ آیا مگر اپنے بھائی عزیز الدین مسعود کو بھیجا، اس کو شکست اٹھانا پڑی۔ یہاں سے فادغ ہو کر سلطان نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جس قدر حصہ ممالک شام کا صلاح الدین کے قبضہ میں ہے اس پر وہ متصرف رہے باقی اتنا بکی علاقہ کی طرف قدم نہ بڑھائے۔

اس مصالحت سے صلاح الدین تابہی حکومت سے آزاد ہو گیا۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

**پروانہ حکومت مصر و شام** | خلیفہ مستکفی باللہ نے صلاح الدین کو خلعت عطا کیا اور پروانہ حکومت مصر و شام مرحمت فرمایا۔ ۵۵۵ھ میں سیف الدین پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ صلاح الدین نے اس کو شکست دے کر بزازہ، بیج اور قلعہ عزازہ پر قبضہ کر لیا اور ۵۵۶ھ میں حلب پر پھر فوج کشی کر دی۔ آخر کار صلح ہو گئی۔ سلطان نور الدین کی بچی کو صلاح الدین کے پاس بھیجا۔ اپنی آقا زادی کے ساتھ لطف و محبت سے پیش آیا۔ تحائف دیئے اس نے قلعہ عزازہ مانگا وہ بھی دے دیا۔

**باطنیوں کا قاتلانہ حملہ** | عزازہ کے محاصرہ کے دوران میں اسماعیلی باطنیوں نے دومرتبہ قاتلانہ حملہ سلطان پر کیا۔ خدا نے چشمِ نغم نہ پہنچنے دیا۔ وہ قتل کر دیئے گئے۔

**عسقلان پر قبضہ** | ۵۶۶ھ میں سلطان نے عسقلان پر حملہ کیا تھا۔ اموری فرمانروائے یروشلم مقابلہ پر آیا اور شکست پا گیا۔ پھر رملہ پر فرنگی جمع ہوئے بری اور بحری فوج سے اس کو بھی فتح کر لیا۔

**حملہ اسکندریہ** | نور الدین کی وفات کی خبر سے نصرانیوں میں نئی امنگیں پیدا ہوئیں اور اس کے مفتوحہ ممالک پر دوبارہ قبضہ کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ شام اور صقلیہ سے ۲۸۲ جنگی جہازوں کا

بیڑہ اسکندریہ پہنچا۔ شہر سے باہر منجلیق اور دبابے نصب کئے۔ اسکندریہ کے محصور باشندوں نے کمال بہادری کے جوہر دکھائے۔ صلاح الدین نے خبر لگتے ہی ایک لشکر بھیجا فرنگی منہ کی کھا کر چلتے ہوئے اُن کے بہت سے جہاز ڈوب گئے۔ غرضیکہ یہ حملہ ہر طرح سے ناکام رہا۔

ان تمام علاقوں کے قبضہ کے بعد شام میں صلاح الدین کی قوت بڑھ گئی تو فرنگیوں نے ۷۷۵ھ میں صلح کر لی۔

صلاح الدین مصر واپس گیا۔ دمشق پر اپنے بھائی توران شاہ کو حکمران کر گیا۔ فرنگی مہم پائیدار دمشق پر حملہ آور ہوئے۔ توران شاہ کو شکست ہوئی اور امراء گرفتار ہو گئے۔ صلاح الدین مدد نہ بھیج سکا۔ مگر عسقلان پر حملہ کر دیا۔ دوسری سمت سے فوجیں آگئیں۔ اس کے برادر زادہ محمد اور فقیہ عیسیٰ نے مقابلہ کیا جس میں محمد شہید ہوا اور عیسیٰ گرفتار ہو گئے۔ ساٹھ ہزار اثر فرنگی دے کر صلاح الدین نے عیسیٰ کو چھڑایا۔

۷۷۵ھ میں سیف الدین والی موصل مر گیا اور ۷۷۶ھ میں الملک الصالح والی حلب بھی فوت ہو گیا۔ سیف الدین عزیز الدین سعود کو جانشین کر مرا تھا۔ صالح نے بھی اس کو ہی اپنا جانشین کیا۔ کچھ دن بعد عماد الدین والی سجہار نے حلب کا تبادلہ کر لیا۔

ادھر عزیز الدین نے باطنیوں سے میل کر کے حلب میں ان کا تبلیغی مرکز بنانے کا وعدہ کر لیا اور ایک طرف صلاح الدین سے مقابلہ کے لئے ہر دو بھائیوں نے فرنگیوں سے بھی باضابطہ عہد نامہ کیا۔ مگر صلاح الدین نے جو معاہدہ کیا تھا اس سے ان حرکتوں پر بھی انحراف نہ کیا۔

مصر سے شام صلاح الدین روانہ ہوا۔ فرنگیوں نے کرمک پر روکا مگر وہ



دوسری سمت سے نکل گیا۔ طبریہ و بیسان وغیرہ فرنگی علاقوں پر حملہ کرتا ہوا اکلہ تک بڑھتا چلا گیا اور فرنگیوں کو دمشق سے مار بھاگایا۔ سلطان بیروت لینے کے ارادہ سے بڑھا۔ معلوم ہوا کہ جنگی جہاز فرنگیوں کے سمندر میں منڈلا رہے ہیں۔ ان پر حملہ کر کے ایک ہزار چھ سو فرنگی گرفتار کر لئے گئے۔

بیروت سے امیر مظفر الدین کو کبریٰ والی حران جو عزیز الدین مسعود کے خلاف ہو گیا تھا اس کے بلاوے پر پہنچا اور جزیرہ کے بڑے حصے کو بقوت لے لیا۔ یہ صورت دیکھ کر عماد الدین نے اپنا علاقہ عزیز الدین کے سپرد کر دیا۔ سلطان نے ۵۷۵ھ میں موصل پر فوج کشی کی مگر ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد بنجارہ پر حملہ کر دیا اور عزیز الدین مسعود کے بھائی شریف الدین پر فتح پائی اور اپنے سالے سعد الدین مسعود کو یہاں کا حاکم بنایا۔ اس کے بعد آمد لے لیا اور یہاں کا کتب خانہ عظیم الشان تھا۔ اس میں دستی لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں۔ یہ سب سلطان نے قاضی فاضل کے سپرد کر دیں۔ اس کے بعد ہی حلب پر قبضہ کر لیا۔ شام میں سلطان کی قوت بہت بڑھ گئی۔ دریائے دجلہ سے یوزنیل تک اور افریقہ کے ساحل پر طرابلس تک بڑے بڑے شہر سلطان کے زیر نگین تھے۔ مکہ معظمہ سے بغداد کی مسجدوں تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

## حُرُوبِ صلیبیہ

سلطان نے حارم پر قبضہ کرنے کے بعد فرنگیوں سے معرکہ آرائی شروع کر دی۔ ۵۷۹ھ میں فوجیں جمع کر کے فرنگی علاقہ پر حملہ کر دیا۔ متواتر چودہ سال تک نصاریٰ سے جہاد کیا۔ شام کے تمام علاقے نصاریٰ سے بہ قوت لے لئے۔ بیت المقدس فتح کیا۔ اسلام کے دشمن زنجی نالڈ کو قتل کیا۔ دوسرے عیسائی حکمران

لے ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۱ -

گائی، بالڈون، بالیان، والڈ، کوزنتی، جو سکین وغیرہ جو گرفتار تھے ان کی جان بخشی کی۔ اس معرکہ کے حالات تاریخ ملت کی جلد ششم میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ اس زمانہ میں موصل پر حملہ کیا۔ عزیز الدین نے اطاعت قبول کر لی اور شہر زور اور دریائے داب کے آس پاس کے علاقے قریلی اور بتی قفقاق کے اضلاع سلطان کو دیدیئے اور اپنے ملک میں سلطان کے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔

لین پول نے لکھا ہے :-  
 ”جنگ مقدس خاتمہ کو پہنچی، پانچ برس کی مسلسل لڑائیاں ختم ہوئیں  
 جولائی ۱۱۸۷ء میں مطبق پر مسلمانوں کی فتح سے قبل دریائے اردن  
 کے مغرب میں مسلمانوں کے پاس ایک انچ زمین نہ تھی۔ ستمبر ۱۱۹۲ء میں  
 جب ملہ پر صلح ہوئی تو صور سے لے کر یافہ کے ساحل تک بحر  
 ایک پتلی سی پٹی کے ساتھ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔“

**رواداری** | صلیبیوں نے اپنی فتوحات کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ  
 ظالمانہ سلوک کئے تھے۔ بیت المقدس جب نصرا نیوں نے  
 لیا ہے تو صرف مسجد صخرہ میں ستر ہزار مسلمان قتل کئے تھے۔ مگر جب بیت المقدس  
 کو صلاح الدینؒ نے فتح کیا تو عیسائیوں کو معمولی فدیہ لے کر بعزت و احترام  
 نکلنے کا حکم دیا اور ان کے لئے زیارت کی عام اجازت مرحمت کی۔ غرضیکہ سلطان  
 نے اپنی افواج کو آرام کرنے کے لئے اُن کے وطن واپس کر دیا۔ چند ماہ بیت المقدس  
 میں قیام کیا۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی، خندق کھدوائی، شفا خانہ تعمیر کرایا۔ انتظام  
 شہر امیر عزیز الدین جردیک کے سپرد کر کے شوال ۵۷۷ھ میں حج کے ارادہ سے  
 دمشق چلا گیا۔

سلطان کے اہل و عیال دمشق میں موجود تھے وہیں اس کے بھائی ملک  
 عادل کرک سے آگئے تھے۔ سارا خاندان نہایت امن و آرام کے ساتھ رہنے سے لگا۔  
 سلطان کو دمشق اس قدر پسند تھا کہ مہر جانے کا خیال بھی نہ کیا۔

**وفات** کئی سال سے سلطان کی صحت بگڑ گئی تھی جہاد کی مساعی میں اُس نے کچھ خیال نہ کیا۔ رمضان کے روزے قضا ہو گئے تھے ان کو پورا کرنے لگا جو مزاج کے موافق نہ پڑے۔ طبیب نے دو کاہ صحت کے لئے اس وقت ملوثی کر دیجئے۔ سلطان نے کہا معلوم نہیں آئندہ کیا پیش آئے اور کل روزے پورے کئے۔ جس سے صحت جواب دے گئی۔ وسط صفر ۵۸۹ھ میں حالت بگڑنے لگی مرض بڑھ گیا غشی طاری ہو گئی۔ شیخ ابو جعفر نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ ۲۷ تاریخ دوشنبہ کے دن فجر کے وقت مجاہد اعظم نے جان بحق تسلیم کی۔

**اوصاف** سلطان صلاح الدین جہاں مجاہد اعظم تھا اس کے ساتھ اسلامی سلطنت کا خود مختار بادشاہ ہوتے ہوئے امیر تو امیر غریب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا تھا۔ اگر کوئی خادم بیمار ہو جاتا تو خود عیادت کو جاتا۔ ایک خادم نے ایک تحریر دستخط کیا اسے چاہے۔ سلطان نے کہا پھر کسی موقع پر یہ کاغذ پیش کرنا۔ اُس نے کہا ابھی کر دیجئے اور دوات سامنے اس طرف رکھی ہے۔ چنانچہ سلطان نے دور سے جھک کر دوات اٹھائی اور دستخط کئے۔ ایک مرتبہ ایک غلام نے دوسرے غلام کے جو تادمادہ سلطان کی طرف آیا۔ سلطان نے غلام کو پریشانی سے بچانے کے لئے اس طرف سے رخ پھیر لیا۔ مشہور ہے کہ جب عکہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہونے کے بعد سلطان ساحل کے قلعے مسماہ کرنے کے لئے گیا تو قلعہ گرائے والوں کے ساتھ مثل ایک پیادہ کے خود بھی مزدور کا سا کام کرتا تھا اور لکڑیاں کندھوں پر اٹھا کر لے چلتا۔

اسی طرح بیت المقدس کی قلعہ بندی کرتے وقت وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور سے خود پتھر لاد کر لاتا۔ فوج بھی اپنے سپہ سالار کی اعلیٰ مثال کی پیروی کرتی اور مزدوروں اور فوجیوں کی یہ جماعت مہینوں کا کاندنوں میں پورا کر لیتی۔

۱۔ صلاح الدین محمد قریب ابو حدید رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۷ھ -

ایک معاملہ میں سلطان کو ایک فریق مقدمہ کی حیثیت سے عدالت میں طلب کیا گیا۔ سلطان آیا اور معمولی طریقہ سے قاضی کی مجلس قضاء میں بیٹھ گیا۔ اگرچہ اس مقدمہ میں حق بجانب وہی تھا۔

**علمی ذوق** | صلاح الدین کو اصلاحی عالموں کی صف میں جگہ نہیں دی جاسکتی مگر اس کو علوم دینی میں استعداد معقول تھی۔ علم حدیث کے متعلق اس کی واقفیت وسیع تھی۔ علم فقہ، علم ادب، عربوں کے انساب، ان کے واقعات اور ان کی لڑائیوں کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتا تھا۔ اسکی پڑھی ہوئی کتابوں میں رازی کی تصانیف میں سے فقہ کی ایک کتاب شامل تھی۔ قاضی بہاء الدین ابن شداد سے علمی استفادہ بہت کیا۔ لے

**علمی مجلس** | صلاح الدین کی علمی مجالس میں بڑے بڑے اکابر علماء شریک ہوا کرتے تھے اور اس کی تنقید و مکنہائے بحث و نظر سے اس کے فہم اور قابلیت کی داد دیتے۔

علمی مباحث کے ساتھ شغف رکھنے کے باوجود سلطان سیاست اور جہاد کا مرد میدان تھا۔ اس لئے اس کی ذکاوت کا ظہور زیادہ تر امور سلطنت اور میدان جنگ میں ہوا کہ تا تھا۔ لے

**نماز، روزہ کی پابندی** | صلاح الدین فرض نماز کو پابندی سے ادا کیا کرتا۔ اس کے علاوہ نوافل بھی کافی ادا کیا کرتا اور روزہ کا بڑا پابند تھا۔

**سخاوت** | بنی فاطمہ خلفاء کا عظیم الشان خزانہ اس کے قبضہ و تصرف میں آیا۔ سلطان نور الدین کے پاس بھیجا اور امراء میں تقسیم کیا اپنے لئے کچھ نہ رکھا جو روپیہ اس کے پاس آتا خیر کے کاموں میں صرف

کر دیا کرتا۔ اس کا کھلم کھلا ثبوت یہ ہے کہ وفات کے وقت اس کے خزانوں میں کل سینتالیس درہم (چاندی) کے تھے اور ایک ٹکڑا سونے کا تھا۔ قاضی ابن شداد نے اپنے پاک کمائی کا پیسہ سلطان کی تجہیز و تکفین میں لگایا۔

**مہمان نوازی** | بنی فاطمہ کا مہمان نوازی بہت تھی۔ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہر ایک کی کھلے دل سے تواضع و مدارت کرتا تھا۔ صلح کے بعد برفس والی انطاکیہ سلطان کا مہمان ہوا۔ سلطان اس کے خیمہ میں جا کر خود ملا۔ اس نے عمق کے علاقہ کو مانگا۔ باوجودیکہ ۵۸۴ھ میں برفس سے چھینا تھا خوشی سے والی انطاکیہ کو عطا کر دیا۔

ایک مرتبہ صیدا کا فرنگی والی سلطان کے پاس آیا اس کی عزت و توقیر میں کوئی کمی اٹھانہ لکھی۔ اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور اسلام کے محاسن بیان کئے۔ علماء و مشائخ کی بڑی تعظیم و توقیر کرتا۔ ان ذاتی محاسن و فضائل کے علاوہ سلطان نے بکثرت علمی و تمدنی کام انجام دیئے۔

**علمی ترقی** | اصلاح کا دور علمی ترقی و ترویج میں خلفاء فاطمی سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ سلطان نے مصر، شام، فلسطین اور جزیرہ میں صد ہا مدارس قائم کئے۔ بعض ایسے عظیم الشان دارالعلوم تھے کہ ساری دنیائے اسلام میں ان کی شہرت تھی۔

مصر میں مدرسہ صلاحیہ، مدرسہ سیوفیہ، مدرسہ مصرنیہ، مدرسہ محبیہ، مدرسہ عالیہ، مدرسہ فائزیہ، مدرسہ فاضلیہ، مدرسہ الرشیدیہ، مدرسہ معزنیہ وغیرہ کثرت سے تھے۔ امراء دولت نے اپنی طرف سے بھی مدارس قائم کئے۔ مقریزی اور علامہ سیوطی نے تفصیلی طور سے حالات لکھے ہیں۔ بڑے بڑے وقف ان مدرسوں کے متعلق تھے۔

علامہ ابن خلدون کا بیان ہے :-

» فاطمی خلفاء کو مدارس سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لئے ان کے زمانہ

میں مصر کا ملک مدارس سے تقریباً خالی تھا۔ سب سے پہلے سلطان

صلاح الدین نے یہاں مدرسے قائم کئے۔

**مکاتب** یتیموں اور غرباء کے بچوں کی قرآنی تعلیم کے لئے علیحدہ مکاتب تھے جن کے مصارف کا بار سلطان کے ذمہ تھا۔

**وظائف** سلطان کی جانب سے علماء کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے ان کی مجموعی رقم تین لاکھ دینار سالانہ تھی۔

**خانقاہ** صوفیاء اور مشائخ کے لئے خانقاہیں بنوائیں۔ قاہرہ کی خانقاہ کا منتظم شیخ الشیلوخ کہلاتا تھا۔

**شفا خانہ** قاہرہ میں سلطان نے جو شفا خانہ بنوایا تھا وہ عظیم الشان تھا۔

**مسافر خانے** سلطان نے جگہ جگہ مسافر خانے بنوائے۔ اسکندریہ میں عظیم الشان سلطانی مسافر خانہ تھا۔

غرضیکہ سلطان نے امورِ خیر میں اس قدر اوقات کئے کہ سلف میں اس کی مثالیں کم ملتی ہیں۔

ہم یہ بحث علامہ ابن خلدان کے بیان پر ختم کرتے ہیں :-  
”سلطان دین و دنیا دونوں میں سعید تھا۔ دنیا میں اُس نے کیسے کیسے کارنامے انجام دیئے اور کیسی کیسی فتوحات حاصل کیں اور کتنے بڑے بڑے وقف کئے۔“

**وقف حریم** صلاح الدین کا وہ وقف جو آج تک قائم ہے وہ حریم کا ہے۔ دولت علویہ مصر اپنے زمانے میں فی حاجی ساڑھے سات (۷½) اشرافی ٹیکس وصول کرتے تھے۔ سلطان نے اس ٹیکس کو بند کیا۔

۱۔ ابن خلدان جلد ۲ ص ۴۰۰ ۲۔ ایضاً ص ۴۰۱

امیر مکہ کے لئے جاگیر عطا کی اور خدامِ حرم کے وظائف مقرر کئے۔ اہلِ حرم کے لئے اٹھ ہزار ادوب غلہ سالانہ مقرر کیا جو آبِ تکِ مہر سے جاتا ہے۔

## نظمِ مملکت

**وزارت** | سلطان صلاح الدین نے مشہور کاتب قاضی فاضل عبدالرحیم بسیا کو منصبِ وزارتِ مہر پر فائز کیا۔ پھر اس کے بیٹے ہی وزارت کے عہدوں پر سرفراز ہوتے رہے۔

**منظم فوج** | سلطان نے کرد کی ایک عظیم الشان فوج بنائی تھی۔ یہ فوج بھی دولتِ ایوبی کے لئے وجہ استحکام ثابت ہوئی۔ یہ فوج وہی ہے جس نے صلیبی جنگِ جوؤں سے مقابلہ کر کے ان کی قوت کو پاش پاش کر دیا تھا۔

**قلعہ جنگی** | سلطان صلاح الدین ایوبی نے جبلِ منظم پر قلعہ جنگی تعمیر کیا تھا۔

**بحری بیڑا** | جو کارخانے جہاز سازی کے بنی فاطمہ کے عہد کے تھے۔ سلطان نے ان کو قائم رکھا اور ان کو ترقی دی۔ ۵۶۷ھ میں سلطان نے بحری بیڑے کی طرف انتہائی توجہ مرکوز کی تاکہ صلیبیوں کو ممالکِ اسلامیہ کے حدود پر یورش کرنے سے روک سکے۔ سلطان نے اس بیڑے کے نظم و نسق اور دوسری ضروریات کے لئے ایک مستقل دفتر قائم کیا تھا جسے دیوانِ اسطول کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اس محکمہ کا افسر سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی ملک عادل تھا۔

**زراعت** | جہاں سلطان نے علمی ترقی کی طرف توجہ دی تھی ملک کی صنعت و حرفت کی طرف بھی توجہ دی۔ اس کے ساتھ ہی زراعت کا خاص لحاظ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بہت جلد سدھری گیا۔ کاروبار چلنے



لگے۔ نہروں کی صفائی کی گئی۔

**خراج** صلاح الدین کے زمانے میں دولت علویہ کے زمانہ سے زیادہ خراج وصول ہوا۔ ۲۹-۳۰۶۵۳ دینار خراج کی مقدار تھی۔

**قضاۃ** قاضی القضاۃ صدر الدین عبدالملک بن دماس تھے۔ ۵۶۴ھ میں افتخار کی تعلیم کے دو مدرسے سلطان نے قائم کئے۔ ایک مدرسہ شافعی اور دوسرا مالکی تھا۔ قاضی القضاۃ کے مشورہ سے تمام شیعہ قاضی معزول کئے گئے اور ان کی جگہ سنی قاضیوں کو دے دی گئی جو شافعی مذہب کے پیروکار تھے یہ

**معاصر علماء** القاضی الفاضل ابو علی عبدالرحیم جو اپنی اصابت رائے، سیاستانی فصاحت، بلاغت، ذکاوت اور رعبت سے ممتاز خصوصیات میں مشہور نام ہے۔ سلطان صلاح الدین کا وزیر تھا۔ ولادت ۵۶۹ھ میں مقام عسقلان میں ہوئی اور وفات ۵۹۶ھ میں بمقام قاہرہ ہوئی۔  
ابوالحسن احمد بن ابی الحسن الرشید اسوانی فضلاء عصر سے تھا۔ ہندسہ و منطق علوم لوائل میں تبحر کا درجہ رکھتا تھا اسکندریہ کا عامل مقرر ہوا۔ ۵۷۳ھ میں قتل ہوا یہ

ہواء الدین ۵۷۴ھ میں موصل میں پیدا ہوا۔ حدیث و فقہ میں اجتہاد کا درجہ رکھتا تھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کا صدر مدرس ہو گیا۔ پھر شہر موصل میں قاضی کمال الدین محمد شہروری کے مدرسہ کا مدرس اعلیٰ ہو گیا۔ اس نے سلطان یوسف صلاح الدین ایوبی کی تاریخ تالیف کی اور اسے خود سلطان کی نذر کیا۔ سلطان نے بطور صلہ و قدر دانی کے اس کو لشکر کا قاضی مقرر کیا۔ پھر قاضی القضاۃ حلب مقرر ہوا۔ اس نے حلب میں دو عظیم الشان مدرسے بنوائے۔ ۶۳۱ھ میں منصب

۱۔ کتاب الروضین فی اخبار الدولتین جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ ۲۔ حسن الحافزہ سلطی ص ۲۲۲۔

قضاء کو ترک کر کے خود درس و تدریس میں لگ گیا۔ ۱۲۳۵ھ میں فوت ہوا۔  
ابن عساکر ابوالقاسم علی بن حسن دمشق میں ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علم تاریخ کے علاوہ فقہ و حدیث میں بھی آپ کامل تھے۔ دمشق کی تاریخ استی جلدوں میں لکھی۔ ۵۵۰ھ میں انتقال کیا۔ سلطان صلاح الدین خود آپ کے جنازہ میں شریک تھا۔

## ملک عثمان عماد الدین معروف بہ ملک عزیز ایوبی

سلطان صلاح الدین نے امرائے دولت کے مشورے سے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ملک عزیز کو مصر کی ولایت عنایت کی اور دمشق دوسرے بیٹے نور الدین ملک افضل کو دیا اور تیسرے بیٹے غیاث الدین ابوالفتح غازی ملک طاہر کو عراق، عجم کا خود مختار بادشاہ بنایا۔ بقیہ بیٹوں کو چھوٹے چھوٹے علاقہ کا امیر کر دیا۔

سلطان کے بعد ملک عزیز نے عنان حکومت مصر سنبھالی۔ باپ کے عہد میں جو انتظام تھا اس کو سنبھالے لکھا۔ عمر نے زیادہ وفاتہ کی۔ ۲۰ محرم ۵۵۰ھ میں فوت ہو گیا۔

## ملک منصور ایوبی

منصور کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ امرائے سلطنت نے تخت مصر پر بٹھایا۔ مگر ملک عادل سیف الدین ابوبکر بن ایوب کمرک سے فوج لئے ہوئے آیا اور

دعویٰ یہ تھا کہ منصور میرا پوتا ہے اور خورد سال ہے۔ مصر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ۵۹۶ھ میں اس کو معزول کر کے خود تختِ مصر پر بیٹھا اور حکمرانی کرنے لگا۔

## ملک عادل ایوبی

عادل نے دورِ صلاح الدین کی یاد تازہ کر دی۔ اُس نے مصر کی توسیع کے لئے افضل سے شام لے لیا اور حلب کو بھی مطیع کیا۔

۶۱۳ھ میں صلیبیوں نے پھر ہاتھ پیرز کا لے شام صلیبیوں کا حملہ | کے اکثر شہر لیلے حتیٰ کہ دمیاط پر قابض ہو گئے ۱۱۵۵ء میں مصر پر بڑھے۔ اس درمیان میں ملک عادل فوت ہو گیا۔

## سلطان کامل بن عادل

ملک کامل ابوالعالی ناصر الدین محمد خلیل فرنگیوں سے مقابلہ پر دمیاط گیا ہوا تھا وہیں تخت نشین ہوا۔ اس نے ۹ رجب ۶۱۵ھ میں دمیاط سے فرنگیوں کو نکالا۔ بعد فتح قاہرہ آیا اور جشنِ عام منایا گیا۔ ۶۲۵ھ میں دواورن قیام دمشق ۲۳ رجب کو جاں بحق تسلیم ہوا۔ ۷

## سلطان سیف الدین ابوبکر عادل

کامل کا بیٹا سیف الدین ابوبکر عادل دو سال سے زیادہ حکمرانی نہ کر سکا۔

۱ حسن المحاضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳ -

اس کا بھائی ملک صالح نجم الدین جزیرہ کا فرمانروا تھا اور امیر مونس شام کا، ہر دو نے امارت کا تہ دلہ کیا تھا۔ شام پر ملک صالح تھا اُس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر مصر پر قبضہ کر لیا۔ سیف الدین گرفتار ہوا۔

ذی الحجہ ۶۲۷ھ میں امراء سلطنت نے بیعت کر لی۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی امیر مونس کو جزیرہ سے معزول کر کے مصر طلب کر لیا اور وہ صلیبیوں سے جا ملا۔ والی دمشق اسمعیل، امیر حصن ایماہیم اور حاکم کرک اس کے ساتھی ہو گئے۔ سب نے متفقہ طور سے لشکر کشی کی۔ لوٹس نہم فرانسیسی بھی ان کا ہم نوا ہو گیا۔

۶۲۷ھ میں سب نے مل کر دمیا طے لیا۔ ملک صالح بیمار تھا۔ چودہ ماہ مقابلہ کرتا رہا۔ ۱۲ شعبان ۶۲۷ھ کو انتقال کر گیا۔ اس کی اہلیہ ملکہ شجرۃ الدرد نے موت کو مخفی رکھ کر اس کے بیٹے ملک معظم توہان کو حصن کیفا سے بلا کر تخت نشین کیا۔

## سُلطان ملک معظم

سُلطان توران شاہ ملک معظم عنان حکومت ہاتھ میں لے کر صلیبیوں اور غدار امراء دولت کے مقابلہ میں فوج لے کر پہنچ گیا۔ صلیبی شکست کھا گئے۔ اس کے بعد جبکہ امراء سلطنت کو نکال باہر کیا۔ ان کی غدار ی دیکھ چکا تھا۔ حصن کیفا سے جو لوگ آئے تھے ان کو امیر مقہور کیا۔ اس وجہ سے مالک اس سے ناراض ہو گئے اور ۷ محرم ۶۴۸ھ کو اس کو قتل کر دیا۔ اس کی حکومت کل چند ماہ ہی تھی۔

لے حسن المماضیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴ لے ابی الفدا جلد ۳ صفحہ ۱۸۱۔

## ملکہ شجرۃ الدر

یہ بڑی عاتقہ خاتون تھی۔ معظم کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس نے ممالیک کے سرغنہ عزیز الدین کو اپنا متفق کر لیا اور خود ۱۰ صفر ۷۴۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھ گئی اور عزیز الدین کو وزارت عطا کی۔ ملکہ شجرۃ الدر کے زمانہ میں فرانس کی پچاس ہزار فوج مقام منصورہ تک پہنچ گئی۔ یہ ملکہ فوج لے کر مقابل ہوئی اور اس کو شکست دی اور بادشاہ دملکہ گرفتار ہو گئے تو ان ہر دوسے ۲۰ لاکھ ذرا دان کے معاوضہ میں جان بخشی کر کے فرانس واپس بھیج دیا۔

خليفة بغداد مستعصم کی خدمت میں پروانہ حکومت کی درخواست بھیجی گئی مگر عورت کی سلطنت کو خلیفہ نے جائز نہیں رکھا اس بنا پر تین ماہ بعد تخت حکومت چھوڑنا پڑا۔ شام کے ایوبی امراء نے الناصر صلاح الدین یوسف والی حلب کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس نے دمشق پر جو مصری حکومت کا علاقہ تھا قبضہ کر لیا۔ یہ حالت دیکھ کر عزیز الدین ایک سے ملکہ شجرۃ الدر نے عقد کر لیا اور اس کے حق میں حکومت سے دستبردار ہو گئی۔ چنانچہ عزیز الدین تخت نشین ہو گیا۔ اس کے بعد سے ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

شجرۃ الدر نے ہی محل شریعت کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اس میں خانہ کعبہ کے لئے غلاف مصر سے بھیجا جاتا جو آج تک بفضلہ قائم ہے۔ قاہرہ میں اس کے نام سے ایک مسجد بنی ہے۔

## عزیز الدین ایک معزز جاشگیر

عزیز الدین ممالیک بھر سے تھا۔ اس کے اسلاف ممالک دشت قیماق کے

رہنے والے تھے تانادی سیلاب میں اس طرف کے علاقہ کے لوگ بھی بہہ گئے۔  
 قزوين اور کوہ قاف تک کے اپنے وطنوں کو خیر باد کہہ گئے۔ جہاں گئے اُن کو  
 پکڑ کر فروخت کر دیا۔ ملک صالح نجم الدین ایوبی نے بہت سوں کو خود خرید لیا۔  
 اور ان کو جزیرہ روضہ میں آباد کیا اور ان کو اپنے درباری امراء سے منسلک  
 کر دیا۔ ان لوگوں نے بڑے بڑے محلات اور قلعے تعمیر کئے۔ یہ جگہ وہ ہے  
 جہاں نیل کی دو شاخیں ملتی ہیں۔ اس وجہ سے یہاں کے لوگ مالیک بحری کہے  
 جاتے تھے۔ یہ لوگ بڑے بہادر تھے اور ان کی قرابتیں مصر کے ان ترکی مملوک  
 کے یہاں ہوتی رہتیں جو خلیفہ معتمد اور احمد بن طولون کے زمانہ میں مصر  
 میں آباد تھے۔

معز الدین ایبک جمادی الاول ۶۴۴ھ میں تخت نشین ہوا اور لقب  
 معز جاشگیر رکھا۔ ہوشمند ترک تھا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لے کر مصر کا انتظام  
 بہت اچھا کیا۔ فوج کو دولت سے مالا مال کر کے ان کو قابو میں رکھا۔ مگر کچھ  
 بحری مالیک میں کے امراء معز الدین کے حریف تھے۔ ان کو اس کا بادشاہ بننا  
 ناگوار گزرا۔ انہوں نے مونس بن یوسف ایوبی ملقب بالملک الاشراف حاکم  
 یمن کو لا کر تخت نشین کیا۔ معز کو نائب کیا۔ ۶۵۲ھ میں معز نے اس کو قید کر  
 دیا اور خود مصر کا مستقل حکمران بن گیا۔

**وقائع** ناصر الدین یوسف ایوبی دمشق پر قابض ہو کر ملک معظم کے انتقام  
 میں مصر پر لشکر کشی کرنا چاہی مگر صلیبیوں سے امداد چاہی اور  
 عزیز الدین ایبک نے کچھ رقم دے کر فرنگیوں کو توڑ لیا۔ مگر ناصر نے بیس ہزار  
 فوج معروانہ کی جس کو غزہ میں عزیز الدین کی فوج نے شکست دی۔ اس  
 کے بعد خود ناصر ایک عظیم فوج لے کر مصر کو چلا۔ لاہ میں عزیز اور اس کے  
 سپہ سالار ناصر الدین اقطاعی نے دُود و ہاتھ کئے اور دمشق لوٹنے پر مجبور  
 کر دیا۔ مگر اس نے واپس ہوتے ہوئے عزیز الدین سے صلح کر لی اور باہم

یہ شرط اور اپنی کہ صلیبیوں کے مقابلہ پر ہر دو فریق شامل رہیں گے۔ جب عزیز کامیابی کے ساتھ قاہرہ آیا۔ اُس نے والی موصل بدرالدین لؤلؤ سے تعلقات قائم کرنے کے لئے اس کی بیٹی سے اپنا پیغام بھیجا۔ ملکہ شجرۃ الدر کو علم ہو گیا اُس نے اپنی لونڈیوں کے ذریعے حمام میں اس کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۵۷ھ کا ہے۔ مگر عزیز کے غلام مجلس رائے میں گھس گئے اور انہوں نے شجرۃ الدر کو قتل کر ڈالا اور اس کی نعش کو فصیل کے نیچے کی خندق میں پھینک دیا۔ پھر لونڈیوں کی خبر لی۔ چند خواتر س مسلمان ملکہ کی نعش کو سمیٹ کر لے گئے اور اس کی تعمیر کردہ مسجد میں دفن کر دیا۔

**اوصاف** عزیز الدین شجاع اور بہادر نامور امیر تھا۔ خلیق متواضع مذہب کا بڑا پابند علمی ذوق رکھتا تھا۔ اس نے شاطی نیل پر ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کیا اور بڑی جائداد اس کے لئے وقف کی۔ اس کا عہد امن و امان سے گزرا۔

## ملک منصور نور الدین

عزیز الدین ایک کا ایک لڑکا تھا جس کا نام نور الدین علی ایک تھا۔ اس کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ امرا نے دولت نے باہمی مشورہ کے بعد نور الدین کو تخت نشین کیا اور لقب ملک منصور دیا اور اس کا اتالیق سیف الدین محمود قطوزی کو مقرر کیا۔

سیف الدین محمود قطوزی بن مودود، جلال الدین شاہ خوارزم کا بھانجہ تھا۔ تاتاریوں کے خوف سے خوارزم سے مہر چلا آیا۔ ذی لیاقت تھا اور شاہی



خاندان کے ایک رکن عزیز الدین نے اپنا معتمد بنا لیا۔ اس نے مصر کی سلطنت کو سنبھال لیا۔ ایک سال نہ گزرا تھا کہ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں نے بغداد کو تاراج کیا اور خلیفہ مستعصم کو ہاتھی کے پیر سے کچلوا دیا۔ عالم اسلامی میں اس کا بڑا اثر پڑا۔ اہل مصر بھی گھبرا گئے۔

قطوزی نے امراء سلطنت اور علمائے عہد کو جمع کر کے تاتاری سیلاب کا ذکر کیا اور کہا شام تک ان کا غلبہ ہو چکا۔ بہت جلد مصر ان کی فوج کا آماجگاہ بن جائے گا۔ اس وقت مصر میں سختی کا رسلطان کی ضرورت ہے۔ سب نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا تم ہی اب تمام حکومت سنبھالو۔ چنانچہ منصور کو معزول کر کے ۴ ذی قعدہ ۶۵۷ھ میں قطوزی کو تخت نشین کیا اور ملک مظفر سیف الدین کہلایا۔

## ملک مظفر سیف الدین خوارزمی

ملک مظفر نے فوجوں کی تنظیم شروع کی اور ان کو مال و دولت سے بہت کچھ نوازا۔

ہلاکو خاں نے دمشق اور سواحل شام فتح کر کے مصر کا ارادہ کیا اور ملک مظفر کو لکھا کہ ملک مصر کو بلا جنگ سپرد کر دو، ورنہ مصر کا بھی وہی حشر ہوگا جیسا کہ بغداد کا ہوا۔ مظفر کو کچھ ہراس ہوا مگر فوجی امراء جو صلیبیوں سے معرکہ جیت چکے تھے۔ وہ تاتاریوں سے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ مظفر فوج گراں کے ساتھ قاہرہ سے نکل کھڑا ہوا۔ ہلاکو کا باپ مر گیا۔ یہ خبر سن کر وہ وطن لوٹ گیا اور اپنے نائب امیر کتیفا کو چھوڑ گیا۔ شوال ۶۵۸ھ میں عین جالوت پر فریقین میں معرکہ ہوا جس میں مصریوں نے بڑی داد شجاعت دی۔ تاتاری سخت ہزیمت کھا گئے۔ کتبھا مارا گیا۔ اس کا بیٹا قید ہوا۔ مصریوں کے ہاتھ

بے شمار ساز و سامان آیا۔ اور ہزاروں تانادری تہ تیغ ہوئے۔  
تانادیوں پر یہ پہلی فتح تھی۔ مصریوں کی ہمتیں پڑھ گئیں۔ مظفر نے بیبرس  
بند قہار کو تانادیوں کے تعاقب میں بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تم تانادیوں کو شام  
کے علاقے سے نکال دو گے تو حکومت حلب تمہارے لئے ہے۔ اس بہادر  
ترک نے تانادیوں کا اس قدر قتل عام کیا کہ شام چھوڑ کر بھاگے اور ان پر بند  
قہار کی دھاک بیٹھ گئی۔

مظفر و منصور بیبرس قاہرہ لوٹا مگر مظفر نے حلب والی موصل کے بیٹے  
علاء الدین کو دے دیا۔ یہ امر بیبرس کو ناگوار گذرا۔ اُس نے امرائے مملوک سے  
مشورہ کیا۔ مملوکوں میں حکمرانی کے لائق افراد ہوتے ہوئے بلا وجہ خوارزمی کو  
حکومت دے رکھی ہے۔ لہذا اگر اس کو ٹھکانے نہ لگایا گیا تو یہ ممالک کا  
اقتدار ختم کر دے گا۔ چنانچہ قاہرہ کے متصل موقعہ پاکہ مظفر کو قیدِ حسی سے آزاد  
کرادیا۔ اس کے بعد جماعتِ امرائے مملک قصرِ سلطانی میں داخل ہوئے۔  
وہاں فادیس الدین اقطاعی جو منصور کا اتالیق اور ممالک کا سرغنہ تھا موجود تھا۔  
اس نے پوچھا کہ مظفر پر پہلا وار کس نے کیا تھا؟ بیبرس نے کہا، میں نے!  
اقطاعی بولا کہ تم ہی تاج و تخت کے حقدار ہوئے اور اس کو فوراً تختِ مصر  
پر بٹھا دیا اور مسندِ نشینی کا اعلان عام کیا گیا۔

بیبرس اپنی امارت کے زمانہ میں اہلِ مصر کی خدمت کر چکا تھا۔ عوام اس سے  
مانوس تھے سب نے بخوش دلی اس کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔

## سلطان الملک الظاہر رکن الدین بیبرس بند قہار الصالحی

رکن الدین کو علی ابن الورقمہ نے منجملہ چھپتر مملوک کے ملک شام میں بقیعت  
بیس ہزار مرغ خریدیا تھا۔ اصل نام محمود تھا۔ باپ کا نام شاہ حق متق والی خلدزم

خوارزم تھا جسے قسمت نے تختِ حکومت سے اتار کر پابندِ بنجر کر دیا تھا۔  
ابن العزقہ، محمود کو مصر نہیں لے گیا بلکہ ایک مسلمان مہاجن کو نذر کر دیا کہ  
جس کا وہ بہت مقروض تھا۔ اس مہاجن نے اس کو اپنے لڑکے کے کھلانے پر  
مأمور کر دیا۔ ایک روز سیٹھانی نے ایک غلطی پر محمود کو مارتے مارتے آلو کر دیا۔  
اتفاق سے سیٹھ کی ہمشیرہ فاطمہ خاتون اور ماں موجود تھیں جسے کچھ رحم آگیا۔ وہ  
بولی کہ بہن اس کو اتنا کیوں مارتی ہو؟ اگر اس سے کام نہیں ہوتا تو لاؤ مجھے دیدو۔  
سیٹھانی نے کہا خوشی سے لے جاؤ۔ چنانچہ اس دن سے محمود فاطمہ کے یہاں چلا  
گیا۔ اتفاق سے فاطمہ کے ایک متوفی لڑکے بیرس نامی سے اس کی شبابہت  
دیتی تھی اس لئے اس کو بھی بیرس کہہ کر پکارتی اور مثلِ اولاد کے لکھتی۔

فاطمہ کا بھائی نجم الدین نامی سلطان مصر کا وزیرِ اعظم تھا اپنی بہن سے ملنے  
دُشمن آیا۔ بیرس کو دیکھا، اس کے حالات سنے اور بہن کی سفارش پر اس کو  
اپنے ساتھ مصر لیتا گیا۔ وہاں اُس نے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ عہدوں پر  
سرفرازی پائی۔ جنگوں میں شریک ہوا۔

شجاعت میں موسے بن نصیر تھا، سخاوت میں جعفر، نظم و نسق میں  
منصور سے کم نہ تھا۔

محمود کن الدین بیرس بندقدار لقب ملک ظاہر تھا۔ یہ  
نام و لقب | دنیائے اسلام میں دوسرا صلاح الدین ایوبی تھا۔ بڑا بہادر  
اور دین دار اور سیاستِ ملکی سے باخبر۔

۷۵۸ھ کو تختِ سلطنت پر رونق افروز  
جلوس | ہوا۔

وزارت | بہاء الدین کو عمدہ وزارت تفویض کیا۔

حاکم خزانہ | بلی ملک کو حاکم خزانہ کیا۔  
عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر ملک مظفر کے جتنے ساتھی تھے

ان کو ان کے مناصب پر بحال رکھا اور دلی جوئی میں ان کی کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ سب امرائے دولت اُس کے ہوا خواہ بن گئے۔

## خلافت عباسیہ کا احیاء

مقوقط بغداد کے بعد ظاہر باللہ عباسی کا لڑکا ابوالقاسم احمد الملقب بہ مستنصر تاتاریوں کے قید سے نکل کر عرب مردادوں کی ایک جماعت کے ساتھ ۲۵۹ھ میں مصر آیا۔ الملک الظاہر بیبرس کو خبر لگی وہ رجب ۲۵۹ھ کو ابوالقاسم کو بڑے تزک و احتشام سے قاہرہ میں لے کر آیا۔ سارے ارکان سلطنت و عمائد مصر، علماء و قضاة بلکہ یہود اور نصاریٰ تک انجیلیں لئے ہوئے جلوس کے ساتھ تھے یہ

قلعۃ الجبل میں ابوالقاسم کو ٹھہرایا۔ دوسرے دن دربارِ خاص منعقد کیا۔ مصر کے قاضی القضاۃ تاج الدین نے ارکان و عمائد سلطنت کے دوہر و ابوالقاسم کے نسب کے متعلق عربوں سے شہادت لی۔ جب تصدیق ہو گئی تو شیخ الاسلام عزالدین عبدالسلام، قاضی تاج الدین سلطان ظاہر بیبرس و دیگر ارکان سلطنت نے ابوالقاسم کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ مصر میں اُس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور اعلان عام احیاء خلافت کا کیا۔ ابوالقاسم کا لقب خلیفہ مستنصر قرار پایا۔

ملک الظاہر نے لاکھوں روپیہ کے صرف سے لوازم شاہی مہیا کئے۔ اور دربارِ عام کر کے عمائد سلطنت کے سامنے ملک الظاہر نے اپنے ہاتھوں سے سیاہ عباسی خلعت، عمامہ اور طوق زریں پہنایا اور اپنی طرف سے مصر کی حکومت کی سند عطا کی اور خلافت کی ذمہ داریوں کا مختار مجازہ بنا دیا یہ

اس کے بعد ظاہر نے مختلف طبقوں سے خلیفہ کے لئے بیعت لی۔ یہ دربار جمعہ کے دن منعقد ہوا تھا۔ دربار کے خاتمہ پر خلیفہ پہلے جامع قلعہ میں آیا۔ وہاں اس سے خطبہ اور نماز پڑھانے کی درخواست کی گئی۔

خلیفہ نے اس وقت ایک بلند پایہ فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں خلافت عباسیہ کے دوبارہ احیاء پر میرس کی بے حد مدح و ستائش کی۔

۳۴ شعبان ۱۵۹ھ میں ایک دوسرا عظیم الشان دربار ملک الظاہر کو خلیفہ کی طرف سے شرعی نیابت عطا کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ دربار میں خلیفہ کی طرف سے شرعی نیابت کی سند پڑھ کر سنائی گئی۔ حمد و ثناء کے بعد ملک ظاہر کی خدمت کا اعتراف اور اس کے استحقاق خلافت اور صلاحیتوں کا ذکر کیا گیا۔

آخر میں طرز حکومت و انصاف، رعایا کی فلاح و بہبود اور نظم و نسق کے بارے میں دوسری ہدایات درج تھیں۔

سرو لیم میو کا بیان ہے :-

”خلیفہ نے سند نیابت پڑھنے کے بعد سلطان ظاہر میرس کو خلعت

حکومت عطا فرمایا۔ یہ بنفشی رنگ کا ایک جبہ، ایک سیاہ عمامہ ایک

سونے کا طوق اور ایک تلوار پر مشتمل تھا۔ میرس نے اس خلعت کو

ذیب تن کیا اور جلوس روانہ ہوا۔ راہ میں باب النصر سے قلعہ تک

لیے لیے قالین بچھے ہوئے تھے۔ سلطان ظاہر جلوس کے آگے آگے تھا

اس کے پیچھے خلیفہ تھا۔ خلیفہ کے پیچھے بہاء الدین بن ضیاء اپنے سر پر

سند حکومت لئے چل رہا تھا اور ان سب کے پیچھے عام مجمع تھا۔

الظاہر نے بطیب خاطر اس جدید خلیفہ کے حکم سے زمام حکومت اپنے قبضہ میں لی۔ حسب مراتب لوگوں کے وظائف مقرر کئے۔ خلیفہ کے لئے دربار

۱۵ سالوں کا نظم مملکت ص ۱۲۹۔

مناصب اہم، استاد دار، شہزاد، عجب اور کاتب متعین کئے۔ اس میں ایک کروڑ سرخ صرف کئے۔

عباسی خلافت کے قیام کے بعد مستنصر نے بغداد کو تادمیوں سے چھڑانے کا ارادہ کیا۔ صالح بن لؤلؤ والی موصل تادمیوں کے استیلا و تغلب سے مصر آگیا۔ وہ بھی خلیفہ کے ہمراہ چلنے کو تیار ہو گیا اور ظاہر نے دس لاکھ دوپیرہ کے صرف سے فوج فراہم کی۔ دمشق تک تو ظاہر خلیفہ کے ساتھ گیا مگر کچھ سوچ کر قاہرہ لوٹ آیا۔

ذی الحجہ ۶۵۹ھ میں مستنصر شام سے عراق روانہ ہوا اور موصل، ہسنا اور جزیرہ کے فرماخرواؤں کی معاونت سے حدیثہ اور ہیبت پر قبضہ کر کے بغداد کا رخ کیا۔ راستہ میں تادمیوں کا مقابلہ ہو گیا۔ مصری فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ مستنصر لاپتہ ہو گیا۔

خلیفہ مستنصر کی شہادت کے بعد ملک ان ظاہر کو عباسی خاندان کے کسی اور فرد کی تلاش ہوئی۔ وجہ (شام) میں پتہ لگا۔

## ابوالعباس احمد بن ابوعلی حسن الملقب بحاکم بامر اللہ

ابوالعباس احمد بن حسن بن ابوبکر بن ابوعلی بن حسن بن راشد عباسی کے ہاتھ پر ظاہر نے وجہ جاکر ۶۶۱ھ میں خلافت کی بیعت کی اور الحکم بامر اللہ کا لقب دیا۔ خلیفہ نے اپنی طرف سے امور خاصہ اور عامہ کی سفید و سیاہ کرنے کا ظاہر کو اختیار عنایت کیا۔ منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور سکتہ پیر نام مسکوک کیا گیا۔

ابوالفدا جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ لے ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۱۹۴۔



**فتوحات** | ملک ظاہر نے مصر کے انتظام و انصرام کے بعد صلیبیوں کے مقابلہ کی تیاری کی۔ ۶۶۲ھ سے ۶۶۴ھ تک شام کے علاقہ میں لڑ کر ایک ایک شہر ان سے خالی کر لیا۔ پھر امینیہ کو فتح کرتے ہوئے اناطولیہ تک پہنچ گیا۔ ہلاکو کے بیٹے دیگاخان سے مقابلہ کر کے اس کو شکست فاش دی۔ ۶۶۵ھ میں مصر آیا اور ۶۶۶ھ میں فلسطین کے صلیبیوں پر حملہ کیا۔ وہاں سے انطاکیہ سے آگے بڑھ کر مرقیہ تک فتح کر لیا۔ پھر بغداد آیا۔ ۶۶۷ھ میں باطنیوں کے قلعے جو ہلاکو سے بچ رہے تھے وہ فتح کر لئے اور سب باطنیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ جس کے بعد یہ گروہ بالکل ختم ہو گیا۔

**تاتاریوں سے مقابلہ** | تاتاریوں نے شام پر یورش کی۔ ظاہر نے امیر ان کو مدد بھیجا اور مصر لوٹا۔ ظاہر نے اس کی بیٹی سے اپنے لڑکے کی شادی کر دی۔ ۶۶۴ھ میں امیر آق سنقر کو نو بیا بھیجا اس نے جا کر فتح کر لیا۔ ۶۶۵ھ میں پھر تاتاریوں نے آباقا خان لیسر ہلاکو خان کی سرکردگی میں عراق و جم پر چڑھائی کی۔ مجاہد کبیر ملک الظاہر بیرس مقابلہ کے لئے پہنچا۔ ہر دو طرف کے ایک لاکھ آدمی کام آئے۔ معرکہ بیرس نے جیتا اور تاتاری ہزیمت کھا کر فرار پر مجبور ہوئے۔ یہاں سے بعد فتح و فیروزہ ملک الظاہر قیسا دیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ صلیبیوں کے قبضہ و تصرف میں تھا ان کو مغلوب کر کے شہر میں نہایت شان و شکوہ سے داخل ہوا۔ یہاں کے انتظام و انصرام سے فارغ ہو کر ملک الظاہر دمشق میں رونق افروز ہوا۔ ان جگہوں میں اس قدر تھک گیا تھا کہ علیل ہو گیا۔

**وفات** | بیماری دن بدن بڑھتی رہی۔ آخر ش ۲، محرم ۶۶۶ھ کو ملک الظاہر نے وفات پائی۔ دمشق میں سپرد خاک ہوا۔

**اوصاف** | دنیا نے اسلام میں ملک الظاہر صلاح الدین ثانی تھا۔ شجاعت اور بہادری اور شوکت و سبعت سلطنت ہر بات میں سلطان



صلاح الدین سے لگا رکھتا تھا۔ ہارون الرشید کی طرح بھیس بدل کر شہر میں رٹایا کی خبر گیری کے لئے پھرتا۔ دفتری کام خود کرتا۔

**فتوحات** | عکہ اور طرابلس الشام کے سوا تمام مقبوضات جو صلیبیوں کے قبضہ میں تھے بقوت چھین لئے اور دوسری طرف تانادیوں سے سماتان بغداد کا بدلہ اچھی طرح دل کھول کے لیا۔ ان سے بغداد چھینا۔ شام و مصر سے اُن کے دُخ کو پھیر دیا اور باطنیہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیئے گئے۔

**مذہبیت** | اسلامی جذبہ رکھتا تھا۔ جہاد سے اُس کو عشق تھا۔ شرع شریف کا بڑا پابند، شعاثر دینی کا احترام کرنے والا۔ اس نے تمام ناجائز محاصل موقوف کر دیئے۔ فواحش کا انسداد کیا۔ ۶۶۷ھ میں حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ خانہ کعبہ کو عرق گلاب سے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور دیبا کا غلاف چڑھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر حجر لگوا دیا۔ مسجد نبویؐ کی درستی کرائی۔

**قضاۃ** | مصر میں چاروں مذاہب کے قاضی مقرر کئے۔ قاضی تاج الدین شافعی قاضی صدر الدین سلیمان حنفی، قاضی شرف الدین عمر مالکی اور قاضی شمس الدین محمد حنبلی۔ علماء کا بڑا اقدردان تھا۔ علامہ عزالدین عبدالسلام کا بڑا احترام کرتا۔

**حلیہ** | کشیدہ قامت، خوش رو اور خوش وضع تھا۔ چہرہ سے جاہ و جلال ظاہر ہوتا تھا۔

**ظاہر کے چند واقعات زندگی** | ایک مرتبہ ملک شام میں بھیس بدل کر پہنچا۔ نان باٹی کے یہاں کھانا کھایا۔ دام موجود نہ تھے انگوٹھی گروی رکھی۔ مصر پہنچ کر فرماں دولٹے شام کو خط لکھا جس نے انگوٹھی وگذاشت کما کر واپس بھجوائی۔

ایک مرتبہ ایک نصرانی قلعہ کی جاسوسی مقصود ہوئی تو خود سفیر بن کر اندر

داخل ہوا اور چپہ چپہ کا پتہ لگا کر واپس آیا۔ باد ہا ایسا ہوا کہ شام و بیت المقدس میں بلا اطلاع و خبر دفعتاً پہنچ گیا۔ لوگوں کو جب یہ خیال ہوتا کہ بیبرس قاہرہ میں محو خواب ہو گا تو یہ اُس کے پیچھے سایہ کی طرح موجود پایا جاتا۔

الملك الظاہر حضرت سید احمد رفاعی کامرید تھا۔ حضرت احمد مغرب اقصیٰ کے شہر فاس کے رہنے والے تھے۔ مکہ معظمہ گئے کلام مجید فقہ تفسیر حاصل کی۔ اس کے بعد نفس کشی اور ریاضت میں اس قدر شغف کیا کہ بات چیت بند کر دی۔ مکہ سے بغداد گئے غوث اعظمؒ کے مزار پر رہے۔ پھر آپ نے طنطہ آکر ریاضت شروع کی۔ دوپہر کے وقت سورج کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرتے تھے جس سے آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں۔ آپ کے مرید اصحاب السطح کہلاتے تھے۔

## نظم مملکت

**نظام عدالت** | سلطان بیبرس نے دولتِ علویہ سے بڑھ کر عدالت کا انتظام کیا۔ سب سے پہلے بیبرس نے مراۃ یا اپیل کے لئے عدالتِ عظمیٰ قائم کی اور اس کے اختیارات خود اپنے ہاتھ میں رکھے۔ ہفتہ، دو ہفتہ، پنج شنبہ کو اس کا اجلاس کرتا تھا۔ اس وقت اس کے پاس مذاہبِ اربعہ کے قاضی صاحب، دیوان انشاء اور مالیات اور محصول کے محکموں کے بڑے بڑے افسر موجود رہتے تھے یہ

**نظام مالیات** | سلطان نے ذراعت کی طرف خصوصیت سے توجہ کی اور اس کی اصلاح و ترقی میں کوئی کسر اٹھانہ لکھی تھی۔ چنانچہ خراج کی آمدنی ۱۲,۰۰۰۰۰۰ تھی۔

**نظام حکومت** | بیبرس نے حکومت کے نظم و نسق میں مقررین بارگاہِ امراء

سے امدادی اور ان کا بڑے بڑے مناصب پر تقرر کیا۔

**نائب سلطان** | بیرس نے بھی نائب سلطنت کا عہدہ نائب سلطان کے نام سے قائم رکھا۔ اس لئے کہ وہ جب جہاد پر جاتا تو نائب

سلطان ملک کا انتظام کرتا۔ البتہ ایک وزیر جس کو ذریعہ الصحتہ کہتے تھے وہ سلطان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ ورنہ خاص طور سے یہ منصب ادا دیا تھا۔ اس کی ذمہ داری ناظر حکومت یا ناظر خاص کے سپرد تھی۔ بیرس نے اپنے دربار میں بہت سے عہدہ داروں کا اضافہ کیا تھا۔ استاد دار، دوا دار، امیر جانب دار۔ پہلے کا کام سلطانی محلات کا انتظام۔ دوسرے کا فرض خطوط کو سلطان کی خدمت میں پیش کرنا اور کاغذات پر دستخط کرنا۔ تیسرا سلطان کے دروازہ پر متعین رہتا جو دربار دولت و امراء سلطنت کا استقبال کرتا تھا۔

اس نوبۃ الامراء و دولت کا افسر تھا۔

امیر مجلس : سلطان کا محافظ

امیر السلاح : اسلحہ جات کی فراہمی، میگزین اور سامان جنگ

کا انتظام و نگرانی کرتا تھا۔

**گورنران** | سلطان کی طرف سے منبر کے مختلف صوبوں پر گورنر مامور تھے ان کا منصبی فرض سلطانی احکام کا نفاذ اور خراج اور چونگی

وصول کرتا تھا۔ اسکندریہ اس وقت نہایت اہم تجارتی بندرگاہ تھی مشرق کی تجارت کا محور اس وقت عیناب کی سرحد تھی جو بحر احمر کی ایک مصری سرحد تھی سمندر کے محاذ کا علاقہ چند صوبوں میں منقسم تھا۔ ان میں اہم صوبے بلبیس، منوف، قوص، اشمون، ہنسنا، بنجیزہ، محلہ الکبریٰ، دمنور، قلیوب، دمیاط تھے۔

**صاحب عس** | کوتوال۔ اس کے انتظام میں آگ بجھانے کا عملہ بھی تھا۔

**نظام فوج** | سلطان بیبرس نے ایک عظیم الشان فوج آراستہ کی۔ کثرت سے ملوک خرید کئے اور ان کو حربی تعلیم دی اور ہر دستے کے لئے ایک فقیہ مقرر تھا جو قرآن، اصول قرآن، اسلام اور نوشت و خواند کی تعلیم دیتا تھا۔ یہ بیبرس کی فوج شاہی ملکوں اور جنود حلقہ، پرستمل تھی۔ ان دونوں کا یونیفارم اور ان کا مرتبہ مختلف تھا۔ ”جنود حلقہ“ سے ہی شاہی تقرب حاصل تھا۔ امرائے دربار نے انہی میں سے مقرر کئے جاتے۔

**یونیفارم** | اردو کلاہ بغیر صافہ کے اور جسموں پر سفید بعلبکی سوتی قبائیں جن کے جیب و گریبان تنگ ہوتے تھے۔

**اسلحہ** | ملوک عام طور سے تلوار، نیزہ، تیر و کمان استعمال کرتے تھے۔ منجنیق اور ہلکے ٹینک اور گوبھنیں بھی استعمال کیا کرتے تھے۔

**جاگیریں** | فوجیوں اور امراء کو جاگیر عطا کی جاتی جو میعاد ہوتی جو وفادار اور معتمد ہوتے ان کو جاگیر موروٹی ملتی۔

**منظم فوج** | بیبرس سب سے پہلا مسلمان تھا جس نے ملکوں کی فوج کو منظم کیا۔ یہ ان کا ممتاز جنرل تھا اس نے منصورہ کی جنگ میں غیر معمولی بصیرت کا مظاہرہ کیا تھا۔

**بحری نظام** | سلطان بیبرس نے بحری قوت کی طرف توجہ دی اور اسکندریہ کا درخانے قائم کئے۔

سلطان نے جہازوں کا ایک بیڑا ۶۶۹ھ میں جزیرہ قبرص روانہ کیا تھا۔ یہ بیڑا چالیس جنگی ڈویرنوں پرستمل تھا۔ جزیرہ کے قریب تباہ ہو گیا تو ایسا ہی بیڑا دوسرا تیار کر لیا۔

**ڈاک کا انتظام** | ایبیرس کے عہد میں ڈاک کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر قائم تھا۔ اس محکمہ کا مرکز قلعہ جبل تھا۔ ہفتہ میں دو مرتبہ مصر میں ڈاک آتی تھی۔ محکمہ ڈاک کا نگران دیوان انشاء کا افسر ہوتا تھا۔ نامہ بہرہ بکوتروں کے ذریعے خطوط آتے جاتے تھے۔

**کتابت** | ایبیرس نے دیوان انشاء کا افسر فخر الدین بن لقمان کو کیا۔ یہ فن انشاء کا ماہر اور غیر معمولی معلومات کا حامل شخص تھا۔ یہ خاندانی ممالک سے آئے ہوئے خطوط کو سلطان کے سامنے بحث و تبصرہ کے لئے پیش کرتا تھا اور سلطان کی طرف سے جوابات لکھتا تھا۔

**ابن بیطار** | ابن بیطار ابو محمد ضیاء الدین عبداللہ بن احمد ملاقہ میں پیدا ہوئے۔ علماء عصر سے علوم و فنون حاصل کئے۔ علم نباتات سے دلی شغف تھا جس کی وجہ سے عشاب کے لقب سے مشہور تھے۔ نباتات کی تحقیقات کے سلسلہ میں مصر آئے۔ ملوک ایوبیہ میں سے ملک کامل محمد ابن ابی بکر کی حکومت تھی اُس نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بڑی عزت سے اپنے پاس رکھا اور علمائے نباتات کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ اس زمانہ میں شام میں موفق الدین ابن ابی اصیبعہ بھی علم نباتات کے عالم تھے۔ انہوں نے ابن بیطار کی تحقیقاتوں کو حیرت اور تعجب کے ساتھ دیکھا۔ ملک کامل کے مرنے کے بعد ان کے جانشین ملک صالح نجم الدین نے بھی قدر و منزلت کی۔

۶۴۶ھ میں وفات پائی۔

کتاب الامانۃ والاعلام بما فی المنہاج من الحلل والاولیام، المغنی فی الادویۃ المفردہ، کتاب الافعال الغریبہ والخواص العجیبۃ، الجامع فی الادویۃ المفردہ۔ یہ کتاب مکمل کے نام پر بھی مسمیٰ جو علم نباتات پر ہے۔

۱۔ الخطوط جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ ۲۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاهرہ صفحہ ۲۲۳۔

## سلطان ملک سعید برقتہ خاں

ملک النظار کے بعد اُن کے بڑے صاحب زادے ناصر الدین برقتہ خان سریرہ آدھے سلطنت و حکومت ہوئے۔ ملک سعید لقب دیا گیا۔ وزارت پر اپنے باپ کے غلام بلبائی کو مقرر کیا جس نے اپنی اعلیٰ قابلیت سے فرائض وزارت اس طرح انجام دیئے کہ اہل مہراس کا گرویدہ ہو گئے۔ مگر اس کی عمر نے وفات کی تو اس کے بجائے آق سنقر فاتح نوبیا کو وزارت تفویض کی۔ کچھ دن بعد آق سے چٹخ گئی تو اسکندریہ میں اُس کو مروا ڈالا۔ اراکین سلطنت اُس کے خلاف ہو گئے اور سازشیں شروع ہو گئیں۔

ملک سعید کو خبر لگی کہ شرف الدین سنجر امیر دمشق نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ فوجیں لے کر پہنچا وہاں کچھ اسلیت نہ تھی، سیاسی چال تھی۔ واپس مہر ہوا سب امراء نے گھیر لیا۔ خلیفہ حاکم بامر اللہ کے ارشاد پر جان بچی مگر معزول کر کے قلعہ میں قید کر دیا اور اس کے بجائی سلامش کو ملک عادل کے لقب سے سریرہ آدھے حکومت کیا۔

## ملک عادل سلامش

سلامش کی عمر صرف سات سال کی تھی۔ امیر سیف الدین قلاؤون آتالیق مقرر ہوا۔ یہ بہادر اور حکمرانی کے جوہر دکھاتا تھا۔ اس نے چھ ماہ بعد سلامش کو تخت سے اتار کر خود تخت حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اراکین سلطنت نے مفاد دولت ممالیک بحر یہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ خلیفہ حاکم بامر اللہ نے بھی سند حکومت عطا کی۔ خلیفہ ان دنوں نظر بند تھے۔ ملک النظار نے محرم ۶۶۳ھ میں اس کو ملکی

مصلحت پر قلعہ میں نظر بند کر دیا تھا۔

## ملک منصور قلاؤن

سیف الدین قلاؤن آق سنقر کا خرید کردہ غلام تھا۔ ۶۲۷ھ ملک صالح نے آزاد کر دیا کسی اچھے تہک خاندان سے تھا۔ طبیعت میں شرافت تھی۔ اپنی ذاتی سعی سے وہ شجاعانہ کارنامے کئے کہ عروج حاصل ہوتا رہا۔ تمام اراکین سلطنت کے دل میں اس کے لئے جگہ تھی۔ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے معاون امراء کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے اور اپنے کاتب خاص فخر الدین کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔

شہر الدین سنجر والی دمشق نے مصر کے حالات دیکھ کر خود بھی خود مختاری حاصل کر لی اور اپنا لقب ملک عادل رکھا۔ شامی اس کے طرفدار تھے۔

ملک منصور نے یہ خبر سن کر امیر طرطوسی سپہ سالار افواج مصر کو ملک عادل کی مہکوبی کو بھیجا۔ بہ دقت عادل گرفتار ہوا۔ قاہرہ لاکر تادیک زندان میں قید کر دیا اور اس کی جگہ دمشق کی امارت حسام الدین لاچین کو دی گئی۔

تاتاریوں سے معرکہ عظیم

ایک اباخاقان اور منجو تیمور اسی اسی ہزار سواروں کی فوج لے کر شام کی طرف بڑھے۔ ملک منصور نے اپنی تمام فوجوں کو یکجا کیا اور مصر سے روانہ ہو کر سیلاب تاتار کو حص پر روک دیا مصری مسلمانوں نے تاتاریوں کے مقابلہ میں وہ داد شجاعت دی کہ تاتاریوں نے منہ کی کھائی۔ منجو تیمور تہ تیغ ہوا اباخاقان ہزیمت خوردہ فوج کو بے کرحمدان پہنچا۔ یہاں اس کا بھائی تیکودار اوغلان اپنے مذہب سے بے نادر ہو چکا تھا اس نے نہ ہر دے کر اس کو موت کی نیند سلا دیا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور نام



احمد خاں لکھا۔ مصری فوجیں حمدان پہنچیں، ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور باہمی عداوت کا عہد نامہ کر لیا۔

**تاتاریوں کا اسلام میں داخل ہونا** | تاتاری خوشخوار ظلم و ستم پیشہ عجمت کے مسلمان ہونے سے کثرت سے تاتاری اسلام کی طرف جھک گئے۔ قبیلہ ثی قان کے پوتے آئندہ سلطان جو خطا کا حاکم تھا علماء اسلام کے ہاتھ پر معہ ایک لاکھ فوج کے مسلمان ہو گیا۔ خاقان اعظم نے اس کو بلا کر بہت کچھ سمجھایا مگر وہ اسلام پر قائم رہا۔ اس نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اور اُس کے دربار میں جو علماء تھے اُن کی محبت اختیار کی۔ دن رات عبادت میں مصروف رہتا اور تاتاریوں میں اسلام کی اشاعت کرتا۔ خطا کے بہت سے لوگ دائرۃ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ملک منصور قلاوون کو معلوم ہوا کہ طرابلس الشام کے صلیبیوں نے سرکشی اختیار کی ہے۔ چنانچہ وہ مصری فوج لے کر خود طرابلس پہنچی اور اُس کو فتح کر لیا۔ ایک سو پچاسی سال بعد یہ علاقہ نصرانیوں کے پنجے سے آزاد ہوا۔ وہاں سے قاہرہ لوٹ کر آیا۔

۱۶ ذی قعدہ ۶۸۹ھ میں انتقال کیا۔

**اوصاف** | منصور عاقل، شجاع اور کم سخن تھا۔ اس کے ساتھ داد و دہش بھی کرتا تھا۔ مصر میں اس کے حسن انتظام سے عام رعایا خوش و خرم تھی۔

**یادگار** | جامع منصوری اور ایک عظیم الشان بیمارستان (ہسپتال) اس کی یادگار سے ہے۔

## ملک اشرف خلیل

ملک منصور قلاؤں نے اپنے بڑے بیٹے علی کو جو شاہانہ مزاج رکھتا تھا ولی عہد کیا تھا۔ مگر وہ ۶۸۷ھ میں فوت ہو گیا تو امرائے سلطنت نے منصور کے دوسرے بیٹے صلاح الدین اشرف کو تخت نشین کیا اور سند حکومت الحاکم بامر اللہ نے عطا کی۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی خلیفہ پر سے نظر بندی ہٹا دی۔ چنانچہ حاکم ۶۹۲ھ میں حج کرنے گئے۔

ملک صلاح الدین اشرف خلیل مثل باپ کے جہاد کا شوقین تھا۔ اُس نے فوج کو آراستہ کر کے ۶۹۰ھ میں عکہ پر حملہ بول دیا۔ عیسائی ہزیمت اٹھا کے بھاگے۔ اب ارض مقدس بالکل پاک و صاف ہو گئی۔ یہاں سے فارغ ہو کر ۶۹۱ھ میں آرمینیا کی طرف فوج کشی کی اور ارض روم کو فتح کر لیا اور کامیابی سے قاہرہ آیا۔

**ملک اشرف کا قتل** | اشرف خلیل نے چرکسی غلام بہت خریدے تھے اور اُن کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ مالیک بحریہ کے امراء کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ چرکسی ہم پر نہ چھا جائیں۔ چنانچہ رئیس الممالیک بیدار، لاجپن نائب شام، قرا سنقر والی حلب سیدنوں کے سردار بہادر نے متفقہ طور سے غلاموں کے ہاتھوں ۶۹۳ھ میں ملک اشرف خلیل کو قتل کر کے بیدار کے سر پر تاج رکھا۔ لیکن چرکسی بگڑ بیٹھے۔ انہوں نے پہلے بیدار کا سر کاٹا اور پھر سانسلیوں کے درپے ہوئے لاجپن روپوش ہو گیا۔ چرکسوں نے ملک اشرف خلیل کے دوسرے بھائی محمد کو تخت نشین کیا اور ملک ناصر لقب قراہ پایا۔



## سلطان ملک ناصر محمد بن قلاؤون

ملک ناصر کی عمر نو سال کی تھی۔ ملک منصور کے غلاموں میں سے زین الدین کتبخانے نے نیا بتا سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ علم الدین سنقر کو عہدہ وزارت عطا ہوا۔ مگر ہردو میں کش مکش شروع ہو گئی سنقر کو مروادیا گیا۔ اب کتبخانے کے لئے میدان صاف تھا۔ امرائے دولت میں سکت نہ تھی۔ اس نے ۹ محرم ۶۹۴ھ میں ناصر کو معزول کر کے قلعہ کمرک میں نظر بند کر دیا اور خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا اور اپنا لقب ملک عادل رکھا۔ امیر حسام الدین لاچین جو مخفی تھا اس کو اپنا وزیر کیا اور خلیفہ حاکم کو پھر نظر بند کر دیا۔

۶۹۵ھ میں منجوتیمور کا داماد سردار طرغائی سلطان غازان کے خوف سے ایک جماعت تانادیوں کی لے کر مہر آیا۔ ملک عادل نے ان کو حمایت میں لیا، سواحل پر رہنے کو جگہ دی۔ ان میں سے تین سو سردار چھانٹ کر اپنے پاس رکھے اور اکثروں کو عہدے عطا کئے۔ امرائے دولت کو یہ حرکت ناگوار گزری کیونکہ یہ لوگ ادیراتہ قبیلہ کے کفار تھے۔

کیتھاسے تخت خالی کر لیا گیا اور امیر لاچین کو ملک منصور کا خطاب دے کر تخت نشین کیا۔

## سلطان لاچین

محرم ۶۹۶ھ میں لاچین کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی اور جس کی توثیق حاکم نے کی۔ عنان حکومت ہاتھ میں لے کر حاکم بامر اللہ کو نظر بندی سے آزاد کیا اور خلیفہ کا اعزاز و وقار دوبارہ قائم کیا اور وظیفہ بڑھایا۔ ۶۹۷ھ

میں حاکم نے ارادہ رکھا تو لاپچن نے سات لاکھ درہم مصارف سفر کے لئے پیش کئے۔

اس زمانے میں آرمینیہ میں شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ لاپچن فوج لے کر گیا اور فنڈ کو ختم کر کے صوبہ کا انتظام کر کے قاہرہ لوٹا۔ ۱۹۸ھ میں چرکسوں نے موقع پا کر لاپچن کو قتل کر دیا اور اپنے آقا زادہ ملک ناصر کو کرک کے قلعہ سے لاکر تخت پر بٹھایا۔ اس کی عمر اب پندرہ سال تھی۔ ہوشمند تھا۔ عنانِ حکومت سنبھال کر انتظام ملک میں مشغول ہو گیا۔

۱۹۸ھ میں سلطان عازن محمود مغول نے فوج گراں کے ساتھ شام پر چڑھائی کر دی۔ ناصر خود مصر کی فوج کی کمان لے کر مقابلہ کر گیا اور اس کو سخت شکست دی۔ آرمینیہ میں اس واقعہ سے بغاوت پھوٹ نکلی۔ اس کے فرو کرنے کے لئے ایک خاندان اور بدر الدین بکتاش کو فوجیں دے کر بھیجا۔ بکتاش کو حلب کا امیر کر دیا تھا۔ اس کو بھی حکم دیا۔ ان سب امراء نے آرمینیہ جا کر اس امان قائم کیا۔

**وفات خلیفہ** ۱۹۸ھ میں خلیفہ حاکم بامر اللہ بنے انتقال کیا اور سیدہ نفیسہ کے مزار کے جوار میں دفن کئے گئے۔ ان کی مدتِ خلافت چالیس سال تھی۔ امیر المومنین کے اس لقب کے سوا اسے کوئی اختیار نہ تھا۔

## ابو البریج سلمان بن حاکم الملقب بمستکفی باللہ اول

سلطان ناصر نے حاکم کے صاحبزادہ ابو البریج سلمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اعزاز و اکرام مرعی رکھے۔ قیام گاہ قصر کیش تھا۔ ناصر نے قلعہ سے منتقل کر دیا۔

لے خط مقرر بنی جلد ۳ ص ۲۹۱ ۵۲ ابن خلدون جلد ۹ ص ۱۹۲ ۳۲ ایضاً

اور تمام متعلقین کے وظائف بڑھائے۔ دونوں ساتھ گولے چوگان کھیلنے، سیر و تفریح کے لئے ساتھ جاتے۔ خلیفہ کے نام کا غلبہ پڑھا جاتا اور سکے مسکوک ہوئے۔

**جزیرہ ارواد پر قبضہ** | جزیرہ ارواد میں فرنگیوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی جس کا پیشہ بحری غارت گری تھا۔ ناصر نے

سے ۷۰۰ فوج بھیجی جس نے جاکر جزیرہ پر قبضہ کر لیا اور ان کو نکال باہر کیا۔

**وقائع** | ۷۰۰ میں سلطان مغرب ابو یعقوب یوسف نے سلطان ناصر سے تعلقات قائم کرنے کے لئے پانچ سو گھوڑے اور خیر معہ طلائی ساز اور

بیش قیمت ہدایا بھیجے۔ اس کے بعد بادشاہ حبش نے تحفہ ۱۰ سال کر کے فوجی مدد چاہی۔ ناصر نے ایک فوج اس کی امداد کے لئے بھیج دی۔

اس کے باپ کے غلاموں جاشنگیر اور سالار نے استبداد شروع کر دیا۔

وہ حج کے بہانہ سے ۷۰۸ میں قلعہ کرک چلا گیا اور مہر حکومت اور سلطنت سے

دست برداری لکھ بھیجی۔ ممالیک نے دکن الدین سرس جاشنگیر کو ملک مظفر کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اس نے کرک کی امارت کا فرمان بھیج دیا۔ کچھ عرصہ

بعد مظفر نے غلاموں اور سوادہ کے گھوڑوں اور رقم کا مطالبہ کیا۔ ناصر غلاموں کو حکمران کر کے شام چلا آیا۔ والی شام امیر برک جو ممالیک کا مرغنہ تھا اس

سے اور مظفر سے ان بن تھی۔ اس نے ہاتھوں ہاتھ ناصر کو لیا اور ایک منتخب

جماعت کو لے کر مصر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ جب غزہ پہنچا اکثر امراء مصر

نے آکر ناصر کی اطاعت کا اظہار کیا۔

مظفر کو خبر لگی مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لئے امان طلب کی۔ ناصر نے

اس کو قید کیا اور ۷۱۰ میں پھر سخت پردہ و نق افروز ہوا اور انتظام سلطنت

میں لگ گیا۔

**ہندوستانی سفارت** | سلطان محمد تغلق نے ہندوستان سے ناصر کے پاس سفارت بھیجی۔

**نظم مملکت** | ناصر نے ناجائز محاصل موقوف کئے۔ دارالعدل قائم کیا۔  
 علامہ بدرالدین قاضی القضاۃ کے عہدہ پر بحال رہے۔ اس  
 زمانہ میں خلیفہ کے مصاحبوں نے ناصر کے خلاف سازش کی تو اُس نے خلیفہ  
 کا نام خطبوں سے نکال دیا۔

**آثار** | ناصر روشن دماغ فرمانروا تھا۔ رفاہ عام کے کام بہت سے کئے۔  
 اپیل بنوائے، باغات لگوائے، قصور میں محلات تعمیر کرائے۔ اس نے ایک  
 رصد گاہ قائم کی، وسیع ہسپتال بنوایا جس کے اخراجات کے لئے جاگیریں وقف کیں۔ شام اور مصر  
 میں کثرت سے مساجد تعمیر کرائیں۔ جامع ناصریہ قاہرہ میں اس کی یادگار سے ہے۔  
**علمی ذوق** | شریک ہوا کہ تاتھا۔

**خلیفہ کا انتقال** | خلیفہ مستکفی باللہ کو ناصر نے فوجیں بھیج دیا تھا اور ظیفہ  
 کم کر دیا تھا۔ وہیں شہر میں انتقال ہوا۔  
 مستکفی فاضل، خطاط، فیاض اور بہادر خلیفہ تھا۔ علماء و ادباء کمال کا  
 قدردان ان کا دربار ان کا مرجع تھا۔  
 مستکفی نے اپنے لڑکے احمد کو ولی عہد بنایا تھا لیکن ناصر نے قاضی القضاۃ  
 کی مخالفت کے باوجود اس کے چچا زاد بھائی ابراہیم بن محمد الملقب بہ  
 واثق باللہ کو خلیفہ بنایا۔ مگر بعد کو پشیمان ہوا اور بچے کو وصیت کر مرا  
 کہ احمد کو خلیفہ کیا جائے۔

**شہزادہ ابوالفداء مورخ** | ناصر نے ہی شہزادہ کی اعانت کر کے حمص  
 کا تاج و تخت دلوایا تھا۔  
**وفات ناصر** | بیس سال حکمرانی کے ۱۹ رذی الحجہ ۷۴۱ھ میں  
 وفات پائی۔

لے خطہ مقریزی جلد ۳ ص ۶۹ ۷۰ ایضاً ص ۷۰ -

**اوصاف** | ملک ناصر جلیل القدر فرماں روا تھا۔ خلیق، متواضع اور نیک صفت رکھتا تھا۔ اس کے عہد میں امن و امان اور دولت کی فراوانی کی وجہ سے سلطنت کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ اسی کے عہد میں ابن بطوطہ نے مصر کی صحراؤں کی۔

**اولاد** | ناصر کے نو بیٹے تھے جس کو ولی عہد کیا تھا۔ وہ سنہ ۷۹۷ھ میں انتقال کر گیا۔ انھوں نے بیٹے کے بعد دیگرے تخت مصر پر بیٹھے۔

**منصور ابو بکر** | ناصر کے مرنے پر منصور سیف الدین ابو بکر تخت نشین ہوا۔ اُس نے باپ کی وصیت کی بنا پر واثق کو معزول کر کے احمد کو حاکم بامراشد ثانی لقب دے کر خلیفہ بنایا۔

## ابوالعباس احمد بن مستکفی الملقب بحاکم بامراشد ثانی

یہ خلیفہ سمجھ دار تھا۔ گوشہ عافیت میں قناعت کی۔ اس کے زمانے میں سیف الدین ابو بکر کو چالیس دن بعد امرائے دولت ممالیک بحریہ نے معزول کر کے مقام قوم بھیج دیا۔ وہیں سنہ ۷۹۲ھ میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ علاء الدین کو پیک ملک اشرف کے لقب سے تخت پر بٹھایا گیا۔ اس کی عمر چھ سال کی تھی۔ پانچ ماہ بعد اس کو معزول کر کے شہاب الدین احمد جو کرک میں نظر بند تھا اس کو وہاں سے لا کر تخت نشین کیا۔ لقب ملک ناصر ثانی ہوا۔ ۱۲ محرم سنہ ۷۹۳ھ میں اس کو معزول کر کے بھیج دیا اور عماد الدین اسماعیل کو ملک صالح کے لقب سے تخت نشین کیا۔ اس نے تین سال حکومت کی۔ ۴ ربیع الثانی سنہ ۷۹۶ھ کو وفات پا گیا۔ زین الدین شعبان کا لقب ملک کامل سلطان ہوا۔ کچھ عرصہ



بعد میں الدین حاجی ملک مظفر تخت پر بیٹھا۔ ۴۱۰ھ میں قتل کر دیا گیا اور حسن الملقب بہ ناصر ثالث کو تخت نشین کیا۔ ۴۱۲ھ میں اس کو بھی اتار دیا۔ پھر صلاح الدین ملک صالح ثانی کو تخت نشین کیا اور تین سال بعد معزول کر دیا۔ حسن ملک ناصر ثالث دوبارہ لایا گیا۔ یہ چھ سال سات ماہ حکمرانی کر سکا آخر میں اپنے ملوک بلیغا خاصکی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ صلاح الدین ملک صالح ثانی کے چند روزہ دورہ حکومت میں ابوالعباس احمد نے ۴۵۳ھ میں انتقال کیا۔ اس خلیفہ نے عزت و وقار سے اپنا زمانہ گزارا۔

## ابوبکر بن مشکفی الملقب بہ معتضد باللہ اول

ابوالعباس احمد نے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا تھا۔ قضاة و عمائد سلطنت نے اس کے بھائی ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس کے زمانہ میں ناصر بن محمد و صالح صلاح الدین بن محمد، ناصر بن محمد حکمران مصر کے رہے۔

معتضد کے زمانہ میں خلافت کا وقار بہت گھٹ گیا۔ وظائف کا مدار، زنگیوں کے ٹیکس کی آمدنی پر تھا۔ پھر سیدہ نفیسہ کے مزار کی تولیت دیدی گئی۔ اس سے ان کی عظمت جاتی رہی۔ ۴۶۳ھ میں خلیفہ نے انتقال کیا۔ یہ خلیفہ نیک، صالح اور علم دوست تھا۔

ابن فضل اللہ | ابن فضل اللہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محی الدین ادب و شعر میں اپنے زمانہ میں یگانہ روزگار سے تھے۔ ۴۸۰ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ملک ناصر کے منشی تھے۔

۱۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۰۴ سے ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ -

۲۔ حسن المناظرہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵ -

فواضل السمر فی فضائل آل عمرؓ۔ مسالک الالبصار فی ممالک الامصار بیس جلدوں میں  
صبا بیدہ المشاق یادگار سے ہیں۔ ۷۹۹ء میں انتقال کیا۔

## ابو عبد اللہ محمد بن معتضد الملقب بے متوکل علی اللہ الاول

خلیفہ معتضد باللہ کے بعد ابو عبد اللہ محمد بن معتضد جانشین ہوا۔ اس  
خلیفہ کے زمانے میں مہر کی حکومت پر حسن ملک نامر ثالث کا بڑا درزادہ محمد بن  
حاجی ملک منصور خامس تخت نشین کیا گیا۔ وسط شعبان ۳۹۷ھ میں ممالیک  
بحریہ نے اس کو تخت سے اتار دیا اور اس کے چچا زاد بھائی شعبان بن  
حسن بن محمد بن قلاوؤں کو تخت نشین کیا اور اس کا ملک اشرف ثالث لقب  
ہوا۔ اس کے عہد میں فرنگیوں نے اسکندریہ کو لوٹ لیا۔

ملک اشرف ان کی سرکوبی کو گیا مگر وہ فرار ہو چکے تھے۔ یلیفا نائب  
سلطنت تھا اس کو ممالیک نے مار ڈالا۔ ملک اشرف نے ان کی سخت  
مرمت کی۔ بہت سے مارے گئے۔ کچھ دریا میں ڈوبے بقیہ شہر بدر کمر دیئے  
گئے۔ ۳۹۷ھ میں ملک اشرف حج کے ارادے سے نکلا۔ ممالیک کا سرغنہ  
طشمد وادار نے گھیر لیا۔ یہ جان بچا کمر قاہرہ آگیا۔ یہاں امرائے اس  
کے بیٹے علی کو ملک منصور سادس کا خطاب دے کر تخت نشین کر دیا تھا۔ یہ  
قبہ نصر میں ٹھہرا۔ ممالیک وہاں پہنچ گئے اور ۱۵ ذی الحجہ ۳۹۷ھ کو اُسے  
مار ڈالا۔ علی کا سن سات سال کا تھا۔ امیر لائق اتالیق مقرر ہوا۔ پھر اس کی  
جگہ امیر قرطائی آیا۔ آخر میں برفوق نائب ہوا۔

خلیفہ متوکل حوصلہ مند تھا اس نے ذاتی اثر و اقتدار سے خلافت کے

وقار کو زندہ کرنا چاہا۔ نائب حکومت خلافت ہو گیا اس نے ۱۷۷۹ء میں ان کو معزول کر کے چمپیرے بھائی بنجم الدین زکریا کو خلیفہ بنادیا مگر کسی نے منظور نہ کیا۔ تو پھر بحال کر دیئے گئے۔

۱۷۸۳ء میں سلطان منصور کا انتقال ہو گیا۔ اس کے نائب حکومت ظاہر برقوق چرکسی نے منصور کے صغیر سن بڑے کے ملک الصالح حاجی بن شعبان کو تخت نشین کیا۔ ڈیڑ برسوں بعد ۱۹ رمضان ۱۷۸۴ء کو تخت سے اتار کر خود حکمرانی کرنے لگا۔ مصر کی حکومت ترکی مالیک سے نکل کر چرکسی خاندان میں چلی گئی۔

## سلطان ملک ظاہر برقوق

ملک برقوق کا باپ انس قبیلہ کا تھا۔ اس کے اسلاف ”غز“ جو نواحی سیبیریا اور بحیرہ میکال کی طرف واقع ہے وہاں کے رہنے والے تھے کہ جو چھٹی صدی میں غز کو چھوڑ کر بحر قزوین کے سواحل پر آکر آباد ہو گئے۔ ان کی اولاد کو مالیک بحریہ میں منصور اور اثرت نے بہت سوں کو خرید کر کے ان کی تربیت کی اور قلعوں کی حفاظت اور نوجوانی امارت وغیرہ میں لگا دیا۔ جسمانی اور دماغی حالت ان کی مالیک بحریہ سے بڑھی ہوئی تھی۔ جلد جلد ترقی کرتے ہوئے محل سلطانی کے امور پر چھا گئے۔ پھر آگے چل کر سیاستِ ملکی میں حصہ لینے لگے۔ چنانچہ ان میں سے برقوق کا باپ بھی تھا۔

انس کو مرکیشیا سے ایک تاجر قرم لے گیا وہاں عثمان نے اس کو خرید لیا۔ ۱۷۶۲ء میں عثمان انس کو مصر لایا اور امیر یلیفا کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس نے اپنے غلاموں میں شامل کر لیا۔ اس کے بیٹے برقوق کو اپنی محبت میں رکھا اور اس کو علوم اسلامیہ کی تعلیم دلوائی اور امارت کا عہدہ دیا۔ جب یلیفا قتل ہوا ان دنوں برقوق اور امیر برکہ قید میں تھے وہاں

سے آزادی پا کر دونوں دمشق چلے گئے اور امیر بنجق والی دمشق نے ان کو فوق میں داخل کر لیا۔ اس نے وہاں بہادری کے جوہر دکھائے۔ ملک اشرف نے شعبان کے کانوں تک اس کی شجاعت کے کارنامے پہنچے۔ اس نے برقوق کو مہربلا کر ایک ہزار سپاہ کا امیر بنادیا۔

مصر کی حکومت امرائے ممالیک کی جولانگاہ بنی ہوئی تھی اس کو بھی امنگ اٹھی کہ خود کیوں نہ مصر کا والی بنے۔ چنانچہ ملک منصور کے عہد میں آتا ہی عہدہ پر سرفراز ہوا اور جب ملک صالح تخت نشین ہوا تو اپنی جماعت کی معاونت اور جوڑ توڑ سے سلطنت مصر پر غلبہ حاصل کر لیا۔ برقوق نے متوکل علی الشہادول سے اپنی امارت کا فرمان لکھوایا۔ قضاۃ، علماء اور امرائے بیعت لی اور ملک ظاہر لقب اپنے لئے منتخب کیا۔

برقوق عالی دماغ اور سیاست مندی سے باخبر تھا اس نے ملک کی انتظامی حالت کی طرف توجہ دی۔ ناجائز رسوم اور محاصل موقوف کئے اور رعایا کی اقتصادی اور اخلاقی حالت کی طرف توجہ کی۔

**سانہ شیں** | ممالیک بحریہ کو برقوق کا برسر اقتدار آنا ناگوار گزرا۔ اس نے خلیفہ متوکل کو اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔ خلیفہ نے شام و مصر و عراق کے امراء کو خطوط لکھے اور مصر کے ارکان و عمائد سے کہا کہ برقوق نے قہر و جبر سے حکومت لی ہے اور عدل و انصاف کو پامال کیا ہے اس لئے وہ بادشاہت کا مستحق نہیں ہے۔ اور امراء کو آمادہ کیا کہ جس وقت برقوق چوگان کھیل رہا ہو قتل کر دیا جائے۔ برقوق کے ہوا خواہوں نے خلیفہ کے ارادہ کی خبر کر دی اس نے قضاۃ کے سامنے تمام واقعات بیان کئے اور کہا ان کو معزول کر دیا جائے۔ قضاۃ نے انکار کر دیا تو برقوق نے خود ۵۸۵ھ میں معزول کر کے قید کر دیا۔ ۵۸۵ھ

## ابوہنص عمر بن معتمد الملقب بـ واثق باللہ

برقوق نے متوکل کو قید کر کے عمر بن معتمد کو خلیفہ بنایا اور لقب واثق باللہ ہوا۔

**تیمور کی یلغار** | برقوق کو خبر لگی۔ قرط ترکمانی مغری لشکر کے سردار نے بناوٹ کر دی اور خلیفہ متوکل کا اس میں ہاتھ ہے۔ مگر برقوق نے

بناوٹ کو ختم کر دیا۔ اس سے فارغ ہوا تھا کہ خبر لگی کہ تیموری حملوں نے مشرقی ملک میں ہیجان بپا کر دیا ہے اور وہ بڑھتا ہوا سسٹھ میں شام میں داخل ہو گیا۔ برقوق نے فوجیں جمع کر کے حدود شام میں روکا۔ وہاں سے لوٹا۔ واثق کا انتقال سسٹھ میں ہو گیا تو برقوق نے اس کے بھائی زکریا کو خلیفہ بنایا۔ مگر امرائے دولت متوکل کی قید کے باعث سخت اضطراب میں تھے۔ ملک میں شورشیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ برقوق گھبرا گیا۔ ادھر اٹھ میں حلب کے نائب حکومت امیر یلبغاناصری نے اس پر فوج کشی کر دی۔

برقوق نے دیکھا کہ متوکل کی معزولی سے یہ واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ تو ۹۱ھ میں خلیفہ کو قیہ سے نکال کر اعزاند واکرام کے ساتھ دوبارہ منصب خلافت پر بٹھایا اور خلیفہ کی بڑی دلجوئی کی۔ لے مگر خلیفہ کا دل برقوق کی طرف سے صاف نہیں ہوا۔ امیر الامراء منطاش خلیفہ کے ساتھ ہو گیا اور دوسرے امراء بھی شریک ہو گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ برقوق قلعہ کرک بھیج دیا گیا اور حاجی بن شعبان ملک صالح دوبارہ تخت پر لایا گیا مگر اس سے انتظام حکومت نہ سنبھل سکا۔ معزول ہوا۔ ۹۲ھ صفر میں برقوق کو پھر تاج و تخت سپرد ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے

ہی ملک صالح اور اس کے ساتھیوں کو مروا ڈالا۔ قرا یوسف والی قانس نے تبریز کو ۹۴۰ھ میں ملک برقوق کی خدمت میں بطور نذر کے پیش کیا۔ برقوق نے اس کے لئے خلعت بھیجا اور فرمان لکھا کہ سلطنت مصر کی طرف سے تبریز اور تمام علاقہ کی امارت عطا کی جاتی ہے کہ جو تم فتح کر سکو۔

اس درمیان میں تیمور کی یلغار اس طرف ہو گئی۔ قرا یوسف معہ اپنے حلیف احمد بن ادس کے بھاگ کر قسطنطنیہ قیصر منویل کے پاس پہنچے اور پناہ چاہی۔ اس نے انکار کر دیا۔ وہ خود دولت عثمانیہ کے وجود سے لرزاں تھا۔ یہاں سے ناکام ہو کر دونوں مصر آئے۔ برقوق نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بڑی مدارات کی۔

۹۴۰ھ میں بایزید یلدرم نے مصر میں معاہدہ کے لئے سفیر بھیجا اور یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ خلیفہ عباسی اناطولیہ

اور اس کے مفتوحہ علاقوں کی امارت کا فرمان اس کے نام لکھ دیں۔

برقوق نے سفیر کی قدر و منزلت کی اور عہد نامہ اپنی طرف سے اور خلیفہ متوکل علی اللہ کی طرف سے فرمان حکومت سفیر کو دے کر رخصت کیا۔ امیر تیمور کے قاصد بھی قرا یوسف کی حوالگی کے لئے آگئے۔ برقوق نرمی سے پیش آیا مگر قاصد سخت کلامی کرنے لگا۔ برقوق نے اس کو قتل کر دیا۔ تیمور کو اطلاع ہوئی برافروختہ ہو گیا اور اس نے شام پر حملہ بول دیا اور حلب تک تاخت و تاراج کر ڈالا۔

برقوق مصری فوج کے راستہ کرنے میں لگا ہوا تھا کہ ہاتھ اڑا لیا۔ اس میں انتقال کر گیا۔ اس کے بیٹے زین الدین فرج کو امرائے دولت نے تخت نشین کیا۔ ملک ناصر لقب ہوا۔

## ملک ناصر زین الدین مصر

ملک ناصر کے حکمران ہوتے ہی اتابک بطیش نے نہم فرسانی نائب دمشق بطیغا

والی حلب سے مل کر بغاوت کر دی۔ ناصر نے فوج کشی کی۔ فلسطین میں ہر دو مقابل آئے۔ باغی ناکام ہو کے سزایاب ہوئے۔

**تیمور اور بایزید** | تیمور اور بایزید میں ۸۰۷ھ میں عظیم الشان معرکہ ہوا۔ جس میں بایزید قید ہوا۔ یہاں سے فارغ ہو کر ۸۰۸ھ میں تیمور نے سلطان مصر ناصر کو تحفہ و ستیافت بھیجی اور یہ حکم بھیجا کہ ہماری سلطنت تسلیم کر لو۔ ناصر نے اس کی سیادت قبول کر لی۔

**وفات متوکل علی اللہ** | متوکل کی آخری زندگی عزت و وقار سے بسر ہوئی۔ عزت، جاہ و جلال و دولت ہر طرح خوش نصیب تھا۔ نقد دولت کے علاوہ کافی جاگیر بھی ۸۰۷ھ میں انتقال کیا۔

## ابوالفضل عباس بن متوکل الملقب بمستعین باللہ

ابوالفضل عباس ۸۰۷ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ ملک الناصر سے خوش نہ تھا۔ ۸۰۷ھ میں دوشامی امراء شیخ محمودی اور امیر نوروز نے علم بغاوت بلند کیا۔ ناصر ان کے مقابلے کے لئے شام گیا اور مستعین کو بھی شام لیتا گیا۔ لیکن اس کو شکست ہوئی اور شیخ محمودی نے ناصر کے الحاد و زندقہ کا ثبوت پیش کر کے قاضی ناصر الدین سے اس کے قتل کا فتویٰ لے لیا اور مستعین باللہ کے سامنے مہر کا تاج و تخت پیش کیا مگر وہ راضی نہ تھے۔ امراء کے اصرار پر رضا مند ہو گئے۔ پہلے شام میں پھر مہر میں تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی اور اب وہ خلافت کے دینی منصب کے ساتھ مہر کے سلطان بھی بن گئے۔ مہر اکبر شیخ محمودی نے خلیفہ سے کہا مجھ کو مہر کا سلطان بنا دیا جائے۔ وہ تیار نہ ہوئے۔ محمودی نے خلیفہ کے



ایک مکان میں نظر بند کر دیا اور قاضی جلال الدین بلقینی سے معزولی کا فتویٰ لیکر  
۸۱۷ھ میں معزول کر کے اسکندریہ بھیج دیا۔

## ابوالفتح داؤد بن متوکل الملقب بمعتمد باللہ

محمودی نے مستعین کے بھائی ابوالفتح داؤد الملقب بمعتمد باللہ کو خلیفہ  
بنایا۔ یہ ذہین و طباع ذی علم تھا۔

شیخ محمودی صاحب علم اور شرع کا پابند تھا۔ منصف مزاج اور منتظم تھا۔ اس  
کے عہد میں مصریوں نے آرام پایا۔ ۹۲۲ھ کو مر گیا۔

جامع مؤند اور مدرسہ محمودی یادگار چھوڑے۔ محمودی علماء کا قدردان  
شیخ شمس بن مذہبری محدث کے درس میں حاضر ہوتا اور ان کی مسند خود بچھا آٹھا۔  
محمودی کے بعد اس کا شیر خوار بچہ احمد تخت نشین کیا گیا۔ سیف الدین تتر کو  
اتالیق کیا۔ اس نے شوال ۸۲۴ھ میں احمد کے سر سے تاج اتار کر اپنے سر  
پر رکھ لیا مگر اس نے آیاتین ماہ بعد گزر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد عمران  
بنا۔ اس کا اتابک سیف الدین برس بائے تھا اس نے محمد سے حکومت  
چھین لی۔ اور ملک اشرف برس بائے کے نام سے حکومت کرنے لگا۔ نہایت  
شجاع اور عاقل تھا۔ سترہ سال آٹھ ماہ حکومت کر کے ساٹھ سال کی عمر میں  
۱۳ رزی الحجہ ۸۴۵ھ میں فوت ہوا۔ ملک اشرف کا لڑکا ملک عزیز جمال الدین یوسف  
جانشین ہوا۔ اس کا نائب سیف الدین حقیق مقرر ہوا۔ اس نے یوسف کو نکال کر  
سلطنت پر خود قبضہ کر لیا۔ ۱۹ ربیع الاول ۸۴۷ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔  
اس نے اپنا لقب ملک طاہر حقیق رکھا۔ متقی اور دیندار سلطان تھا۔

وفات معتمد ۸۴۵ھ میں معتمد کا انتقال ہو گیا۔ اس کا لڑکا ابوالربیع  
جانشین ہوا۔

## ابوالریح سلیمان بن معتمد الملقب بمستعین باللہ

مستعین بڑا عادل و نڈا، متقی خلیفہ تھا۔ رات دن عبادت میں مصروف رہتا۔ سلطان چمق کو اس سے بڑی عقیدت تھی اور اس کے حقوق کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ ذی الحجہ ۵۸۵ھ میں انتقال کیا۔ سلطان اپنے کندھوں پر قبرستان تک جنازہ لے گیا۔ لے

## ابوالبقا حمزہ بن معتمد الملقب قائم بامر اللہ

سلطان نے ابوالریح کے بھائی حمزہ کو جانشین کیا اور لقب قائم بامر اللہ ہوا۔ چمق اسی سال کا ہو چکا تھا وہ اپنے بیٹے فخر الدین عثمان کو تخت پر بٹھا کر ۵۸۵ھ میں مر گیا۔ درویش صفت تھا۔ مساجد اور عمارتیں بنوائیں۔

**ملک منصور عثمان** قائم بامر اللہ نے اس کے عزل کا فرمان شائع کیا۔ مالک نے ملک اشرف ابوالنصیر نیال کو تخت نشین کیا۔ خلیفہ قائم خود تخت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ باہمت و حوصلہ مند تھا۔ فوج ملک اشرف کے خلاف ہو گئی۔ قائم نے اس کا ساتھ دیا مگر فوج کو شکست ہوئی۔ اشرف قائم کے خلاف ہو گیا اور قائم پر برہمی ظاہر کی۔ خلیفہ نے غصہ سے کہا: میں خود خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اور تم کو بھی معزول کرتا ہوں۔ یہ مسئلہ قاضی علم الدین بلقینی کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے کہا خلیفہ خود

دستبردار ہو گئے۔ لہذا وہ خلیفہ نہ رہے۔ اشرف کو بعد میں معزول کیا۔ پھر ان کو حق معزولی کا نہ تھا اس لئے اشرف کا عزل صحیح نہیں ہوا۔ اس فیصلہ کے مطابق قائم ۸۵۹ھ میں اسکندریہ بھیج دیئے گئے جہاں انہوں نے ۸۸۳ھ میں وفات پائی اور ان کے بھائی یوسف کو خلیفہ بنایا۔

## ابوالمحسن یوسف بن معتض الملقب بمستنجد باللہ ثانی

قائم بامر اللہ کی دست برداری کے بعد اس کے بھائی ابوالمحسن یوسف الملقب بمستنجد باللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

وفات اشرف | آٹھ سال سلطنت کر کے ۱۵ جمادی الاول ۸۶۵ھ

میں انتقال کر گیا۔ اس کا بیٹا شہاب الدین تخت نشین ہوا۔ لقب ملک موئد احمد تھا۔ چار ماہ بعد معزول کر دیا گیا۔ اس کے بعد ملک ناصر کا غلام ملک طاہر خوش قدم تخت نشین ہوا۔ ۸۷۲ھ میں وہ فوت ہو گیا تو ملک طاہر بلبائے سلطان ہوا۔ دو ماہ بعد اس کے ظلم سے امراء نے معزول کر دیا اور قمر بوغا کو تخت نشین کیا۔ اس سے انتظام حکومت نہ چل سکا۔ ملک اشرف قاہرہ کے سلطان بنایا گیا۔ یہ حقیقی کا غلام تھا۔ اس نے ملک کا بہت اچھا انتظام کیا اور ترکوں کے مفتوحہ شہر اذہ اور ترسوس فتح کر لئے۔ جس کو انہوں نے بہ قوت واپس لے لیا اور آل عثمان سے صلح کر لی۔ انتیس سال حکمرانی کی۔ ۹۰۱ھ میں

۹۰۱ھ میں وفات پائی۔

وفات خلیفہ | مستنجد باللہ ثانی پچیس سال تک زندہ رہا اور ۸۸۴ھ میں انتقال کیا۔

## عبد العزیز بن یعقوب الملقب بے متوکل علی اللہ ثانی

مستنجد نے اپنے برادر زادہ عبد العزیز بن یعقوب کو ولی عہد بنایا تھا۔ اس کے زمانے میں ملک الاشرف قایت بائی اور ناصر محمد بن قایت اور اشرف قانصوہ سلطان تھے۔ ملک ناصر محمد چھ ماہ بعد ۹۰۲ھ میں اتار دیا گیا اور ملک اشرف قانصوہ سلطان ہوا۔ مگر خود دستبردار ہو گیا تو ملک ناصر کو پھر تخت نشین کیا گیا۔ مگر اس نے زندہ کنیر کی کھال کھینچ ڈالی۔ اس پر ۹۰۳ھ میں ذبح کر دیا گیا۔

خلیفہ متوکل پسندیدہ خصائل خوش اطوار اور عوام و خواص میں محبوب تھا۔ امام جلال الدین سیوطی اس کے زمانے میں تھے انہوں نے کتاب الاساس فی فضل بنی العباس اس کے لئے لکھی ۹۰۳ھ میں وفات پائی یہ

## یعقوب بن عبد العزیز الملقب بے مستمسک باللہ

مستمسک باللہ کے زمانے میں مصر کے پانچ سلاطین ہوئے۔ ناصر محمد حسن کا ذکر آچکا ہے۔ ظاہر قانصوہ اشرفی دوسری مرتبہ ملک اشرف جان بلادا -

ملک العادل طومان بائی - ملک قانصوہ غوری -

ملک ناصر کے قتل کے بعد ملک ظاہر قانصوہ اشرفی سلطان ہوا۔ ایک سال آٹھ ماہ بعد اتار دیا گیا۔ پھر ملک اشرف قانصوہ جان بلادا ۹۰۵ھ میں سلطان بنایا گیا۔ سات ماہ بعد معزول کر دیا گیا۔

پھر طومان مائے تخت نشین ہوا۔ ۹۰۶ھ میں قتل کر دیا گیا۔ ملک

لہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۳۱ -

اشرف قانصوہ غوری کو سلطان بنایا۔ یہ منتظم حکمران تھا اور مصر میں امن و امان قائم ہو گیا۔

پرتگالیوں نے ہندوستان کے مقبوضات پر بحری قزاقی شروع کر دی تھی جس سے مصر اور ہند کی تجارت بند ہو گئی۔ ایک بیڑہ اُن کے استیصال کے لئے روانہ کیا وہ تباہ ہو گیا۔ ۹۱۸ھ میں سلطان سلیم اول آل عثمان کا بھائی کرکود جو تاج و تخت کے لئے برسرِ پیکار تھا ہزیمت کناں مصر آیا۔ غوری نے اس کی حمایت میں ایک بیڑہ کشتیوں کا قسطنطنیہ فتح کرنے بھیجا۔ سلطان نے شام پر لشکر کشی کر دی مصریوں نے شاہ ایران اسماعیل صفوی کے ساتھ ترکوں سے مقابلہ کیا۔ مگر ترک در رہے اور ان دونوں کوشکست فاش ہوئی۔ غوری نے صلح چاہی مگر سلطان نے ٹال دیا۔

وفات مستمسک | خلیفہ مستمسک نے ۹۲۰ھ میں انتقال کیا۔

## محمد الملقب بہ متوکل علی اللہ ثالث

مستمسک کے بعد محمد الملقب بہ متوکل علی اللہ خلیفہ ہوا۔ اس کے زمانے میں سلطان سلیم نے حلب پر حملہ کیا۔ غوری مع متوکل اور مذاہب اربعہ کے قضاة کو ساتھ لے کر گیا۔ مصری فوجیں مرج وابق پر معرکہ آرا ہوئیں۔ غوری نے بہت کچھ بہادری دکھائی۔ ۲۵ رجب ۹۲۲ھ کو گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ سلطان سلیم نے حلب کے باہر اپنی فرود گاہ پر خلیفہ کا خیر مقدم کیا اور خلعت شاہانہ مرحمت فرمایا اور حلب میں رہنے کی اجازت دی۔ پھر سلیم و مشق گیا اور متوکل کو ہمراہ لیتا گیا۔

غوری شام جاتے وقت ملک اشرف طومان باٹے ثانی اپنے برادر زادے کو مصر میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گیا تھا۔ غوری کے انتقال کی خبر سن کر اُس کے ہی ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ سلطان سلیم فوجیں لے ہوئے کامرانی سے مہر آیا۔ طومان باٹے مقابل آیا اور شکست کھا کر اسکندریہ جاہ ہاتھ کاہ گرفتار ہو گیا۔ سلطان نے دس دن پاس رکھا۔ ۱۹ ربیع الاول ۹۲۳ھ کو سولی دے دی اس طرح دولت ممالیک چرکیہ کا ایک سو اُنتالیس سال تک حکمرانی کر کے خاتمہ ہو گیا۔

محرم ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر پر قبضہ کیا۔ متوکل علی اللہ ثالث نے اس کے حق میں خلافت سے بھی دستبرداری دیدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات علم، تلوار، رزائے مبارک اور حریم شریفین کی گنجیاں سلطان سلیم کے حوالے کر دیں۔

اس تاریخ سے خلافت قریش سے نکل کر عثمانی خاندان میں منتقل ہو گئی۔ مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہو گیا اور غوری کی فوج کا امیر مصر کا والی مقرر کر دیا۔ پھر سلطان نے متوکل کو قاہرہ آنے کی اجازت دے دی اور کچھ اختیار بھی سونپ دیئے گئے۔ مگر خلیفہ نے بے اعتدالی کی۔ محل میں نظر بند کر دیئے گئے۔ سلطان سلیمان قانونی کے زمانہ میں احمد پاشا گورنر (۱۵۲۳ھ) مصر نے سلیمان کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور خود مختار حاکم بن گیا تھا۔ خلیفہ نے اس شورش کا خاتمہ کیا۔

قاہرہ میں آخری خلیفہ عباسی کا ۹۴۵ھ، ۱۵۳۳ھ میں انتقال ہو گیا۔

# شجرۃ انساب خلفائے عباسیہ مصر

مستنصر باللہ

مستشدد باللہ

احمد

علی

ابوبکر

ظاہر باللہ

(۱) احمد مستنصر باللہ ۶۵۹ھ

(۲) احمد حاکم بامر اللہ (۶۶۰ - ۷۰۱ھ)

(۳) مسکفی باللہ (۷۰۱ - ۷۶۰ھ)

(۶) ابوبکر معتضد باللہ

(۵) واثق باللہ

(۴) حاکم بامر اللہ

(۷) متوکل علی اللہ

زکریا

(۸) مستعین باللہ

(۹) معتضد بامر اللہ ثانی

(۱۰) مسکفی باللہ ثانی

(۱۱) قائم بامر اللہ

(۱۲) مستنجد باللہ

(۱۳) متوکل علی اللہ ثانی

عبدالعزیز بن یعقوب بن متوکل علی اللہ

(۱۴) مستسک باللہ

آخری خلیفہ مصر متوکل علی اللہ ثالث

لے ابن خلدون جلد ۹ -



## خلافت عباسیہ مصر

خلیفہ مستعصم باللہ کے شہید ہونے کے بعد ملک ظاہر بیرس جو ملوک سے تھا اُس نے دیکھا اہل مصر حکومت کو ٹٹک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُس نے استحکام حکومت کے لئے عباسیہ خاندان کے ایک فرد کو خلیفہ بنایا اور اس سے سند حکومت حاصل کی۔ جب یہ خلیفہ تیار دیوں کے مقابل پہنچ کر شہید ہو گئے۔ اس خاندان کے دوسرے فرد کو سر خلافت سپرد کیا جن کی اولاد میں چودہ خلیفہ ہوئے۔ خلافت عباسیہ کے دور عروج میں مذہب اور سیاست جدا جدا نہ تھے۔ خلیفہ مذہبی اور سیاسی دونوں قسم کی فرمانروائی کا منظر ہوتا تھا لیکن قاہرہ میں ان خلفاء کو حکومت میں کوئی دخل نہ تھا۔ ان کا وقت عبادت اور علماء کی صحبت میں گزرتا تھا یا جدید سلطان کی تاجپوشی کے موقع یا سرکاری مجالس میں ان کو بلایا جاتا اور سند فرمانروائی حاصل کی جاتی یا جنگ پر روانگی کے وقت فوجوں کو غیر و برکت اور فتح و نصرت کی دعائیں دیتے اور جنگ میں سلطان کے ساتھ محاذ پر بھی رہتے۔ یہ بے جان خلافت اڑھائی سو برس تک باقی رہی۔

خلفاء کے ساتھ امرائے ممالک کا سلوک کبھی اچھا کبھی بُرا رہا۔ کبھی نظر بند کر دیئے گئے کبھی معزول کئے گئے۔ ناصر محمد قلاؤن نے تو خلیفہ سے سند نیابت لینے کی بھی ضرورت نہ سمجھی۔ خلیفہ مستعین نے چند روزہ مصر کی حکومت بھی سنبھالی مگر آخر میں معزول ہو کر قلعہ جبل میں نظر بند کر دیئے گئے۔ اس پر بھی مذہبی اقتدار دنیا ٹٹے اسلام میں قائم تھا کہ سلطان بایزید بیلدرم نے متوکل علی اللہ سے سند حکومت حاصل کی۔

معتقد باللہ اول نے فیروشاہ کی استدعا پر ۱۲۵۷ء میں ہندوستان امارت کا فرمان بھیجا۔ آخری خلیفہ نے سلطان سلیم کو تبرکات خلافت سپرد کر کے سکدر وشی حاصل کی غرضیکہ سلاطین عثمانیہ خلافت کے اعزاز کو روم لے گئے اور ایک زمانہ تک اپنے کو خادم الحرمین الشریفین قرار دیتے رہے۔ پھر اٹھارہویں صدی میں انہوں نے بھی خلیفہ کا لقب اختیار کیا جس کی بحث خلافت عثمانیہ میں تحریر ہوگی۔

## خلافتِ فاطمیہ مصر

۵۶۷ھ

۱۱۷۱ھ

۹۰۹ھ

۹۳۴ھ

۹۴۵ھ

۹۵۲ھ

۹۷۵ھ

۹۹۶ھ

۱۰۲۰ھ

۱۰۳۵ھ

۱۰۹۴ھ

۱۱۰۱ھ

۱۱۳۰ھ

۱۱۴۹ھ

۱۱۵۴ھ

۱۱۶۰ھ

۱۱۷۱ھ

۵۲۹۷ھ

۹۰۹ھ

۵۲۹۷ھ

۵۳۲۲ھ

۵۳۲۲ھ

۵۳۴۱ھ

۵۳۶۵ھ

۵۳۸۶ھ

۵۴۱۲ھ

۵۴۲۷ھ

۵۴۸۷ھ

۵۴۹۵ھ

۵۵۲۴ھ

۵۵۴۴ھ

۵۵۵۹ھ

۵۵۵۵ھ

۵۵۶۷ھ

مہدی

قائم

منصور

معز

عزیز

حاکم

ظاہر

مستنصر

مستعلی

آمر

حافظ

ظافر

فائز

عاضد



## حکومت مصر در عہد اسلام

- خلافت راشدہ : ۱۱ھ تا ۴۰ھ
- ۵۔ عامل دورِ خلفائے راشدین میں ہوئے ۔
- خلافت بنی امیہ : ۴۰ھ تا ۱۳۲ھ
- ۲۹۔ عامل وقتاً فوقتاً ہوئے
- خلافت بنی عباس : ۱۳۲ھ تا ۳۲۳ھ
- ۱۰۱۔ عامل ہوئے ۔
- خاندانِ طولون : ۳۵۲ھ تا ۵۵۴ھ
- ۵۔ امیر
- دولتِ اخشیدیہ : ۳۳۳ھ تا ۳۵۴ھ
- ۵۔ امیر
- خلافتِ فاطمی : ۳۵۸ھ تا ۵۶۷ھ
- ۱۱۔ خلفاء
- خاندانِ ایوبی : ۵۶۷ھ تا ۶۴۸ھ
- ۸۔ سلطان
- دولتِ ممالیکِ بحریہ : ۶۴۸ھ تا ۷۸۴ھ
- ۲۶۔ سلطان
- دولتِ چرکیہ : ۷۸۴ھ تا ۹۲۲ھ
- ۲۴۔ سلطان
- خلافتِ عثمانیہ : ۹۲۳ھ تا ۱۱۸۷ھ
- (دور ۲۹ خلفائے عثمانیہ ) ۱۰۹ پاشا

نیم آزاد مصر : ۱۱۸۶ھ تا ۱۲۸۲ھ

محمد علی پاشا

ابراہیم پاشا

عباس پاشا

سعید پاشا

خدوایان مصر : ۱۲۸۲ھ تا ۱۳۳۲ھ

اسماعیل پاشا

توفیق پاشا

عباس حلمی پاشا

سلاطین مصر : ۱۳۳۲ھ

حسین

فواد

فاروق اول



۱ سفرنامہ مصر از میر و بیر قاضی ولی محمد صاحب صفحہ ۲۳۱۔

## قاہرہ

قاہرہ دریائے نیل پر بجانب شرق چودہ میل مربع کے رقبہ میں جس کا طول و عرض علی الترتیب ۶، ۴ میل سے زائد نہ ہو گا۔ دامن جبل مقطم میں آباد ہے۔ جس جگہ شہر قاہرہ اور اس کے مصنافات آباد ہیں وہاں کسی زمانہ میں آٹھ شہر قائم تھے۔ عون۔ اُم دنین۔ بابلون۔ قصر الشمع۔ قسطاس۔ العسکر۔ القبطع اور قاہرہ۔

۳۵۸ھ میں جوہر صقلی نے فتح مصر کے بعد ۱۷ شعبان ۳۵۸ھ میں یوم شنبہ تعمیر قسطاس سے ۳۳ سال بعد دولت علویین عبیدیین کے لئے جدید شہر منصورۃ المحصورہ کا سنگ بنیاد ایک ذراغ صحرائی کی جنبش پا کے اشارہ پر رکھا۔ دارالامادہ، مدارس، شفاخانہ، جامع مسجد، دارالقضاء وغیرہ کے سنگ بنیاد ایک ہی وقت میں رکھے جانے کے ارادے سے بانس کی چھٹیوں میں ڈوری باندھ کر گھنٹیاں آویزاں کر دی تھیں کہ ساعت مسعود پر جب گھنٹیاں ہلائی جائیں تو ہر جگہ سنگ بنیاد نصب کرنا شروع ہو گئے۔ جوہر انکالہ کرتا رہا۔ مگر تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔

معر لدین اللہ کی آمد آمد قریب تھی اس لئے عمارات جلد بن کر تیار ہو گئیں مگر جوہر ملول و اندوہ گین تھا بالآخر معزز نے کہ جو علم الافلاک و نجوم میں ماہر تھا لڑاچھ دیکھ کر کہا کہ اس وقت آفتاب برج حمل میں تھا اور سلطان فلک مریخ تھا جو قاہرہ آسمان ہے لہذا اس شہر کے نام بچائے منصورہ کے قاہرہ رکھا جائے۔

عبدالبنی فاطمہ میں قاہرہ تجارت، ثروت، علوم و فنون و تمدن، تہذیب و شائستگی کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ دور حکومت ایوبی، مالیک بحریہ و چرکیہ میں دن بدن عروج ہوتا رہا۔ عبدالخالن خدیوی میں دنیائے اسلام کا سب سے بڑا شہر ہے۔

## یادگاریں

**آثارِ قدیمہ** | اہرامِ جیزہ - ابوالہول - اہرامِ سقارہ -

**مساجد** | جامعِ الزہر، جامعِ سیدنا حسین، جامعِ سیدنا زینب، جامعِ ناصر، جامعِ ابن طولون، جامعِ الحاکم، جامعِ سلطان حسن -

**عوں** | رومی عہد کا شہر ہے۔ بعد فتح اسلام یہ ویران ہو گیا۔

**اُمّ دنین** | چھاؤنی تھی جس کو حضرت عمرو بن عاص نے فتح کیا۔ یہاں احمد بن طولون کے سپہ سالار ابوبک نامی نے مسجد اور باغ تعمیر کرایا۔

**بابلون** | مقوقش عامل مصر کا قلعہ ہے جس کو قصر الشمع بھی کہتے ہیں کیخبر ورنے جب مصر فتح کیا تو اس بابلون میں چھاؤنی بنائی۔

**قلعہ قصر الشمع** | ساحل نیل پر تعمیر ہوا قلعہ کے دروازہ میں ایک زنجیر معلق ہے اور چھت پر ایک کلیسہ ہے یہاں اور بھی گرجے ہیں

ایک وہ ہے جہاں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بیت لحم سے آکر اقامت اختیار کی تھی۔ ایک ہیکل یہود کی ہے جہاں حضرت موسیٰؑ علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے۔

۲۱ء میں حضرت زبیر بن عوام نے اس قلعہ کو فتح کیا۔

**العسکر** | خلافتِ عباسیہ میں فسطاط سے کسی قدر ہٹ کر دار الحکومت کے مکانات بنائے گئے اور اس کا نام العسکر رکھا گیا۔

**القطیع** | احمد بن طولون نے مصر میں خود مختاری کا اعلان کر کے العسکر سے ذرا ہٹ کر ایوانِ حکومت بنایا۔ مساجد ابن طولون و سیدہ

زینب قبرا الہوا، قبرا الجبل، دار الشفاء، میدان السلطان و محلات سے آباد استہ کیا۔

دورِ انشید میں اس کے وزیر کا فور نے اپنی جود و سخا سے حاتم کی داد و دہش  
محو کرادی جس کے بطخ میں روزانہ ایک صد لاس بڑ، ایک صد پچتر و سو پچاس  
بطخ پانچ سو مرغ، ایک ہزار کبوتر، پچاس قرابہ عریات صرف ہوتے تھے۔  
سلطان صلاح الدین کے عزیز خاص اعز الدین مشک نے  
**مشکی بازار** تعمیر کرایا تھا۔

سلطان اشرف الغلیل نے خلفائے فاطمی کے قبرستان کو مسمار  
**خان خلیل** کے اپنے نام سے بازار تعمیر کرایا۔ اس بازار سے متصل  
سلطان نجم الدین شوبہر ملک شجرۃ الدر کا مقبرہ ہے۔

اس بازار میں سلطان قلاؤن، سلطان برقوق اور  
**سوق النحاسین** سلطان الناصر کی مساجد ہیں۔

**قناطرہ** نہر القناطرہ ابن طولون نے بنائی تھی۔ جس وقت یہ نہر تیار ہوئی کسی  
نے ابن طولون سے یہ جڑ دی کہ علامہ عبدالحکیم اس نہر کی برائی  
کرتے تھے۔ رات میں ابن طولون نہر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، خیال آگیا علامہ کو  
بلا یا۔ چاؤش سے پوچھا۔ کیوں طلب کیا گیا ہوں؟ اس نے کہا نہر کی تحقیر نہ کرنا۔  
قاضی صاحب نفس معاملہ کو پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر میں ابن طولون کے پاس  
جب ہانپتے کانپتے پہنچے تو سلام علیک کے بعد ہی کہا کہ میں حضور کے حکم سے  
بھاگتا ہوا آیا ہوں اور بہت تھک گیا ہوں پہلے پانی پی لینے دیجئے۔ پھر  
کچھ حکم دیجئے گا۔

پھر خادم سے کہا کہ کٹورہ لادو تاکہ میں خود پانی نکال کر پیوں۔ کٹورہ لیکر  
نہر سے پانی اپنے ہاتھ سے نکال کر پیا اور دعادی کہ خدا اس کے بانی کا رکو  
فردائے حشر آپ کو ثمرے سیراب کرے۔

اس کے بعد ابن طولون سے کہا۔ ارشاد ہو کیوں طلب کیا گیا؟ طولون نے  
کہا شب ماہ کی بہار دکھلانے کے لئے آپ کو تکلیف دی تھی۔



**جامع سیدنا حسین رضی** جامع اندھر کے قریب یہ مسجد ہے۔ یہاں امام حسین کا فرق مبارک دفن ہے۔ پہلے دمشق اور عسقلان میں دفن رہا۔ وہاں سے ۳۵۵ھ میں خلفائے فاطمی مصر لائے اور مسجد میں دفن کیا۔

**مسجد سلطان حسن** سلطان صلاح الدین کے قلعہ کے قریب سلطان حسن کی تعمیر کردہ یہ مسجد تین سال میں تیار ہوئی۔ اس کی تعمیر میں دس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ اس کے خوشنما منبر و محراب شاندار گنبد سبک سڈول منارہ اپنے آپ جواب ہیں۔ مسجد کا منارہ دو سو اسی فٹ بلند ہے۔

**جامع سیدہ زینب** حضرت امام عالی مقام کی بہن کا مزار مبارک اس مسجد میں ہے۔

**جامع سیدہ نفیسہ** حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی کا مزار مبارک ہے۔

**جامع قلاؤون** الملک منصور قلاؤون النقی کی یہ عظیم الشان مسجد اور شفاخانہ یادگار ہے وہیں اس کا مقبرہ ہے۔

**جامع شیخون** ملک مصر کے امیر کبیر سیف الدین شیخو الناصری کی تعمیر کردہ ہے۔

**چاہ یوسف** سلطان صلاح الدین نے اسے تعمیر کرایا تھا۔ ۲۹۰ فٹ عمیق باؤلی نما ہے۔

**مقابر مملوک** یہاں سلاطین ممالیک بحریہ کے اور چرکسیہ کے مزارات ہیں۔ مقبرہ قائم بہت شاندار عمارت ہے نقش و نگار اور صنایع

کا نمونہ ہے۔ مقبرہ برقوق، مقبرہ برس بلٹے بھی یادگار عمارتیں ہیں۔

**تقیم الشقاقہ** قدیم مصری سلاطین کا مقبرہ ہے۔ رتہ خانے میں متعدد کوٹھڑیاں اور حجرے بنے ہوئے ہیں جس میں تابوت اور لوح

مزار رکھے ہوئے ہیں۔

**العمود** | ایک مصفا سنگین لاٹ ۸۸ فٹ طولانی پمپی کی یادگار میں قائم ہے۔

**جامع و ہیکل سواری سلیمان** | جامع تھی جہاں ہپاتیا نامی یہودی خاتون جس کے حسن و جمال، عفت و عصمت تبیح علمی کا شہرہ چارہ انگ عالم میں پھیلا ہوا تھا، فلسفہ و منطق کی تعلیم دیتی تھی۔ ایک دن جب وہ اپنی سواری میں مدبر آ رہی تھی تو نصارائے مصر نے اس جرم میں کہ اشاعت فلسفہ و سائنس مفاد عیسویت کے خلاف ہے اس کو سواری سے گرا دیا اور برہمنہ کر کے گھسیٹتے ہوئے گرد جاگھر میں لے گئے جہاں حضرت تقدس مآب معصوم صفت پطرنامی اسقف اعظم نے حضرت عیسیٰ و مریم بتوں کی تصویر کے سامنے ایک لٹھے سے اس کو ختم کر کے خطاب غازی و حامی دین و روح القدس حاصل کیا۔ ان کے پیروؤں نے اس مردہ لاش سے کلامنہ کیا اور اس کی تکابوٹی کر ڈالی۔ لے

**ابوصیر** | ابوصیر وہ جگہ ہے جہاں بنی امیہ کا آخری فرمانروا المعروف بہ الحمار قتل کیا گیا۔ جب اس کا سر قلم کر کے رات کو علیحدہ رکھا گیا تو ایک بلی زبان نکال کر چٹ کر گئی۔

بڑا شرف اس قصبہ کو حضرت شرف الدین ابوصیری کی ولادت سے ہے جن کا قصیدہ بردہ ہے۔

**بلبلیس** | انقاذ بنی قصبہ کے قریب بلبلیس ہے۔ حضرت عمرو بن عاص کے محاصرہ سے اس کو شہرت ہے۔  
ہنسنہ۔ ہنما۔ طنطہ و منہور مصر کے مشہور قصبے ہیں۔

**دھیماط** | یہ شہر جسے سلطان ملک الکامل نے نصرانی مظالم اور قتل و غارت سے گلو خلاصی دلائی تھی، ساحل نیل سے قاہرہ سے ۱۲۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شہر کی فصیل عباسی خلیفہ المتوکل نے تعمیر کرائی تھی مگر جدید شہر سلطان بیبرس نے بسایا۔ یہ دہانہ نیل پر واقع ہے۔ جامع مسجد قابل دید ہے۔

**منصورہ** | فتوحات اسلامی کی یاد گار میں ۱۲۲۱ء میں یہ شہر بسایا۔ یہیں لوئی نہم شاہ فرانس ملکہ شجرۃ الدر سے شکست کھا کر گرفتار ہوا تھا شہر کے قریب ہی بحر منزلہ کی نہر موسومہ نہر بحر الصغیر جاری ہے۔

## اسکندریہ

ساحل بحر روم کے ایک وسیع قطعہ اداغنی پر سکندر کے نام سے یہ شہر آباد ہے۔ یہیں سکندر کی قبر ہے۔ ایک زمانہ میں علمی مرکز تھا۔ عظیم الشان کتب خانہ جس میں دو لاکھ چرمی کتابیں تھیں حریت نواز محققین عالم جولیسیں قصیر نے اس کتب خانہ کو جلوا دیا۔ پھر کتابیں جمع کی گئیں تو بطریق اعظم نے صلیب لے کر ان کو بھی خاک سیاہ کر دیا۔ مگر ایک نصرانی مؤرخ ابوالفرخ نامی نے فتح مصر سے کامل چھ سو برس بعد اپنی ایک بے سرو پا غیر مربوط انداز میں غلط تاریخ میں آتش زدگی کتب خانہ اسکندریہ کا الزام بھی مسلمانوں کے سر لگایا۔

یہیں حضرت دانیال علیہ السلام کا مزار ہے، اقلیدس کی تعلیم گاہ بظاہر کی منادۃ النور، کلیو پٹرہ کا عمود، مساحد ذوالقرنین والرحمت، مسجد الف عمود (ہزار ستون کی مسجد) مسجد ابن طولون، مسجد موسیٰ، مسجد دانیال اور

کلیسائے سینٹ مارک ہیں۔

**منارة النور** | یہ منارہ بطلیموس اول نے جو ایک رنڈی کے بطن اور فیلیقوس کے نطفہ سے تھا، سکندر کی وفات پر حکومت مصر پر فائز ہونے کے بعد تعمیر کرایا تھا۔ لیکن مکملہ بطلیموس ثانی کے وقت میں ہوا۔

بطلیموس ثانی نے ایک کتب خانہ سات لاکھ کتابوں کا بھی فراہم کیا تھا جو جو لیس قیصر کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اُس نے توریت کا ترجمہ علماء کی انجمن سے یونانی زبان میں کرایا تھا۔ اس نے اپنی سچی بہن سے عقد کیا تھا۔ اس کی پوتی ملکہ کلیوپٹرہ ہے۔

یہ منارہ ۴۰۰ فٹ بلند تھا اور اڑھائی کروڑ روپیہ اس پر صرف ہوا تھا۔ اس منارہ سے جہازوں کی رہنمائی ہوتی تھی۔

ایک بُرج میں ایک بڑا چراغ روشن کیا جاتا تھا۔ کھڑکیوں میں آتشی شیشے نصب کئے تھے جن کی چمک سے کئی میل تک روشنی بغرض رہنمائی جہازات جاسکتی تھی۔ یہ منارہ بعد ولید بن عبدالملک گر گیا۔



رحمتِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر  
معروف و مستند کتاب کا اردو ترجمہ

# سیرت ابی ابن ہشام

تالیف  
محمد بن اسحاق بن سيار ابو محمد عبد الملك بن هشام  
م ۱۵۱ھ ————— م ۲۱۲ھ

اردو ترجمہ  
سید حسین علی حسنی نظامی دہلوی  
تہذیب جدید  
سعود اشرف عثمانی

شیلہ: احادیث اسلامیہ ۱۹۰ انارکلی لاہور

تَبَصَّرْنَا وَذَكَرْنَا لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ

ہدایت کے چراغ

سیرتِ انبیائے کرام  
علیہم السلام

ابولہشر سیدنا آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و دعوت تک تمام انبیاء کرام کے حالات و سوانح، قدیم اقوام اور سابقہ اُمتوں کا حقیقی تذکرہ۔ قرآن کریم میں بیان ہونے والے قصص اور واقعات۔ قرآن و حدیث کے اوراق سے سلیس زبان اور عام فہم انداز بیان میں۔

تألیف

مولانا محمد عبد الرحمن صاحب

استاذ حدیث و تفسیر، ناظم مجلس علمیہ، حیدر آباد دکن

www.KitaboSunnat.com

ادارۃ اسلامیات

۱۹۰۔ انارکلی ○ لاہور

تاریخ اسلام کا گرانقدر ذخیرہ

## سیر الصحابةؓ (کامل)

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تابعین، تبع تابعین اور نامور ائمہ کرام (رحمہم اللہ) کے ستھ حالات زندگی پر اردو میں جمع الہجاء سے مزین سب اہم جامع اور مفصل سلسلہ کتب جو چودہ حصوں میں تحریر کیا گیا تھا اب مجلد آٹھ جلدوں میں دستیاب ہے

## جلد ۱

حصہ اول: خلفائے راشدین (چاروں خلفاء راشدین کے حالات و کمالات)

## جلد ۲

حصہ دوم: مجاہدین حصہ اول (عشر مبشر و اکابر قریش اور فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے ۲۸ حضرات صحابہ کے حالات) حصہ سوم: مجاہدین حصہ دوم (بقیہ ۱۰۱ اہم حضرات صحابہ کے حالات جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے)

## جلد ۳

حصہ چہارم: انصار حصہ اول (۵۱ جلیل القدر انصار کرام صحابہ کے حالات)

حصہ پنجم: انصار حصہ دوم (بقیہ ۶۳ انصار کرام اور خلفاء انصار صحابہ کے حالات)

## جلد ۴

حصہ ششم: (صحابہؓ حضرت امام حسنؓ حضرت امیر معاویہؓ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات) حصہ ہفتم: (فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے اصغر اس ۱۵۰ صحابہ کے حالات کا مرقع)

## جلد ۵

حصہ ہشتم: اسوۂ صحابہ اول (صحابہ کرامؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق، جشن، معاشرت اور طرز معاشرت)

حصہ نہم: اسوۂ صحابہ دوم (صحابہ کرامؓ کی سیاسی، مذہبی، علمی خدمات کی تفصیل اور مجاہدہ کا نام)

## جلد ۶

حصہ دہم: سیر الصحابیاتؓ (ازواجِ مطہرات بنات طاہرات اور اکابر صحابیات کے سوانح زندگی)

حصہ یازدہم: اسوۂ صحابیاتؓ (صحابیات کے مذہبی، علمی، اخلاقی، معاشرتی واقعات اور دینی خدمات)

حصہ وازدہم: (۹۳ اہل کتاب صحابہؓ اور تابعین و تابعات کے سوانح اور کارنامے)

## جلد ۷

حصہ سیزدہم: تابعین (۹۶ اکابر تابعین کے سوانح زندگی، علمی، اصلاحی خدمات، مجاہدہ کا نام)

## جلد ۸

حصہ چہار دہم: تبع تابعین (اول) (۱۹ جلیل القدر تبع تابعین بشمول مشہور ائمہ کرام کے حالات و کمالات)

## جلد ۹

حصہ پانزدہم: تبع تابعین (دوم) (۴۷ تبع تابعین عظام کے سوانح و حالات اور ان کی علمی و دینی خدمات کی تفصیل)

سائے پانچ ہزار صفحات پر مشتمل سیکڑوں جلدوں میں مجلد، گزشتہ کتب، دینی و دنیوی خدمات کی تفصیل

نشر: ادارۃ اسلامیات ۱۹۰ - انارکلی لاہور





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْقُرْآنُ

# لقد كان في قصصهم عبرة لأولئك

ترجمہ  
یقیناً ان کے قصے میں عقل والوں کے لیے  
بہت بڑی عبرت ہے

تاریخ عالم قبل از اسلام سے لے کر مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر تک ملت اسلامیہ کی  
تیرہ سو سالہ مکمل تاریخ، ڈھائی ہزار سے زائد صفحات پر افراد اور اقوام کے نشیب و فراز اور عروج و زوال  
کی داستانیں پستلی مافیہ عالم کتاب تاریخ اسلام کی بے شمار کتب سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ سلیس زبان  
عام فہم اور آسان طرز بیان مدارس سکولوں کالجوں اور جامعات کے اساتذہ و طلباء کے لیے کمال  
فائدہ مند۔ ایک ایسی منظرہ تاریخ جس کا ہر اچھی لائبریری اور پڑھنے لکھنے گھر نے میں ہونا ضروری ہے۔

ادارۃ السہل لیسٹریٹ

لاہور — کراچی